

جہاد کے احکام و مسائل کا انسائیکلو پیڈیا

الجہاد الاسلامی

نجم پبلشرز



www.ircpk.com

تہذیب و ثقہ میل

ابو سیاف اعجاز احمد تنویر



تالیف

فقیہ الشیخ عبد الرحمن الرطانی

فہرست البواب

۴۱	چند اہم بنیادی باتیں	باب: ۱
۶۷	جہاد فرض عین ہے یا فرض کفایہ؟	باب: ۲
۹۷	فرض عین ہونے کے مستقل اور عارضی اسباب	باب: ۳
۱۳۱	جہاد کے فرض عین ہونے کی شرائط	باب: ۴
۱۴۳	جہاد اور حقوق الوالدین	باب: ۵
۱۷۷	جہاد سے قبل امور	باب: ۶
۲۳۳	خلافت و جہاد	باب: ۷
۲۷۵	جہاد کی تعلیم اور ٹریننگ	باب: ۸
۳۱۱	مورچہ بندی اور اسلامی سرحدوں پر پہرہ	باب: ۹
۳۳۵	قرآن کریم میں جہاد اور مجاہدین کے فضائل	باب: ۱۰
۳۶۹	احادیث میں جہاد اور مجاہدین کے فضائل	باب: ۱۱
۴۰۱	غازیانِ اسلام سے تعاون اور ان کے اہل خانہ کی نگرانی	باب: ۱۲
۴۱۳	جہاد بالمال	باب: ۱۳
۴۴۳	شہید اور شہادت	باب: ۱۴
۴۹۳	شہادت فی سبیل اللہ اور گناہوں کا کفارہ	باب: ۱۵
۵۰۷	شہداء کی زندگی کی حقیقت	باب: ۱۶
۵۳۱	اخلاص نیت اور جہاد	باب: ۱۷
۵۴۷	مجاہد فی سبیل اللہ کی حقیقت	باب: ۱۸
۵۶۷	شہداء کے متعلق احکام	باب: ۱۹
۶۱۱	اسلام اصول جنگ	باب: ۲۰
۶۴۱	حالت جنگ میں اللہ تعالیٰ سے مجاہدین کا خصوصی رابطہ	باب: ۲۱
۶۷۵	انسانی حقوق اور عدل و انصاف	باب: ۲۲
۷۱۵	جنگی قیدی	باب: ۲۳
۷۴۹	بغاوت کرنے والوں اور فساد پھیلانے والوں سے جنگ	باب: ۲۴
۷۸۳	فریقین کے مابین صلح کا معاہدہ	باب: ۲۵
۸۱۷	اموال غنیمت	باب: ۲۶

فہرست مضامین

چند اہم بنیادی باتیں

باب: ۱

- ۴۱ علم جہاد کی اہمیت
- ۴۳ جہاد کا لغوی معنی
- ۴۳ جہاد کا شرعی اور اصطلاحی معنی
- ۴۵ علم جہاد کا موضوع
- ۴۵ علم جہاد کی غرض و غایت
- ۵۱ اقسام جہاد
- ۵۲ جہاد کی اقسام بمعنی عام
- ۵۲ نفس کے خلاف جہاد
- ۵۳ شیطان کے خلاف جہاد
- ۵۴ فاسقوں اور فاجروں کے خلاف جہاد
- ۵۶ کافروں اور مشرکوں کے خلاف جہاد
- ۵۷ فرضیت جہاد کے تدریجی مراحل
- ۵۸ پہلا مرحلہ، دعوت و جہاد
- ۵۹ دوسرا مرحلہ، اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت
- ۶۱ تیسرا مرحلہ، جہاد و قتال کی اولیں اجازت اور اس کے اسباب
- ۶۲ چوتھا مرحلہ، جوابی حملہ
- ۶۴ اولاد اور وطن اسلام کا دفاع بھی ”جہاد فی سبیل اللہ“ ہے
- ۶۵ پانچواں مرحلہ، قتال عام کی فرضیت

جہاد فرض عین ہے یا فرض کفایہ؟

باب ۲:

- ۶۷ فرض عین کی تعریف
- ۶۷ فرض کفایہ کی تعریف
- ۶۷ جہاد بمعنی عام فرض عین ہے
- ۶۷ قرآن و سنت سے استدلال
- ۶۹ اجماع امت سے استدلال
- ۷۰ ”جہاد“ قتال کے معنی میں بھی فرض عین ہے
- ۷۰ قرآن مجید کے دلائل
- ۷۱ جہاد بالسیف کے بارے آیات
- ۷۲ تم پر قتال فرض کر دیا گیا ہے
- ۷۳ جب جہاد کے لیے اعلان عام ہو جائے
- ۷۵ جہاد کے ذریعے آزمائش
- ۷۶ سنت سے دلائل
- ۸۱ جہاد کے بارے میں چند منتخب احادیث
- ۸۴ تخصیص کرنے والی آیات و احادیث
- ۸۸ جہاد کے فرض عین ہونے پر آثار و اقوال
- ۹۴ فیصلہ کن بات

فرض عین ہونے کے مستقل اور عارضی اسباب

باب ۳:

- ۹۷ فرض عین ہونے کے مستقل اسباب
- ۹۷ ۱) انسداد فتنہ اور غلبہ دین
- ۹۸ ۲) جب دشمن سے آمناسامنا ہو جائے
- ۱۰۱ ۳) جب جہاد کے لیے سب کو نکلنے کا حکم مل جائے
- ۱۰۲ ۴) جب دشمن حملہ آور ہو جائیں نیز قریب ترین کافروں کی سرکوبی
- ۱۰۴ جہاد کا تسلسل اور ترتیب نبویؐ

- ۱۰۶ محدثین اور فقہاء کی گواہی
- ۱۱۰ قریبی کافراور جہاد کا تسلسل
- ۱۱۱ قبول اسلام، جزیہ یا قتال فی سبیل اللہ
- ۱۱۳ خلاصہ کلام
- ۱۱۴ فرض عین ہونے کے عارضی اسباب
- ۱۱۴ ۱ مومنوں کی مدد کرنا
- ۱۱۵ ۲ ظلم و زیادتی کی روک تھام کے لیے
- ۱۱۶ ۳ مسلمانوں کے علاقوں کو کافروں کے تسلط سے آزاد کرانا
- ۱۱۷ ۴ میدان جہاد میں موجود مجاہدین جب ناکافی ہوں
- ۱۱۹ فرض کفایہ کا باطل تصور
- ۱۲۲ امت محمدیہ کے لیے غور و فکر کا مقام ہے
- ۱۲۳ عارضی اسباب میں فرضیت جہاد
- ۱۲۴ ملت اسلامیہ سے ایک سوال
- ۱۲۵ حاصل بحث
- ۱۲۵ فرض کفایہ کی حقیقت
- ۱۲۶ جیدائتمہ اسلام کی گواہی

جہاد کے فرض عین ہونے کی شرائط (باب: ۴)

- ۱۳۱ تندرست، غیر معذور اور راہ جہاد کے اخراجات کا متحمل ہونا
- ۱۳۳ عاقل، بالغ اور مذکر ہونے کی شرائط
- ۱۳۳ نابالغوں اور غلاموں کا جہاد
- ۱۳۵ عورتوں کی جہاد میں شرکت کا حکم
- ۱۳۶ بحری غزوات میں عورتوں کی شرکت
- ۱۳۶ امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن میدان قتال میں
- ۱۳۷ مردوں کے ہمراہ خواتین اسلام کی غزوات میں شرکت
- ۱۳۹ لہذا ثابت ہوا

- ۱۴۰ اسلام کی ایک عظیم مجاہدہ ❁
- ۱۴۱ خواتین اسلام کے لیے لمحہ فکریہ ❁

جہاد اور حقوق الوالدین

(باب: ۵)

- ۱۴۳ والدین کے ساتھ حسن سلوک ❁
- ۱۴۵ لہذا معلوم ہوا ❁
- ۱۴۷ والدین کے مشروط حقوق ❁
- ۱۴۷ والدین کے لیے مغفرت کی دعا کرنا ❁
- ۱۴۷ والدین کی اطاعت یا والدین سے صلہ رحمی ❁
- ۱۴۹ اطاعتیں صرف تین ہیں ❁
- ۱۵۰ جہاد اور والدین کا حق ❁
- ۱۵۱ والدین سے اجازت لے کر جہاد کرنے والی احادیث ❁
- ۱۵۳ مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا ❁
- ۱۵۳ مذکورہ بالا شرائط کے دلائل ❁
- ۱۵۳ پہلی شرط ❁
- ۱۵۴ دوسری شرط ❁
- ۱۵۵ تیسری شرط ❁
- ۱۵۶ چوتھی شرط ❁
- ۱۵۷ جہاد اور والدین سے تعلقات ❁
- ۱۵۷ یہ کیسے ممکن ہے؟ ❁
- ۱۵۷ یہ کیسا عدل و انصاف ہے؟ ❁
- ۱۵۸ یہ کیونکر جائز و مناسب ہے؟ ❁
- ۱۵۸ یہ بھلا کیسے ہو سکتا ہے؟ ❁
- ۱۵۹ دونوں باتوں میں مطابقت کی صورت ❁
- ۱۵۹ مطابقت والے موقف کے دلائل ❁

- ۱۶۰ والدین کی اجازت کے بغیر جہاد کرنے کی صحیح حدیث
- ۱۶۰ لہذا معلوم ہوا
- ۱۶۲ محدثین اور فقہاء کی وضاحت
- ۱۶۶ فرضیت جہاد کے حالات و مراحل
- ۱۶۷ پہلی حالت
- ۱۶۹ دوسری حالت
- ۱۶۹ امت مسلمہ کی موجودہ حالت پر غور و فکر
- ۱۷۰ یہ وقت قیام ہے
- ۱۷۱ مقروض کا جہاد
- ۱۷۴ مذکورہ بالا دلائل سے معلوم ہوا

جہاد سے قبل امور

باب: ۶

- ۱۷۷ ۱ اللہ تعالیٰ پر ایمان
- ۱۸۰ ۲ عمل صالح
- ۱۸۲ مجاہد فی سبیل اللہ کا گناہوں سے اجتناب
- ۱۸۶ پہلی وجہ
- ۱۸۷ دوسری وجہ
- ۱۸۸ ۳ دعوت و تبلیغ
- ۱۹۰ دعوت و تبلیغ کے اصول و قواعد
- ۱۹۱ ۴ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر
- ۱۹۵ مذکورہ بالا آیات و احادیث سے حاصل شدہ اسباق
- ۱۹۸ ۵ دوستی اور دشمنی کا معیار
- ۲۰۰ کافروں اور مشرکوں سے دوستی حرام ہے
- ۲۰۱ جناب ابراہیم علیہ السلام کا اسوۂ حسنہ
- ۲۰۲ مومنوں سے دوستی اور محبت واجب ہے
- ۲۰۳ ذکر کی گئی آیات سے واضح ہوا

- ۲۰۵ اللہ کی راہ میں ہجرت ❁
- ۲۰۵ ہجرت کی تعریف، اہمیت اور فضیلت ❁
- ۲۰۷ ہجرت فرض ہے ❁
- ۲۰۹ انصار و مہاجرین کے درمیان بھائی چارہ ❁
- ۲۱۰ انصار و مہاجرین کے درمیان وراثت کی تقسیم کا حکم ❁
- ۲۱۱ مذکورہ آیات و احادیث سے حاصل شدہ احکام و مسائل ❁
- ۲۱۳ جماعت و امارت ❁
- ۲۱۴ جماعت کی ضرورت و اہمیت ❁
- ۲۱۷ امیر کی اطاعت و فرماں برداری ❁
- ۲۲۰ اللہ کی صفات اور فرائض ❁
- ۲۲۵ مذکورہ آیات و احادیث سے حاصل شدہ احکام و مسائل ❁

خلافت و جہاد

باب: ۷

- ۲۳۳ خلافت کا تصور اور گمراہ فرقے ❁
- ۲۳۶ خلیفۃ المسلمین کی موجودگی میں جہاد کے فرض ہونے کے دلائل ❁
- ۲۳۶ پہلی دلیل ❁
- ۲۳۷ دوسری دلیل ❁
- ۲۳۸ تیسری دلیل ❁
- ۲۳۸ چوتھی دلیل ❁
- ۲۳۹ پانچویں دلیل ❁
- ۲۳۹ دلائل کا جائزہ ❁
- ۲۳۹ پہلی دلیل کا جواب ❁
- ۲۴۱ دوسری دلیل کا جواب ❁
- ۲۴۴ تیسری دلیل کا جواب ❁
- ۲۴۵ پہلی وجہ ❁
- ۲۴۵ دوسری وجہ ❁

- ۲۴۶ ❁ تیسری وجہ
- ۲۴۶ ❁ چوتھی دلیل کا جواب
- ۲۴۸ ❁ پانچویں دلیل کا جواب
- ۲۴۸ ❁ خلافت کے بغیر جہاد کے وجوب کے دلائل
- ۲۴۸ ❁ قرآن مجید کی آیات سے
- ۲۵۱ ❁ مذکورہ بالا آیات کا خلاصہ حسب ذیل ہے
- ۲۵۲ ❁ رسول اللہ ﷺ کی صحیح احادیث سے
- ۲۵۳ ❁ خلافت کے اختتام اور جہاد کے دوام کی مختصر بحث
- ۲۵۳ ❁ انقطاع خلافت پر صحیح احادیث
- ۲۵۵ ❁ مذکورہ بالا احادیث سے ثابت ہوا
- ۲۵۷ ❁ اے کاش.....!
- ۲۵۷ ❁ ”عصایہ المسلمین“ اور ”طائفہ منصورہ“ پر تحقیقی نظر
- ۲۵۹ ❁ طائفہ کا معنی
- ۲۶۰ ❁ عصاہ کا معنی
- ۲۶۰ ❁ مذکورہ صحیح احادیث کا خلاصہ درج ذیل ہے
- ۲۶۱ ❁ معسکر ابی بصیر رضی اللہ عنہ
- ۲۶۴ ❁ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا امارت کی ذمہ داری سنبھالنا
- ۲۶۵ ❁ مذکورہ احادیث سے حاصل شدہ احکام و مسائل
- ۲۷۰ ❁ اس مسئلہ کا بہترین حل

جہاد کی تعلیم اور ٹریننگ

(باب ۸)

- ۲۷۵ ❁ ”اعداد“ کا لغوی معنی
- ۲۷۵ ❁ ”اعداد“ کا شرعی معنی
- ۲۷۵ ❁ جہاد کی ٹریننگ کے متعلق شریعت کا حکم
- ۲۷۷ ❁ فنون حرب و ضرب کا سیکھنا بھی وراثت انبیاء ہے
- ۲۷۷ ❁ قرآن مجید سے دلائل
- ۲۷۹ ❁ مندرجہ بالا آیات سے حاصل شدہ چند فوائد

- ۲۸۰ نشانہ بازی اور گھڑ سواری کے فضائل و مسائل
- ۲۸۰ احادیث رسول سے دلائل
- ۲۸۷ مذکورہ آیات و احادیث سے معلوم ہوا
- ۲۹۱ گھوڑے باندھنا اور اس کی فضیلت
- ۲۹۸ گھوڑ دوڑ کے مقابلے اور گھوڑوں کو موٹا تازہ کرنا
- ۲۹۹ لفظ ”تضمیر“ کا معنی
- ۲۹۹ مسابقت کا معنی
- ۲۹۹ شیعہ الوداع کا مطلب
- ۲۹۹ مقابلے میں نمایاں آنے والوں کے لیے انعام و اکرام
- ۲۹۹ شرائط اور احکام
- ۳۰۱ گھوڑوں کی اچھی اور بری صفات
- ۳۰۳ جہاد کی بقاء اور جہادی وسائل
- ۳۰۵ مذکورہ بالا آیات و احادیث کا خلاصہ

باب ۹: مورچہ بندی اور اسلامی سرحدوں پر پہرہ

- ۳۱۱ غرض و غایت اور اہمیت
- ۳۱۳ رباط کا مطلب
- ۳۱۳ رباط کا لغوی معنی
- ۳۱۳ رباط کا شرعی معنی
- ۳۱۴ رباط کے فضائل
- ۳۱۶ چند الفاظ کے معانی
- ۳۱۷ سرحدوں پر ڈٹے رہنے کی خصوصیات
- ۳۱۸ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں صبح و شام نکلنا
- ۳۲۱ حاصل کلام
- ۳۲۱ راہ جہاد کا گرد و غبار اور جہنم کا دھواں
- ۳۲۳ اللہ کے راستے میں پہرہ دینے کی اہمیت و فضیلت

- ۳۲۵ مندرجہ بالا احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا
- ۳۲۶ طوبیٰ کے معنی
- ۳۲۸ ”رباط فی سبیل اللہ“ کا دوسرا شرعی معنی
- ۳۳۰ مذکورہ آیات و احادیث سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوئیں

قرآن کریم میں جہاد اور مجاہدین کے فضائل (باب: ۱۰)

- ۳۳۵ قرآن مجید کی روشنی میں
- ۳۳۸ جہاد کے لیے جانے والوں اور پیچھے بیٹھ رہنے والوں کا تقابل
- ۳۳۹ جہاد کرنے والوں اور عبادت میں مصروف رہنے والوں کا تقابل
- ۳۴۰ مذکورہ بالا آیات سے معلوم ہوا
- ۳۴۱ جہاد اور جنت
- ۳۴۲ ﴿السَّائِحُونَ﴾ کا معنی
- ۳۴۳ ﴿الْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ﴾ کا معنی
- ۳۴۴ جہاد پر نہ جانے والوں کے لیے ڈانٹ ڈپٹ
- ۳۴۵ ﴿حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ﴾ کا معنی
- ۳۴۵ ﴿وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ﴾ کا معنی
- ۳۴۶ جہاد کامیابی اور بھلائی کی ضمانت ہے
- ۳۴۷ صف قتال اور تجارتِ نجات
- ۳۴۸ مذکورہ بالا آیات سے درج ذیل سبق آموز باتیں معلوم ہوئیں
- ۳۵۱ مجاہد اور عابد کا تقابل
- ۳۵۳ قرآن مجید میں جہاد کا بیان
- ۳۵۳ سورۃ البقرہ کا جہادی خاکہ
- ۳۵۳ سورۃ آل عمران کا جہادی خاکہ
- ۳۵۴ سورۃ النساء کا جہادی خاکہ
- ۳۵۵ سورۃ المائدہ کا جہادی خاکہ
- ۳۵۵ سورۃ الانعام کا جہادی خاکہ

۳۵۵	سورة الانفال کا جہادی خاکہ
۳۵۶	سورة التوبہ کا جہادی خاکہ
۳۵۷	سورة النحل کا جہادی خاکہ
۳۵۸	سورة الحج کا جہادی خاکہ
۳۵۸	سورة النور کا جہادی خاکہ
۳۵۸	سورة الفرقان کا جہادی خاکہ
۳۵۹	سورة الشعراء کا جہادی خاکہ
۳۵۹	سورة العنکبوت کا جہادی خاکہ
۳۶۰	سورة الروم کا جہادی خاکہ
۳۶۰	سورة لقمان کا جہادی خاکہ
۳۶۰	سورة الاحزاب کا جہادی خاکہ
۳۶۱	سورة الصافات کا جہادی خاکہ
۳۶۱	سورة الشوریٰ کا جہادی خاکہ
۳۶۱	سورة محمد (سورة القتال) کا جہادی خاکہ
۳۶۲	سورة الفتح کا جہادی خاکہ
۳۶۳	سورة الحجرات کا جہادی خاکہ
۳۶۳	سورة الحديد کا جہادی خاکہ
۳۶۴	سورة المجادلہ کا جہادی خاکہ
۳۶۴	سورة الحشر (سورة بنی نضیر) کا جہادی خاکہ
۳۶۵	سورة الممتحنة کا جہادی خاکہ
۳۶۶	سورة الصف کا جہادی خاکہ
۳۶۶	سورة التحریم کا جہادی خاکہ
۳۶۷	سورة المزمل کا جہادی خاکہ
۳۶۷	سورة العادیات کا جہادی خاکہ
۳۶۷	سورة النصر کا جہادی خاکہ

باب: ۱۱ احادیث میں جہاد اور مجاہدین کے فضائل

- ۳۶۹ جہاد تمام اعمال سے افضل ہے ❀
- ۳۶۹ حدیث کی تشریح ❀
- ۳۷۰ پہلی صورت ❀
- ۳۷۱ دوسری صورت ❀
- ۳۷۱ پہلی مثال ❀
- ۳۷۲ تیسری صورت ❀
- ۳۷۳ دوسری مثال ❀
- ۳۷۵ جہاد اور ایمان تمام اعمال سے افضل ہے ❀
- ۴۷۶ تیسری مثال ❀
- ۳۷۷ جہاد کے مساوی اور برابر کوئی عمل نہیں ❀
- ۳۸۰ اللہ تعالیٰ نے کیا خوب فرمایا ہے! ❀
- ۳۸۱ ستر (۷۰) سالہ عبادت اور جہاد فی سبیل اللہ ❀
- ۳۸۲ مجاہد کے خون کی قدر و قیمت ❀
- ۳۸۳ کفار سے جنگ کرنا دوزخ سے نجات کا وسیلہ ہے ❀
- ۳۸۳ مذکورہ بالا حدیث کی وضاحت ❀
- ۳۸۴ مجاہد کا کفیل اللہ تعالیٰ ہے ❀
- ۳۸۶ مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا ❀
- ۳۸۷ مجاہد سب لوگوں سے افضل ہے ❀
- ۳۸۸ مذکورہ احادیث کی تشریح ❀
- ۳۸۹ پہلی دلیل ❀
- ۳۸۹ دوسری دلیل ❀
- ۳۹۰ تیسری دلیل ❀
- ۳۹۰ چوتھی دلیل ❀

- ۳۹۱ مجاہدین کے درجات و مراتب
- ۳۹۱ مذکورہ حدیث کی تشریح
- ۳۹۶ جنت کے دروازے اور تلواریں کے سائے
- ۳۹۷ حدیث کی تشریح
- ۳۹۷ مذکورہ احادیث سے درج ذیل باتیں معلوم ہونیں

باب: ۱۲) غازیانِ اسلام سے تعاون اور ان کے اہل خانہ کی نگرانی

- ۴۰۱ بے سرو سامانی کا غم
- ۴۰۴ مجاہد کی تیاری اور مجاہد کے گھر کی نگرانی عین جہاد ہے
- ۴۰۵ جہاد میں شرکت کرنے والوں کی عورتوں کی عزت و ناموس
- ۴۰۶ مذکورہ بالا احادیث کی تشریح
- ۴۰۶ ((الدَّالُّ عَلَى الْخَيْرِ كَفَّاعِلِهِ)) کا مطلب
- ۴۰۷ ((مَنْ جَهَّزَ غَارِبًا فَقَدْ غَزَا)) کا مطلب
- ۴۰۸ ((أَيُّكُمْ خَلَفَ الْخَارِجَ فِي أَهْلِهِ وَمَالِهِ بِخَيْرٍ)) کا مطلب
- ۴۰۸ ((وَالْأَجْرُ بَيْنَهُمَا)) کا مطلب
- ۴۰۹ مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا

باب: ۱۳) جہاد بالمال

- ۴۱۳ جہاد کی اقسام مختلف اعتبار سے
- ۴۱۴ مالی جہاد کی اہمیت و مرتبہ
- ۴۱۵ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرنا اور جنگ کرنا واجب ہے
- ۴۱۷ بخل کی پرزور مذمت
- ۴۱۸ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہترین اجر و ثواب کا وعدہ
- ۴۱۹ اللہ کی راہ میں رکے ہوئے تنگ دست مہاجرین اور مجاہدین
- ۴۲۱ الفاظ ﴿فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ کی شرعی حقیقت
- ۴۲۵ مالی جہاد کا واجب ہونا اور جاری و ساری رہنا

- ۴۲۸ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے فضائل ❀
- ۴۳۱ جہاد فتنہ میں دیا ہوا مال سب سے افضل صدقہ ہے ❀
- ۴۳۳ اتفاق فی سبیل اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ کا مفہوم بدلنے کی بدترین جسارت ❀
- ۴۳۸ مذکورہ آیات و احادیث سے معلوم ہوا ❀

شہید اور شہادت

باب: ۱۴

- ۴۴۳ ”شہادۃ“ کا لغوی اور شرعی معنی ❀
- ۴۴۴ ”شہادت فی سبیل اللہ“ کا معنی ❀
- ۴۴۴ شہید کو شہید کہنے کی وجہ ❀
- ۴۴۸ شہید کی جامع اور مختصر تعریف ❀
- ۴۴۸ شہید کی مفصل تعریف ❀
- ۴۴۹ فقہاء کی اضافی شرائط اور ان کا تنقیدی جائزہ ❀
- ۴۵۲ شہید کی اقسام ❀
- ۴۵۲ ① حقیقی شہید ❀
- ۴۵۲ ② اعزازی شہید ❀
- ۴۵۳ ③ دنیاوی اور ظاہری شہید ❀
- ۴۵۴ ① دنیا اور آخرت کا شہید ❀
- ۴۵۴ ② آخرت کا شہید ❀
- ۴۵۴ ③ دنیاوی شہید ❀
- ۴۵۵ شہداء کے مرتبے ❀
- ۴۵۸ منصب نبوت اور تمنائے شہادت ❀
- ۴۶۰ شہادت فی سبیل اللہ اور جنت ❀
- ۴۶۱ ضمانت باری تعالیٰ ❀
- ۴۶۳ دخول جنت میں پیش پیش ❀
- ۴۶۴ فردوسِ بریں اور آرزوئے شہید ❀
- ۴۶۷ قاتل اور مقتول دونوں جہاد کی وجہ سے جنت میں ❀

- ۴۶۹ وہ جو اپنا وعدہ نبھا گئے
- ۴۷۱ مزید کچھ مثالیں
- ۴۷۲ مذکورہ بالا آیات و احادیث سے معلوم ہوا
- ۴۸۰ دشمن کی صفوں میں تنہا گھس جانا اور جان قربان کر دیتا
- ۴۸۴ جنگ شروع کرنے سے پہلے خوشبو استعمال کرنا
- ۴۸۷ خودکشی اور جان فدائی کارروائیوں میں فرق
- ۴۹۱ مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا

باب: ۱۵) شہادت فی سبیل اللہ اور گناہوں کا کفارہ

- ۴۹۳ قرآن مجید کی روشنی میں
- ۴۹۴ ﴿فَالَّذِينَ هَاجَرُوا.....﴾ کا مطلب
- ۴۹۴ ﴿فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا﴾ کا مطلب
- ۴۹۵ احادیث رسول ﷺ کی روشنی میں شہید کے اعزازات
- ۴۹۸ قتل ہونے والے تین شخص
- ۴۹۹ احادیث کا مطلب
- ۴۹۹ ”شہید کے قتل کے سوا گناہ معاف ہو جاتے ہیں“ کی تحقیق
- ۵۰۲ مذکورہ بالا آیات و احادیث کا خلاصہ یہ ہے

باب: ۱۶) شہداء کی زندگی کی حقیقت

- ۵۰۷ بہترین برزخی حیات اور رزق الہی
- ۵۰۸ مذکورہ آیات کی تشریح
- ۵۱۰ ﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ.....﴾ کا مطلب
- ۵۱۲ ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ.....﴾ کا مطلب
- ۵۱۲ شہدائے اُحد کا اہل دنیا کے لیے پیغام
- ۵۱۳ شہید اور سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کی اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ ملاقات

- ۵۱۴ بزمِ معونہ کے شہیدوں کا اہل دنیا کے لیے پیغام
- ۵۱۶ شہیدوں کی روحیں کہاں ہوتی ہیں؟
- ۵۱۸ شہداء کی زندگی قرآن و سنت کی روشنی میں
- ۵۲۳ شہید کی روح ایک طائر لاہوتی ہے
- ۵۲۴ ﴿وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ.....﴾ کا مطلب
- ۵۲۴ ﴿يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةِ مِنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ.....﴾ کا مطلب
- ۵۲۵ ﴿وَأَنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ کا مطلب
- ۵۲۵ ﴿وَالشَّهْدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ.....﴾ کا مطلب
- ۵۲۶ شہداء کے چار مختلف درجات
- ۵۲۷ خلاصہ کلام

اخلاص نیت اور جہاد

(باب: ۱۷)

- ۵۳۱ نیت خالص قرآن کی روشنی میں
- ۵۳۱ مذکورہ بالا آیات کی تفسیر
- ۵۳۶ نیت خالص احادیث کی روشنی میں
- ۵۳۸ خلاصہ کلام
- ۵۳۹ ریاکار شہید، عالم اور سخی کا انجام
- ۵۴۲ مسائل و احکام

مجاہد فی سبیل اللہ کی حقیقت

(باب: ۱۸)

- ۵۴۷ قرآنی آیات کی روشنی میں
- ۵۴۷ ﴿فَيُقْتَلُ أَوْ يَغْلِبُ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا﴾ کا مطلب
- ۵۴۸ مجاہد کا اجر پورا یا کم
- ۵۴۸ دو مختلف احادیث کے درمیان مطابقت
- ۵۵۰ جو اس لیے لڑا کہ اللہ کا دین سر بلند ہو
- ۵۵۳ اللہ تعالیٰ کے لیے لڑنے والا اور شیطان کے لیے لڑنے والا

- ۵۵۷ طاغوت کے راستے میں قتال
- ۵۵۷ طاغوت کا مفہوم
- ۵۵۹ اللہ پر ایمان اور طاغوت کا انکار
- ۵۶۰ شیطان کے دجل و فریب کا جال اور مومن کا یقین کامل
- ۵۶۲ سابقہ بحث سے ثابت ہوا

شہداء کے متعلق احکام

(باب: ۱۹)

- ۵۶۷ شہداء کی اقسام
- ۵۶۸ ایمان اور پرہیزگاری کے اعتبار سے شہداء کی اقسام
- ۵۶۹ ① شہید مطلق: (دنیوی اور اخروی شہید)
- ۵۷۰ ② شہید مقید: (اخروی شہید)
- ۵۷۰ ③ دنیوی شہید
- ۵۷۰ اخروی شہید کی سات قسمیں
- ۵۷۲ اخروی شہید کی مزید اقسام
- ۵۷۳ اخروی شہید کے احکام
- ۵۷۴ بحری جنگ اور سمندر میں شہید ہونے والا
- ۵۷۶ مذکورہ بالا دونوں احادیث سے معلوم ہوا
- ۵۷۷ غزوہ ہند کے بارے احادیث رسولؐ
- ۵۷۸ مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا
- ۵۷۹ دنیوی اور اخروی شہید کے احکام
- ۵۸۰ مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا
- ۵۸۲ شہید کے نماز جنازہ
- ۵۸۲ پہلا موقف
- ۵۸۴ دوسرا موقف
- ۵۸۵ تیسرا موقف

- ۵۸۶ اپنے ہی وار سے شہید ہونے والا ❀
- ۵۸۷ باغیوں اور ڈاکوؤں کے ہاتھوں سے قتل ہونے والا ❀
- ۵۸۸ شہید عورتوں اور بچوں کا حکم ❀
- ۵۸۹ میدان جہاد میں بغیر کسی نشان کے قتل ہونے والا ❀
- ۵۸۹ وہ شخص جو زخمی حالت میں کچھ دیر زندہ رہے ❀
- ۵۸۹ المَریّت کا لغوی معنی ❀
- ۵۸۹ المَریّت کا شرعی معنی ❀
- ۵۹۱ درست موقف ❀
- ۵۹۲ مقروض اور خائن شہید ❀
- ۵۹۳ دُفن سے پہلے میت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا ❀
- ۵۹۴ دُفن کے بعد کسی میت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا ❀
- ۵۹۵ شہید کی لاش کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا ❀
- ۵۹۶ غائبانہ نماز جنازہ ❀
- ۵۹۷ مذکورہ بالا متواتر حدیث سے درج ذیل احکام معلوم ہوتے ہیں ❀
- ۵۹۹ قبر پر نماز جنازہ ❀
- ۶۰۱ قبروں کی زیارت (جواز کے دلائل اور اغراض و مقاصد) ❀
- ۶۰۲ عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت کے حرام ہونے کا بیان ❀
- ۶۰۳ قبروں کی زیارت اور ان کی طرف سفر ❀
- ۶۰۴ قبروں پر مجاور بننا اور ان کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا ❀
- ۶۰۵ قبریں یا سجدہ گاہیں ❀
- ۶۰۶ مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا ❀
- ۶۰۷ ابھری ہوئی نمایاں قبروں کو برابر کرنا ❀
- ۶۰۸ رسول اکرم ﷺ پر صلوٰۃ و سلام ❀

اسلامی اصول جنگ

باب: ۲۰

- ۶۱۱ اسلامی اور غیر اسلامی مقاصد
- ۶۱۳ جنگ سے پہلے اسلام قبول کرنے کی دعوت
- ۶۱۵ نبی اکرم ﷺ کے شاہانِ عالم کو دعوتی خطوط
- ۶۱۷ اسلامی جنگ کے آداب
- ۶۲۰ مذکورہ بالا حدیث کا مفہوم
- ۶۲۱ ((فَسَلُّهُمْ الْحَرْبَ)) کا معنی
- ۶۲۲ مذاہبِ عالم کے جنگی مقاصد اور نظریات
- ۶۲۲ ۱) یہودیت
- ۶۲۳ ۲) عیسائیت
- ۶۲۵ ۳) ہندو مذہب
- ۶۲۵ چار وید درج ذیل ہیں
- ۶۲۸ یہودیت کے مقاصد جنگ
- ۶۳۰ عیسائیوں کا جنگی نقطہ نظر
- ۶۳۱ یہود و نصاریٰ قرآن کی نظر میں
- ۶۳۳ ہندو مذہب کا فلسفہ جنگ
- ۶۳۴ ۴) بودھ مذہب
- ۶۳۵ مذاہبِ اربعہ اور اسلام
- ۶۳۷ امتِ مسلمہ پر جہادِ اسلامی کے اثرات کا بالا اختصار نقشہ
- ۶۳۸ غیر مسلم اقوام کے لیے جہادِ اسلامی کے ثمرات و برکات

باب: ۲۱ حالت جنگ میں اللہ تعالیٰ سے مجاہدین کا خصوصی رابطہ

- ۶۴۲ جنگوں میں ختم الرسل کا اللہ تعالیٰ سے خصوصی رابطہ
- ۶۴۲ پہلی مثال
- ۶۴۳ دوسری مثال

- ۶۴۵ تیسری مثال ❀
- ۶۴۶ چوتھی مثال ❀
- ۶۴۷ پانچویں مثال ❀
- ۶۴۷ دشمن کے ساتھ ملاقات میں ثابت قدمی اور صبر کا مظاہرہ ❀
- ۶۴۸ ﴿إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ﴾ کا معنی ❀
- ۶۴۸ ﴿أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَىٰ فِتْنَةٍ﴾ کا معنی ❀
- ۶۴۹ جب دشمن کی تعداد دو گنا سے زیادہ ہو ❀
- ۶۵۰ دشمن سے مقابلے کی تمنا (ایک اعتراض اور اس کا جواب) ❀
- ۶۵۱ ظاہری حالت پر اعتماد ❀
- ۶۵۲ مندرجہ بالا بحث سے معلوم ہوا ❀
- ۶۵۵ جنگ ایک دھوکہ ہے ❀
- ۶۵۵ ❶ اصل مقصد اور حالت چھپانا ❀
- ۶۵۵ ❷ جاسوسی اور خبر رسانی کا نبوی نظام ❀
- ۶۵۸ ❸ جھوٹ اور حیلہ سازی ❀
- ۶۶۰ فخر و تکبر کا اظہار ❀
- ۶۶۲ چند مسائل و احکام ❀
- ۶۶۶ جہاد اسلامی اور قومی جنگیں (تحقیقی و تاریخی موازنہ) ❀
- ۶۶۶ لوٹ مار اور قتل و غارت کے لیے جنگیں ❀
- ۶۶۷ بہادری اور شجاعت کے اظہار کے لیے جنگیں ❀
- ۶۶۹ وحشیانہ انتقام کے لیے جنگیں ❀



انسانی حقوق اور عدل و انصاف

(باب: ۲۲)



- ۶۷۵ ❶ عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور مذہبی پیشواؤں کے قتل کی ممانعت ❀
- ۶۷۷ مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا ❀
- ۶۷۸ ❷ اچانک حملوں اور شب خون کارروائیوں میں عورتوں اور بچوں کو قتل کرنا ❀
- ۶۷۹ مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا ❀

- ۶۸۳ ③ مثلہ کرنے، آگ لگانے اور تباہی مچانے کی ممانعت
- ۶۸۵ خلقِ عظیم کا فقید المثل مظاہرہ
- ۶۸۶ ④ مکانات اور فصلوں کو تباہ کرنا اور نذرِ آتش کرنا
- ۶۸۷ مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا
- ۶۸۹ جنگ کے خصوصی آداب
- ۶۹۲ اسلامی آداب جنگ اور جاہلی و قومی جنگیں
- ۶۹۲ جنگ میں حصہ نہ لینے والوں پر زیادتی
- ۶۹۳ قتل و غارت گری اور شب خون کار روایاں
- ۶۹۵ مقتولین کی تحقیر، تذلیل اور مثلہ
- ۶۹۷ آگ میں جلانے کی سزا
- ۶۹۸ غداری اور بدعہدی
- ۶۹۹ سلطنتِ روم اور سلطنتِ ایران کے جنگی اصول
- ۷۰۰ مذہبی مظالم
- ۷۰۰ سفیروں پر زیادتی اور بدعہدی کا مظاہرہ
- ۷۰۱ حالتِ جنگ میں وحشیانہ طریقے
- ۷۰۳ متفرق آداب جنگ

جنگی قیدی

باب ۲۳

- ۷۱۵ بدر کے قیدیوں کی رہائی (فدیہ اور احسان کے ساتھ)
- ۷۲۱ قیدی کو قتل کرنا
- ۷۲۲ مذکورہ بالا آیات اور احادیث سے معلوم ہوا
- ۷۲۹ اسلام میں غلامی کا تصور
- ۷۲۹ لغوی اور اصطلاحی معنی
- ۷۳۰ اسلام میں غلاموں کی اقسام
- ۷۳۰ ① رقیق
- ۷۳۰ ② مکاتب

- ۴۳۰ مدبر
- ۷۳۰ ام ولد
- ۷۳۱ غلامی تاریخ کے آئینے میں
- ۷۳۲ نبی ﷺ کے دور اقدس میں قیدیوں کا غلام بنایا جانا
- ۷۳۴ بنو ہوازن کی لونڈیاں اور خلق عظیم کا مظاہرہ
- ۷۳۵ مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا
- ۷۳۵ اسلام میں غلاموں کے حقوق
- ۷۳۷ ① نیکی واحسان
- ۷۳۷ ② «هُمُ الْعَبِيدُ إِخْوَانُكُمْ»
- ۷۳۷ ③ «جَعَلَهُمُ اللَّهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ»
- ۷۳۸ ④ «فَأَطِئُوهُمْ مِمَّا تَأْكُلُونَ»
- ۷۳۸ ⑤ «وَالْيُسُوهُمْ مِمَّا تَلْبَسُونَ»
- ۷۳۸ ⑥ «وَلَا تُكَلِّفُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ»
- ۷۳۸ ⑦ «فَإِنْ كَلَّفْتُمُوهُمْ فَأَعِينُوهُمْ»
- ۷۳۸ ⑧ حقارت آمیز الفاظ کی ممانعت
- ۷۳۸ ⑨ لونڈی کی تعلیم وترتیب اور آزادی ونکاح
- ۷۳۹ ⑩ نیک غلام کے لیے دہرا اجر وثواب
- ۷۳۹ ⑪ غلام کو نا کردہ گناہ پر سزا کا کفارہ
- ۷۳۹ ⑫ غلام کو مارنے والے ایک آقا کو رسول اللہ ﷺ کی سرزنش
- ۷۴۰ ⑬ نیک غلام اور سیدنا ابو ہریرہ کی خواہش
- ۷۴۰ ⑭ آزادی کا پروانہ دینے کے فضائل
- ۷۴۱ ⑮ آزادی کی رقم ادا کرنے اور آزادی حاصل کرنے کا حق
- ۷۴۱ ⑯ آزاد کیے گئے غلام کے چھوڑے ہوئے مال کا حق
- ۷۴۲ ⑰ حق ولاء اور نسبی قرابت
- ۷۴۲ ⑱ ماں بن جانے والی لونڈی کے لیے پروانہ آزادی

- ۷۴۲ 19 آزادی اور قرابت کا حق
- ۷۴۳ 20 بعض گناہوں کے کفاروں کی صورت میں آزادی
- ۷۴۳ 21 مدبر غلام کی آزادی
- ۷۴۴ اسیران جنگ اور غیر مسلم اقوام
- ۷۴۶ روم و ایران کے اسیران جنگ

باب: ۲۴ بغاوت کرنے والوں اور فساد پھیلانے والوں سے جنگ

- ۷۴۹ باغی، فساد اور خارجی کے بارے احکام
- ۷۵۰ جماعت سے علیحدگی اختیار کرنے والا اور نکلنے والا
- ۷۵۱ مذکورہ بالا آیات و احادیث سے معلوم ہوا
- ۷۵۶ عوام الناس کو خاک و خون میں لت پت کرنے والے دہشت گرد
- ۷۵۸ چند احکام و مسائل کا بیان
- ۷۶۴ اسلام قبول کرنے کے بعد مرتد ہو جانے والے کے قتل کا حکم
- ۷۶۴ مرتد کی تعریف اور اس کو قتل کرنے کی حکمت
- ۷۶۶ مرتد کے احکام
- ۷۶۸ صریحاً ارتداد والے اقوال و افعال
- ۷۷۰ کتاب و سنت اور اجماع امت سے ثابت شدہ مزید عقائد
- ۷۷۳ شاتم رسول کی سزا
- ۷۷۴ امت کے ذمہ نبی اکرم ﷺ کے حقوق
- ۷۷۴ شاتم رسول کے لیے قتل کی سزا
- ۷۷۷ مذکورہ بالا آیات و احادیث سے معلوم ہوا کہ

باب: ۲۵ فریقین کے مابین صلح کا معاہدہ

- ۷۸۳ تعریف، اہمیت اور حکمت
- ۷۸۳ صلح کی پیشکش قبول کرنا اور نہ کرنا
- ۷۸۵ معاہدہ صلح حدیبیہ
- ۷۸۷ اہل روم سے صلح

- ۷۸۷ صلح کی شرائط اور احکام
- ۷۹۱ احترام والے مہینے اور عام معافی کا اعلان
- ۷۹۲ پناہ دینے کا معاہدہ اور جان بخشی کی اپیل
- ۷۹۳ مندرجہ بالا بحث سے حاصل شدہ احکام و مسائل
- ۷۹۶ مالی معاوضے کے بدلے مستقل پناہ دینا
- ۷۹۶ تعریف اور اہمیت
- ۷۹۸ جزیہ کے احکام اور ذمیوں کے حقوق
- ۸۰۵ جزیرہ عرب اور مشرکین
- ۸۰۶ مشرک پلید ہیں
- ۸۰۷ ان آیات سے معلوم ہوا
- ۸۰۸ یہودیوں اور عیسائیوں کو نکال دو
- ۸۰۹ مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا
- ۸۱۴ پچاس سے زائد اسلامی ممالک کے لیے لمحہ فکریہ

اموال غنیمت

باب: ۳۶

- ۸۱۷ ”الغنیمۃ“ کی لغوی تشریح
- ۸۱۷ ”الغنیمۃ“ کی شرعی تعریف
- ۸۱۷ ”الفیء“ کی لغوی تشریح
- ۸۱۸ ”الفیء“ کی شرعی تعریف
- ۸۱۸ ”النفل“ کی لغوی تشریح
- ۸۱۹ ”النفل“ کی شرعی تعریف
- ۸۲۰ جنس کے اعتبار سے مال غنیمت کی اقسام
- ۸۲۱ نوعیت کے اعتبار سے مال غنیمت کی اقسام
- ۸۲۱ نبی ﷺ کے مخصوص حق کے اعتبار سے مال غنیمت کی اقسام
- ۸۲۱ مال فیء ①
- ۸۲۱ الصَّفَیّ ②

۳ الخُمُس

- ۸۲۱ مال غنیمت کے حلال اور جائز ہونے کے دلائل
- ۸۲۲ مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا
- ۸۲۶ مال غنیمت کا اصل مصرف
- ۸۲۹ اموال غنیمت کی تقسیم
- ۸۳۲ پانچویں حصے اور مال فنی کے مصارف
- ۸۳۵ امیر کا اپنا حصہ
- ۸۳۸ امیر المومنین اور اس کے قریبی رشتہ داروں کے لیے مال خمس ہے
- ۸۳۸ مال خمس مسلمانوں کی ضروریات کے لیے بھی ہے
- ۸۳۸ مفتوحہ علاقہ جات
- ۸۴۱ جنگ میں شمولیت کرنے والے مجاہدین کا حصہ
- ۸۴۲ مال غنیمت صرف جنگ میں شرکت کرنے والوں کے لیے ہے
- ۸۴۴ مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ
- ۸۴۷ بڑے قافلے میں سے مختصر قافلے والوں کا اضافی حصہ
- ۸۴۸ بڑے لشکر اور چھوٹے قافلہ کی تعداد
- ۸۴۹ اجرت پر جہاد کرنے والے کے لیے حصہ، انعام اور سواری کا بندوبست
- ۸۵۰ مال غنیمت کے مستحق ہونے کی شرائط
- ۸۵۱ ۱ عاقل ہونا
- ۸۵۱ ۲ مسلمان ہونا
- ۸۵۱ ۳ جنگ پر قدرت رکھنا
- ۸۵۱ ۴ بالغ ہونا
- ۸۵۲ ۵ مذکر ہونا
- ۸۵۲ ۶ آزاد ہونا
- ۸۵۳ انعام و اکرام
- ۸۵۳ اجرت پر جہاد

- ۸۵۴ اضافی نوازش اور کافر سے چھینا ہوا مال ❁
- ۸۵۷ مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا ❁
- ۸۶۰ مال غنیمت کی تقسیم سے قبل فائدہ اٹھانا ❁
- ۸۶۲ مسلمان کا جو مال دشمن کے ہاتھ لگ جائے ❁
- ۸۶۳ مشرکین کے غلاموں کا معاملہ ❁
- ۸۶۴ قیدیوں کو غلام اور لونڈیاں بنانا ❁
- ۸۶۷ مال غنیمت میں خیانت اور بددیانتی حرام ہے ❁
- ۸۷۰ مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا ❁
- ۸۷۵ الْمَرَاجِعُ وَالْمَصَادِرُ لِهَذَا الْكِتَابِ ❁

باب: ۱

چند اہم بنیادی باتیں

علم جہاد کی اہمیت:

اسلام اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے۔ اس کے تمام فرائض و واجبات پر عمل کرنا دنیا و آخرت کی کامیابی و کامرانی کی ضمانت ہے۔ بالخصوص فریضہ جہاد جو اسلامی کوہان کی چوٹی ہے، اعلاء کلمۃ اللہ کا سب سے بڑا اور قابل فخر ذریعہ ہے، توحید و رسالت کی گواہی پر پوری کائنات کو جمع کرنے کا عظیم الشان راستہ ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ کی زمین پر پھیلے ہوئے ظلم و فساد کے انسداد اور انسانی جبر و قہر کے ازالہ کا موثر ترین وسیلہ ہے، مظلوموں، مقہوروں اور مجبوروں کے لیے عدل و انصاف فراہم کرنے کا سبیل برحق اور اللہ تعالیٰ کی خالص بندگی اور دعوت حق کے قیام کا صراط مستقیم ہے۔

جہاد: انسانوں کی دینی زندگی میں اجتماعی رنگ پیدا کرنے کی اساس — مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ وابستگی کے لیے انتہائی ثمر بار — خلیفہ و امیر کی اطاعت و فرمانبرداری کا اصل میدان — نظام خلافت و امارت کے حصول کا صحیح ترین راستہ — اور خلافت و امارت کے ثمرات و برکات سے فیض یاب ہونے کا عظیم ترین ذریعہ ہے۔

جہاد: بلند مقاصد اور عظیم درجات تک پہنچنے کی سیڑھی — ارکان اسلام کا اصل الاصول — نماز اور زکوٰۃ کے نظام کو قائم کرنے کے لیے عظیم ترین راستہ — روزہ، حج اور اللہ تعالیٰ کے دیگر شعائر کی تعظیم و تکریم کے لیے عظیم ترین وسیلہ ہے۔

جہاد: طائفہ منصورہ یعنی سلف صالحین کا سب سے بڑا شعار ہے — مسلمانوں کی جماعت حقہ کے لیے باعثِ صد افتخار ہے۔ اجر و ثواب، مال غنیمت اور شہادت فی سبیل اللہ کے حصول کا موجب ہے — تمام اسلامی اعمال میں اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب ترین عمل ہے۔

جہاد: تمام صغیرہ گناہوں کی تلافی اور کبیرہ گناہوں کی معافی کے لیے کفارہ

- ☆ اسلام کے دوام و قیام کا ذریعہ
- ☆ دین اسلام کے احیاء و بقاء
- ☆ مظلوم، بے بس اور کمزور مسلمانوں کی نصرت و حمایت
- ☆ حیات ابدی کے حصول
- ☆ اللہ کے تیار کئے ہوئے باغات میں دخول
- ☆ اور بالآخر رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَکْبَرُ اور اپنے رب سے ملاقات کی دائمی لذت و راحت کے حصول کا عظیم ترین ذریعہ ہے۔

تاہم:

دیگر دینی فرائض کے ساتھ ساتھ جہاد کا علم حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔ تاکہ اللہ رب العزت کے احکام کے مطابق فریضہ جہاد کو صحیح طور پر ادا کیا جاسکے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

[۱] « مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ »^۱

”جس شخص کے لیے اللہ تعالیٰ بھلائی چاہتا ہے اس کو دینی علم و دانش عطا فرما دیتا ہے۔“

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی ”الجامع الصحیح“ میں فرمایا ہے: ہر قول و عمل سے پہلے علم حاصل کرنا ضروری ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۲] ﴿ فَاعْلَمُ اَنَّهُ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ ﴾ [محمد=۴۷:۱۹]

”(اے نبی ﷺ!) اس بات کا علم حاصل کر لو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے.....“^۲

مزید برآں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

[۳] « طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ »^۳

”علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔“

۱ صحیح البخاری= کتاب العلم: باب مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ ، الحديث: ۷۱ (بتحقیق و ترقیم الدكتور مصطفى ديب البغا، المطبوع من دار ابن كثير دمشق بيروت) + صحیح مسلم = کتاب الزکوۃ : باب النهی عن المسئلة ، الحديث: ۱۰۳۷ ، بترقیم فؤاد عبدالباقي مع شرح النووی المطبوع دار الکتب العلمیة۔ بیروت لبنان

۲ صحیح البخاری= کتاب العلم: باب العلم قبل القول والعمل۔

۳ صحیح ابن ماجہ = المقدمة: باب فضل العلماء والحیث علی طلب العلم ، الحديث: ۱۸۴ بتحقیق الألبانی + صحیح

.....لہذا:

اسی ضرورت کے پیش نظر یہ مختصر مگر جامع کتاب جہاد کی تعلیمات اور احکامات کے بارے میں تالیف کی گئی ہے۔ جس کے جملہ دلائل قرآن مجید کی آیات، رسول اللہ ﷺ کی صحیح احادیث اور تسلیم شدہ حقائق پر مشتمل ہونگے۔ (ان شاء اللہ الرحمن)

جہاد کا لغوی معنی:

لغوی اعتبار سے جہاد کے دو معانی ہیں:

۱ ﴿جَهَدَ﴾ ”اس نے پوری طاقت کو صرف کیا۔“ اس لحاظ سے جہاد کا معنی ہے:

«بَذَلَ الطَّاقَةَ وَالْوُسْعَ أَوْ هُوَ الْمَشَقَّةُ» ۲

”پوری طاقت و قوت کو کھپا دینا یا مشقت برداشت کرنا۔“

۲ ﴿الْقِتَالُ مَعَ الْعَدُوِّ» ۵

”دشمن کے ساتھ لڑنا۔“

جہاد کا شرعی اور اصطلاحی معنی:

جہاد کا شرعی معنی خود رسول ﷺ نے بیان فرمایا ہے۔ سیدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۴] «قَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَمَا الْجِهَادُ؟ قَالَ: أَنْ تُقَاتِلَ الْكُفَّارَ إِذَا لَقَيْتَهُمْ» ۶

”ایک شخص نے سوال کیا یا رسول اللہ! جہاد کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”جہاد یہ ہے

کہ تو کفار کے مقابلہ میں جنگ کرے۔“

حدیث مذکور کے مطابق جمہور فقہائے اسلام کے نزدیک جہاد کا شرعی معنی صرف اور صرف کفار

کے خلاف جنگ کرنا ہے۔ مطلق طور پر لفظ جہاد سے اسلام میں صرف یہی معنی مراد لیا جاتا ہے۔ ۷

۲ القاموس: ۶۹۶/۱ + لسان العرب + تاج العروس

۵ القاموس: ۲۹۶/۱

۶ مسند احمد = ۱۱۴/۴ احمد عبد الرحمن البناء کہتے ہیں: ”اس حدیث کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔“ لہذا یہ

حدیث صحیح ہے۔ دیکھئے: فتح الربانی = القسم الأول التوحيد و أصول الدين، الفصل السادس في

وفادة رجال من العرب لم يُسموا (۷۴/۱) المطبوع من ”دار الحديث“ القاهرة: بتحقيق و تبويب و

ترقيم احمد عبد الرحمن البناء + المتجر الزايج للديماطي، الحديث: ۷۹۷. المطبوع من ”النهضة الحديثة“

مكة المكرمة.

سورۃ الانفال اور سورۃ التوبہ کا مطالعہ کرنے والے پر یہ بات مخفی نہ رہے گی کہ قرآن مجید میں ”جہاد فی سبیل اللہ“ کا لفظ کفار کے خلاف جنگ کرنے کے علاوہ کسی دوسرے معنی کے لیے استعمال نہیں ہوا۔ چند دلائل درج ذیل ہیں :

[۵] ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۚ وَمَا لَهُمْ جَهَنَّمَ ۚ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ﴾ [التوبة: ۹: ۷۳]

”اے نبی ﷺ! کفار اور منافقین کے ساتھ جہاد کرو اور ان پر خوب سختی برتو (یعنی قتال کرو کیونکہ سختی کا استعمال صرف جنگ اور قتال ہی میں ہوتا ہے) ان کا ٹھکانہ جہنم ہے جو بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔“

[۶] ﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرَ أُولِيَ الصَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ﴾ [النساء: ۴: ۹۵]

”مومنوں! میں سے گھروں میں بیٹھ رہنے والے — ماسوائے معذور اور نابینا کے — اور اللہ کے راستے

میں اپنے مال و جان سے جہاد کرنے والے کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔“

(مذکورہ بالا آیت میں جہاد کرنیوالوں سے مراد قتال کرنیوالے ہی ہیں کیونکہ بیٹھ رہنے والوں کو میدان میں نکلنے والوں کے مقابلے میں ذکر کیا گیا ہے اور ”اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ“ کے الفاظ جنگ و قتال کے لیے واضح ترین قرائن ہیں۔)

[۷] ﴿فَرَحَ الْمُخَلَّفُونَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلَافَ رَسُولِ اللَّهِ وَكَرِهُوا أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَالُوا لَا تَنْفِرُوا فِي الْحَرِّ ۚ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ أَشَدُّ حَرًّا ۚ لَوْ كَانُوا يَفْقَهُونَ﴾ [التوبة: ۹: ۸۱]

”رسول اللہ ﷺ سے پیچھے چھوڑے گئے لوگ پیچھے بیٹھ رہنے پر بہت خوش ہوتے ہیں اور انہوں نے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد (قتال کرنا) ناگوار سمجھا اور لوگوں کو کہنے لگے گرمی میں مت نکلو۔ کہہ دیجئے جہنم کی آگ گرم ترین ہے اگر وہ سمجھتے۔“

(ظاہر ہے کہ پیچھے چھوڑا جانا، پیچھے بیٹھ رہنا، جان و مال کے الفاظ کا استعمال، گھروں سے نکل کر میدان جنگ کی طرف جانے سے روکنا ایسے واضح اور منہ بولتے دلائل ہیں جن کی موجودگی میں جہاد کا معنی ”قتال بالکفار“ کے سوا کوئی اور نہیں کیا جاسکتا۔

[۸] ﴿انْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ [التوبة: ۹۱]

”مسلمانو! تم ہلکے ہو یا بھاری ہر حالت میں نکلو اور اپنے مال و جان کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ (یعنی قتال کرو کیونکہ ہلکے یا بھاری پن کے ساتھ نکلنا اور جان و مال کھپا دینا صرف جنگ و قتال کے لیے ہی ہوا کرتا ہے) یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جان لو۔“

یہ نمونہ کے طور پر چند دلائل ذکر کیے گئے ہیں۔ وگرنہ بہت زیادہ آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ اس بات پر دلیل ہیں کہ مطلقاً جہاد کا لفظ شریعت اسلامیہ میں صرف ”جنگ بمقابلہ کفار“ کے معنی میں ہی استعمال ہوا ہے اور یہی جہاد اسلامی کوہان کی چوٹی اور اعلاء کلمۃ اللہ جیسے بلند ترین مقصد کا اصل موجب ہے۔ ہمارے علم کے مطابق تمام محدثین اور فقہائے اسلام کا اس بات پر اتفاق و اجماع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث اور فقہ کی کتابوں میں کتاب الجہاد کے تحت مذکور ابواب میں بالعموم ”قتال بالكفار“ کی آیات و احادیث ہی بیان کی گئی ہیں۔ ملاحظہ ہو: صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابو داؤد، سنن نسائی، سنن ترمذی، سنن ابن ماجہ، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان، سنن بیہقی، سنن دارمی، سنن دارقطنی، مصنف عبدالرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ اور ان کے علاوہ فقہی ابواب پر ترتیب دی گئی دیگر کتب حدیث۔

علم جہاد کا موضوع:

علم جہاد کا موضوع ”مسلم بحیثیت مجاہد“ ہے۔ جس میں ایک مسلمان شخص کے ان احوال اور پیش آمدہ چیزوں سے متعلق بحث کی جاتی ہے جو اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے کفار اور منافقین کے ساتھ قتال کرتے ہوئے یا جہاد کی تیاری کے سلسلے میں اسے پیش آتے ہیں۔

علم جہاد کی غرض و غایت:

علم جہاد کی غرض و غایت یہ ہے کہ دنیا میں اللہ کے کلمہ کو یعنی دین اسلام کو تمام ادیان پر بلند اور غالب کیا جائے اور آخرت میں اللہ کی تیار کی ہوئی جنت کو حاصل کیا جائے۔ اعلاء کلمۃ اللہ کے ضمن میں مظلوم و مقہور اور مجبور و بے بس مسلمانوں کی نصرت — اسلامی ممالک اور علاقہ جات کا تحفظ — کفار و مشرکین کے غلبہ اور قبضہ سے مقبوضہ علاقہ جات کو آزاد کرانا — اموال غنیمت کا حصول — حصول جنت کے ضمن میں صغیرہ و کبیرہ گناہوں کا کفارہ — حصول

اجر و ثواب اور مذکورہ بالا تمام بلند مقاصد کے لیے اللہ تبارک و تعالیٰ کی ضمانت کا حصول — اس

جیسی اغراض شامل ہیں۔ جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

[۹] «إِنْتَدَبَ اللَّهُ لِمَنْ خَرَجَ فِي سَبِيلِهِ لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا إِيمَانٌ بِي وَتَصْدِيقٌ بِرُسُلِي ، أَنْ أَرْجِعَهُ بِمَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ أَوْ غَنِيمَةٍ أَوْ أُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ» ۱

”اللہ تعالیٰ اس شخص کا ذمہ اٹھاتا ہے جو اس کی راہ میں جہاد کے لئے نکلتا ہے۔ اس کو اللہ پر ایمان اور رسولوں کی تصدیق کے سوا کوئی چیز نہیں نکالتی۔ (اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ) میں اس کو اجر یا غنیمت کے ساتھ واپس (اس کے اہل خانہ میں) لوٹاؤں گا یا پھر اس کو جنت میں داخل کردوں گا۔“

نیز محشر میں اعمال ناموں کے تولے جانے سے قبل ہی سبز رنگ کے پردوں میں روئیں ڈال کر اللہ تعالیٰ شہداء کو بہشتوں کی سیرو سیاحت کراتا ہے۔ شہداء ان بہشتوں کی بیش قیمت نعمتوں سے لذت حاصل کرتے اور لطف اندوز ہوتے ہیں۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

[۱۰] «أَرَوَاهُمْ فِي جَوْفِ طَيْرٍ خَضِرٍ لَهَا قَنَادِيلُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ - تَسْرَحُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شَاءَتْ» ۲

”شہداء کی روئیں سبز پردوں کے جسموں میں ہوتی ہیں۔ جہاں چاہتی ہیں جنت کی سیرو سیاحت کرتی ہیں (اور اس کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتی رہتی ہیں)۔“

اہداف و مقاصد اور ثمرات و نتائج:

جہاد کے اہداف و مقاصد اور ثمرات و نتائج درج ذیل ہیں:

① دین اسلام تمام اہل عالم کے لیے ہدایت و رحمت ہے اور جن و انس کو ایک رب کی خالص بندگی پر جمع کرنے کا مضبوط ترین ذریعہ ہے۔ اللہ کی حاکمیت اور عدل اجتماعی کو قائم کرنے کے لیے رکن اعظم کی حیثیت رکھتا ہے۔ ظلم و جبر اور فتنہ و فساد کو مکمل طور پر ختم کرنے کا سب سے بڑا داعی ہے۔ مذکورہ بالا تمام مقاصد کے حصول میں بدترین لوگوں کی

۱ صحیح البخاری = کتاب الإیمان : باب الجہاد من الإیمان ، الحدیث : ۳۶ و أبواب الخُمس : باب قول النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((أَجَلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ)) الحدیث : ۲۹۵۵ + صحیح مسلم = کتاب الإمارة : باب فضل الجہاد والخروج فی سبیل اللہ ، الحدیث : ۱۸۷۶ ، الْمُوطَّأ لِلْإِمَامِ مَالِك = کتاب الجہاد : باب التَّارِغِيبِ فِي الْجِهَادِ

۲ صحیح مسلم = کتاب الإمارة : باب بَيَانِ أَنَّ أَرْوَاحَ الشُّهَدَاءِ فِي الْجَنَّةِ وَ أَنَّهُمْ ﴿بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ﴾ [۱]

طرف سے پیدا کردہ رکاوٹیں دور کرنا جہاد کا سب سے بڑا مقصد ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۱] ﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ ۚ فَإِنْ انْتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾ [الأنفال = ۳۹:۸]

”اور تم کفار سے فتنہ و فساد ختم ہونے تک اور پورا دین اللہ کے لیے خالص ہو جانے تک قتال کرو۔ اگر وہ (کفار) باز آجائیں تو بے شک اللہ تعالیٰ جو وہ عمل کرتے ہیں دیکھنے والا ہے۔“

شریعت مطہرہ اور دین حق کو قائم کرنے کے لیے اقتدار و حکومت اور قوت و طاقت کو حاصل کرنا بھی جہاد کے مقاصد میں سے ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

[۱۲] ﴿الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَآمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۗ وَاللَّهُ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ﴾ [الحج = ۴۱:۲۲]

”وہ لوگ (یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے میں جنگ کرنے والے) اگر ہم ان کو زمین میں قوت و اقتدار عطا کریں تو نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ ادا کریں گے، بھلائیوں کا حکم دیں گے اور برائیوں سے باز رکھیں گے۔ اور تمام معاملات کا انجام اللہ کے ہاتھ میں ہے۔“

نبی ﷺ کا فرمان عالی شان ہے:

[۱۳] « أَمَرْتُ أَنْ أَقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ ، وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ ، فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّ الْإِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ » ۱

”مجھے لوگوں کے ساتھ مسلسل قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ اللہ کے وحدہ لا شریک معبود ہونے اور محمد ﷺ کے رسول ہونے کی شہادت دینے لگیں، نماز اور زکوٰۃ کا نظام قائم کر دیں۔ ایسا کر کے وہ اپنے خون اور مال مجھ سے محفوظ کر لیں گے سوائے کسی اسلامی حق کے (یعنی اگر کوئی مسلمان ہونے کے بعد کسی کو قتل کر دیتا ہے یا مرتد ہو جاتا ہے یا شادی شدہ ہونے کے بعد زنا کرتا ہے پھر اس کی جان کو مارنا اور خون بہانا اسلامی حکومت کے لیے جائز و مباح ہے) اور ان کے اعمال کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔“

اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو ذلیل اور خوفزدہ کرنا نیز ان کی قوت و طاقت کے اثرات کو مظلوم و

۱۔ صحیح البخاری = کتاب الإيمان: باب ﴿فَإِنْ تَابُوا وَ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَ آتَوُا الزَّكَاةَ فَحَلُّوا سَبِيلَهُمْ﴾ (التوبة = ۵:۹)،

الحديث: ۲۵۰ + صحیح مسلم = کتاب الإيمان: باب الأمر بقتال الناس حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ

مقبہور انسانوں سے زائل کرنا بھی مقصد جہاد ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۱۴] ﴿قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ﴾ [التوبة=۹:۲۹]

”ان لوگوں سے قتال کرتے رہو جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، اللہ اور اس کے رسول کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام نہیں جانتے اور دین حق کو اختیار نہیں کرتے، وہ لوگ جو اہل کتاب سے ہیں حتیٰ کہ وہ ذلیل ہاتھوں کے ساتھ جزیہ ادا کرنے کے لیے تیار ہو جائیں۔“

نیز اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:

[۱۵] ﴿وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهَبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِنْ دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ ۚ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ﴾ [الأنفال=۸:۶۰]

”دشمنان دین کے لیے ہر ممکن قوت جمع کرو اور گھوڑے باندھو جس سے تم اپنے اور اللہ کے دشمنوں کو خوفزدہ رکھو گے اور کچھ دوسرے لوگوں کو جو ان (ظاہری دشمنوں) کے علاوہ ہیں جن کو تم نہیں جانتے اللہ خوب جانتا ہے اور تم جو بھی چیز اللہ کے راستے میں خرچ کرو گے تمہیں اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور تمہارے اوپر ظلم نہیں کیا جائے گا۔“

مظلوم و مقبہور اور ضعیف و ناتواں مسلمانوں کی نصرت و حمایت کرنا بھی جہاد کا مقصد ہے۔ تاکہ وہ ظالم و جابر کافروں کے پنجہ استبداد سے نجات حاصل کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

[۱۶] ﴿وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا﴾ [النساء=۴:۷۵]

”اور تم اللہ کی راہ میں اور ان کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر قتال کیوں نہیں کرتے ہو؟ جو بے بسی میں پکارتے ہیں: اے ہمارے پروردگار! ہمیں اس بستی سے باہر نکال لے جس کے باشندے ظالم و جابر ہیں اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی حمایتی اور مددگار عطا فرما۔“

⑤ دین حق کی سر بلندی اور تمام ادیان باطلہ کی سرنگونی بھی مقاصد جہاد میں سے ہے۔ تاکہ ارض و سماء میں رب ارض و سماء کی حاکمیت قائم ہو اور انسانوں کے خود ساختہ اور خود تراشیدہ مذاہب نیست و نابود ہوں یا پھر دین حق کے تابع و غلام بن کر رہیں۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

[۱۷] « مَنْ قَاتَلَ لَتَكُونَ كَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ »

”جس نے کلمۃ اللہ کی سر بلندی کے لیے قتال کیا تو وہ ہی مجاہد فی سبیل اللہ ہے۔“

⑥ فَسَادٌ فِي الْأَرْضِ اور ظلم و جبر کا قلع قمع کرنا اور تمام عبادت گاہوں کو امن و تحفظ فراہم کرنا بھی مقاصد جہاد میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۱۸] ﴿ وَلَوْ لَا دَفَعُ اللَّهُ النَّاسَ بَعْضَهُمُ بَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلَكِنَّ اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ ۝ ﴾ [البقرة=۲: ۲۵۱]

”اور اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں (کفار و مشرکین) کو بعض لوگوں (مسلم مجاہدوں) کے ساتھ

(جنگ و قتال کے ذریعے) سے نہ روکتا تو ساری زمین پر فساد برپا ہو جاتا۔ لیکن اللہ

تعالیٰ تو اہل دنیا پر بڑا فضل کرنے والا ہے۔“

نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

[۱۹] ﴿ وَلَوْ لَا دَفَعُ اللَّهُ النَّاسَ بَعْضَهُمُ بَعْضٍ لَهْدَمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَ

مَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا ۖ وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ

عَزِيزٌ ۝ ﴾ [الحج=۲۲: ۴۰]

”اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایک دوسرے سے بذریعہ جنگ و قتال دور نہ ہٹاتا تو خانقاہیں،

گرجے، یہود کے عبادت خانے اور مساجد۔ جن میں کثرت سے اللہ کو یاد کیا جاتا ہے۔

گرادیئے جاتے اور البتہ اللہ تعالیٰ اس کی ضرور مدد کرتا ہے جو اللہ (کے دین) کی مدد کرتا

ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ قوی اور غالب ہے۔“

⑦ مومنوں کے اعمال کو شرک اور ریاکاری سے پاک صاف کرنا تاکہ پتہ چل سکے کون اندر اور باہر سے یکے مومن اور مخلص مسلمان ہیں اور کن لوگوں کے دلوں میں نفاق کی بیماری

⑧ صحیح البخاری = کتاب العلم: باب من سأل و هو قائم عالماً جالساً، الحديث: ۱۲۳ = و کتاب الجہاد: باب من قاتل

لتكون كلمة الله هي العليا، الحديث: ۲۶۵۰ + صحیح مسلم = کتاب الإمارة: باب من قاتل لتكون كلمة الله العليا فهو

في سبيل الله، الحديث: ۱۹۰۴

Free downloading facility of Videos, Audios & Books for DAWAH purpose only, From Islamic Research Centre Rawalpindi

ہے۔ غزوہ احد میں مسلمانوں کے لئے مصائب و آلام پر تبصرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

[۲۰] ﴿وَلِيَتَلَيَّ اللَّهُ مَا فِي صُدُورِكُمْ وَلِيُمَحَّصَ مَا فِي قُلُوبِكُمْ ۖ وَاللَّهُ عَلِيمٌ

بِذَاتِ الصُّدُورِ﴾ [آل عمران = ۳: ۱۵۴]

”تا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کے ارادوں کو آزمائے اور دلوں کی میل کچیل کو پاک صاف کر دے اور اللہ تعالیٰ سینوں کی باتوں کو جاننے والے ہیں۔“

⑧ کفار کے مقابلے میں مومنوں کی استقامت و ثابت قدمی کا امتحان اور پھر اس امتحان میں پاس ہونے والوں کے لیے بلند درجات اور عظیم مراتب کی تعیین بھی مقاصد جہاد میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۲۱] ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ

تَفْلَحُونَ﴾ [آل عمران = ۳: ۲۰۰]

”اے ایمان والو! صبر کرو اور جنگ و قتال میں ایک دوسرے کو تھامے رکھو اور مورچوں پر ڈٹے رہو اور اللہ سے ڈرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔“

⑨ خطا کار مومنوں کے لیے تزکیہ و تطہیر اور گناہوں کی تلافی کے راستے پیدا کرنا بھی جہاد کا ایک مقصد ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

[۲۲] «الْقَتْلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُكَفِّرُ كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا الدِّينَ»^{۱۲}

”اللہ کی راہ میں قتل ہو جانا قرض کے علاوہ تمام گناہوں کا کفارہ ہے۔“

نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۲۳] «لَا يَجْتَمِعُ كَافِرٌ وَقَاتِلُهُ فِي النَّارِ أَبَدًا»^{۱۳}

”کافر اور اس کا (مومن) قاتل کبھی بھی جہنم میں اکٹھے نہیں ہونگے۔ (یعنی کافر کو قتل

کرنے والا مجاہدان شاء اللہ بہر صورت جنتی ہے۔)“

⑩ جنت میں انبیاء اور رسولوں کے ساتھیوں اور ہمیشہ کی زندگی پانے والے شہداء کا انتخاب

بھی جہاد سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

۱۲ صحیح مسلم = کتاب الإمارة: باب من قتل في سبيل الله كُفِّرَتْ خطاياہ إلا الدين، الحديث: ۱۸۸۶

۱۳ صحیح مسلم = کتاب الإمارة: باب من قتل كافراً ثم سدد، الحديث: ۱۸۹۱

[۲۴] ﴿وَلْيَعْلَمْ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَ يَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ ۚ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ﴾ [آل عمران = ۳: ۴۰]

(غزوہ احد میں مسلمانوں کا کثرت سے زخمی ہونا اور قتل ہونا) اس لیے تھا کہ اللہ تعالیٰ ایمان داروں کو دیکھ لے اور تم میں سے چند لوگوں کو شہداء کے مرتبے پر فائز کر دے اور اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔“
مزید اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

[۲۵] ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ﴾ [آل عمران = ۳: ۱۶۹]

”جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ان کو ہرگز مردہ گمان نہ کرو بلکہ وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں اور رزق پاتے ہیں۔“
جہاد کے اغراض و مقاصد کی مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

مشکوٰۃ المصابیح مع شرح الطیبی : ۷ / ۲۶۲-۳۱۳ = کتاب الجہاد

زاد المعاد لابن القيم : ۲ / ۱۰۶-۱۱۴

حجۃ اللہ البالغۃ : ۲ / ۱۷۰-۱۷۸

محاسن اسلام لمحمد بن عبد الرحمن البخاری : ۷۱-۷۳

فقہ السنۃ للسید السابق : ۳ / ۱۰۱-۱۲۷

اقسام جہاد:

جہاد فی سبیل اللہ کی کل تین اقسام ہیں :

جہاد بالمال

جہاد بالنفس

جہاد باللسان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

[۲۶] ﴿انْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكُمْ

خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ [التوبة = ۹: ۴۱]

”تم ہلکے ہو یا بھاری، نکلو اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد و قتال کرو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جان لو۔“
نبی ﷺ کا فرمان ہے:

[۲۷] «جَاهِدُوا الْمُشْرِكِينَ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَالسِّتِئْتُمْ»^{۱۳}

”مشرکین کے ساتھ اپنے مالوں، اپنی جانوں اور اپنی زبانوں کے ساتھ جہاد کرتے رہو۔“

حدیث مذکور میں کافروں اور مشرکوں کے خلاف جان، مال اور زبان کے ساتھ جہاد جاری رکھنے کے واجب اور فرض ہونے کی واضح دلیل موجود ہے۔ کافروں کے ساتھ جہاد کی فرضیت بہت سی قرآنی آیات سے ثابت ہے۔^{۱۵}

گذشتہ اوراق میں دلائل کے ساتھ واضح کیا گیا ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کا مطلقاً استعمال صرف اور صرف ”کافروں کے خلاف جنگ کرنا“ کے معنی میں ہوتا ہے۔

جہاد کی اقسام بمعنی عام:

تاہم جب کسی قرینہ سے اس کو عام معنی میں لیا جائے تو اس کی درج ذیل چند اقسام ہوں گی:

۱۔ نفس کے خلاف جہاد

۲۔ شیطان کے خلاف جہاد

۳۔ فاسقوں اور فاجروں کے خلاف جہاد

۴۔ کافروں اور مشرکوں کے خلاف جہاد

(۱) نفس کے خلاف جہاد:

جہاد بالنفس کا مطلق معنی تو وہی ہے جو جہاد فی سبیل اللہ میں بیان کیا جا چکا ہے یعنی کفار کے ساتھ جنگ و قتال کرتے ہوئے اپنی جان قربان کر دینا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

^{۱۳} صحیح ابی داؤد = کتاب الجہاد: باب کراہیۃ ترک الغزو، الحدیث: ۲۵۰۲۱۸۶ + صحیح سنن النسائی = کتاب الجہاد: باب وجوب الجہاد، الحدیث: ۲۹۰۰، و باب من خان غازیاً فی اہله، الحدیث: ۲۹۹۱ + صحیح الجامع الصغیر: ۳۰۹۰ + سنن الدارمی = کتاب الجہاد: باب فی جہاد المشرکین باللسان والید، الحدیث: ۲۴۳۶ مطبع: نشر السنۃ ملتان + المستدرک علی الصحیحین للحاکم = کتاب الجہاد، الحدیث: ۲۴۲۷ + صحیح ابن حبان، الحدیث: ۱۶۱۸ + مسند احمد

[۲۸] ﴿انْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ.....﴾

[التوبة=۹:۴۱]

”جہاد کے لیے نکل پڑو، خواہ تم ہلکے ہو یا بھاری اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کے راستہ میں جہاد کرو۔“

اس کے علاوہ قرآن مجید میں اور بہت سی آیات اس معنی کی موجود ہیں۔ جبکہ اس کا ایک دوسرا معنی ”اللہ کی اطاعت کے لیے مجاہدہ نفس“ بھی ہے۔ اس کے لیے دو روایتیں پیش کی جاتی ہیں۔

[۲۹] ﴿الْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ فِي طَاعَةِ اللَّهِ﴾^۱

”مجاہد وہ ہے جس نے اپنے آپ کو اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری پر لگا دیا۔“

[۳۰] ﴿رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْأَصْغَرِ إِلَى الْجِهَادِ الْأَكْبَرِ﴾^۲

”ہم جہاد اصغر (کافروں کے ساتھ جنگ) سے پلٹ کر جہاد اکبر (مجاہدہ نفس) کی طرف جارہے ہیں۔“

اس موضوع پر ایک مستقل عنوان کے تحت تفصیل کے ساتھ بحث اسی کتاب کے باب نمبر ۷ ”خلافت و جہاد“ کے ذیلی عنوان ”خلافت کا تصور اور گمراہ فرقے“ میں ذکر کی گئی ہے۔ تفصیل وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) شیطان کے خلاف جہاد:

اللہ تعالیٰ کی مکمل اطاعت اور اس کے رسول کی اتباع کا تقاضا یہی ہے کہ اللہ کے دشمن شیطان کی مخالفت کی جائے اور اس کو اپنا ازلی دشمن سمجھ کر مکمل دوری اختیار کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۳۱] ﴿الَمْ اَعْهَدْ اَيْكُمْ بَيْنِي اَدَمَ اَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ O﴾

[یس=۳۶:۶۰]

”اے آدم علیہ السلام کے بیٹو! کیا میں نے (انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ) تم سے عہد نہیں

^۱ شُعْبُ الْإِيمَانِ لِلْبَيْهَقِيِّ = السَّابِعُ وَالسَّبْعُونَ مِنْ شُعْبِ الْإِيمَانِ : بَابُ فِي أَنْ يُجِبَّ الرَّجُلُ لِأَخِيهِ الْمُسْلِمِ مَا يُجِبُّ لِنَفْسِهِ وَ يَكْرَهُ لَهُ مَا يَكْرَهُ لِنَفْسِهِ، الْحَدِيثُ: ۱۱۲۳، المطبوع من دار الكتب العلمية بيروت لبنان، +المُسْتَدْرَكُ عَلَى الصَّحِيحَيْنِ = كتاب الإيمان، الحديث: ۲۴+موارد الظمان إلى زوائد ابن حبان، الحديث: ۲۵+طبرانی الكبير: ۷۹۶/۱۸+مسند احمد: ۶/۲۱-شعيب الارناؤوط كته ہیں: اس کی سند صحیح ہے۔ دیکھئے: الإحسان فی تقریب صحیح ابن جبّا بتحقیق شعيب الارناؤوط، الحديث: ۴۶۲۴، ۴۷۰۶، ۴۸۶۲۔

بَيْهَقِيِّ فِي الرَّهْدِ (۱/۴۲) + تاريخ بغداد للخليفة بغدادی ۱۳/۴۹۴۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس کے ضعف کی مکمل اور

مفصل وضاحت کے لیے دیکھئے سلسلہ احادیث الضعیفة، الحديث: ۲۴۶۰ (۵/۷۸)

لیا تھا کہ شیطان کی بندگی نہ کرنا، بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔“
نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

[۳۲] ﴿وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ۝﴾

[البقرة = ۲: ۱۶۸، ۲۰۸ + الانعام = ۶: ۱۴۲]

”اور تم شیطان کے طور طریقوں کی اتباع نہ کرو۔ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔“

اسی قسم کی بہت سی آیات ہیں جن میں شیطان کی مخالفت، اس کے طور طریقوں کی نافرمانی اور اسے اپنا کھلا دشمن سمجھنے کے احکامات دیئے گئے ہیں۔

تاہم شیطان اور اس کے چیلوں سے جہاد کرنے کا عام فہم معنی قتال ہی ہے جس پر حسب ذیل آیت کریمہ دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

[۳۳] ﴿فَقَاتِلُوا أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ ۚ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا ۝﴾ [النساء = ۷۶: ۴]

”(اے ایمان والو!) تم شیطان کے دوستوں اور حواریوں کے ساتھ قتال کرو۔ بلاشبہ شیطان کا مکر و فریب نہایت ہی ضعیف ہے۔“

مذکورہ بالا آیت سے یہ رہنمائی مل رہی ہے کہ شیطان کے دوستوں سے جہاد کا مطلب یہی ہے کہ کافروں کے خلاف جہاد کیا جائے۔ جب اس آیت کے سیاق و سباق کو ملحوظ رکھا جائے تو مزید واضح ہو جائے گا کہ جہاد بالشَّيْطَان کا معنی شیطان کے دوستوں یعنی کافروں کے ساتھ جنگ و قتال ہی ہے۔ اس بارے میں کسی بھی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔

(۳) فاسقوں اور فاجروں کے خلاف جہاد:

اس کا دوسرا نام ”تَغْيِيرِ مُنْكَر“ ہے یعنی برائی کو ختم کرنے کے لیے جہاد کرنا۔ اس کی درج ذیل تین اقسام ہیں:

۱ ہاتھ سے برائی ختم کرنا

۲ زبان سے برائی ختم کرنا (یعنی برائی کے خلاف آواز بلند کرنا)

۳ دل سے برائی کو برا سمجھنا

نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

[۳۴] ﴿مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ

فَقِيلَ لَهُ ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ^{۱۸}

”جو شخص تم میں سے کسی برائی کو دیکھے تو ہاتھ کی قوت سے اس کو بدل دے۔ اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے اس کے خلاف آواز بلند کرے۔ اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے برا جانے اور یہ کمزور ترین ایمان ہے۔“

اس طرح نبی ﷺ کا ایک اور ارشاد گرامی ہے:

[۳۵] «مَنْ نَبَىٰ بَعَثَهُ اللَّهُ فِي أُمَّةٍ قَبْلِي، إِلَّا كَانَ لَهُ مِنْ أُمَّتِهِ حَوَارِيُونَ وَأَصْحَابٌ يَأْخُذُونَ بِسُنَّتِهِ وَ يَقْتَدُونَ بِأَمْرِهِ - ثُمَّ إِنَّهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوفٌ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ - وَ يَفْعَلُونَ مَا لَا يُؤْمَرُونَ - فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ - وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ - وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ - وَ لَيْسَ وَرَاءَ ذَلِكَ مِنَ الْإِيمَانِ حَبَّةٌ خَرْدَلٍ»^{۱۹}

”مجھ سے پہلے جو بھی نبی مبعوث کیا گیا اس کی امت میں سے اس کے اصحاب اور انصار ہوتے تھے جو اسکی سنت کی پیروی کرتے اور اس کا حکم مانتے تھے۔ پھر ان کے بعد کچھ ایسے ناخلف (نالائق اور نا اہل) آجاتے جو ایسی باتیں کرتے جن پر خود عمل نہ کرتے اور ایسے اعمال بجالاتے جن کا انہیں حکم نہیں دیا گیا تھا۔ پس جو شخص ایسے نالائقوں کے ساتھ اپنے ہاتھ سے جہاد کرے وہ مومن ہے، جو ان کے ساتھ اپنی زبان سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے اور جو ان کے ساتھ اپنے دل سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے۔ اس کے بغیر ایک رائی کے دانہ برابر بھی ایمان باقی نہ رہے گا۔“

مذکورہ بالا دونوں احادیث واضح کرتی ہیں کہ مندرجہ بالا تینوں قسم کا جہاد ”جہاد بالكفار“ نہیں بلکہ امت کے فاسق، فاجر اور نا اہل لوگوں کے خلاف ہے۔ کیونکہ کافروں کے خلاف جہاد کی کوئی قسم ایسی نہیں جس کو ”قلبی جہاد“ قرار دیا جاسکے۔ مگر نہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ ہلکی پھلکی اور آسان ترین قسم امت کی خیر و بھلائی کے لیے لازمی طور پر بیان فرما دیتے۔ لہذا بعض لوگوں کا کفار کے مقابلے میں ”قلبی جہاد“ کی دعوت دینا سہل انگاری، کمزوری اور بزدلی کے سوا کچھ نہیں۔ بلکہ یہ

^{۱۸} صحیح مسلم = کتاب الإيمان: باب کون النہی عن المنکر من الإيمان وَ أَنَّ الْإِيمَانَ يَزِيدُ وَ يَنْقُصُ.....، الحدیث:

۴۹ + صحیح الترمذی = أبواب الفتن: باب مَا جَاءَ فِي تَغْيِيرِ الْمُنْكَرِ بِالْيَدِ وَاللِّسَانِ أَوْ بِالْقَلْبِ، الحدیث: ۱۷۶۴ +

صحیح ابن ماجہ = کتاب إقامة الصلاة وَ السُّنَّةِ فِيهَا: باب مَا جَاءَ فِي صَلَاةِ الْعِيدَيْنِ، الحدیث: ۱۰۵۳ + صحیح أبی

داؤد = کتاب الصَّلَاةِ: باب الخطبة، الحدیث: ۱۰۰۹

^{۱۹} صحیح مسلم = کتاب الإيمان: باب بيان كون النهي عن المنكر من الإيمان وَ أَنَّ الْإِيمَانَ يَزِيدُ وَ يَنْقُصُ.....، الحدیث: ۵۰

امت مسلمہ کے لئے باعثِ صداقت، سب سے بڑے فریضہ اور اسلام کی چوٹی جہاد فی سبیل اللہ کو ختم کرنے اور ناقابلِ عمل ٹھہرانے کی ابلیسی چال ہے۔ ﴿(أَعَاذَنَا اللَّهُ مِنْ ذَلِكَ)﴾

(۴) کافروں اور مشرکوں کے خلاف جہاد:

یہی حقیقی اور اصلی جہاد ہے جس کو قرآن مجید میں ”جہاد فی سبیل اللہ“ کہا گیا ہے — یہی بلند ترین چوٹی ہے — یہی اعلائے کلمۃ اللہ کا موجب ہے — یہی مظلوموں اور بے بسوں کی ڈھارس ہے — عظیم ترین فریضہ اور افضل ترین عمل ہے — اللہ کے لیے ہجرت کرنے والوں کا شعار ہے — مومنوں کے لیے مضبوط دفاعی دیوار ہے — دین اسلام کے دوام اور بقا کا ضامن ہے۔

عدل و انصاف اور شریعتِ مطہرہ کے عملی نفاذ کا ذریعہ ہے — حاجیوں کو پانی پلانے اور خانہ کعبہ کو آباد کرنے سے بھی افضل و بہتر ہے — گناہوں کا کفارہ اور باعثِ مغفرت و رحمت ہے — اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ پر ایمان لانے کی سب سے بڑی نشانی ہے۔

یہ جہاد ہی — آیت کریمہ [۳۶] ﴿وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ﴾ [الحج ۷۸:۲۲] ”اللہ کے راستہ میں ایسے جہاد کرو جس طرح جہاد کر نیکا حق ہے“ میں ذکر کیا گیا — ”کَمَا حَقَّهُ“ ”جہاد“ ہے۔

یہی جہاد — ارشاد باری تعالیٰ:

[۳۷] ﴿هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنْجِيكُمْ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ۝﴾ [الصَّف ۱۰:۶۱]

”کیا میں تمہیں ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دے دے“ میں ذکر کی گئی — ”تجارتِ نجات“ ہے۔

یہی جہاد جنت کا سیدھا راستہ ہے — اسی جہاد پر اللہ کے وعدے اور عظیم خوشخبریاں ہیں۔ قرآن و سنت کی لغت میں ہر جگہ یہی مقصود و مراد ہے — اسی جہاد کو کرنے والا مجاہد ہی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار ہے — ہمیشہ کی جنتوں کا حقدار ہے — یہی مجاہد ہے جس کو اللہ کی طرف سے پکے مومن ہونے کا سرٹیفکیٹ ملتا ہے — یہی مجاہد ہے جس کو اللہ کے ہاں ”سب سے بڑے درجے والا“ ہونے کا تمغہ امتیاز ملتا ہے۔

اس کے لیے مزید ملاحظہ فرمائیں:

البقرة = ۲: ۲۱۸	۱	آل عمران = ۳: ۱۴۲	۲
النساء = ۴: ۹۴	۳	المائدة = ۵: ۳۵-۵۴	۳
الأنعام = ۶: ۱۰۹	۵	الأنفال = ۸: ۸۲، ۷۴، ۷۵	۶
التوبة = ۹: ۱۶-۲۰، ۴۴-۴۸، ۷۹-۸۸	۷		
النحل = ۱۶: ۳۸، ۱۱۰	۸	الحج = ۲۲: ۷۸	۹
الفرقان = ۲۵: ۵۲	۱۰	العنكبوت = ۲۹: ۶-۶۹	۱۱
لقمان = ۳۰: ۱۵	۱۲	النور = ۲: ۵۳	۱۳
محمد = ۴۷: ۳۱	۱۳	الحجرات = ۹: ۱۵	۱۵
المتحنة = ۶۰: ۱۰	۱۶	التحریم = ۶۶: ۹	۱۷
الصّٰفّٰت = ۶۱: ۱۱	۱۸	فاطر = ۳۵: ۴۲	۱۹
صحيح البخارى = كتاب الجهاد	۲۰	صحيح مسلم = كتاب الجهاد	۲۱
أبو داؤد	۲۲	جامع الترمذی	۲۳
سنن النسائي	۲۴	سنن ابن ماجه	۲۵
الموطأ للإمام مالك اور دیگر کتب حدیث	۲۶		

فرضیت جہاد کے تدریجی مراحل:

شریعت اسلامیہ کے دیگر احکام کی طرح بندوں کی سہولت کی خاطر اور دینی فرائض کو قابل قبول بنانے کے لیے جہاد میں بھی تدریج و ترتیب کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ ذیل میں فرضیت جہاد کے تدریجی مراحل کا سلسلہ وار مختصر تجزیہ پیش خدمت کیا جاتا ہے:

پہلا مرحلہ، دعوت و تبلیغ:

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے:

[۳۸] ﴿يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۖ قُمْ فَأَنْذِرْ ۚ وَرَبِّكَ فَكَبِيرٌ ۝﴾ [الْمُدَّثِّرُ = ۷۴: ۱-۳]

”اے کپڑا اوڑھنے والے! اٹھ اور لوگوں کو ڈرا اور اپنے پروردگار کی بڑائی بیان کر۔“

اس مرحلے میں تبلیغ و دعوت میں جہاں کفار اور مشرکین سے پہنچنے والی ایذاؤں، سختیوں، مصائب و آلام میں درگزر کا حکم ہے وہاں جہاد باللسان کو جاری رکھنے کے واضح احکامات بھی موجود ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۳۹] ﴿وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ﴾ [الطُّور = ۴۸:۵۲]

”اپنے مالک کے حکم پر صبر اختیار کیجئے۔ یقیناً آپ ہماری نظروں کے سامنے ہیں اور تسبیح بیان کریں اپنے رب کی حمد کے ساتھ جب آپ کھڑے ہوں۔“

[۴۰] ﴿فَاصْفَحْ الصَّفْحَ الْجَمِيلَ﴾ [الحجر = ۸۵:۱۵]

”(کفار کی طرف سے پہنچنے والی تکالیف میں) بہت عمدہ درگزر کیجئے۔“

[۴۱] ﴿فَلَا تَطْعِ الْكَافِرِينَ وَجَاهِدْهُمْ بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا﴾ [الفرقان = ۵۲:۲۵]

”پس تو کفار کی بات نہ مان (اور قرآن کے دلائل سے) ان کے ساتھ زبردست جہاد کرتا رہ۔“

اسی طرح ایک طرف تو کفار کے ساتھ قتال بالسیف سے ہاتھ روک رکھنے کا حکم ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۴۲] ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ قِيلَ لَهُمْ كُفُّوا أَيْدِيَكُمْ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللَّهِ أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً﴾ [النِّسَاء = ۷۷:۴]

”آپ نے ان لوگوں کا حال نہیں دیکھا جن کو (ابتدائے اسلام میں) حکم دیا گیا تھا کہ اپنے ہاتھ (قتال سے) روک رکھو اور نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو۔ پھر جب ان پر قتال فرض کیا گیا تو وہ لوگوں سے ایسے ڈرنے لگے جیسے اللہ سے ڈرنا تھا یا پھر اس سے بھی زیادہ۔“

جبکہ دوسری طرف زبان کے ساتھ جہاد کو ہی ہدایت اور نیکی کا اصل ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ اس کے لیے مکی سورت ”العنکبوت“ کی آخری آیت ملاحظہ ہو جس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

[۴۳] ﴿وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ﴾

[العنکبوت = ۶۹:۲۹]

”جو لوگ ہمارے راستے میں جہاد کرتے ہیں ہم ان کو (دنیا و آخرت میں) اپنے راستوں کی بصیرت عطا کرتے ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“

یعنی محمد ﷺ اور آپ کے صحابہ جنہوں نے احکام الہیہ پر عمل کر کے تبلیغ و دعوت کا جہاد کیا ہم دنیا و آخرت کے نامعلوم راستے بھی ان کو دکھلا دیں گے۔^{۲۲}

ثابت ہوا فریضہ جہاد اپنی مختلف اقسام کے ساتھ ابتدائے اسلام سے اختتامِ وحی تک نبی ﷺ اور تمام مسلمانوں پر فرض عین کی صورت میں جاری و ساری رہا اور قیامت تک رہے گا۔ بے جا نہ ہوگا اگر یوں کہا جائے کہ اسلام کا یہی ایک حکم جو آغازِ وحی سے قیامت تک فرض و واجب کے طور پر نافذ ہوا، جاری رہا اور باقی رہے گا۔ اس کی مفصل بحث اسی کتاب کے باب نمبر ۳ کے عنوان ”جہاد کا تسلسل اور ترتیب نبوی ﷺ“ دوام جہاد میں ملاحظہ فرمائیں۔

دوسرا مرحلہ، اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت:

جہاد کا دوسرا مرحلہ ہجرت ہے جس میں بہت زیادہ صبر و استقامت کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ مہاجر اپنے محبوب و مانوس وطن اور مال کو اللہ کے لیے خیر باد کہہ دیتا ہے اور مخلص ہو کر اللہ تعالیٰ پر توکل کا عملی مظاہرہ کرتا ہے۔ ہجرت اور قتال کا باہم مضبوط اور پختہ رشتہ ہے اور ان کا ایک دوسرے سے چولی دامن کا ساتھ ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

[۴۴] «لَا تَنْقَطِعُ الْهَجْرَةُ مَا قُوتِلَ الْكُفَّارُ»^{۲۳}

”جب تک دین اسلام کے دشمنوں سے جنگ جاری رہے گی ہجرت کی ضرورت باقی رہے گی۔“

اس حدیث میں ایک غلط فہمی کا ازالہ ہے جس میں عصر حاضر کے بے شمار لوگ مبتلا ہو کر فریضہ جہاد سے خود کو معذور سمجھ بیٹھے ہیں کہ جہاد سے پہلے ہجرت ضروری ہے۔ افسوس کہ وہ جس چیز کو ضروری تسلیم کرتے ہیں اس کے کرنے پر بھی آمادہ نظر نہیں آتے۔ کیونکہ ہجرت کے بعد آخر کار جہاد ہوگا جس کے لیے ان کے دل و دماغ تیار نہیں ہیں اور وہ نفاق کے مرض میں پوری امت مسلمہ کو مبتلا کر کے منافقت کی موت مارنا چاہتے ہیں۔ ہجرت کا بہانہ بنا کر جہاد چھوڑنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے ظالمین قرار دیا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

[۴۵] ﴿إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّيْهُمْ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا ۚ﴾

^{۲۲} ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر / العنکبوت = ۶۹:۲۹

^{۲۳} صحیح سنن النسائی = کتاب البیعة : باب ذکر الاختلاف فی انقطاع الهجرة ، الحدیث ۳۸۸۹، ۳۸۹۰ + الإحسان فی تقریب صحیح ابن حبان ، الحدیث: ۴۸۶۶ (۱۱/۲۰۷) + تلخیص الحبیر = کتاب السیر: باب وجوب الجہاد ،

﴿فَأُولَٰئِكَ مَاوَهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَسَاءَ ثَمَٰصِيرًا﴾ [النِّسَاء = ۹۷:۴]

”فرشتے جن لوگوں کی ایسی حالت میں جان نکالتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں۔ فرشتے ان سے کہتے ہیں تم کس حالت میں پڑے رہے؟ وہ لوگ جواب دیتے ہیں: ہم اس ملک میں کمزور اور بے بس تھے۔ تو فرشتے کہتے ہیں کہ کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی، تم اس میں ہجرت کر جاتے؟ پس ان کا ٹھکانہ جہنم ہے جو بہت ہی بری جگہ ہے۔“

چنانچہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر کے اس کو اسلام کا قلعہ قرار دے دیا۔ اللہ تعالیٰ اس مرحلہ جہاد یعنی ہجرت پر تبصرہ فرماتے ہیں:

[۴۶] ﴿وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ ۖ وَ

يَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ ۗ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَكْرِينِ﴾ [الأنفال = ۳۰:۸]

”اور جب کفار مکہ (اے نبی ﷺ!) تیرے متعلق چالیں تیار کر رہے تھے کہ تجھے قید کر لیں یا قتل کر ڈالیں یا مکہ سے نکال دیں۔ وہ اپنی چال چل رہے تھے اور اللہ اپنی چال چل رہا تھا اور اللہ سب سے زیادہ کامیاب چال چلنے والا ہے۔“

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کو ہجرت کے مرحلے میں فتح و نصرت سے ہمکنار کیا اور فرمایا:

[۴۷] ﴿إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي

الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا ۖ فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ

لَمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ ۗ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ

حَكِيمٌ﴾ [التوبة = ۴۰:۹]

”اگر تم رسول کی مدد نہ کرو گے (تو کیا پرواہ ہے؟) اللہ تعالیٰ نے اس کی مدد اس وقت کی تھی جب کفار نے اسے مکہ سے نکال دیا تھا، جب وہ صرف دو شخص تھے اور غار حرا میں وہ رسول اپنے ساتھی (ابو بکر رضی اللہ عنہ) سے کہہ رہا تھا (اے ابو بکر!) کچھ غم نہ کر، یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنی طرف سے رحمت اور سکون نازل فرمایا اور ایسے لشکروں سے اس کی مدد اور حمایت کی جن کو تم نے نہیں دیکھا، پھر اللہ تعالیٰ نے کفار کی بات (دین، نظام، پروگرام) کو نیچا کر دیا اور اللہ کا کلمہ (دین اسلام) ہی ہمیشہ بلند و بالا ہے اور اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے۔“

آیت بالا میں چند حقائق نصف النہار کے سورج کی طرح جلوہ گر ہو رہے ہیں :

① ہجرت، نصرت اور فتح بالترتیب وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ یہی اللہ تعالیٰ کا طریقہ یعنی سنت الہیہ ہے۔

② ہجرت بھی جہاد ہے۔ اللہ تعالیٰ مہاجرین پر نصرت و حمایت کے لیے لشکر اتارتا ہے۔

③ ہجرت اور جہاد لازم و ملزوم ہیں۔ دونوں کے مقاصد ایک ہی ہیں یعنی اسلام کو سر بلند اور کفر کو سرنگوں کرنا۔ ۲۵

تیسرا مرحلہ، جہاد و قتال کی اولین اجازت اور اس کے اسباب :

مکہ سے بلا جواز نکالے گئے مظلوم مسلمان جن کا اس کے سوا کوئی جرم نہ تھا کہ وہ اللہ کو اپنا رب مان چکے تھے، اسی عقیدہ توحید کی وجہ سے ظالم مشرکین نے ان کو اپنے آباؤ اجداد کے گھروں اور مالوں سے بے دخل کر کے ان کو حبشہ اور مدینہ کی طرف ہجرت کر جانے پر مجبور کر دیا تھا۔ ایسے مظلوم توحید والوں کو ان کا حق دلانے اور ظالموں سے ظلم و ستم کا انتقام لینے کی خاطر انہیں تیر و تلوار کے ساتھ جہاد کرنے کی اجازت دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

[۴۸] ﴿ اٰذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقْتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظَلَمُوْا ۚ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ ۝ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّا اَنْ يَقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ۚ وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهَدَمْتُ صَوَامِعُ وَبِيْعٌ وَصَلَوٰتٌ وَمَسٰجِدٌ يُذَكَّرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۚ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَنْصُرُهُ ۚ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝ الَّذِيْنَ اِنْ مَكَّنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوْا الزَّكٰوةَ وَامَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْر ۝ ﴾ [الحج = ۲۲: ۳۹-۴۱]

”جن مسلمانوں سے کفار جنگ کرتے ہیں ان مسلمانوں کو بھی قتال کرنے کی اجازت ہے۔ کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے جو اپنے گھروں (مکہ مکرمہ) سے صرف اس لیے نکال دیئے گئے کہ وہ کہتے ہیں ہمارا رب صرف ایک اللہ ہے۔ اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ روکتا تو خانقاہیں، گرجے، یہود کے عبادت خانے اور مساجد جن میں کثرت سے اللہ کے نام کا ذکر کیا جاتا ہے گرا دی جاتیں اور جو (دشمنان دین کے ساتھ لڑائی میں) اللہ کی مدد کرے گا اللہ اس کی مدد

کرے گا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ طاقتور اور غالب ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین پر اقتدار عطا کریں گے تو وہ نماز اور زکوٰۃ کا نظام قائم کریں گے، نیکی کا حکم دیں گے، برائی سے منع کریں گے اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔“

مذکورہ آیت میں قتال کے شرعی طور پر درج ذیل اسباب مختصراً بیان ہوئے ہیں:

① ظلم و ستم کا نشانہ بننے والے مہاجرین کا انتقام جن کو ناحق ان کے گھروں سے نکالا گیا اور توحید پرستی کی وجہ سے ان کو ستایا گیا۔

② خانقاہوں، گرجوں، یہود کے عبادت خانوں اور مسلمانوں کی مساجد کا تحفظ اور ان میں عبادت کرنے والوں کا دفاع۔ تاکہ وہ آزادی اور امن و سلامتی کی فضا میں اللہ کا ذکر کر سکیں۔

③ مجاہدین کی نصرت و حمایت اور اللہ کی زمین پر ان کو طاقت و قوت کے ساتھ اقتدار عطا کرنا، بھلائیوں کی نشر و اشاعت، برائیوں کا خاتمہ، اللہ کی بندگی اور عبادت کا قیام اور نظام صلوٰۃ اور زکوٰۃ کا اجراء — تاکہ لوگوں کے معاشی مسائل بھی حل ہو سکیں۔

مذکورہ بالا تمام اسباب و مقاصد واضح کرتے ہیں کہ جہاد اسلامی انسانی معاشرے کی اصلاح اور ملکی معیشت کو درست کرنے کا جامع نظام ہے۔ یہ لوٹ مار اور دہشت گردی نہیں بلکہ لوگوں کی اصلاح اور عدل و انصاف کے قیام کے لیے ضروری ہے۔

یہ جہاد مظلوموں اور مجبوروں کی جہاں حمایت اور مدد کرتا ہے وہاں ضعیفوں اور بے بسوں کا جابروں اور ظالموں کے مقابلے میں بہترین دفاع کرتا ہے۔ یہ جہاد اللہ کی سر زمین پر اس کی خالص بندگی اور حاکمیت قائم کرنے اور ہر ظالم، فرعون صفت اور انسانوں کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑنے والے طاغوتوں اور شیطان صفت لوگوں سے نجات کا واحد وسیلہ ہے۔

چوتھا مرحلہ، جوابی حملہ:

حملہ آوروں کے ظلم و زیادتی کے نتیجے میں جوابی کارروائی ”دفاعی قتال“ ہے۔ یعنی جان، مال، عزت اور وطن کا دفاع بھی ”قتال فی سبیل اللہ“ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

[۴۹] ﴿وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ

الْمُعْتَدِينَ ۝﴾ [البقرة: ۱۹۰:۲]

”اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے قتال کرو جو تم سے قتال کریں اور زیادتی مت کرو۔ اللہ

تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو ناپسند کرتا ہے۔“

”وہ لوگ جو تم سے قتال کریں“ کا ذکر صرف حقیقت حال بیان کرنے کے لیے ہے نہ کہ شرط کے طور پر۔ یعنی کافر اللہ کے دشمن ہیں اور مسلسل حالت جنگ میں ہیں۔ لہذا تم بھی ہمیشہ ان کے ساتھ دفاعی جنگ جاری رکھو۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۵۰] ﴿وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً﴾ [التوبة = ۳۶:۹]

”جس طرح مشرکین سب مل کر تمہارے ساتھ جنگ کرتے ہیں اسی طرح تم بھی سب مل کر مشرکین کے ساتھ جنگ کرو۔“

چنانچہ یہ آیت بھی شرط اور جزاء کے طور پر نہیں کہ اگر وہ سب مل کر تمہارے ساتھ جنگ کریں تو پھر تمہیں اجازت ہے کہ سب مل کر کفار سے جنگ کرو، وگرنہ نہیں۔ یہ صرف ان کی ایک حالت کا بیان ہے کہ وہ سب مل کر تمہارے ساتھ جنگ کرتے ہیں۔ اسی لئے اگلی آیت میں فرمایا:

[۵۱] ﴿وَأَقْتُلُوهُمْ حَيْثُ تَفْقَهُمُوهُمْ وَآخِرْ جُوهُومُ مِنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ﴾

[البقرة = ۱۹۱:۲]

”ان (جنگ و قتال کرنے والے کافروں) کو جہاں پاؤ قتل کردو اور جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا ہے (یعنی مکہ مکرمہ سے) تم ان کو وہاں سے نکال پھینکو۔“^{۲۶}

علاوہ ازیں سورہ بقرہ کی آیت نمبر: ۱۹۰ میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے: ”زیادتی نہ کرو“ اس کی صحیح تفسیر خود رسول اللہ ﷺ نے درج ذیل حدیث میں بیان فرمائی ہے:

[۵۲] ﴿أَغْزُوا بِاسْمِ اللَّهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَاتِلُوا مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ - أَغْزُوا وَلَا تَغْلُوا وَلَا تَعْدُوا وَلَا تُنْثِلُوا وَلَا تَقْتُلُوا الْوَلِيدَ (وَلَا أَصْحَابَ الصَّوَامِعِ).....﴾^{۲۷}

”اللہ کی راہ میں اللہ کا نام لے کر جنگ کرو، اللہ کے ساتھ کفر کرنے والوں کو مار ڈالو۔ جنگ کرو، اور مال غنیمت میں خیانت نہ کرو، بد عہدی نہ کرو، لاشوں کا مثلہ نہ کرو، بچوں (اور راہبوں) کو قتل نہ کرو۔“

یہی وہ زیادتی ہے جس سے حالت جنگ میں منع کیا گیا ہے لہذا ”زیادتی نہ کرو“ سے آیت کے منسوخ ہونے کا استدلال بالکل غلط ہے۔^{۲۸}

۲۶ ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر ۱/۲۴۲، ۲۴۳

۲۷ صحیح مسلم = کتاب الجہاد و السیر : باب تائید الإمام الأَمَاءَ عَلَى الْبُعُوثِ وَ وَصِيَّتِهِ إِيَّاهُمْ بِآدَابِ الْغَزْوِ وَ غَيْرِهَا ، الْحَدِيثُ : ۱۷۳۱ + مسند احمد۔ ”وَلَا أَصْحَابَ الصَّوَامِعِ“ کے الفاظ مسند احمد میں ہیں۔

۲۸ ملاحظہ ہو جامع البیان للہی، + تفسیر کبیر للہی، + تفسیر ابن کثیر، ۲/۴۳

اولاد اور وطن اسلام کا دفاع بھی ”جہاد فی سبیل اللہ“ ہے:

جان و مال اور عزت و ناموس کے لئے دفاعی جنگ بھی ”جہاد فی سبیل اللہ“ ہے۔ اس کی دلیل نبی اکرم ﷺ کا درج ذیل فرمان ہے:

[۵۳] «مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُونَ دَمِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُونَ دِينِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُونَ أَهْلِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ» ۲۹

”جو شخص اپنے مال کے دفاع میں مارا گیا وہ شہید ہے، اسی طرح جو اپنی جان کے دفاع میں مارا گیا وہ بھی شہید ہے۔ اس طرح جو اپنے دین کے دفاع میں مارا گیا وہ بھی شہید ہے اور جو اپنے اہل و عیال کے دفاع میں قتل ہو گیا تو وہ بھی شہید ہے۔“

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

[۵۴] ﴿وَمَا لَنَا إِلَّا نُقَاتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَدْ أُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَأَبْنَاءِنَا فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ ۖ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ۝﴾ [البقرة = ۲: ۲۴۶]

” (بنی اسرائیل نے اپنے نبی سے کہا) ہم اللہ کی راہ میں قتال کیوں نہ کریں گے۔ جبکہ ہمیں اپنے شہروں اور بیٹوں سے دور کر دیا گیا ہے۔ (یعنی ہم شہروں اور بیٹوں کی بازیابی اور واپسی کے لیے اللہ کی راہ میں ضرور لڑیں گے) پس جب ان پر قتال فرض کر دیا گیا تو چند لوگوں کے علاوہ سب پھر گئے اور اللہ ظالموں کو جانتے ہیں۔“

علیٰ ہذا القیاس ضعیف اور ناتواں لوگوں کی حمایت اور دفاع کے لیے جنگ کرنا بھی قتال فی سبیل اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

[۵۵] ﴿وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ

۲۹ صحیح البخاری = کتاب المظالم : باب من قاتل دون ماله ، الحديث: ۲۳۴۸ + صحیح مسلم = کتاب الإيمان : باب الدلیل علی أنَّ مَنْ قصد أخذ مال غیرہ بغیر حق کان القاصد مهدر الدَّم فی حقِّه وإن قُتِلَ کان فی النارَ وَأَنَّ مَنْ قُتِلَ دون ماله فهو شهيد ، الحديث: ۱۴۱ + صحیح الترمذی = أبواب الدیات : باب ما جاء فی من قتل دون ماله فهو شهيد ، الحديث: ۱۱۴۸ ، ۱۱۴۶ + صحیح أبو داؤد = کتاب السنَّة : باب فی قتال اللصوص ، الحديث: ۳۹۹۳ + صحیح النسائی = کتاب تحريم الدَّم : باب من قاتل دون دينه ، الحديث: ۳۸۱۷ + صحیح ابن ماجه = کتاب الحدود : باب من قتل دون ماله فهو شهيد ، الحديث: ۲۰۹۳ ، صحیح البخاری اور صحیح مسلم میں صرف پہلا جملہ ((من قتل دون

لَذُنْكَ وَلِيًّا ۖ وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَذُنْكَ نَصِيرًا ﴿٧٥﴾ [النساء: ۷۵]

”تم اللہ کی راہ میں اور کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر (یعنی مدد، حمایت، دفاع اور بچاؤ کی خاطر) کیوں نہیں لڑتے جو پکارتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال لے جس کے باشندے ظالم ہیں اور اپنی طرف سے ہمارا کوئی دوست بنا اور اپنی طرف سے ہمارا کوئی مددگار بنا۔“

لہذا دفاعی قتال کی مختلف صورتیں ہیں جن کی تشریح و توضیح سے معلوم ہوتا ہے کہ دفاعی قتال بھی دائمی فریضہ ہے، وہ کبھی اور کسی وقت بھی ساقط نہیں ہو سکتا۔
پانچواں مرحلہ، قتال عام کی فرضیت:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

[۵۶] ﴿وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً ۖ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ۝﴾

[التوبة=۹: ۳۶]

”اور مشرکین کے ساتھ سب مل کر قتال کرو جیسا کہ وہ سب مل کر تم سے قتال کرتے ہیں اور خوب جان لو بے شک اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔“

دوسرا معنی یہ ہے کہ مشرکین کے ساتھ ہمیشہ اور ہر ماہ جنگ کرو جیسا کہ وہ ہمیشہ اور ہر ماہ تم سے جنگ کرتے ہیں۔

دوسری تفسیر زیادہ واضح اور مشہور ہے۔ نیز آیت کے سیاق و سباق سے مطابقت رکھتی ہے۔ ۳۰
اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

[۵۷] ﴿فَإِذَا انْسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرْمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ

وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصِدٍ ۚ فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا

سَبِيلَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝﴾ [التوبة=۹: ۵]

”پھر جب امان کے مہینے گزر جائیں تو مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کرو اور ان کو گرفتار کرو اور ان کا محاصرہ کرو اور ان کے لیے گھات کی ہر جگہ پر بیٹھو۔ پس اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔“

۳۰ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو جامع البیان للطبری + تفسیر ابن کثیر ۲/۳۹۲ + الجامع لأحكام القرآن

[۵۸] ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرَّةُ لَكُمْ ۖ وَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰ أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝﴾ [البقرة=۲: ۲۱۶]

”مسلمانو! کفار کے ساتھ قتال کرنا تم پر قطعی فرض کر دیا گیا ہے اور وہ تمہیں ناگوار ہوگا۔ شاید ایک چیز تمہیں ناگوار ہو مگر وہ تمہارے لیے بہت بہتر ہو اور شاید ایک چیز کو تم پسند کرو مگر وہ تمہارے لیے بدتر ہو۔ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

نیز نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

[۵۹] ﴿لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَلَكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ ۖ وَإِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوا ۝﴾

”فتح مکہ کے بعد (وہاں سے ہجرت کا حکم ختم ہے) لیکن جہاد اور جہاد کی نیت فرض و واجب ہے اور جب تمہیں جہاد کے لیے بلایا جائے تو نکل کھڑے ہوں۔“

جہاد کی فرضیت کے مندرجہ بالا پانچ مراحل میں سے کوئی مرحلہ معطل یا منسوخ نہیں ہوا بلکہ مختلف احوال و کیفیات کے تحت ان کی مناسبت سے ہر طرح کا جہاد و قتال ہمیشہ کے لیے فرض اور واجب ہے۔^{۳۲}

جہاں تک اس مسئلے کا تعلق ہے کہ جہاد فرض عین ہے جس کی ادائیگی ہر مسلمان مرد، بالغ، عاقل، غیر معذور پر لازم ہے اور کسی صورت میں اس کی فرضیت ساقط نہیں ہوتی یا فرض کفایہ ہے کہ بعض افراد امت کے ادا کرنے سے دوسرے سبکدوش ہو جاتے ہیں یا اسکی بعض صورتیں فرض عین اور بعض فرض کفایہ ہیں؟ اسی کتاب کے باب نمبر ۲، ۳ اور ۴ میں اس پر مفصل اور مدلل بحث پیش خدمت کی گئی ہے۔ وہاں سے تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

((..... ❁❁❁❁))

^{۳۱} صحیح البخاری = کتاب الجہاد والسیر: باب فضل الجہاد والسیر، الحدیث: ۲۶۳۱ = وَأَبْوَابُ الْإِحْصَارِ وَجَزَاءِ الصَّيْدِ: باب لَا يَحِلُّ الْقِتَالُ بِمَكَّةَ، الحدیث: ۱۷۳۷ + صحیح مسلم = کتاب الحج: باب تحريم مكة وَ صيدها وَ خلاها و شجرها وَ لُقَطَتِهَا إِلَّا لِمَنْشِدٍ عَلَى الدَّوَامِ، الحدیث: ۱۳۵۳

^{۳۲} ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر + جامع البیان للطبری + الجامع لاحکام القرآن للقرطبی + تفسیر سورۃ

باب ۲:

جہاد فرض عین ہے یا فرض کفایہ؟

فرض عین کی تعریف:

شریعت میں وہ حکم فرض عین کہلاتا ہے جس کا ہر مسلمان بذات خود پابند اور مکلف ہوتا ہے اور کسی دوسرے کے ادا کرنے سے وہ بری الذمہ نہیں ہو سکتا مثلاً نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ وغیرہ۔

فرض کفایہ کی تعریف:

فرض کفایہ بالعموم وہ حکم ہے جس کی ادائیگی بالعموم ہر مسلمان پر واجب ہے۔ لیکن بعض کے ادا کرنے سے سبھی بری الذمہ ہو جاتے ہیں۔ عدم ادائیگی کی صورت میں تمام مسلمان مجرم ٹھہرتے ہیں اور تمام قابل مواخذہ ہوتے ہیں مثلاً نماز جنازہ وغیرہ۔^۱

فرض کفایہ ادائیگی سے قبل امت کے ہر فرد پر واجب الادا ہوتا ہے (یعنی کفایہ کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ ہر فرد دوسرے پر ذمہ داری ڈالتا رہے اور اللہ تعالیٰ کا حکم ختم ہو کر رہ جائے۔)^۲

جہاد بمعنی عام فرض عین ہے:

جہاد کا جب عام معنی لیا جائے تو اس سے مراد وہ جہاد ہے جو اپنی تین اقسام کو شامل ہے یعنی ”کافروں اور مشرکوں سے جہاد کرنا۔“

۱ مال کے ساتھ جہاد

۲ جان کے ساتھ جہاد

۳ زبان کے ساتھ جہاد

قرآن و سنت سے استدلال:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

[۶۰] ﴿وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ﴾ [الحج = ۲۲: ۷۸]

۱ بدایۃ المجتہد: ۱/ ۴۴۱ + العدة شرح العمدة للمقدسی: ۴۹۳

۲ العدة شرح العمدة للمقدسی: ۴۹۳ + شرح زاد المستقنع: ۲/ ۳

”اور اللہ کی راہ میں جہاد کا حق ادا کرو۔“

◎ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں :

[۶۱] ”أَيِّ بِأَمْوَالِكُمْ وَالسِّنَتِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ كَمَا قَالَ تَعَالَى: ﴿إِتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ﴾ [آل عمران=۱۰۲:۳] ۳

”یہ جہاد کا حکم عام ہے یعنی تم سب اپنے مالوں، اپنی جانوں اور اپنی زبانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں ہمیشہ جہاد کرتے رہو۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”اللہ سے ڈرو جس طرح ڈرنے کا حق ہے۔“

تو جیسے تقویٰ کی فرضیت فرض عین ہے اس طرح جہاد کی فرضیت بھی فرض عین ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

[۶۲] ﴿فَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَجَاهِدْهُمْ بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا ۝﴾ [الفرقان=۵۲:۲۵]

”اے نبی! کفار کی بات نہ مان اور ہمیشہ (قرآن کے دلائل کے ساتھ) ان سے بہت بڑا جہاد کرتے رہو۔“

◎ حافظ ابن کثیر، امام قرطبی اور دیگر مفسرین نے کہا ہے :

”هَذَا كَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: [۶۳] ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۝﴾“ ۴ [التوبة=۹:۷۳ + التحريم=۹:۶۶]

یعنی ”بہت بڑے جہاد“ کا حکم اللہ کے اس حکم کی طرح ہے کہ اے نبی (ﷺ)! کافروں اور منافقوں سے جہاد و قتال کرتے رہو اور ان پر سختی برتو۔“

نبی ﷺ نے فرمایا ہے :

[۶۴] ﴿جَاهِدُوا الْمُشْرِكِينَ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَالسِّنَتِكُمْ﴾ ۵

”مشرکین کے ساتھ اپنے مالوں، اپنی جانوں اور اپنی زبانوں کے ذریعہ جہاد و قتال کرتے رہو۔“

[۶۵] ﴿لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَلَكِنْ جِهَادٌ وَنِيبَةٌ﴾ ۶

۳ تفسیر ابن کثیر / الحج= ۷۸:۲۲

۴ تفسیر ابن کثیر / الفرقان= ۵۲:۲۵

۵ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۲۷۰

۶ تفصیل کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۵۹۰

”فتح مکہ کے بعد (مکہ سے) ہجرت ختم ہے۔“

یعنی اب یہاں سے مسلمانوں کو ہجرت کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ کیونکہ یہ شہر قیامت تک کافروں کے تسلط اور اقتدار میں نہیں جائے گا (ان شاء اللہ) لیکن جہاد اور اس کی نیت کا حکم عام، حتمی اور دائمی ہے۔

اجماع امت سے استدلال:

◎ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ یہ رقمطراز ہیں:

”وَالْتَحْقِيقُ أَيْضًا أَنَّ جَنْسَ جِهَادِ الْكُفَّارِ مُتَعَيِّنٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ إِمَّا بِيَدِهِ وَ إِمَّا بِلِسَانِهِ وَ إِمَّا بِمَالِهِ وَ إِمَّا بِقَلْبِهِ۔“^۷

”تحقیق شدہ اور تسلیم شدہ بات یہ ہے کہ جنس جہاد (جہاد اپنے عام معنی کے اعتبار سے) ہر مسلمان پر فرض عین ہے۔ لہذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ اپنے ہاتھ، اپنی زبان، اپنے مال یا اپنے دل سے ہمیشہ جہاد جاری رکھے۔“

◎ حافظ ابن قیم جوزی رحمہ اللہ یہ فرماتے ہیں:

ایمان، ہجرت اور جہاد کا ایک دوسرے سے اتنا گہرا تعلق اور رابطہ ہے کہ کوئی شخص ان تینوں سے یا تینوں میں سے کسی ایک سے محروم رہ کر مسلمان نہیں ہو سکتا۔ اپنی جانوں کے ساتھ جہاد اللہ کیلئے فرض ہے اور یہ فرض عین ہے۔^۸

◎ امام شوکانی رحمہ اللہ یہ لکھتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ الْجِهَادَ لَا يَزَالُ مَادَامَ الْإِسْلَامُ وَالْمُسْلِمُونَ إِلَى ظُهُورِ الدَّجَالِ “^۹
”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث ——— [۶۶] «الْجِهَادُ ماضٍ مُدَّ بَعَثَنِي اللَّهُ إِلَى أَنْ يُقَاتِلَ آخِرُ أُمَّتِي الدَّجَالَ»^{۱۰} (جہاد میری بعثت سے لے کر مسیح الدجال کے ساتھ جنگ

۷ فتح الباری: ۶/۳۷۷

۸ ملاحظہ ہو زاد المعاد: ۲/۱۰۶-۱۰۸

۹ نیل الأوطار: ۷/۲۲۶

۱۰ ضعیف سنن أبوداؤد = کتاب الجہاد: باب فی الغزو مع ائمة الجور، الحدیث: ۵۴۴۔ شیخ ناصر الدین الالبانی حصۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث کا معنی صحیح ہے مگر سند ضعیف ہے۔ کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی (یزید بن ابی ثبہ) مجہول ہے۔ دیکھئے: مشکاة، الحدیث: ۵۹+ نصب الرأیة = کتاب السیر: الحدیث الأول (۳/۳۷۷)۔ اس حدیث کے معنی اور مفہوم کی دیگر بہت ساری صحیح احادیث سے تائید ہوتی ہے۔ مثلاً دیکھئے صحیح البخاری = کتاب الجہاد والسیر: باب الجہاد ماضٍ مع البرِّ والفاجر،

کرنے تک جاری رہے گا) — میں صریح دلیل ہے کہ جب تک اسلام اور مسلمان باقی ہیں جہاد دجال کے ظاہر ہونے تک باقی رہے گا اور یہ فرض عین ہے۔“
لہذا کافروں کے خلاف جہاد قرآن و سنت اور اجماع امت کی رو سے ہر عاقل، بالغ، غیر معذور مسلمان مرد و عورت پر دیگر ارکان اسلام نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کی طرح واجب اور فرض عین ہے۔^{۱۱}

”جہاد“ قتال کے معنی میں بھی فرض عین ہے

قرآن مجید کے دلائل:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

[۶۷] ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا

أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ۖ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۝﴾ [الأنفال = ۷۴:۸]

”جو لوگ ایمان لائے، ہجرت کی، اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے (مہاجرین کو) جگہ دی اور ان کی مدد کی۔ صرف وہی سچے مومن ہیں۔ صرف انہی کے لیے مغفرت اور عزت والا رزق ہے۔“

آیت میں ہجرت کا ذکر ایسا قرینہ ہے جو جہاد کو ”قتال بالکفار“ کے معنی میں خاص کر رہا ہے۔ ”وہی سچے مومن ہیں“ کے جملے میں تین وجوہ کے اعتبار سے تخصیص کا معنی ہے کہ فقط مومن، مہاجر، مجاہد ہی یکے اور سچے ایمان دار ہیں پھر ﴿لَهُمْ مَغْفِرَةٌ﴾ میں ﴿لَهُمْ﴾ جار مجرور مل کر ”ثابت“ وغیرہ کے متعلق ہو کر خبر ہے اور ﴿مَغْفِرَةٌ﴾ مبتداء ہے۔ اس جگہ بھی خبر کو حصر اور تخصیص کیلئے ہی مقدم رکھا گیا ہے۔ گویا آیت میں چار تخصیصات موجود ہیں کہ ہجرت اور جہاد فی سبیل اللہ کے بغیر ایمان، مغفرت اور عزت والا رزق حاصل نہ ہوگا اور انصار، مہاجرین کی مالی نصرت کے ساتھ جہاد بالمال کا فریضہ ادا کر رہے ہیں۔

[۶۸] ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ

وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّدِيقُونَ ۝﴾ [الحجرات = ۱۵:۴۹]

”مومن تو بس وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول پر دل و جان سے یقین رکھا، پھر کسی طرح کا شک نہ کیا اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا۔ یقیناً

صرف وہی لوگ (ایمان لانے کے دعویٰ میں) سچے ہیں۔“

ایمان کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے اعراب (بادیہ نشینوں) کو ایمان کے بنیادی فرائض سے آگاہ کیا جا رہا ہے۔ سورۃ الحجرات کی مندرجہ بالا آیت کا سیاق و سباق اور حصر و تخصیص پر مشتمل کلمات — مثلاً: ﴿إِنَّمَا﴾ ﴿أُولَٰئِكَ﴾ ﴿هُمُ الصَّادِقُونَ﴾ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ جان و مال سے جہاد کرنا لازمی، دائمی اور مسلسل فرائض میں شامل ہے۔

[۶۹] ﴿فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا تُكَلَّفُ إِلَّا نَفْسَكَ وَ حَرِّضَ الْمُؤْمِنِينَ ۚ﴾

[النساء = ۴: ۸۴]

”اے نبی (ﷺ)! تو اللہ کی راہ میں کفار سے قتال کر۔ (خواہ تو اکیلا ہو) تو صرف اپنے

آپ کا ذمہ دار ہے۔ البتہ تمام مومنوں کو (جنگ کے لئے) برا بھیجتے کرتا رہ۔“

نبی (ﷺ) کو ہر حال میں اللہ کے راستے میں جنگ و قتال کرتے رہنے کا حکم دینا اور جنگ و قتال کی رغبت دلاتے رہنے کا پابند کرنا، ظاہر کرتا ہے کہ جہاد ایسا فریضہ ہے جو ہر مومن کے ایمان کے لیے شرط اول کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لیے کہ جب تک عدم وجوب کا کوئی قرینہ اور اشارہ نہ ہو فعل امر کے ساتھ بیان ہونے والا حکم فرض اور واجب کا ہی درجہ رکھتا ہے۔ ۱۲

جہاد بالسیف کے بارے آیات:

[۷۰] ﴿فَإِذَا انسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرْمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَ

خُذُوهُمْ وَاحْصِرُوهُمْ وَأَقْبِدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصِدٍ ۚ﴾ [التوبة = ۵: ۹۰]

”جب (امان والے چار ماہ) ختم ہو جائیں تو مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کر ڈالو، اور ان کو گرفتار کرو، ان کا محاصرہ کرو اور ان کے لیے ہر گھات پر بیٹھو۔“

[۷۱] ﴿قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ

وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَ

هُمْ صَغِيرُونَ ۚ﴾ [التوبة = ۲۹: ۹]

”ان اہل کتاب سے قتال کرو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، اللہ اور اس کے

رسول کے محرمات کو حرام نہیں جانتے اور دین حق قبول نہیں کرتے حتیٰ کہ وہ ذلیل ہو کر

جزیہ ادا کرنے پر تیار ہو جائیں۔“

[۷۲] ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ط﴾ [التَّحْرِيم = ۹:۶۶]

”اے نبی (ﷺ)! کفار و منافقین کے ساتھ جہاد و قتال کرو اور ان پر سختی اختیار کرو۔“

[۷۳] ﴿وَأَنْ طَائِفَتَيْنِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلَحُوا بَيْنَهُمَا ۚ فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا

عَلَى الْأُخْرَىٰ فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّىٰ تَفِيءَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ ۚ فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلَحُوا

بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا ۖ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۝﴾ [الْحُجُرَات = ۹:۴۹]

”اگر مؤمنین کی دو جماعتیں باہم لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرادو۔ پھر اگر ایک جماعت

دوسری پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والی جماعت کے ساتھ قتال کرو حتیٰ کہ وہ حکم

الہی کی طرف لوٹ آئیں۔“

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کو چار تلواروں کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے جن

کا ذکر مندرجہ بالا چاروں آیات میں مذکور ہے۔^{۱۳}

قادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں پہلی آیت: [۷۴] ﴿فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ.....﴾

محکم آیت ہے اور اس کا حکم قیامت تک کے لئے باقی ہے۔^{۱۴}

مذکورہ بالا چاروں ”آیات سیف“ جہاد بالکفار کے فرض ہونے اور امت کے ہر فرد پر

واجب ہونے کی صریح دلیلیں ہیں۔

تم پر قتال فرض کر دیا گیا ہے:

[۷۵] ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهُ لَكُمْ ۖ وَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ

خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰ أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝﴾

[البقرة = ۲:۲۱۶]

”تم پر کافروں کے ساتھ لڑنا فرض کر دیا گیا ہے اور وہ تمہیں ناگوار ہے۔ شاید تم ایک چیز کو

ناگوار سمجھو مگر وہ تمہارے حق میں بہت بہتر ہو۔ اور ہو سکتا ہے کہ تم ایک چیز کو پسند کرو جو

تمہارے لیے بری ہو اور اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔“

◎ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

”هَذَا إِجَابٌ مِّنَ اللَّهِ تَعَالَىٰ لِلْجِهَادِ عَلَى الْمُسْلِمِينَ۔“^{۱۵}

^{۱۳} تفسیر ابن کثیر / التوبة = ۹:۵

^{۱۴} تفسیر ابن کثیر / التوبة = ۹:۵

^{۱۵} تفسیر ابن کثیر / البقرة = ۲:۲۱۶

”یہ آیت تمام مسلمانوں پر اللہ کی طرف سے جہاد کو فرض اور واجب قرار دے رہی ہے۔“

◎ امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

”الْجِهَادُ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ أَحَدٍ غَزَا أَوْ قَعَدَ فَالْقَاعِدُ عَلَيْهِ إِذَا اسْتُعِينَ أَنْ يُعِينَ“ ۱۶

”یعنی جہاد ہر مسلمان پر واجب ہے، وہ قتال میں شامل ہو یا پیچھے بیٹھا ہو اور البتہ جب پیچھے بیٹھے ہوئے سے مدد طلب کی جائے تو مدد کرنا اس پر واجب ہے۔“

◎ ابن رشد رحمہ اللہ کہتے ہیں :

”جمہور علماء اسلام کے نزدیک ذکر کردہ آیت جہاد کی فرضیت کے لیے قطعی دلیل ہے۔“ ۱۷

جب جہاد کے لئے اعلان عام ہو جائے :

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

[۷۶] ﴿انْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾

[التوبة = ۹: ۴۱]

”مسلمانو! ہلکے یا بھاری نکل کھڑے ہوں اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرو۔“

[۷۷] ﴿إِلَّا تَنْفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۚ وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوهُ شَيْئًا

ط وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝﴾ [التوبة = ۹: ۳۹]

”اگر تم (اللہ کی راہ میں جہاد کیلئے) نہ نکلو گے تو اللہ تمہیں المناک عذاب سے دوچار کرے گا، تمہارے بدلے دوسری قوم لے آئے گا (جو جہاد کر نیوالی ہوگی) اور تم اللہ کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔“

یعنی وہ قوم جہاد کے ساتھ نبی ﷺ کی مدد کرے گی اور دین کو قائم کرے گی اور تم جہاد سے روگردانی کر کے اللہ کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکو گے۔ ۱۸

سورة التوبة کی آیت: ۴۱ میں ﴿انْفِرُوا﴾ اور ﴿جَاهِدُوا﴾ جمع مخاطب، فعل امر کے صیغے ہیں اور امر کا صیغہ وجوب اور فرضیت کو ثابت کرتا ہے۔ لہذا جہاد کے فرض عین ہونے اور تمام

۱۶ تفسیر ابن کثیر / البقرة = ۲: ۲۱۶

۱۷ بداية المجتهد: ۱/ ۴۴۱

۱۸ ملاحظہ ہو فتح القدیر للشوکانی: ۲/ ۳۶۳ + احکام القرآن للقرطبی: ۸/ ۹۶ + تفسیر ابن کثیر / التوبة = ۹: ۳۹

مسلمانوں پر واجب ہونے پر یہ آیت دلیل ہے۔^{۱۹}

◎ امام بخاری رحمہ اللہ اسی آیت کے حوالے سے عنوان قائم کرتے ہیں :

”بَابُ وَجُوبِ النَّفِيرِ وَمَا يَجِبُ مِنَ الْجِهَادِ وَالنِّيَّةِ وَقَوْلُهُ تَعَالَى: [۷۸] ﴿انْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ.....﴾ [التوبة=۹: ۴۱، ۴۲، ۴۳]

باب اس بارے میں کہ نکل کھڑے ہونا واجب ہے اور جہاد اور نیت کے تحت کیا گیا واجب ہے۔ علاوہ ازیں اللہ کے اس فرمان کے بارے میں کہ ”ہلکے ہوں یا بھاری نکل کھڑے ہوں اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کے راستہ میں جہاد کرو.....“

آیت: ۳۹ میں اللہ کی راہ میں نہ نکلنے والوں کے لیے دردناک عذاب، ہلاکت اور تباہی کی وعید ہے اور جہاد چھوڑ دینے والوں کو نیست و نابود کر دینے کی شدید وعید سنائی ہے۔ یہ آیت جہاد کے قطعی طور پر فرض عین ہونے کی منہ بولتی دلیل ہے۔

مذکورہ بالا ”آیات نفیر“ کے منسوخ ہونے کا قول جو ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے مروی ہے محققین علماء کے نزدیک درست نہیں۔ ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے دلائل کے ساتھ اس کا رد کیا ہے۔^{۲۰}

◎ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”وَالْتَحْقِيقُ أَنَّ لَا نَسْخَ بِلِ الرُّجُوعِ فِي الْآيَتَيْنِ إِلَى تَعْيِينِ الْإِمَامِ وَالِى الْحَاجَةِ إِلَى ذَالِكَ“^{۲۱}

”بنی بر تحقیق موقف یہی ہے کہ [۷۹] ﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً.....﴾ [التوبة=۹: ۴۱] والی آیت کو منسوخ نہیں کرتی بلکہ دونوں آیتوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ معاملہ امام کی صوابدید پر موقوف ہے۔ جس کو امام (امیر یا خلیفہ) معین کر کے حکم کر دے اس پر نکلنا ضروری ہے۔ امام سب کا نکلنا ضروری قرار دے دے یا کچھ افراد کا نکلنا۔ یا پھر ضرورت کی بناء پر ہے کہ سب کے نکلنے کی ضرورت ہے تو سب پر فرض ہے۔ اگر کچھ افراد کے نکلنے سے بھی حاجت پوری ہو جاتی ہے تو

۱۹ الإحكام لابن حزم: ۳/ ۲۶۹ + نور الأنوار: ۲۷

۲۰ ملاحظہ ہو صحيح البخارى = كتاب الجهاد والسير: باب وجوب النفير وما يجب من الجهاد والنية.....

۲۱ ملاحظہ ہو جامع البيان للطبري + تفسير ابن كثير / البقرة: ۲/ ۲۱۴ + فتح القدير للشوكاني: ۲/ ۳۶۳

۲۲ فتح الباري شرح صحيح البخارى = كتاب الجهاد والسير: باب وجوب النفير وما يجب من الجهاد والنية.....

کچھ افراد کا نکلنا ہی فرض ہے۔“
جہاد کے ذریعے آزمائش:

[۸۱] ﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ

الصّٰبِرِيْنَ ۝﴾ [آل عمران=۱۴۲:۳]

”کیا تم نے سمجھ لیا ہے کہ تم جنت میں چلے جاؤ گے جب کہ ابھی تک اللہ تعالیٰ نے تم میں سے جہاد کرنے والوں کو اور صبر کرنے والوں کو ظاہر نہیں کیا۔“

[۸۲] ﴿ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰی نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۝ وَنَبْلُوْا اَخْبَارَكُمْ ۝﴾

[سورۃ محمد=۳۱:۴۷]

”اور ہم تم کو ضرور آزمائیں گے تاکہ جو تم میں لڑائی کرنے والے اور ثابت قدم رہنے والے ہیں ان کو معلوم کر لیں اور تمہارے حالات جان لیں۔“

[۸۳] ﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ۖ مَسْتَهْمُ

الْبَاسِءِ وَالضَّرَآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰی يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهُ مَتٰی نَصَرَ اللّٰهُ ۖ اِلَّا اِنَّ

نَصَرَ اللّٰهُ قَرِيْبٌ ۝﴾ [البقرہ=۲:۲۱۴]

”کیا تم سمجھتے ہو کہ تم بلا تکلیف جنت میں داخل ہو جاؤ گے اور ابھی تک تم پر وہ حالت نہیں آئی جو تم سے پہلوں پر آئی تھی۔ مصائب و تکالیف نے ان کو گھیرا اور ڈمکائے گئے حتیٰ کہ رسول اور اس کے مومنین ساتھی پکار اٹھے: اللہ کی مدد کب آئے گی؟ سن لو اللہ کی مدد بہت قریب ہے۔“

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے سیدنا ابن عباس و ابن مسعود رضی اللہ عنہما اور تابعین مفسرین نے کہا ہے کہ ﴿الباساء﴾ سے مراد فتنہ و تنگدستی ہے اور ﴿الضراء﴾ سے مراد بیماری اور کمزوری ہے۔ ”زُلْزِلُوْا“ سے مراد دشمنوں کا خوف ہے۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں اس کی تفسیر مروی ہے اور غزوہ احزاب میں مسلمانوں پر بعینہ مذکورہ حالت طاری ہوئی جس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[۸۴] ﴿ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ۝﴾ [الأحزاب=۳۳:۱۱]

”اس وقت مومنوں کی آزمائش کی گئی اور اچھی طرح جھنجھوڑا گیا۔“

مذکورہ بالا تینوں آیات کا حاصل یہ ہے کہ صبر، جہاد فی سبیل اللہ، دشمنانِ حق سے دو بدو جنگ، جنگ میں ثابت قدمی اور جنگ کی سختیوں کو جھیلے بغیر کوئی امت جنت میں داخل ہونے کی حقدار ہی نہیں ہوگی۔ یہی وہ کامرانی کی گھاٹی ہے جس پر چڑھنا ہر ایک کے لیے ضروری ہے۔ ابتدائے آفرینش سے لے کر اب تک اللہ تعالیٰ کا یہی طریق کار ہے۔ پھر کیا ایسا عمل بھی فرض کفایہ ہو سکتا ہے؟

[۸۵] ﴿فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ﴾ [الحشر=۵۹:۲۰]

سنت سے دلائل:

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

[۸۶] «لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَلَكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ وَإِذَا اسْتَنْفَرْتُمْ فَانْفِرُوا» ۲۳

”مکہ فتح ہو جانے کے بعد (مکہ سے) ہجرت ختم ہے (کیونکہ مکہ قیامت تک اب مسلمانوں کے پاس رہے گا، کبھی بھی کافروں کے زیر تسلط اور زیر اقتدار نہیں جائے گا، ان شاء اللہ) جب کہ جہاد اور جہاد کی نیت باقی ہے اور جب تم سے جہاد کیلئے نکلنے کو کہا جائے تو نکل پڑا کرو۔“

◎ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”الثَّانِي، أَنَّهُ كَانَ فَرَضَ عَيْنٍ“ ۲۴

”ہمارے احباب کے نزدیک دوسرا موقف یہ ہے کہ وہ فرض عین ہے۔“

◎ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے:

”وَفِيهِ وَجُوبٌ تَعْيِينَ الْخُرُوجِ لِلْعَزْوِ عَلَى مَنْ عَيْنَهُ الْإِمَامُ“ ۲۵

”حدیث بالا سے یہ ثابت ہوا کہ خلیفہ اور امام جس کو جہاد پر طلب کرے اس پر جہاد کیلئے نکلنا واجب اور فرض عین ہو جاتا ہے۔“

((لَكِنَّ)) حرف استدراک ہے جو سابقہ کلام میں پیدا ہونے والی ذہنی خلش کو دور کرنے کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ ”فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں“ سے بات ذہن میں آ سکتی تھی کہ شاید اب

۲۳ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۵۹

۲۴ شرح النووی علی المسلم: ۲ / ۱۳۰

جہاد بھی ختم ہو گیا ہو۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے ”لیکن جہاد اور نیت جہاد“ کہہ کر اس ذہنی خلش کو دور فرما دیا کہ جہاد اور جہاد کی نیت و ارادہ قیامت تک جاری رہے گا۔ پھر مزید فرمایا کہ جب امام اور خلیفہ کی طرف سے ایک یا چند یا سب لوگوں کو نفیر عام (یعنی جہاد کے لیے نکلنے) کا حکم دیا جائے تو ان پر جہاد کے لیے اٹھ کھڑے ہونا فرض عین ہو جاتا ہے۔ ۷۷

© امام خطابی رحمہ اللہ نے کہا ہے:

”فِيهِ إِجَابَةُ النَّفِيرِ وَالْخُرُوجِ إِلَى الْعَدُوِّ إِذَا وَقَعَتِ الدَّعْوَةُ“ ۷۸

”اس حدیث سے جنگ اور جہاد کے اعلان عام کے بعد سب لوگوں پر جہاد کیلئے نکلنے کی فرضیت ثابت ہوتی ہے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۸۷] «مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَغْزُ، وَلَمْ يُحَدِّثْ بِهٖ نَفْسَهُ، مَاتَ عَلَى شُعْبَةٍ مِّنْ نِّفَاقٍ» ۷۹

”جو شخص ایسی حالت میں مر جائے کہ اس نے نہ جہاد فی سبیل اللہ کیا اور نہ ہی جہاد کا عزم رکھا تو اس کی موت منافقت کے ایک شعبے پر ہوگی۔“

جہاد میں شرکت ممکن ہو تو عملاً جہاد میں شرکت کرنا اور اگر شرکت ممکن نہ ہو تو جہاد کا پختہ ارادہ رکھنا ضروری ہے۔ اس لیے کہ جہاد ان واجبات اور فرائض میں سے ہے جن کی ادائیگی کے بغیر کوئی شخص مسلمان کی موت نہیں مر سکتا۔ مذکورہ بالا حدیث یہی مفہوم پیش کر رہی ہے۔ ۸۰

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

[۸۸] «جَاهِدُوا الْمُشْرِكِينَ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَالسِّتِ كُمْ» ۸۱

”مشرکین کے ساتھ اپنے مالوں، اپنی جانوں اور زبانوں سے جہاد کرتے رہو۔“

© صاحب سبل السلام رحمہ اللہ نے کہا ہے:

”الْحَدِيثُ دَلِيلٌ عَلَى وَجُوبِ الْجِهَادِ بِالنَّفْسِ وَالْمَالِ وَاللِّسَانِ“ ۸۲

۷۸ شرح النووی علی المسلم: ۲/ ۱۳۰، ۱۳۱ + فتح الباری: ۶/ ۳۷۸، ۳۷۹

۷۹ مختصر سنن أبی داؤد: ۳/ ۳۵۲

۸۰ صحیح مسلم = کتاب الإمارة: باب ذم من مات ولم يغز، ولم يحدث نفسه بالغزو، الحديث: ۱۹۱۰

۸۱ شرح النووی علی المسلم: ۲/ ۱۴۱ + سبل السلام: ۴/ ۸۱

۸۲ تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۲۷

۸۳ سبل السلام: ۴/ ۸۱

”یہ حدیث جانی، مالی اور لسانی جہاد کے واجب اور فرض ہونے پر حجت اور دلیل ہے۔“

امام نسائی نے اس حدیث کو ”بَابُ وُجُوبِ الْجِهَادِ“ (جہاد کا واجب اور فرض ہونا) کے تحت ذکر کیا ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۸۹] « ثَلَاثَةٌ مِنْ أَصْلِ الْإِيمَانِ : الْكَفُّ عَمَّنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ، وَلَا تُكْفَرُهُ بِذَنْبٍ ، وَلَا تُخْرِجُهُ مِنَ الْإِسْلَامِ بِعَمَلٍ وَالْجِهَادُ مَا ضِ مُنْذُ بَعَثَنِي اللَّهُ إِلَى أَنْ يُقَاتِلَ آخِرُ أُمَّتِي الدَّجَالَ لَا يُبْطِلُهُ جَوْرُ جَائِرٍ ، وَلَا عَدْلُ عَادِلٍ وَالْإِيمَانُ بِالْأَقْدَارِ » ۳۳

”تین چیزیں ایمان کی بنیاد ہیں (۱) ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کہنے والے سے اپنا ہاتھ روک لے، کسی گناہ کی بناء پر اس کو کافر نہ کہہ اور کسی (برے) عمل کی وجہ سے اس کو اسلام سے خارج نہ کر۔ (۲) جہاد میری بعثت سے جاری ہے یہاں تک کہ میرا آخری امتی دجال سے لڑائی کرے گا۔ کسی ظالم کا ظلم اور کسی عادل کا عدل اس کو ختم اور باطل نہیں کر سکے گا۔ (۳) تقدیروں پر ایمان لانا (کہ ہر اچھا اور برا فیصلہ اللہ کی طرف سے ہے۔)“

حدیث بالا جہاد کی فرضیت پر پکی دلیل ہے۔ غور کیجئے! جہاد اصل ایمان ہے جیسے کلمہ گو کو کافر نہ سمجھنا اور تقدیر پر ایمان رکھنا۔ جہاد کے بغیر ایمان کا لعدم اور باطل ہوگا جیسے تقدیر پر ایمان وغیرہ کے بغیر ایمان غیر معتبر ہے۔ لہذا یہ تینوں امور فرض عین اور شرائط ایمان سے ہیں۔ کسی فرض کفایہ کو ادا کرنا ہر مومن کے لیے انفرادی طور پر ضروری نہیں ہوتا۔ جب کہ ایمان کے اصول و شرائط کی تکمیل کے بغیر ایمان کا وجود ہی ناممکن ہے۔ آغاز بعثت سے قتال دجال تک جہاد کا جاری و ساری رہنا اور کسی عادل کے عدل یا ظالم کے ظلم کے باوجود کا لعدم اور منسوخ نہ ہو سکنا جیسے کلمات بتا رہے ہیں کہ جہاد امت کے ہر فرد پر (معدورین کے علاوہ) لازمی فریضہ ہے۔

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

[۹۰] «لَنْ يَبْرَحَ هَذَا الدِّينُ قَائِمًا، يُقَاتِلُ عَلَيْهِ عَصَابَةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ» ۳۳

”دین اسلام ہمیشہ قائم رہے گا، اس کی خاطر مسلمانوں کا ایک گروہ یا جماعت قتال کرتی رہے گی۔ یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے۔“

ایک روایت میں الفاظ یوں ہیں:

[۹۱] «لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِي يُقَاتِلُونَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ» ۳۵

”میری امت میں سے ایک گروہ حق پر رہتے ہوئے قتال کرتا رہے گا اور وہ قیامت تک غالب رہے گا۔“

ایک روایت میں الفاظ یوں ہیں:

[۹۲] «لَا تَزَالُ عَصَابَةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ يُقَاتِلُونَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ عَلَى مَنْ نَاوَاهُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ» ۳۶

”ایک گروہ مسلمانوں میں سے ہمیشہ حق پر قائم رہتے ہوئے قتال کرتا رہے گا، وہ اپنے مخالفین پر قیامت قائم ہونے تک غالب رہے گا۔“

مذکورہ بالا احادیث بھی جہاد کے واجب اور فرض ہونے کے پختہ دلائل ہیں۔ اس موضوع پر مفصل بحث اسی کتاب کے باب نمبر: ۷ ”خلافت و جہاد“ کے زیر عنوان ”عصابت المسلمین اور طائفہ منصورہ پر تحقیقی نظر“ بحث میں آئے گی۔ (ان شاء اللہ) ۳۷

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۹۳] «أُمِرْتُ أَنْ أَقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّ الْأِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ» ۳۸

۳۳ صحیح مسلم = کتاب الإمارة : باب قوله ﷺ ((لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ))، الحديث: ۱۹۲۲

۳۵ صحیح مسلم = کتاب الإمارة : باب قوله ﷺ ((لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ))، الحديث: ۱۹۲۳

۳۶ صحیح مسلم = کتاب الإمارة : باب قوله ﷺ ((لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ))، الحديث: ۱۰۳۷ + صحیح البخاری = کتاب التَّوْحِيد : باب قول الله تعالى ﴿ إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا قُلْنَا لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۝ ۱۶ ۝ ۱۷ ۝ ۱۸ ۝ ۱۹ ۝ ۲۰ ۝ ۲۱ ۝ ۲۲ ۝ ۲۳ ۝ ۲۴ ۝ ۲۵ ۝ ۲۶ ۝ ۲۷ ۝ ۲۸ ۝ ۲۹ ۝ ۳۰ ۝ ۳۱ ۝ ۳۲ ۝ ۳۳ ۝ ۳۴ ۝ ۳۵ ۝ ۳۶ ۝ ۳۷ ۝ ۳۸ ۝ ۳۹ ۝ ۴۰ ۝ ۴۱ ۝ ۴۲ ۝ ۴۳ ۝ ۴۴ ۝ ۴۵ ۝ ۴۶ ۝ ۴۷ ۝ ۴۸ ۝ ۴۹ ۝ ۵۰ ۝ ۵۱ ۝ ۵۲ ۝ ۵۳ ۝ ۵۴ ۝ ۵۵ ۝ ۵۶ ۝ ۵۷ ۝ ۵۸ ۝ ۵۹ ۝ ۶۰ ۝ ۶۱ ۝ ۶۲ ۝ ۶۳ ۝ ۶۴ ۝ ۶۵ ۝ ۶۶ ۝ ۶۷ ۝ ۶۸ ۝ ۶۹ ۝ ۷۰ ۝ ۷۱ ۝ ۷۲ ۝ ۷۳ ۝ ۷۴ ۝ ۷۵ ۝ ۷۶ ۝ ۷۷ ۝ ۷۸ ۝ ۷۹ ۝ ۸۰ ۝ ۸۱ ۝ ۸۲ ۝ ۸۳ ۝ ۸۴ ۝ ۸۵ ۝ ۸۶ ۝ ۸۷ ۝ ۸۸ ۝ ۸۹ ۝ ۹۰ ۝ ۹۱ ۝ ۹۲ ۝ ۹۳ ۝ ۹۴ ۝ ۹۵ ۝ ۹۶ ۝ ۹۷ ۝ ۹۸ ۝ ۹۹ ۝ ۱۰۰ ۝ ۱۰۱ ۝ ۱۰۲ ۝ ۱۰۳ ۝ ۱۰۴ ۝ ۱۰۵ ۝ ۱۰۶ ۝ ۱۰۷ ۝ ۱۰۸ ۝ ۱۰۹ ۝ ۱۱۰ ۝ ۱۱۱ ۝ ۱۱۲ ۝ ۱۱۳ ۝ ۱۱۴ ۝ ۱۱۵ ۝ ۱۱۶ ۝ ۱۱۷ ۝ ۱۱۸ ۝ ۱۱۹ ۝ ۱۲۰ ۝ ۱۲۱ ۝ ۱۲۲ ۝ ۱۲۳ ۝ ۱۲۴ ۝ ۱۲۵ ۝ ۱۲۶ ۝ ۱۲۷ ۝ ۱۲۸ ۝ ۱۲۹ ۝ ۱۳۰ ۝ ۱۳۱ ۝ ۱۳۲ ۝ ۱۳۳ ۝ ۱۳۴ ۝ ۱۳۵ ۝ ۱۳۶ ۝ ۱۳۷ ۝ ۱۳۸ ۝ ۱۳۹ ۝ ۱۴۰ ۝ ۱۴۱ ۝ ۱۴۲ ۝ ۱۴۳ ۝ ۱۴۴ ۝ ۱۴۵ ۝ ۱۴۶ ۝ ۱۴۷ ۝ ۱۴۸ ۝ ۱۴۹ ۝ ۱۵۰ ۝ ۱۵۱ ۝ ۱۵۲ ۝ ۱۵۳ ۝ ۱۵۴ ۝ ۱۵۵ ۝ ۱۵۶ ۝ ۱۵۷ ۝ ۱۵۸ ۝ ۱۵۹ ۝ ۱۶۰ ۝ ۱۶۱ ۝ ۱۶۲ ۝ ۱۶۳ ۝ ۱۶۴ ۝ ۱۶۵ ۝ ۱۶۶ ۝ ۱۶۷ ۝ ۱۶۸ ۝ ۱۶۹ ۝ ۱۷۰ ۝ ۱۷۱ ۝ ۱۷۲ ۝ ۱۷۳ ۝ ۱۷۴ ۝ ۱۷۵ ۝ ۱۷۶ ۝ ۱۷۷ ۝ ۱۷۸ ۝ ۱۷۹ ۝ ۱۸۰ ۝ ۱۸۱ ۝ ۱۸۲ ۝ ۱۸۳ ۝ ۱۸۴ ۝ ۱۸۵ ۝ ۱۸۶ ۝ ۱۸۷ ۝ ۱۸۸ ۝ ۱۸۹ ۝ ۱۹۰ ۝ ۱۹۱ ۝ ۱۹۲ ۝ ۱۹۳ ۝ ۱۹۴ ۝ ۱۹۵ ۝ ۱۹۶ ۝ ۱۹۷ ۝ ۱۹۸ ۝ ۱۹۹ ۝ ۲۰۰ ۝ ۲۰۱ ۝ ۲۰۲ ۝ ۲۰۳ ۝ ۲۰۴ ۝ ۲۰۵ ۝ ۲۰۶ ۝ ۲۰۷ ۝ ۲۰۸ ۝ ۲۰۹ ۝ ۲۱۰ ۝ ۲۱۱ ۝ ۲۱۲ ۝ ۲۱۳ ۝ ۲۱۴ ۝ ۲۱۵ ۝ ۲۱۶ ۝ ۲۱۷ ۝ ۲۱۸ ۝ ۲۱۹ ۝ ۲۲۰ ۝ ۲۲۱ ۝ ۲۲۲ ۝ ۲۲۳ ۝ ۲۲۴ ۝ ۲۲۵ ۝ ۲۲۶ ۝ ۲۲۷ ۝ ۲۲۸ ۝ ۲۲۹ ۝ ۲۳۰ ۝ ۲۳۱ ۝ ۲۳۲ ۝ ۲۳۳ ۝ ۲۳۴ ۝ ۲۳۵ ۝ ۲۳۶ ۝ ۲۳۷ ۝ ۲۳۸ ۝ ۲۳۹ ۝ ۲۴۰ ۝ ۲۴۱ ۝ ۲۴۲ ۝ ۲۴۳ ۝ ۲۴۴ ۝ ۲۴۵ ۝ ۲۴۶ ۝ ۲۴۷ ۝ ۲۴۸ ۝ ۲۴۹ ۝ ۲۵۰ ۝ ۲۵۱ ۝ ۲۵۲ ۝ ۲۵۳ ۝ ۲۵۴ ۝ ۲۵۵ ۝ ۲۵۶ ۝ ۲۵۷ ۝ ۲۵۸ ۝ ۲۵۹ ۝ ۲۶۰ ۝ ۲۶۱ ۝ ۲۶۲ ۝ ۲۶۳ ۝ ۲۶۴ ۝ ۲۶۵ ۝ ۲۶۶ ۝ ۲۶۷ ۝ ۲۶۸ ۝ ۲۶۹ ۝ ۲۷۰ ۝ ۲۷۱ ۝ ۲۷۲ ۝ ۲۷۳ ۝ ۲۷۴ ۝ ۲۷۵ ۝ ۲۷۶ ۝ ۲۷۷ ۝ ۲۷۸ ۝ ۲۷۹ ۝ ۲۸۰ ۝ ۲۸۱ ۝ ۲۸۲ ۝ ۲۸۳ ۝ ۲۸۴ ۝ ۲۸۵ ۝ ۲۸۶ ۝ ۲۸۷ ۝ ۲۸۸ ۝ ۲۸۹ ۝ ۲۹۰ ۝ ۲۹۱ ۝ ۲۹۲ ۝ ۲۹۳ ۝ ۲۹۴ ۝ ۲۹۵ ۝ ۲۹۶ ۝ ۲۹۷ ۝ ۲۹۸ ۝ ۲۹۹ ۝ ۳۰۰ ۝ ۳۰۱ ۝ ۳۰۲ ۝ ۳۰۳ ۝ ۳۰۴ ۝ ۳۰۵ ۝ ۳۰۶ ۝ ۳۰۷ ۝ ۳۰۸ ۝ ۳۰۹ ۝ ۳۱۰ ۝ ۳۱۱ ۝ ۳۱۲ ۝ ۳۱۳ ۝ ۳۱۴ ۝ ۳۱۵ ۝ ۳۱۶ ۝ ۳۱۷ ۝ ۳۱۸ ۝ ۳۱۹ ۝ ۳۲۰ ۝ ۳۲۱ ۝ ۳۲۲ ۝ ۳۲۳ ۝ ۳۲۴ ۝ ۳۲۵ ۝ ۳۲۶ ۝ ۳۲۷ ۝ ۳۲۸ ۝ ۳۲۹ ۝ ۳۳۰ ۝ ۳۳۱ ۝ ۳۳۲ ۝ ۳۳۳ ۝ ۳۳۴ ۝ ۳۳۵ ۝ ۳۳۶ ۝ ۳۳۷ ۝ ۳۳۸ ۝ ۳۳۹ ۝ ۳۴۰ ۝ ۳۴۱ ۝ ۳۴۲ ۝ ۳۴۳ ۝ ۳۴۴ ۝ ۳۴۵ ۝ ۳۴۶ ۝ ۳۴۷ ۝ ۳۴۸ ۝ ۳۴۹ ۝ ۳۵۰ ۝ ۳۵۱ ۝ ۳۵۲ ۝ ۳۵۳ ۝ ۳۵۴ ۝ ۳۵۵ ۝ ۳۵۶ ۝ ۳۵۷ ۝ ۳۵۸ ۝ ۳۵۹ ۝ ۳۶۰ ۝ ۳۶۱ ۝ ۳۶۲ ۝ ۳۶۳ ۝ ۳۶۴ ۝ ۳۶۵ ۝ ۳۶۶ ۝ ۳۶۷ ۝ ۳۶۸ ۝ ۳۶۹ ۝ ۳۷۰ ۝ ۳۷۱ ۝ ۳۷۲ ۝ ۳۷۳ ۝ ۳۷۴ ۝ ۳۷۵ ۝ ۳۷۶ ۝ ۳۷۷ ۝ ۳۷۸ ۝ ۳۷۹ ۝ ۳۸۰ ۝ ۳۸۱ ۝ ۳۸۲ ۝ ۳۸۳ ۝ ۳۸۴ ۝ ۳۸۵ ۝ ۳۸۶ ۝ ۳۸۷ ۝ ۳۸۸ ۝ ۳۸۹ ۝ ۳۹۰ ۝ ۳۹۱ ۝ ۳۹۲ ۝ ۳۹۳ ۝ ۳۹۴ ۝ ۳۹۵ ۝ ۳۹۶ ۝ ۳۹۷ ۝ ۳۹۸ ۝ ۳۹۹ ۝ ۴۰۰ ۝ ۴۰۱ ۝ ۴۰۲ ۝ ۴۰۳ ۝ ۴۰۴ ۝ ۴۰۵ ۝ ۴۰۶ ۝ ۴۰۷ ۝ ۴۰۸ ۝ ۴۰۹ ۝ ۴۱۰ ۝ ۴۱۱ ۝ ۴۱۲ ۝ ۴۱۳ ۝ ۴۱۴ ۝ ۴۱۵ ۝ ۴۱۶ ۝ ۴۱۷ ۝ ۴۱۸ ۝ ۴۱۹ ۝ ۴۲۰ ۝ ۴۲۱ ۝ ۴۲۲ ۝ ۴۲۳ ۝ ۴۲۴ ۝ ۴۲۵ ۝ ۴۲۶ ۝ ۴۲۷ ۝ ۴۲۸ ۝ ۴۲۹ ۝ ۴۳۰ ۝ ۴۳۱ ۝ ۴۳۲ ۝ ۴۳۳ ۝ ۴۳۴ ۝ ۴۳۵ ۝ ۴۳۶ ۝ ۴۳۷ ۝ ۴۳۸ ۝ ۴۳۹ ۝ ۴۴۰ ۝ ۴۴۱ ۝ ۴۴۲ ۝ ۴۴۳ ۝ ۴۴۴ ۝ ۴۴۵ ۝ ۴۴۶ ۝ ۴۴۷ ۝ ۴۴۸ ۝ ۴۴۹ ۝ ۴۵۰ ۝ ۴۵۱ ۝ ۴۵۲ ۝ ۴۵۳ ۝ ۴۵۴ ۝ ۴۵۵ ۝ ۴۵۶ ۝ ۴۵۷ ۝ ۴۵۸ ۝ ۴۵۹ ۝ ۴۶۰ ۝ ۴۶۱ ۝ ۴۶۲ ۝ ۴۶۳ ۝ ۴۶۴ ۝ ۴۶۵ ۝ ۴۶۶ ۝ ۴۶۷ ۝ ۴۶۸ ۝ ۴۶۹ ۝ ۴۷۰ ۝ ۴۷۱ ۝ ۴۷۲ ۝ ۴۷۳ ۝ ۴۷۴ ۝ ۴۷۵ ۝ ۴۷۶ ۝ ۴۷۷ ۝ ۴۷۸ ۝ ۴۷۹ ۝ ۴۸۰ ۝ ۴۸۱ ۝ ۴۸۲ ۝ ۴۸۳ ۝ ۴۸۴ ۝ ۴۸۵ ۝ ۴۸۶ ۝ ۴۸۷ ۝ ۴۸۸ ۝ ۴۸۹ ۝ ۴۹۰ ۝ ۴۹۱ ۝ ۴۹۲ ۝ ۴۹۳ ۝ ۴۹۴ ۝ ۴۹۵ ۝ ۴۹۶ ۝ ۴۹۷ ۝ ۴۹۸ ۝ ۴۹۹ ۝ ۵۰۰ ۝ ۵۰۱ ۝ ۵۰۲ ۝ ۵۰۳ ۝ ۵۰۴ ۝ ۵۰۵ ۝ ۵۰۶ ۝ ۵۰۷ ۝ ۵۰۸ ۝ ۵۰۹ ۝ ۵۱۰ ۝ ۵۱۱ ۝ ۵۱۲ ۝ ۵۱۳ ۝ ۵۱۴ ۝ ۵۱۵ ۝ ۵۱۶ ۝ ۵۱۷ ۝ ۵۱۸ ۝ ۵۱۹ ۝ ۵۲۰ ۝ ۵۲۱ ۝ ۵۲۲ ۝ ۵۲۳ ۝ ۵۲۴ ۝ ۵۲۵ ۝ ۵۲۶ ۝ ۵۲۷ ۝ ۵۲۸ ۝ ۵۲۹ ۝ ۵۳۰ ۝ ۵۳۱ ۝ ۵۳۲ ۝ ۵۳۳ ۝ ۵۳۴ ۝ ۵۳۵ ۝ ۵۳۶ ۝ ۵۳۷ ۝ ۵۳۸ ۝ ۵۳۹ ۝ ۵۴۰ ۝ ۵۴۱ ۝ ۵۴۲ ۝ ۵۴۳ ۝ ۵۴۴ ۝ ۵۴۵ ۝ ۵۴۶ ۝ ۵۴۷ ۝ ۵۴۸ ۝ ۵۴۹ ۝ ۵۵۰ ۝ ۵۵۱ ۝ ۵۵۲ ۝ ۵۵۳ ۝ ۵۵۴ ۝ ۵۵۵ ۝ ۵۵۶ ۝ ۵۵۷ ۝ ۵۵۸ ۝ ۵۵۹ ۝ ۵۶۰ ۝ ۵۶۱ ۝ ۵۶۲ ۝ ۵۶۳ ۝ ۵۶۴ ۝ ۵۶۵ ۝ ۵۶۶ ۝ ۵۶۷ ۝ ۵۶۸ ۝ ۵۶۹ ۝ ۵۷۰ ۝ ۵۷۱ ۝ ۵۷۲ ۝ ۵۷۳ ۝ ۵۷۴ ۝ ۵۷۵ ۝ ۵۷۶ ۝ ۵۷۷ ۝ ۵۷۸ ۝ ۵۷۹ ۝ ۵۸۰ ۝ ۵۸۱ ۝ ۵۸۲ ۝ ۵۸۳ ۝ ۵۸۴ ۝ ۵۸۵ ۝ ۵۸۶ ۝ ۵۸۷ ۝ ۵۸۸ ۝ ۵۸۹ ۝ ۵۹۰ ۝ ۵۹۱ ۝ ۵۹۲ ۝ ۵۹۳ ۝ ۵۹۴ ۝ ۵۹۵ ۝ ۵۹۶ ۝ ۵۹۷ ۝ ۵۹۸ ۝ ۵۹۹ ۝ ۶۰۰ ۝ ۶۰۱ ۝ ۶۰۲ ۝ ۶۰۳ ۝ ۶۰۴ ۝ ۶۰۵ ۝ ۶۰۶ ۝ ۶۰۷ ۝ ۶۰۸ ۝ ۶۰۹ ۝ ۶۱۰ ۝ ۶۱۱ ۝ ۶۱۲ ۝ ۶۱۳ ۝ ۶۱۴ ۝ ۶۱۵ ۝ ۶۱۶ ۝ ۶۱۷ ۝ ۶۱۸ ۝ ۶۱۹ ۝ ۶۲۰ ۝ ۶۲۱ ۝ ۶۲۲ ۝ ۶۲۳ ۝ ۶۲۴ ۝ ۶۲۵ ۝ ۶۲۶ ۝ ۶۲۷ ۝ ۶۲۸ ۝ ۶۲۹ ۝ ۶۳۰ ۝ ۶۳۱ ۝ ۶۳۲ ۝ ۶۳۳ ۝ ۶۳۴ ۝ ۶۳۵ ۝ ۶۳۶ ۝ ۶۳۷ ۝ ۶۳۸ ۝ ۶۳۹ ۝ ۶۴۰ ۝ ۶۴۱ ۝ ۶۴۲ ۝ ۶۴۳ ۝ ۶۴۴ ۝ ۶۴۵ ۝ ۶۴۶ ۝ ۶۴۷ ۝ ۶۴۸ ۝ ۶۴۹ ۝ ۶۵۰ ۝ ۶۵۱ ۝ ۶۵۲ ۝ ۶۵۳ ۝ ۶۵۴ ۝ ۶۵۵ ۝ ۶۵۶ ۝ ۶۵۷ ۝ ۶۵۸ ۝ ۶۵۹ ۝ ۶۶۰ ۝ ۶۶۱ ۝ ۶۶۲ ۝ ۶۶۳ ۝ ۶۶۴ ۝ ۶۶۵ ۝ ۶۶۶ ۝ ۶۶۷ ۝ ۶۶۸ ۝ ۶۶۹ ۝ ۶۷۰ ۝ ۶۷۱ ۝ ۶۷۲ ۝ ۶۷۳ ۝ ۶۷۴ ۝ ۶۷۵ ۝ ۶۷۶ ۝ ۶۷۷ ۝ ۶۷۸ ۝ ۶۷۹ ۝ ۶۸۰ ۝ ۶۸۱ ۝ ۶۸۲ ۝ ۶۸۳ ۝ ۶۸۴ ۝ ۶۸۵ ۝ ۶۸۶ ۝ ۶۸۷ ۝ ۶۸۸ ۝ ۶۸۹ ۝ ۶۹۰ ۝ ۶۹۱ ۝ ۶۹۲ ۝ ۶۹۳ ۝ ۶۹۴ ۝ ۶۹۵ ۝ ۶۹۶ ۝ ۶۹۷ ۝ ۶۹۸ ۝ ۶۹۹ ۝ ۷۰۰ ۝ ۷۰۱ ۝ ۷۰۲ ۝ ۷۰۳ ۝ ۷۰۴ ۝ ۷۰۵ ۝ ۷۰۶ ۝ ۷۰۷ ۝ ۷۰۸ ۝ ۷۰۹ ۝ ۷۱۰ ۝ ۷۱۱ ۝ ۷۱۲ ۝ ۷۱۳ ۝ ۷۱۴ ۝ ۷۱۵ ۝ ۷۱۶ ۝ ۷۱۷ ۝ ۷۱۸ ۝ ۷۱۹ ۝ ۷۲۰ ۝ ۷۲۱ ۝ ۷۲۲ ۝ ۷۲۳ ۝ ۷۲۴ ۝ ۷۲۵ ۝ ۷۲۶ ۝ ۷۲۷ ۝ ۷۲۸ ۝ ۷۲۹ ۝ ۷۳۰ ۝ ۷۳۱ ۝ ۷۳۲ ۝ ۷۳۳ ۝ ۷۳۴ ۝ ۷۳۵ ۝ ۷۳۶ ۝ ۷۳۷ ۝ ۷۳۸ ۝ ۷۳۹ ۝ ۷۴۰ ۝ ۷۴۱ ۝ ۷۴۲ ۝ ۷۴۳ ۝ ۷۴۴ ۝ ۷۴۵ ۝ ۷۴۶ ۝ ۷۴۷ ۝ ۷۴۸ ۝ ۷۴۹ ۝ ۷۵۰ ۝ ۷۵۱ ۝ ۷۵۲ ۝ ۷۵۳ ۝ ۷۵۴ ۝ ۷۵۵ ۝ ۷۵۶ ۝ ۷۵۷ ۝ ۷۵۸ ۝ ۷۵۹ ۝ ۷۶۰ ۝ ۷۶۱ ۝ ۷۶۲ ۝ ۷۶۳ ۝ ۷۶۴ ۝ ۷۶۵ ۝ ۷۶۶ ۝ ۷۶۷ ۝ ۷۶۸ ۝ ۷۶۹ ۝ ۷۷۰ ۝ ۷۷۱ ۝ ۷۷۲ ۝ ۷۷۳ ۝ ۷۷۴ ۝ ۷۷۵ ۝ ۷۷۶ ۝ ۷۷۷ ۝ ۷۷۸ ۝ ۷۷۹ ۝ ۷۸۰ ۝ ۷۸۱ ۝ ۷۸۲ ۝ ۷۸۳ ۝ ۷۸۴ ۝ ۷۸۵ ۝ ۷۸۶ ۝ ۷۸۷ ۝ ۷۸۸ ۝ ۷۸۹ ۝ ۷۹۰ ۝ ۷۹۱ ۝ ۷۹۲ ۝ ۷۹۳ ۝ ۷۹۴ ۝ ۷۹۵ ۝ ۷۹۶ ۝ ۷۹۷ ۝ ۷۹۸ ۝ ۷۹۹ ۝ ۸۰۰ ۝ ۸۰۱ ۝ ۸۰۲ ۝ ۸۰۳ ۝ ۸۰۴ ۝ ۸۰۵ ۝ ۸۰۶ ۝ ۸۰۷ ۝ ۸۰۸ ۝ ۸۰۹ ۝ ۸۱۰ ۝ ۸۱۱ ۝ ۸۱۲ ۝ ۸۱۳ ۝ ۸۱۴ ۝ ۸۱۵ ۝ ۸۱۶ ۝ ۸۱۷ ۝ ۸۱۸ ۝ ۸۱۹ ۝ ۸۲۰ ۝ ۸۲۱ ۝ ۸۲۲ ۝ ۸۲۳ ۝ ۸۲۴ ۝ ۸۲۵ ۝ ۸۲۶ ۝ ۸۲۷ ۝ ۸۲۸ ۝ ۸۲۹ ۝ ۸۳۰ ۝ ۸۳۱ ۝ ۸۳۲ ۝ ۸۳۳ ۝ ۸۳۴ ۝ ۸۳۵ ۝ ۸۳۶ ۝ ۸۳۷ ۝ ۸۳۸ ۝ ۸۳۹ ۝ ۸۴۰ ۝ ۸۴۱ ۝ ۸۴۲ ۝ ۸۴۳ ۝ ۸۴۴ ۝ ۸۴۵ ۝ ۸۴۶ ۝ ۸۴۷ ۝ ۸۴۸ ۝ ۸۴۹ ۝ ۸۵۰ ۝ ۸۵۱ ۝ ۸۵۲ ۝ ۸۵۳ ۝ ۸۵۴ ۝ ۸۵۵ ۝ ۸۵۶ ۝ ۸۵۷ ۝ ۸۵۸ ۝ ۸۵۹ ۝ ۸۶۰ ۝ ۸۶۱ ۝ ۸۶۲ ۝ ۸۶۳ ۝ ۸۶۴ ۝ ۸۶۵ ۝ ۸۶۶ ۝ ۸۶۷ ۝ ۸۶۸ ۝ ۸۶۹ ۝ ۸۷۰ ۝ ۸۷۱ ۝ ۸۷۲ ۝ ۸۷۳ ۝ ۸۷۴ ۝ ۸۷۵ ۝ ۸۷۶ ۝ ۸۷۷ ۝ ۸۷۸ ۝ ۸۷۹ ۝ ۸۸۰ ۝ ۸۸۱ ۝ ۸۸۲ ۝ ۸۸۳ ۝ ۸۸۴ ۝ ۸۸۵ ۝ ۸۸۶ ۝ ۸۸۷ ۝ ۸۸۸ ۝ ۸۸۹ ۝ ۸۹۰ ۝ ۸۹۱ ۝ ۸۹۲ ۝ ۸۹۳ ۝ ۸۹۴ ۝ ۸۹۵ ۝ ۸۹۶ ۝ ۸۹۷ ۝ ۸۹۸ ۝ ۸۹۹ ۝ ۹۰۰ ۝ ۹۰۱ ۝ ۹۰۲ ۝ ۹۰۳ ۝ ۹۰۴ ۝ ۹۰۵ ۝ ۹۰۶ ۝ ۹۰۷ ۝ ۹۰۸ ۝ ۹۰۹ ۝ ۹۱۰ ۝ ۹۱۱ ۝ ۹۱۲ ۝ ۹۱۳ ۝ ۹۱۴ ۝ ۹۱۵ ۝ ۹۱۶ ۝ ۹۱۷ ۝ ۹۱۸ ۝ ۹۱۹ ۝ ۹۲۰ ۝ ۹۲۱ ۝ ۹۲۲ ۝ ۹۲۳ ۝ ۹۲۴ ۝ ۹۲۵ ۝ ۹۲۶ ۝ ۹۲۷ ۝ ۹۲۸ ۝ ۹۲۹ ۝ ۹۳۰ ۝ ۹۳۱ ۝ ۹۳۲ ۝ ۹۳۳ ۝ ۹۳۴ ۝ ۹۳۵ ۝ ۹۳۶ ۝ ۹۳۷ ۝ ۹۳۸ ۝ ۹۳۹ ۝ ۹۴۰ ۝ ۹۴۱ ۝ ۹۴۲ ۝ ۹۴۳ ۝ ۹۴۴ ۝ ۹۴۵ ۝ ۹۴۶ ۝ ۹۴۷ ۝ ۹۴۸ ۝ ۹۴۹ ۝ ۹۵۰ ۝ ۹۵۱ ۝ ۹۵۲ ۝ ۹۵۳ ۝ ۹۵۴ ۝ ۹۵۵ ۝ ۹۵۶ ۝ ۹۵۷ ۝ ۹۵۸ ۝ ۹۵۹ ۝ ۹۶۰ ۝ ۹۶۱ ۝ ۹۶۲ ۝ ۹۶۳ ۝ ۹۶۴ ۝ ۹۶۵ ۝ ۹۶۶ ۝ ۹۶۷ ۝ ۹۶۸ ۝ ۹۶۹ ۝ ۹۷۰ ۝ ۹۷۱ ۝ ۹۷۲ ۝ ۹۷۳ ۝ ۹۷۴ ۝ ۹۷۵ ۝ ۹۷۶ ۝ ۹۷۷ ۝ ۹۷۸ ۝ ۹۷۹ ۝ ۹۸۰ ۝ ۹۸۱ ۝ ۹۸۲ ۝ ۹۸۳ ۝ ۹۸۴ ۝ ۹۸۵ ۝ ۹۸۶ ۝ ۹۸۷ ۝ ۹۸۸ ۝ ۹۸۹ ۝ ۹۹۰ ۝ ۹۹۱ ۝ ۹۹۲ ۝ ۹۹۳ ۝ ۹۹۴ ۝ ۹۹۵ ۝ ۹۹۶ ۝ ۹۹۷ ۝ ۹۹۸ ۝ ۹۹۹ ۝ ۱۰۰۰ ۝

الحديث: ۷۰۲۲، ۷۰۲۱، ۷۰۲۰، ۷۰۱۹، ۷۰۱۸، ۷۰۱۷، ۷۰۱۶، ۷۰۱۵، ۷۰۱۴، ۷۰۱۳، ۷۰۱۲، ۷۰۱۱، ۷۰۱۰، ۷۰۰۹، ۷۰۰۸، ۷۰۰۷، ۷۰۰۶، ۷۰۰۵، ۷۰۰۴، ۷۰۰۳، ۷۰۰۲، ۷۰۰۱، ۷۰۰، ۶۹۹، ۶۹۸، ۶۹۷، ۶۹۶، ۶۹۵، ۶۹۴، ۶۹۳، ۶۹۲، ۶۹۱، ۶۹۰، ۶۸۹، ۶۸۸، ۶۸۷، ۶۸۶، ۶۸۵، ۶۸۴، ۶۸۳، ۶۸۲، ۶۸۱، ۶۸۰، ۶۷۹، ۶۷۸، ۶۷۷، ۶۷۶، ۶۷۵، ۶۷۴، ۶۷۳، ۶۷۲، ۶۷۱، ۶۷۰، ۶۶۹، ۶۶۸، ۶۶۷، ۶۶۶، ۶۶۵، ۶۶۴، ۶۶۳، ۶۶۲، ۶۶۱، ۶۶۰، ۶۵۹، ۶۵۸، ۶۵۷، ۶۵۶، ۶۵۵، ۶۵۴، ۶۵۳، ۶۵۲، ۶۵۱، ۶۵۰، ۶۴۹، ۶۴۸، ۶۴۷، ۶۴۶، ۶۴۵، ۶۴۴، ۶۴۳، ۶۴۲، ۶۴۱، ۶۴۰، ۶۳۹، ۶۳۸، ۶۳۷، ۶۳۶، ۶۳۵، ۶۳۴، ۶۳۳، ۶۳۲، ۶۳۱، ۶۳۰، ۶۲۹، ۶۲۸، ۶۲۷، ۶۲۶، ۶۲۵، ۶۲۴، ۶۲۳، ۶۲۲، ۶۲۱، ۶۲۰، ۶۱۹، ۶۱۸، ۶۱۷، ۶۱۶، ۶۱۵، ۶۱۴، ۶۱۳، ۶۱۲، ۶۱۱، ۶۱۰، ۶۰۹، ۶۰۸، ۶۰۷، ۶۰۶، ۶۰۵، ۶۰۴، ۶۰۳، ۶۰۲، ۶۰۱، ۶۰۰، ۵۹۹، ۵۹۸، ۵۹۷، ۵۹۶، ۵۹۵، ۵۹۴، ۵۹۳، ۵۹۲، ۵۹۱، ۵۹۰، ۵۸۹، ۵۸۸، ۵۸۷، ۵۸۶، ۵۸۵، ۵۸۴، ۵۸۳، ۵۸۲، ۵۸۱، ۵۸۰، ۵۷۹، ۵۷۸، ۵۷۷، ۵۷۶، ۵۷۵، ۵۷۴،

”مجھے لوگوں (کفار و مشرکین) کے ساتھ جنگ و قتال جاری رکھنے کا حکم دیا گیا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اِلٰہ واحد ہونے اور جناب محمد ﷺ کے رسول برحق ہونے کی شہادت دینے لگیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ سوجب وہ ایسا کر لیں گے تو ان کے خون اور مال مجھ سے محفوظ ہو جائیں گے مگر کسی اسلامی حق میں۔ اور ان کا باقی حساب اللہ کے ذمے ہے۔“

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی اس حدیث کے مطابق رسول اللہ ﷺ کو ہمیشہ کے لیے جنگ جاری رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اسی طرح امت کے تمام افراد بھی اس حکم میں شامل ہیں اور دین اسلام کو جب تک کافر قبول نہیں کر لیتے اس وقت تک مسلسل اور متواتر تمام مشرکین اور کفار کے ساتھ جہاد فرض عین کی صورت میں باقی رہے گا۔

مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

۱ باب وجوب الجہاد للنسائی: ۲/ ۴۵-۴۷

۲ صحیح البخاری: ۱/ ۱۰، باب الجہاد من الایمان و باب وجوب النفیر: ۱/ ۳۹۶،
وباب الخیل معقودٌ فی نواصیہا الخیر إلی یوم القیامۃ و باب الجہاد ما ضِ مع البرِّ
وَالْفَاجِرِ: ۱/ ۳۹۹

۳ نیل الأوطار للشوکانی: ۷/ ۲۱۹-۲۳۶

۴ مسلم مع النووی / کتاب الجہاد والسیر: ۲/ ۱۳۵-۱۴۱

۵ زاد المعاد لابن القیم: ۲/ ۱۵۱-۱۶۶

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

[۹۴] «الْخَيْلُ مَعْقُودَةٌ فِي نَوَاصِيهَا الْخَيْرُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ الْأَجْرُ وَالْمَغْنَمُ»^{۳۹}

”گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت کے دن تک اجر اور غنیمت کی صورت میں خیر و بھلائی رکھ دی گئی ہے۔“

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جہاد ہر نیک و بد کے ہمراہ قیامت تک جاری رہے گا۔ اسی کی دلیل مذکورہ بالا حدیث ہے۔^{۴۰}

۳۹ صحیح البخاری = کتاب الجہاد والسیر: باب الجہاد ما ضِ مع البرِّ والفاجر، الحدیث: ۲۶۹۷ + صحیح مسلم = کتاب

الإمرة: باب الخیل فی نواصیہا الخیر إلی یوم القیامۃ، الحدیث: ۱۸۷۳

۴۰ صحیح البخاری = کتاب الجہاد والسیر: باب الجہاد ما ضِ مع البرِّ والفاجر۔

[٩٥] « بُعِثْتُ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ مَعَ السَّيْفِ »^{٢٤}

[٩٦] « الْبَرَكَةُ فِي نَوَاصِي الْخَيْلِ » ٥٢

[٩٧] « اُعْزُوا بِاسْمِ اللَّهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ، قَاتِلُوا مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ » ٩٣

”اللہ کے نام پر اللہ کی راہ میں جہاد و قتال کرتے رہو اور اللہ کے ساتھ کفر کرنے والے ہر شخص سے قتال جاری رکھو۔“

[٩٨] «جُعِلَ رُزْقِي تَحْتَ ظِلِّ رُمَحِي وَجُعِلَ الذَّلَّةُ وَالصَّغَارُ عَلَيَّ مَنْ خَالَفَ أَمْرِي» ٢٣

”میرا رزق میرے نیزے کے سائے میں رکھا گیا ہے اور میرے مخالف ہمیشہ ذلیل و خوار ہونگے۔“

مسند احمد: ۲/ ۹۲۰۰ شیخ احمد شاکر فرماتے ہیں: اس کی سند صحیح ہے۔ دیکھئے المسند للإمام أحمد بن حنبل بتحقيق أحمد شاکر، الحديث: ۵۱۵، ۵۶۶۷۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند میں عبد الرحمن بن ثابت بن ثوبان ایک راوی ہے جس کے ثقہ ہونے میں اختلاف ہے۔ البتہ اس حدیث کی ایک شاہد روایت بھی ہے جو حسن درجے کی ہے۔ اس شاہد کو مصنف ابن ابی شیبہ نے ”أوزاعي عن سعيد بن جبلة عن النبي صلى الله عليه وسلم.....“ کی سند سے روایت کیا ہے۔ دیکھئے: فتح الباری شرح صحيح البخاری = کتاب الجهاد: باب ما قيل في الرماح (۶/ ۴۳۸)

۳۲ صحیح البخاری= کتاب الجہاد والسیّر: باب الخیل معقود فی نواصیہا الخیر إلیٰ یوم القیامۃ ، الحدیث: ۱۸۷۶+ صحیح مسلم = کتاب الإمارة : باب الخیل فی نواصیہا الخیر إلیٰ یوم القیامۃ ، الحدیث: ۱۸۷۴

۳۳ تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل: ۵۲

۴۴ مسند احمد = ۵۰ / ۲۔ یہ حدیث حسن درجے کی ہے۔ دیکھئے: فتح الربّانی (۲۲: ۴۰)۔ القسم الثالث من كتاب السيرة النبوية في شمائله ﷺ: باب ما جاء في خصوصياته - امام بیہقی رحمہ اللہ نے کہا ہے: اس حدیث کی سند میں عبدالرحمن بن ثابت راوی ہے جو ثوبان سے بیان کرتا ہے۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے الاوزاعی عن سعید بن جبلة عن النبی ﷺ بیان کیا ہے۔ دیکھئے: فتح الباری شرح صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب ما قيل في الرّماح - اس حدیث کو ابو یعلیٰ موصلی نے اپنی مسند میں، امام طبرانی نے طبرانی کبیر میں اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں بھی ذکر کیا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو کتاب الجہاد: باب ما قيل في الرّماح کے ترجمۃ الباب میں سند کے بغیر ذکر کیا ہے۔ نیز دیکھئے صحیح الجامع الصغیر، الحدیث ۲۸۳۱ اور مسند احمد بتحقیق احمد

شاكر ، الحديث: ٥١١٤، ٥٦٦٧

[۹۹] «اَقْتُلُوا شُيُوخَ الْمُشْرِكِينَ وَاسْتَبَقُوا شَرَّهُمْ» ۴۵

”بڑے بڑے (اہل قوت و جوان) مشرکوں کو قتل کرو اور ان کے چھوٹے بچوں کو چھوڑ دو۔“

[۱۰۰] «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْلَا أَنَّ رِجَالًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ لَا تَطِيبُ أَنْفُسُهُمْ أَنْ

يَتَخَلَّفُوا عَنِّي وَلَا أَحَدٌ مَّا أَحْمِلُهُمْ عَلَيْهِ مَا تَخَلَّفْتُ عَنْ سَرِيَّةٍ تَغْزُو فِي سَبِيلِ اللَّهِ» ۴۶

”اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر کچھ مومن مرد ایسے نہ ہوتے جو میرے

پیچھے رہنے کو پسند نہیں کرتے اور نہ میرے پاس ان کے لئے سواری ہے تو میں کبھی بھی اللہ

کی راہ میں جنگ کرنے والے کسی لشکر سے غیر حاضر نہ ہوتا۔“

اسلم بن عمران کہتے ہیں: ہم مدینہ منورہ سے چلے، ہماری منزل مقصود ”قططنیہ“ تھی،

ہمارے لشکر کی قیادت عبدالرحمن بن خالد بن ولید کر رہے تھے، رومی کافر اپنی پشتوں کو شہر کی دیوار

کے ساتھ لگائے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے ایک تیر پکڑ کر دشمن پر حملہ کرنا چاہا۔ لوگوں نے کہا

”اوہ، اوہ، لا الہ الا اللہ“ یہ شخص تو اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہا ہے۔“ اس وقت میزبان

رسول ﷺ سیدنا ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

[۱۰۱] «إِنَّمَا أُنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِينَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ، لَمَّا نَصَرَ اللَّهُ نَبِيَّهٖ وَ أَظْهَرَ

الْإِسْلَامَ، قُلْنَا: هَلُمَّ نَقِیْمٌ فِیْ أَمْوَالِنَا وَ نُصْلِحْهَا، فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالٰی: ﴿وَأَنْفِقُوا فِیْ

سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ فَأَلَّا لِقَاءُ بِأَيْدِنَا إِلَى التَّهْلُكَةِ أَنْ نَقِیْمٌ فِیْ

أَمْوَالِنَا وَ نُصْلِحْهَا وَ نَدَعَ الْجِهَادَ» ۴۷

سنن أبو داؤد = کتاب الجہاد : باب فی قتل النِّسَاء + سنن الترمذی = أبواب السَّیر : باب ما جاء فی النِّزول علی

الحکم ، اس حدیث کی سند تو ضعیف ہے مگر معنی صحیح ہے۔ شیخ الالبانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے مشکوٰۃ ،

الحدیث: ۳۹۵۲ بتحقیق الثانی۔ معنی صحیح ہونے کی وضاحت یہ ہے کہ عورتوں اور بچوں کو اسلام نے قتل کرنے سے منع کیا۔ جیسا کہ

بہت ساری صحیح احادیث سے واضح ہوتا ہے۔ مثلاً دیکھئے صحیح مسلم = کتاب الجہاد والسَّیر : باب تحریم قتل النِّسَاء

والصِّبَّان فی الحرب ، الحدیث: ۱۷۴۴ + صحیح الترمذی = أبواب السَّیر : باب ما جاء فی النَّہی عن قتل النِّسَاء

والصِّبَّان ، الحدیث: ۱۲۷۵ + صحیح أبی داؤد = کتاب الجہاد : باب فی قتل النِّسَاء ، الحدیث: ۲۳۲۳۔ بڑے بڑے

جوان مشرکوں کو قتل کرنے کے بارے میں قرآن مجید کی وہ تمام آیات دلیل ہیں جن میں مشرکوں کو قتل کرنے اور مشرکوں کی گردنیں اڑانے کا

حکم دیا گیا ہے۔ مثلاً دیکھئے: سورۃ التوبۃ ۵: ۹ + الأنفال ۸: ۱۲ اور سورۃ محمد ۴۷: ۴۔ لہذا قرآن و حدیث کے دیگر دلائل کی

بنیاد پر اس حدیث کے معنی و مفہوم کو صحیح کہا جاسکتا ہے۔ (واللہ اعلم، ابوعمار بن عبد الجبار)

۴۶ صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب تمْنِی الشَّہَادۃ ، الحدیث ۲۶۴۴ + صحیح مسلم = کتاب الإمارة : باب فضل

الجہاد والخروج فی سبیل اللہ ، الحدیث: ۱۸۷۹

۴۷ صحیح أبوداؤد = کتاب الجہاد: باب فی قولہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ (البقرۃ: ۲: ۱۹۵) الحدیث: ۲۱۹۲ + صحیح الترمذی = أبواب التَّفْسِیر: باب و من سورۃ البقرۃ ، الحدیث: ۲۳۷۳ + مسند

”یہ آیت تو ہم انصار مدینہ کے بارے نازل ہوئی تھی۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو اپنی مدد سے نوازا اور اسلام کو غالب کر دیا تو ہم نے کہا: (اب جہاد کی کیا ضرورت ہے؟) اب ہم اپنے مالوں (باغوں، کھیتوں اور مویشیوں) میں رہیں گے اور ان کی درستی اور دیکھ بھال کریں گے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں کو (جہاد سے روک کر) ہلاکت میں مت ڈالو۔ گویا ہمارا اپنے ہاتھوں کو ہلاکت کی طرف لے جانا یہی تھا کہ ہم اپنے مالوں میں مشغول ہو جاتے، ان کی اصلاح اور دیکھ بھال شروع کر دیتے اور جہاد کو ترک کر بیٹھتے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ترک جہاد امت کی ہلاکت اور بربادی ہے اور نجات فقط فریضہ جہاد کو جاری رکھنے میں ہے۔“
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۱۰۲] «اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُؤْبَقَاتِ۔ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَمَاهُنَّ؟ قَالَ: الشِّرْكُ بِاللَّهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَكْلُ الرِّبَا وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ وَالتَّوَلَّى يَوْمَ الرَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ» ۴۸

”سات مہلک اشیاء سے بچو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ کونسی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: (۱) اللہ کے ساتھ شرک کرنا (۲) جادو کرنا (۳) ایسی جان کو قتل کرنا جس کو قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ (۴) سود کھانا (۵) یتیم کا مال کھانا (۶) مقابلے کے دن میدان جنگ سے فرار ہونا (۷) پاکدامن بھولی بھالی ایماندار عورتوں پر تہمت لگانا۔“

[۱۰۳] «إِذَا تَبَايَعْتُمْ بِالْعِينَةِ وَأَخَذْتُمْ أَذْنَابَ الْبَقَرِ، وَرَضِيتُمْ بِالزَّرْعِ وَتَرَكَتُمُ الْجِهَادَ سَلَطَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ ذُلًّا لَا يَنْزِعُهُ عَنْكُمْ حَتَّى تَرْجِعُوا إِلَى دِينِكُمْ» ۴۹

”جب تم سودی کاروبار شروع کر دو گے، گائے کی دیں پکڑ لو گے، کھیتی باڑی پر تکیہ لگا کر بیٹھو گے اور تم جہاد چھوڑ بیٹھو گے تو اللہ تمہارے اوپر ذلت مسلط کر دے گا اور اس کو اس

۴۸ صحیح البخاری: کتاب الوصایا: باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ﴾، (النِّسَاء: ۱۰۴) الحدیث: ۲۶۱۰+ صحیح مسلم= کتاب الإیمان: باب بیان الکبائر وأکبرها، الحدیث: ۸۹

وقت تک نہیں اٹھائے گا جب تک تم اپنے دین (جہاد) کی طرف واپس نہ پلٹو۔“

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ترک جہاد کا نتیجہ ذلت و رسوائی ہے اور جہاد ہی دین ہے۔“
مذکورہ بالا صحیح احادیث سے جہاد کے فرض عین اور واجب ہونے کا نتیجہ اخذ کرنا کچھ مشکل نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین و محدثین کی ایک جماعت کا یہی موقف ہے۔ جہاد اپنے خاص معنی ”کافروں کے خلاف جنگ و قتال کرنا“ کے اعتبار سے فرض عین ہے۔ ۵۰
اس کی مزید تفصیل آئندہ صفحات میں دلائل کے ساتھ پیش کی جائے گی۔

تخصیص کرنے والی آیات و احادیث:

اس باب میں ان آیات اور احادیث پر بحث کی جائے گی جو فرضیت جہاد پر کھلی دلیلیں ہیں۔ لیکن ان میں بعض ایسے مقامات و احوال کی قیود موجود ہیں جن سے جہاد کے فرض کفایہ ہونے کی وضاحت یا اشارہ ملتا ہے۔ علماء محققین کے نزدیک ایسی آیات و احادیث ان آیات و احادیث کو منسوخ کرنے والی نہیں ہیں جن میں جہاد کے فرض عین ہونے کے دلائل موجود ہیں۔ بلکہ ان سے مخصوص حالات اور مقامات کی رہنمائی ہوتی ہے۔ تخصیص و تقیید سے کسی طرح بھی کسی حکم کا منسوخ اور ختم ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔

اس کے باوجود صحابہ و تابعین اور بعد کے علماء کی ایک جماعت ایسی آیات و احادیث کو تخصیص و تقیید کے لئے بھی حجت تسلیم نہیں کرتی اور وہ بدستور جہاد کو تمام امت پر فرض عین قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ گذشتہ باب میں ذکر کردہ آیات و صحیح احادیث سے وضاحت کے ساتھ معلوم ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

[۱۰۴] ﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ

لَيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ﴾

[التوبة: ۹ = ۱۲۲]

”اور یہ مناسب نہیں کہ تمام کے تمام مومنین (جہاد یا طلب علم) کیلئے نکل کھڑے ہوں۔ ایسا کیوں نہیں کرتے کہ ان کے ہر فرقہ (گروہ) سے ایک جماعت نکلے۔ تاکہ وہ دین میں سمجھ حاصل کریں اور واپسی پر اپنی پوری قوم کو ڈرائیں تاکہ وہ بچے رہیں۔“

مفسرین صحابہ و تابعین کے اس بارے میں مختلف اقوال ہیں کہ مذکورہ آیت جہاد یا حصول علم کی خاطر خروج کیلئے ہے۔ زیادہ تر اہل علم نے سیاق و سباق کی بنا پر جہاد کے لئے نکلنے پر ہی محمول کیا ہے۔ تاہم دوسرے قول کے دلائل بھی کمزور نہیں۔ صحیح موقف یہی ہے کہ آیت کے حکم میں دونوں خروج داخل ہیں۔^{۵۱}

[۱۰۵] ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمْ أَنْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَنْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ طَأْرَضْتُمْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ ۝﴾ [التوبة = ۹: ۳۸]

”اے ایمان والو! کیا سبب ہے کہ جب تمہیں کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں (جہاد کیلئے) نکلو تو تم زمین پر ڈھیر ہو جاتے ہو؟ کیا آخرت کے مقابلہ میں دنیاوی زندگی پر راضی ہو بیٹھے ہو؟ سو آخرت کے مقابلہ میں دنیاوی زندگی کا مزہ اور فائدہ بہت تھوڑا ہے۔“

[۱۰۶] ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوا ثُبَاتٍ أَوْ انفِرُوا جَمِيعًا ۝﴾

[النساء = ۴: ۷۱]

”اے ایمان والو! دشمن سے اپنا بچاؤ مضبوط رکھو اور جماعت در جماعت جہاد کیلئے نکلو یا سارے کے سارے۔“

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، مجاہد اور عکرمہ وغیرہم سے یہی تفسیر مروی ہے۔^{۵۲}

[۱۰۷] ﴿لَا يَسْتَوِي الْقُعْدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرَ أُولَى الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ ط فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقُعْدِينَ دَرَجَةً ط وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَى ط وَفَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقُعْدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ۝﴾ [النساء = ۴: ۹۵]

”بیٹھ رہنے والے مومنین (معذور، ناہینا کے علاوہ) اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں۔ اللہ نے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کرنیوالوں کو بیٹھ رہنے والوں پر ایک درجہ کی فضیلت دی ہے۔ (ویسے تو) سب سے ہی اللہ تعالیٰ نے اچھا وعدہ کیا ہے اور مجاہدین کو (بیٹھ رہنے والوں) کے مقابلے میں بہت زیادہ اجر و

۵۱ ملاحظہ ہو فتح القدیر للشوکانی ۲/ ۴۱۶ + جامع البیان للطبري + تفسیر کبیر للرازی + تفسیر ابن کثیر:

ثواب کی برتری عطا فرمائی ہے۔“

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۱۰۸] «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بَعْثًا إِلَى بَنِي لَحْيَانَ مِنْ هُرَيْلٍ فَقَالَ لِيُبْعَثَ مِنْ كُلِّ رَجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا وَالْآخَرُ يَبْنِيهِمَا» ۵۳

”رسول اللہ ﷺ نے ہذیل قبیلے کی ایک شاخ بنی لحيان کی طرف ایک لشکر روانہ فرمایا۔ پس حکم دیا کہ ہر دو آدمیوں میں سے ایک (جہاد کے لیے) نکل کھڑا ہو اور اجر و ثواب دونوں میں برابر تقسیم ہوگا (بشرطیکہ وہ مجاہد کا خیر خواہ رہے)“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۱۰۹] «مَنْ أَمَنَ بِاللَّهِ وَبِرَسُولِهِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَصَامَ رَمَضَانَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ أَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ جَاهِدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ جَلَسَ فِي أَرْضِهِ الَّتِي وُلِدَ فِيهَا» ((فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَفَلَا تُبَشِّرُ النَّاسَ؟ قَالَ ((إِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ أَعَدَّهَا اللَّهُ لِلْمُجَاهِدِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، مَا بَيْنَ الدَّرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ. فَإِذَا سَأَلْتُمُ اللَّهَ فَاسْأَلُوهُ الْفَرْدُوسَ فَإِنَّهُ أَوْسَطُ الْجَنَّةِ وَاعْلَى الْجَنَّةِ فَوْقَهُ عَرْشُ الرَّحْمَنِ)) ۵۴

”جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا، نماز قائم کی اور رمضان کا روزہ رکھا تو اللہ تعالیٰ پر حق ہوگا کہ اس کو جنت میں داخل فرمائے، وہ جہاد فی سبیل اللہ میں شامل ہو یا اپنی جائے پیدائش میں بیٹھا رہے۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم یہ خوشخبری سب لوگوں کو سنا دیں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جنت میں ایک سو درجات ہیں جو اللہ نے صرف مجاہدین کے لیے تیار فرمائے ہیں۔ ہر دو کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان ہے۔ سو جب تم اللہ سے جنت مانگو تو جنت الفردوس مانگو کیونکہ یہ سب جنتوں سے عمدہ اور اعلیٰ ہے اور اس کے اوپر رحمن کا عرش ہے (اور اسی سے جنت کے تمام دریا پھوٹتے ہیں)“

سورة التوبہ کی آیت نمبر: ۳۸ سے معلوم ہوتا ہے کہ نفیر عام یعنی جہاد کے اعلان عام کے وقت بیٹھ رہنے کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔ جس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ عمومی حالات میں جہاد

۵۳ صحیح مسلم = کتاب الإمارة : باب فضل إعانة الغازی فی سبیل اللہ بمرکوب وغیرہ ، وخلافته فی أهله بخیر،

الحديث: ۱۸۹۶

۵۴ صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب درجات المجاہدین فی سبیل اللہ ، الحديث: ۲۶۳۷ + صحیح مسلم = کتاب

الإمارة: باب بیان ما أعاد الله تعالى للمجاهد في الجنة من الدرجات والحديث: ۱۸۸۴

فرض کفایہ ہے۔ اسی طرح سورۃ النساء کی آیت نمبر: ۷۱ سے ثابت ہوتا ہے کہ جہاد کے لیے متفرق طور پر یا مجموعی طور پر دونوں طرح نکلنا فریضہ جہاد کی ادائیگی میں کفایت کرتا ہے۔ مگر اس آیت سے تمام افراد امت کے لیے جہاد کے فرض عین نہ ہونے کا مفہوم اخذ کرنا انتہائی محال ہے۔ اسی طرح مفہوم مخالف سے استدلال بالا جماع حجت قرار نہیں پاسکتا۔ بنی لحيان کی طرف لشکر روانہ کرنے والی حدیث بھی خروج عام کی فرضیت کی نفی تو کرتی ہے مگر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ انبعاث (اٹھ کھڑے ہونا)، اخراج (جہاد کے لیے لوگوں کو نکالنا) اور نفیر عام (سب کو جہاد کے لیے نکل پڑنے کا حکم دے دینا) نبی یا اس کے خلفاء اور امراء کا فریضہ ہے جس کو مختلف حالتوں کی مطابقت سے عام یا خاص کیا جاسکتا ہے۔ لہذا ایسی آیات و احادیث کو کسی اسلامی فریضہ کے فرض عین یا فرض کفایہ میں سے کسی ایک پر دلیل بنانا استدلال کے شرعی تقاضوں سے مطابقت نہیں رکھتا۔

جہاں تک ذکر کردہ حدیث ابو ہریرہ ((كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ أَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ)) کا تعلق ہے (یعنی اللہ کے ذمہ ہے کہ اس کو جنت میں داخل کرے) تو اس میں جنت کے داخلے کے لیے ادائیگی زکوٰۃ اور حج بیت اللہ کو بھی شرائط میں داخل نہیں کیا گیا۔ تو کیا اس سے یہ استدلال کرنا صحیح ہوگا کہ یہ دونوں فرائض اسلام بھی فرض کفایہ میں شامل ہیں۔

لا محالہ ہمیں مذکورہ بالا حدیث کے الفاظ ((أَوْ جَلَسَ فِي أَرْضِهِ)) (یا اپنی جائے پیدائش پر بیٹھا رہا) کا معنی یہ کرنا ہوگا کہ وہ جہاد کا عزم اور ارادہ کر کے بیٹھا رہا، نہ یہ کہ وہ جہاد کا مخالف بن کر بیٹھا رہا۔ جیسا کہ دونوں مذکورہ فرائض (زکوٰۃ اور حج) حدیث میں ذکر نہیں ہوئے، اس کے باوجود جنت میں داخل ہونے کے لیے وہ بھی لازمی شرائط ہیں۔ صحیح مسلم کی ایک حدیث میں یہ شرط بھی موجود ہے۔

[۱۱۰] ثُمَّ قَالَ ﷺ لِلْقَاعِدِ: ((أَيُّكُمْ خَلَفَ الْخَارِجَ فِي أَهْلِهِ وَمَالِهِ بِخَيْرٍ)) ۵۵

”(پھر آپ نے پیچھے گھر میں بیٹھنے والے کے لئے کہا: تم میں جو کوئی جہاد پر جانے والے کی جانشینی کرے گا اس کے اہل خانہ میں اور مال (کاروبار) میں بھلائی کے ساتھ تو اس کو جہاد پر جانے والے کے اجر سے نصف اجر کی طرح اجر ملے گا۔“

گویا وہ جہاد کے عمل میں شامل ہے، جہاد کے عمل سے وہ خارج نہیں ہے اس لیے وہ برابر کا حصے دار ہے۔

جہاد کے فرض عین ہونے پر آثار و اقوال:

جہاد کے فرض کفایہ ہونے سے متعلق دلائل اثبات دعویٰ کیلئے واضح اور محکم نہیں، بلکہ ان میں کئی معانی کے احتمالات ہیں۔ اصول فقہ کا مشہور قاعدہ ہے کہ ”وَإِذَا جَاءَ الْاِحْتِمَالُ بَطَلَ الْاِسْتِدْلَالُ“ جب کسی بات میں کئی احتمال پیدا ہو جائیں تو استدلال وہاں باطل ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاد کے فرض عین ہونے پر قرآن و سنت اور اجماع امت سے مضبوط دلائل موجود ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۱۱] ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ﴾ [التوبة=۹: ۷۳+التحریم=۹: ۶۶]

”اے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو۔“

[۱۱۲] ﴿لَا تُكَلِّفُ إِلَّا نَفْسَكَ﴾ [النساء=۴: ۸۴]

”تو صرف اپنے آپ کا ذمہ دار ہے۔“

نبی ﷺ نے فرمایا:

[۱۱۳] «أُمِرْتُ أَنْ أَقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ

اللَّهِ.....»^{۵۶}

”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ توحید و رسالت کی گواہی دیں۔“

نیز نبی ﷺ نے فرمایا:

[۱۱۴] «الْجِهَادُ مَاضٍ مُنْذُ بَعَثَنِي اللَّهُ إِلَى أَنْ يُقَاتِلَ أَخِيْرُ أُمَّتِي الْمَسِيحَ الدَّجَالَ»^{۵۷}

”میری بعثت سے لے کر میری امت کے آخری شخص کے مسیح دجال سے جنگ کرنے تک

جہاد جاری رہے گا۔“

اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم کے عہد تک جہاد پوری امت پر فرض عین تھا۔ محققین کی ایک جماعت کا قول ہے کہ جہاد سب پر فرض عین ہے۔ مشہور تابعی سعید بن مسیب اور دیگر علماء کا قول یہی ہے۔^{۵۸}

۵۶ تخریج کے لئے دیکھئے، الرِّقْمُ المسلسل: ۱۳

۵۷ تخریج کے لئے دیکھئے، الرِّقْمُ المسلسل: ۶۶

◎ امام شوکانی اور ابن حزم رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں :

”وَالْجِهَادُ مِنْ أَكْدِ الْفَرَائِضِ وَاعْظَمُهَا“^{۵۹}

”جہاد تمام دینی فرائض میں سب سے زیادہ مؤکد اور عظیم ترین فریضہ ہے“

◎ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں :

”ثُمَّ بَعْدَ أَنْ شَرَعَ هَلْ فَرَضَ عَيْنٍ أَوْ كِفَايَةٍ قَوْلَانِ مَشْهُورَانِ لِلْعُلَمَاءِ هُمَا وَفِي مَذْهَبِ الشَّافِعِيِّ -“^{۶۰}

”یہ بات ثابت ہوگئی کہ اسلام میں جہاد ہے۔ اب اگلی قابل غور بات یہ ہے کہ آیا وہ

فرض عین ہے یا فرض کفایہ؟ یہ دونوں قول شافعیوں کے ہیں۔“

علماء اسلام کے اس میں دو مشہور قول ہیں :

پہلا موقف : جہاد فرض عین ہے ۔

دوسرا موقف : جہاد فرض کفایہ ہے ۔

امام ماوردی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جہاد مہاجرین پر فرض عین تھا۔ اسی لیے فتح مکہ سے قبل

تک ان پر ہجرت کرنا اور مدینہ پہنچ کر جہاد میں اہل اسلام کی مدد کرنا فرض عین تھا۔^{۶۱}

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جہاد انصار پر فرض عین تھا۔ اس کی تائید وہ دلیل کرتی ہے کہ

لیلة العقبة (یعنی جس رات رسول اللہ ﷺ نے چیدہ چیدہ انصار صحابہ سے سمع و طاعت کا عہد لیا

تھا مکہ کے قریب ایک گھاٹی میں) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے اپنی نصرت و حمایت کی

بیعت لی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا :

[۱۱۵] «تَعَالَوْا بَايِعُونِي عَلَى أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللَّهِ شَيْئًا.....»^{۶۲}

”آؤ! مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ کسی کو اللہ کے شریک نہیں ٹھہراؤ گے۔“

۵۹ ملاحظہ ہو: فتح القدیر للشوکانی: ۲/۳۶۳+المحلی لابن حزم: ۷/۲۹۱

۶۰ فتح الباری: ۶/۳۷۷

۶۱ دیکھئے سورۃ انفال آیت ۷۲-۷۴۔ نیز دیکھئے کتاب فضائل الصحابة: باب هجرة النبي ﷺ وأصحابه إلى المدينة،

الاحاديث: ۳۶۸-۳۷۰+صحیح مسلم=کتاب فضائل الصحابة: باب كم أقام النبي ﷺ الحديث: ۲۳۵۱

۶۲ صحیح البخاری=کتاب فضائل الصحابة: باب وفود الأنصار إلى النبي ﷺ بمكة وبيعة العقبة، الحديث:

۳۶۷۹+صحیح مسلم= کتاب الحدود: باب الحدود كفارات لأهلها۔ (یاد رہے مذکورہ بالا دونوں اقوال امام ماوردی اور امام

سہیلی کے فتح الباری: ۶/۳۷۷ میں ہیں)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ مزید کہتے ہیں: دونوں اماموں کے اقوال مع الدلائل سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جہاد مہاجرین اور انصار دونوں پر فرض عین تھا۔ صحیح ترین بات یہ ہے کہ جہاد ہر اس مسلمان پر فرض عین ہو جاتا تھا جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کیلئے منتخب کر لیتے یا نکلنے کا حکم فرما دیتے ہیں۔ (وہ انصاری ہوتا یا مہاجر) اگرچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود نہ بھی نکلتے۔“ ۶۳

© حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”وَالْتَحَقُّقُ أَيْضًا أَنَّ جِنْسَ جِهَادِ الْكُفَّارِ مُتَعَيِّنٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ“ ۶۴

”حقیقت یہی ہے کہ مطلقاً کافروں کے ساتھ جہاد کرنا ہر مسلمان پر فرض عین ہے۔“

کتاب الجہاد میں امام بخاری کے عنوانات سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کافروں کے ساتھ جہاد کے فرض عین ہونے کے قائل ہیں۔ چنانچہ ”بَابُ وَجُوبِ النَّفِيرِ وَمَا يَجِبُ مِنَ الْجِهَادِ وَالنِّيَّةِ“ (باب اس بارے میں کہ جہاد کیلئے نکل کھڑے ہونا واجب ہے نیز اس بات کا بیان کہ جہاد اور نیت جہاد کے تحت کیا کیا باتیں ضروری ہیں) کے تحت وہ ان آیات و احادیث کو پیش فرماتے ہیں جن کا مفہوم ہی یہ ہے کہ جہاد فرض عین ہے۔ جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۱۶] ﴿انْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ط﴾

[التوبة=۹: ۴۱]

”تم ہلکے ہو یا بھاری جہاد کیلئے نکل پڑو۔ اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کے راستہ میں جہاد کرو۔“

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۱۷] ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَالَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمْ انْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى

الْأَرْضِ ط أَرْضَيْتُمْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ ؕ﴾ [التوبة=۹: ۳۸]

”اے ایمان والو! کیا سبب ہے جب تمہیں اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلنے کو کہا جائے تو تم زمین پر ڈھیر ہو جاتے ہو؟ کیا تم آخرت (کی نعمتوں) کو چھوڑ کر دنیا کی زندگی پر خوش

ہو بیٹھے ہو؟“

اسی طرح نبی ﷺ نے فتح مکہ کے روز فرمایا:

[۱۱۸] «لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَلَكِنْ جِهَادٌ وَبَيَّةٌ وَإِذَا اسْتَنْفَرْتُمْ فَاَنْفِرُوا» ۶۵

”فتح مکہ کے بعد (مکہ سے) ہجرت کرنے کا حکم ختم ہو چکا ہے لیکن جہاد اور اس کی نیت

رکھنا اب بھی فرض اور واجب ہے اور جب تمہیں جہاد کیلئے نکالا جائے تو نکل پڑو۔“

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”اللہ کی راہ میں ہلکے ہو یا بھاری بہر صورت نکلو اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کے راستہ میں جہاد کرو۔“

◎ امام طبری رحمہ اللہ نے کہا:

”وَالَّذِي يَظْهَرُ أَنَّهَا مَخْصُوصَةٌ وَلَيْسَتْ بِمَنْسُوخَةٍ.....“ ۶۶

”صحیح اور ظاہر بات ہے کہ

[۱۱۹] «انْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا» [التوبة=۴۱:۹] اور

[۱۲۰] «يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَالَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمْ انْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ» [التوبة=

۳۸:۹] جیسی آیات منسوخ نہیں ہیں البتہ مخصوص ہیں۔“

◎ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وَالْتَحْقِيقُ أَنَّ لَا نَسْخَ بِلِ الرُّجُوعِ فِي الْآيَتَيْنِ إِلَى تَعْيِينِ الْإِمَامِ وَالِى الْحَاجَةِ إِلَى ذَالِكَ.“ ۶۷

”تحقیق بات یہ ہے کہ دونوں آیتوں میں امام اور خلیفہ وقت کے منتخب اور متعین کر دینے کے بعد کہ فلاں فلاں آدمی جہاد کیلئے نکل کھڑے ہوں حاجت و ضرورت کے پیش آنے کی شرائط کے بعد ان کو منسوخ سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔“

◎ امام محمد بن اسماعیل صنعانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

”الْحَدِيثُ دَلِيلٌ عَلَى وَجُوبِ الْجِهَادِ بِالنَّفْسِ وَهُوَ بِالْخُرُوجِ وَالْمُبَاشَرَةِ لِلْكَفَّارِ بِالْمَالِ وَهُوَ بَدَلُهُ لِمَا يَقُومُ بِهِ مِنَ النِّفَقَةِ فِي الْجِهَادِ وَالسَّلَاحِ وَنَحْوِهِ“ ۶۸

۶۵ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۵۹

۶۶ فتح الباری: ۶/۳۷۸

۶۷ فتح الباری: ۶/۳۷۸

۶۸ سُبُلُ السَّلَام: ۴/۸۲

حدیث رسول ﷺ [۱۲۱] «جَاهِدُوا الْمُشْرِكِينَ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَالسِّنْتِكُمْ» اس امر کی بے مثال دلیل ہے کہ جہاد بالنفس یعنی کفار کے ساتھ دو بدو جنگ اور جہاد بالمال یعنی میدان جہاد کے لئے اسلحہ وغیرہ کی ضروریات پر مال خرچ کرنا دونوں واجب اور فرض عین ہیں۔“

◎ امام نسائی اور امام ابو داؤد کا موقف:

حدیث کا ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے کہ محدثین اسلام کا مذہب حدیث پر عمل کرنا ہی تھا اور انہوں نے اپنے افکار و آراء کتب حدیث کے تراجم ابواب کی شکل میں مرتب کر کے امت کے سامنے پیش کر دیئے۔ امام نسائی نے کتاب الجہاد کا سب سے پہلا باب ”وجوب الجہاد“ قائم کیا ہے اور امام ابو داؤد نے کتاب الجہاد کا پہلا باب ”دوام الجہاد“ درج فرمایا ہے۔ حدیث کے دونوں اماموں نے مذکورہ ابواب کے ضمن میں وہ آیات و احادیث بیان کی ہیں جن سے جہاد کا فرض عین ہونا واضح ہوتا ہے۔ نیز فریضۂ جہاد کے ہمیشہ اور قیامت تک جاری و ساری رہنے کے احکام ثابت ہوتے ہیں۔ لامحالہ مذکورہ محدثین کا موقف اور عقیدہ بھی وہی ہے جو ذکر کردہ آیات و احادیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے، جس کو انہوں نے تراجم و ابواب کی صورت میں بیان کر دیا ہے۔^{۹۹}

فرضیت جہاد کے متعلق محدثین کرام کے اقوال کی یہ چند مثالیں ہیں۔ تفصیل کیلئے ان محدثین عظام کی کتب اور فقہ الحدیث کی مستند و معتبر تصنیفات کا مطالعہ کیجئے جنہوں نے اپنی تصنیفات میں ابواب و تراجم قائم فرمائے ہیں۔ مثلاً

- | | | | |
|---------------------|--------------|---------------------|---------------|
| (۱) بخاری | (۲) مسلم | (۳) ابو داؤد | (۴) ترمذی |
| (۵) نسائی | (۶) ابن ماجہ | (۷) المؤطا لِمَالِك | (۸) سنن دارمی |
| (۹) صحیح ابن حبان | (۱۰) دارقطنی | (۱۱) بیہقی | |
| (۱۲) صحیح ابن خزیمہ | وغیرہ۔ | | |

علاوہ ازیں فقہ الحدیث کی مستند و معتبر تصنیفات مثلاً:

- (۱۳) المنتقى مع النّیل: ۷/ ۲۱۹-۲۲۹
- (۱۴) والمحلى لابن حزم ۷/ ۲۹۱-۲۹۳
- (۱۵) سُبُل السّلام مع بلوغ المرام ۴/ ۸۱-۱۴۱

(۱۶) التَّلْخِصُ الحَبِير لابن حجر باب وجوب الجہاد ۴/ ۸۷-۹۶

◎ امام ابن قیم رحمہ اللہ رقمطراز ہیں :

”وَالْتَحْقِيقُ أَنَّ جِنْسَ الْجِهَادِ فَرَضٌ عَيْنٍ“ ۱۰

”حقیقت یہی ہے کہ جہاد فرض عین ہے۔“

نیز فرماتے ہیں :

”أَمَّا الْجِهَادُ بِالْمَالِ فَفِي وَجُوبِهِ قَوْلَانِ وَالصَّحِيحُ وَجُوبُهُ لِأَنَّ الْأَمْرَ بِالْجِهَادِ بِهِ وَبِالنَّفْسِ فِي الْقُرْآنِ سَوَاءٌ كَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: [۱۲۲] «انْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ» [التوبة=۹: ۴۱]..... إِلَى قَوْلِهِ: ثُمَّ أَعْلَمَهُمْ أَنَّ ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ“ ۱۱

”جہاد بالمال کے واجب ہونے میں دو قول ہیں۔ صحیح قول یہ ہے کہ وہ جہاد بالنفس کی طرح واجب ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جہاد بالمال اور جہاد بالنفس دونوں کا یکساں حکم فرمایا ہے اور درناک عذاب سے نجات، گناہوں کی مغفرت اور دخول جنت کیلئے دونوں قسم کے جہاد کو لازمی شرائط کے طور پر بیان فرمایا ہے۔ جبکہ یہ تینوں مقاصد ہر مومن کے لئے مقاصد حسنہ ہیں۔ ان کے حصول کے بغیر کامیابی و کامرانی سے ہمکنار ہونا ناممکن ہے۔“

الغرض کفار کے مقابلے میں جہاد بالمال اور جہاد بالنفس دونوں واجب اور فرض ہیں۔

◎ مشہور تابعی، محدث اور امام سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کا موقف :

”إِنَّهُ فَرَضُ عَيْنٍ وَقَالَ قَوْمٌ إِنَّهُ كَانَ فَرَضَ عَيْنٍ فِي رَمَنِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ“ ۱۲

”جہاد فرض عین ہے جبکہ کچھ لوگوں کا موقف ہے کہ جہاد عہد صحابہ میں فرض عین تھا۔“

◎ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

”يَجِبُ جِهَادُ الْكُفَّارِ وَاسْتِنْفَاذُ مَا بِيَدِهِمْ مِنْ بِلَادِ الْمُسْلِمِينَ وَأَسْرَاهُمْ وَ يَجِبُ عَلَى

الْمُسْلِمِينَ أَنْ يَكُونُوا يَدًا وَاحِدَةً عَلَى الْكُفَّارِ وَأَنْ يَجْتَمِعُوا وَيَقَاتِلُوا عَلَى طَاعَةِ اللَّهِ وَ

رَسُولِهِ وَ الْجِهَادِ فِي سَبِيلِهِ فَإِنَّ هَذَا مِنْ أَعْظَمِ أَصُولِ الْإِسْلَامِ وَ قَوَاعِدِ الْإِيمَانِ۔^۳
 ”کفار کے ساتھ جہاد کرنا اور ان کے قبضے سے مسلمانوں کے علاقوں اور قیدیوں کو آزاد کرانا واجب ہے۔ اسی طرح تمام مسلمانوں پر فرض اور واجب ہے کہ کفار کے مقابلے میں جسد واحد کی طرح متحد و متفق ہو جائیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں جہاد فی سبیل اللہ اور قتال بالکفار کے میدان میں سب کے سب جمع ہو جائیں۔ کیونکہ ”جہاد فی سبیل اللہ“ تمام اسلامی اصولوں کی بنیاد اور سب سے بڑا قاعدہ ہے۔“

فیصلہ کن بات:

◎ مجتہد امام قاضی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

”کفار کے ساتھ جہاد و قتال کرنا اور انہیں قبول اسلام، ادائیگی جزیہ یا قتل تین صورتوں میں سے ایک کے قبول کرنے پر مجبور کرنا دین کی اہم ضرورت (یعنی فرض عین) ہے۔ انہی مقاصد کے لیے انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے، کتابیں نازل کی گئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت سے وفات تک جہاد و قتال کو اپنا سب سے بڑا مقصود بنائے رکھا۔ قرآن و سنت کے بے شمار دلائل اس پر قائم ہیں۔ مسلمانوں کا اس بارے اجماع ہے کہ جو آیات و احادیث کفار کے ساتھ صلح و آشتی یا ان کے جنگ سے باز رہنے کی صورت میں جنگ نہ کرنے کے موضوع پر وارد ہوئی ہیں وہ سب منسوخ ہیں۔ ان کو منسوخ قرار دینے والی وہ آیات ہیں جن میں کفار کے ساتھ ہر حالت میں جہاد و قتال جاری رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، خواہ ان پر پوری طرح قابو پا لیا جائے یا وہ خود اپنے شہروں کی طرف واپس جانے لگیں۔“^۴

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا تجزیہ جہاد اسلامی کے تمام پہلوؤں پر ایک مدلل، محقق اور فیصلہ کن بات کا درجہ رکھتا ہے اور قرآن و سنت کا گہرا مطالعہ کر نیوالوں پر یہ امر مخفی نہ ہو گا کہ جہاد واقعہ اسلام کے مقاصد میں سے سب سے بڑا مقصد ہے جس سے اللہ رب العزت کی حاکمیت اعلیٰ کے راستے ہموار ہوتے ہیں۔

◎ عظیم فقیہ امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”اتَّفَقُوا أَنَّ دِفَاعَ الْمُشْرِكِينَ وَ أَهْلِ الْكُفْرِ عَلَى بَيْضَةِ أَهْلِ الْإِسْلَامِ وَ قُرَاهُمْ وَ

حُصُونَهُمْ وَ حَرُمِيَهُمْ إِذَا نَزَلُوا عَلَى الْمُسْلِمِينَ فَرَضٌ عَلَى الْأَحْرَارِ الْبَالِغِينَ الْمُطِيقِينَ۔“ ۷۵

”جملہ علماء اسلام کا اس امر پر اتفاق و اجماع ہے کہ مشرکین و کفار جب مسلمانوں پر حملہ آور ہوں تو اپنے مرکز، اپنی بستیوں، اپنے قلعوں اور عزتوں کے دفاع میں حملہ آوروں کے خلاف جہاد و قتال کرنا تمام آزاد، بالغ اور صاحب استطاعت مسلمانوں پر فرض اور واجب ہوتا ہے۔“

© شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں :

”إِعْلَمُ أَنَّ أَتَمَّ الشَّرَائِعِ وَأَكْمَلَ النَّوَائِيسِ هُوَ الشَّرْعُ الَّذِي يُؤَمِّرُ فِيهِ بِالْجِهَادِ.....“ ۷۶

”یاد رہے کہ کامل اور اکمل ترین شریعت اور مکمل ترین ناموس الہی ایک ایسی شریعت اور قانون ہی ہو سکتا ہے جس میں جہاد کا حکم ہو۔“

کیونکہ جہاد فی سبیل اللہ دین حق کو غالب کرنے اور کفر کی قوت کو توڑنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ جب تک کفر کی گردن نہ توڑی جائے اس وقت تک اسلام کا غلبہ بعید از قیاس ہے۔ وجوب جہاد اور اس کی فرضیت عینیہ کے موضوع پر حوالہ جات مذکورہ کے علاوہ درج ذیل حوالہ جات بھی ملاحظہ ہوں:

المنتقى لابن الجارود باب في دوام الجهاد الى يوم القيامة: ۳۴۳

مشکوٰۃ المصابيح مع شرح الطيبي: ۷/ ۲۶۲-۳۱۳

جمع الفوائد من جامع الأصول و مجمع الزوائد للمغربی: ۲/ ۱۳-۱۶: باب وجوب الجهاد

التلخيص الحبير لابن حجر: باب وجوب الجهاد: ۴/ ۸۷-۹۶

نيل الأوطار للشوكاني: ۴/ ۲۱۹-۲۲۶

زاد المعاد لابن قيم: ۲/ ۱۰۶-۱۱۴

حجة الله البالغة للشاه دهلوی: ۲/ ۱۷۰-۱۷۸

((..... ❀❀❀❀❀.....))

باب ۲:

جہاد فرض عین ہے یا فرض کفایہ؟

فرض عین ہونے کے مستقل اسباب

جہاد کے فرض عین ہونے کے کچھ مستقل اسباب ہیں اور کچھ عارضی اسباب۔ اس باب میں پہلے مستقل اسباب کا تذکرہ ہو گا اور بعد میں عارضی اسباب حوالہ قلم و قرطاس کئے جائیں گے۔ (إِنْ شَاءَ اللَّهُ)

۱۔ فتنہ اور غلبہ دین:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۲۳] ﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةً وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ ۖ فَإِنْ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ ۝﴾ [البقرة: ۲: ۱۹۳]

”کافروں اور مشرکوں سے لڑائی کرو یہاں تک کہ فتنہ (کفر و شرک) ختم ہو جائے اور زمین پر دین صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا ہی رہے۔ تاہم اگر وہ باز آ جائیں تو پھر ظالموں کے علاوہ ہماری کسی سے کوئی دشمنی نہیں۔“

[۱۲۴] ﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةً وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ ۖ فَإِنْ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝﴾ [الأنفال = ۸: ۳۹]

”کافروں اور مشرکوں سے جنگ جاری رکھو یہاں تک کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے، سارے کا سارا دین اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہو جائے۔ تاہم اگر وہ باز آ جائیں (تو ٹھیک ہے)۔ بے شک اللہ تعالیٰ جو وہ عمل کرتے ہیں اس کو دیکھنے والا ہے۔“

نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

[۱۲۵] « أَمَرْتُ أَنْ أَقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ

اللَّهُ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ ، وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ ، فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ

إِلَّا بِحَقِّ الْإِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ ۝۱

”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمام لوگوں سے جنگ کروں یہاں تک وہ اللہ تعالیٰ کے الہ واحد ہونے اور محمد ﷺ کے رسول ہونے کی گواہی دیں، نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں۔ چنانچہ جب وہ ایسا کرنے لگیں گے تو ان کے خون اور مال مجھ سے محفوظ ہو جائیں گے مگر کسی اسلامی حق کی وجہ سے (ان کا خون بہایا جاسکتا ہے)۔ جبکہ ان کا باقی (اندرون خانہ) معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔“

مذکورہ آیات نیز بخاری و مسلم کی صحیح حدیث اور انکی ہم معنی بہت ساری آیات و احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاد اور قتال جاری رہے گا اور ہر عاقل و بالغ مسلمان پر اس فریضہ کی ادائیگی حتمی طور پر لازم ہے جب تک فتنہ (شرک و فساد اور مسلمانوں پر ظلم و ستم) باقی ہے اور پوری دنیا میں دین اسلام صرف اللہ تعالیٰ کیلئے خالص نہیں ہو جاتا اور کرۂ ارض کے تمام باشندگان توحید و رسالت کی شہادت نہیں دیتے۔

◎ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وَإِذَا كَانَ أَصْلُ الْقِتَالِ الْمَشْرُوعِ هُوَ الْجِهَادُ وَ مَقْصُودُهُ هُوَ أَنْ يَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ وَ أَنْ تَكُونَ كَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا فَمَنْ اِمْتَنَعَ مِنْ هَذَا قُوتِلَ بِاتِّفَاقِ الْمُسْلِمِينَ ۝۲“

”جب حقیقت یہ ہے کہ شریعت میں قتال کی بنیاد جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ اس کا مقصد فقط یہ ہے کہ تمام دین اللہ کیلئے خالص ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کا کلمہ ہی سر بلند ہو جائے۔ تو جو شخص بھی اس سے پیچھے اور باز رہے گا تو مسلمانوں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اس کے ساتھ قتال کرنا ضروری ہوگا۔“

۲۔ جب دشمن سے آ منسا منا ہو جائے:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۲۶] ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحَفًا فَلَا تُولُوهُمْ الْأَدْبَارَ ۝۱۷ مَنْ يُؤَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَىٰ فِتْنَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ وَ مَا لَهُمْ جَهَنَّمُ ۝۱۸ وَ بئْسَ الْمَصِيرُ ۝۱۹﴾ [الأنفال = ۱۵: ۱۶]

”اے ایمان والو! جب تم کفار کے لشکر سے ٹکراؤ تو ان سے پیٹھ پھیر کر مت بھاگو اور جو کوئی اس دن پیٹھ پھیر کر بھاگے گا — ماسوائے اس کے جوڑائی کی خاطر پینترا بدلے یا دوسری جماعت

میں جگہ بنائے — تو یقیناً وہ اللہ کا غضب لے کر لوٹے گا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے جو لوٹنے کی بہت بری جگہ ہے۔“

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۱۲۷] ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ [الأنفال = ۸: ۴۵]

”اے ایمان والو! جب (کفار کی) کسی جماعت سے تمہاری مڈبھیڑ ہو تو ثابت قدم رہو اور کثرت کے ساتھ اللہ کو یاد کرتے رہو تا کہ تم کا میابی حاصل کرو۔“

مذکورہ تینوں آیات غزوہ بدر پر تبصرہ کے طور پر ہیں۔ لیکن یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ احکام سبب نزول کے ساتھ خاص نہیں بلکہ عام ہوتے ہیں۔ مزید برآں آیات کا سیاق و سباق اور کلمات کا عموم بھی یہی بتا رہا ہے کہ یہ حکم عام ہے۔ مثلاً:

[۱۲۸] ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحَفًا فَلَا تُولُوهُمُ الْآدْبَارَ﴾ [الأنفال = ۸: ۴۵]

[۱۲۹] — [۱۳۰] ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ [الأنفال = ۸: ۴۵] ان آیات کی تفسیر میں وارد صحیحین کی متفق علیہ حدیث بھی واضح کرتی ہے کہ یہ حکم عام ہے۔ وہ حدیث جس میں میدان جنگ سے راہ فرار اختیار کرنے کو تباہ کر دینے والے کبیرہ گناہوں میں شامل کیا گیا ہے۔ لہذا اس سے معلوم ہوا کہ مذکورہ بالا احکام صرف جنگ بدر کے لیے خاص نہیں بلکہ قیامت تک کے لیے جاری و ساری ہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۱۳۰] ﴿اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ - قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَمَا هُنَّ؟ قَالَ: الشِّرْكُ بِاللَّهِ وَ

السِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، وَ أَكْلُ الرِّبَا وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ وَ التَّوَلَّى

يَوْمَ الرِّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ﴾ ۳

”سات مہلک اشیاء سے بچو۔ پوچھا گیا وہ کیا ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

① اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بنانا۔

② جادو کرنا۔

③ ناحق قتل کرنا۔

۴) سود خوری۔

۵) یتیم کا مال ہڑپ کرنا۔

۶) میدان جہاد سے پیٹھ دکھاتے ہوئے بھاگنا۔

۷) پاکدامن بھولی بھالی اور ایمان دار عورتوں پر برائی کی تہمت لگانا۔“

حدیث بالا اس بات پر واضح دلیل ہے کہ آیات کا حکم قیامت تک عام ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے مذکورہ حدیث کی تائید میں بہت ساری صحیح روایات ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ میدان جنگ و قتال میں موجود مسلمانوں پر جنگ کرنا فرض عین ہے اور میدان جہاد سے فرار اختیار کرنا حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔ تمام اہل اسلام، جمہور محدثین عظام اور آئمہ کرام کا یہی موقف اور عقیدہ ہے۔

◎ عظیم مفسر قرآن علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”امام مالک، امام شافعی اور اکثر علماء اسلام کا یہی مذہب ہے“ ۵

اللہ تعالیٰ سورۃ الانفال کی آیت نمبر: ۴۵ میں اپنے بندوں کو دشمن سے آمنا سامنا اور دو بدو لڑائی کے وقت جنگ کے آداب بتا رہے ہیں اور شجاعت و بہادری کی تعلیم دے رہے ہیں۔ بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث میں رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کو جنگ کے لیے ابھارتے ہوئے فرماتے ہیں:

[۱۳۱] «إِيَّهَا النَّاسُ لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ وَاسْتَلُوا اللَّهَ الْعَافِيَةَ فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاصْبِرُوا

وَاعْلَمُوا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلِّالِ الشُّيُوفِ» ۵

”اے لوگو! دشمن سے ٹکرائی اور خود آرزو نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کیا کرو۔ لیکن

جب دشمنان دین حق سے ٹکراؤ اور کشمکش ہو جائے (اور تم بالمقابل کھڑے ہو جاؤ) تو پھر میدان

جنگ میں خوب جم کر لڑو اور یہ یاد رکھو کہ اللہ کی جنت تلواروں کی چھاؤں میں ہے۔“

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے خلاف لڑتے ہوئے جم کر لڑنے اور خوب دلیری اور بہادری سے ڈٹے رہنے کا حکم فرمایا ہے۔ اسی طرح میدان جنگ سے بھاگنے، پیٹھ دکھانے، بزدلی اور کمزوری دکھانے کو حرام و ممنوع قرار دیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ”وَادْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا“ سے ہمہ وقت اپنی یاد تازہ رکھنے کی ہدایت کی۔ کیونکہ فتح و نصرت اور فوز و فلاح کا بہت بڑا بلکہ سب سے بڑا وسیلہ ذکر الہی ہی ہے۔

۵ تفسیر ابن کثیر: ۳۲۵/۲ + ۳۲۷ + تفسیر القرطبی: ۷/۲۴۲

۵ صحیح البخاری = کتاب الجہاد : باب لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ، الحدیث: ۲۸۶۱ + صحیح مسلم = کتاب الجہاد والسیر:

باب كراهة تَقَنُّي لِقَاءِ الْعَدُوِّ وَالْأَمْرُ بِالصَّبْرِ عِنْدَ اللِّقَاءِ، الحديث: ۱۷۴۲

◎ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اور دیگر مفسرین کرام رقمطراز ہیں:

رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی مثال ہمارے سامنے ہے کہ شجاعت، بہادری اور میدان قتال میں ثابت قدمی کے بارے انہوں نے وہ تاریخ رقم کی ہے جس کی نظیر قرون اولیٰ میں ملنا ممکن نہیں۔ انہوں نے جہاد فی سبیل اللہ اور اطاعت رسول اللہ ﷺ کے ثمرات و برکات سے نہایت قلیل مدت میں مشرق و مغرب کے طاقتور ممالک اور ان کے باشندگان کے دل فتح کر لیے۔ حالانکہ کرہ ارضی کی بے شمار افواج کے مقابلہ میں انکی تعداد انتہائی قلیل تھی۔ حتیٰ کہ روم و ایران، ترکی، مصر، سوڈان، اریٹریا اور شمالی افریقہ کے بے شمار باشندے حلقہ گروش اسلام ہو گئے اور دین اسلام تمام ادیان عالم پر غالب آ گیا۔ ۱ [۱۳۲] ﴿رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ﴾ [المائدہ: ۵=۱۱۹]

۳۔ جب جہاد کے لیے سب کو نکلنے کا حکم مل جائے:

اس بات پر بھی تمام مسلمانوں کا اجماع اور اتفاق ہے کہ جس طرح کفار سے آمنا سامنا اور ٹڈ بھڑ ہو جانے پر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب جہاد کیلئے نکل پڑنے اور اٹھ کھڑے ہونے کا حکم ہو جائے تو اس وقت بھی ہر مسلمان پر ”جہاد فی سبیل اللہ“ فرض عین ہو جاتا ہے۔ کوئی شخص کسی دوسرے کی شمولیت سے اپنی ذمہ داری سے سبکدوش نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ یہ حکم قرآن و سنت کے بہت سارے دلائل سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۳۳] ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَالَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمْ أَنْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَتَأْخُذْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ ط أَرْضَيْتُمْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ ۝﴾ [التوبة: ۹=۳۸]

”اے ایمان والو! کیا سبب ہے کہ جب تمہیں کہا جائے کہ اللہ کی راہ میں (جہاد کے لئے) نکل کھڑے ہو تو تم زمین پر بھاری ہو جاتے ہو؟ کیا تم آخرت کے مقابلہ میں دنیاوی زندگانی پر خوش ہو بیٹھے ہو؟ تو سنو! آخرت کے مقابلہ میں دنیاوی ساز و سامان بہت ہی قلیل ہے۔“

مذکورہ بالا آیت کو بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

[۱۳۴] «لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَلَكِنْ جِهَادٌ وَبَيَّةٌ وَإِذَا اسْتَنْفَرْتُمْ فَاَنْفِرُوا» ۷

”فتح مکہ کے بعد (مکہ سے) ہجرت نہیں لیکن جہاد فی سبیل اللہ اور اس کا عزم وارادہ ہمیشہ واجب اور لازم ہے اور جب تمہیں جہاد کیلئے نکلنے کو کہا جائے تو نکل کھڑے ہو۔“

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے بحوالہ تفسیر طبری اس آیت کے ضمن میں ذکر کیا ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ سے جو مروی ہے کہ مندرجہ ذیل تینوں آیات منسوخ ہیں:

[۱۳۵] ﴿مَالِكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمْ أَنْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ [التوبة=۹: ۳۸]

”اے مسلمانو! کیا سبب ہے کہ جب تمہیں جہاد کیلئے نکل کھڑے ہونے کا کہا جاتا ہے.....“

اور آیت [۱۳۶] ﴿انْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا﴾ [التوبة=۹: ۴۱]

”بلکہ ہو یا بھاری ہر حالت میں جہاد کیلئے اللہ کی راہ میں نکلو.....“

نیز آیت [۱۳۷] ﴿مَا كَانَ لِلْأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ﴾ [التوبة=۹: ۱۲۰]

”اہل مدینہ اور آس پاس کے دیہاتیوں کیلئے جائز نہیں کہ وہ ”جہاد فی سبیل اللہ“ میں اللہ کے رسول سے پیچھے رہ جائیں.....“

(سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ مذکورہ بالا تینوں آیات اس مندرجہ ذیل آیت سے منسوخ

ہو گئی ہیں:

[۱۳۸] ﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً ط﴾ [التوبة=۹: ۱۲۲]

(یہ مناسب نہیں کہ تمام مؤمنین جہاد کیلئے پورے کے پورے نکل کھڑے ہوں۔“

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول انتہائی ضعیف اور ناقابل قبول ہے۔ کیونکہ مذکورہ بالا تینوں آیات جن میں جہاد کے فرض عین ہونے کی وضاحت ہے اس حالت پر فٹ ہوتی ہیں کہ جب مومنوں کو رسول اللہ ﷺ جہاد کے لیے طلب کریں تو سب نکل کھڑے ہوں۔ چنانچہ طلب کیے جانے کے بعد ”تَخَلَّفَ عَنِ الْجِهَادِ“ (جہاد سے پیچھے بیٹھ رہنے) کی کوئی گنجائش نہیں رہتی اور اس صورت میں فریضہ جہاد سے پیچھے رہنے والا اللہ کے عذاب اور پکڑ کا مستحق ٹھہرے گا۔^۵ (وَاللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى أَعْلَمُ بِالْأَصَوَابِ)

۴۔ جب دشمن حملہ آور ہو جائیں نیز قریب ترین کافروں کی سرکوبی:

جب دین اسلام کے دشمن کفار و مشرکین مسلمانوں کے کسی شہر یا علاقہ پر حملہ آور ہوں تو تمام اہل

شہر اور قریب سے قریب تر مسلمانوں پر اسکے دفاع کیلئے قتال کرنا فرض عین ہو جاتا ہے۔ پہلی تینوں صورتوں کی طرح اس حالت میں بھی جہاد کے فرض عین ہونے پر مسلمانوں کا اجماع و اتفاق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۳۹] ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ وَلِيَجِدُوا فِيكُمْ

غُلَّةً ۖ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ۝﴾ [التوبة = ۱۲۳: ۹]

”اے ایمان والو! اپنے آس پاس والے کفار سے قتال کرو (ایسا قتال کہ) وہ تمہارے اندر خوب بہادری کا احساس کر لیں اور یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ پر ہیزگاروں کے ساتھ ہے۔“

آیت مذکورہ بالا میں کافروں کے خلاف جنگ کی ترتیب سمجھائی گئی ہے کہ مومنوں کو ”الْأَقْرَبُ فَلْأَقْرَبُ“ (قریب سے قریب تر) کا اصول ملحوظ نظر رکھتے ہوئے قتال کی ابتداء زیادہ قریب رہنے والوں سے کرنی چاہئے، پھر بالترتیب قتال جاری رکھتے ہوئے اس ٹارگٹ کو حاصل کرنا چاہئے جو درج ذیل آیت میں مذکور ہے:

[۱۴۰] ﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةً وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ ۚ﴾ [الأنفال = ۳۹: ۸]

”کفار سے قتال کرتے رہو یہاں تک کہ کوئی فتنہ (شرک و فساد اور مسلمانوں کی ایذا رسانی کا) باقی نہ رہے اور تمام دین خالص اللہ کے لیے ہو جائے۔“

اس آیت سے یہ ٹارگٹ معلوم ہو رہا ہے کہ اللہ کی زمین پر اللہ کے دین کو غالب کرنے تک جنگ جاری رکھنی چاہئے۔ اس آیت سے یہ معنی نکالنا کہ جب دشمن حملہ کرتے ہوئے تمہارے قریب آجائے تو صرف اور صرف دفاعی صورت میں قتال کرو یہ معنی بعید از قیاس ہے بلکہ تحریف معنوی ہے اور اس من گھڑت اصطلاح پر قرآن و سنت سے کوئی دلیل پیش نہیں کی جاسکتی۔ بلکہ جہاد کے فرض عین ہونے پر چمکتے ہوئے سورج کی طرح روشن دلیل:

[۱۴۱] ﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةً﴾ [الأنفال = ۳۹: ۸] ہے۔

اس آیت میں بیان کیے گئے جہاد کے اہداف و مقاصد کے حصول کی ترتیب ہی سورۃ التوبہ کی آیت نمبر: ۱۲۳ میں پیش کی گئی ہے کہ جہاد کے مقاصد کے حصول میں ترتیب کو ملحوظ رکھتے ہوئے پہلے قریبی کافر سے پھر دور کے کافر سے قتال جاری رکھو۔

◎ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے مومنین کو کفار کے ساتھ ”الْأَقْرَبُ فَلَا أَقْرَبُ“ کی ترتیب سے قتال جاری رکھنے کا حکم فرمایا ہے۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جزیرہ عرب کے مشرکین سے قتال کا آغاز کیا اور اس کو مکمل فتح کر لینے کے بعد اہل کتاب رومیوں سے جنگ شروع کی جو جزیرہ عرب کے قریب تر آباد تھے۔ پھر آپ کے بعد آپ کے خلیفہ اول ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے روم و ایران کے ساتھ جہاد اور قتال جاری رکھا حتیٰ کہ قیصر و کسریٰ کی طاقتور پرانی سلطنتوں کو تاخت و تاراج کر کے (یعنی ان کے تحت و تاج کو گرا کر) کلمۃ اللہ کو سر بلند اور کفر و شرک کو سرنگوں کیا، ان کے خزانے اللہ کی راہ میں خرچ کیے۔ پھر فتح و نصرت کی تکمیل آپ کے وصی (وصیت کردہ) اور ولی عہد فاروق اعظم کے دست حق پرست پر ہوئی اور قیصر و کسریٰ کے خزانوں پر قبضہ کی وہ بشارتیں پوری ہوئیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھیں۔^۹

جہاد کا تسلسل اور ترتیب نبویؐ:

سیدنا نافع بن عقبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

[۱۴۲] «تَغْزُونَ جَزِيرَةَ الْعَرَبِ فَيَفْتَحُهَا اللَّهُ ثُمَّ فَارِسَ فَيَفْتَحُهَا اللَّهُ ثُمَّ تَغْزُونَ الرُّومَ فَيَفْتَحُهَا اللَّهُ ثُمَّ تَغْزُونَ الدَّجَالَ فَيَفْتَحُهَا اللَّهُ»^{۱۰}

”(اے مسلمانو!) تم پہلے اہل جزیرہ عرب کے ساتھ جنگ کرو گے جس کو اللہ تعالیٰ تمہارے لیے فتح کر دے گا۔ پھر تم فارس (ایران) سے جنگ کرو گے، اللہ اس کو تمہارے لیے فتح کر دے گا۔ پھر تم روم کے ساتھ جنگ کرو گے، تو اللہ اس کو بھی فتح کر دے گا۔ پھر تم دجال کے ساتھ جنگ کرو گے، اللہ اس کو بھی فتح کر دے گا۔“

گویا دنیا کے چار بڑے بڑے مجرموں کے ساتھ تمہاری جنگ ہوگی، تم ان کے ساتھ غزوہ کرو گے اور تائید الہی کے ساتھ فتح یاب ہو جاؤ گے۔ اس حدیث سے ”الْأَقْرَبُ فَلَا أَقْرَبُ“ یعنی قریب سے قریب تر اور قریب تر سے قریب ترین والے کفار و مشرکین کے ساتھ غزوہ اور قتال کرنے کا ثبوت واضح ہو رہا ہے۔ پھر فتح و نصرت کے مراحل طے کر کے کلمۃ اللہ کی سر بلندی، اللہ کی زمین پر اللہ کی حاکمیت

۹ صحیح مسلم = کتاب الفتن و أشراف السَّاعَةِ : باب ما يكون من فتوحات المسلمين قبل الدَّجَالِ، الحديث: ۲۹۰۰ و باب لا تقوم السَّاعَةُ حَتَّى يَمُرَّ الرَّجُلُ بِقَبْرِ الرَّجُلِ فَيَتَمَنَّى أَنْ يَكُونَ مَكَانَ الْمَيِّتِ مِنَ الْبَلَاءِ ، الحديث:

۲۹۱۸، ۲۹۱۹ + مشكوة = كتاب الفتن : باب الملاحم الحديث: ۵۴۱۰، ۵۴۳۰ + نيز دیکھئے = تفسير ابن كثير: ۴۴۱/۲

۱۰ صحیح مسلم = کتاب الفتن و أشراف السَّاعَةِ : باب ما يكون من فتوحات المسلمين قبل الدَّجَالِ، الحديث: ۲۹۰۰
Free downloading facility of Videos Audios & Books for DAWAH purpose only, From Islamic Research Centre Rawalpindi

اور قیصر و کسریٰ کے خزانوں کو فی سبیل اللہ تقسیم کرنے کا علم حاصل ہوتا ہے جن کی بشارتیں رسول اللہ ﷺ نے دی ہیں۔ جیسا کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

[۱۴۳] «هَلَكَ كِسْرَى ثُمَّ لَا يَكُونُ كِسْرَى بَعْدَهُ۔ وَ قَيْصَرٌ لَيْهْلَكَنَّ ثُمَّ لَا يَكُونُ

قَيْصَرٌ بَعْدَهُ وَ لَتُقْسَمَنَّ كُنُوزُهُمَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ»۔ ((وَسَمَّى الْحَرْبَ خُدْعَةً)) ۱۱

”کسریٰ ہلاک ہوگا، پھر اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا۔ قیصر ہلاک ہو جائے گا، پھر اس کے

بعد کوئی قیصر نہیں ہوگا۔ ان کے خزانے اللہ تعالیٰ کی راہ میں تقسیم ہوں گے اور نبی ﷺ نے جنگ کو

دھوکہ دہی کا نام دیا ہے۔“

لیکن یہ مذکورہ چاروں چوٹی کے مجرم تم پر اکٹھے ہو کر حملہ آور ہو گئے اور وہ تمہارے قریب ہوتے جائیں گے اور تم بے بسی میں صرف دفاعی قتال کیلئے مجبور ہو جاؤ گے، حدیث کے کسی لفظ اور جملے سے اس کا اشارہ تک نہیں ملتا۔

اگر یہ دشمن کے حملے کے جواب میں دفاعی قتال ہوتا تو ”ہلاک ہوگا“۔ ”وہ البتہ ضرور ہلاک ہوگا“۔ ”تم ان کے خزانوں کو اللہ کے راستے میں تقسیم کرو گے“ جیسے جملوں اور فقرات کو رسول اللہ ﷺ کے معجزات اور بشارتوں کا درجہ دینا نہایت بعید از قیاس اور اچنبھے کی باتیں ہیں۔

◎ امام نووی رحمہ اللہ شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں:

”هَذَا الْحَدِيثُ فِيهِ مُعْجَزَاتُ الرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ“ ۱۲

”اس حدیث میں رسول اللہ کے متعدد معجزات بیان ہوئے ہیں۔ (یعنی فتح جزیرہ عرب، فتح

فارس، فتح روم، فتح دجال) وَلِلَّهِ الْحَمْد

گذشتہ بحث سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ فتنہ و فساد کا خاتمہ اور اللہ کی زمین پر اللہ کے دین کا نفاذ جہاد کے اصل مقاصد ہیں جن کے حصول تک جہاد جاری رکھنے کیلئے نبی ﷺ کی امت کا ہر فرد ذمہ دار اور پابند ہے اور اکثر فرائض اسلامیہ کی طرح فریضہ جہاد بھی فرض عین ہے۔

جہاد کے فرض عین ہونے کے لیے جن حالات و اسباب کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا جا چکا ہے۔ ان کی موجودگی میں جہاد کے فرض عین ہونے پر پوری امت مسلمہ کا اجماع اور اتفاق ہے۔ چنانچہ مشتبہ از

۱۱ صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب الحرب خدعة، الحدیث: ۲۸۶۴ + صحیح مسلم = کتاب الفتن وأشرار الساعة:

باب لا تقوم الساعة حتى يمُرَّ الرَّجُلُ بِقَبْرِ الرَّجُلِ فَيَتَمَنَّى أَنْ يَكُونَ مَكَانَ الْمَيِّتِ مِنَ الْبَلَاءِ، الحدیث: ۲۹۱۸

۱۲ شرح النووی علی المسلم: ۲/۳۹۳

خروارے (یعنی مثال) کے طور پر نمونہ کے چند حوالہ جات تحریر کیے جاتے ہیں۔

محدثین اور فقہاء کی گواہی

◎ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت:

عظیم محدث امام ابو بکر احمد بن الحسین بن علی بیہقی اپنی مشہور تصنیف ”السُّنَنُ الْكُبْرَى“ کتاب السَّيْرِ کے ضمن میں ”بَابُ مَنْ يُبْدَأُ بِجِهَادِهِ مِنَ الْمُشْرِكِينَ“ قائم کر کے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے آیت [۱۴۴] ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ.....﴾ [التوبة = ۹: ۱۲۳] کی تشریح میں رقمطراز ہیں:

”اگر قریب ترین کی بجائے دور والا دشمن زیادہ خطرناک ہو تو امیر اور خلیفہ پر لازم ہے کہ خطرناک دشمن کے ساتھ قتال جاری کرے اگرچہ وہ بعید تر ہو۔ کیونکہ یہ حاجت اور ضرورت کی بنیاد پر ہے (جس کا پورا کرنا بہر حال لازم ہے۔) جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قبیلہ بنی مصلط کے سردار حارث بن ابی ضرار کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ آپ کے خلاف فوج کشی کا ارادہ رکھتا ہے تو آپ نے بنی مصلط پر پیشگی حملہ کرتے ہوئے ان پر شب خون مارا، جبکہ وہ بے خبر تھے۔ انکے لڑنے والوں کو قتل کر دیا اور بچوں اور عورتوں کو قیدی بنالیا۔ حالانکہ ان سے قریب تر دشمن موجود تھے۔“

بعد ازاں امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرا باب ”أَمْرُ دَفْعِ الْعَدُوِّ قَبْلَ انْتِيَابِهِ“ قائم کر کے غزوہ احزاب کی حدیث ذکر فرمائی اور باب کے عنوان سے فقہ الحدیث کی طرف اشارہ فرمایا کہ دشمن کے حملہ آور ہونے کی معلومات پر اس کی پیشگی مدافعت امام اور جملہ مسلمانوں پر فرض اور واجب ہو جاتی ہے۔^{۱۳}

◎ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت:

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری شرح صحیح البخاری میں امام خطابی اور دیگر محدثین سے نقل کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

”وَبَقِيَ فَرَضُ الْجِهَادِ وَالنِّيَّةِ عَلَى مَنْ قَامَ بِهِ أَوْ نَزَلَ بِهِ عُدُوٌّ.....“^{۱۴}

”میدان قتال میں جو شخص حاضر ہو اور جس پر دشمن حملہ آور ہو، دونوں پر جہاد فرض عین ہوتا

ہے۔“ مزید فرماتے ہیں:

”وَفِي الْحَدِيثِ بَشَارَةٌ بِأَنَّ مَكَّةَ تَبْقَى دَارَ الْإِسْلَامِ أَبَدًا وَفِيهِ وَجُوبُ تَعْيِينِ الْخُرُوجِ عَلَى مَنْ عَيْنَهُ الْإِمَامُ وَأَنَّ الْأَعْمَالَ تُعْتَبَرُ بِالنِّيَّاتِ.“ ۱۵

”اس حدیث میں اس امر کی بشارت ہے کہ مکہ ہمیشہ کے لیے دارالاسلام رہے گا، (اس سے ہجرت کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے گی) اس حدیث سے امام کے طلب کرنے پر جہاد کے لیے نکلنے کا فرض عین ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تمام اعمال کا اعتبار نیت و ارادہ کے مطابق ہوتا ہے۔“

مزید فرماتے ہیں:

”الْحَالُ الثَّانِي: بَعْدَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ فَرَضُ كِفَايَةِ عَلَى الْمَشْهُورِ إِلَّا أَنْ تَدْعُو الْحَاجَةَ إِلَيْهِ كَأَنْ يُدْهِمَ الْعَدُوُّ وَيَتَعَيَّنُ عَلَى مَنْ عَيْنَهُ الْإِمَامُ.....“ ۱۶

”(جہاد کی پہلی حالت عہد نبی ﷺ میں تھی۔ صحیح بات یہی ہے کہ اس عہد میں جہاد مہاجرین و انصار دونوں پر فرض عین تھا۔) دوسری حالت عہد نبوت کے بعد کی ہے۔ مشہور قول کے مطابق اس عہد میں جہاد فرض کفایہ ہے (یہ بات مشہور قول کے مطابق تو ہے لیکن اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع نہیں ہوا) لیکن جب جہاد کی ضرورت پیش آجائے مثلاً دشمن حملہ آور ہو یا جہاد کے لیے امام طلب کر لے تو ان صورتوں میں فرض عین ہے۔“

◎ امام عبداللہ بن احمد مقدسی رحمہ اللہ پر رقمطراز ہیں:

”وَهُوَ فَرَضُ كِفَايَةٍ إِذَا قَامَ بِهِ مَنْ يَكْفِي سَقَطَ عَنِ الْبَاقِينَ وَ يَتَعَيَّنُ عَلَى مَنْ حَضَرَ الصَّفَّ أَوْ حَصَرَ الْعَدُوُّ بَلَدَةً.“ ۱۷

”جہاد فرض کفایہ ہے۔ جب لڑنے والے مجاہدین ضرورت پوری کر رہے ہوں تو باقیوں کے ذمے سے ساقط ہو جائے گا۔ لیکن وہ شخص جو جہاد کی صف میں موجود ہو اور وہ شخص جس کے شہر کا دشمن محاصرہ کر لے دونوں پر جہاد کرنا فرض عین ہو جاتا ہے۔“

۱۵ فتح الباری ۶: ۳۷۹

۱۶ فتح الباری ۶: ۳۷۷ + مراتب الإجماع لابن حزم: ۱۱۹ + المحلی لابن حزم: ۷/۲۹۱

۱۷ العمدۃ فی فقہ الإمام أحمد بن حنبل: ۴۹۳

◎ امام شوکانی رحمہ اللہ کی توضیح :

امام شوکانی رحمہ اللہ تیرہویں صدی ہجری کے مجتہد اور امام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہوئے اسکی تائید میں فرماتے ہیں:

”وَأَمَّا بَعْدَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ فَرَضُ كِفَايَةٍ عَلَى الْمَشْهُورِ إِلَّا أَنْ تَدْعُو الْحَاجَةَ كَأَنْ يُدْهِمَ الْعَدُوَّ وَ يَتَّعِينَ عَلَى مَنْ عَيْنَهُ الْإِمَامُ وَقِيلَ يَجِبُ كُلَّمَا أُمِرَ وَ هُوَ قَوِيٌّ ، قَالَ وَ التَّحْقِيقُ أَنَّ جِنْسَ جِهَادِ الْكُفَّارِ مُتَّعِينَ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ“^{۱۸}

”رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں تو کافروں سے لڑنا مہاجرین و انصار سب پر فرض عین تھا۔ تاہم آپ کے بعد مشہور قول کے مطابق فرض کفایہ ہے (عام حالات میں)۔ لیکن جب اس کی ضرورت پیش آجائے مثلاً دشمن حملہ آور ہو جائے یا خلیفہ المسلمین جہاد کیلئے طلب کر لے..... (ایک رائے کے مطابق یہ ہے کہ) جب امیر کی طرف سے حکم دے دیا جائے اور کوئی شخص جہاد پر جانے کی قدرت اور طاقت بھی رکھتا ہو تو اس پر فرض عین ہو جاتا ہے۔ تاہم حق بات تو یہ ہے کہ جہاد ہر مسلمان پر فرض ہے کہ جان، مال، زبان یا دل سے ہمیشہ اس فریضہ کو ادا کرتا رہے۔“

◎ نواب صدیق الحسن بھوپالوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وَلَكِنْ لَا يَجِبُ ذَلِكَ إِلَّا عَلَى الْكِفَايَةِ فَإِذَا قَامَ بِهِ الْبَعْضُ سَقَطَ عَنِ الْبَاقِينَ وَ قَبْلَ أَنْ يَقُومَ بِهِ الْبَعْضُ هُوَ فَرَضٌ عَيْنٌ عَلَى كُلِّ مُكَلَّفٍ وَ هَكَذَا يَجِبُ عَلَى مَنْ اسْتَنْفَرَهُ الْإِمَامُ“^{۱۹}

”جہاد فرض کفایہ ہے، جب بعض لوگ اس کو پورے طور پر ادا کر دیں تو باقیوں کے ذمے سے ساقط ہو جائے گا۔ لیکن بعض کی ادائیگی سے قبل یہ ہر عاقل بالغ مسلمان پر فرض عین ہے۔ اسی طرح جس کو امام جہاد کیلئے طلب کرے اس پر بھی فرض عین ہے۔“

◎ ہدایہ کے مصنف رقمطراز ہیں:

”الْجِهَادُ فَرَضٌ عَلَى الْكِفَايَةِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ النَّفِيرُ عَامًا فَيَصِيرُ مِنْ فُرُوضِ الْأَعْيَانِ لِقَوْلِهِ تَعَالَى: [١٤٥] ﴿انْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا.....﴾ [التوبة= ٩: ٤١] وَقَالَ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ: الْجِهَادُ وَاجِبٌ إِلَّا أَنَّ الْمُسْلِمِينَ فِي سَعَةٍ حَتَّى يُحْتَاجَ إِلَيْهِمْ وَ

قَتَالُ الْكُفَّارِ وَاجِبٌ وَإِنْ لَمْ يَبْدُوا لِلْعُمُومَاتِ فَإِنَّ هَجَمَ الْعَدُوِّ عَلَى بَلَدٍ وَجَبَ عَلَى جَمِيعِ النَّاسِ الدَّفْعُ تَخْرُجُ الْمَرْأَةُ بِغَيْرِ إِذْنِ رَوْحِهَا وَالْعَبْدُ بِغَيْرِ إِذْنِ الْمَوْلَى لِأَنَّهُ صَارَ فَرَضَ عَيْنٍ كَمَا فِي الصَّلَاةِ وَالصَّوْمِ ۚ

”جہاد فرض کفایہ ہے یعنی بعض کے ادا کر لینے سے دوسروں کے ذمے سے ساقط ہو جائے گا۔۔۔۔۔۔ لیکن جب نفیر (اعلان) عام ہو تو اس وقت فرض عین ہوگا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ”ہلکے ہو یا بھاری ہر حالت میں (جہاد کیلئے) نکلو۔“ کی وجہ سے۔ اور امام محمد بن حسن ”جامع صغیر“ میں فرماتے ہیں: ”جہاد فرض اور واجب ہے۔ البتہ عمومی طور پر مسلمانوں کے لیے اس میں گنجائش ہے (کہ بعض مسلمان اس کو پورے طور پر ادا کر رہے ہیں)۔ جب سب کی ضرورت ہوگی تو سب پر فرض ہو گا۔۔۔۔۔۔ کافروں سے جنگ ہر صورت میں واجب ہے اگرچہ قرآن مجید کی عام آیات اور عام احادیث رسول سے یہ بات ظاہر نہیں ہوتی۔۔۔۔۔۔ پس اگر دشمن کسی شہر پر چڑھ دوڑے تو تمام مسلمانوں پر اس کے دفاع میں قتال کرنا فرض عین ہوگا۔ چنانچہ عورت خاوند کی اجازت کے بغیر اور غلام آقا کی اجازت کے بغیر نکل کھڑے ہوں۔ کیونکہ اس وقت جہاد نماز، روزہ کی طرح فرض عین ہو جاتا ہے جس کے لیے مخلوق میں سے کسی کی اجازت کی کوئی شرط نہیں۔“

◎ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”فَمَا إِذَا أَرَادَ الْعَدُوُّ الْهَجُومَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ فَإِنَّهُ يَصِيرُ دَفْعُهُ وَاجِبًا عَلَى الْمُقْصُودِينَ كُلِّهِمْ وَ عَلَى غَيْرِ الْمُقْصُودِينَ لِاعَانَتِهِمْ كَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: [١٤٦] ﴿وَإِنْ اسْتَنْصَرُواكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمْ النَّصْرُ﴾ [الأنفال: ٧٢: ٨]..... لَمْ يَأْذِنِ اللَّهُ فِي تَرْكِهِ لِأَحَدٍ ۚ

”جب دشمن مسلمانوں پر حملہ آور ہونا چاہے تو تمام مسلمانوں پر اس کا دفاع فرض عین ہوگا۔ خواہ وہ حملہ آور کی زد میں آتے ہوں یا نہ۔ کیونکہ ان کی نصرت و اعانت اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے ضروری ہے کہ ”اگر وہ مسلمان (جو مکہ میں پھنسے ہوئے ہیں ہجرت نہیں کر پاتے) دین میں تم سے مدد طلب کریں تو ان کی مدد کرنا تم پر فرض اور واجب ہے۔“ [الأنفال: ٧٣: ٨] اور یہ نصرت ہر مسلمان پر جس قدر ممکن ہو جان اور مال کے ساتھ واجب ہے۔ وہ قلیل ہوں یا کثیر، پیادہ ہوں یا سوار۔ جیسا کہ غزوہ خندق میں جب دشمن نے مدینہ پر حملہ آور ہونے کا

ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے بلا تفریق تمام مسلمانوں پر دفاعی قتال کو فرض اور واجب قرار دیا اور ان لوگوں کی شدید مذمت فرمائی جو مختلف حیلوں بہانوں سے قتال میں شریک نہ ہونے کی رخصت طلب کرنے لگے تھے۔“

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے افکار و آراء کی مکمل تصدیق کے لیے دیکھئے سورہ احزاب کی آیات: ۱۱-۱۶ اور آیات: ۲۰-۲۵ مع تفسیر قرطبی، ابن کثیر اور کتاب التفسیر صحیح بخاری و سنن ترمذی سے۔

◎ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

” إِذَا دَخَلَ الْعَدُوُّ بِلَادَ الْإِسْلَامِ فَلَا رَيْبَ أَنَّهُ يَجِبُ دَفْعُهُ عَلَى الْأَقْرَبِ فَلَا اقْرَبَ إِذْ بِلَادَ الْإِسْلَامِ بِمَنْزِلَةِ الْبَلَدَةِ الْوَاحِدَةِ وَإِنَّهُ يَجِبُ النَّفْيُ إِلَيْهِ بِلَا إِذْنٍ وَالِدٍ أَوْ غَرِيمٍ وَ نَصُوصُ أَحْمَدَ صَرِيحَةٌ بِهَذَا۔“^{۲۲}

”جب دشمن بلاد اسلام میں داخل ہو جائے تو بلاشبہ اس کا دفاع قریب سے قریب تر مسلمانوں پر واجب ہوگا۔ کیونکہ تمام بلاد اسلامیہ بمنزلہ ایک شہر ہیں اور اس حالت میں ہر مسلمان پر جنگ کے لیے نکلنا واجب ہوگا۔ نہ والدین کی اجازت ضروری ہے نہ ہی قرض خواہ کی اجازت ضروری ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے صریح اقوال اس بارے میں موجود ہیں۔“

◎ شیخ منصور بن یونس حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”إِلَّا أَنْ تَدْعُوا الْحَاجَةَ لِحُضُورِهِ لِعَدَمِ كِفَايَةِ الْحَاضِرِينَ لِلْعَدُوِّ فَيَتَعَيَّنُ أَيْضًا عَلَى الْبَعِيدِ وَ هُوَ الْمُرَادُ بِقَوْلِهِ أَوْ أُحْتِجَّ إِلَيْهِ۔“^{۲۳}

”میدان جہاد میں موجود مجاہدین جب دشمن کے دفاع کے لیے ناکافی ہوں تو امت کے تمام افراد پر جہاد فرض عین ہوگا۔ ہر قریب اور دور والا اس کا پابند اور مامور ہوگا۔ اس کے فرمان کا یہی منشاء ہے یا پھر اس کے علاوہ کوئی ہنگامی صورت پیش آجائے تو اس وقت بھی تمام لوگوں پر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے۔“

قریبی کافر اور جہاد کا تسلسل:

”الْأَقْرَبُ فَلَا اقْرَبَ“ کے قرآنی اصول کو ملحوظ رکھتے ہوئے دنیا بھر کے تمام کفار و مشرکین کے

ساتھ قتال کرنے کے لیے ہر مسلمان ذمہ دار اور مامور ہے۔ جیسا کہ ارشاد الہی ہے:

[۱۴۷] ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ

غُلْظَةً ط﴾ [التوبة = ۲۳: ۹]

”اے مومنو! ان کفار کے ساتھ قتال کرو جو تمہارے قریب تر ہیں اور ان کو تمہارے اندر سختی (بہادری) کا احساس ہونا چاہئے۔“

سابقہ ابواب میں بلند پایہ مفسرین کے مستند حوالہ جات سے واضح کیا جا چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسی آیت کو عملی جامہ پہناتے ہوئے پہلے جزیرہ عرب کے کفار و مشرکین اور بعد ازاں اہل روم سے قتال فرمایا اور اسی اسوۂ حسنہ کی اتباع کا حکم فرمایا:

[۱۴۸] ﴿تَعَزُّوْنَ حَزِيْرَةَ الْعَرَبِ فَيَفْتَحُهَا اللّٰهُ.....﴾ ۲۴

”تم پہلے جزیرہ عرب، پھر فارس اور روم اور پھر مسیح الدجال کے ساتھ جنگ کرو گے اور اللہ تعالیٰ ان سب کو تمہارے لئے فتح کر دے گا۔“

۵۔ قبول اسلام، جزیرہ یا قتال فی سبیل اللہ:

اہل کتاب یہود و نصاریٰ و آتش پرست کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے دعوت و جہاد کی اسی فطری ترتیب کو برقرار رکھا جو دیگر کفار و مشرکین کے ساتھ ملحوظ رکھی جاتی ہے۔ چونکہ جہاد اسلامی کی اصل غرض و غایت دین حق کو تمام انسانوں تک پہنچا دینا اور کلمۃ اللہ کو اونچا اور سر بلند رکھنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لڑائی شروع کرنے سے پہلے مد مقابل کو قبول اسلام کی دعوت دینا شرط لازم ہے۔ الا یہ کہ ان تک دعوت پہنچ چکی ہو اور انہوں نے قبول حق سے انحراف کا راستہ از خود اپنا لیا ہو۔ لیکن اہل کتاب یہود و نصاریٰ اور مجوس کو دارالاسلام میں مسلمانوں کے جزیرہ گزاری کی حیثیت سے رہنے کی اجازت بھی دے دی ہے۔ جس کا سب سے بڑا فائدہ خود انہی کو حاصل ہوتا ہے کہ ایک طرف وہ خوف و ہراس کی بجائے امن و سلامتی کی فضا میں خوشگوار زندگی گزارتے ہیں اور دوسری طرف مسلمانوں کے ساتھ معاشرتی میل جول میں وہ اسلامی تعلیمات سے روشناس ہو کر دین حق قبول کرنے کے لیے بے شمار مواقع حاصل کر لیتے ہیں۔ ۲۵

۲۴ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۱۳۷

۲۵ صحیح البخاری = کتاب الجہاد / أبواب الجزية والموادعة: باب ملجاء فی أخذ الجزية من اليهود والنصارى

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۱۴۹] ﴿قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ ۝﴾ [التوبة = ۲۹:۹]

”(مسلمانو!) ان لوگوں کے ساتھ قتال کرو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے حرام کردہ اشیاء کو حرام نہیں جانتے اور دین حق کو اختیار نہیں کرتے، جو اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) سے ہیں، حتیٰ کہ وہ ذلیل اور تابع ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں۔“

کیونکہ یہود و نصاریٰ مسیح علیہ السلام کو اور نصاریٰ مسیح علیہ السلام کو اللہ کے بیٹے قرار دیتے ہیں۔ اس طرح وہ پہلے کافروں سے ملتا جلتا عقیدہ اپنا رہے ہیں۔ اللہ ان کو غارت کرے، کہاں بھولے جا رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اور اسی طرح مسیح بن مریم علیہما السلام کو اللہ کے علاوہ اپنا رب ٹھہرا رکھا ہے۔ حالانکہ ان کو صرف ایک اللہ تعالیٰ کی پرستش کا حکم دیا گیا۔

اس طرح سورۃ التوبہ کی آیات ۳۰-۳۴ میں اہل کتاب کے شرکیہ عقائد اور لوگوں کے مال باطل طریقوں سے ہڑپ کر جانے کا تفصیلاً بیان کرتے ہوئے ان کے شرکیہ عقائد اور برے اعمال کا ارتکاب کرنے والوں کے ساتھ ہمیشہ جنگ جاری رکھنے کا حکم دیا گیا یہاں تک کہ وہ اسلام کو قبول کر لیں یا جزیہ دینے پر آمادہ ہو جائیں اور انہی چیزوں کا بیان رسول اللہ ﷺ کی درج ذیل حدیث میں ملتا ہے۔ سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے:

[۱۵۰] ﴿وَإِذَا لَقِيتَ عَدُوَّكَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَادْعُهُمْ إِلَى ثَلَاثِ خِصَالٍ فَأَيَّتَهُنَّ مَا أَجَابُوكَ فَأَقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ فَإِنْ أَجَابُوا فَأَقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى التَّحَوُّلِ مِنْ دَارِهِمْ إِلَى دَارِ الْمُهَاجِرِينَ - وَآخِرُهُمْ أَنَّهُمْ إِنْ فَعَلُوا ذَلِكَ فَلَهُمْ مَا لِلْمُهَاجِرِينَ وَعَلَيْهِمْ مَا عَلَى الْمُهَاجِرِينَ - فَإِنْ أَبَوْا أَنْ يَتَحَوَّلُوا مِنْهَا، فَآخِرُهُمْ أَنَّهُمْ يَكُونُونَ كَأَعْرَابِ الْمُسْلِمِينَ، يَجْرِي عَلَيْهِمْ حُكْمُ اللَّهِ الَّذِي يَجْرِي عَلَى الْمُؤْمِنِينَ - وَلَا تَكُونُ لَهُمْ فِي الْغَيْمَةِ وَالْفَيْءِ شَيْءٌ إِلَّا أَنْ يُجَاهِدُوا مَعَ الْمُسْلِمِينَ - فَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَسَلِّهُمْ الْجِزْيَةَ - فَإِنْ هُمْ أَجَابُوكَ فَأَقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ - فَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَاسْتَعِنَ بِاللَّهِ وَقَاتِلْهُمْ ۝﴾

۲۶ صحیح مسلم = کتاب الجہاد والسیر: باب تأمیر الإمام الأمراء علی البعث ووصیتہ لہم بآداب الغزو و غیرہا،

”جب تو اپنے مشرک دشمن سے آمنا سامنا کرے تو ان کو تین باتوں کی طرف بلا۔ ان میں سے جس کو بھی وہ قبول کریں وہ تو بھی قبول کر لے اور اپنا ہاتھ روک لے۔

① ان کو اسلام قبول کرنے کی دعوت پیش کر۔ اگر وہ قبول کر لیں تو تو بھی قبول کر لے اور اپنا ہاتھ روک لے۔ پھر انہیں دعوت دے کہ وہ اپنے گھروں کو چھوڑ کر (وطن چھوڑ کر) مہاجرین کے گھر (دار ہجرت یعنی مدینہ منورہ) کی طرف نقل مکانی کر جائیں۔ ان کو یہ بھی بتا دے کہ اگر وہ ایسا کریں تو ان کو تمام وہ حقوق حاصل ہونگے جو مہاجرین کو حاصل ہیں اور ان پر تمام وہ پابندیاں اور فرائض عائد ہونگے جو مہاجرین پر ہیں۔ اگر وہ نقل مکانی سے گریز کریں تو ان کو بتا دو کہ وہ عام دیہاتی مسلمانوں کے حکم میں ہونگے۔ ان پر اللہ کا حکم جاری ہوگا جو مومنوں پر جاری ہوتا ہے۔ البتہ مال غنیمت اور مال فنیٰ میں سے ان کو کچھ بھی نہیں ملے گا۔ الا یہ کہ مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں شرکت کریں۔

② اگر وہ اس (مذکورہ بالا پہلی) بات کا انکار کریں تو انہیں جزیہ ادا کرنے کی پیشکش کر۔ اگر وہ اس پیشکش کو قبول کر لیتے ہیں تو تو بھی اس پیشکش کو قبول کر لے اور ان سے اپنا ہاتھ روک لے۔

③ اگر وہ اس (مذکورہ بالا دوسری) بات سے بھی انکار کریں تو اللہ سے مدد طلب کر اور ان سے جنگ کر۔“

خلاصہ کلام:

دلائل اور براہین کی روشنی میں ساری گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ جب تک مذکورہ بالا پانچ اسباب:

① شرک و کفر کے فتنہ کا خاتمہ۔

② ساری زمین پر اللہ کے دین کا نفاذ۔

③ حملہ آور ہونے والے کفار کی سرکوبی۔

④ قریب ترین کفار سے جنگ۔

⑤ اہل کتاب کے اسلام قبول کرنے یا جزیہ ادا کرنے یا پھر ان کا صفایا کرنے تک جنگ۔

جہاد آغاز بعثت رسول سے خاتمہ دجال تک جاری رہے گا۔ یہ طے شدہ قانون ہے کہ جب تک سبب رہتا ہے اس وقت تک مسبب بھی رہتا ہے۔ لہذا جب تک یہ اسباب باقی رہیں گے ان کا مسبب یعنی جہاد فی سبیل اللہ بھی قائم و دائم رہے گا۔ ملت اسلامیہ کا ہر فرد اس محکم فرض کا مامور و مکلف رہے گا۔ حتیٰ

کہ دجال کی شکست کے بعد کائنات ارضی کا ہر فرد اپنا دین اللہ کے لیے خالص کرے گا۔ بعد ازاں مومنوں کو ایمان لانے کی پاداش میں مشکلات و مصائب اور سزاؤں کی چکیوں میں پیسا نہیں جائے گا۔ کلمۃ اللہ ہی اونچا اور سر بلند رہے گا اور کفر کا کلمہ ذلیل و سرنگوں ہو جائے گا۔ عزت والے کی عزت عزیز رکھتے ہوئے یا پھر ذلیل کی ذلت کے باوجود اسلام ہر گھر میں داخل ہو جائے گا اور صرف اللہ وحدہ لا شریک لہ کی خالص بندگی کی جائے گی۔

اے اہل اسلام سوچو! کیا جہاد اسلامی کے مذکورہ مقاصد حاصل ہو چکے ہیں؟ دین غالب آگیا؟ شرک نیست و نابود ہو گیا؟ خالق ارض و سما کی سر زمین پر اس کے نیک بندے نماز اور زکوٰۃ کے فرائض آزادی کے ساتھ ادا کرنے لگے ہیں؟ اور قرب و جوار کے کافروں اور مشرکوں کو ہم نے بلاد اسلامیہ کی سرحدوں سے دور ہٹا دیا ہے؟ کیا تمام اہل کتاب مسلمان ہو گئے؟ یا جزیہ ادا کرنے لگے ہیں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر اٹھیں اللہ اور اس کے رسول کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے۔ اللہ اور اس کا رسول بلا رہے ہیں:

[۱۵۱] ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ۖ﴾

[الأنفال=۸: ۲۴]

”اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کا حکم قبول کرو جب وہ تمہیں ایسی چیز کی طرف بلائیں جس میں تمہاری زندگی ہے۔“

لہذا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے نفیر عام کا بگل بج چکا ہے۔ اس اعلان حق پر لبیک کہتے ہوئے توحید و رسالت کی شہادت کا حق ادا کر دیں، اعلائے کلمۃ اللہ کا پرچم بلند کر دیں اور تمام اہل کتاب کو قبول اسلام یا ادائیگی جزیہ کیلئے مجبور کر دیں۔ کیونکہ ان نبیوں اور رسولوں کو دنیا میں بھیجنے کا مقصد ہی صرف یہ ہے۔

فرض عین ہونے کے عارضی اسباب

(۱) مومنوں کی مدد کرنا:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۵۲] ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُمْ مِّنْ وَلَا يَتَّبِعُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتَّىٰ

يُهَاجِرُوا ۚ وَإِنِ اسْتَنْصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ.....﴾ [الأنفال=۸: ۷۲]

”اور جو لوگ ایمان لائے مگر ہجرت نہیں کی تو تمہارے اور ان کے درمیان کوئی ولایت (میراث اور غنیمت میں) نہ ہوگی جب تک وہ ہجرت اختیار نہ کر لیں۔ لیکن اگر وہ دین میں تم سے مدد طلب کریں تو ان کی نصرت و مدد کرنا تم پر لازم ہے۔“

یعنی (وہ دیہاتی جنہوں نے ابھی تک ہجرت نہیں کی اگر وہ بھی دین میں تم سے نصرت طلب کریں تو ان کی بہر حال مدد کرو کیونکہ وہ تمہارے دینی بھائی ہیں) الایہ کہ ایسی قوم کے خلاف مدد مانگیں جن کے ساتھ تمہارا معاہدہ ہو اور اللہ تمہارے اعمال کو دیکھنے والا ہے۔ ۷۷

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۱۵۳] ﴿وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا ۖ وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا ۝﴾ [النِّسَاءُ = ۴: ۷۸]

”کیا سبب ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اور ان کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر قتال نہیں کرتے؟ جو دعا کرتے ہیں کہ ہمارے پروردگار ہمیں اس بستی سے نکال لے جس کے باشندے ظالم ہیں، ہمارے لیے اپنی طرف سے کوئی حمایتی بھیج اور ہمارے لیے اپنی طرف سے کوئی مددگار بھیج دے۔“

(۲) ظلم و زیادتی کی روک تھام کیلئے:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۵۴] ﴿إِذْ لِلَّذِينَ يُقْتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظَلَمُوا ۖ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ۝﴾

[الحج = ۲۲: ۳۹]

”جن مسلمانوں کے ساتھ ظلم و ستم کیا گیا ان کو (ظالموں کے ساتھ) جنگ کرنے کی اجازت دی گئی ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ ان کی نصرت و مدد پر قادر ہے۔“

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۱۵۵] ﴿وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا

يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۝﴾ [البقرة = ۲: ۱۹۰]

”اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے قتال کرو جو تمہارے ساتھ قتال کرتے ہیں اور زیادتی نہ کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو ناپسند کرتے ہیں (یعنی لاشوں کا مثلہ نہ کرو)۔“ ۲۵

(۳) مسلمانوں کے علاقوں کو کافروں کے تسلط سے آزاد کرانا:

اسلامی ممالک اور علاقوں کا تحفظ اور کفار و مشرکین کے ناجائز قبضہ اور تسلط سے ان کو آزاد کرانا جہاد فی سبیل اللہ کا بڑا سبب ہے۔ تاکہ مسلمانوں کو ظلم و عدوان اور استعماری قوتوں کے پختہ استبداد اور زیادہ سے زیادہ علاقوں پر قبضہ جمانے کی خواہش سے نجات دلائی جاسکے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ میں شری پسند استعماریوں اور قبضہ کرنے والوں کے خلاف قتل عام کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

[۱۵۶] ﴿وَأَقْتُلُوهُمْ حَيْثُ تَقْبِضُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُمْ مِنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ

وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ.....﴾ [البقرہ = ۲: ۱۹۱]

”ان (کفار و مشرکین) کو جہاں بھی پاؤ قتل کر ڈالو اور ان کو وہاں (یعنی مکہ) سے نکال پھینکو جہاں سے انہوں نے تم کو نکال دیا تھا اور فتنہ و فساد (یعنی کفر و شرک اور مومنین کو ستانا) قتل سے زیادہ برا ہے۔“

بنی اسرائیل نے جب اپنے نبی شمعون علیہ السلام یا یوشع علیہ السلام سے قتال فی سبیل اللہ کیلئے ایک سپہ سالار یا قائد مقرر کرنے کی درخواست کی تو ان سے کہا گیا ”شاید تم جہاد فرض ہونے کے بعد اس سے گریز کی راہیں ڈھونڈنے لگو گے اور قتال نہ کرو گے۔“ تو انہوں نے جواباً عرض کیا: ”ہمیں ہمارے گھروں اور شہروں سے نکال دیا گیا ہے۔ بھلا ہم اب بھی جہاد نہیں کریں گے۔ اس طرح انہوں نے شہروں اور بچوں کی بازیابی کو ”قتال فی سبیل اللہ“ کرنے کا واحد سبب قرار دیتے ہوئے ”جہاد فی سبیل اللہ“ کو قائم کرنے کے پختہ عزم کا اعلان کیا۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے ان کی تائید کرتے ہوئے طالوت کو ان کا بادشاہ اور قائد مقرر فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۵۷] ﴿وَمَا لَنَا إِلَّا نُقَاتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَدْ أَخْرَجَنَا مِنْ دِيَارِنَا وَأَبْنَاءِنَا ۖ﴾

[البقرہ = ۲: ۲۴۶]

”یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں کافروں سے جنگ نہ کریں گے۔ جب کہ صورتحال یہ ہے کہ

ہمیں ہمارے شہروں اور بچوں سے نکال دیا گیا ہے۔“

رسول اللہ ﷺ نے اس چیز کو بنیاد بناتے ہوئے فرمایا کہ جزیرہ عرب جو اسلام کا مرکز اور قلعہ بن چکا ہے یہاں دین تو حید کے ساتھ کوئی شرکیہ مذہب باقی نہ رہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۱۵۸] «أَخْرِجُوا الْمُشْرِكِينَ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ»^{۲۹}

”(مسلمانو!) تمام مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو۔“

ایک اور روایت میں آپ ﷺ کا ارشاد یوں مروی ہے:

[۱۵۹] «لَا تُخْرِجَنَّ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ حَتَّى لَا أَدْعَ إِلَّا مُسْلِمًا»^{۳۰}

”میں بہر حال تمام یہود و نصاریٰ کو جزیرہ عرب سے باہر نکال دوں گا۔ حتیٰ کہ یہاں صرف اور صرف مسلمان باقی رہ جائیں گے۔“

(۴) میدان جہاد میں موجود مجاہدین جب ناکافی ہوں:

تمام اہل اسلام کا اس مسئلہ میں اتفاق و اجماع ہے کہ جب میدان جہاد میں موجود لڑنے والے مجاہدین جہاد و قتال کا اصل ہدف پورا کرنے میں ناکافی ثابت ہو رہے ہوں، تعداد اور وسائل کی قلت پیش آ رہی ہو یا کسی دوسرے سبب سے اللہ کے کلمے کو بلند کرنے، اللہ کے دین کو اللہ کی زمین پر غالب و نافذ کرنے، اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کو اسلام قبول کروانے یا جزیہ کی ادائیگی کروانے میں رکاوٹ پیش آ رہی ہو تو ان حالات میں ضرورت اور حاجت کی بناء پر امت مسلمہ کے ہر فرد پر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے۔

علیٰ ہذا القیاس اگر مومنوں کو مدد کی ضرورت ہو، ظلم و زیادتی کی روک تھام مقصود ہو، اسلامی علاقوں کو کافروں کے پنجہٴ استبداد سے آزاد کروانا پیش نظر ہو، ان حالات میں افراد اور وسائل کی قلت رکاوٹ بن رہی ہو تو ان تمام حالات میں ہر مسلمان شخص پر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے اور بلند مقاصد کے حصول تک فرض عین رہتا ہے۔ اس لئے کہ فرض کفایہ کی تعریف ہی یہ ہے کہ جب بعض مسلمان پورے طور پر ادا کر دیں تو بقیہ افراد سے ساقط ہوگا۔ ورنہ سب پر بطور فرض عین کے برقرار رہے گا اور ہر شخص بوجہ عدم ادائیگی کے مجرم ہوگا۔

^{۲۹} صحیح البخاری = کتاب الجہاد : باب هل یُستشفع فی أهل الذمّة و معاملتهم ، الحدیث: ۲۸۸۸ + صحیح مسلم = کتاب

الوصیّة : باب ترك الوصیّة لِمَنْ لَیْسَ لَهُ شَیْءٌ یُوصی فیہ ، الحدیث: ۱۶۳۷

^{۳۰} صحیح مسلم = کتاب الجہاد و السّیر : باب إخراج اليهود و النّصارى من جزيرة العرب ، الحدیث: ۱۷۶۷

◎ سید سابق رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وَأَمَّا هُوَ فَرَضٌ عَلَى الْكِفَايَةِ إِذَا قَامَ بِهِ الْبَعْضُ وَانْدَفَعَ الْعَدُوُّ وَحَصَلَ بِهِ الْغِنَاءُ وَسَقَطَ عَنِ الْبَاقِيْنَ -“ ۳۱

”جہاد فرض کفایہ ہے۔ جب بعض مسلمان یہ فرض ادا کر لیں۔ دشمن کا دفاع مکمل ہو جائے اور ان کے ساتھ دوسرے مسلمانوں کی شرکت کی کوئی ضرورت نہ رہے تو باقی افراد کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا۔“

◎ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”كُلُّ مَنْ عِلِمَ بِضَعْفِ الْمُسْلِمِينَ عَنْ عَدُوِّهِمْ وَ عِلِمَ أَنَّهُ يُدْرِكُهُمْ وَ يُمْكِنُهُ غِيَاثُهُمْ لَزِمَهُ أَيْضًا الْخُرُوجُ إِلَيْهِمْ -“ ۳۲

”جو شخص بھی یہ جانتا ہو کہ مجاہد مسلمان دشمن کے مقابلے میں ضعیف اور کمزور ہیں اور اس کیلئے محاذ پر پہنچ کر ان کی مدد کرنا ممکن نہیں ہے تو اس پر (فرض عین کے طور پر) ان کی مدد کے لیے نکلنا لازم ہوگا۔“

اسی حقیقت کی توضیح کے لیے مزید درج ذیل حوالہ جات بھی دیکھیے:

۱ [الهداية: ۵۵۸-۵۵۹]

۲ [المحلى: ۷/۲۹۱]

۳ [الروضة الندية شرح الدرر البهية: ۲/۳۳۲]

۴ [نيل الأوطار للشوكاني: ۷/۲۲۰]

۵ [الفتاوى الكبرى لابن تيمية: ۴/۶۰۸]

۶ [مجموعه الفتاوى لابن تيمية: ۲۸/۳۵۴-۳۵۸]

۷ [فتح القدیر لابن ہمام الحنفی: ۵/۴۳۸]

۸ [بدائع الصنائع للکاسانی: ۹/۴۳]

۹ [المغنی لابن قدامة: ۸/۳۴۶، ۱۰/۳۶۵]

فرض کفایہ کا باطل تصور:

قرآن و سنت کی روشنی میں جہاد فی سبیل اللہ کے پانچ درج ذیل مستقل اسباب بیان کیے گئے ہیں:

① کفر و شرک اور مسلمانوں کی ایذا رسانی کے فتنہ کا خاتمہ نیز ساری زمین پر اللہ کا دین کا نفاذ۔

② امیر اور خلیفہ کے طلب کر لینے پر جہاد کیلئے اٹھ کھڑے ہونا۔

③ جب کافر مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہو جائیں۔

④ قریب ترین کافروں سے جنگ کرنا۔

⑤ اہل کتاب کو اسلام قبول کرنے، جزیہ ادا کرنے یا پھر جنگ کرنے کی دعوت دینا۔

یہ پانچوں اسباب آغاز بعثت رسول سے لے کر دجال کے قتل تک رسول اللہ ﷺ کی دی ہوئی اور بتائی ہوئی بشارتوں کے مطابق بدستور جاری رہیں گے۔ تو یہ امر ناممکن ہے کہ سبب اور علت تو موجود ہو جب کہ مسبب اور معلول ختم ہو جائے۔ عقل و دانش، فطرت و طبیعت، منطق و فلسفہ، دین و شریعت سب کا متفقہ فیصلہ ہے کہ:

”إِذَا وُجِدَ السَّبَبُ وَجِدَ الْمُسَبَّبُ“ (جب سبب موجود ہوگا تو لازماً مسبب بھی موجود ہوگا۔) ایسے ہی یہ بھی متفقہ اصول ہے کہ ”الْمَعْلُولُ لَا يَنْفَصِلُ عَنِ الْعِلَّةِ“ (معلول اپنی علت سے کبھی جدا نہیں ہوتا۔) لہذا مسلمانوں پر واجب ہے کہ فتنہ برپا کرنے والے کافروں اور مشرکوں کے خلاف قتال جاری رکھیں یہاں تک کہ ان کا فتنہ و فساد کلی طور پر ختم ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق کہ ”ان کافروں سے اس وقت تک لڑو کہ فتنہ ختم ہو جائے۔“ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

[۱۶۰] ﴿الْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ﴾ [البقرة: ۲۰۱]

”فتنہ و فساد قتل و قتال سے بھی سنگین جرم ہے۔“

مظلوم اہل ایمان کے تحفظ اور روئے زمین کو ظلم و ستم سے پاک کر کے اس پر عدل و انصاف قائم کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ”قتال فی سبیل اللہ“ ہے۔ قتال فی سبیل اللہ نہ تو تخریب کاری ہے نہ ہی دہشت گردی۔ ایسے ظالم فتنہ باز جنہوں نے ایک رب پر ایمان لانے والوں کو گڑھوں میں بھڑکائی گئی خوفناک آگ میں باری باری پھینک کر جلایا اور بہیمانہ سنگدلی سے کناروں پر بیٹھ کر جلتے، تڑپتے لاشوں کے المناک مناظر کا نہ صرف نظارہ کیا بلکہ ان کو ایمان لانے کی وجہ سے طعن و تشنیع کا نشانہ بھی

بناتے رہے۔

اسلامی جہاد کو جارحیت اور دہشت گردی قرار دینے والے اہل مغرب اور وہ مسلم دانشور جو معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرتے ہیں، قرآن و سنت کے جہاد کے بارے بے شمار واضح دلائل کی باطل تاویلیں کرتے ہیں، جہاد کو محض دفاعی جنگ قرار دیتے ہوئے دین حق کی جھوٹی وکالت کرنے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں، ذرا وہ انصاف کی نظر سے دیکھیں اور عقل و فطرت سے فیصلہ کریں کہ ایسے ظالم و سفاک کھانیوں والے (تیسویں پارے کی سورۃ البروج میں جن کا تذکرہ ہے) جنہوں نے ان مومن مظلوموں میں ارض و سماء کے مالک، عزیز و حمید رب پر ایمان لانے کے سوا کوئی عیب نہ پایا۔ ان بیچاروں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ ڈالے گئے۔ فرمان الہی ہے:

[۱۶۱] ﴿وَمَا نَقْمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ۝﴾ [البُرُوج = ۸:۸۵]

”اور انہوں (ظالم کھانیوں والوں) نے ان (کلمہ گو مسلمانوں) سے صرف اس بات کا انتقام لیا تھا

کہ وہ لوگ اس اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے تھے جو غالب ہے اور تعریف والا ہے۔“

ان سنگدل ظالموں اور بے رحم سفاکوں کو جنگ و جہاد کے ذریعے ظلم و زیادتی اور فتنہ و فساد سے باز رکھنا، ان کو جہنم کے عذاب اور بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب سے بچانے کیلئے دین حق قبول کرنے پر آمادہ کرنا اگر تخریب کاری اور دہشت گردی ہے تو پھر مظلوموں اور بے بسوں کیلئے حصول انصاف کا آخر کیا طریقہ کار ہے؟

سورۃ انفال کی آیت نمبر: ۳۹ کے الفاظ ہیں: [۱۶۲] ﴿وَيَكُونُ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ﴾ اس کا مفہوم یہ ہے کہ کرۂ ارض پر صرف ارض و سماء کے اکیلے مالک کا دین (دین توحید) باقی رہے اور تمام شرکیہ ادیان نیست و نابود ہو جائیں، بندگی کی ہر رسم، عبودیت اور عجز و انکسار کا ہر طور طریقہ بے شمار جھوٹے خداؤں اور خود ساختہ معبودوں کی بجائے الہ واحد کیلئے مخصوص ہو جائے۔ جہاد اسلامی کا سب سے بڑا مقصد ہی یہی ”اخلاص دین“ ہے۔

”اعلائے کلمۃ اللہ“ ہی تمام انبیاء و رسل بالخصوص سید المرسلین ﷺ کے دنیا میں بھیجے جانے کا مقصد ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے لے کر آج تک اور آج سے لے کر قتل دجال تک یہی چیز جہاد کا منشاء اور مطمح نظر ہے کہ اللہ کی زمین پر صرف اللہ کی حاکمیت قائم ہو اور اللہ کا دین نافذ ہو۔ لہذا قتل دجال تک کافروں سے جہاد کرنا امت کے ہر عاقل اور بالغ فرد پر فرض عین رہا ہے اور حصول مقصد تک رہے گا۔ نبی ﷺ نے کیا خوب فرمایا تھا:

[۱۶۳] «أُمِرْتُ أَنْ أَقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ.....» ۳۳

”مجھے اللہ کی طرف سے اس کا حکم دیا گیا ہے کہ میں کفار و مشرکین کے ساتھ قتال کرتا رہوں یہاں

تک کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔“

یعنی مجھے قتال کرنے کا حکم ہے۔ جب تک مقصد قتال حاصل نہ ہو جائے۔ مقصد کیا ہے؟ مقصد

یہی ہے کہ تمام لوگ توحید و رسالت کی سچی گواہی دے کر حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں اور اللہ کی سرزمین پر صرف اللہ کی بندگی کریں (نماز اور زکوٰۃ کا نظام قائم کریں)۔

ظالموں اور جابروں کا ہاتھ روکنے کیلئے اور بحر و بر کو ظلم و فساد سے پاک و صاف کرنے کیلئے عقلی طور پر بھی ضروری ہے کہ قریب ترین ظالم و جابر کو پہلے لیا جائے تاکہ دور والوں تک پہنچنے کیلئے راستے صاف ہوتے جائیں اور ظلم کی ہر دیوار ایک ایک کر کے گرا دی جائے۔ جزیرہ عرب پر جنگ کی ابتداء اور عرب کے فرعونوں اور ظالموں کی سرکوبی میں پہل کرنا رسول اللہ ﷺ کی حکیمانہ تدبیر کا ایک حصہ تھا۔ امت کے لیے بھی آپ نے یہی جنگی تدبیر برقرار رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا:

[۱۶۴] «تَغْزُونَ جَزِيرَةَ الْعَرَبِ فَيَفْتَحُهَا اللَّهُ.....»

”تم جزیرہ العرب میں قتال کرو گے تو اللہ ان علاقوں کو تم پر فتح کرے گا۔“

یعنی اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے نقطہ آغاز کی تعیین فرمائی اور جہاد فی سبیل اللہ کی آخری کڑی مندرجہ ذیل الفاظ میں یوں بیان فرمائی: «ثُمَّ تَغْزُونَ الدِّجَالَ فَيَفْتَحُهَا اللَّهُ» ۳۴ (پھر تم دجال سے جنگ کرو گے تو اللہ اس کو بھی تمہارے لیے فتح کر دے گا)۔ لہذا قتل و دجال کو آخری کڑی قرار دیا ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث میں یہ تمام ترتیب موجود ہے۔

کوئی وقفہ اور ناعہ نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو رسول اللہ ﷺ نبوی بشارتوں میں کیسے ارشاد فرماتے:

[۱۶۵] «لَنْ يَرَّحَ هَذَا الدِّينُ قَائِمًا يُقَاتِلُ عَلَيْهِ عِصَابَةٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ حَتَّى تَقُومَ

السَّاعَةُ» ۳۵

”یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا۔ (اس کی بقاء کیلئے) مسلمانوں کا ایک گروہ قیام قیامت تک قتال جاری

رکھے گا۔“ مزید فرمایا:

۳۳ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۱۳

۳۴ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۱۴۲

۳۵ تخریج کے لئے دیکھئے، الرِّقْمُ المسلسل: ۹۰

[۱۶۶] «لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ» ۳۶

”میری امت کا ایک گروہ حق پر قائم اور غالب رہے گا۔ اس کے مخالف ذلیل و خوار ہیں گے۔“

اہل کتاب اور آتش پرستوں کے ساتھ اسلام یا ادائیگی جزیہ تک جہاد مسلسل اور متواتر جاری رہے گا۔ اہل کتاب کے ساتھ جنگ کرنے کے اسباب یہ ہیں کہ وہ:

- ① اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں لاتے۔
- ② اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام نہیں سمجھتے۔
- ③ دین حق کو قبول نہیں کرتے۔
- ④ انہوں نے اپنے علماء و مشائخ کو اور مسیح بن مریم علیہ السلام کو اللہ کے علاوہ اپنا رب بنایا ہوا ہے۔
- ⑤ لوگوں کے مال باطل طریقوں سے ہڑپ کر جاتے ہیں۔
- ⑥ اللہ کے راستے سے اور اللہ کے دین سے لوگوں کو دور کرتے اور رکھتے ہیں۔

جہاد و قتال کے فرض عین ہونے کا یہ چوتھا مستقل سبب جو دیگر تین اسباب کی طرح آغاز نبوت سے تا حال موجود ہے اور موجود رہے گا۔ ساری دنیا کے اہل کتاب اپنی بے ایمانی، اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کی بے حرمتی، قبول حق سے انحراف اور پہلو تہی، سرمایہ کاری میں بددیانتی اور خیانت، اللہ کے پیدا کئے ہوئے بندوں کو اپنا معبود ٹھہرانے میں اور دیگر اعمال میں دجل اور فریب کاری جیسے گھناؤنے جرائم میں ماضی کی طرح اب بھی بدستور قائم ہیں۔ پھر کیسے ممکن ہے کہ اہل کتاب کے ساتھ جنگ کرنے کے حکم کو عہد نبوت سے آج مختلف تصور کر لیا جائے؟ نیز مسلمانوں کو نبوت و رسالت کے مقاصد کے حصول میں مایوسی اور بدگمانی کا شکار کر دیا جائے؟ ۳۷

امت محمدیہ کے لیے غور و فکر کا مقام ہے:

ہم ذرا غور کریں کیا فتنہ ختم ہونے تک جنگ کرنے کی غرض و غایت پوری ہو گئی اور روئے زمین پر توحید کی حاکمیت قائم ہو گئی؟ چہار دانگ عالم میں بسنے والے تمام اہل ایمان کفار، مشرکین اور یہود و ہنود کے فتنوں سے محفوظ ہو گئے؟

۳۶ صحیح البخاری = کتاب التوحید: باب قول اللہ تعالیٰ ﴿إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ﴾ [النحل = ۱۶: ۴۰] ،
الحديث: ۷۰۲۲ + صحیح مسلم = کتاب الرکاة: باب النهی عن المسألة / و کتاب الإمارة = باب قوله
صلى الله عليه وسلم لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ ، الحديث: ۱۰۳۷

کیا ساری زمین پر اللہ کے دین کو غالب کرنے کے مقصد کو ہم نے پورا کر ڈالا اور رب ارض و سماء کی خالص بندگی و پرستش ہونے لگی ہے اور جھوٹے معبودوں کے سامنے جھکنے والے سروں کو ہم نے اللہ واحد کے سامنے سجدہ ریز کر لیا ہے؟

کیا ہم قریب ترین کافروں سے جنگ کرنے کا فریضہ ادا کرتے ہوئے اپنے ماحول اور گرد و نواح کو کفر و شرک کی نجاست و غلاظت سے پاک و صاف کر چکے ہیں؟

”کافر تم میں سختی اور شدت محسوس کریں“ کیا ہم نے اس فرمان کا حق ادا کیا ہے؟ کیا کفار نے ہماری شجاعت و قوت کا احساس و اعتراف کر لیا ہے اور وہ ہماری طاقت و قوت سے مرعوب ہو گئے ہیں؟

کیا اہل کتاب نے اسلام قبول کر لیا ہے یا ہمارے جزیہ گزار بن گئے ہیں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو ہم میں سے ہر شخص اور ہر فرد رب العالمین کے روبرو میدان حشر میں جواب دہ ہوگا اور اس فریضہ کے ترک پر اس سے باز پرس ہوگی جس طرح نماز، روزہ چھوڑنے، حج زکوٰۃ ترک کرنے پر باز پرس ہوگی، پھر اس کا ٹھکانہ جہنم اور اس کے لئے عذاب الیم ہوگا۔

اگر جہاد کو فرض کفایہ ہی مان لیں تو پھر سوال ہوتا ہے کہ کیا ہماری اتنی بڑی تعداد کفار و مشرکین کے مقابلے میں مشغول ہے کہ جس سے ہمارے مسلمان بھائیوں کی عزت و دولت عصمت و آبرو ظالموں اور جابروں کے ہاتھوں سے محفوظ و مامون ہو چکی ہو؟

اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر ہمیں چاہئے کہ ہم تیاری کریں اور سب سے بڑے فرض اور واجب ”جہاد فی سبیل اللہ“ کو پوری دنیا میں جاری کر دیں اور اللہ کا دین تمام ادیان عالم پر غالب کر دیں۔

عارضی اسباب میں فرضیت جہاد:

ضعیف و ناتواں مسلمانوں کی مدد و نصرت کے لیے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

[۱۶۷] ﴿وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ.....﴾ [النساء: ۷۵: ۴]

”تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کے راستے میں جہاد نہیں کرتے اور کمزور مردوں اور کمزور

عورتوں کے لئے.....“

[۱۶۸] ﴿وَإِنْ اسْتَضَرُّوْكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمْ النَّصْرُ﴾ [الأنفال: ۷۲: ۸]

”اگر دین کے بارے تم سے مدد طلب کریں تو ان کی مدد کرنا تم پر لازم ہے۔“

نیز سورۃ الحج کی آیات: ۳۹-۴۱ میں اور سورۃ البقرہ کی آیت نمبر: ۱۹۰ میں مظلوم و مقہور مسلمانوں کے لیے ظالم اور سفاک کافروں کے ساتھ جنگ کو اللہ تعالیٰ ضروری قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح مسلمانوں کو ان کے گھروں سے نکال دینے والے کفار کے ساتھ مسلم علاقوں کی آزادی اور واپسی تک کیلئے جنگ کو لازمی قرار دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

[۱۶۹] ﴿اٰخِرُ جَوْهَرٍ مِنْ حَيْثُ اٰخِرُ جَوْهَرٍ.....﴾ [البقرہ ۲: ۱۹۱]

”ان (کفار) کو وہاں سے نکال پھینکو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکال دیا تھا۔“

ملت اسلامیہ سے ایک سوال:

کیا ہم مسلمانوں نے دنیا بھر کے تمام بے سہارا مردوں، عورتوں اور ناتواں بچوں کو ان کی کمزوری اور بے بسی کے حالات سے نکال کر ان کو نصرت و مدد فراہم کر دی ہے؟

کیا دنیا کے کسی خطے میں کوئی مظلوم مسلمان مدد کیلئے پکارنے والا باقی نہیں رہا؟ یا پھر کشمیر اور بوسنیا میں ہندوؤں اور عیسائیوں کے ہاتھوں سے ہزاروں کی تعداد میں ذبح ہونے والے بے بس مردوں، عورتوں، معصوم بچوں اور ہزار ہا عزت و عصمت لڑوانے والی عمر رسیدہ بوڑھیوں اور دوشیزاؤں کی چیخ و پکار سننے سے ہمارے کان ہمیشہ کے لیے بند ہو چکے ہیں؟ اور ہم [۱۷۰] ﴿صُمُّ بُكْمٌ عُمْیٌ.....﴾

[البقرہ ۲: ۱۸۰] (اندھے، بہرے، گونگے) کی مجسم تصویر بن چکے ہیں۔

کیا آج مظلوم مسلمان اللہ سے نصرت و حمایت کی فریاد نہیں کر رہے؟

کیا ان کو محض ایک رب پر ایمان لانے کی وجہ سے ظلم و ستم کا نشانہ نہیں بنایا جا رہا؟

کیا ان کے دینی مدارس و مساجد گرائے نہیں جا رہے؟

[۱۷۱] ﴿اِنَّ اَوْلِيَاءَ هٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ﴾ ”اللہ کے گھروں کے والی متولی صرف متقی اور پرہیزگار

ہی ہو سکتے ہیں“ کیا ہم نے اللہ کے اس فرمان کا حق ادا کر دیا ہے؟

کیا ہم نے فقراء و مہاجرین کی طرح ﴿يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ [الحشر ۵۹: ۸] (اللہ اور اس

کے رسول کی نصرت) کا فریضہ ادا کر دیا ہے؟

اور اس کے نتیجہ میں [۱۷۲] ﴿اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ O﴾ [الحشر ۵۹: ۸] (یعنی اپنے

دعویٰ ایمان میں سچے ہیں) کا منصب حاصل کرنے کی جدوجہد مکمل کر لی؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر ہم

سماعت کے لیے اپنے بند کانوں کو، بصارت کے لیے اپنی بند آنکھوں اور بصیرت کے لئے اپنے لاک (Lock) لگے ہوئے دلوں کو کھولیں۔ اللہ کی طرف سے ندائے عام ہے۔ اس پر لبیک کہہ کر ہم یوم آخرت کی جواب دہی سے بری الذمہ ہو جائیں۔ تاکہ اطراف عالم میں موجود ہمارے مظلوم اور بے بس مسلمان بھائی ظالم و جابر کافروں اور مشرکوں کے پنجہٴ استبداد سے نجات حاصل کر سکیں۔ ان کو جہاد کی برکت اور اللہ کی نصرت و حمایت سے دین الہی اور اسلامی برادری کے ماحول کی برکتیں اور سعادتیں نصیب ہوں۔ شرک و کفر کی بجائے ہمارا ماحول توحید و اسلام کی منور فضاؤں سے آباد و شاد ہو اور ہمارے مقبوضہ علاقے شریار و ناپاک قوموں کے قبضے سے آزاد ہو کر اللہ کے نیک بندوں کی تحویل میں آجائیں۔

حاصل بحث:

ساری گفتگو کا لب لباب یہ ہے کہ مستقل اسباب کی طرح جہاد کے فرض عین ہونے کے چار عارضی اور وقتی اسباب بھی بدستور موجود و برقرار ہیں اور نبی ﷺ کی بشارت کے مطابق فتح دجال تک جہاد فرض اور واجب کے طور پر باقی و جاری رہے گا۔

فرض کفایہ کی حقیقت:

فرض کفایہ کا غلط تصور بھی عام طور پر افراد امت کو فریضہٴ جہاد کی ادائیگی سے محروم رکھنے کا ایک بڑا سبب ہے۔ ذیل میں شرعی دلائل سے اس پر مختصر بحث پیش کی جاتی ہے۔

فرض کفایہ کی تعریف حوالہ جات کے ساتھ بیان کی جا چکی ہے کہ ”إِذَا قَامَ بِهِ الْبَعْضُ سَقَطَ عَنِ الْبَاقِينَ“ ”جب فرض کفایہ کو بعض لوگ قائم کر لیں (اور فرضیت کا مقصد حاصل ہو جائے) تو بقیہ افراد کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا۔“

مثلاً نماز جنازہ فرض کفایہ ہے، جب مسلمانوں کی ایک جماعت قلیل یا کثیر مسلمان میت کا جنازہ پڑھ لیں گے تو مقصد (میت کے لئے دعاء و استغفار) حاصل ہو جائے گا۔

ایسے ہی سلام کے جواب کا معاملہ ہے۔ کچھ لوگوں کی جماعت میں سے ایک شخص سلام کہنے والے کو ”وعلیکم السلام“ کہہ دے گا تو سلام کا مقصد (اللہ سے رحمت و سلام طلب کرنا) پورا ہو جائے گا۔

لیکن جہاد فی سبیل اللہ میں شریک بعض لوگ اگر مقاصد جہاد پورے نہیں کر رہے، انسداد فتنہ، اللہ

کی زمین پر اللہ کے دین کا نفاذ اور اعلاء کلمۃ اللہ کے اہداف و اغراض پورے نہیں ہو رہے، کفار و مشرکین کی طرف سے زمین پر فساد برپا ہے، دنیا کے مختلف علاقوں میں مسلمان محض ایمان لانے کی وجہ سے ظلم و ستم کا نشانہ بنے ہوئے ہیں، کمزور و بے بس مسلمانوں کی مدد و نصرت کا زیادہ سے زیادہ حق تو درکنار کم از کم حق بھی ادا نہیں ہو رہا، اہل اسلام کے علاقے اور ممالک بدستور ظالم و غاصب کفار کے ناجائز قبضہ میں موجود ہیں، ظلم و زیادتی کا قلع قمع دن بدن ناممکن بنتا جا رہا ہے۔ مظلوم و مقہور مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں کی چیخ و فریاد سے پہاڑوں کے دل بھی پھٹ رہے ہیں تو جہاد کی ضرورت و حاجت باقی ہے اور مسلسل بڑھتی جا رہی ہے۔ حالات حاضرہ امت مسلمہ کو اسلام کے دفاع کے لئے متحد و متفق ہو کر جہاد جاری کرنے کے لئے بباغ و بیل پکار رہے ہیں۔

غیور مسلمانو! بالفرض اگر یہ فرض کفایہ ہے تو جب کفایت نہیں ہو رہی، حاجت و ضرورت شدید سے شدید تر ہے تو اسے فرض کفایہ کہنا کیا واضح اور سفید جھوٹ نہیں۔ بلکہ ”اَلْكَذِبُ الْاَكْبَرُ“ (سب جھوٹوں سے بڑا جھوٹ) نہ ہوگا؟ یقیناً مذکورہ حالات میں جہاد کو فرض کفایہ تصور کرنا جب کہ مقاصد جہاد کے حصول کے لیے کوئی کفایت نہیں ہو رہی، لغوی و شرعی طور پر، عقلی و فطری طور پر ہر اعتبار سے غلط و باطل ہے۔

جید آئمہ اسلام کی گواہی

◎ امام الباجی مالکی رحمہ اللہ یہ رقمطراز ہیں:

”وَمَعْنَى قَوْلِنَا مِنْ فُرُوضِ الْكِفَايَةِ أَنَّهُ يَجِبُ فِي الْجُمْلَةِ فَإِذَا قَامَ بِهِ بَعْضُ النَّاسِ سَقَطَ فَرَضُهُ عَمَّنْ قَامَ بِهِ وَعَنْ غَيْرِهِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَإِذَا عَمَّتِ الْحَاجَةُ إِلَى جَمِيعِ النَّاسِ وَدَهَمَهُمُ مِنَ الْعُدُوِّ مَا لَا يَقُومُ بِهِ بَعْضُهُمْ لَزِمَ الْفَرَضُ جَمِيعَهُمْ وَالْأَصْلُ فِي وُجُوبِهِ قَوْلُهُ تَعَالَى: [۱۷۳] ﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةً وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ ۚ﴾ ۳۸

”جہاد کے فرض کفایہ ہونے کا معنی یہ ہے کہ جب بعض لوگ اس کو پورے طور سے ادا کر لیں تو سب کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا۔ لیکن جب ضرورت پوری نہ ہو رہی ہو اور دشمن کو بعض لوگ پورے نہ آ رہے ہوں تو سب لوگوں پر فرض عین ہوگا۔ جہاد کے فرض اور واجب ہونے کی دلیل

اللہ کا یہ فرمان ہے: [۱۷۴] ﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةً وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ﴾ [الأنفال=۸: ۳۹] ”ان سے اس وقت تک لڑائی کرو کہ فتنہ ختم ہو جائے اور ساری زمین پر اللہ کا دین غالب آجائے۔“

◎ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وَأَنَّمَا فِرَاضُ الْجِهَادِ لِأَعْرَازِ دِينِ اللَّهِ وَ دَفْعِ الشَّرِّ عَنِ الْعِبَادِ فَإِذَا حَصَلَ الْمَقْصُودُ بِالْبَعْضِ سَقَطَ عَنِ الْآخَرِينَ كَصَلَاةِ الْجَنَازَةِ وَ رَدِّ السَّلَامِ۔“ ۳۹

”یقیناً جہاد دین اسلام کے اعزاز اور بندگان رب کو شر سے محفوظ رکھنے کے لیے فرض ہوا ہے۔ لہذا حصول مقصد کے بعد سب کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا (بصورت دیگر فرض عین رہے گا)۔ جیسا کہ نماز جنازہ اور سلام کا جواب دینے کا معاملہ ہے۔“

◎ صاحب دُرِّ مختار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وَأَيَّاكَ أَنْ تَتَوَهَّمَنَّ أَنَّ فَرَضِيَّتَهُ تَسْقُطُ عَنْ أَهْلِ الْهِنْدِ بِقِيَامِ أَهْلِ الرُّومِ مَثَلًا بَلْ يَفْرُضُ عَلَى الْأَقْرَبِ فَلَا اقْرَبَ مِنَ الْعَدُوِّ إِلَى أَنْ تَقَعَ الْكِفَايَةُ فَلَوْ لَمْ تَقَعْ إِلَّا بِكُلِّ النَّاسِ فِرَاضٌ عَيْنًا كَصَلَاةٍ وَ صَوْمٍ۔“ ۴۰

”یہ وہم و گمان ہرگز نہ کرو کہ مثلاً اہل روم کے فریضہ جہاد کو ادا کرنے سے اہل ہند بھی بری الذمہ ہو جائیں گے۔ بلکہ ”الْأَقْرَبُ فَلَا اقْرَبَ“ (یعنی قریب ترین) کے اصول پر عمل پیرا ہوتے ہوئے ضرورت پوری ہونے تک سب پر فرض عین ہوگا۔ چنانچہ اگر ضرورت تمام مسلمانوں کے بغیر پوری نہ ہو رہی ہو تو جہاد بالعموم تمام مسلمانوں پر نماز روزے کی طرح فرض عین ہوگا۔“

مزید رقمطراز ہیں:

”هُوَ فَرَضٌ ابْتِدَاءً وَإِنْ لَمْ يَبْدُؤُونَا وَ أَمَّا قَوْلُهُ تَعَالَى [۱۷۵] ﴿فَإِنْ قَتَلْتُمْهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ.....﴾ [البقرة=۲: ۱۹۱] وَ تَحْرِيمُهُ فِي الْأَشْهُرِ الْحُرْمِ فَمَنْسُوخٌ بِالْعُمُومَاتِ [۱۷۶] ﴿فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ.....﴾ [التوبة=۹: ۵] “ ۴۱

”کفار و مشرکین کے ساتھ جہاد کی ابتدا کرنا فرض عین ہے، اگرچہ کافروں کی طرف سے آغاز نہ

ہو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان: ”اگر وہ تم سے قتال کریں تو تم ان سے قتال کرو.....“ اور حرمت والے چار مہینوں میں اس کی ممانعت کا حکم یہ دونوں حکم جنگ و قتال کی ان آیات کے ساتھ منسوخ ہیں جن میں قتال کا عام حکم دیا گیا ہے۔ مثلاً: ”مشرکین کو جہاں بھی پالو قتل کر ڈالو.....“

◎ الشیخ منصور بن یونس رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”إِلَّا أَنْ تَدْعُوا الْحَاجَةَ لِحُضُورِهِ لِعَدَمِ كِفَايَةِ الْحَاضِرِينَ لِلْعَدُوِّ فَيَتَّعِينَ أَيْضًا عَلَى الْبَعِيدِ.“ ۴۲

”جب میدان قتال میں موجود مجاہدین سے ضرورت پوری نہ ہو رہی ہو تو تمام دور والوں پر بھی ضرورت کی بناء پر جہاد فرض عین ہوگا۔“

◎ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

”فَيَخْرُجُ مِنْ قَوْلِهِمَا أَنَّهُ كَانَ عَيْنًا عَلَى الطَّائِفَتَيْنِ وَالتَّحْقِيقُ أَنَّهُ كَانَ عَيْنًا عَلَى مَنْ عَيْنَهُ النَّبِيُّ ﷺ فِي حَقِّهِ وَلَوْ لَمْ يَخْرُجْ فَهُوَ فَرَضٌ كِفَايَةٌ عَلَى الْمَشْهُورِ إِلَّا أَنْ تَدْعُوا الْحَاجَةَ إِلَيْهِ وَقِيلَ يَجِبُ كُلَّمَا امْكَنَ وَهُوَ قَوِي وَالتَّحْقِيقُ أَيْضًا أَنَّ جِهَادَ الْكُفَّارِ مُتَعَيَّنٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ.“ ۴۳

”مندرجہ بالا دونوں اقوال سے ثابت ہوا کہ جہاد دونوں گروہوں (مہاجرین و انصار) پر فرض عین تھا۔ سچی بات تو یہ ہے کہ جہاد ہر اس شخص پر فرض عین تھا جس کو نبی ﷺ نے اس کے لئے متعین کر دیا۔ جہاد مشہور قول کے مطابق (نہ کہ تحقیقی قول کے مطابق) فرض کفایہ ہے۔ لیکن حاجت و ضرورت کا معاملہ ہو تو فرض عین ہوگا۔ ایک قول کے مطابق ہر ممکن موقع پر فرض عین ہے۔ یہی قول قوی اور مضبوط ہے اور یہ بات بھی ثابت ہے کہ مطلقاً جہاد کافروں کے ساتھ ہر مسلمان پر فرض عین ہے۔“

◎ ابن عابدین حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وَقَوْلُهُ تَعَالَى: [۱۷۷] ﴿قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ﴾ [التَّوْبَةُ: ۹=۱۲۳] ”يَدُلُّ عَلَى أَنَّ الْوُجُوبَ عَلَى أَهْلِ كُلِّ قَطْرٍ وَ عَلَى أَنَّ الْجِهَادَ فَرَضٌ عَلَى كُلِّ مَنْ يَلِي الْكُفَّارَ

مِنَ الْمُسْلِمِينَ عَلَى الْكِفَايَةِ..... لِمَا ذَكَرْنَا أَنَّهُ فَرَضَ عَلَى النَّاسِ كُلِّهِمْ مِمَّنْ هُوَ مِنْ أَهْلِ الْجِهَادِ۔“ ۴۴

”اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ ”اپنے قریب ترین کافروں سے قتال کرو۔“ اس امر پر دلیل ہے کہ جہاد مسلمانوں پر فرض ہے اور کفار کے قریب رہنے والوں پر ”فرض کفایہ“ کے طور پر فرض ہوگا، اگر وہ مقاصد جہاد کو پورا کر رہے ہوں۔ وگرنہ فرض عین ہوگا اور تمام لوگوں پر جو جہاد کرنے کے اہل ہوں اس کی ادائیگی لازم ہوگی۔“

◎ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”إِنَّهُ يَجِبُ دَفْعُهُ عَلَى الْأَقْرَبِ فَلَا اقْرَبَ إِذْ بِلَادُ الْإِسْلَامِ بِمَنْزِلَةِ الْبَلَدَةِ الْوَاحِدَةِ وَإِنَّهُ يَجِبُ النَّفِيرُ إِلَيْهِ بِلَا إِذْنٍ وَالِدٍ أَوْ غَرِيمٍ۔“ ۴۵

”کافروں کے ساتھ جہاد کرنا قریب ترین مسلمانوں پر فرض عین ہے۔ کیونکہ تمام مسلم علاقے ایک شہر کی مانند ہیں (جن کا دفاع و تحفظ دنیا بھر کے مسلمانوں پر فرض ہے) اور ان کے دفاع کی خاطر جہاد فی سبیل اللہ کے لئے نکلنا والدین اور قرض خواہ کی اجازت کے بغیر فرض اور واجب ہوگا۔“

مذکورہ اقتباسات اکابر علمائے اسلام، محدثین، مفسرین اور جلیل القدر فقہاء کی مستند اور متداول (یعنی بازار میں دستیاب) کتابوں سے پیش کئے گئے ہیں۔ قرآن وحدیث کے واضح دلائل، امت مسلمہ کے اجماع کی صراحت، محدثین کے اقوال، اکابر علمائے اسلام کے فتاویٰ جات کی موجودگی میں ایک مسلمان کے لئے یہ فیصلہ کرنا مشکل نہیں رہتا کہ ”کافروں کے ساتھ جہاد“ کا شرعی معنی ”کافروں کے ساتھ قتال“ ہی ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے۔ مقاصد و اہداف کے حصول تک ہر عاقل اور بالغ مسلمان پر فرض عین ہے۔ اس کی آخری منزل اعلاء کلمۃ اللہ، اللہ کے دین کا نفاذ اور قیام عدل ہے۔ یہ فریضہ آغاز نبوت سے دجال کو قتل کرنے تک جاری رہے گا۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان کی عملی تصدیق ہے۔ تمام انسانوں کو دین حق پر جمع ہونے اور ادیان باطلہ کو مٹا دینے کی یہ دعوت ہے۔ بین الاقوامی طور پر

اصلاح انسانی کی یہ تحریک اور عدل اجتماعی کے قیام کی یہ منزل ہے۔

یہ جہاد ظلم اور دہشت گردی نہیں بلکہ مظلوم کی حمایت اور سراپا عدل و انصاف ہے، بحر و بر میں برپا فتنہ و فساد ختم کرنے کا ”نسخہ کیمیا“ ہے، مومنوں کے لیے اجر و ثواب، مال غنیمت کے حصول کا ذریعہ اور دخول جنت کی سبیل ہے۔ کیونکہ جنت مجاہدین کی تلواروں کے سایوں میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

[۱۷۸] «وَأَعْلَمُوا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلِّ السُّيُوفِ»^{۲۶}

”اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔“

((.....❀❀❀❀❀.....))

^{۲۶} صحیح البخاری = کتاب الجہاد والسیر: بابُ الجَنَّةِ تحتِ بَارِقَةِ السُّيُوفِ، الحدیث: ۲۶۶۳ + صحیح مسلم = کتاب

الجہاد والسَّيْر: بابُ كِدَاهَةِ تَمَنِّيِّ لِقَاءِ الْعَدُوِّ، الحدیث: ۱۷۶۲ + مسند احمد

باب ۴:

جہاد کے فرض عین ہونے کی شرائط

وجوب جہاد کے لئے چند ایک شرائط درج ذیل ہیں:

۱) مسلمان ہو ۲) عاقل ہو ۳) بالغ ہو

۴) مذکر ہو ۵) تندرست ہو ۶) غیر معذور ہو

۷) آزاد ہو ۸) بیٹا ہو ۹) جہاد کا خرچہ یعنی زاد راہ پاس ہو۔

چنانچہ غیر مسلم، مجنوں، نابالغ، عورت، مریض، معذور، غلام، نابینا اور ہر وہ شخص جس کے پاس زاد راہ نہ ہو ان تمام قسم کے افراد پر جہاد فرض نہیں ہوگا۔ اگر نابالغ، عورت، مریض، غلام اور زاد راہ سے محروم افراد بھی جہاد میں شریک ہوں تو یہ عمل ان کے لئے افضل ترین نیکی اور بہترین عبادت ہوگی۔ ۱

تندرست، غیر معذور اور راہ جہاد کے اخراجات کا متحمل ہونا:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

[۱۷۹] ﴿لَيْسَ عَلَى الصُّعْفَاءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضَىٰ وَلَا عَلَى الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ مَا يُنْفِقُونَ حَرَجٌ إِذَا نَصَحُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ مَا عَلَى الْمُحْسِنِينَ مِنْ سَبِيلٍ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا اتَّوَكَّ لَتَحْمِلَهُمْ قُلْتُ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۚ تَوَلَّوْا وَأَعْيَيْهُمْ تَفِيضٌ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَا يُنْفِقُونَ ۝﴾ [التوبة: ۹۱، ۹۲]

”بوڑھوں، مریضوں اور ان لوگوں پر جو زاد راہ نہیں پاتے (اگر جہاد میں نہ نکلیں) تو کوئی حرج نہیں ہے۔ جبکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے خیر خواہ ہوں۔ احسان کرنے والوں پر کوئی سزا نہیں اور اللہ بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے۔ اور نہ ان لوگوں پر کوئی گناہ ہے جو تیرے پاس آ کر جہاد کے لئے سواری مانگتے ہیں اور تو کہتا ہے کہ میں تمہارے لئے سواری نہیں پاتا۔ پھر وہ اس حالت میں لوٹتے ہیں کہ ان کی آنکھیں زاد راہ

نہ ہونے کے غم میں اشکبار ہوتی ہیں۔“

[۱۸۰] ﴿لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَى حَرْجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرْجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ

حَرْجٌ ط﴾ [الفتح=۴۸: ۱۷]

”نا بینے، ننگڑے اور مریض پر (جہاد میں نہ نکلنے کی صورت میں) کوئی حرج نہیں۔“

سورۃ الفتح میں اللہ تعالیٰ صلح حدیبیہ میں پیچھے رہ جانے والے دیہاتیوں کو متنبہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر تم پہلے کی طرح اس وقت بھی (جہاد فی سبیل اللہ) سے پھر گئے تو اللہ تمہیں المناک عذاب سے دو چار کر دے گا۔ البتہ معذور افراد اس سے مستثنیٰ ہیں۔ سورہ توبہ اور سورہ فتح کی مذکورہ آیات سے چند باتیں سامنے آتی ہیں۔

① مذکور معذور افراد پر جہاد فرض نہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ جہاد ان کے لئے دیگر عبادات اور نوافل کی طرح عبادت ہی نہیں بلکہ افضل ترین عبادت ہے۔

② مجاہد کے زاد راہ اور خرچ پر دوسرے مسلمان بھائی کی اعانت سے بھی قادر ہوا جاسکتا ہے اور غازی کی تیاری و اعانت کی اسلام میں زبردست ترغیب دی گئی ہے۔ جیسا کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

[۱۸۱] « مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَقَدْ غَزَا وَمَنْ خَلَفَ غَازِيًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ

بِخَيْرٍ فَقَدْ غَزَا » ۱

”جس نے اللہ کی راہ میں جانے والے غازی کو سامانِ جہاد فراہم کیا تحقیق اس نے بھی جہاد کیا اور جس نے اس کے بعد اس غازی فی سبیل اللہ کے اہل و عیال کی خیر کے ساتھ نگرانی کی تو وہ بھی جہاد کے عمل میں شریک ہو گیا۔“

③ سورۃ الفتح سے یہ بھی معلوم ہوا کہ معذور افراد کے علاوہ تمام مسلمانوں پر جہاد سے پیچھے رہنا اور لڑائی سے منہ موڑنا دردناک عذاب کا باعث ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۸۲] ﴿وَإِنْ تَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا﴾ [الفتح=۴۸: ۱۶]

”اور اگر تم (حدیبیہ) کی طرح اب بھی (جہاد کے لئے نکلنے سے) گریز کی راہ اختیار کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں المناک عذاب میں مبتلا کر دے گا۔“

عاقلاً، بالغ اور مذکر ہونے کی شرائط:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۸۳] ﴿لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ [البقرة=۲: ۲۸۶]

”اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۱۸۴] «رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ: عَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ وَ عَنِ الصَّغِيرِ حَتَّى يَكْبُرَ وَ

عَنِ الْمَجْنُونِ حَتَّى يَعْقِلَ» ۳

”تین قسم کے افراد مرفوع القلم ہیں: سونے والا جاگنے تک، نا بالغ بالغ ہونے تک اور

دیوانہ عقلمند ہونے تک۔“

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنے بارے میں بیان کرتے ہیں:

[۱۸۵] «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَرَضَهُ يَوْمَ أُحُدٍ، وَهُوَ ابْنُ أَرْبَعِ عَشْرَةَ سَنَةً فَلَمْ

يُجِزْهُ۔ ثُمَّ عَرَضَنِي يَوْمَ الْخَنْدَقِ وَأَنَا ابْنُ خُمْسِ عَشْرَةٍ فَأَجَازَنِي» ۴

”وہ (یعنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ) رسول اللہ ﷺ کے سامنے احد کے دن پیش ہوئے اور

اس وقت انکی عمر چودہ (۱۴) سال تھی۔ آپ نے ان کو لشکر میں شرکت کی اجازت نہ دی۔

پھر خندق کے دن پیش ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر پندرہ (۱۵) برس تھی۔ تب آپ ﷺ

نے اجازت مرحمت فرمادی۔“

نابالغوں اور غلاموں کا جہاد:

نابالغ بچوں اور غلاموں پر غیر مکلف اور غیر مختار ہونے کی وجہ سے جہاد فرض عین نہیں ہے۔

۳ صحیح الترمذی = أبواب الحدود : باب مَا جَاءَ فِي مَنْ لَا يَجِبُ عَلَيْهِ الْحَدُّ، الحديث: ۱۱۵۰ + صحيح سنن

البیہقی = کتاب الطلاق : باب من لا يقع طلاقه من الأزواج ، الحديث: ۳۲۱۰ + صحيح أبو داود = كتاب الحدود :

باب في المجنون يسرق أو يصيب حداً ، الحديث: ۳۶۹۸، ۳۷۰۱، ۳۷۰۳ + صحيح ابن ماجه = كتاب الطلاق : باب

طلاق المعتوه والصغير والنائم ، الحديث: ۱۶۶۰ + المستدرک علی الصحیحین ، الحديث : ۹۴۹ ، ۲۳۵۱ +

الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان : ۱۴۳، ۱۴۲

۴ صحیح البخاری = کتاب الشہادات: باب بلوغ الصبيان و شهادتهم، الحديث: ۲۵۲۱ = کتاب المغازی : باب غزوة الخندق و

هي الأحزاب ، الحديث : ۳۸۷۱ + صحيح مسلم = كتاب الإمارة : باب بَيَانِ سِنِّ الْبُلُوغِ ، الحديث: ۱۸۶۸ + صحيح

الترمذی = أبواب الأحكام: باب ما جاء في حد بلوغ المرأة ، الحديث: ۱۰۹۷

البتہ غلام فرض عین ہونے کی صورت میں نماز اور روزہ کی طرح بغیر اجازت کے فریضہ جہاد ادا کرنے کا پابند ہوگا۔ تاہم باشعور نابالغ بچے اور غلام عمومی حالات میں بھی مالک کی اجازت سے جہاد میں شریک ہوں تو ان کیلئے یہ افضل ترین نفلی عبادت ہوگی۔ عہد نبوت کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

سیدنا عمیر رضی اللہ عنہ اپنے بارے ہی بیان کرتے ہیں:

[۱۸۶] « شَهِدْتُ حَبِيبَ مَعَ سَادَتِي فَكَلَّمُوا فِي رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَأَمَرَ بِي فَقُلْتُ سَيِّئًا فَإِذَا أَجْرُهُ فَأُخْبِرَ أَنِّي مَمْلُوكٌ فَأَمَرَنِي بِشَيْءٍ مِنْ خُرَّتِي الْمَتَاعِ » ۵

”میں اپنے آقاؤں کے ساتھ غزوہ خیبر میں شریک ہوا انہوں نے میرے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے بات کی تو آپ کے حکم سے مجھے تلوار کے ساتھ مسلح کر دیا گیا جسے میں کھینچ رہا تھا۔ پھر آپ کو بتایا گیا کہ میں ایک غلام ہوں تو آپ نے میرے لئے معمولی (گھریلو) سامان میں سے کچھ دینے کا حکم صادر فرمایا۔“

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نجدہ الحروری کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

[۱۸۷] « أَمَّا الْمَمْلُوكُ فَكَانَ يُحْذَى » ۶

”(عورتیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوات میں شریک ہوتی تھیں مگر ان کو مقررہ حصہ کی بجائے کچھ عطیہ وغیرہ دیا جاتا تھا) اسی طرح غلاموں کو بھی کچھ انعام و اکرام دیا جاتا تھا۔“

◎ امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”أُسْهِمَ النَّبِيُّ ﷺ لِلصَّبِيَّانِ بِحَبِيبٍ وَأُسْهِمَتْ أَعِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ لِكُلِّ مَوْلُودٍ وَلَدَ فِي أَرْضِ الْحَرْبِ.“ ۷

”غزوہ خیبر میں رسول اللہ ﷺ نے نابالغ بچوں کو بھی مقررہ حصہ عطا کیا اور آپ ﷺ کے بعد خلفاء اور امراء بھی میدان جنگ میں پیدا ہونے والے ہر نومولود کو حصہ دیتے رہے ہیں۔“

۵ صحیح أبوداؤد = کتاب الجہاد : باب فی المرأة والعبد یحزبان من الغنیمۃ ، الحدیث : ۲۳۷۰ + صحیح الترمذی = أبواب السیر = باب هل یسهم للعبد ، الحدیث : ۱۲۶۱ + صحیح ابن ماجہ : کتاب الجہاد : باب العبد والنساء یشہدون مع المسلمین + مسند أحمد : ۵/۲۲۳ + الإحسان فی تقریب صحیح ابن حبان ، الحدیث : ۴۸۳۱ + المصنف لابن أبی شیبہ + سنن الدارمی + ابن جأرد + الطیالسی + المصنف لعبد الرزاق + ابن سعد + الطبرانی + حاکم + البیہقی

۶ صحیح سنن أبی داؤد = کتاب الجہاد : باب فی المرأة والعبد یحزبان من الغنیمۃ ، الحدیث : ۲۳۶۸

۷ صحیح الترمذی = أبواب السیر : باب من یعطی الفیء

اکثر فقہائے کرام کے قول کے مطابق عورتوں کی طرح غلاموں اور نابالغ بچوں کے لئے صرف انعام و اکرام ہوگا۔ جبکہ بعض ائمہ کے فتویٰ کے مطابق قتال کرنے والی عورتوں اور بلوغت کے قریب لڑکوں کو مقررہ حصہ دیا جائے گا۔ دونوں قسم کی احادیث کو مد نظر رکھ کر جو درمیانہ موقف ہے وہی صحیح ترین موقف ہے جس کا بیان اسی باب کے آئندہ عنوان ”عورتوں کا جہاد میں شریک ہونا“ میں ان شاء اللہ آئے گا۔

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوات و فتوحات کے جہادی مراحل میں نوجوانوں اور آقاؤں کے ساتھ ساتھ مسلم غلاموں اور نابالغ لڑکوں کا بھی ایک تاریخی کردار ہے جو فریضہ جہاد میں ان کی زبردست اہمیت کا واضح ثبوت فراہم کرتا ہے۔^۵

عورتوں کی جہاد میں شرکت کا حکم:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

[۱۸۸] «إِسْتَأْذَنْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِي الْجِهَادِ فَقَالَ: «جِهَادُ كُنَّ الْحُجُّ»^۶

”میں نے رسول اللہ ﷺ سے جہاد میں شرکت کی اجازت طلب کی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا جہاد حج ہے۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی مروی ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں:

[۱۸۹] «نِعْمَ الْجِهَادُ الْحُجُّ»^۷

”(عورتوں کے لئے) حج بہترین جہاد ہے۔“

ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں:

[۱۹۰] «لَكُنَّ أَفْضَلُ الْجِهَادِ حَجٌّ مَبْرُورٌ»^۸

”تمہارے لئے افضل جہاد حج مبرور ہے۔“

محدثین کے نزدیک ان احادیث کا صحیح مفہوم یہی ہے کہ مردوں کی طرح عورتوں پر عام حالات میں جہاد فرض عین نہیں ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ وہ جہاد میں شریک ہی نہ ہوں۔ نہ ہی یہ

۵ خلاصہ کلام از معالم السنن للخطابی، الحديث: ۲۶۱۱-۲۶۱۴ + تحفة الأحوزی: ۲/ ۳۸۰، ۳۸۱ + شرح النووی:

۱۷۹/۳ + المنتقى شرح المؤطا: ۱۷۹/۳

۶ صحيح البخاری = کتاب الجہاد: باب جہاد النِّساء، الحديث: ۲۷۲۰

۷ صحيح البخاری = کتاب الجہاد: باب جہاد النِّساء، الحديث: ۲۷۲۱

۸ صحيح البخاری = کتاب الجہاد: باب فضل الجہاد و السَّير، الحديث: ۲۶۳۲

مطلب ہے کہ مخصوص حالات میں بھی وہ جہاد و قتال کی فرضیت سے مستثنیٰ ہوں گیں۔ بلکہ جہاد میں شمولیت عورتوں کے لئے بالعموم افضل ترین نفلی عبادت اور خصوصی حالات میں شمولیت (دشمنان اسلام کے حملہ آور ہو جانے کی صورت میں یا پھر اپنا دفاع کرنے کے لئے) مردوں کی طرح فرض عین ہوگی۔ امام ابو ولید مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مؤطا میں تحریر کیا ہے کہ عورتوں کو مردوں کی طرح قتال کرنے پر باقاعدہ اموال غنیمت سے حصہ دیا جائے گا۔ لیکن جمہور محدثین کے نزدیک باقاعدہ حصہ نہیں بلکہ تھوڑا بہت انعام دیا جائے گا اس حدیث کی بناء پر جس کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم میں عورتوں کی جہاد میں شرکت کے صحیح ہونے پر امت کا اجماع نقل کیا ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے اس موقف کی بنیاد وہ بہت ساری احادیث ہیں جن کو امام بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اپنی صحیح میں درج کیا ہے۔^{۱۲}

بحری غزوات میں عورتوں کی شرکت:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلے میں سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا کی طویل حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا کو اپنی امت کے ان تخت نشین بادشاہوں جیسے مجاہدین کے ساتھ شمولیت کی بشارت دی جو ”بجیرۃ اخضر“ میں جہاد فی سبیل اللہ کریں گے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۱۹۱] « أَنْتِ مِنَ الْأَوَّلِينَ وَلَسْتَ مِنَ الْآخِرِينَ »^{۱۳}

”اے ام حرام! تو پہلے پہل شہید ہونے والوں میں سے ہوگی نہ کہ آخری شہداء میں سے۔“
چنانچہ ام حرام رضی اللہ عنہا سمندری غزوہ میں شامل ہوئیں اور اپنی سواری سے گر کر شہید ہو گئیں۔

امہات المومنین رضی اللہ عنہن میدان قتال میں:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس عنوان پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث سے استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پردے کا حکم نازل ہونے کے بعد اپنی ازواج مطہرات کو جہاد کے لئے

^{۱۲} خلاصہ کلام از شرح النووی : ۱۱۶/۲ + فتح الباری : ۶/۴۱۶-۴۱۸ + المنقذی شرح المؤطا : ۱۷۷/۳ + صحیح البخاری = کتاب الجہاد : باب من غزا بِصَبِيٍّ لِلخِدْمَةِ : ۴۰۵/۱

^{۱۳} صحیح البخاری = کتاب الجہاد : باب غزوة المرأة في البحر، الحديث : ۲۷۲۲، ۲۶۳۶ + صحیح مسلم = کتاب

ساتھ لے جانے کی خاطر قرعہ اندازی فرماتے۔ حتیٰ کہ ایک غزوہ میں قرعہ میرے نام نکل آیا تو میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ جہاد میں شریک تھی۔ یہ واقعہ پردے کے احکام نازل ہونے کے بعد ہوا۔ یہ غزوہ مرسیع تھا اور اسی میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان بازی اور تہمت طرازی کا حادثہ رونما ہوا۔ جس پر سورۃ النور میں زنا اور زنا کی تہمت کے بارے شرعی حدود مقرر کی گئیں۔ ۱۳

مردوں کے ہمراہ خواتین اسلام کی غزوات میں شرکت:

امام بخاری رحمہ اللہ، امام نووی رحمہ اللہ اور دیگر آئمہ و محدثین نے اس مسئلہ کے لئے سیدنا انس، ابن عباس، عائشہ، ام سلیم، ام عطیہ رضی اللہ عنہن و عنہن سے درج ذیل صحیح احادیث سے استدلال فرمایا ہے:

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۱۹۲] «وَلَقَدْ رَأَيْتُ عَائِشَةَ بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ وَ أُمَّ سُلَيْمٍ يَوْمَ أُحُدٍ وَ إِنَهُمَا لَمُشْمِرَتَانِ أَرَايَ خَدَمَ سُوقِهِمَا تَنْقُزَانِ الْقِرْبَ عَلَى مُتُونِهِمَا ثُمَّ تُفَرِّغَانِهِ فِي أَفْوَاهِ الْقَوْمِ - ثُمَّ تَرْجِعَانِ فَتَمْلَأَانِيهَا ثُمَّ تَجِئَانِ فَتُفَرِّغَانِي فِي أَفْوَاهِ الْقَوْمِ» ۱۵

”میں نے غزوہ احد میں اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ اور سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہما اپنی پنڈلیوں سے چادریں اوپر اٹھا کر، حتیٰ کہ میں ان کی پنڈلیوں کے پازیب بھی دیکھ رہا تھا، اپنے کندھوں پر مشکیزے لاد کر لاتیں اور زخمی لوگوں کے مونہوں میں انڈیل رہی تھیں۔ وہ یہ عمل بار بار کرتی تھیں۔“

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

[۱۹۳] «وَقَدْ كَانَ يَغْزُو بِهِنَّ فَيَدَاوِينُ الْجَرْحَى وَ يُحْدِثْنَ مِنَ الْغَنِيمَةِ وَ أَمَّا بِسَهُمْ فَلَمْ يَضْرِبْ لَهُنَّ» ۱۶

”رسول اللہ ﷺ عورتوں کو جہاد میں شریک کرتے تھے۔ وہ زخمیوں کا علاج کرتی تھیں

۱۳ ملاحظہ ہو: صحیح البخاری = کتاب المغازی : باب حديث الإفك، الحديث : ۳۹۱۰ + صحیح مسلم = کتاب التوبة :

باب في حديث الإفك و قبول توبة القاذف، الحديث: ۲۷۷۰

۱۵ صحیح البخاری = کتاب الجہاد : باب غزو النساء و قتالهن مع الرجال ، الحديث: ۲۷۲۴ + صحیح مسلم = کتاب

الجہاد والسير : باب غزوة النساء مع الرجال ، الحديث : ۱۸۱۱

۱۶ صحیح مسلم = کتاب الجہاد والسير : باب النساء الغزيات يرضعن لهن ولا يسهم والنهي عن قتل صبيان أهل الحرب،

الحديث: ۱۸۱۲

اور انہیں مال غنیمت سے کچھ انعام بھی دیا جاتا تھا۔ البتہ ان کے لئے کوئی باقاعدہ حصہ مقرر نہ تھا۔“

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۱۹۴] «وَأُمُّ سَلِيطٍ مِنْ نِسَاءِ الْأَنْصَارِ مِمَّنْ بَايَعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : فَإِنَّهَا كَانَتْ تَزْفِرُنَا الْقَرَبَ يَوْمَ أُحُدٍ» ۱۷

”سیدہ ام سلیط انصاریہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی جہاد پر بیعت کرنیوالوں میں شامل تھیں چنانچہ وہ غزوہ احد کے دن ہمارے لئے مشکیزے سیتی تھیں۔“

سیدہ ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

[۱۹۵] «كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ نَسْقِي وَنُدَاوِي الْجَرْحَى وَنَرُدُّ الْقَتْلَى إِلَى الْمَدِينَةِ» ۱۸

”ہم نبی ﷺ کے ہمراہ جہاد میں شامل ہو کر اپنے لشکر کو پانی پلاتی، زخمیوں کا علاج معالجہ کرتی اور مقتولین کو مدینہ میں منتقل کرتی تھیں۔“

صحیح بخاری کی ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں:

[۱۹۶] «وَقَالَتْ كُنَّا نَغْزُو مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَنَسْقِي الْقَوْمَ وَنَخْدُمُهُمْ وَنَرُدُّ الْجَرْحَى وَالْقَتْلَى إِلَى الْمَدِينَةِ» ۱۹

”سیدہ ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد میں شریک ہوتیں، قوم کے افراد کو پانی پلاتیں، ان کی خدمت بجا لائیں اور زخمیوں اور شہیدوں کو مدینہ منورہ منتقل کرتیں۔“

میدان جنگ میں عورتوں کی شرکت اور ان کے فرائض کی تفصیل مذکورہ بالا صحیح احادیث سے معلوم ہو چکی ہے۔ آخر میں ہم درج ذیل ایک صحیح حدیث سے عورتوں کا جنگ و قتال میں براہ راست شریک ہونا اور ضرورت کے وقت جہاد کا مرد و عورت پر فرض عین ہونا ثابت کرتے ہیں۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۱۹۷] «أَنَّ أُمَّ سَلِيمٍ اتَّخَذَتْ يَوْمَ حُنَيْنٍ أَوْ خَيْبَرَ خِنْجَرًا فَكَانَ مَعَهَا۔ فَرَأَاهَا أَبُو طَلْحَةَ

۱۷ صحیح البخاری = کتاب الجہاد والسیر: باب حمل النساء القرب إلى الناس في الحرب، الحديث: ۲۷۲۵

۱۸ صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب مداواة النساء الجرحى في الغزو، الحديث: ۲۷۲۶

۱۹ صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب رية النساء الجرحى والقَتْلَى، الحديث: ۲۷۲۷ + کتاب الطب: باب هل يُداوى

فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! هَذِهِ أُمُّ سُلَيْمٍ مَعَهَا خِنْجَرٌ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ: مَا هَذَا الْخِنْجَرُ؟
 قَالَتْ اتَّخَذْتُهُ إِنْ دَنَا مِنِّي أَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ بَقَرْتُ بِهِ بَطْنَهُ - فَجَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ
 يَضْحَكُ - قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَقْتُلْ مَنْ بَعْدَنَا الْطُّلَقَاءَ، إِنْهَزُوا بِكَ - فَقَالَ رَسُولُ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أُمَّ سُلَيْمٍ! إِنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ قَدْ كَفَى وَ أَحْسَنَ ۝

”غزوہ حنین یا خیبر کے روز سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے اپنے ساتھ ایک خنجر رکھا ہوا تھا۔ جسے
 سیدنا ابوطلمحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو رسول اللہ ﷺ کو خبر دی کہ ام سلیم کے پاس ایک
 خنجر ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: ام سلیم! یہ خنجر کس لئے ہے؟ انہوں نے
 عرض کیا: میں نے یہ خنجر اس لئے رکھا ہے کہ اگر کوئی مشرک میرے قریب آ گیا تو اس کا
 پیٹ چاک کر دوں گی۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ ہنسنے لگے۔ پھر سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے عرض
 کیا: طلقاء مکہ (جو لوگ فتح مکہ کے روز اہل مکہ میں سے مسلمان ہوئے تو نبی ﷺ نے
 ان کو آزاد کر دیا تھا مگر وہ ضعیف الاسلام تھے) کو بھی آپ قتل کریں، جو آپ سے شکست
 خوردہ تھے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ام سلیم! انکے لئے اللہ تعالیٰ بہت اچھی
 طرح کافی ہو گیا ہے۔“

لہذا ثابت ہوا:

(محدثین کرام نے مذکورہ بالا احادیث سے درج ذیل احکام و مسائل کو بیان فرمایا ہے)

① عورتوں کو جہاد میں شریک کرنا بالاجماع ایک بہترین عمل بلکہ سنت نبویہ ہے۔

② جہاد میں عورتوں کے عمومی فرائض زخمیوں کو پانی پلانا، ان کا علاج معالجہ کرنا، غازیوں اور
 شہیدوں کی حفاظت و نگہداشت اور مجاہدین کی خدمت کرنا ہے۔

③ ضرورت اور حاجت کے وقت دُوبد و جنگ میں شامل ہونا عورتوں پر بھی فرض عین ہے۔

④ میدان قتال میں بوجہ ضرورت و مجبوری پردے کے احکام کی پابندی غیر ضروری ہو جاتی
 ہے۔

⑤ حتیٰ کہ زخمی اور پیاسے مجاہدوں کے جسموں کے ساتھ عورتوں کے جسم کا مس ہونا بھی جائز
 و حلال ٹھہرتا ہے۔

۶) عورتوں کو بھی اموال غنیمت سے بطور عطیہ و تحفہ کچھ ضرور دیا جائے گا۔

مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

۱ فتح الباری شرح البخاری: ۶/ ۴۱۶-۴۲۰

۲ شرح النووی علی صحیح مسلم: ۲/ ۱۱۶

۳ نیل الأوطار شرح منتقى الأخبار للشوکانی: ۷/ ۲۹۵-۲۹۸

۴ معالم السنن للخطابی: ۳/ ۳۷۹

۵ التہذیب علی مختصر السنن لابن القیم: ۳/ ۳۷۹-۳۸۰

۶ جامع الترمذی: ۱/ ۱۸۸ = ابواب السیر

اسلام کی ایک عظیم مجاہدہ:

سیدہ ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

[۱۹۸] «غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ أَخْلَفُهُمْ فِي

رِحَالِهِمْ فَأَصْنَعُ لَهُمُ الطَّعَامَ وَأُدَاوِي الْجَرْحَى وَأَقُومُ عَلَى الْمَرْضَى»^۱

”میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سات غزوات میں شرکت کی۔ میں ان کے پیچھے

خیموں میں ٹھہر کر کھانا تیار کرتی۔ زخمی غازیوں کا علاج معالجہ کرتی اور مریضوں کی نگہداشت

کرتی تھی۔“

اکثر علماء اسلام کے نزدیک جہاد میں شریک عورتوں کے لئے اموال غنیمت سے تحفہ وغیرہ کا

حق ہے مگر مردوں کی طرح مقرر حصہ نہیں ہوگا۔ امام اوزاعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ عورتیں جب جنگ

میں عملاً شریک ہوں گی یا زخمیوں کا علاج کریں گی تو ان کے لئے مقرر حصہ ہوگا۔ لیکن پہلی بات

ہی صحیح اور صریح حدیث کے مطابق ہے۔^۲

◎ امام ترمذی رحمہ اللہ امام اوزاعی رحمہ اللہ سے بیان فرماتے ہیں:

”وَأَسْهَمَ النَّبِيُّ بِخَيْبَرَ لِلنِّسَاءِ فَآخَذَ بِذَلِكَ الْمُسْلِمُونَ بَعْدَهُ“^۳

”نبی ﷺ نے غزوہ خیبر میں عورتوں کو مقرر حصہ عطا فرمایا تھا آپ کے بعد تمام

۱ صحیح مسلم = کتاب الجہاد : باب النساء الغازیات یرضخ لھنّ ولا یسھمّ والنہی عن قتل صبیان اھل الحرب ،

الحدیث: ۱۸۱۲

۲ رح النووی ۲/ ۱۱۷ + معالم السنن: ۴/ ۲۶۱۳

۳ صحیح الترمذی: أبواب السیر: باب من أعطى الف

مسلمانوں کا اسی پر عمل ہے۔“

درست بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ مختلف حالات اور واقعات میں دونوں حدیثوں پر عمل کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ جب عورتیں، صنف نازک اور فطری طور پر کمزور ہونے کے باوجود بہادر مردوں کی طرح جرأت و بہادری کے جوہر دکھائیں اور خجروں سے دشمنان اسلام کے پیٹ چاک کرنے لگیں تو مال غنیمت سے ان کو محروم رکھنے میں عدل و انصاف نظر نہیں آتا۔

خواتین اسلام کے لئے لمحہ فکریہ:

تم خواب خرگوش سے کب جاگو گی؟ اطراف عالم میں یہود و ہنود اور عیسائی درندوں کے ہاتھوں تمہاری عصمت و عفت کی چادر تار تار ہو رہی ہے۔ بیدار ہو جاؤ اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کی طرح جہادی کارروائیوں میں عزم و ہمت اور خدمت و نصرت کی مثالیں روشن کرو۔ مجاہدۃ اسلام سیدہ ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا کا جذبہ لے کر دشمنان حق کے سامنے سرنگوں ہونے کی بجائے ان کے سر قلم کر دو۔ امہات المومنین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مجاہدین اسلام کے عزائم اور حوصلوں کو مضبوط سے مضبوط تر کرو۔ اپنے فرزندوں کو اللہ کی جنتوں میں پیش رو اور سفارشی بنا لو اور شہیدۃ اسلام سیدہ ام حرام انصاریہ رضی اللہ عنہا والی روشن آرزوؤں اور زندہ دل تمناؤں کی خواہاں بنو، تاکہ سبقت لے جانے والوں میں تمہارا شمار ہو اور جنت الفردوس تمہارا نصیب ہو۔

((..... ❁ ❁ ❁ ❁))

باب: ۵

جہاد اور حقوق الوالدین

والدین کے ساتھ حسن سلوک :

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے والدین کے ساتھ حسن سلوک اور صلہ رحمی کا حکم دیا ہے بشرطیکہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی لازم نہ آتی ہو۔ والدین کے ساتھ بدسلوکی اور قطع رحمی کو اللہ تعالیٰ نے ناجائز اور حرام قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان عالیشان ہے :

[۱۹۹] ﴿وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۖ إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ۖ وَخَفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيْتُنِي صَغِيرًا ۝﴾ [بنی اسرائیل = ۱۷: ۲۴، ۲۳]

”اور (اے نبی ﷺ!) تیرے رب نے حکم دیا ہے کہ اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر تیرے پاس ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کی عمر تک پہنچ جائیں تو ان کو ”اف“ تک نہ کہنا اور نہ جھڑکنا اور تعظیم و تکریم والی بات کرنا اور رحمت و مہربانی سے ان کے لئے عاجزی کا بازو جھکا دینا اور (دعا میں) کہنا کہ اے میرے پروردگار! ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے مجھے بچپن میں پالا ہے۔“

[۲۰۰] ﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۖ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصْلُهُ فِيْ عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ۖ إِلَى الْمَصِيرِ ۝ وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا ۚ وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ۚ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝﴾ [لقمان = ۱۴: ۱۵]

”اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا۔ اس کی ماں نے اس کو

کمزوری پر کمزوری برداشت کر کے اسے (پیٹ میں) اٹھائے رکھا اور دو برس میں اس کا

دودھ چھوٹا۔ اے انسان! میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کر۔ بالآخر میرے پاس تیرا لوٹنا ہے۔ اور اگر والدین شدت کے ساتھ تجھے کہیں کہ اللہ کے ساتھ ان کو شریک ٹھہراؤ جن کے بارے میں تیرے پاس کوئی علم نہیں تو پھر ان کی اطاعت ہرگز نہ کرو اور دنیا میں دنیا کے عام دستور کے مطابق ان کے ساتھ برتاؤ کرتا رہ۔ اور (دین میں) اس کی راہ پر چل جو میری طرف رجوع کرتا ہے۔ پھر میری طرف ہی تم سب نے لوٹنا ہے۔ میں تمہیں تمہارے اعمال سے باخبر کر دوں گا۔“

[۲۰۱] ﴿ وَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۖ ﴾ [العنکبوت: ۲۹: ۸]

”اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا۔“

نبی ﷺ کا ارشاد ہے :

[۲۰۲] « رَغِمَ أَنْفٌ ، ثُمَّ رَغِمَ أَنْفٌ ثُمَّ رَغِمَ أَنْفٌ - قِيلَ : مَنْ يَا رَسُولَ اللَّهِ ! قَالَ : مَنْ

أَذْرَكَ أَبَوَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ أَحَدَهُمَا أَوْ كِلَيْهِمَا فَلَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ » ۱

”اس شخص کا ناک خاک میں رگڑا گیا (یعنی وہ ذلیل ہو گیا) ، وہ ذلیل ہو گیا، وہ ذلیل

ہو گیا۔ آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا : اے اللہ کے رسول! یہ کون ہے؟ آپ نے

فرمایا: جس نے والدین میں سے کسی ایک کو یا دونوں کو بڑھاپے میں پایا، وہ (ان کی

خدمت کر کے) جنت میں داخل نہ ہوا۔“

[۲۰۳] « مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ ، وَأَنْ يُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ » ۲

”جو شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے رزق میں فراخی ہو اور اس کی عمر میں اضافہ ہو تو وہ

قربت داروں سے میل ملاپ رکھے۔“

[۲۰۴] « جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ! مَنْ أَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ

صِحَابَتِي؟ قَالَ ﷺ : « أُمُّكَ » قَالَ : ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ : « ثُمَّ أُمُّكَ » قَالَ : ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ :

« ثُمَّ أُمُّكَ » قَالَ : ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ : « ثُمَّ أَبُوكَ » ۳

۱ صحیح مسلم = کتاب البرِّ وَ الصَّلَةِ وَ الْآدَابِ : باب رَغِمَ أَنْفٌ مَنْ أَذْرَكَ أَبَوَيْهِ أَوْ أَحَدَهُمَا عِنْدَ الْكِبَرِ فَلَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ ، الحديث: ۲۵۵۱

۲ صحیح البخاری = کتاب الأدب : باب مَنْ بُسِطَ لَهُ فِي الرِّزْقِ بِصَلَةِ الرَّحْمِ ، الحديث: ۵۶۳۹ ، ۵۶۴۰ + صحیح مسلم = کتاب البرِّ وَ الصَّلَةِ وَ الْآدَابِ : باب صلة الرَّحْمِ وَ تحریم قطعیتها ، الحديث: ۲۵۵۷

۳ صحیح البخاری = کتاب الأدب : باب مَنْ أَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ الصُّحْبَةِ ، الحديث: ۵۶۲۶ + صحیح مسلم = کتاب البرِّ

وَ الصَّلَةِ وَ الْآدَابِ : باب بَرِّ الْوَالِدَيْنِ وَ أَنْبَاءُ أَحَدُهُمَا ، الحديث: ۲۵۴۸

”ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، اس نے پوچھا: میرے اچھے برتاؤ کا لوگوں میں سے سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہاری ماں ہے۔ اس نے (دوبارہ) سوال کیا کہ اس کے بعد کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر تمہاری ماں ہے۔ اس نے پھر (تیسری دفعہ) سوال کیا اس کے بعد کون زیادہ حق دار ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر تمہاری ماں ہے۔ اور پھر اس نے جب (چوتھی دفعہ) سوال کیا کہ اس کے بعد کون زیادہ حقدار ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: پھر تمہارا باپ ہے۔“

سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۲۰۵] «أَلَا أُنبِئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكِبَائِرِ؟» ثَلَاثًا - قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ: «الْإِشْرَاكُ بِاللَّهِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ» وَجَلَسَ وَكَانَ مُبْكِنًا فَقَالَ «أَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ» قَالَ: فَمَا زَالَ يُكْرِزُهَا حَتَّى قُلْنَا لَيْتَهُ سَكَّتْ ۝ ۵

”کیا میں تم کو سب سے بڑا گناہ نہ بتاؤں؟ آپ ﷺ نے یہ بات تین بار ارشاد فرمائی۔ صحابہ نے کہا: جی ہاں اے اللہ کے رسول! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

۱۔ اللہ کے ساتھ شرک کرنا،

- ۲۔ والدین سے قطع تعلقی کرنا۔ آپ ﷺ لگائے ہوئے بیٹھے تھے، پھر سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا سنو!
- ۳۔ جھوٹی بات کہنا (بھی بڑے گناہوں میں شامل ہے)۔ سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ یہ جملے مسلسل دہراتے رہے یہاں تک کہ ہم نے کہا: کاش آپ خاموش ہو جائیں۔“
- نیز نبی ﷺ نے فرمایا:

[۲۰۶] «إِنَّ مِنْ أَبَرِّ الْبِرِّ صَلَۃَ الرَّجُلِ أَهْلَ وَدَّائِهِ، بَعْدَ أَنْ يُؤْتَى ۝»

”بہت بڑی نیکی یہ ہے کہ آدمی والد کی وفات کے بعد اپنے باپ کے دوست و احباب سے میل جول رکھے۔“

لہذا معلوم ہوا:

مندرجہ بالا آیات و احادیث سے درج ذیل احکام و مسائل معلوم ہوئے۔

① والدین کے ساتھ حسن سلوک فرض ہے۔

۵ صحیح البخاری = کتاب الشہادات: باب ما قیل فی شہادۃ الزور و کتمان الشہادۃ، الحدیث: ۲۵۱۱ + صحیح مسلم = کتاب الإیمان: باب بیان الکبائر و أكبرها، الحدیث: ۸۷

۵ صحیح مسلم = کتاب البرِّ والصِّلۃ والآداب: باب فضل صلۃ أصدقاء الأب و الأمّ و نحوہما، الحدیث: ۲۵۰۲ + صحیح أبوداؤد = کتاب الأدب: باب برِّ الوالدین، الحدیث: ۴۲۸۸ + صحیح الترمذی = أبواب البرِّ والصِّلۃ: باب إكرام صديق الوالد، الحدیث: ۱۵۵۲

۲) بالعموم تمام رشتہ داروں اور بالخصوص والدین سے میل جول واجب ہے، جبکہ قطع تعلقی حرام ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۲۰۷] ﴿اتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ ط.....﴾ [النساء: ۴۱]

”اس اللہ سے ڈرجاؤ جس کے نام سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتہ داروں سے تعلقات توڑنے سے بھی ڈرجاؤ۔“

۳) بڑھاپے میں والدین کی خدمت اور اعانت اور زیادہ ضروری ہو جاتی ہے اور یہ جنت میں داخل ہونے کا باعث ہے۔^۱

۴) والدین کو ڈانٹ پلانا، جھڑکنا، حتیٰ کہ ”اف“ تک کہنا بھی حرام ہے۔

۵) والدین کے ساتھ نہایت عزت و تکریم کے ساتھ بات کی جائے۔

۶) ان کے ساتھ مہربانی کے ساتھ عاجزی کا بازو جھکا کر رکھا جائے۔

۷) بالخصوص ماں اور بالعموم باپ کو بہترین رفاقت اور اچھے سلوک کا تمام انسانوں سے زیادہ حقدار تسلیم کیا جائے۔

۸) والدین کی وفات کے بعد اس کے دوست و احباب کے ساتھ میل جول رکھا جائے۔

۹) والدین کی تربیت پر ان کا شکریہ ادا کیا جائے اور ہمیشہ ان کا احسان مند بن کر رہا جائے۔

۱۰) والدین کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کی جائے بشرطیکہ وہ کافر اور مشرک نہ ہوں۔

۱۱) والدین سے قطع تعلقی بالخصوص والدہ سے قطع تعلقی بڑے بڑے گناہوں میں سے ہے۔

اس کے مقابلے میں والدین سے حسن سلوک اور اچھا برتاؤ واجب اور فرض ہے بشرطیکہ

وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کا حکم نہ کریں۔ اس لئے کہ نبی ﷺ کا بتایا

ہوا قاعدہ اور کلیہ یہ ہے:

[۲۰۸] «لَا طَاعَةَ فِي الْمَعْصِيَةِ إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ» ۷

”اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت جائز نہیں۔ اطاعت صرف نیکی کے کاموں میں جائز ہے۔“

۱۲) کافر و مشرک والدین کے ساتھ دنیا میں دنیا کے دستور کے مطابق حسن سلوک ہو گا اور

۱. تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقْمُ الْمُسْلَسِل: ۲۰۲

۷ صحیح البخاری = کتاب التَّمَنَّى: باب مَا جَاءَ فِي إِجَازَةِ خَيْرِ الْوَاحِدِ الصَّدُوقِ فِي الْإِذَانِ وَالصَّلَاةِ وَالصَّوْمِ وَالْفَرَائِضِ وَالْأَحْكَامِ، الْحَدِيث: ۶۸۳۰ + صحیح مسلم = کتاب الإمارة: باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية و تحريمها

دین میں ان کی مکمل مخالفت اور نافرمانی واجب ہوگی۔

(۱۳) والدین اگر اولاد کو اللہ کے ساتھ شرک کرنے اور اللہ رب العزت کی نافرمانی کا سختی سے حکم کریں تو تب ان کی اطاعت حرام اور ناجائز ہے۔ بلکہ اس وقت انبیاء علیہم السلام کے راستے پر چلنا ضروری ہوگا۔ جیسا کہ جناب ابراہیم علیہ السلام نے نمونہ پیش کیا ہے۔

والدین کے مشروط حقوق

والدین کے لئے مغفرت کی دعا کرنا:

والدین کے لیے اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگنا اولاد پر ان کا حق ہے۔ مگر یہ اس بات کے ساتھ مشروط ہے کہ والدین کافر و مشرک نہ ہوں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۲۰۹] ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولَىٰ قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۚ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ ۖ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ ۚ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ ۝﴾ [التوبة: ۹، ۱۱۳، ۱۱۴]

”نبی (ﷺ) اور آپ کے ساتھ ایمان لانے والوں کے لئے جائز نہیں کہ وہ مشرکین کے لئے استغفار کریں، خواہ وہ ان کے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔ جبکہ ان پر واضح ہو چکا ہے کہ مشرکین جہنم میں رہنے والے ہیں اور ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ کے لئے مغفرت کی دعا کرنا محض ایک وعدہ کی بناء پر تھا، جو اس نے اپنے باپ کے ساتھ کر رکھا تھا۔ پھر جو نبی اس پر یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے دست بردار ہو گئے۔ بلاشبہ ابراہیم (ﷺ) دردمند اور بردبار تھے۔“

ان دونوں آیات سے ثابت ہوا کہ مشرکین اللہ کے دشمن ہیں اور اللہ کے مومن بندوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ دشمنان دین اسلام سے مکمل نفرت اور بیزاری اختیار کریں۔ خواہ وہ ان کے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔ نہ کہ ان کے لئے بخشش طلب کرنے لگیں اور ان کی اطاعت و فرمانبرداری کا طوق گلے میں ڈال رکھیں۔

والدین کی اطاعت یا والدین سے صلہ رحمی:

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی احادیث سے یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ عقوق الوالدین (یعنی

والدین سے قطع تعلقی) کبیرہ گناہ اور حرام ہے۔^۵

لفظ ”عقوق“ کا معنی قطع رحمی ہے یہ باب ”عَقَّ يَعُقُّ“ کا مصدر ہے، جس کا معنی ہے پھاڑنا اور کاٹنا۔ نو مولود کے لئے ذبح کی جانے والی بکری کو بھی ”عقیقہ“ کہا جاتا ہے۔ اسی طرح ”عَقَّ عَنِ الْمَوْلُودِ“ کا بھی یہی معنی ہے۔^۶

◎ ملا علی قاری رقمطراز ہیں:

”عُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ أَيْ قَطْعُ صَلَاتِهِمَا مَخْوْذٌ مِنَ الْعَقِّ وَهُوَ الشَّقُّ وَالْقَطْعُ“۔^۷

”عقوق الوالدین کا معنی قطع رحمی ہے۔ لفظ ”عُقُوقُ“ ”العق“ سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے، اشن اور القطع یعنی پھاڑنا اور کاٹنا۔“

◎ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”أَمَّا عُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ فَهُوَ مَخْوْذٌ مِنَ الْعَقِّ وَهُوَ الْقَطْعُ“۔

ذَكَرَ الْأَزْهَرِيُّ يَقَالُ عَقَّ وَالِدَهُ إِذَا قَطَعَهُ وَ لَمْ يَصِلْ رَحْمَهُ وَ أَمَّا حَقِيقَةُ الْعُقُوقِ الْمَحْرَمِ فَقَلَّ مَنْ ضَبَطَهُ۔

وَ قَالَ الْإِمَامُ أَبُو مَحَمَّدٍ بِنِ عَبْدِ السَّلَامِ: فَإِنَّهُ لَا يَجِبُ طَاعَتُهُمَا فِي كُلِّ مَا يَأْمُرَانِ بِهِ وَ يَنْهَيَانِ عَنْهُ بِاتِّفَاقِ الْعُلَمَاءِ۔

وَ قَالَ ابْنُ الصَّلَاحِ فِي فَتَاوَاهُ: الْعُقُوقُ الْمَحْرَمُ كُلُّ فِعْلٍ يَتَأَذَى بِهِ الْوَالِدُ أَوْ نَحْوُهُ مَعَ كَوْنِهِ لَيْسَ مِنَ الْأَفْعَالِ الْوَاجِبَةِ رَبَّمَا قِيلَ طَاعَةُ الْوَالِدَيْنِ وَاجِبَةٌ فِي كُلِّ مَا لَيْسَ بِمَعْصِيَةٍ^۸۔

”عقوق الوالدین کا لفظ ”العق“ سے لیا گیا ہے۔ جس کا معنی ”کاٹنا“ ہے۔

◎ علامہ الازہری رحمہ اللہ کہتے ہیں ”عَقَّ وَالِدَهُ“ کا معنی ہے اس نے اپنے والدین سے قطع رحمی کی۔ تاہم عقوق الوالدین جو حرام ہے اس کا حقیقی معنی بہت کم بیان کیا گیا ہے۔“

◎ امام ابو محمد بن عبد السلام رحمہ اللہ نے کہا ہے: ”والدین کی اطاعت ان کے ہر امر و نہی میں واجب نہیں۔ اس پر علماء اسلام کا اتفاق ہے۔“

◎ محدث ابن صلاح کہتے ہیں: ”عقوق سے مراد وہ فعل ہے جس سے والد یا کوئی اور قریبی رشتہ دار اذیت محسوس کرے۔ بشرطیکہ وہ فعل شریعت کی طرف سے واجب اور

۵ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۲۰۲

۶ القاموس المحيط: ۳/۲۷۵

شرح النووی: ۱/۶۵

۸

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ: ۱۷

فرض معاملات سے نہ ہو اور یوں بھی کہا گیا ہے کہ والدین کی اطاعت ہر اس فعل میں واجب ہے جو شرعاً اللہ کی نافرمانی میں نہ ہو۔“

اطاعتیں صرف تین ہیں:

مذکورہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ عوام الناس میں جو یہ بات مشہور ہے کہ والدین کی نافرمانی حرام ہے اور والدین کی ہر لحاظ سے اطاعت واجب ہے یہ بات لغوی اور شرعی اعتبار سے کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے۔ حقوق الوالدین جو حرام ہے اس کا صحیح معنی لغوی اور شرعی اعتبار سے نافرمانی نہیں بلکہ ”قطع رحمی“ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آباء و اجداد کی مطلق اتباع و طاعت کی شدید مذمت فرمائی ہے اور یہی چیز کافروں اور مشرکوں کا دین حق قبول نہ کرنے کا سب سے بڑا باطل عذر تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۲۱۰] ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوْ

لَوْ كَانَ آبَاءَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ۝﴾ [البقرة=۲: ۱۷۰]

”جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کی تو وہ کہتے بلکہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ بھلا ان کے باپ دادا اگر بے عقل اور گمراہ ہوں پھر بھی وہ ان گمراہوں کی اطاعت کریں گے۔“

[۲۱۱] ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ

آبَاءَنَا أَوْ لَوْ كَانَ الشَّيْطَانُ يَدْعُوهُمْ إِلَىٰ عَذَابِ السَّعِيرِ ۝﴾ [سورة لقمان=۲۱: ۳۱]

”جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کی پیروی کرو جو اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہے تو وہ کہتے ہیں بلکہ ہم اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ اگرچہ شیطان ان کو بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب کی طرف ہی بلاتا ہو (پھر بھی یہ ان کی پیروی کریں گے)۔“

البتہ مشرک والدین کی نافرمانی فرض عین ہے۔

مشرکین آباء و اجداد سے نفرت اور ترک تعلق کا حکم سورة الانفال، سورة التوبة اور سورة الممتحنة کی بہت ساری آیات سے ثابت ہوتا ہے۔ لہذا مذکورہ سورتوں کا مطالعہ مفید ثابت ہوگا۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام میں (۱) اللہ تعالیٰ (۲) رسول اللہ ﷺ (۳) امیر و خلیفہ کے علاوہ چوتھی کوئی اطاعت فرض نہیں۔ ۱۲ والدین کا حق نیکی، احسان اور صلہ رحمی ہے نہ کہ اطاعت۔

۱۲ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں صرف تین اطاعتیں ہی فرض قرار دیں ہیں۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ.....﴾ [النساء=۴: ۵۹] ”اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو، رسول اللہ ﷺ کی اطاعت

جہاد اور والدین کا حق:

اوپر والی بحث میں دلائل کے ساتھ یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ والدین اگر پوری سختی کے ساتھ بھی شرک یا معصیت کا حکم کریں تو ان کی نافرمانی اور ان سے بری الذمہ ہونا اور بغاوت کرنا لازم ہوگا۔ اب ہم ثابت کریں گے کہ امیر جماعت کی اطاعت، رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے عین مطابق ہے اور امیر کی نافرمانی گویا عین رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی ہے۔ لیکن اس اطاعت میں بھی مذکورہ شرط کا لحاظ لازمی اور ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی نہ کرے۔ تو پھر والدین کے ساتھ صلہ رحمی اور حسن سلوک اس لازمی شرط سے کیسے مستثنیٰ ہو سکتے ہیں۔ حالانکہ صلہ رحمی اور حسن سلوک کو والدین کی اطاعت اور پیروی قرار دینے پر بھی کوئی شرعی دلیل قائم نہیں کی جاسکتی۔ امیر کی اطاعت رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہے اور امیر کی نافرمانی رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی ہے اور امیر کی اطاعت صرف نیکی کے کاموں میں جائز ہے۔ چند احادیث ملاحظہ ہوں:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۲۱۲] «مَنْ يُطِيعِ الْأَمِيرَ فَقَدْ أَطَاعَنِي وَمَنْ يَعْصِ الْأَمِيرَ فَقَدْ عَصَانِي»^۳

”جو امیر جماعت کی اطاعت کرے گا اس نے میری اطاعت کی اور جو امیر کی نافرمانی کرے گا وہ میرا بھی نافرمان ہوگا۔“

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

[۲۱۳] «فَإِذَا أَمَرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ»^۴

”جب امیر کی طرف سے اللہ کی نافرمانی کا حکم دیا جائے تو مت اس کی بات سنو اور مت اطاعت کرو۔“

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۲۱۴] «لَا طَاعَةَ فِي مَعْصِيَةِ إِنْمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ»^۵

^۳ صحیح البخاری = کتاب الجہاد : باب يُقَاتَلُ مِنْ وَرَاءِ الْإِمَامِ وَ يُنْفَى بِهِ : الحديث: ۲۷۹۷ + صحیح مسلم = کتاب الإمارة

: باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية و تحريمها في المعصية، الحديث: ۱۸۳۵

^۴ صحیح البخاری = کتاب الجہاد : باب السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ لِلْإِمَامِ ، الحديث: ۲۷۹۶ + صحیح مسلم = کتاب الإمارة : باب

وجوب طاعة الأمراء في غير معصية و تحريمها في المعصية ، الحديث: ۱۸۳۹

^۵ تخریج کے لئے دیکھئے القم المسلسل: ۲۰۸

”اللہ کی نافرمانی میں امیر کی اطاعت نہ ہوگی۔ امیر کی اطاعت صرف اور صرف نیکی کے کاموں میں ہوگی۔“

والدین سے اجازت لے کر جہاد کرنے والی احادیث:

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۲۱۵] «جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَاسْتَأْذَنَهُ فِي الْجِهَادِ فَقَالَ: «أَحَىٰ وَالِدَاكَ؟» قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: ((فَفِيهِمَا فَجَاهِدْ)) ۱۷

”ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور آپ سے جہاد میں نکلنے کی اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا تیرے والدین زندہ ہیں؟ اس نے عرض کیا: جی ہاں۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تو ان کی خوب خدمت کر۔“

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۲۱۶] «أَقْبَلَ رَجُلٌ إِلَى نَبِيِّ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: أَبَايُكَ عَلَى الْهِجْرَةِ وَالْجِهَادِ أَبْتَغِي الْأَجْرَ مِنَ اللَّهِ. قَالَ ﷺ: «فَهَلْ مِنْ وَالِدَيْكَ أَحَدٌ حَيٌّ؟» قَالَ نَعَمْ! بَلْ كِلَاهُمَا. قَالَ: «فَتَبْتَغِي الْأَجْرَ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى؟» قَالَ: نَعَمْ قَالَ ﷺ: «فَارْجِعْ إِلَى وَالِدَيْكَ فَأُحْسِنُ صُحْبَتَهُمَا» ۱۸

”ایک شخص نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا، میں ہجرت اور جہاد کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کرتا ہوں۔ میں اس میں اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب طلب کرتا ہوں۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا: کیا تیرے والدین میں سے کوئی ایک زندہ موجود ہے؟ اس نے عرض کیا جی ہاں دونوں زندہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اللہ سے اجر و ثواب کا طالب ہے؟ اس نے عرض کیا: جی ہاں۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے والدین کے پاس لوٹ جاؤ اور اچھی طرح ان کی صحبت اختیار کر۔“

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۲۱۷] «جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ جِئْتُ أَبَايُكَ عَلَى الْهِجْرَةِ وَتَرَكْتُ أَبَوَيَّ يَتِيمَيْنِ، فَقَالَ: «ارْجِعْ عَلَيْهِمَا فَأُصَحِّحْهُمَا كَمَا أَبْكَيْتَهُمَا» ۱۹

۱۷ صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب الجہاد باذن الأبوين، الحديث: ۲۸۴۲+ صحیح مسلم = کتاب البر والصلة والآداب: باب بر الوالدین وَاَنْهُمَا أَحَقُّ بِهِ، الحديث: ۲۵۴۹

۱۸ صحیح مسلم = کتاب البر والصلة والآداب: باب بر الوالدین وَاَنْهُمَا أَحَقُّ بِهِ، الحديث: ۲۵۴۹
صحیح أبو داؤد = کتاب الجہاد: باب فی الرَّجُلِ یَغْزُو وَأَبَوَاهُ کَارِهَانِ، الحديث: ۲۲۰۵+ صحیح ابن ماجہ = کتاب الجہاد: باب الرَّجُلِ یَغْزُو وَ لَهُ أَبَوَانِ، الحديث: ۲۲۴۲+ شعب الإيمان للبيهقي، الحديث: ۷۸۲۸+ مسند

”ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا: میں ہجرت پر آپ کی بیعت کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں اور اپنے ماں باپ کو روتا ہوا چھوڑ کر آیا ہوں۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان کی طرف واپس چلے جاؤ اور انہیں خوش کرو جیسے انہیں رلایا تھا۔“

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۲۱۸] «أَنَّ رَجُلًا هَاجَرَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِنَ الْيَمَنِ فَقَالَ: «هَلْ لَكَ أَحَدٌ بِالْيَمَنِ؟» فَقَالَ أَبَوَايَ قَالَ: «إِذْنَا لَكَ؟» قَالَ لَا. قَالَ: «ارْجِعْ إِلَيْهِمَا فَاسْتَاذِئْهُمَا فَإِنْ أَذْنَا لَكَ فَجَاهِدْ وَلَا فِرَّ هُمَا»^{۱۹}

”ایک شخص یمن سے ہجرت کر کے رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یمن میں تیرا کوئی قریبی ہے؟ عرض کیا: جی ہاں میرے ماں باپ ہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا انہوں نے تجھے اجازت دی ہے؟ اس شخص نے عرض کیا: نہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کے پاس جاؤ اور اجازت طلب

۱۹

صحیح أبوداؤد: کتاب الجہاد : باب فی الرجل یغزو وَ أَبَوَاهُ کَارِهَانِ، الحدیث: ۲۲۰۷+المنقی لابن الجارود ، الحدیث: ۱۰۳۰۔ المطبع مکتبۃ الأثریۃ سانگلہ بل پاکستان +المستدرک علی الصحیحین ، الحدیث: ۲۵۰۱+الإحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، الحدیث: ۴۲۲۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے کہا ہے: قَالَ الْحَاکِمُ وَ صَحِیحُ الْإِسْنَادِ وَ رَدَّہُ الذَّهَبِ بِقَوْلِهِ: «قُلْتُ: دَرَجَاتٍ وَ إِذَا فَاصَابَ لِكُلِّ الْحَدِیْثِ بِمَجْمُوعٍ طَرَفٌ: صَحِیحٌ». إِرْوَاهُ الْغِلِیْل: ۵/۲۱۰۔ امام حاکم رحمہ اللہ نے اس کو صحیح الإسناد کہا ہے جبکہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے التلخیص میں اس بات کی تردید کی ہے اور کہا ہے اس کی سند میں تو دراج راوی ہے جو بہت ہی ضعیف اور بیکار آدمی تھا۔ البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: امام ذہبی رحمہ اللہ کا یہ تعاقب بالکل درست ہے لیکن یہ حدیث دیگر طرق اور اسناد کی وجہ سے صحیح ہے۔“ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دینے کے لئے جن اسناد کو سب بنایا ہے انکا ذکر نہیں کیا۔ لہذا صرف اتنی بات سے حدیث صحیح ثابت نہیں ہوگی۔

اس حدیث کے بارے میں علامہ شعیب الارناؤط نے کہا ہے: اسنادہ ضعیف لِضَعْفِ دَرَجَاتِ ابُو السَّمْحِ عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ..... وَ قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ دَرَجَاتًا فِي رَوَايَتِهِ عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ ضَعِيفَةٌ لَكِنْ يَشْهَدُ لَهُ الْحَدِيثُ: ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۳۔ فَيَنْقَوِي بِهِمَا دِكْهِي: الإحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، ۱۶۵، ۱۶۶) ”اس کی سند ضعیف ہے ابو السمع دراج راوی کی وجہ سے..... میں جانتا ہوں کہ دراج اس روایت میں ضعیف راوی ہے لیکن اس کی شواہد احادیث بھی ہیں، مثلاً: ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۳۔ ان کی وجہ سے یہ روایت قوی ہو جاتی ہے۔ ابو شعیب الارناؤط صاحب نے جن شواہد احادیث کی بناء پر اس روایت کو قوی قرار دیا ہے ان احادیث میں والدین سے اجازت طلب کرنے کا ذکر تک نہیں۔ ان میں سے ایک میں والدین کی خوب خدمت کرنے کا آپ ﷺ نے حکم دیا۔ دوسری روایت میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا اور تیسری روایت ۴۲۳ میں والدین کی ناراضگی دور کرنے کا حکم صحابی کو دیا ہے۔ ان میں سے کسی میں والدین سے اجازت طلب کرنے کا ذکر نہیں۔ لہذا وہ روایت اس اجازت طلب کرنے والی روایت کی شاہد نہیں ہو سکتی۔ جب شاہد نہیں ہو سکتی تو ان کی وجہ سے یہ حدیث کیسے قوی اور صحیح ہو سکتی ہے۔؟ امام ابن قیم رحمہ اللہ نے ”تہذیب السنن علی صحیح أبی داؤد: ۳۷۹/۳ میں اس پر تبصرہ یوں فرمایا ہے: أَخْرَجَهُ الْحَاکِمُ فِي الْمُسْتَدْرَكِ مِمَّا اسْتَدْرَكَهُ عَلَى الشَّيْخَيْنِ فَإِنَّ فِيهِ دَرَجَاتًا أَبَا السَّمْحِ وَ هُوَ ضَعِيفٌ، اس حدیث کو امام حاکم نے مستدرک میں نقل کیا ہے۔ جبکہ یہ ان احادیث میں سے ہے ہی نہیں جن کا امام حاکم رحمہ اللہ نے صحیحین پر استدراک کیا ہے۔ اس میں تو ابوح دَرَجَاتِ ضعیف راوی ہے۔ علامہ منذری رحمہ اللہ نے بھی اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے مختصر سنن ابی داؤد۔ لہذا یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی والدین سے اجازت طلب کر کے جہاد کرنے والی حدیث ضعیف ہے۔

کرو۔ اگر وہ اجازت دے دیں تو جہاد کرو۔ وگرنہ انکے ساتھ نیک سلوک کرو۔“

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا:

رسول اللہ ﷺ سے ایک شخص نے عمومی حالات میں ہجرت اور جہاد کی اجازت چاہی جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جہاد کے لئے طلب نہیں فرمایا تھا اور نہ ہی جہاد کے لئے آپ ﷺ کی طرف سے اعلان عام ہوا تھا۔ تو آپ ﷺ نے ضرورت نہ ہونے کی بناء پر اس کو والدین کی خدمت میں مشغول رہنے کا حکم دیا۔ اسی طرح وہ شخص جو ہجرت اور جہاد پر بیعت کا خواہش مند تھا، اس نے بھی مذکورہ عمومی حالات ہی میں ہجرت اور جہاد پر آپ کی بیعت کرنا چاہی جبکہ نہ وہ شخص ہجرت و جہاد کے لئے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے مطلوب تھا اور نہ ہی جہاد فی سبیل اللہ کے لئے نکلنے کی کوئی ضرورت پیش آئی تھی۔ اس لئے وہ شخص کہتا ہے کہ میں صرف اجر و ثواب کے لئے جہاد کی بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ تو آپ ﷺ نے اس کو والدین کے ساتھ رہ کر حسن سلوک کا حکم دیا۔“

مذکورہ بالا شرائط کے دلائل

ہم نے احادیث کی تشریح میں جن شرائط کا ذکر کیا ہے ان کے دلائل بالترتیب ملاحظہ فرمائیں:

پہلی شرط:

”عمومی حالات میں“ اس لئے کہا کہ خصوصی حالات میں کسی شخص کے لئے بھی جہاد سے پیچھے رہنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۲۱۹] ﴿ مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنْ

رَسُولِ اللَّهِ وَلَا يَرْغَبُوا بِأَنْفُسِهِمْ عَنْ نَفْسِهِ ﴾ [التوبة=۹: ۱۲۰]

”اہل مدینہ اور آس پاس کے دیہاتیوں کے لئے جائز نہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے

(جہاد میں) پیچھے رہ جائیں۔ اور اپنی جانوں کو نبی ﷺ کی جان سے زیادہ ترجیح دیں۔“

[۲۲۰] ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ وَلِيَجِدُوا فِيكُمْ

غُلَظَةً ﴾ [التوبة=۹: ۱۲۳]

”اے مومنو! اپنے قریب والے کفار سے قتال جاری رکھو۔ اور وہ تم میں سختی پائیں۔“

[۲۲۱] نَادَىٰ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ انْصَرَفَ عَنِ الْأَحْزَابِ: «أَنْ لَا يُصَلِّيَنَّ أَحَدُكُمْ الظُّهْرَ» وَفِي رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ، الْعَصْرَ (إِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ) «فَتَخَوَّفَ نَاسٌ فَوْتِ الْوَقْتِ فَصَلُّوا دُونَ بَنِي قُرَيْظَةَ وَقَالَ آخِرُونَ: لَا نُصَلِّي إِلَّا حَيْثُ أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَإِنْ فَاتَنَا الْوَقْتُ قَالَ فَمَا عَنَفَ وَاحِدًا مِنَ الْفَرِيقَيْنِ» ۞

”غزوہ احزاب سے واپسی کے روز رسول اللہ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص ظہر (اور بخاری کی روایت کے مطابق عصر) کی نماز بنی قریظہ کے پاس پہنچنے سے پہلے نہ پڑھے۔ تو بعض لوگوں نے وقت فوت ہونے کے ڈر سے راستے میں نماز پڑھ لی۔ مگر بعض نے کہا کہ ہم تو ظہر یا عصر وہیں پڑھیں گے جہاں ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ اگرچہ نماز کا وقت فوت ہو جائے۔ پھر بنی قریظہ نے کسی فریق پر بھی اعتراض نہیں کیا۔“

قرآن مجید کی متعدد آیات اور رسول اللہ ﷺ کی بہت ساری احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ میدان جہاد میں جب دشمن سے آمنا سامنا ہو جائے تو اس وقت ”امیر کے طلب کرنے پر“ مومنوں کی مدد کے لئے، قریب ترین دشمنان دین پر حملہ کرنے کے لئے اور حاجت و ضرورت پڑنے پر جہاد ہر شخص پر فرض عین ہو جاتا ہے اور اس مسئلے میں تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اہل مدینہ، آس پاس کے مسلمانوں اور بنی قریظہ کی طرف جہاد کے لئے جانے والوں کے لئے والدین کی اجازت کی شرط لگائی گئی تھی؟ جنہوں نے اس جہادی حکم کی خاطر نماز کو اس کے اول وقت سے مؤخر کر دیا۔ جبکہ فرمان رسول ﷺ کے مطابق نماز کو اس کے وقت پر پڑھنا افضل ترین عمل ہے۔ بعد ازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس فعل کی تائید و تصدیق بھی فرمادی۔

دوسری شرط:

”جبکہ آپ ﷺ نے طلب نہیں فرمایا تھا“ یہ شرط اس لئے ضروری ہے کہ امیر جہاد کے طلب کر لینے کے بعد بھی جہاد کے لئے نکلنا فرض عین ہو جاتا ہے۔ اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

۞ صحیح مسلم = کتاب الجہاد والسیر: باب المبادرۃ بالغزو و تقدیم اَہمّ الأمرین المتعارضین، الحدیث: ۱۷۷۰+

صحیح البخاری = أبواب صلوۃ الخوف: صلوۃ الطالب والمطلوب راکباً وإیماء، الحدیث: ۹۰۴

[۲۲۲] ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمْ أَنْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَتَأْتَلْتُمْ إِلَى

الْأَرْضِ ط﴾ [التوبة = ۹: ۳۸]

”اے ایمان والو! کیا سبب ہے کہ جب تمہیں اللہ کی راہ میں نکلنے کے لئے کہا جائے تو تم زمین پر بھاری ہو جاتے ہو؟.....“

[۲۲۳] ﴿وَإِذَا اسْتَنْفَرْتُمْ فَانْفِرُوا﴾ ۱

”جب تمہیں جہاد کے لئے طلب کیا جائے تو نکل کھڑے ہوا کرو۔“

◎ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

یہ اور اس مضمون کی تمام آیات قیامت تک کے لئے واجب العمل ہیں۔ ۲۲

تیسری شرط:

”جہاد کے لئے نکل پڑنے کا جب اعلان عام ہو“ کی شرط اس لئے پیش نظر ہے کہ اعلان عام کے وقت بھی جہاد کے فرض عین ہونے پر تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

[۲۲۴] ﴿انْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ط﴾ [التوبة = ۹: ۴۱]

”(مسلمانو!) ہلکے ہو یا بھاری ہر حالت میں (جہاد کے لئے) نکلو اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کے راستے میں جہاد کرو۔“

یہ اور اسی مضمون کی تمام آیات جن میں تمام مسلمانوں کو بلا تفریق (علاوہ معذور افراد کے) جہاد فی سبیل اللہ کا عام حکم دیا گیا ہے۔ ہماری تحقیق کے مطابق یہ دلائل جہاد کے واجب اور فرض ہونے کے انتہائی مضبوط اور مستحکم دلائل ہیں۔ سعید بن مسیب رحمہ اللہ علامہ ماروردی رحمہ اللہ اور امام سہیلی رحمہ اللہ اور بہت سے علماء کا مشہور قول بھی یہی ہے اور کچھ شافعیوں کا موقف بھی یہی ہے۔ ۲۳

امام بخاری رحمہ اللہ نے سورۃ التوبہ کی مندرجہ بالا آیات: ۳۸-۴۱ اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم

کی حدیث: [۲۲۵] ﴿لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَلَكِنْ﴾ ۲۴ پر یہ عنوان قائم کیا ہے:

۲۱ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۵۹

۲۲ تفسیر ابن کثیر: ۲/۳۹۴

۲۳ فتح الباری: ۶/۳۷۷

۲۴ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۵۹

”بَابُ وَجُوبِ النَّفِيرِ وَمَا يَجِبُ مِنَ الْجِهَادِ وَالنِّيَّةِ وَقَوْلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ [۲۲۶]
﴿انْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا.....﴾“ [التوبة=۹: ۴۱]

”جہاد کے لئے اعلان عام کے وقت نکلنا واجب ہے، نیز جہاد اور نیت میں سے کوئی چیز واجب ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ”ہلکے ہوں یا بھاری جہاد کے لئے نکل پڑو.....“

اس عنوان سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک مذکورہ آیات و احادیث جہاد کے فرض عین ہونے پر صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اعلان عام کے لئے امیر اور خلیفہ کی شرط بلا دلیل ہے۔ اعلان عام بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ جیسا کہ سورۃ التوبہ کی آیت نمبر: ۴۱ اور اس کی تائید کرنے والی بہت سی آیات اور احادیث سے ظاہر ہوتا ہے۔ کبھی اعلان عام رسول اللہ ﷺ اور آپ کے خلفاء کی طرف سے ہوتا ہے۔ جیسا کہ سورۃ التوبہ کی آیت نمبر: ۳۸ واضح دلیل ہے۔

نیز بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث ”جب جہاد کے لئے نکل کھڑے ہونے کا کہا جائے تو نکل پڑو“ اور اس کی ہم معنی بہت سی دیگر احادیث اس پر واضح دلائل ہیں۔

اس موضوع کو مفصل اور مدلل طور پر ہم اس کتاب کے خلافت و امارت والے باب میں پیش کریں گے۔ (إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى)

چوتھی شرط:

”ضرورت و حاجت“ کی شرط ملحوظ رکھنے کو اس لئے ضروری سمجھا گیا ہے کہ ضرورت و حاجت کے وقت، جب کہ میدان جہاد میں موجود مجاہدین مقاصد جہاد کی تکمیل میں کفایت نہ کر رہے ہوں تو بالاتفاق ایسی صورت میں کسی مسلمان کو فریضہ جہاد کی ادائیگی کی بجائے والدین کی خدمت کرنے کا مشورہ نہیں دیا جاسکتا۔ وہ فریضہ جہاد جس کی خاطر رسول اللہ ﷺ نے غزوہ خندق میں درمیانی نماز یعنی نماز عصر کو اس کے وقت سے مؤخر کر دیا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۲۲۷] «مَلَأَ اللَّهُ بُيُوتَهُمْ وَقُبُورَهُمْ نَارًا شَعَلُونَا عَنِ الصَّلَاةِ الْوُسْطَى حَتَّى غَابَتِ الشَّمْسُ» ۲۵

”اللہ تعالیٰ ان (کافروں) کے گھروں اور ان کی قبروں کو آگ سے بھرے۔ انہوں نے

۲۵ صحیح البخاری= کتاب الجہاد: باب الدعاء عَلَى الْمُشْرِكِينَ بِالْهَزِيمَةِ وَ الزَّلْزَلَةِ ، الحدیث: ۲۷۷۳ + صحیح مسلم = کتاب المساجد وَ مواضع الصَّلَاةِ باب التَّغْلِيزِ فِي تَفْوِيتِ الْعَصْرِ ، وَ باب الدَّلِيلِ لِمَنْ قَالَ الصَّلَاةَ الْوُسْطَى هِيَ صَلَاةُ

ہمیں درمیانی نماز سے مشغول رکھا یہاں تک سورج غروب ہو گیا۔“
یعنی ہمیں اتنا مشغول رکھا جنگ و جہاد میں کہ ہم نماز عصر بھی نہ پڑھ سکے۔

جہاد اور والدین سے تعلقات

یہ کیسے ممکن ہے ؟

کہ ایک طرف اللہ تعالیٰ جہاد کے مقابلے میں آباء و اجداد، بھائیوں، بیٹوں، بیویوں اور کنبے و قبیلے والوں، مال و دولت، تجارت و کاروبار، کوٹھیوں اور محلات کو زیادہ محبوب رکھنے والوں کو یہ کہتے ہیں کہ: ”انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ کا عذاب آجائے۔“ [التوبة=۹:۲۴] نیز جہاد میں نہ نکلنے والوں کو یہ کہتے ہیں: ”اگر جہاد میں نہ نکلو گے تو اللہ تمہیں المناک عذاب سے دوچار کرے گا اور تمہاری جگہ کوئی دوسری قوم آباد کر دے گا۔“ [التوبة=۹:۳۹] اس میں ڈانٹیں اور وعیدیں سنارہے ہوں۔

یہ کیسا عدل و انصاف ہے ؟

کہ ایک طرف تو اللہ تعالیٰ حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ جیسے بدری صحابی کی محض اس غلطی پر اس قدر ڈانٹ اور انتباہ فرمائے کہ جب انہوں نے مکہ میں مقیم اہل و عیال کے تحفظ کی خاطر (نہ کہ بدینتی سے) رسول اللہ ﷺ کے مکہ مکرمہ پر حملہ آور ہونے کی اطلاع روانہ کر دی تھی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے پوری امت کی ہدایت کے لئے سورۃ الممتحنہ کی تیرہ (۱۳) آیات نازل فرما کر یہ بات سمجھائی:

[۲۲۸] ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَنْ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ ط إِنَّ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي تُسْرِوْنَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنْتُمْ ط وَمَنْ يَفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ۝﴾ [الممتحنة=۶۰:۱]

”ایمان دارو! اگر تم میری رضا مندی کے طلب گار ہو اور جہاد فی سبیل اللہ کے لئے (مکہ) سے ہجرت کر کے آئے ہو تو میرے اور اپنے مشترکہ دشمنوں کو دوست مت بناؤ۔ تم ان سے دوستی کرتے ہو، حالانکہ وہ اس کا انکار کر چکے ہیں جو حق تمہارے پاس آیا ہے۔ وہ تم کو اور رسول کو اس بات پر نکالنا چاہتے ہیں کہ تم اللہ پر ایمان لاتے ہو جو تمہارا رب

ہے۔ اگر تم جہاد کرنے کے لئے (اپنے گھروں سے) نکلے ہو اور میری رضا چاہتے ہو (تو ان سے دوستی ہرگز نہ کرو۔) تم چپکے چپکے ان سے دوستی لگاتے ہوئے یہ نہیں جانتے کہ میں تمہاری چھپی اور کھلی (دونوں قسم کی باتوں کو) خوب جانتا ہوں۔ تم میں سے جو کوئی ایسا کام کرے گا وہ سیدھے راستہ سے گمراہ ہو گیا۔“

نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

[۲۲۹] ﴿لَنْ تَنفَعَكُمْ أَرْحَامُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ﴾..... [الممتحنة = ۶۰: ۳]

”تمہارے رشتہ دار (ماں باپ وغیرہ) اور تمہاری اولاد قیامت کے دن تمہیں (جہاد کے مقابلے میں) کوئی نفع نہیں پہنچا سکیں گے.....،“

یہ کیونکر جائز و مناسب ہے؟

کہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرمائیں:

[۲۳۰] ﴿لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ﴾ ۲۶

”تم میں سے کوئی شخص ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے ہاں اس کے والد، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ٹھہروں۔“

اس حدیث کو نقل کرنے سے پہلے امام نووی رحمہ اللہ کا قائل کیا ہوا عنوان دیکھیں:

”بَابُ وَجُوبِ مَحَبَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرَ مِنَ الْأَهْلِ وَالْوَلَدِ وَالْوَالِدِ“

(اس بارے میں باب کہ رسول اللہ ﷺ سے محبت رکھنا واجب ہے اپنے بیوی بچوں،

ماں باپ اور تمام لوگوں سے بڑھ کر۔)

یہ بھلا کیسے ہو سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ کے اس سب سے بڑے حکم جہاد فی سبیل اللہ جو اسلام کے تمام اصولوں کی اصل اور تمام اعمال سے افضل ترین عمل ہے، کو ماں باپ، آباء و اجداد کی محبت اور ان کی خدمت کی خاطر ملتوی یا مؤخر کر دیا جائے، ان کی اجازت پر موقوف کر دیا جائے؟ کیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے جہاد فی سبیل اللہ کے مقابلے میں آباء و اجداد وغیرہ کو ترجیح دینے پر ڈانٹیں، وعیدیں اور دھمکیاں صرف مہاجرین و انصار و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے لئے تھیں؟

۲۶ صحیح البخاری = کتاب الإيمان : بَابُ حُبِّ الرَّسُولِ ﷺ مِنَ الْإِيمَانِ ، الحديث ۱۵ + صحیح مسلم = کتاب الإيمان :

بَابُ وَجُوبِ مَحَبَّةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَكْثَرَ مِنَ الْأَهْلِ وَالْوَلَدِ وَالْوَالِدِ ، الحديث ۴۴

اور بعد کے مسلمان جس طرح چاہیں پوری کائنات کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ محبت کرنے کی بجائے اس کی محبت و اطاعت میں آباء و اجداد سمیت سینکڑوں شریک ٹھہراتے پھریں۔ (مَعَاذَ اللّٰهِ عَنْ ذٰلِكَ) ان کے لئے کوئی ڈانٹ، وعید اور دھمکی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ ہو۔

دونوں باتوں میں مطابقت کی صورت :

گذشتہ بحث سے مسئلہ یہ سمجھ آیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت و محبت، جہاد فی سبیل اللہ کی اہمیت و فرضیت کو کائنات کی تمام چیزوں پر مقدم رکھنے کے موضوع پر جتنی بھی آیات اور احادیث ذکر کی گئی ہیں اس کے مقابلے میں والدین سے اجازت لے کر جہاد کرنے سے متعلق احادیث میں درحقیقت کوئی اختلاف نہیں ہے۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ والدین سے اجازت لے کر جہاد کرنے والی احادیث اس وقت کے لئے ہیں جب عمومی حالات ہوں، جہاد کا اعلان عام نہ ہو، سب لوگوں کے نکلنے کی ضرورت بھی نہ ہو یا پھر اس وقت کے لئے ہیں جب والدین اولاد کے جہاد کی طرف نکلنے کی وجہ سے تکلیف میں مبتلا ہو سکتے ہوں اور جہاد عمومی طور پر فرض عین بھی نہ ہوا ہو۔

مطابقت والے موقف کے دلائل :

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے آ کر کہا ”میں نے والدین کو روتے ہوئے چھوڑا ہے۔“ نبی ﷺ نے فرمایا: واپس جاؤ اور ان کو خوش کرو جیسا کہ ان کو رلایا ہے۔“

ان الفاظ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے واپس جانے کا حکم محض والدین کی پریشانی دور کرنے کے لئے دیا۔ یہ ہرگز نہیں فرمایا کہ جب تک تمہارے والدین زندہ ہیں تم نے دوبارہ جہاد کے لئے نہیں نکلتا، بلکہ حدیث میں والدین کو راضی کر کے آنے کا واضح اشارہ موجود ہے۔ اسی طرح مطابقت کی یہی صورت بخاری و مسلم کی پیش کردہ احادیث میں اختیار کی جاسکتی ہے۔ بلکہ بیان کی گئی تینوں احادیث میں والدین سے اجازت لینے کی شرط صراحت کے ساتھ یا اشارہ کے ساتھ کسی طرح موجود نہیں؟۔ صرف ان کی خدمت اور صلہ رحمی کا حکم ہے اور خدمت و صلہ رحمی جہاد کے متضاد اور جہاد سے ٹکرانے والے افعال نہیں۔ یہ عین ممکن ہے کہ ایک شخص والدین کی خدمت اور صلہ رحمی کے حقوق بھی بجا لاتا رہے، اس کے ساتھ موقع اور فرصت ملنے پر

فربضہ جہاد بھی سرانجام دیتا رہے۔

ذکر کی گئی احادیث کا یہی معنی احادیث کے الفاظ کے زیادہ مطابق ہے۔ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث جس کو ابو داؤد، نسائی وغیرہ نے روایت کیا ہے، صرف یہی ایک حدیث ہے جس میں واضح طور پر والدین سے اجازت لے کر جہاد کرنے کا ذکر ہے۔ یہ روایت ضعیف اور ناقابل حجت ہے۔ لہذا اس پر بحث کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اگر بقول شیخ البانی رحمہ اللہ بہت زیادہ سندوں کی وجہ سے اس کو صحیح تسلیم بھی کر لیا جائے تو مطابقت کی مندرجہ بالا صورتیں اس میں بھی اختیار کی جاسکتی ہیں۔

والدین کی اجازت کے بغیر جہاد کرنے کی صحیح حدیث:

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۲۳۱] جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ فَسَأَلَهُ عَنْ أَفْضَلِ الْأَعْمَالِ قَالَ: «الْصَّلَاةُ» قَالَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: «الْجِهَادُ» قَالَ فَإِنَّ لِي وَالِدَيْنِ فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَمْرُكَ بِوَالِدَيْكَ خَيْرٌ» فَقَالَ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ نَبِيًّا لَا جَاهِدَنَّ وَلَا تُرْكَنْهُمَا۔ قَالَ: «فَأَنْتَ أَعْلَمُ» ۝

”ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور آپ سے افضل ترین عمل کے بارے میں سوال کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ نماز ہے۔ اس نے پوچھا پھر کونسا عمل؟ فرمایا: ”جہاد فی سبیل اللہ۔“ اس نے عرض کیا: میرے والدین بھی موجود ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں تجھے والدین کے ساتھ بھلائی کا حکم دیتا ہوں۔ اس نے کہا: اللہ کی قسم! جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے میں تو ہر حال میں جہاد کرونگا اور والدین کو جہاد کی خاطر چھوڑ دوں گا۔ آپ نے فرمایا: پھر تو ہی زیادہ بہتر جانتا ہے۔“

یہ روایت بھی عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی ہے اور اس موضوع پر ان سے مروی باقی تمام روایات ایسی ہیں جن میں خاص یا مفصل واقعات بیان ہوئے ہیں۔

لہذا معلوم ہوا:

(اس سلسلے کی تمام احادیث کو ملحوظ نظر رکھا جائے تو درج ذیل احکام و مسائل سمجھ میں آتے ہیں:)

① رسول اللہ ﷺ نے عمومی حالات میں جہاد کے اعلان عام نہ ہونے کے وقت اور

۲۔ الإحسان فی تقریب صحیح ابن حبان = کتاب الصلوة : باب ذکر الخبر الدال علی أَنَّ الصلوة الفريضة أفضل من

ضرورت و حاجت نہ ہونے کی صورت میں جہاد فی سبیل اللہ اور والدین کے ساتھ حسن سلوک دونوں فرائض کو اپنے اپنے مواقع پر برابر انجام دینے کا حکم فرمایا ہے۔ کیونکہ حدیث کے الفاظ ”ان کی خدمت کر“ اور قرآن مجید کی آیت کے الفاظ ”اللہ کے راستے میں جہاد کرو“ میں کوئی تعارض و تضاد نظر نہیں آتا۔ لہذا دونوں پر عمل ممکن ہے۔

② نبی ﷺ کے دونوں فرمان [۲۳۲] « فَفِيهِمَا فَجَاهِدْ » ۲۸ (ان دونوں کی خدمت کر۔) [۲۳۳] « فَأَحْسِنْ صُحْبَتَهُمَا » ۲۹ (اچھی طرح ان کی صحبت اختیار کر۔) نیز اللہ تعالیٰ کے فرامین: [۲۳۴] « إِنْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا » (ہلکے اور بھاری نکلو) اور [۲۳۵] « خُذُوا حِذْرَكُمْ » (اپنا بچاؤ لازم پکڑو) ایک دوسرے کے متضاد اور ایک دوسرے سے مختلف نہیں۔ بلکہ دونوں کے احکام واجب العمل ہیں۔

③ حدیث رسول ﷺ کے الفاظ [۲۳۶] « فَأَضْحِكُهُمَا كَمَا ابْكَيْتَهُمَا » ۳۰ میں والدین کی طرف لوٹنے کی ایک وقتی ضرورت کی طرف اشارہ ہے۔ دوسرے فرمان رسول ﷺ: [۲۳۷] «لَا جَاهِدَنَّ وَلَا تَرُكْنَهُمَا» ۳۱ میں ضرورت کے وقت سب سے بڑے فریضہ یعنی جہاد کے لئے نکلنے کے واجب اور فرض ہونے کی مضبوط دلیل موجود ہے۔

④ حدیث کے الفاظ: [۲۳۸] « فَأَنْتَ أَعْلَمُ » ۳۲ (پھر تو ہی زیادہ بہتر جانتا ہے۔) رسول اللہ کی طرف سے اس بات کی تصدیق و تائید کرتے ہیں کہ صحابی رسول کا فیصلہ والدین کو چھوڑ کر جہاد کے لئے نکلنا درست اور صحیح تھا۔

⑤ والدین کی اجازت لے کر جانے والے ایک صحابی کا واقعہ اس کے ساتھ خاص تھا۔ اس کی بڑی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اس ایک واقعہ کے علاوہ ثابت نہیں کیا جاسکتا کہ آپ ﷺ نے مسلمانوں کو بالعموم یہ حکم دیا ہو کہ جہاد کے لئے جاتے ہوئے زندہ والدین کی خدمت و صلہ رحمی کے فریضہ کو مقدم ہی رکھو۔ اگرچہ والدین سے صلہ رحمی اور خدمت بھی اپنی جگہ اہم فریضہ اور بہترین اعمال میں سے ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا

۲۸ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۲۱۵

۲۹ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۲۱۶

۳۰ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۲۱۷

۳۱ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۲۳۱

۳۲ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۲۳۱

غزوہ بدر، غزوہ احد، غزوہ احزاب، غزوہ تبوک اور دیگر غزوات اور کارروائیوں میں شریک ہونے والے تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کے والدین بقضائے الہی فوت ہو چکے تھے؟ کہ اللہ کے صادق اور مصدوق نبی ﷺ نے کسی ایک مجاہد سے بھی یہ نہ پوچھا کہ کیا تیرے والدین زندہ ہیں اور نہ کسی کو ان کی خوب خدمت کرنے کا حکم دیا۔

بلکہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفتح میں غزوہ حدیبیہ سے پیچھے رہ جانے والے منافقوں اور مومنوں کو شدید ترین ڈانٹیں پلائی ہیں، ان کے جہاد سے پیچھے رہ جانے کے جرم پر ان کو شدید ترین عذاب کی وعیدیں سنائی ہیں اور ان تمام پیچھے رہ جانے والوں میں سے کسی نے بھی والدین کی خدمت میں مشغول رہنے کا عذر پیش نہیں کیا اور نہ اس طرح کا عذر قابل قبول سمجھا گیا۔

محدثین اور فقہاء کی وضاحت:

سب سے پہلے ہم پیش کی گئی احادیث پر صحاح ستہ کے مصنفین کے تجویز کئے ہوئے ابواب نقل کرتے ہیں۔ تاکہ یہ معلوم کیا جاسکے کہ انہوں نے ان احادیث کا مفہوم کیا سمجھا۔

۱ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح بخاری کتاب الجہاد میں باب باندھا ہے کہ ”بَابُ الْجِهَادِ

بِإِذْنِ الْأَبَوَيْنِ“ (والدین کی اجازت کے ساتھ جہاد کرنا) حدیث نمبر: ۲۸۳۲

۲ امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح مسلم میں کتاب کا نام جس میں یہ حدیث ذکر کی ہے یہ تجویز

کیا ہے کہ ”كِتَابُ الْبِرِّ وَالصَّلَةِ وَالْآدَابِ“ حدیث نمبر: ۲۵۴۹

۳ امام نووی رحمہ اللہ نے صحیح مسلم کے ابواب مرتب کئے ہیں۔ جس باب میں حدیث ذکر کی گئی

ہے اس کا عنوان قائم ہے کہ ”بَابُ بِرِّ الْوَالِدَيْنِ وَ أَنَّهُمَا أَحَقُّ بِهِ“ (والدین سے نیک سلوک کرنا

اور بلاشبہ وہ دونوں اس نیک سلوک کے سب سے زیادہ مستحق ہیں) حدیث نمبر: ۲۵۴۸، ۲۵۴۹

۴ امام ترمذی رحمہ اللہ نے ابواب الجہاد میں باب تجویز کیا ہے کہ ”بَابُ فِی مَنْ خَرَجَ فِی

الْغَزْوِ وَ تَرَكَ أَبَوَيْهِ“ (اس شخص کے بارے میں کہ جو جہاد کے لئے چلا جاتا ہے اور

والدین کو چھوڑ دیتا ہے) حدیث نمبر: ۱۳۶۵

۵ امام نسائی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الجہاد میں اس حدیث پر باب تجویز کیا ہے کہ ”بَابُ

الرُّخْصَةِ فِی التَّخَلُّفِ لِمَنْ لَهُ وَالِدَانِ“ (اس شخص کو جہاد سے پیچھے رہنے کی رخصت ہے

جس کے والدین ہوں) حدیث نمبر: ۲۹۰۸

۶ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے (صحیح ابوداؤد = کتاب الجہاد میں باب درج کیا ہے کہ

”بَابُ فِي الرَّجُلِ يَغْزُو وَ آبَاؤُهُ كَارِهَانِ“ (اس شخص کے بارے کہ جو جہاد کرتا ہے اور اس کے والدین ناپسند کرتے ہیں) حدیث نمبر: ۲۲۰۵، ۲۲۰۶

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے (صحیح) ابن ماجہ = کتاب الجہاد میں یہ باب درج کیا ہے کہ ”الرَّجُلُ يَغْزُو وَلَهُ أَبَوَانِ“ (آدمی جہاد کرے اور اس کے والدین بھی ہوں) حدیث نمبر: ۲۲۲۲

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے صحیح ابن حبان = کتاب البرِّ وَالْإِحْسَانِ میں یہ باب درج فرمایا ہے کہ ”ذِكْرُ الْأُسْتَحْبَابِ لِلْمَرْءِ أَنْ يُؤْتَرَ بِرَّ الْوَالِدَيْنِ عَلَى الْجِهَادِ النَّفْلِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ“ (اس بات کا ذکر کہ آدمی کے لئے مستحب ہے کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کو جہاد پر ترجیح دے جب جہاد فرض نہ ہو بلکہ نفل ہو۔) حدیث نمبر: ۴۲۱

جبکہ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے صحیح ابن حبان = كِتَابُ الْبِرِّ وَالْإِحْسَانِ میں تھوڑا سا آگے ایک اور باب درج کیا ہے کہ ”ذِكْرُ النَّبِيَّانِ بَيَانًا بِرَّ الْوَالِدَيْنِ أَفْضَلَ مِنْ جِهَادِ التَّطَوُّعِ“ (اس بات کا تذکرہ کہ والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنا نفلی جہاد سے افضل ہے۔) حدیث نمبر: ۴۲۳

◎ امام مالک رحمہ اللہ کے متعلق مؤطا میں موجود ہے:

”سُئِلَ مَالِكٌ عَنْ رَجُلٍ أَوْجَبَ عَلَى نَفْسِهِ الْغَزَا فَتَجَهَّزَ حَتَّى إِذَا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ مَنَعَهُ آبَاؤُهُ أَوْ أَحَدُهُمَا فَقَالَ إِنِّي لَا أَرَى أَنْ يُكَابِرَهُمَا وَلَكِنْ يُؤَخَّرُ ذَلِكَ إِلَى عَامٍ آخَرَ“ ۳۳

”امام مالک رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص اپنے آپ پر جہاد کو واجب قرار دے لیتا ہے یعنی جہاد کا پختہ ارادہ کر لیتا ہے، اس کے لئے پوری تیاری کر لیتا ہے، پھر اس کو اس کے ماں باپ یا دونوں میں سے کوئی ایک روک لیتا ہے تو ایسے شخص کو کیا کرنا چاہئے؟ امام مالک رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ میں تو یہ مناسب نہیں سمجھتا کہ والدین کی مخالفت کرے۔ البتہ جہاد کو اگلے سال تک کے لئے ملتوی کر دے۔“

مذکورہ تجویز کئے گئے ابواب اور عنوانات پر سرسری نظر ڈالنے سے جمع و تطبیق میں بیان کی گئی وجوہات کی مکمل تصدیق ہو سکتی ہے۔ جہاں تک امام بخاری رحمہ اللہ کے اسی حدیث پر قائم کئے ہوئے دوسرے عنوان ”لَا يُجَاهِدُ إِلَّا بِإِذْنِ الْآبَوَيْنِ“ (کوئی والدین کی اجازت کے بغیر جہاد نہ کرے) کا تعلق ہے تو اس عنوان کو امام موصوف رحمہ اللہ نے ”كِتَابُ الْأَدَبِ“ ۳۴ میں قائم کیا

۳۳ المؤطا للإمام مالك = كتاب الجهاد : باب العمل فيمن أعطى شيئا في سبيل الله

۳۴ صحيح البخاري = كتاب الجهاد : باب لا يجاهد إلا بإذن الآبوين، الحديث: ۵۶۲۷

ہے نہ کہ ”کِتَابُ الْجِهَادِ“ میں۔ لہذا وہاں پر یقیناً نفلی جہاد مراد ہے نہ کہ وہ جہاد جو فرض عین ہے۔ جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے طرز عمل سے واضح ہو رہا ہے۔

◎ امام عبد السلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور امام بن حزم رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

”وَهَذَا كُلُّهُ إِنْ لَمْ يَتَّعَيْنْ عَلَيْهِ الْجِهَادُ فَإِذَا تَعَيَّنَ فَتَرَكَهُ مَعْصِيَةً وَلَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ۔“ ۳۵

”والدین سے اجازت لے کر جہاد پر جانے والی تمام احادیث پر عمل اسی صورت میں ہوگا جبکہ جہاد کسی پر فرض عین نہ ہوا ہو۔ چنانچہ جب فرض عین ہوگا تو جہاد نہ کرنا معصیت ٹھہرے گا اور اللہ کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔“

◎ امام خطابی رحمہ اللہ اور ابو الولید الباجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”فَأَمَّا إِذَا تَعَيَّنَ عَلَيْهِ فَرَضُ الْجِهَادِ فَلَا حَاجَةَ بِهِ إِلَى إِذْنِهِمَا وَإِنْ مَنَعَاهُ مِنَ الْخُرُوجِ عَصَاهُمَا وَخَرَجَ فِي الْجِهَادِ وَهَذَا إِذَا كَانَا مُسْلِمَيْنِ فَإِنْ كَانَا كَافِرَيْنِ فَلَا سَبِيلَ لَهُمَا إِلَى مَنَعِهِ مِنَ الْجِهَادِ فَرَضًا كَانَ أَوْ نَفْلًا وَطَاعَتُهُمَا حِينَئِذٍ مَعْصِيَةُ اللَّهِ وَمُعُونَةٌ لِلْكَفَّارِ وَإِنَّمَا عَلَيْهِ أَنْ يَبْرَهُمَا وَيُطِيعَهُمَا فِيمَا لَيْسَ بِمَعْصِيَةٍ۔“ ۳۶

”جب ایک شخص پر فریضہ جہاد متعین ہو جائے تو اسے والدین سے اجازت لینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ اگر وہ جہاد کی طرف نکلنے سے منع کریں تو ان کی نافرمانی کرتے ہوئے جہاد کے لئے چلا جائے اور یہ بھی شرط ہے کہ وہ مسلمان ہوں۔ چنانچہ اگر والدین کافر ہوں تو انہیں جہاد سے منع کرنے کا کوئی حق نہیں ہے، خواہ جہاد فرض ہو یا نفل۔ اس صورت میں ان کی اطاعت کرنا اللہ کی نافرمانی اور کفار کے تعاون کے مترادف ہے۔ اولاد پر صرف ان کے ساتھ اچھا برتاؤ ضروری ہے اور جن کاموں میں اللہ کی معصیت نہ ہو ان کاموں میں ان کی اطاعت ضروری ہے۔“

◎ امام نووی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

”هَذَا كُلُّهُ إِذَا لَمْ يَحْضُرِ الصَّفَّ وَ يَتَّعَيْنِ الْقِتَالَ وَإِلَّا فَحِينَئِذٍ يَجُوزُ بِغَيْرِ إِذْنٍ۔“ ۳۷

”جہاد میں والدین سے اجازت لینے پر عمل صرف اس صورت میں ہوگا جبکہ آدمی میدان

۳۵ منتقى الأخبار مع نيل الأوطار: ۷/۲۳۱ + المحلى لابن حزم: ۷/۲۹۲

۳۶ معالم السنن للخطابی: ۳/۳۷۸ + المنتقى شرح مؤطا: ۳/۱۷۵

۳۷ شرح النووي: ۲۰/۱۱۳

جنگ میں حاضر نہ ہو اور جہاد و قتال اس پر فرض عین نہ ہوا ہو۔ وگرنہ جب جہاد فرض عین ہو چکا ہو تو کسی کی اجازت کی ضرورت نہ ہوگی۔“

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اور امام شوکانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

”فَإِذَا تَعَيَّنَ الْجِهَادُ فَلَا إِذْنَ وَيَشْهَدُ لَهُ مَا أَخْرَجَهُ ابْنُ حَبَّانَ: [۲۳۹] «عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ فَقَالَ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ نَبِيًّا لَأَجَاهِدَنَّ وَلَا أَتْرُكُكُمَا قَالَ: فَأَنْتَ أَعْلَمُ»^{۲۸} وَهُوَ مُحْمُولٌ عَلَى جِهَادِ فَرَضِ الْعَيْنِ تَوْفِيقًا بَيْنَ الْحَدِيثَيْنِ.....“

”جب جہاد فرض عین ہو چکا ہو تو کسی کی اجازت کی ضرورت نہ ہوگی۔ اس مفہوم کی تصدیق و شہادت امام ابن حبان رحمہ اللہ کی نقل کردہ اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں سائل نے بالآخر عرض کیا کہ میں لا محالہ جہاد کے لیے نکلوں گا اور والدین کو چھوڑ دوں گا۔ جس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”پھر تو زیادہ بہتر جانتا ہے۔“ یعنی اس کے عزم کی تائید اور حمایت فرمائی۔ یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے۔ نیز امام ابن حجر رحمہ اللہ اور امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دونوں قسم کی احادیث میں مطابقت کرنے کے لئے ضروری ہے کہ دونوں قسم کی احادیث کو مختلف حالات پر محمول کر کے ان پر عمل کیا جائے۔^{۲۹}

امام بغوی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

”هَذَا فِي جِهَادِ التَّطَوُّعِ لَا يَخْرُجُ إِلَّا بِإِذْنِ الْوَالِدَيْنِ إِذَا كَانَا مُسْلِمَيْنِ فَإِنْ كَانَ الْجِهَادُ فَرَضًا مُتَعَيِّنًا فَلَا حَاجَةَ إِلَى إِذْنِهِمَا وَإِنْ مَنَعَاهُمَا عَصَاهُمَا وَخَرَجَ وَإِنْ كَانَ كَافِرَيْنِ فَيَخْرُجُ بِذَوْنِ إِذْنِهِمَا فَرَضًا كَانَ الْجِهَادُ أَوْ تَطَوُّعًا.“^{۳۰}

”نفلی جہاد میں والدین کی اجازت کے بغیر نہ نکلے بشرطیکہ وہ مسلمان ہوں۔ لیکن جب جہاد فرض عین ہو جائے تو ان کی اجازت حاصل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ اگر وہ منع کریں تو ان کی اطاعت نہ کرے اور جہاد کے لئے نکل کھڑا ہو۔ اگر والدین کافر ہوں تو بہر صورت ان کی اجازت کے بغیر ہی جہاد کے لئے نکلے خواہ وہ فرض ہو یا نفل۔ اس کی مثال حج، روزہ اور نماز وغیرہ ہے۔“

^{۲۸} تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۲۳۱

^{۲۹} فتح الباری: ۶/۴۸۱ + نیل الأوطار للشوکانی: ۷/۲۳۳

^{۳۰} قال به في شرح السنّة نقلاً عن تحفة الأجداد: ۳/۲۰

© شیخ محمد بن اسماعیل صنعانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

”فَإِذَا تَعَيَّنَ الْجِهَادُ فَلَا فَنَ قِيلَ فَمَا وَجَّهَ تَقْدِيمَ الْجِهَادِ قُلْتُ لِأَنَّ مَصْلَحَتَهُ أَعْمُ“ ۱

”جب جہاد فرض عین ہو جائے گا تو کسی اجازت کی ضرورت نہ ہوگی۔ کیونکہ جہاد کے

مقاصد دوسرے فرائض سے زیادہ وسیع اور عام ہیں۔ اس لئے وہ باقی فرائض پر مقدم ہوگا۔“

رسول اکرم ﷺ نے بھی غزوہ احزاب کے موقع پر جہاد کو فرض نمازوں پر ترجیح دی، جب کفار کے خلاف لڑتے ہوئے آپ کی کئی ایک نمازیں رہ گئیں تھیں۔ آپ ﷺ نے نمازوں کا وقت ہو جانے کے باوجود جہاد جاری رکھا اور نمازوں کو مؤخر کر دیا۔

محدثین کی تشریحات پیش کی جا چکی ہیں۔ اس مسئلے میں جمہور فقہاء کی آراء بھی تائید و

تصدیق میں موجود ہیں۔ جس کے لئے ملاحظہ ہوں درج ذیل حوالہ جات:

۱ الرُّوضَةُ النَّدِيَّةُ لِلشُّوْكَانِي: ۲/ ۳۳۴ / ۳۳۵

۲ السَّيْلُ الْجَرَّارُ لِلشُّوْكَانِي: ۴/ ۵۱۵، ۵۱۶

۳ الْعُمْدَةُ لِلشَّيْخِ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ أَحْمَدَ الْحَنْبَلِيِّ: ۹۶

۴ الْعِدَّةُ شَرْحُ الْعُمْدَةِ لِلْمَقْدَسِيِّ: ۹۶

۵ فِیْهِ السُّنَّةُ لِلسَّيِّدِ السَّابِقِ: ۳/ ۱۳۲

۶ رَدُّ الْمُحْتَارِ عَلَى الدَّرِّ الْمُخْتَارِ لِابْنِ عَابِدِينَ: ۲/ ۳۰۴

۷ الْمَغْنَى لِابْنِ قِدَامَةَ الْحَنْبَلِيِّ: ۸/ ۳۵۹، ۱۰، ۳۸۳

فرضیت جہاد کے حالات و مراحل:

جہاد کے فرض عین یا کفایہ ہونے کا مسئلہ اسی کتاب ”الجہاد الاسلامی“ کے باب ”جہاد

فرض عین ہے یا فرض کفایہ“ میں ہم مفصل اور مدلل طریقہ سے بیان کر چکے ہیں۔ تاہم یہاں پر

فتح الباری“ سے ایک حوالہ نقل کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ باقی دلائل اور حوالہ جات کے لئے

متعلقہ باب کا مطالعہ کیجئے:

© حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں رقمطراز ہیں:

”لِلنَّاسِ فِي الْجِهَادِ حَالَانِ: أَحَدُهُمَا فِي رَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ الْآخَرَى

بَعْدَهُ. فَأَمَّا الْأُولَىٰ فَأَوَّلُ مَا شُرِعَ بَعْدَ الْهَجْرَةِ النَّبَوِيَّةِ إِلَى الْمَدِينَةِ اتِّفَاقًا. ثُمَّ بَعْدَ أَنْ شُرِعَ هَلْ كَانَ فَرَضٌ عَيْنٍ أَوْ كِفَايَةٍ؟ قَوْلَانِ مَشْهُورَانِ لِلْعُلَمَاءِ وَهُمَا فِي مَذْهَبِ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ.

◎ **وَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ:** كَانَ عَيْنًا عَلَى الْمُهَاجِرِينَ دُونَ غَيْرِهِمْ وَ يُؤَيِّدُهُ وَجُوبُ الْهَجْرَةِ قَبْلَ الْفَتْحِ فِي حَقِّ كُلِّ مَنْ أَسْلَمَ إِلَى الْمَدِينَةِ لِنَصْرِ الْأَسْلَامِ.

◎ **وَقَالَ السُّهَيْلِيُّ:** كَانَ عَيْنًا عَلَى الْأَنْصَارِ دُونَ غَيْرِهِمْ. وَ يُؤَيِّدُهُ مُبَايَعَتُهُمُ النَّبِيَّ ﷺ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ عَلَى أَنْ يُؤْوُوا رَسُولَ اللَّهِ وَ يَنْصُرُوهُ. فَيَخْرُجُ مِنْ قَوْلِهِمَا أَنَّهُ كَانَ عَيْنًا عَلَى الطَّائِفَتَيْنِ كِفَايَةً فِي غَيْرِهِمْ. وَمَعَ ذَلِكَ فَلَيْسَ فِي حَقِّ الطَّائِفَتَيْنِ عَلَى التَّعْيِيمِ، بَلْ فِي حَقِّ الْأَنْصَارِ إِذَا طَرَقَ الْمَدِينَةَ طَارِقٌ وَ فِي حَقِّ الْمُهَاجِرِينَ إِذَا أُريدَ قِتَالُ أَحَدٍ مِنَ الْكُفَّارِ ابْتِدَاءً وَ يُؤَيِّدُ هَذَا مَا وَقَعَ فِي قِصَّةِ بَدْرٍ فِيمَا ذَكَرَهُ ابْنُ اسْحَاقَ، فَإِنَّهُ كَالصَّرِيحِ فِي ذَلِكَ وَ قِيلَ كَانَ عَيْنًا فِي الْغَزْوَةِ الَّتِي يَخْرُجُ فِيهَا النَّبِيُّ ﷺ دُونَ غَيْرِهَا. وَالتَّحْقِيقُ أَنَّهُ كَانَ عَيْنًا عَلَى مَنْ عَيْنَهُ النَّبِيُّ ﷺ فِي حَقِّهِ وَلَوْ لَمْ يَخْرُجْ.

الْحَالُ الثَّانِي: بَعْدَهُ ﷺ فَهُوَ فَرَضٌ كِفَايَةً عَلَى الْمَشْهُورِ إِلَّا أَنْ تَدْعُو الْحَاجَةَ إِلَيْهِ كَأَنْ يُدْهِمَ الْعَدُوَّ وَ يَتَّعِينَ عَلَى مَنْ عَيْنَهُ الْإِمَامُ وَ يَتَّادِي فَرَضٌ كِفَايَةً بِفِعْلِهِ فِي السَّنَةِ مَرَّةً عِنْدَ الْجُمُهورِ وَ مِنْ حُجَّتِهِمْ أَنَّ الْجَزِيَّةَ تَجِبُ بَدَلًا عَنْهُ وَ لَا تَجِبُ فِي السَّنَةِ أَكْثَرَ مِنْ مَرَّةٍ إِتِّفَاقًا فَلْيَكُنْ بَدَلُهَا كَذَلِكَ. وَ قِيلَ يَجِبُ كُلَّمَا امْتَكَنَ وَهُوَ قَوِيٌّ وَالَّذِي يَظْهَرُ أَنَّهُ اسْتَمَرَ عَلَى مَا كَانَ عَلَيْهِ فِي رَمَنِ النَّبِيِّ ﷺ إِلَى أَنْ تَكَامَلَتْ فُتُوحُ مُعْظَمِ الْبِلَادِ وَ انْتَشَرَ الْإِسْلَامُ فِي أَقْطَارِ الْأَرْضِ ثُمَّ صَارَ إِلَى مَا تَقَدَّمَ ذِكْرُهُ وَ التَّحْقِيقُ أَيْضًا أَنَّ جِنْسَ جِهَادِ الْكُفَّارِ مُنْعِيْنٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ إِمَّا بِيَدِهِ وَ إِمَّا بِلِسَانِهِ وَ إِمَّا بِمَالِهِ وَ إِمَّا بِقَلْبِهِ. وَاللَّهُ أَعْلَمُ ۚ

”لوگوں کے لئے جہاد میں دو حالتیں ہیں : ایک حالت رسول اللہ ﷺ کے زمانہ کے ساتھ خاص ہے۔ دوسری رسول اللہ ﷺ کے زمانے کے بعد کے لئے ہے۔

پہلی حالت:

پہلی حالت تو یہ ہے کہ ہجرت نبویہ کے بعد جہاد متفقہ طور پر فرض ہو گیا تھا۔ پھر جہاد کا حکم

نازل ہونے کے بعد جہاد فرض عین یا فرض کفایہ تھا؟ علماء اسلام کے اس بارے میں دو مشہور موقف ہیں اور شافعیوں کے بھی دو قول ہیں :

امام الماروردی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ جہاد صرف مہاجرین پر فرض عین تھا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ فتح مکہ سے قبل ہر مسلمان پر نصرت اسلام کے لئے دارالاسلام مدینہ کی طرف ہجرت کرنا واجب تھا۔^{۳۳} امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جہاد انصار پر فرض عین تھا۔ اس کی یہ دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے لیلۃ العقبہ میں اپنی حمایت اور مدینہ میں جگہ دینے کی بیعت لی تھی (بیعت عقبہ اولیٰ اور ”بیعت عقبہ ثانیہ“ یعنی دو دفعہ بیعت لی گئی تھی۔ شرائط میں یہ چیز شامل تھی) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھکانہ فراہم کریں گے اور آپ کی مدد و نصرت کریں گے۔

دونوں اماموں کے اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ جہاد مہاجرین و انصار دونوں پر فرض عین تھا اور دوسروں کے لئے فرض کفایہ۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جہاد ہر اس شخص پر فرض عین تھا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متعین فرما دیتے اگرچہ اس کے لئے آپ خود تشریف نہ بھی لے جاتے۔^{۳۴} اس کے باوجود دونوں جماعتوں پر بالعموم اور مطلق فرض نہ تھا۔ بلکہ انصار پر اس وقت فرض عین تھا جب کوئی مدینہ پر رات کو اچانک یلغار کر دیتا۔ مہاجرین پر اس وقت فرض تھا جب کافروں میں سے کسی پر جنگ کی ابتداء کرنا مقصود ہوتا۔ غزوہ بدر کے واقعہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جس کو ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے۔ یہ واقعہ اس بارے میں پوری وضاحت پیش کرتا ہے۔ بعض لوگوں کی طرف سے یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ یہ اس غزوہ میں فرض تھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جاتے۔ جس میں آپ تشریف نہ لے جاتے اس غزوہ میں نکلنا فرض نہ تھا۔

۳۳۔ ہجرت کی فرضیت ہر مسلمان پر جو مشرکین میں مقیم ہو قیامت تک باقی ہے بشرطیکہ ہجرت کے حالات پیدا ہو جائیں۔ تو پھر جہاد کی فرضیت سے انکار کیسے ممکن ہے؟ ہجرت مکہ سے مدینہ کی طرف ختم ہوئی ہے۔ ہر جگہ سے ختم نہیں ہوئی۔ جبکہ ختم الرسل سید ولد آدم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ((لَا تَنْقَطِعُ الْهَجْرَةُ مَا قُوِّلَ الْكُفَّارُ)) (جب تک کافروں سے جنگ جاری ہے ہجرت ختم نہیں ہوگی۔) تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۳۴۔ ہجرت کی فرضیت کے لئے دیکھئے سورۃ انفال آیت ۷۲ اور سورۃ النساء آیت: ۹۷ (ابو عمار ابن عبد الجبار) ۳۴۔ اس کی تائید صلح حدیبیہ کے موقع پر درخت کے نیچے لی گئی بیعت رضوان سے بھی ہوتی ہے جس میں مہاجرین اور انصار مدینہ دونوں سے اکٹھی بیعت لی گئی تھی اس بات پر کہ وہ میدان میں ڈٹ کر لڑیں گے، اپنی جانیں قربان کر دیں گے، پیٹھ پھیر کر میدان جہاد سے ہرگز نہیں ہٹائیں گے۔ بیعت رضوان کے موقع پر موت کی بیعت کے تذکرہ کے لئے دیکھئے: صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب البیعة فی الحرب

أَلَّا يَفِرُّوْا وَ قَالَ بَعْضُهُمْ عَلَى الْقَوْتِ، الحديث: ۲۷۹۹، ۲۸۰۰ + صحیح مسلم = کتاب الإمارة: باب إستحباب مبايعة

الإمام الجيش عند إرادة القتال و بيانبيعة الرِّضوان تحت الشَّجرة، الحديث: ۱۸۶۱، ۱۸۶۰ (ابو عمار ابن عبد الجبار)

دوسری حالت:

رسول اللہ ﷺ کے بعد مشہور قول کے مطابق جہاد فرض کفایہ ہے۔ الا یہ کہ اس کی حاجت و ضرورت عام ہو۔ مثلاً یہ کہ دشمن مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ کر دے اور امیر جس پہ جہاد کے لئے نکلنا متعین کر دے اس پر متعین ہو کر فرض ہوگا۔ سال میں ایک دفعہ یہ کارروائی کرنے سے فرض کی ادائیگی ہو جائے گی۔ جمہور کا یہی موقف ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ جزیہ اس کا بدل ہے اور جزیہ سال میں ایک مرتبہ سے زیادہ فرض نہیں۔ اس پہ سب کا اتفاق ہے۔ لہذا جزیئے کے بدل یعنی جہاد کا بھی یہی حکم ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ جب بھی ممکن ہو جہاد فرض عین ہوگا اور یہ موقف مضبوط اور قوی ہے۔ ظاہر بات ہے کہ جہاد رسول اللہ ﷺ کے عہد سے بطور فرض عین جاری رہا یہاں تک کہ بڑے بڑے ممالک فتح کر لئے گئے اور اسلام اطراف عالم میں پھیل گیا۔ پھر اس کا حکم سابقہ تفصیل کے مطابق ہو گیا۔ یہ بھی تحقیقی بات ہے کہ کافروں سے جہاد کرنا ہر مسلمان پر فرض عین ہے کہ وہ ہاتھ، زبان، مال اور دل کے ساتھ اس فریضہ کو سرانجام دیتا رہے۔“ (فتح الباری کی عبارت کا ترجمہ مکمل ہوا)

امت مسلمہ کی موجودہ حالت پر غور و فکر:

مسلمانوں کی موجودہ حالت پر غور و فکر کیجئے کہ جہادی عمل سے فتح کئے گئے بہت سارے علاقے اور ممالک دوبارہ کفار و مشرکین کے ناجائز قبضہ میں ہیں۔ غاصب و قابض کافر قوتیں مسلم علاقوں پر قبضہ جمانے کا کھیل مسلسل جاری رکھے ہوئے ہیں اور شب و روز کمزور و ناتواں مسلم اقوام کے قتل و غارت میں پوری شد و مد سے مصروف ہیں۔ مسلمانوں کو اسلام کی دعوت و تبلیغ کے اخلاقی حقوق دینے کی بجائے اسلام کا نام لینا ان کے لئے ممنوع اور حرام کر دیا گیا ہے۔ بلکہ عیسائی، یہودی اور ہندو جبر و اکراہ کے ساتھ اہل اسلام کو دین حق سے برگشتہ کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ کفر و شرک نے اللہ کی سرزمین پر ہر طرف ظلم و استبداد کے آہنی پنجے گاڑ رکھے ہیں۔ فلسطین، کشمیر، بوسنیا، اراکان، اریٹیریا، وغیرہ میں بے بس اور مظلوم مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں پر مسلسل ظلم و ستم ہو رہا ہے۔ ان پر ٹوٹنے والے مصائب و آلام کے پہاڑوں نے امن و آشتی کے سینے تاریک اور دولخت کر دیئے ہیں۔ مظلوم و مقہور اور ضعیف و مجبور

مسلمانوں کی چیخ و پکار آسمان کا جگر پارہ پارہ کر رہی ہیں۔ عفت مآب مسلم خواتین کی ناموسوں اور آبروؤں کا ہر روز، ہر وقت اور ہر لمحہ سودا کیا جاتا ہے۔

تو کیا ان حالات اور واقعات میں جہاد کے اہداف ومقاصد مثلاً اعلاء کلمۃ اللہ اور کفر وشرک کے فتنہ کا خاتمہ وغیرہ حاصل ہو چکے ہیں؟ ضعیف و ناتواں اور اپنی مدد کے لئے پکارنے والے مومنین کی نصرت و حمایت کا حق ادا ہو گیا؟ کیا ہم روم و ایران فتح کر کے دجال کو زیر کر چکے ہیں یا ”وہن“ یعنی کمزوری اور ”کراہیۃ الموت“ یعنی موت کی ناگواری نے ہمیں ذلت و رسوائی کی اتھاہ گہرائیوں میں گرا دیا ہے؟

اگر ان اسباب، حالات اور واقعات کی موجودگی میں بھی جہاد کے فرض عین ہونے میں کوئی شک و شبہ باقی ہے تو پھر ہمیں قرآن و سنت سے جہاد کی تمام نصوص و عبارتوں کو حذف کر دینا چاہئے۔ ظالم و جابر کافروں اور مشرکوں کے لئے عجز و انکسار اور ان کی بندگی اور غلامی کا کلمہ پڑھ لینا چاہئے۔ ذلت و رسوائی کا طوق گلے میں ڈال کر، اسلاف کے شرف و وقار اور اسلام کی عظمت رفتہ کو خاک میں ملا کر ہمیشہ خواب خرگوش میں سو جانا چاہئے۔ مگر یہ خواب وہ خواب ہے جو کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہوگا۔ احکم الحاکمین سب سے بڑا غیور، غالب اور دانا ہے۔ جو اپنے قرآن میں ارشاد فرماتا ہے:

[۲۴۰] ﴿الَّا تَتَفَرُّوْا یُعَذِّبُکُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا وَّ یَسْتَبْدِلْ قَوْماً غَیْرِکُمْ وَلَا تَتَضَرَّوْهُ

شَیْئًا وَاللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝﴾ [التوبة: ۹=۳۹]

”مسلمانو! اگر تم جہاد کے لئے نہ نکلو گے تو اللہ تمہیں المناک عذاب سے دوچار کرے گا اور تمہاری جگہ دوسری قوم لے آئے گا اور تم اللہ کو کوئی ضرر نہ پہنچا سکو گے (نقصان اپنا ہی کرو گے) اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔“

یہ وقت قیام ہے:

لہذا اے داعیانِ توحید و سنت، اٹھو! اور فرمانِ رسول اللہ ﷺ ”مجھے حکم ملا ہے کہ جب تک لوگ اللہ کی وحدانیت کی گواہی نہیں دیتے ان سے لڑائی جاری رکھو“ کی سچی شہادت سے اپنی دعوت کی تصدیق و تائید کرو۔ جب تک کفر و شرک کا فتنہ، کلمہ پڑھنے والوں کی ایذا رسانی اور ان کو مرتد بنانے کا اور مرتد بننے کا فتنہ ختم نہیں ہوتا، اطرافِ عالم کے ہر مسلمان کو کفار کے فتنوں سے محفوظ و بے خوف بنا دو، زمین کی ساری مخلوقات کو اللہ وحدہ لا شریک کے سامنے سجدہ ریز کر کے ”دین سارے کا سارا صرف اللہ کے لئے ہو جائے۔ [الأنفال: ۸=۳۹]“ کا ہدف پورا کرو۔

اے حامیانِ حق و صداقت! مدد و نصرت کے طلبگار کمزور مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں

کی دلدوز چیخ و پکار پر لبیک کہہ کر رسول اللہ ﷺ کے انصار اور حواری ہونے کا حق ادا کر دو۔ پھر اللہ تمہارے ساتھ کئے ہوئے، زمین پر خلافت عطا کرنے اور اقتدار و حکومت دینے کے، وعدے پورے فرمائے گا اور روئے زمین پر مومن ہونے کی وجہ سے تم ہی بلند و غالب ہو گے اور صرف تمہاری ہی حکومت و بادشاہت ہوگی۔ یہ تو صرف دنیا میں ہے اور آخرت تو پھر آخرت ہی ہے، سبحان اللہ! جہاں بلند درجات خون شہید کی رنگت تو سرخ مگر خوشبو کستوری جیسی جنت کی لازوال نعمتیں جو دنیا کی ہر نعمت سے خوب تر ہیں، یہ سب کچھ مجاہدین کے لیے ہیں۔ تاہم جنت تو درکنار بلکہ جنت الفردوس جو سب جنتوں سے عمدہ اور سب سے اعلیٰ جنت ہے اور اس پر عرش رحمن ہے اور اس میں سے جنت کے دریا پھوٹتے ہیں، وہ مجاہدین کے لئے ہے۔ آؤ! ہم قرآن اور حدیث رسول ﷺ کو اپنے عمل و کردار سے زندہ کر کے عملی جامہ پہنائیں اور بارگاہ الہی میں دعا کریں:

« اَللّٰهُمَّ مَقْلَبَ الْقُلُوْبِ ، اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ وَ صِرِّفْ قُلُوْبَنَا عَلٰی طَاعَتِكَ »

”یا اللہ! اے دلوں کو پھیرنے والے! ہمیں سیدھے راستے کی طرف رہنمائی فرما اور ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت و فرمانبرداری پر پھیر دے۔“

مقروض کا جہاد:

سیدنا ابوقادہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے ایک لمبی حدیث بیان کرتے ہیں جس میں ہے:

[۲۴۱] « اَنَّهُ قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! اَرَأَيْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ! تُكْفَرُ عَنِّي خَطَايَايَ؟ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَعَمْ اِنْ قُتِلْتَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَاَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ مُقْبِلٌ غَيْرٌ مُدْبِرٌ- ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: كَيْفَ قُلْتَ؟ قَالَ اَرَأَيْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ اَتُكْفَرُ عَنِّي خَطَايَايَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ! وَاَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ، مُقْبِلٌ غَيْرٌ مُدْبِرٌ اِلَّا الدَّيْنُ فَاِنَّ جَبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لِي ذَالِكَ » ۵۵

”ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا: اگر میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں تو کیا میری

۵۵ صحیح مسلم = کتاب الإمارة : باب مَنْ قُتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كُفِّرَتْ خَطَايَاهُ اِلَّا الدَّيْنُ، الحديث: ۱۸۸۵ + صحیح الترمذی = أبواب الجهاد: باب مَا جَاءَ فِي مَنْ يَسْتَشْهَدُ وَ عَلَيْهِ دَيْنٌ، الحديث: ۱۳۹۹ + صحیح النسائی = کتاب الجهاد : باب مَنْ قَاتَلَ فِي

خطاؤں کا کفارہ ہو جائے گا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں جبکہ تو صبر کرینو والا، اجر کا طلبگار، آگے بڑھنے والا، پشت نہ دکھانے والا ہو گا ماسوائے قرض کے۔ بلاشبہ جبرائیل علیہ السلام نے مجھے یہ بات بتلائی ہے۔“

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

[۲۴۲] « يُغْفَرُ لِلشَّهِيدِ كُلُّ ذَنْبٍ إِلَّا الدَّيْنَ » ۲۶

”شہید کا ہر گناہ اللہ تعالیٰ بخش دیتے ہیں ماسوائے قرضہ کے، یہ بات مجھے جبریل نے بتائی ہے۔“

مذکورہ بالا احادیث اگرچہ شہید اور شہادت فی سبیل اللہ کے موضوع سے تعلق رکھتی ہیں اور ہم ان کو فضائل شہداء کے باب میں پوری تفصیل کے ساتھ بیان کریں گے۔ تاہم بعض فقہاء نے ان احادیث سے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ مقروض کو چاہئے کہ قرض خواہ سے اجازت لے کر جہاد پر جائے۔ اسی مناسبت سے ان احادیث کو اختصار کے ساتھ شرائط جہاد میں ذکر کیا جا رہا ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ بعض فقہاء نے اس مسئلہ کا دائرہ قرض کے علاوہ انسانوں کے تمام حقوق تک وسیع کر دیا ہے۔ لیکن ہماری نظر میں یہ استنباط قرآن و سنت کی نصوص کے صریحاً خلاف ہے۔ ذیل میں ہم اس کے دلائل تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

① مقروض کے جہاد پر جانے والی تمام احادیث میں خواہ مخواہ یا کسی دوسرے انسان کی اجازت کے شرط ہونے کی کوئی وضاحت بلکہ اشارہ تک موجود نہیں۔ لہذا استدلال قطعاً غیر معقول اور بلا جواز ہے۔

② احادیث کا ظاہری مفہوم اور معنی فقط یہ ہے کہ شہید فی سبیل اللہ کی اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑی فضیلت ہے اور شہید کے اللہ تعالیٰ قرضہ کے علاوہ تمام چھوٹے بڑے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ لہذا قرض خواہ سے اجازت کا مسئلہ ان احادیث سے نکالنا ایک بے کار کوشش ہے۔

③ بعض فقہاء کہتے ہیں کہ مقروض شہادت کے فوائد کا حق حاصل نہیں کر سکتا۔ لہذا قرض خواہ کی اجازت ضروری ہوگی۔ یہ بات بالکل باطل ہے۔ کیونکہ شہادت فی سبیل اللہ کے مکمل فوائد و ثمرات کا حصول بہت سی دیگر شرائط کے علاوہ مشیت الہی پر موقوف ہے۔ مثلاً یہ کہ شہید صبر کرینو والا، اجر و ثواب کا طلبگار ہو، پیش قدمی کرنے والا اور پشت نہ دکھانے والا

۲۶ صحیح مسلم = کتاب الإمامۃ : باب من قتل فی سبیل اللہ کُفِّرَتْ خَطَايَاهُ، إِلَّا الدَّيْنَ، الحدیث: ۱۸۸۶ + صحیح الترمذی

ہو۔ اس کا جہاد مال غنیمت حاصل کرنے کی بجائے خالص اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر ہو۔ لیکن سلف صالحین نے جہاد پر جانے کے لئے کبھی بھی ان کو بطور شرائط کے تسلیم نہیں کیا۔ رہا اللہ کے ہاں بخشش اور قبولیت کا معاملہ تو اندرون خانہ معاملات کا محاسبہ کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے نہ کہ ہمارا۔^{۴۷}

④ قرض کے علاوہ باقی تمام چھوٹے بڑے گناہوں کی مغفرت کیا معمولی فائدہ ہے؟ کہ ایک گناہ کی مغفرت کے انتظار میں اس قدر عظیم الشان مغفرت اور رضائے الہی کے حصول سے اللہ کے بندوں کو روک دیا جائے۔

⑤ ابتداء اسلام میں رسول اللہ ﷺ ایسے مسلمان کا جنازہ پڑھنے سے احتراز فرماتے تھے جو مقروض فوت ہوا ہو اور اس نے قرض کی ادائیگی کے لئے کچھ بھی نہ چھوڑا ہو لیکن بالآخر آپ ﷺ نے اعلان فرما دیا:

[۲۴۳] «مَا مِنْ مُؤْمِنٍ إِلَّا وَآنَا أَوْلَى النَّاسِ بِهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ - اِقْرُؤُوا إِنِ شِئْتُمْ النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ» [الأحزاب=۶:۳۳] فَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ تَرَكَ مَالًا فَلْيَرِثْهُ عَصَبَتُهُ مَنْ كَانُوا - فَإِنْ تَرَكَ دَيْنًا أَوْ ضِيَاعًا فَلْيَأْتِنِي وَآنَا مُوَلَّاهُ»^{۴۸}

”ہر مومن کے لئے میں زیادہ قریب ہوں، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اگر چاہو تو قرآن کی یہ آیت پڑھ لو۔ (نبی مومنوں کے لئے ان کی جانوں سے بھی زیادہ مہربان ہے۔) جو شخص مال چھوڑ کر فوت ہو جائے تو یہ مال اس کے وارث لیں گے۔ اگر کوئی قرضہ یا تاوان وغیرہ اپنے ذمے چھوڑ جائے تو میں اس کا ذمہ دار ہوں۔“

لہذا کچھ بعید نہیں کہ اسلامی فتوحات کی تکمیل اور مال غنیمت کی آمد کے بعد شہداء اسلام کے قرضہ جات کی ذمہ داری رسول اللہ ﷺ کے مبارک کندھوں پر ڈال دی گئی۔ کیونکہ عام مسلمانوں کے مقابلے میں جانوں کی قربانی پیش کرنے والے اعزاز و اکرام کے یقیناً زیادہ حقدار ہیں۔ یہی بات قاضی ابوالولید الباجی رحمہ اللہ اور امام شوکانی رحمہ اللہ نے کہی ہے۔^{۴۹} مجاہد کے لئے اللہ تعالیٰ نے وسیع رحمت و مغفرت کا وعدہ فرما رکھا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۴۷ جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے: ((وَحَسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ)) (ان کا اندرونی معاملہ اللہ کے سپرد ہے دیکھئے) الرَّقْمُ المسلسل: ۱۳ (ابوعمار ابن عبد الجبار)

۴۸ صحیح البخاری = کتاب التفسیر: باب تفسیر سورة الأحزاب / النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ ، الحدیث: ۴۵۰۳ + صحیح مسلم = کتاب الفرائض: باب مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلْيَرِثْهُ ، الحدیث: ۱۶۱۹

[۲۴۴] ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنْجِيكُمْ مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ۖ تُوْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۚ يَغْفِرُ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۚ وَ يُدْخِلُكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ﴾ [الصَّفّ=۶۱:۱۱۲]

”اے ایمان والو! کیا تمہیں ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دے دے؟ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ گے اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اس کی راہ میں جہاد کرو گے تو یہ تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہوگا، اگر تم جان لو۔ اللہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں ایسی بہشتوں میں داخلہ عطا فرمائے گا جس کی تمہ میں دریا بہتے ہیں۔۔۔۔۔۔“

[۲۴۵] ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۖ﴾

[النِّسَاء=۴:۴۸، ۱۱۶]

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے جانے کا جرم معاف نہیں کرے گا اور اس کے ماسوائے (ہر گناہ) جس کے لئے چاہے گا بخش دے گا۔“

مزید اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

[۲۴۶] ﴿إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا﴾ [الرُّم=۳۹:۵۳]

”یقیناً اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بہت سارے واقعات میں ارشاد فرمایا ہے :

[۲۴۷] ﴿وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ [البقرة=۲:۲۱۸]

”اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔“

مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا :

① مجاہد کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ عمومی حالات میں جب جہاد فرض عین نہ ہو بلکہ نفل ہو تو اس کے مکمل دینی اور دنیاوی فوائد حاصل کرنے کے لئے تمام انسانی حقوق سے اپنے آپ کو سبکدوش کر کے جائے۔ لیکن جب جہاد فرض عین ہو چکا ہو تو تمام ذاتی اور انسانی حقوق پر اللہ کے سب سے بڑے حق کو مقدم رکھنا ضروری ہوگا جس کی وجہ اور سبب سے دین اور اہل دین، حقوق اور اہل حقوق کی عزت و بقاء وابستہ ہے۔^{۵۰}

② امیر المومنین اور خلیفہ المسلمین کو چاہئے کہ فرض جہاد میں راہ حق میں جانوں کے نذرانے پیش کرنے والے شہداء اسلام کے قرضہ جات کو رسول اللہ کی سنت مطہرہ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے مسلمانوں کے بیت المال سے ادا کر دیں۔ بشرطیکہ وہ قرض کی ادائیگی کے لئے کچھ بھی نہ چھوڑ کر گئے ہوں۔ کیونکہ بیت المال اجتماعی مقاصد کا امین ادارہ ہے اور شہداء سے بڑھ کر ملت اسلامیہ کے اجتماعی مقاصد کی تکمیل کے حقدار کون ہو سکتے ہیں؟

③ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اور امام نووی رحمہ اللہ نے تحریر کیا ہے
 ”مقروض میت کے قرضہ کی ادائیگی کا حکم اب بھی ہے (یہ رائج قول ہے)۔ امراء اور خلفاء اسلام پر واجب ہے کہ بیت المال سے ان کے قرضہ جات کی ادائیگی کا اہتمام کریں۔“

جب کوئی قرض کی ادائیگی کے لئے کچھ بھی نہ چھوڑ کر گیا ہو تو قرض کی وجہ سے میت کو دخول جنت سے نہیں روکا جائے گا۔ جب عام مسلمان کی یہ حالت ہے تو شہید اسلام کا کیا مقام ہوگا؟ ۱۵

((..... ❀❀❀❀❀.....))

باب ۶:

جہاد سے قبل امور

(۱) اللہ تعالیٰ پر ایمان:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۲۴۸] ﴿وَالْعَصْرِ ۝ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۝ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝﴾ [سورة العصر = ۱:۱۰۳-۳]

”عصر کے وقت (یا نماز) کی قسم ہے۔ بلاشبہ انسان خسارے میں ہے۔ مگر جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور ایک دوسرے کو حق پر قائم رہنے کی اور صبر کرنے کی وصیت کرتے رہے“

گویا: (۱) ایمان (۲) نیک عمل (۳) حق کی تلقین (دعوت و تبلیغ) اور (۴) صبر کی تلقین (اطاعت الہی اور جہاد فی سبیل اللہ میں صبر و استقلال)

یہ چاروں چیزیں بالترتیب نجات کے چاروں مرتبے اور مرحلے ہیں۔

[۲۴۹] ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَ

نَصَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ط﴾ [الأنفال = ۷۴:۸]

”اور جو لوگ ایمان لائے، ہجرت کی، اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے ان مہاجرین کو ٹھکانہ دیا اور انکی مدد کی بس یہی لوگ سچے مومن ہیں۔“

[۲۴۰] ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا

بِمَاوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ط أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ۝﴾ [الحجرات = ۱۵:۴۹]

”مومن تو فقط وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لے آئے۔ پھر شک و شبہ نہ کیا اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ بس یہی

لوگ قول و فعل میں سچے ہیں۔“

[۲۵۱] ﴿تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ.....﴾

[الصَّفَّ=۶۱:۱۱]

” (عذاب الیم سے نجات دلانے والی تجارت یہ ہے) کہ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے

رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اس کی راہ میں جہاد کرو۔“

مذکورہ بالا اور اس قسم کی بہت ساری آیات اس بات کی وضاحت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور آپ کے لائے ہوئے مکمل سچے دین پر ایمان ہی جہاد سمیت تمام نیک اعمال کے صحیح ہونے اور قابل قبول ہونے کیلئے لازمی شرط ہے۔ اسی طرح بخاری و مسلم کی متفق علیہ احادیث سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے۔ مثلاً رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

[۲۵۲] «بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ، شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ

وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْحَجَّ وَصَوْمَ رَمَضَانَ»^۱

”اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: (۱) توحید اور رسالت کی گواہی دینا (۲) نماز قائم کرنا

(۳) زکوٰۃ ادا کرنا (۴) حج کرنا (۵) رمضان کے روزے رکھنا۔“

[۲۵۳] «الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ أَوْ بِضْعٌ وَسِتُّونَ شُعْبَةً فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

وَأَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ»^۲

”ایمان کے تہتر (۷۳) یا تریسٹھ (۶۳) شعبہ جات ہیں۔ جن میں سے افضل ترین شعبہ

توحید یعنی «لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ» کا اقرار ہے۔“

نبی ﷺ نے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ارشاد فرمایا ہے:

[۲۵۴] «فَإِنَّ حَقَّ اللَّهِ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يَعْبُدُوهُ وَلَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَحَقُّ الْعِبَادِ عَلَى

اللَّهِ أَنْ لَا يُعَذِّبَ مَنْ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا»^۳

”اللہ کا بندوں پر حق یہ ہے کہ وہ خالص اسی کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ

۱۔ صحیح البخاری = کتاب الإيمان: باب الإيمان وقول النبی ﷺ ((بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ، شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ)) الحديث: ۸+ صحیح

مسلم = کتاب الإيمان: باب بیان أركان الإسلام ودعا ثمة العظام، الحديث: ۱۶

۲۔ صحیح مسلم = کتاب الإيمان: باب بیان عدد شُعَبِ الإيمان وأفضلها وأدناها وفضيلة الحياء وكونه من الإيمان،

الحديث: ۳۰+ صحیح البخاری = کتاب الإيمان: باب أمور الإيمان، الحديث: ۹

۳۔ صحیح البخاری = کتاب الجهاد: باب اسم الفرس والحصار، الحديث: ۲۷۰۱+ صحیح مسلم = کتاب الإيمان: باب الدلائل

على أن مَنْ مَاتَ عَلَى التَّوْحِيدِ دَخَلَ الْجَنَّةَ قَطْعًا، الحديث: ۳۰

ٹھہرائیں۔ بندوں کا اللہ پر حق یہ ہے کہ وہ ایسے کسی شخص کو عذاب نہ دے جو اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہراتا ہو۔“

[۲۵۵] «أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ» ۴

”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں کے ساتھ جہاد و قتال کرتا رہوں حتیٰ کہ وہ ”لا الہ الا اللہ“ اور ”محمد رسول اللہ“ کی گواہی دینے لگیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔“

ایمان کی مزید بحث کیلئے درج ذیل مقامات کا مطالعہ بھی مفید ہوگا۔ سورۃ البقرہ کی آخری آیت سے پہلی آیت:

[۲۵۶] ﴿أَمِنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ.....إِلَيْكَ الْمَصِيرُ﴾ [البقرہ=۲: ۲۸۵]

[۲۵۷] بخاری و مسلم کی مشہور حدیث ”حَدِيثُ جَبْرِيلَ“: «الْإِسْلَامُ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ.....» ۵

نجد سے آنے والے شخص کی روایت جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

[۲۵۸] «خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ» ۶

”دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں۔“

وفد عبد القیس سے فرمایا ہوا آپ ﷺ کا ارشاد، جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

[۲۵۹] «الْإِيمَانُ بِاللَّهِ شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ» ۷

”اللہ پر ایمان یہ گواہی دینا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔“

۴ تخریج کے لیے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۱۳

۵ صحیح البخاری = کتاب الإیمان: باب سئوال جبریل النبی ﷺ عن الإیمان والإسلام والإحسان وعلم الساعة،

الحديث: ۱۰: ۵۰ + صحیح مسلم = کتاب الإیمان: باب بیان الإیمان، والإسلام والإحسان، الحديث: 10: 9

۶ صحیح البخاری = کتاب الإیمان: باب الزَّكَاةِ مِنَ الْإِسْلَامِ، الحديث: ۴۶: ۱ + صحیح مسلم = کتاب الإیمان: باب بیان

الصَّلَوَاتِ الَّتِي هِيَ أَحَدُ أَرْكَانِ الْإِسْلَامِ، الحديث: ۱۱

۷ صحیح البخاری = کتاب الإیمان: باب أداء الخمس من الإیمان، الحديث: ۵۳: ۱ + صحیح مسلم = کتاب الإیمان: باب

اسی طرح ایمان کی حقیقت، ایمان کی شرائط اور ایمان میں کمی بیشی کے مباحث کیلئے دیکھیں:

- | | | | |
|----|-------------------------------|----|--------------------------------------|
| ۱ | سورة البَيِّنَةِ | ۲ | سورة الحجرات کی آخری آیات |
| ۳ | سورة المومنون کی ابتدائی آیات | ۴ | سورة الصف |
| ۵ | سورة الحديد | ۶ | سورة الممتحنة |
| ۷ | سورة المنافقون | ۸ | سورة البقرہ کی ابتدائی اور آخری آیات |
| ۹ | سورة آل عمران کی آیت: ۱۷۳ | ۱۰ | سورة الاحزاب: ۲۲ |
| ۱۱ | سورة محمد: ۱۷ | ۱۲ | سورة التوبة آیت: ۱۲۴ |

مذکورہ بالا تمام مقامات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ، رسول ﷺ اور تمام ابتدائی دینی عقائد اور نظریات پر سچا ایمان اور پکا یقین جہاد سمیت تمام نیک اعمال کی قبولیت کے لیے شرط اول ہے۔

لہذا ایمان اور عقیدہ توحید کی پختگی، جہاد فی سبیل اللہ اور تمام دینی اعمال کا پیش خیمہ اور بنیادی چیز ہے۔ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی طویل حدیث میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

[۲۶۰] «رَأْسُ الْأَمْرِ الْإِسْلَامُ، وَعَمُودُهُ الصَّلَاةُ، وَذِرْوَةُ سَنَامِهِ الْجِهَادُ» ۵

”تمام دینی معاملات کی اصل بنیاد اسلام ہے، اس کا ستون نماز ہے اور اسلام کی کوہان کی بلندی جہاد فی سبیل اللہ ہے۔“

(۲) عمل صالح:

ایمان اور اسلام ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں۔ لیکن جب یہ بالمقابل بیان ہوں تو ان میں تھوڑا سا فرق ہوتا ہے۔ جس طرح مشہور ”حدیث جبریل“ سے صاف واضح ہوتا ہے۔ ۶

اسی طرح صحیح اور پسندیدہ موقف کے مطابق ایمان ”بَسِيط“ نہیں بلکہ قول، عمل اور تصدیق

۵۔ صحیح الترمذی = أبواب الإيمان: باب حرمة الصلوة، الحديث: ۲۱۱۰ + صحیح ابن ماجہ = کتاب الفتن: باب كف اللسان فی الفتن، الحديث: ۳۲۰۹ + مسند احمد: ۵/۲۳۱

۶۔ صحیح البخاری = کتاب الإيمان: باب سؤال جبریل النبی ﷺ عن الإيمان والإسلام والإحسان وعلم الساعة، الحديث: ۵۰۰ + باب إذا لم يكن الإسلام على الحقيقة وكان على الإستسلام أو الخوف من القتل، الحديث: ۲۷ +

صحیح مسلم = کتاب الإيمان: باب بيان الإيمان والإسلام والإحسان، الحديث: ۹، ۱۰

سے ”مرکب“ ہے۔ ۱؎ اور اس میں فرمانبرداری سے اضافہ اور نافرمانی سے نقصان ہوتا ہے۔

[۲۶۱] نیز: ﴿إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾ [سورة العصر] اور اس جیسی دوسری آیات میں ”واو“ عاطفہ کا استعمال معمولی سے فرق کی بناء پر ہے نہ کہ حقیقت کی بناء پر۔ جیسے اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

[۲۶۲] ﴿وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ [الزخرف=۴۳:۷۲]

”یہ وہ جنت ہے جس کے تم وارث بنائے گئے ہو ان اعمال کی بناء پر جو تم کرتے تھے۔“ حالانکہ ایمان جنت میں داخل ہونے کا سب سے بڑا سبب ہے۔ ایسے ہی نبی ﷺ سے جب پوچھا گیا کہ سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

[۲۶۳] ﴿الْإِيمَانُ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ﴾ ۲؎

”افضل ترین عمل اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانا ہے۔“

ایمان کے مرکب ہونے اور ایمان میں کمی بیشی ہونے کے دلائل قرآن و سنت میں بے شمار ہیں۔ مثلاً

[۲۶۴] ﴿لِيَزَادُوا إِيمَانًا مَعَ إِيمَانِهِمْ﴾ [الفتح=۴۸:۴]

”تاکہ ان کا ایمان پہلے ایمان کے ساتھ (مل کر) زائد ہو جائے۔“

[۲۶۵] ﴿فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَرَأَدَتْهُمْ إِيمَانًا﴾ [التوبة=۹:۱۲۴]

”ہر نئی سورت کے نازل ہونے سے ایمانداروں کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے۔“

فرمان رسول ﷺ ہے:

[۲۶۶] ﴿بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ﴾ ۳؎

۱؎ **بسیط اور مرکب:** بسیط اور مرکب علم منطق کی دو اصطلاحیں ہیں۔ ”بسیط“ ہر اس چیز کو کہتے ہیں، جس کے اجزاء نہ ہوں اور ”مرکب“ وہ ہے جس کے اجزاء ہوں۔ تو جو لوگ ایمان کے بسیط ہونے کے قائل ہیں ان کے ہاں ایمان صرف ”زبان سے اقرار“ ہی کا نام ہے۔ جو لوگ ایمان کے مرکب ہونے کے قائل ہیں ان میں سے بعض ایمان کو ”مرکب ثنائی“ مانتے ہیں یعنی ایمان زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق دو چیزوں کا نام ہے۔ جبکہ اکثر محدثین اور سلف صالحین ایمان کے ”مرکب ثلاثی“ ہونے کے قائل ہیں یعنی تین چیزوں کا نام ایمان ہے۔ (۱) زبان سے اقرار (۲) دل سے تصدیق (۳) اعضاء سے نیک اعمال کرنا۔ یہ تیسرا اور آخری موقف ہی صحیح اور درست ہے۔ (ابوعمار بن عبد الجبار)

۲؎ صحیح البخاری = کتاب الإیمان : باب من قال أنَّ الإیمان هو العمل ، الحديث : ۲۶ + صحیح مسلم = کتاب الإیمان : باب کون الإیمان باللہ تعالیٰ أفضل الأعمال ، الحديث : ۸۳

”اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔“

اور اس جیسی اور بہت سی آیات اور صحیح احادیث ایمان کے مرکب ہونے اور ایمان میں کمی اور زیادتی ہونے کے مفہوم کو اجاگر کرتی ہیں۔^۳

مجاہد فی سبیل اللہ کا گناہوں سے اجتناب:

نیک اعمال کرنے اور اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ فرمانبرداری کرنے سے ایمان افضل اور بہتر ہوگا۔ جبکہ گناہوں اور برائیوں کا ارتکاب ایمان کو ناقص اور کم تر بنا ڈالتا ہے۔ مجاہد کیلئے ضروری ہے کہ جہادی عمل سے قبل اپنے ایمان اور عمل کو تقویٰ، احسان اور نیک اعمال کی کثرت سے مضبوط بنانے کی جدوجہد کرتا رہے۔ اسی کا ہی دوسرا نام ”جہاد بالنفس“ ہے۔ تاکہ وہ بلند سے بلند تر اور بہتر سے بہترین درجہ کا غازی اور شہید بن سکے، سچے مومنوں میں اس کا شمار ہو سکے۔ نیز عمدہ، اکمل، افضل ایمان کے اوصاف کا حامل اور ایمان کی مٹھاس سے محفوظ ہونے والے خوش نصیبوں میں شامل ہو سکے۔

اگرچہ جہاد کے تمام مرحلے یعنی اسلامی سرحدوں پر پہرہ دینا، عملاً لڑائی میں شمولیت اختیار کرنا اور شہادت کی موت حاصل کرنا بذات خود مجاہد کے گناہوں کی بخشش کا باعث اور جنت میں داخل ہونے کا ذریعہ ہیں۔ لیکن دنیا کے اس ”چند لمحاتی مسافر اور پردیسی“ کو محض گناہوں کے کفارے پر اعتماد کرنے کی بجائے فرسٹ ڈویژن میں آخرت کی کامیابی کیلئے تگ و دو کرنی چاہئے۔ اسے زیادہ سے زیادہ نامہ اعمال میں نیکیاں اور بھلائیاں اور ایسے اعمال کرنے چاہئے جن کا اجر اس کو اس کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد بھی برابر ملتا رہے۔ تاکہ وہ قیامت کے خسارے سے یقینی طور پر محفوظ ہو جائے۔ اس کیلئے چند احادیث ملاحظہ فرمائیں، نبی ﷺ نے فرمایا:

[۲۶۷] «الْشُّهَدَاءُ أَرْبَعَةٌ: رَجُلٌ مُؤْمِنٌ جَيِّدُ الْإِيمَانِ لَقِيَ الْعَدُوَّ فَصَدَّقَ اللَّهُ حَتَّى قُتِلَ فَذَاكَ الَّذِي يَرْفَعُ النَّاسُ إِلَيْهِ أَعْيُنُهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ هَكَذَا — وَرَفَعَ حَتَّى وَقَعَتْ فَلَنْسُوْتُهُ

۳ ملاحظہ ہو: صحیح البخاری = کتاب الإيمان : باب أَى الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ، خلاوة الإيمان، علامة الإيمان حُبُّ الْأَنْصَارِ، تَفَضُّلُ أَهْلِ الْإِيمَانِ فِي الْأَعْمَالِ، الْحَيَاءُ مِنَ الْإِيمَانِ، زِيَادَةُ الْإِيمَانِ وَنَقْصَانُهُ + صحیح مسلم = کتاب الإيمان : باب بیان عدد شعب الإيمان وفضلها واندفاعها.....، باب بیان تفضلُ الإيمان و أَى أَمْرِهِ أَفْضَلُ، باب بَيَانُ نَقْصَانِ الْإِيمَانِ بِالْمَعَاصِي وَنَفْيُهُ عَنِ الْمُتَلَوِّسِ بِالْعَصِيَةِ..... + سنن الترمذی =

ابواب الإيمان : باب ما حَلَّ فِي إِضَافَةِ الْفَرَاغِ إِلَى الْإِيمَانِ، باب فِي اسْتِكْمَالِ الْإِيمَانِ وَالزِّيَادَةِ وَالنَّقْصَانِ.

فَلَا أَدْرِ أَقْلَسُوهُ عَمَرَ أَرَادَ أَمْ قَلَسُوهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ — وَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ
جَبَدُ الْإِيمَانِ لَقِيَ الْعَدُوَّ فَكَأَنَّمَا ضُرِبَ جِلْدُهُ بِشَوْكٍ طَلَحَ مِنَ الْجُبْنِ أَنَاهُ سَهُمٌ غَرُبَ
فَقَتَلَهُ فَهُوَ فِي الدَّرَجَةِ الثَّانِيَةِ - وَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ خَلَطَ عَمَلًا صَالِحًا وَ آخَرَ سَيِّئًا لَقِيَ
الْعَدُوَّ فَصَدَّقَ اللَّهُ حَتَّى قُتِلَ فَذَاكَ فِي الدَّرَجَةِ الثَّالِثَةِ - وَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ أَسْرَفَ عَلَى نَفْسِهِ
لَقِيَ الْعَدُوَّ فَصَدَّقَ اللَّهُ حَتَّى قُتِلَ فَذَاكَ فِي الدَّرَجَةِ الرَّابِعَةِ ۝^{۱۴}

”شہداء کی چار اقسام ہیں: (۱) ایک عمدہ ایمان والا شخص ہے جو دشمن سے ملتا ہے، اللہ کی باتوں کی تصدیق کرتا ہے حتیٰ کہ قتل ہو جاتا ہے۔ پس یہ وہ شہید ہے کہ روز قیامت لوگ تعجب سے اس کی طرف اپنی نگاہیں اٹھا کر دیکھیں گے۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے اپنا سر آسمان کی طرف یوں اٹھایا حتیٰ کہ آپ ﷺ کی یا حدیث کے راوی سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی ٹوپی سر سے گر گئی (یہ درجہ اول کا شہید ہے)۔ (۲) وہ عمدہ ایمان والا آدمی جو دشمن سے مقابلہ کرتا ہے، اس وقت گویا اس کے دل میں معمولی سی بزدلی پیدا ہوتی ہے۔ البتہ ایک اجنبی تیر آتا ہے اور اس کو قتل کر دیتا ہے۔ یہ دوسرے درجہ کا شہید ہے۔ (۳) ایسا مومن شخص جس کے کچھ نیک اعمال ہیں اور کچھ برے اعمال۔ وہ دشمن سے مقابلہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تصدیق کرتے ہوئے شہید ہو جاتا ہے۔ تو یہ تیسرے درجہ کا شہید ہے۔ (۴) ایسا مومن شخص جس نے اپنے آپ پر بہت ظلم کیا ہوتا ہے، گناہوں میں لت پت ہوتا ہے۔ وہ دشمن سے مقابلہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی تصدیق کرتے ہوئے شہید ہو جاتا ہے۔ تو یہ چوتھے درجہ کا شہید ہے۔“

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اس قسم کی حدیث سیدنا عتبہ بن عبد اللہ سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۲۶۸] «الْقَتْلُ ثَلَاثَةٌ: رَجُلٌ مِّنْ جَاهَدَ بِنَفْسِهِ وَ مَالِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ حَتَّى إِذَا لَقِيَ
الْعَدُوَّ قَاتَلَهُمْ حَتَّى يُقْتَلَ فَذَاكَ الشَّهِيدُ الْمُتَحَنُّ فِي خِيَمَةِ اللَّهِ تَحْتَ عَرْشِهِ
وَلَا يُفْضَلُ النَّبِيُّ إِلَّا بِفَضْلِ دَرَجَةِ النَّبَوَةِ - وَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ قَرَفَ عَلَى نَفْسِهِ مِنَ الذُّنُوبِ

۱۴ سُنَنُ التِّرْمِذِيِّ = أبواب فضائل الجہاد: باب ما جاء في فضل الشهداء عند الله، الحديث: ۲۷۹ + شُعَبُ الْإِيمَانِ للبيهقي، الحديث: ۴۲۶۲ + مسند احمد، الحديث: ۱۴۶، ۱۵۰، بتحقيق احمد شاكر - یہ حدیث حسن درجہ کی ہے۔ جبکہ شیخ البانی رحمہ اللہ علیہ نے اس کو ابو یزید خولانی کے مجہول ہونے کی بنیاد پر ضعیف کہا ہے۔ شیخ احمد شاكر رحمہ اللہ علیہ نے اس کو حسن قرار دیا ہے۔ امام الترمذی رحمہ اللہ علیہ نے بھی اس کو حسن قرار دیا ہے۔ (ابو عمار ابن عبد الجبار)

وَالْخَطَايَا ، جَاهَدَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ حَتَّى إِذَا لَقِيَ الْعَدُوَّ قَاتَلَ حَتَّى قُتِلَ فَبَلَغَ مَصْمَصَةً مَحَتْ دُنُوبَهُ وَخَطَايَاهُ، إِنَّ السَّيْفَ مَحَّاءٌ لِحَطَايَاهُ وَادْخَلَ مِنْ أَيْ بَابِ الْحَنَّةِ شَاءَ فَإِنَّ لِلْحَنَّةِ ثَمَانِيَةَ أَبْوَابٍ وَلِحَنَمٍ سَبْعَةَ أَبْوَابٍ - وَبَعْضُهَا أَفْضَلُ مِنْ بَعْضٍ - وَرَجُلٌ مُنَافِقٌ جَاهَدَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ حَتَّى إِذَا لَقِيَ الْعَدُوَّ قَاتَلَ حَتَّى قُتِلَ فَذَلِكَ فِي النَّارِ - إِنَّ السَّيْفَ لَا يَمْحُو النِّفَاقَ ۝ ۱۵

”مقتول تین طرح کا ہوتا ہے: اوّل درجہ کا شہید وہ مومن شخص ہے جو جان و مال کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے۔ حتیٰ کہ جب دشمن سے ٹکراتا ہے تو جنگ کرتے ہوئے شہید ہو جاتا ہے۔ یہ شہید پاک صاف ہے، عرش معلیٰ کے نیچے اللہ کے خیمے میں ہے۔ انبیاء علیہم السلام اس سے صرف درجہ نبوت میں افضل ہیں۔ درجہ دوم کا شہید وہ ہے جس نے بہت زیادہ گناہوں اور خطاؤں کا ارتکاب کیا ہوتا ہے۔ وہ اپنی جان اور اپنے مال کے ساتھ اللہ کے راستے میں جہاد کرتا ہے۔ یہاں تک کہ دشمن سے ملتا ہے، جنگ کرتا ہے اور قتل ہو جاتا ہے۔ یہ شہادت اس کے گناہوں کو پاک کر دینے والی ہے، جس نے اس کے گناہوں کو اور اس کی خطاؤں کو مٹا ڈالا۔ بلاشبہ تلوار گناہوں کو مٹا ڈالنے والی ہی تو ہے۔ وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے گا داخل کر دیا جائے گا۔ بلاشبہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ جبکہ جہنم کے سات دروازے ہیں۔ جنت کے دروازوں میں سے بعض بعض سے بہتر ہیں۔ تیسرے نمبر پر وہ شہید ہے جو منافق ہے۔ وہ اپنی جان اور مال کے ساتھ جہاد کرتا ہے۔ دشمن سے آنا سامنا ہوتا ہے تو وہ جنگ کرتا ہے تو قتل ہو جاتا ہے۔ یہ مقتول جہنم میں جائے گا۔ اس لیے کہ تلوار (گناہوں کو تو مٹاتی ہے مگر) نفاق کو نہیں مٹاتی“

امام بخاری رحمہ اللہ نے ”صحیح البخاری“ = كِتَابُ الْجِهَادِ : بَابُ عَمَلِ صَالِحٍ قَبْلَ الْقِتَالِ میں سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے سند ذکر کئے بغیر یہ روایت نقل کی ہے:

[۲۶۹] « إِنَّمَا تَقَاتِلُونَ بِأَعْمَالِكُمْ »

۱۵ الإحسان فی تقریب صحیح ابن حبان = کتاب السَّيْرِ : باب فضل الشَّهَادَةِ / ذكر بيان بأن الأنبياء لا يفضلون الشهداء إلا بدرجة النبوة فقط، الحديث: ٤٦٦٣ + سَنَنُ الدَّارِمِيِّ = كتاب الجهاد : باب في صفة القتل في سبيل الله ، الحديث : ٢٤١٦ ، اس حدیث کو شیخ البانی رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔ دیکھئے: مشکوٰۃ بتحقیق الألبانی ، الحديث : ٣٨٥٩ - اس کو شعب الارناؤط نے بھی صحیح کہا ہے۔ دیکھئے: ٤٦٦٣ - اس حدیث کو شیخ عبد اللہ الہاشم یمنی المدنی نے بھی صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے: سَنَنُ الدَّارِمِيِّ بتحقیق عبد اللہ ہاشم

”لوگو! تم اپنے اعمال صالحہ کی بنیاد پر ہی دشمن اسلام سے لڑتے ہو۔“

لہذا جس کا عمل اور نیت نیک ہوگی اس کا جہاد اس قدر مضبوط ہو گا۔ پھر امام بخاری رحمہ اللہ نے سورۃ الصف کی درج ذیل آیت تحریر کی ہے:

[۲۷۰] ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۚ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقِيمُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَانَهُمْ بُنْيَانٌ مَرْصُوصٌ ۚ﴾ [الصَّف: ۶۱: ۲-۴]

”اے ایمان والو! وہ بات کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں؟ اللہ تعالیٰ کو یہ بات بہت ناپسند ہے کہ تم جو کہو وہ کرو نہیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کے راستے میں صف بستہ ہو کر جنگ کرتے ہیں۔ جیسے وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوں۔“

اس آیت کو تحریر فرمانے سے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ جہاد سے قبل ایمان اور عمل میں پختگی نہایت ضروری چیز ہے۔

[۲۷۱] بعد ازاں امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس لوہے کی خود میں ملبوس ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے نبی ﷺ سے سوال کیا: یا رسول اللہ! «أُقَاتِلُ أَوْ أُسَلِّمُ؟» (میں پہلے جہاد کروں یا اسلام لاؤں) تو آپ ﷺ نے جواباً فرمایا: «أَسَلِّمُ ثُمَّ قَاتِلُ» (پہلے اسلام قبول کر پھر جہاد کر) چنانچہ وہ دائرۃ اسلام میں داخل ہوا اور پھر قتال کرتے ہوئے شہید ہو گیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: «عَمِلَ قَلِيلًا وَ أَجَرَ كَثِيرًا» (اس نے عمل تھوڑا کیا ہے اور اجر بہت زیادہ لے گیا ہے۔) ۱۶

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۲۷۲] «تَكْفَلُ اللَّهُ لِمَنْ جَاهَدَ فِي سَبِيلِهِ لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِهِ وَ تَصْدِيقُ كَلِمَاتِهِ بَأَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ أَوْ يُرْجِعَهُ إِلَى مَسْكَنِهِ الَّذِي خَرَجَ مِنْهُ مَعَ مَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ أَوْ غَنِيمَةٍ» ۱۷

۱۶ صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب عمل صالح قبل القتال، الحدیث: ۲۶۵۳ + صحیح مسلم = کتاب الإمارة: باب

ثبوت الجنة للشہید، الحدیث: ۱۸۹۹

۱۷ صحیح البخاری = أبواب الخمس: باب قول النبی أَلَحَّتْ لَكُمْ الْغَنَائِمُ، الحدیث: ۲۹۵۰ + صحیح مسلم = کتاب الإمارة

: باب فضل الجہاد و الخروج فی سبیل اللہ، الحدیث: ۱۸۷۶

”اللہ تعالیٰ اس شخص کا ضامن اور کفیل ہے جو اس کی راہ میں جہاد کرتا ہے اور اس کو اس کے گھر سے اللہ کے راستہ میں جہاد، اللہ تعالیٰ کے کلمات کی تصدیق کے علاوہ کوئی دوسرا سبب نکالنے والا نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ اسے جنت میں داخل کرے گا یا اسے اس کے گھر کی طرف لوٹائے گا تو وہ اجر و ثواب اور مال غنیمت حاصل کرنے والا ہوگا۔“

مذکورہ آیات اور صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نیک اعمال، تقویٰ، احسان اور فرمانبرداریاں جہاد کی فضیلت اور بہتری کے اسباب ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مجاہد کا جہاد اگر اللہ کے دین کی سر بلندی کے لئے ہوگا اور اللہ پر ایمان لاتے ہوئے اور رسولوں کی باتوں کی تصدیق کرتے ہوئے ہوگا تو وہ ہی شرعی جہاد کہلائے گا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہوگا۔ نیز مجاہد کا ایمان جس قدر کامل ہوگا اور نیک عمل کا حصول جس قدر ہوگا اسی نسبت سے اس کو اجر و ثواب ملے گا اور آخرت کے درجے بلند ہونگے۔

تاہم ان آیات و احادیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ صرف اور صرف قبول اسلام اور توحید و رسالت کی گواہی کے بعد نیک اعمال اور تقویٰ و پرہیز گاری کو مکمل کرتے کرتے کافروں کے خلاف جہاد کو مؤخر نہیں کیا جاسکتا۔ اس کی درج ذیل چند وجوہات ہیں۔

پہلی وجہ:

جہاد و قتال بذات خود نیک اعمال میں سے سب سے افضل ہے اور مجاہد مسلمانوں میں سے بہترین آدمی ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا:

[۲۷۳] «أَيُّ النَّاسِ أَفْضَلُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مُؤْمِنٌ يُجَاهِدُ

فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ»^{۱۸}

”لوگوں میں سے سب سے افضل شخص کون ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ مومن شخص

جو اپنے مال اور اپنی جان کے ساتھ اللہ کے راستے میں جہاد کرتا ہے۔“

اس کے علاوہ قرآن مجید کی بہت سی آیات اور بخاری و مسلم وغیرہ کی بہت سی احادیث میں

یہی مفہوم بیان کیا گیا ہے۔

۱۸ صحیح البخاری = کتاب الجہاد : باب أفضل الناس مومن يجاهد بنفسه و ماله في سبيل الله، الحديث: ۲۶۳۴+

دوسری وجہ:

جہاد بذات خود گناہوں کا کفارہ اور خطاؤں کی تلافی کا باعث ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی ﷺ نے اس روایت میں ارشاد فرمایا جو سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

[۲۷۴] (۱) «عَمِلَ قَلِيلًا وَ أَجَرَ كَثِيرًا»^{۱۹}

”اس نے عمل بہت تھوڑا کیا لیکن اجر بہت زیادہ لے گیا۔“

اس کے علاوہ ایک روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا:

[۲۷۵] «الْقَتْلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُكَفِّرُ كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا الدَّيْنَ»^{۲۰}

”اللہ کے راستے میں قتل ہو جانا قرض کے علاوہ ہر چیز کا کفارہ ہے۔“

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

[۲۷۶] « وَ يُغْفَرُ لِلشَّهِيدِ فِي أَوَّلِ دَفْعَةٍ »^{۲۱}

”پہلی فرصت میں ہی شہید کے سارے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔“

قرآن مجید کی بہت ساری آیات میں بھی یہی مضمون بیان ہوا ہے۔

فرمان رسول ﷺ «مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ فِي طَاعَةِ اللَّهِ» کو امام بخاری رحمہ اللہ نے ”کتاب

الرِّقَالِق“ کے ایک عنوان کے طور پر ذکر کیا ہے اور آگے اس عنوان کے ضمن میں سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی درج ذیل مشہور حدیث درج ہے:

[۲۷۸] «حَقُّ اللَّهِ عَلَى عَبْدِهِ أَنْ يَعْبُدُوهُ وَلَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا.....»^{۲۲}

”اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ

کریں۔“

البتہ صحیح البخاری کے ترجمۃ الباب (عنوان) کے مذکورہ بالا الفاظ حدیث:

[۲۷۹] «وَالْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ فِي طَاعَةِ اللَّهِ»^{۲۳} شُعْبُ الْإِيمَانِ لِلْبَيْهَقِيِّ میں موجود

۱۹ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۲۷۱

۲۰ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۲۲۰

۲۱ صحیح الترمذی = أبواب فضائل الجهاد: باب ما جاء أنَّ النَّاسَ أَفْضَلُ، باب منه، الحديث: ۱۳۰۸

۲۲ صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب اسم الفرس و الحمار، الحديث: ۲۷۰۱ + صحیح مسلم = کتاب الإیمان: باب

الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ مَنْ مَاتَ عَلَى التَّوْحِيدِ دَخَلَ الْجَنَّةَ، الحديث: ۳۰

۲۳ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۲۹

ہیں۔ تاہم اس کا یہ معنی لینا کہ مجاہد صرف وہی ہے جو اطاعت الہی میں نفس کے ساتھ مجاہدہ کرے، یہ لغوی اور شرعی لحاظ سے باطل ہے۔ کیونکہ یہ معنی جہاد اسلامی کے اس مفہوم سے متضاد ہے جو کتاب و سنت کے پختہ دلائل سے ثابت ہے۔

(۳) دعوت و تبلیغ:

ایک دوسرے کو حق بات کی تلقین اور وصیت کرنا، دین حق کو دوسروں تک پہنچانا اور دین حق کی طرف لوگوں کو بلانا قتال فی سبیل اللہ کا سب سے اولین مرحلہ ہے۔ بلکہ یہ مرحلہ جہاد میں شامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت میں اس کو ”جہاد کبیر“ اور ”جہاد باللسان“ کے ناموں سے بھی موسوم کیا گیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۲۸۰] ﴿فَلَا تُطِيعُ الْكُفْرَيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا ۝﴾ [الفرقان=۵۲:۲۵]

”پس اے نبی ﷺ! تو کفار کی بات نہ مان اور اس قرآن کے ذریعے کافروں کے ساتھ ”جہاد کبیر“ کرتا رہ۔“

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

[۲۸۱] ﴿جَاهِدُوا الْمُشْرِكِينَ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَالسِّنِّتِكُمْ﴾ ۲۴

”مشرکین کے ساتھ اپنے مالوں، جانوں اور زبانوں کے ساتھ جہاد کرتے رہو۔“

◎ علامہ منذری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وَ يَحْتَمِلُ أَنْ يُرِيدَ بِقَوْلِهِ ((الهِجَاءُ)) وَيُؤَيِّدُهُ قَوْلُهُ صَلَّى اللَّهُ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَمَّا أَنْكَرَ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَوَاحَةَ إِنْشَادَهُ بَيْنَ يَدَيِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْهِجَاءَ لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي عُمْرَةِ الْقَضَاءِ: شِعْرُهُ فِي قُرَيْشٍ فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [۲۸۲] ((حَلِّ عَنْهُ يَا عُمَرُ! فَلَهَايَ أَسْرَعُ فِيهِمْ مِنْ نَضْحِ النَّبْلِ)) ۲۵

”وَالسِّنِّتِكُمْ“ سے کفار کی بھوجو گئی اور مذمت بھی مراد ہو سکتی ہے۔ کیونکہ عمرہ قضاء کے موقع پر عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کفار کے خلاف اشعار کہے۔ جس پر عمر رضی اللہ عنہ نے اعتراض کیا تو

۲۴ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۲۷

۲۵ مختصر سنن أبي داود للمنذري: ۳/۳۶۷، ۳۶۶

آپ ﷺ نے فرمایا: اسے کہنے دو کیونکہ البتہ یہ اشعار کفار کے لئے تیروں کی بارش سے بھی زیادہ الم انگیز ہیں۔“

اسی بناء پر رسول اللہ ﷺ کی دور کے تیرہ سالہ طویل عرصہ میں تبلیغ و دعوت کے ذریعے زبان کے ساتھ جہاد کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ اس عرصے میں آپ کی دعوت و تبلیغ کے موضوعات عام طور پر توحید و رسالت، عقائد و نظریات، جنت و جہنم کا بیان، آخرت کا تصور، عبادات اور عمدہ اخلاق کے تھے۔ تفصیل کے لئے قرآن حکیم کی کمی سورتیں ملاحظہ ہوں۔

تبلیغ و دعوت کی اہمیت اور اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کی ذمہ داری کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

[۲۸۳] ﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ۚ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ ۚ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ۝﴾

[المائدہ=۵: ۶۷]

”اے رسول ﷺ! تیرے رب کی طرف سے جو کچھ تجھ پر نازل کیا گیا ہے وہ (تمام لوگوں تک) پہنچا دے۔ اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو (گویا) تو نے اس کا پیغام بالکل نہیں پہنچایا۔ اور اللہ تعالیٰ لوگوں سے تیری حفاظت کرے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ کافروں کی قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔“

[۲۸۴] ﴿أَبْلَغُكُمْ رَسُولَ رَبِّي وَأَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِينٌ ۝﴾ [الأعراف=۷: ۶۸]

”(ہود علیہ السلام! اپنی قوم سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں) میں تم کو اپنے رب کا پیغام پہنچاتا ہوں اور میں تمہارے لئے خیر خواہ اور امانت دار ہوں۔“

[۲۸۵] ﴿قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي ۖ أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي ۖ وَسُبْحَنَ اللَّهُ وَ مَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝﴾ [سورۃ یوسف=۱۲: ۱۰۸]

”اے نبی ﷺ! کہہ دو: یہی (اسلام) میرا راستہ ہے۔ میں پوری بصیرت کے ساتھ اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں اور اسی طرح میرے تمام پیروکار بھی اللہ کی طرف بلا تے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ (ہر قسم کے شرک اور عیب سے) پاک ہے اور میں شرک کرنے والوں میں سے ہرگز نہیں ہوں۔“

[۲۸۶] ﴿ فَلِذَلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ هُمْ ۚ ﴾

[الشُّورَى=۱۵:۴۲]

” (اے نبی ﷺ!) تو لوگوں کو اسی طرح دعوت دیتا رہ اور جیسے تجھے حکم ہوا ہے اللہ کی

اطاعت پر استقامت اختیار کر اور ان (یہود و نصاریٰ) کی خواہشات کی پیروی نہ کر۔“

[۲۸۷] ﴿ اُدْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ

بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ۚ ﴾ [النَّحْل=۱۶:۱۲۵]

”(اے نبی ﷺ!) لوگوں کو حکمت و تدبیر اور اچھی نصیحت کے ساتھ اپنے رب کے راستہ

کی طرف دعوت دیتے رہو اور ان کے ساتھ احسن طریقے سے بحث و جدال کرو۔“

دعوت و تبلیغ کے اصول و قواعد:

مذکورہ بالا آیات سے دعوت و تبلیغ کے مندرجہ ذیل اصول و قواعد معلوم ہوتے ہیں:

① مبلغ اپنی دعوت پر خود عامل اور پختہ یقین رکھتا ہو تاکہ دعوت مؤثر اور حقیقت پر مبنی ہو۔

اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۲۸۸] ﴿ لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۚ ﴾ [الصَّف=۶۱:۲]

”تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے۔“

② مبلغ قوم کے لئے خیر خواہ اور امانتدار ہو۔

③ اپنی دعوت پر صبر و استقلال سے جما رہے اور لوگوں کی باتوں میں نہ آئے۔ علاوہ ازیں

دعوت کے راستے میں پیش آمدہ مصائب کو صبر کے ساتھ اللہ کے لئے برداشت کرے۔

④ دعوت میں حکمت و تدبیر اور دانشمندی کو استعمال کرے، کیونکہ حکمت اور دانائی کے بغیر

دعوت بے اثر ہوتی ہے۔

⑤ اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت دے یعنی اپنی گفتگو میں زیادہ اہم بات اور کم اہم بات کا

خیال رکھے۔ نرمی اور بردباری سے گفتگو کرے۔ سختی، شدت اور آمرانہ اسلوب اختیار نہ

کرے۔

⑥ بحث و مباحثہ اور دلائل میں مناظرانہ نہیں بلکہ محسانہ اور مشفقانہ طریقہ استعمال کرے۔

⑦ اگر مخاطب تکبر کرے، حق کا انکار کرے تو داعی کو چاہئے کہ ڈانٹ ڈپٹ اور لعن طعن پر نہ

اترے بلکہ اللہ کے لئے دعوت پر ثابت قدمی کے ساتھ جما رہے اور نتائج اللہ پر چھوڑ دے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

[۲۸۹] ﴿وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ﴾ [النحل=۱۶:۱۲۷]

”اور صبر کر اور تیرا صبر صرف تیرے رب کے لئے ہے۔“

[۲۹۰] ﴿وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلْغُ الْمُبِينُ﴾ [النور=۲۴:۵۴]

”اور رسول اللہ ﷺ کے ذمہ صرف پیغام پہنچا دینا ہے۔“

[۲۹۱] ﴿وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ﴾ [العصر:۳]

”اور انہوں نے (مصائب پہنچنے پر) ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کی۔“

(۴) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر:

نیکی کی دعوت دینا اور برائی سے روکنا درحقیقت تبلیغ و دعوت کا ہی دوسرا نام ہے۔ لیکن موقعہ کی مناسبت اور مخاطب کے اعتبار سے دونوں میں کچھ فرق ہے۔ چنانچہ تبلیغ و دعوت مسلمانوں اور کافروں کے لئے عام ہے۔ جبکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا استعمال زیادہ تر مسلم معاشرہ کیلئے ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ ایک مستقل اسلامی فریضہ ہے۔ محمد ﷺ سمیت امت کے تمام افراد پر اس کی ادائیگی لازم ہے۔ اللہ کا فرمان ہے:

[۲۹۲] ﴿وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا﴾ [طہ=۲۰:۱۳۲]

”اپنے اہل و عیال کو نماز کا حکم کرو اور خود بھی اس پر ڈٹے رہو۔“

[۲۹۳] ﴿وَلَتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ [آل عمران=۳:۱۰۴]

”اور تم میں ایک جماعت ہونی چاہئے جو لوگوں کو خیر و فلاح کی دعوت دے، نیکی کا حکم

کرے اور برائی سے روکے اور وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔“

[۲۹۴] ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۚ.....﴾ [آل عمران=۳:۱۱۰]

”تم ایک بہترین امت ہو جو لوگوں کی (خیر و فلاح کے لئے) پیدا کی گئی ہے کہ تم نیکی کا

حکم کرتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔“

[۲۹۵] ﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ.....﴾ [التوبة=۹: ۷۱]

”مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست و مددگار ہیں۔ وہ نیکیوں کا حکم کرتے ہیں اور برائیوں سے منع کرتے ہیں۔“

[۲۹۶] ﴿الْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَفِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ.....﴾

[التوبة=۹: ۱۱۲]

”(اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنی جانوں کا سودا کرنے والے مجاہدین) نیکیوں کا حکم کرنے والے، برائیوں سے منع کرنے والے اور اللہ کی حدود کے محافظ اور پاسبان ہیں۔“
نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

[۲۹۷] « مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ - فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ - فَإِنْ لَمْ

يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ » ۲۶

”جو شخص تم میں سے کسی خلاف شرع بات کو دیکھے تو اپنے ہاتھ سے اس کو بدل دے۔ اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو اپنی زبان سے منع کرے۔ اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اپنے دل میں اس سے نفرت کرے اور یہ ضعیف ترین ایمان ہے۔“ صرف دلی نفرت کمزور ترین ایمان کی علامت ہے۔“

[۲۹۸] « إِنَّ النَّاسَ إِذَا رَأَوْا الظَّالِمَ فَلَمْ يَأْخُذُوا عَلَى يَدَيْهِ أَوْشَكَ أَنْ يَعْمَهُمُ اللَّهُ بِعِقَابٍ

رَوَاهُ أَبُو بَكْرٍ وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ بَعْدَ أَنْ حَمِدَ اللَّهَ وَأَتْنَى عَلَيْهِ : يَأْتِيهَا النَّاسُ إِنْكُمْ تَقْرَؤُونَ هَذِهِ

الْآيَةَ وَتَضَعُونَهَا عَلَى غَيْرِ مَوْضِعِهَا ﴿يَأْتِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسُكُمْ﴾ ۲۷ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ

ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۚ ﴿المائدة: ۱۰۵﴾ وَأَنَا سَمِعْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِنَّ

النَّاسَ إِذَا رَأَوْا الظَّالِمَ فَلَمْ يَأْخُذُوا عَلَى يَدَيْهِ أَوْشَكَ أَنْ يَعْمَهُمُ اللَّهُ بِعِقَابٍ» ۲۸

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگ جب ظالم کو دیکھ کر اس کا ہاتھ نہ پکڑیں گے تو قریب

۲۶ تخریج کیلئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۳۴

۲۷ صحیح ابی داؤد = کتاب الملاحم: باب الأمر والنہی، الحدیث: ۳۶۴۴ + صحیح الترمذی = أبواب الفتن: باب ما جاء فی نزول العذاب إذا لم یغیر المنکر، الحدیث: ۱۷۶۱ + صحیح ابن ماجہ = کتاب الفتن: باب الأمر بالمعروف والنہی

عن المنکر، الحدیث: ۳۲۳۷

ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ان سب (ظلم کرنے والوں اور خاموش رہنے والوں) کو عذاب عام سے ہلاک کر دے۔ اس حدیث کو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے روایت کیا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرنے کے بعد مزید فرمایا: لوگو! تم سورۃ المائدہ کی یہ آیت تو پڑھتے ہو: ”تم اپنے نفسوں کا خیال رکھو۔ جب تم خود ہدایت پر ہو گے تو گمراہوں کے گمراہ ہونے سے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔“ (سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) تم اس کا بے موقعہ استعمال کرتے ہو۔ جبکہ ہم نے خود رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: لوگ جب ظالم کو دیکھ کر اس کا ہاتھ نہ پکڑینگے تو اللہ تعالیٰ ان سب پر اپنا عذاب نازل کر دے گا۔“

[۲۹۹] «مَا مِنْ قَوْمٍ يُعْمَلُ فِيهِمْ بِالْمَعَاصِي يَفْدِرُونَ عَلَى أَنْ يُعْزِرُوا ثُمَّ لَا يُعْزِرُوا إِلَّا يُوشِكُ أَنْ يُعَمَّهُمُ اللَّهُ مِنْهُ بِعِقَابٍ وَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِلَّا أَصَابَهُمُ اللَّهُ بِعِقَابٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَمُوتُوا» ۲۸

”جس قوم میں گناہوں اور اللہ کی نافرمانیوں کا ارتکاب ہوتا ہو اور وہ گناہوں کو روکنے اور برائی کو بدلنے پر قادر بھی ہوں، لیکن ایسا نہ کریں تو عنقریب اللہ تعالیٰ اس وجہ سے ان سب کو اپنے عذاب میں گرفتار کرے گا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کو موت سے پہلے ہی عذاب میں مبتلا کر دے گا۔“

[۳۰۰] «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَتَأْمُرَنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ أَوْ لَيُوشِكَنَّ اللَّهُ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِنْهُ فَتَدْعُونَهُ فَلَا يَسْتَجِيبُ لَكُمْ» ۲۹

”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم نیکیوں کا بالضرور حکم کرتے رہو اور برائیوں سے روکتے رہو۔ وگرنہ عنقریب اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب نازل کر دے گا۔ پھر تم اس سے دعائیں کرو گے (نجات کی) مگر وہ قبول نہ فرمائے گا۔“

۲۸ صحیح ابن حبان = کتاب البرّ والإحسان : باب الصدق والأمر بالمعروف والنهي عن المنكر / ذكر استحقاق القوم الذين لا يأمرون بالمعروف ولا ينهون عن المنكر عن قذرة منهم عليه عموم العقاب من الله جلّ وعلاء الحديث: ۳۰۰-۳۰۲ + صحیح أبی داؤد = کتاب الملاحم: باب الأمر والنهي، الحديث: ۳۶۴۶ + صحیح ابن ماجه = کتاب الفتن : باب الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، الحديث: ۳۲۳۸ + المعجم الكبير للطبرانی، الحديث: ۲۳۷۹

الحديث: ۲۳۸۵ بتحقيق و تخریج حمدي عبد المجيد السلفی + مسند احمد: ۴/ ۳۶۶، ۳۶۷

۲۹ صحیح الترمذی = أبواب الفتن : باب ما جاء في الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، الحديث: ۱۷۶۲

[۳۰۱] «مَا مِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللَّهُ تَعَالَى فِي أُمَّةٍ مِنْ قَبْلِي إِلَّا كَانَ لَهُ مِنْ أُمَّتِهِ حَوَارِيُونَ وَ أَصْحَابٌ يَأْخُذُونَ بِسُنَّتِهِ وَ يَقْتَدُونَ بِأَمْرِهِ ثُمَّ إِنَّهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوفٌ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ وَ يَفْعَلُونَ مَا لَا يُؤْمَرُونَ - فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَ مَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَ مَنْ جَاهَدَهُمْ بَقَلْبِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَ لَيْسَ وَرَاءَ ذَلِكَ حَبَّةُ خَرْدَلٍ مِنَ الْإِيمَانِ» ۲۰

”جس نبی کو بھی اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے کسی امت کی طرف مبعوث کیا تو اس کی امت میں اس کے حامی، مددگار اور رفقاء ہوتے تھے جو اس (نبی) کی سنت کو مضبوط پکڑتے اور اس کے احکام کی اتباع کرتے تھے۔ لیکن پھر ان کے پیچھے چند (نالائق اور نااہل) لوگ آجاتے جو ایسی بات کہتے جس پر خود عمل نہ کرتے اور ایسے اعمال کرتے جن کا انہیں حکم نہیں دیا جاتا تھا۔ پس جو شخص ایسے بدعتی اور نااہل لوگوں کے ساتھ اپنے ہاتھ سے جہاد کرے وہ مومن ہے اور جو زبان سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے۔ اور جو دل (کی نفرت) کے ساتھ جہاد کرے وہ بھی (کمزور ترین ایمان والا) مومن ہے اور اس کے علاوہ رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں ہوگا۔ (یعنی دلی نفرت نہ کرنے والا واضح کافر ہوگا)“

[۳۰۲] «إِنَّ مِنْ أَعْظَمِ الْجِهَادِ كَلِمَةً حَقٍّ (عَدْلٍ) عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ» ۲۱

”ظالم و جابر سلطان کے رو برو کلمہ حق (انصاف کی بات) کہنا افضل ترین اور عظیم ترین جہاد ہے۔“

اللہ تعالیٰ کا یہ بھی فرمان ہے:

[۳۰۳] ﴿ وَ اتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً ۚ وَ اعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ ﴾ [الأنفال=۸: ۲۵]

”اور (اے مسلمانو!) اس عذاب سے ڈرو جو بالخصوص تم میں سے ظلم کرنے والوں پر ہی نازل نہ ہوگا (بلکہ سب کو گھیر لے گا) اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔“

۲۰ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْم المسلسل: ۳۵

۲۱ صحیح الترمذی= أبواب الفتن: باب أفضل الجهاد كلمة عدل عند سلطان جائر، الحديث: ۱۷۶۶+ صحیح أبوداؤد= کتاب الملاحم: باب الأمر والنهي، الحديث: ۳۶۵۰+ صحیح النيسائي= کتاب البيعة: باب فضل من تكلم بالحق عند إمام جائر، الحديث: ۳۹۲۵+ صحیح ابن ماجه= کتاب الفتن: باب الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، الحديث: ۳۲۴۰+

رسول اللہ ﷺ نے مزید فرمایا:

[۴۰۳] «مَثَلُ الْقَائِمِ عَلَى حُدُودِ اللَّهِ وَالْوَاقِعِ فِيهَا كَمَثَلِ قَوْمٍ اسْتَهْمُوا عَلَى سَفِينَةٍ فَأَصَابَ بَعْضُهُمْ أَعْمَالُهَا وَبَعْضُهُمْ أَسْفَلُهَا فَكَانَ الَّذِينَ فِي أَسْفَلِهَا إِذَا اسْتَقَوْا مِنَ الْمَاءِ مَرُّوا عَلَى مَنْ فَوْقَهُمْ ، فَقَالُوا: لَوْ أَنَّا خَرَقْنَا فِي نَصِيبِنَا خَرْقًا ، وَلَمْ نُؤْذِ مَنْ فَوْقَنَا فَإِنْ يَتْرَكُوهُمْ وَمَا آرَأَوْا هَلَكُوا جَمِيعًا وَإِنْ أَخَذُوا عَلَى أَيْدِيهِمْ نَجَوْنَا وَنَجَوَا جَمِيعًا» ۳۲

” اللہ کی حدود پر قائم رہنے والے اور ان میں واقع ہونے والے (ایک روایت کے مطابق یہ ہے کہ ان میں چشم پوشی کرنے والے) کی مثال ایسی قوم کی ہے جنہوں نے (سمندر میں) چلنے والی کشتی میں سواری کے لئے قرعہ اندازی کی تو بعض کو اس کا اوپر والا اور بعض کو نیچے والا حصہ مل گیا۔ چنانچہ نیچے والے پانی حاصل کرنے کے لئے اوپر والوں کے پاس جاتے تھے (تو اوپر والے اس بات سے تکلیف محسوس کرتے)۔ چنانچہ نیچے والوں نے کہا کہ ہم پانی حاصل کرنے کے لئے کشتی کے تختوں میں سوراخ کر لیتے ہیں۔ تاکہ ہم اوپر والوں کو تکلیف نہ پہنچائیں۔ اس صورت میں اوپر والے اگر ان کا ہاتھ نہیں روکیں گے اور ان کے ارادے سے ان کو منع نہیں کریں گے تو سب ہلاک ہو جائیں گے۔ اگر وہ ان کا ہاتھ پکڑ لیں گے تو دونوں نجات پائیں گے۔“

مذکورہ بالا آیات و احادیث سے حاصل شدہ اسباق:

- ① نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا جہاد باللسان کا اہم ترین حصہ اور مسلم معاشرہ میں ایک مستقل دینی فریضہ ہے۔ نبی ﷺ سمیت پوری امت اس کی ادائیگی کی پابند ہے۔
- ② امت میں ایک مستقل جماعت ہونی چاہئے جو بھلائی کی طرف بلانے والی ہو، نیکی کا حکم کرنے والی ہو اور برائی سے روکنے والی ہو۔
- ③ امت محمدیہ سب امتوں سے بہترین امت ہے اور اس کے افضل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں، نیکی کا حکم کرتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں۔
- ④ مومن مردوں اور عورتوں کا آپس میں پیار اور محبت بھلائی کی دعوت دینے، نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے کے ساتھ مربوط ہے اور یہ پیار اور محبت انہی اوصاف کی

۳۲ صحیح البخاری = کتاب الشَّرْكَ : باب هل يُقرع في القسمة و الإستهام فيه ، الحديث : ۲۳۶۱ + صحیح الترمذی =

بدولت قائم رہے گا۔

⑤ مجاہدین کے لازمی اوصاف یہ ہیں کہ وہ نیکی کا حکم کرنے والے، برائی سے منع کرنے والے اور اللہ کے متعین کردہ حقوق (حدود) کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ ان کے بغیر وہ موصوف بلا صفت قرار پائیں گے۔

⑥ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث ”پس اس کو چاہئے کہ وہ اس کو اپنے ہاتھ سے روکے“ سے برائی روکنے کا حکم مل رہا ہے۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے واجب ہونے پر قرآن و سنت اور اجماع امت متفق ہیں۔ ۳۳

⑦ نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے منع کرنے کا فریضہ اہل حکومت اور ریاست کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ بالعموم تمام مسلمانوں کے لئے فرض اور واجب ہے اور اس پر شروع سے تمام اہل اسلام کا اجماع ہے۔ ۳۴

⑧ البتہ یہ فرض کفایہ ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”تم میں سے ایک گروہ بھلائی کی طرف بلانے والا ہو.....“ [آل عمران = ۳: ۱۰۴]

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دین کے ہر داعی اور نیکی کا حکم کرنے والے کے لئے شریعت کے ضروری مسائل کا جاننا لازمی ہے۔ ۳۵

⑨ اللہ تعالیٰ کا فرمان: [۳۰: ۵] ﴿عَلَيْكُمْ أَنْفُسُكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مِّنْ ضَلٍّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۖ﴾ [المائدہ = ۱۰۵: ۵] کا صحیح معنی یہ ہے کہ جب تم دین کی دعوت کا فریضہ ادا کر چکو تو دوسروں کی گمراہی تمہیں نقصان نہ پہنچائے گی۔ کیونکہ یہی معنی دوسری آیات مثلاً: [۳۰: ۶] ﴿وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً ۚ﴾ [الأنفال = ۸: ۲۵] اور صحیح اور متواتر احادیث کے بھی مطابق ہے۔ ۳۶

⑩ نیکی کا حکم کرنے والے اور برائی سے منع کرنے والے شخص کے لئے ان اصول و آداب کا لحاظ رکھنا ضروری ہے جو دعوت و تبلیغ کے باب میں مذکور ہو چکے ہیں۔ تاکہ اس کی

۳۳ شرح النووی: ۵۱/۱

۳۴ شرح النووی: ۵۱/۱

۳۵ شرح النووی: ۵۱/۱

دعوت مؤثر اور نتیجہ خیز ہو۔

⑪ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنے والے اللہ کی حدود پر قائم اور ان کے محافظ ہیں جبکہ اس فریضہ سے روگردانی کرنے والے ظلم و زیادتی کرنے والے اور برائیوں کے معاون ہیں۔ یہی لوگ اللہ کی حدود میں چشم پوشی کرنے والے اور امت پر عذاب عام کے نزول کی دعوت دینے والے ہیں۔

⑫ جابر سلطان کے رو برو حق بات کہنا اور بھلائی کی دعوت دینا عظیم ترین ”زبان کا جہاد“ ہے۔ لہذا مجاہدین اسلام کو دعوت حق کے اظہار کو اپنا شعار بنانا چاہئے۔

⑬ برائی کی روک تھام کے تین مرحلے اور مراتب ہیں:

① ہاتھ سے جہاد ② زبان سے جہاد ③ دل سے جہاد۔

مذکورہ بالا تینوں مرحلوں پر حسب استطاعت عمل پیرا ہونا واجب ہے۔ تاہم پہلا مرتبہ قوی ترین اور آخری کمزور ترین ہے۔

⑭ داعی اور مبلغ کے لئے مناسب نہیں کہ لوگوں کے پوشیدہ رازوں اور باتوں کی ٹوہ میں رہے۔ وہ صرف ظاہری برائیوں اور بے حیائیوں کے خلاف آواز حق بلند کرے۔ الا یہ کہ پوشیدہ اور درپردہ معاملات کی چشم پوشی سے جرائم میں اضافہ ہو رہا ہو اور فتنے بڑھ رہے ہوں۔ ۳۷

◎ امام زہری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

حواریوں سے انبیاء کے محض ساتھی اور کارکن مراد ہیں۔ اور دیگر علماء کا موقف ہے کہ ان کے انصار و مددگار مراد ہیں اور بعض کا کہنا ہے کہ حواریوں سے مراد مجاہدین اور مصلحین ہیں۔ ۳۸

ملاحظہ ہو:

① صحیح البخاری = کتاب الفتن: ۲/۱۰۴۹-۱۰۴۵

② مسلم مع النووی: ۱/۵۱-۵۲

③ الجامع الترمذی = ابواب الفتن: ۲/۳۹-۴۰

④ ابو داؤد = باب الامر والنہی: ۶/۱۸۶-۱۹۱

⑤ النّسائی = کتاب البيعة: ۲/۷۹-k

⑥ تفسیر القرطبی

۳۷ شرح النووی: ۱/۵۲ + الحسبة فی الإسلام لابن تیمیة: ۲۷

۳۸ شرح النووی: ۱/۵۲

۴ ابن کثیر، مذکورہ آیات کی تفسیر

۸ الأحكام السلطانية لأبي يعلى رحمة الله عليه

۹ الحسبة في الإسلام: ۲۶۸-۲۹۲

(۵) دوستی اور دشمنی کا معیار:

ایک مسلم معاشرے کی قوت، وحدت ملی اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ محبت کا لازمی تقاضا ہے کہ مومنین آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت کا مضبوط رشتہ قائم کریں۔ اپنے اور اللہ و رسول کے دشمنوں اور مخالفوں یعنی کافروں اور مشرکوں سے بے زاری، نفرت اور دشمنی کا مظاہرہ کریں۔ اسی کو قرآن و سنت کی زبان میں ”الْوَلَاءُ وَ الْبِرَّاءُ“ یعنی ”مومنوں سے دوستی اور کافروں اور مشرکوں سے دشمنی“ کہتے ہیں۔

قرآن مجید کی سورۃ الممتحنہ اس مضمون پر مشتمل ہے۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور جامع ترمذی میں اس کا شان نزول یوں مروی ہے: سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۳۰۷] «بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَ الرَّبِيعُ وَ الْمَقْدَادُ ، فَقَالَ : «إِنِ انْطَلَقُوا حَتَّى تَأْتُوا رَوْضَةَ خَاخَ فَإِنَّ بِهَا طَعِينَةً مَعَهَا كِتَابٌ فَخُذُوهُ مِنْهَا» فَذَهَبْنَا نَعَادِي- بَنَّا خَيْلَنَا حَتَّى أَتَيْنَا الرَّوْضَةَ فَإِذَا نَحْنُ بِالطَّعِينَةِ - فَقُلْنَا أَخْرِجِي الْكِتَابَ- فَقَالَتْ مَا مَعِيَ مِنْ كِتَابٍ - فَقُلْنَا: لَتُخْرِجِنَ الْكِتَابَ أَوْ لَنُلْقِيَنَّ الثِّيَابَ فَأَخْرَجَتْهُ مِنْ عِقَاصِهَا فَاتَيْنَا بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا فِيهِ :

” مِنْ حَاطِبِ ابْنِ أَبِي بَلْتَعَةَ إِلَى أَنَاسٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ مِمَّنْ بِمَكَّةَ- يُخْبِرُهُمْ بِبَعْضِ أَمْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : « مَا هَذَا يَا حَاطِبُ ! » قَالَ : لَا تَعْجَلْ عَلَيَّ يَا رَسُولَ اللَّهِ ! إِنِّي كُنْتُ أَمْرًا مُلْصَقًا أَمْرًا مِنْ قُرَيْشٍ وَلَمْ أَكُنْ مِنْ أَنْفُسِهِمْ- وَ كَانَ مِنْ مَعَكَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ لَهُمْ قَرَابَاتٌ يَحْمُونَ بِهَا أَهْلِيهِمْ وَ أَمْوَالَهُمْ بِمَكَّةَ فَأَحْبَبْتُ إِذْ فَاتَنِي مِنَ النَّسَبِ فِيهِمْ ، أَنْ أَصْطَنَعَ إِلَيْهِمْ يَدًا يَحْمُونَ قَرَابَتِي وَ مَا فَعَلْتُ ذَلِكَ كُفْرًا وَلَا ارْتِدَادًا عَنْ دِينِي- فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : « إِنَّهُ قَدْ صَدَقَكُمْ » فَقَالَ عُمَرُ: دَعْنِي يَا رَسُولَ اللَّهِ! فَاضْرِبْ غُنْفَةً- فَقَالَ : « إِنَّهُ شَهِدَ بَدْرًا وَمَا يُدْرِيكَ ؟ لَعَلَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ أَطْلَعَ عَلَى أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ : اْعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ- فَقَالَ عُمَرُ: وَ نَزَلَتْ فِيهِ : ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

أَمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَ عَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَ قَدْ كَفَرُوا بِمَا

جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَنْ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ
خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي تُسِرُّونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا
أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنْتُمْ وَمَنْ يَفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ۝^{۲۹} [الممتحنة = ۱:۶۰]

”رسول اللہ ﷺ نے مجھے، سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ اور سیدنا مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ (ہم تینوں) کو حکم دیا کہ فی الفور چلو اور ”روضہ خاں“ (ایک باغ کا نام) میں پہنچو۔ کیونکہ وہاں ایک (سارہ نامی عورت) اونٹ پر سوار ہے۔ جس کے پاس ایک خط ہے۔ وہ خط اس سے اپنے قبضے میں لے لو۔ چنانچہ ہم تیز رفتار گھوڑوں پر تیزی سے روضہ خاں (مدینہ سے مکہ جاتے ہوئے راستے میں بدر کے قریب یہ باغ واقع ہے) میں جا پہنچے تو وہی عورت ہمارے سامنے موجود تھی۔ ہم نے اسے کہا خط نکالو۔ تو وہ بولی میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔ چنانچہ ہم نے کہا خط نکالو یا کپڑے اتار دو۔ تو اس نے اپنے سر کی مینڈیوں سے خط نکال دیا۔ جسے لے کر ہم نبی ﷺ کے پاس حاضر ہو گئے۔ خط کا مضمون یہ تھا:

حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مشرکین مکہ کے چند لوگوں کی طرف جس میں وہ ان کو نبی کریم ﷺ کے بعض حالات کی خبر دے رہے تھے۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا: اے حاطب! یہ کیسا خط ہے؟ حاطب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے خلاف فیصلے میں جلدی نہ فرمائیے۔ میں قریش مکہ کے ساتھ ملحق اور ان کا حلیف تھا جبکہ خاندانی اعتبار سے قریشی نہ تھا اور آپ ﷺ کے مہاجرین صحابہ کی ان کے ساتھ مختلف قرابتداریاں تھیں جن کی بدولت وہ مکہ میں موجود اپنے اہل و عیال اور مال مویشی کی حفاظت کر رہے تھے۔ میرے دل میں بات آئی کہ میرا چونکہ وہاں کوئی خاندانی تعلق نہیں لہذا میں ان پر کوئی احسان کر ڈالوں تاکہ وہ میرے اہل و عیال کی حفاظت کریں۔ میں نے یہ کام اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتے ہوئے یا اپنے دین سے مرتد ہوتے ہوئے ہرگز نہیں کیا۔ اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ حاطب (رضی اللہ عنہ) سچ کہتا ہے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر عرض کیا: مجھے اجازت دیجئے تاکہ اس کی گردن اڑا دوں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: حاطب غزوہ بدر میں شریک ہو چکا ہے۔ اے عمر! تمہیں کیا معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے

۲۹ صحیح البخاری = کتاب التفسیر / تفسیر سورة الممتحنة: باب ﴿ لَا تَخْذُوا عَدُوِّي وَ عَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ ﴾
الحديث: ۴۶۰۸ + صحیح مسلم = کتاب فضائل الصحابة : باب من فضائل اهل بدر رضى الله عنهم ، الحديث:

اہل بدر کی طرف بنظر خاص دیکھا ہے اور ارشاد فرمایا: جو چاہو عمل کرو کیونکہ میں تمہاری مغفرت کا فیصلہ کر چکا ہوں اور تمہارے لئے جنت واجب ہو چکی ہے۔ حدیث کے ایک راوی جناب عمرو بن دینار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الممتحنہ کی ابتدائی آیات نازل فرمائیں:

”اے ایماندارو! میرے اور اپنے دشمنوں یعنی کافروں کو دوست مت بناؤ کہ تم ان کی طرف محبت اور موڈت کے پیغام ارسال کرتے ہو۔ حالانکہ وہ تمہارے پاس آنے والے قرآن کا انکار کر چکے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خود تم کو صرف اس بات پر مکہ سے نکال چکے ہیں کہ تم اپنے پروردگار یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہو۔ اگر تم میری راہ میں جہاد اور میری رضا کی طلب میں اپنے وطن سے نکلے ہو تو تم (کس بناء پر) ان کے ساتھ خفیہ محبت اور دوستی رکھتے ہو؟ حالانکہ جو کچھ تم پوشیدہ یا ظاہر اعمال کرو میں تو ان کو خوب جاننے والا ہوں اور جو شخص تم میں سے ایسا کرے گا تو بلاشبہ وہ صراط مستقیم سے بھٹک گیا۔“

کافروں اور مشرکوں سے دوستی حرام ہے:

کفار کے ساتھ دوستی اور محبت کی ممانعت میں نازل شدہ دیگر آیات ملاحظہ ہوں:

[۳۰۸] ﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً.....﴾ [آل عمران = ۳: ۲۸]

”مومنین اپنے مومن (بھائیوں) کو چھوڑ کر کفار کو دوست ہرگز نہ بنائیں۔ جو کوئی ایسا کرے گا تو اس کا اللہ سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں (کیونکہ کافر اللہ کے دشمن ہیں) الا یہ کہ تم احتیاط کے طور پر ان سے اپنا کوئی بچاؤ اختیار کرو۔“

[۳۰۹] ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بَطَانَةً مِّنْ دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا ۖ وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ ۚ وَمَا تَخْفَىٰ صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ ۚ﴾

[آل عمران = ۳: ۱۱۸]

”اے ایماندارو! اپنے مسلمان بھائیوں کے سوا کسی کو اپنا ہماراز دوست مت بناؤ، وہ تمہیں برباد کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کرتے۔ انہیں یہ پسند ہے کہ تم تکلیف و مشقت میں پڑو۔ ان کی زبانوں سے بغض و عداوت ظاہر ہو چکے ہیں اور جو عداوت ان کے دلوں میں پوشیدہ ہے وہ اس سے بھی زیادہ بڑی ہے۔“

کافر رشتہ داروں کی محبت سے ممانعت کا خصوصی حکم اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل آیت میں ارشاد فرمایا ہے:

[۳۱۰] ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ وَ إِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحْبَبُوا
الْكُفْرَ عَلَى الْإِيمَانِ ۚ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝﴾ [التوبة=۹: ۲۳]
”اے ایماندارو! اپنے آباء و اجداد اور بھائیوں کو دوست مت بناؤ، اگر وہ ایمان کی
 بجائے کفر کو پسند کرتے ہوں۔ اور جو کوئی تم میں سے ان کو دوست بنائے گا تو یہی لوگ
 ظالم ہیں۔“

جبکہ یہود و نصاریٰ کی دوستی سے ممانعت کا خصوصی حکم درج ذیل آیت میں یوں ہے:

[۳۱۱] ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصْرَىٰ أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ
بَعْضٍ ۚ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝﴾

[المائدة=۵: ۵۱]

”اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو اپنے دوست مت بناؤ۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کے
دوست ہیں (اور تمہارے مخالف ہیں) اور جو کوئی تم میں سے ان کو دوست بنائے گا تو یقیناً
وہ بھی انہی میں شمار ہوگا (اور انہی کے ساتھ اس کا حشر ہوگا)۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ظالموں کو
ہدایت نہیں دے گا۔“

جناب ابراہیم علیہ السلام کا اسوۂ حسنہ:

[۳۱۲] ﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ ۖ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ
إِنَّا بُرَاءُ مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَ بَدَا بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ
الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّىٰ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ ۚ.....﴾ [الممتحنة=۶۰: ۴]

”بلاشبہ تمہارے لئے ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کے طریقہ میں
بہترین نمونہ تھا۔ جب انہوں نے اپنی (مشرک) قوم سے کہا کہ ہم تم سے اور جن کی تم
اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے ہو بری الذمہ اور بیزار ہیں۔ ہم نے تمہارا کھلا کفر اور انکار
کر دیا۔ ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لئے بغض و عداوت ظاہر ہو چکی ہے حتیٰ کہ
تم اللہ وحدہ لا شریک لہ پر ایمان لے آؤ۔“

پھر سورۃ الممتحنہ کے آخر میں ساری بات کا لب لباب یوں بیان فرمایا:

[۳۱۳] ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَسُؤُوا مِنَ

الْآخِرَةِ كَمَا يَبْئَسُ الْكُفَّارُ مِنَ أَصْحَابِ الْقُبُورِ ۝﴾ [الممتحنہ=۶۰:۱۳]

”اے ایماندارو! ایسی کسی قوم کو دوست مت بناؤ جن پر اللہ کا غضب نازل ہو چکا ہے۔ یہ لوگ آخرت سے مایوس ہو چکے ہیں جس طرح کفار اہل قبور سے مایوس ہو گئے ہیں۔“

مومنوں سے دوستی اور محبت واجب ہے:

وہ آیات جن سے کافروں کے ساتھ دوستی کی حرمت ثابت ہوتی ہے اگرچہ ان ہی آیات سے مومنوں سے محبت کا وجوب بھی ثابت ہوتا ہے۔ تاہم اس موضوع پر مشتمل بہت زیادہ آیات موجود ہیں۔ مثلاً:

[۳۱۴] ﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ﴾ [التوبة=۹:۷۱]

”مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں۔“

[۳۱۵] ﴿أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُتْرَكُوا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوا

مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَا رَسُولِهِ وَلَا الْمُؤْمِنِينَ وَلِجَنَّةٍ ط﴾ [التوبة=۹:۱۶]

”مسلمانو! کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم (بغیر جانچ پڑتالے) چھوٹ جاؤ گے۔ جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ تم میں سے مجاہدین کون ہیں اور (ایسے مخلص کون ہیں) جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور مومنین کے علاوہ کسی کو اپنا ہمراز دوست نہ بنایا ہو۔“

[۳۱۶] ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ

الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ۝ وَمَنْ يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ

الْعَلْبُونَ ۝﴾ [المائدة=۵:۵۵، ۵۶]

”مسلمانو! (کافرو مشرک نہیں بلکہ) صرف اللہ تعالیٰ، اس کا رسول اور ایماندار لوگ ہی

تمہارے ولی اور دوست ہیں۔ وہ (ایماندار لوگ) جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا

کرتے ہیں اور وہ رکوع کرنے والے ہیں۔ جو شخص اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور

مومنین کو اپنا دوست اور ولی بنائے گا تو یقیناً (یہ لوگ اللہ کی جماعت ہیں) اور اللہ کی

جماعت ہی بالآخر غالب آنے والی ہے۔“

ذکر کی گئی آیات سے واضح ہوا:

① تمام بدری صحابہ آخرت میں بخشے ہوئے اور پکے جنتی ہیں اور غزوہ بدر میں شرکت کے بعد ان سے سرزد ہونے والی تمام خطائیں آخرت میں معاف ہیں۔ اگرچہ دنیاوی معاملات میں ان کا مواخذہ ہوگا ”ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر جھانکا ہو“ کے الفاظ میں لفظ «لَعَلَّ» شاید کے معنی میں نہیں بلکہ یقین کے معنی میں ہے۔ جیسا کہ کلام اللہ اور کلام الرسول ﷺ کے کلمات میں اس جیسے الفاظ جزم و یقین کے معنی میں ہوتے ہیں۔ مسند احمد اور ابوداؤد وغیرہ کی روایت میں یہ حدیث [۳۱۷] «إِنَّ اللَّهَ إِطَّلَعَ» کے الفاظ سے وارد ہوئی ہے جو کہ الفاظ یقین ہیں۔ ۴۰

② سیدنا حاطب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا غیب کی خبر دینا عظیم الشان معجزہ ہے۔ علاوہ ازیں اس میں درج ذیل مسائل ہیں:

- ① ضرورت کے وقت جاسوسوں کی ہتک عزت اور کپڑوں کی تلاشی جائز ہے۔
- ② ان کے پوشیدہ رازوں اور خطوط وغیرہ کی تفتیش ضرورت کے وقت جائز ہے۔
- ③ کافروں کی خاطر جاسوسی کرنا کبیرہ جرم ہے۔ اگرچہ کفر اور ارتداد کے مترادف نہیں بشرطیکہ دل ایمان سے بھرا ہوا ہو۔
- ④ ایسا جاسوس سزا کے قابل ہے مگر اس کو قتل کرنا جائز نہیں۔ (الا یہ کہ دین حق کو اس سے شدید خطرہ لاحق ہو۔)

⑤ حدود و تعزیرات کا نفاذ امیر اور خلیفہ کے دائرہ اختیار میں ہے۔ ۴۱

⑥ سورۃ الممتحنہ کافروں سے دوستی کی ممانعت میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کفار و مشرکین کے ساتھ دوستی اندرون خانہ اور بیرون خانہ حرام ہے اور مجاہدین کے جہاد کی قبولیت کے لئے یہ ضروری ہے کہ اللہ کے دشمنوں سے قطع تعلقی اور عداوت ہو۔

⑦ سورۃ آل عمران کی آیت نمبر: ۲۸ کے الفاظ: [۳۱۸] ﴿إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً﴾

۴۰ فتح الباری: ۳۰۷/۸ + شرح النووی: ۳۰۶/۲

۴۱ تفسیر القرطبی: ۳۶/۱۸ + شرح النووی: ۳۰۲/۲

”مگر جو آدمی مجبور کر دیا جائے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔“ ۴۲

کفار و مشرکین سے قطع تعلق میں اسوہ ابراہیمی تمام چیزوں کی بنیاد اور واجب العمل طریقہ ہے۔ جس کے مطابق تمام کافروں، مشرکوں اور ان کے باطل نظریات سے مکمل نفرت اور عداوت ضروری ہے جب تک وہ اللہ وحدہ لا شریک لہ پر ایمان نہ لے آئیں۔ وہ کافر جن سے جنگ نہ کرنے کا عہد ہے اور ان سے جنگ شروع نہیں ہوئی ان کے ساتھ مصالحت کے طور پر حسن سلوک، حسن برتاؤ اور ان کی مجلس اختیار کرنا جائز ہے۔ بلکہ بعض اوقات صلح کی شرائط کے مطابق ضروری ہوگی۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: [۳۲۰] ﴿لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يَقَاتِلُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ.....﴾ [الممتحنہ = ۸: ۶۰] ”اللہ تعالیٰ تمہیں ان کافروں سے (ملنے جلنے سے) منع نہیں کرتا جن سے تمہاری ابھی تک لڑائی شروع نہیں ہوئی۔“ ۳۳

⑨ کافروں اور مشرکوں کے ساتھ محبت اور دوستی حرام ہے جبکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ محبت واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی بناء پر کہ:

[۳۲۱] ﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ﴾ [التوبة=۹:۷۱]

”مومن مرد اور عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔“

نیز اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی بناء پر:

[۳۲۲] ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا.....﴾ [المائدة=۵:۵۵]

”تمہارے دوست صرف اللہ تعالیٰ، اس کا رسول اور مومن ہیں۔“

① اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت و مودت اور ان کی اطاعت و اتباع دین کی اصل بنیاد ہے۔ کتاب و سنت اس حقیقت کے بیان سے بھرے پڑے ہیں۔ بالخصوص سورة الانعام، الانفال، التوبہ، النحل، الاحزاب، الحديد، الممتحنة، الصف، وغیرہ اور بخاری و مسلم کے کتاب الایمان، کتاب المناقب، کتاب الاعتصام وغیرہ میں یہ مضمون بڑی وضاحت سے بیان ہوا ہے۔

علاوہ ازیں مومنوں کی باہمی محبت و دوستی اور اخوت و مودت کی تفصیلات معلوم کرنے کے لئے ملاحظہ ہوں: سورة الحجرات، النور، الشوری، المائدة، النساء، سورة المومنون کی ابتدائی آیات۔ صحیح بخاری سے: کتاب المناقب، کتاب الادب، کتاب الاستیذان، نیز صحیح مسلم سے کتاب الایمان، کتاب الفضائل اور کتاب البر والصلة و دیگر کتب حدیث کے مذکورہ ابواب۔

(۶) اللہ کے راستہ میں ہجرت

ہجرت کی تعریف، اہمیت اور فضیلت:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

[۳۲۳] ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا أُولَئِكَ

يَرْجُونَ رَحْمَةَ اللَّهِ ۖ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝﴾ [البقرة=۲:۲۱۸]

”درحقیقت جو لوگ ایمان لائے، ہجرت اختیار کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا تو بس وہی رحمت الہی کے امیدوار ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔“

[۳۲۴] ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا

أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ۖ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۝﴾ [الأنفال=۸:۷۴]

”جو لوگ ایمان لائے، ہجرت اختیار کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جنہوں نے

مہاجرین کو ٹھکانہ دیا اور ان کی مدد کی یہی لوگ سچے مومن ہیں۔ ان کے لئے ہی بخشش اور عزت والا رزق ہے۔“

[۳۲۵] ﴿فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اُوْدُوا فِي سَبِيلِي وَ قَتَلُوا وَ قُتِلُوا لَا كُفْرَنَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَ لَا دُخْلَنَّهُمْ جَنَّتِ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ.....﴾

[آل عمران=۱۹۵:۳]

”پس جن لوگوں نے ہجرت اختیار کی تو اپنے گھروں سے (ایمان لانے کی وجہ سے) نکال دیئے گئے اور میری راہ میں تکلیف دیئے گئے (کفار کے ساتھ) جنگ کی اور مار ڈالے گئے۔ میں ضرور ان کی خطاؤں کو مٹا دوں گا اور ضرور انہیں ایسی جنوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے دریا بہتے ہیں۔“

[۳۲۶] ﴿وَ الَّذِيْنَ هَاجَرُوا فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظَلَمُوا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ط وَ لَآ جَزَآءَ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ.....﴾ [التحل=۴۱:۱۶]

”اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی اس کے بعد کہ ان پر ظلم ڈھایا گیا، ہم ضرور ان کو دنیا میں اچھا ٹھکانہ دینگے اور آخرت کا اجر و ثواب تو کہیں زیادہ بڑا ہے۔“

[۳۲۷] ﴿لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوا ثُمَّ جَاهَدُوا وَ صَبَرُوا اِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ [التحل=۱۱۰:۱۶]

”وہ لوگ جنہوں نے ظلم ڈھائے جانے کے بعد ہجرت اختیار کی، پھر جہاد کیا اور (اس کی تکلیفوں پر) صبر کیا تو یقیناً تیرا رب اس کے بعد ان کو ضرور بخشنے والا اور ان پر بے حد مہربان ہے۔“

[۳۲۸] ﴿وَ مَنْ يُهَاجِرْ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرَاعِمًا كَثِيْرًا وَ سَعَةً ط وَ مَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ط وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ [النساء=۱۰۰:۴]

”اور جو شخص اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا وہ روئے زمین پر بہت سے ٹھکانے اور وسیع رزق پائے گا اور جو کوئی اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہجرت کے لئے نکل پڑے، پھر اس کو (دوران سفر ہی) موت آن پکڑے تو بلاشبہ اس کا اجر و ثواب اللہ کے ذمے ہو چکا اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا اور نہایت رحم والا ہے۔“

ہجرت فرض ہے :

ہجرت کے حالات ہوں تو ہجرت کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ قرآن و سنت میں اس بارے درج ذیل دلائل ملتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

[۳۲۹] ﴿ إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّيْتُمْ الْمَلَائِكَةَ ظَالِمِينَ أَنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ ۖ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ ۖ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا فَأُولَئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۝ إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا ۝ فَأُولَئِكَ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَغْفُو عَنْهُمْ ۖ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝ ﴾ [النساء: ۹۷-۹۹]

”فرشتے جن لوگوں کی اس حالت میں جان قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں تو ملائکہ ان سے کہتے ہیں: تم کس حالت میں پڑے رہے؟ تو وہ جواباً کہتے ہیں کہ ہم اس سر زمین میں ضعیف اور بے بس تھے (اس لئے مکہ سے مدینہ ہجرت نہ کر سکے)۔ تو فرشتے جواب دیتے ہیں کہ کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی؟ لہذا تم اس میں کہیں بھی ہجرت کر جاتے۔ سو ان لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ لوٹنے کی بہت بری جگہ ہے۔ ناتواں مردوں اور عورتوں، بچوں کے علاوہ جو کسی تدبیر اور حیلہ کی استطاعت نہیں رکھتے اور نہ راستے کا علم رکھتے ہیں۔ تو امید ہے اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو معاف کر دے گا اور اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔“

نبی ﷺ نے مجاشع بن مسعود اسلمی سے فتح مکہ کے بعد فرمایا:

[۳۳۰] «إِنَّ الْهَجْرَةَ قَدْ مَضَتْ لِأَهْلِهَا وَلَكِنْ عَلَى الْإِسْلَامِ وَالْجِهَادِ وَالْخَيْرِ» ۴۴

”ہجرت تو اہل ہجرت (مہاجرین مکہ) کے لئے گزر چکی ہے لیکن میں اسلام، جہاد، خیر (فرمانبرداری) کی بیعت لیتا ہوں۔“

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

[۳۳۱] «لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَلَكِنْ جِهَادٌ وَبَيَّةٌ وَإِذَا اسْتَنْفَرْتُمْ فَاَنْفِرُوا.....» ۴۵

۴۴ صحیح مسلم = کتاب الإمامة : باب المبايعة بعد فتح مكة على الإسلام والجهد والخير و بيان معنى لا هجرة بعد

الفتح ، الحديث: ۱۸۶۳

۴۵ تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۵۹

”فتح مکہ کے بعد (مکہ سے) ہجرت کا حکم ختم ہو چکا لیکن جہاد اور اس کی نیت وعزم کا فریضہ باقی رہے گا اور جب تمہیں جہاد کے لئے نکلنے کا حکم دیا جائے تو نکل کھڑے ہوں۔“

[۳۳۲] « لَا تَنْقُطُ الْهَجْرَةُ حَتَّى تَنْقُطَ التَّوْبَةُ وَلَا تَنْقُطَ التَّوْبَةُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا..... » ۴۶

”جب تک توبہ باقی ہے ہجرت کا سلسلہ ختم نہ ہوگا۔ اور توبہ باقی رہے گی جب تک آفتاب مغرب سے طلوع نہ ہو جائے۔“

[۳۳۳] « الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَ يَدِهِ وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللَّهُ عَنْهُ » ۴۷

”مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے باقی مسلمان محفوظ رہیں اور مہاجر وہ ہے جو اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو ترک کر دے۔ (یعنی تمام گناہوں سے باز رہے)۔“

ایک اعرابی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کے بارے سوال کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۳۳۴] « وَ يُحَكِّ اِنَّ شَانَهَا شَدِيدٌ فَهَلْ لَكَ مِنْ اِبْلِ تُودِي صَدَقَتَهَا؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ فَاعْمَلْ مِنْ وَّرَاءِ الْبَحَارِ فَإِنَّ اللَّهَ لَنْ يَتَرَكَ مِنْ عَمَلِكَ شَيْئًا » ۴۸

”تجھ پر افسوس ہے! اس (ہجرت) کا معاملہ تو بہت دشوار ہے۔ کیا تیرے پاس کچھ اونٹ ہیں جن کی تو زکوٰۃ ادا کرتا ہے؟ اس اعرابی نے عرض کیا: جی ہاں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: سمندر سے پار نیک عمل کرتے رہو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کے اجر میں کوئی کمی نہ کرے گا۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

۴۶ صحیح ابوداؤد = کتاب الجہاد : باب فی الهجرة هل انقطعت ، الحدیث : ۲۱۶۶

۴۷ صحیح البخاری = کتاب الإیمان : باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه و یدہ ، الحدیث : ۱۰ + صحیح مسلم = کتاب الإیمان : باب بیان تفاضل الإسلام ، و أئى أموره أفضل ، الحدیث : ۴۰ صحیح مسلم میں اس حدیث کا صرف پہلا جملہ ((الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَ يَدِهِ)) ہے۔

۴۸ صحیح البخاری = کتاب الزکوٰۃ : باب زكاة الإبل ، الحدیث : ۱۳۸۴ + صحیح مسلم = کتاب الإمارة : باب المبايعه بعد فتح مكة على الإسلام و الجهاد والخير و بیان معنی ((لَا هَجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ)) الحدیث : ۱۸۶۵۔ نیز ابوداؤد اور امام نسائی نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے۔

[۳۳۵] «لَا هِجْرَةَ الْيَوْمَ كَانَ الْمُؤْمِنُونَ يُفِرُّ أَحَدُهُمْ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى وَالِى رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَخَافَةً أَنْ يُفْتَنَ عَلَيْهِ - فَأَمَّا الْيَوْمَ فَقَدْ أَظْهَرَ اللَّهُ الْإِسْلَامَ وَالْمُؤْمِنُ يُعْبِدُ رَبَّهُ حَيْثُ شَاءَ وَلَكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ» ۴۹

”آج ہجرت باقی نہیں رہی (یعنی اس کی فرضیت)۔ کیونکہ مسلمانوں کی ماضی میں یہ حالت تھی کہ ایک شخص فتنہ میں مبتلا ہونے کے خوف سے اپنا دین بچا کر اللہ اور اس کے رسول کی طرف بھاگ نکلتا تھا۔ لیکن آج تو اللہ نے اسلام کو غالب کر دیا ہے اور مومن شخص جہاں چاہے اپنے رب کی عبادت کر سکتا ہے۔ تاہم جہاد اور اس کی نیت قیامت تک باقی ہے۔ (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان غلبہ اسلام کے مخصوص زمانہ سے متعلق ہے)

انصار و مہاجرین کے درمیان بھائی چارہ:
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۳۳۶] ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا أُولَئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَالَكُمْ مِنْ وَلَا يَتِيهِمْ مِنْ شَيْءٍ حَتَّى يُهَاجِرُوا ۚ وَإِنْ اسْتَنْصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمْ النَّصْرُ إِلَّا عَلَى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ ۖ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾ [الأنفال=۸: ۷۲]

”بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے، ہجرت اختیار کی، اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ، اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے مہاجرین کو ٹھکانہ دیا ان کی حمایت کی یہی ایک دوسرے کے ورثاء ہونگے۔ اور جو ایمان تو لائے مگر ہجرت نہیں کی تو ان کے اور تمہارے درمیان وراثت کی کوئی تقسیم نہ ہوگی حتیٰ کہ وہ ہجرت اختیار کریں، اور اگر دین میں تم سے مدد طلب کریں تو ان کی نصرت کرنا تم پر لازم ہے۔ مگر ایسی قوم کے خلاف مدد کرنا جائز نہیں جس کے ساتھ تمہارا کوئی عہد و میثاق ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھنے والا ہے۔“

اس حکم پر عمل کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین و انصار کے درمیان دوستی اور بھائی چارہ قائم فرمایا۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۳۳۷] «حَالَفَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَيْنَ قُرَيْشٍ وَالْأَنْصَارِ فِي دَارِىِ الَّتِى بِالْمَدِينَةِ» ۵۰

”رسول اللہ ﷺ نے میرے اس گھر میں جو مدینہ میں ہے مہاجرین قریش اور انصار کے درمیان دوستی اور محبت کا رشتہ قائم فرمایا۔“

[۳۳۸] «إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَى بَيْنَ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ وَبَيْنَ أَبِي طَلْحَةَ» ۵۱

بے شک اللہ کے رسول ﷺ نے ابو عبیدہ بن جراح اور ابو طلحہ رضی اللہ عنہما کے درمیان بھائی چارہ کا رشتہ قائم کیا۔“

[۳۳۹] «قَدِمَ عَلَيْنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ وَ أَخَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ» ۵۲

”جب ہمارے پاس سیدنا عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ تشریف لائے، رسول اللہ ﷺ نے اس کے اور سیدنا سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ کے درمیان مواخت (بھائی چارے) کا رشتہ قائم فرمایا تھا۔“

انصار اور مہاجرین کے درمیان وراثت کی تقسیم کا حکم:

قرآن مجید کی درج ذیل آیات سے مہاجرین و انصار کے درمیان وراثت کی تقسیم کا معاملہ ختم کر دیا گیا۔ لیکن دوستی اور بھائی چارے کے باقی تمام احکام بدستور باقی ہیں۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

[۳۴۰] ﴿وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ ۖ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ [الأنفال=۷۵:۸]

”اور رشتے ناطے والے ایک دوسرے کے (وارث ہونے میں) اللہ کی کتاب کی رو سے زیادہ حقدار ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے۔“

[۳۴۱] ﴿وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ ۖ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ إِلَّا أَنْ تَفْعَلُوا إِلَىٰ أَوْلِيَائِكُمْ مَعْرُوفًا ۖ.....﴾ [الأحزاب=۶:۳۳]

۵۰ صحیح مسلم= کتاب فضائل الصحابة: باب مؤاخاة النبی ﷺ بین أصحابہ رضی اللہ عنہم، الحدیث: ۲۵۲۹

۵۱ صحیح مسلم= کتاب فضائل الصحابة: باب مؤاخاة النبی ﷺ بین أصحابہ رضی اللہ عنہم، الحدیث: ۲۵۲۸

۵۲ صحیح البخاری= کتاب فضائل الصحابة: باب إخاء النبی ﷺ بین المهاجرین و الأنصار، الحدیث: ۳۵۷۰

”رشتے ناطے والے اللہ کی کتاب کی رو سے مومنوں اور مہاجروں سے وراثت حاصل کرنے میں زیادہ حقدار ہیں۔ الا یہ کہ تم اپنے (مہاجر) دوستوں کے ساتھ کوئی حسن سلوک کرو۔“

مذکورہ آیات و احادیث سے حاصل شدہ احکام و مسائل:

- ① اللہ تعالیٰ پر ایمان، نیک اعمال، حق کی تلقین، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، مومنوں سے دوستی اور کافروں سے دشمنی کے بعد اللہ کے راستے میں ہجرت کرنا بھی ایک اہم دینی فریضہ ہے اور جہاد فی سبیل اللہ کے بالترتیب مراحل میں یہ دوسرا مرحلہ ہے۔ جبکہ پہلا مرحلہ دعوت و تبلیغ اور تیسرا مرحلہ کافروں کے ساتھ لڑائی کا فرض ہونا ہے۔ ہجرت و جہاد کرنے والے مومن اور ان کی مدد کرنے والے انصار و مجاہدین ہی اللہ تعالیٰ کے ہاں سچے مومن ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بخشش اور عزت کی روزی کے یہی لوگ مستحق ہیں۔
- ② اللہ کی راہ میں ستائے گئے، اپنے وطنوں سے نکالے گئے مہاجرین اور مجاہدین کے لئے ہجرت اور جہاد تمام خطاؤں کا کفارہ، جنت میں داخل ہونے کا سبب اور دنیا و آخرت میں بھلائیوں کے حصول کا واحد ذریعہ ہے۔
- ③ اللہ تعالیٰ نے مہاجرین سبیل اللہ کیلئے محفوظ ٹھکانہ فراہم کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اس کے علاوہ رزق میں فراخی ہوگی۔ اگر ہجرت کے سفر کے دوران موت واقع ہو جاتی ہے تو تب بھی اللہ کے ہاں اجر و ثواب کا مستحق قرار پائے گا۔
- ④ اپنے دین اور ایمان کی حفاظت کے لئے اپنے وطن دارالکفر کو چھوڑ کر کسی دوسرے مقام کی طرف چلے جانا ہجرت کہلاتا ہے اور اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو چھوڑ دینا بھی شرعاً ہجرت ہے۔
- ⑤ فتح مکہ سے پہلے دار الحرب مکہ سے دارالہجرت مدینۃ النبی ﷺ کی اور مقام کی طرف ہجرت اختیار کرنا فرض تھا۔ تاہم ضعیف و ناتواں مسلمان جو ہجرت کے لئے کسی حیلہ و تدبیر پر قادر نہ ہوں اس کی فرضیت سے خارج تھے۔ ۵۳

۵۳ تفسیر القرطبی: ۲۲۳/۵، تفسیر ابن کثیر: ۱/۵۹۵-۵۹۸ + نیل الأوطار: ۸/۲۹۰۲۸ + شرح النووی: ۲/۱۳۰ + صحیح البخاری = کتاب التفسیر / تفسیر سورة النساء: باب الأ المستضعفين من الرجال والنساء

⑥ نبی ﷺ کی مدینہ کی طرف ہجرت کے بعد مکہ میں مقیم رہے بسوں اور ناتوانوں کے علاوہ تمام مسلمانوں پر ہجرت عمومی طور پر فرض کی گئی۔ حتیٰ کہ مہاجر اور غیر مہاجر رشتہ داروں کے درمیان وراثت تقسیم نہ کرنے کا حکم نازل ہوا۔ لیکن فتح مکہ کے بعد مدینہ کی طرف ہجرت فرض نہیں رہی بلکہ وہ مستحب قرار دے دی گئی۔ جیسا کہ ابتدائے اسلام میں ہجرت صرف مستحب تھی۔ ۵۴

⑦ مکہ جیسے حالات پیدا ہو جائیں تو قیامت تک کے لئے ہجرت کا حکم واجب اور باقی ہے۔ مشہور حدیث: [۳۴۲] «لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ» ”فتح کے بعد ہجرت نہیں“ کا مفہوم یہی ہے کہ فتح مکہ کے بعد مکہ سے ہجرت نہیں ہوگی۔ کیونکہ وہ تو خود دارالاسلام بن چکا ہے اور حدیث: [۳۴۳] «إِنَّ الْهِجْرَةَ قَدْ مَضَتْ لِأَهْلِهَا» کا معنی یہ ہے کہ بہترین اور عمدہ ہجرت جو مکہ کے مہاجرین کے لئے مخصوص تھی وہ فتح مکہ کے بعد ختم ہو گئی۔ اس کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ ہجرت کی فرضیت ہی منسوخ ہو گئی ہے۔ یہی جمہور علماء اسلام کا قول ہے۔ کیونکہ ہجرت دارالحرب سے دارالاسلام کی طرف جانے کا نام ہے۔ جو عہد نبوی میں فرض ہوئی، قیامت تک ان تمام لوگوں کے لئے باقی ہے جن کو اپنے دین اور ایمان کو سلامت رکھنا دشوار دکھائی دیتا ہو۔ ابن العربی، طیبی اور نووی وغیرہ نے یہی وضاحت فرمائی ہے۔ ۵۵

⑧ مکہ سے مخصوص حالات میں ہجرت کے واجب ہونے کی تائید میں عام آیات اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہما سے مروی احادیث کے علاوہ درج ذیل احادیث بھی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۳۴۴] «أَنَا بَرِّئٌ مِنْ كُلِّ مُسْلِمٍ يُقِيمُ بَيْنَ أَظْهُرِ الْمُشْرِكِينَ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! لِمَ؟»
قَالَ لَا تَرَاهُ يَنَارَاهُمَا ۝ ۵۶

”میں ہر اس مسلمان سے بری ہوں جو مشرکین کے درمیان مقیم ہو (یعنی ہجرت نہ

۵۴ معالم السنن للخطابی: ۳/۳۵۲+ شرح النووی: ۲/۱۳۰+ نیل الأوطار: ۷/۲۹

۵۵ فتح الباری: ۶/۳۷۸، ۳۷۹+ شرح النووی: ۲/۱۳۰+ نیل الأوطار: ۸/۲۹+ تفسیر القرطبی: ۵/۲۲۲+ تفسیر ابن

کثیر: ۴/۵۹۶، ۵۹۷

۵۶ صحیح الترمذی= أبواب السیر: باب ما جاء في كراهية المقام بين أظهر المشركين، الحديث: ۱۳۰۷/۱۶۷۰+ صحیح

أبو داؤد= کتاب الجہاد: باب فی الإقامة بأرض الشّرك، الحديث: ۲۴۲۰+ صحیح النّسائی = کتاب البيعة: باب

کرے)۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا: اللہ کے رسول کس لئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس لئے کہ ان کی آگ ایک دوسرے سے علیحدہ اور دور نہیں ہے (یعنی اس لئے کہ ایک ہی علاقے میں رہائش پذیر ہیں)۔

[۳۴۵] «لَا تُسَاكِنُوا الْمُشْرِكِينَ وَلَا تَجَامِعُوهُمْ فَمَنْ سَاكَنَهُمْ أَوْ جَامَعَهُمْ فَهُوَ مِثْلُهُمْ» ۵۷

”مشرکین کے ساتھ سکونت اختیار نہ کرو اور نہ ان کے ساتھ مجلس اختیار کرو۔ جو ان کے ساتھ سکونت اختیار کرے گا یا ان کے ساتھ مجلس اختیار کرے گا وہ ان کی مثل ہوگا۔“

⑨ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور ایک اعرابی کی حدیث: [۳۴۶] «إِنَّ شَأْنَ الْهَجْرَةِ شَدِيدٌ.....» بھی عام حالات کے لئے ہیں۔ جبکہ مکہ جیسے مخصوص حالات میں ہجرت کی فرضیت مضبوط دلائل سے ثابت ہے۔

⑩ مہاجرین اور انصار کے درمیان اخوت، محبت، دوستی اور بھائی چارے کے تمام احکام قرآن سے ثابت اور قیامت تک کے لئے باقی ہیں۔ صرف وراثت کی تقسیم کا حکم آیت قرآنی:

[۳۴۷] «وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ» [الأحزاب=۶:۳۳] — نازل ہونے کے بعد فرضیت سے استنباب میں تبدیل کیا گیا۔

⑪ مستحب اس لئے ہے کہ زندگی میں بطور احسان کے آدمی غیر رشتہ دار کو اپنی جائیداد میں سے عطا کر سکتا ہے اور موت کے وقت وصیت کے ذریعہ اپنی جائیداد میں سے کچھ (زیادہ سے زیادہ ایک تہائی) کسی کو عطا کر سکتا ہے۔ ۵۸

(۷) جماعت و امارت:

مسلم معاشرے کا اجتماعی قیام جو پوری دنیا میں امن و امان اور عدل و انصاف کا ضامن ہو دین اسلام کا اصل ہدف ہے اور یہ جماعت و امارت کے نظام کے بغیر ناممکن ہے۔ اس لئے تمام دینی شعائر، عبادت، معاملات میں پانچ وقت کی باجماعت نماز، جمعہ، عیدین اور حج سے لے کر گواہوں کی موجودگی میں علی الاعلان نکاح، کاروبار اور کھیتی باڑی میں اجتماعی طرز

۵۷ صحیح الترمذی= أبواب السَّيْرِ: باب ما جاء في كراهية المقام بين أظهر المشركين، الحديث: ۱۳۰۷/۱۶۷۱+
صحیح ابو داؤد= کتاب الجہاد= باب فی الإقامة بأرض الشَّرك، الحديث: ۲۴۲۰+ صحیح النِّسائی= کتاب البيعة:

باب البيعة على فراق المشرك، الحديث: ۳۸۹۲، ۳۸۹۳

۵۸ تفسیر القرطبی: ۸۴/۱۴+ ابن کثیر: ۵۱۶/۳+ فتح الباری: ۱۱۳، ۱۱۲/۸+ شرح النووی: ۳۰۸/۲

حیات کو مرکزی اہمیت حاصل ہے۔ جہاد بھی اسلام کا ایک اہم اجتماعی فریضہ ہے۔ لہذا جماعت اور امارت کے نظام کا قیام اس کی ابتدائی چیزوں میں شامل ہے۔ تاہم جہاد کے لئے ایک جماعت اور امارت کا قیام البتہ لازمی شرط ہے۔ مکمل کنٹرول کرنے والی اور باختیار انتظامیہ پر مشتمل خلافت و امارت کا وجود لازمی شرط نہیں۔ جیسا کہ ہم اس موضوع پر اسی باب میں مدلل بحث کریں گے۔ مسلمانوں کے لئے جماعت و امارت کی ضرورت و اہمیت پر کتاب و سنت کے دلائل ملاحظہ فرمائیں:

جماعت کی ضرورت و اہمیت:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۳۴۸] ﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا.....﴾ [آل عمران = ۱۰۳:۳]

”اے ایماندارو! تم سب مل کر اللہ کی رسی (قرآن اور اللہ سے کئے ہوئے عہد) کو مضبوط پکڑ لو اور (یہود و نصاریٰ کی طرح) علیحدہ علیحدہ نہ ہو۔“

[۳۴۹] ﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ط

وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝﴾ [آل عمران = ۱۰۵:۳]

”اور ان لوگوں (یہود و نصاریٰ) کی مثل مت بنو جو متفرق ہو گئے اور واضح آیات آنے کے بعد بھی انہوں نے آپس میں اختلاف کیا اور انہی لوگوں کیلئے بہت بڑا عذاب ہے۔“

[۳۵۰] ﴿وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيعًا ط

كُلُّ حِزْبٍ لَدَيْهِمْ فِرْحُونٌ ۝﴾ [الرؤم = ۳۰:۳۱، ۳۲]

” (اور تم نماز قائم کرو) اور مشرکین سے مت بنو جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور خود فرقہ فرقہ بن گئے۔ ہر فرقہ اپنے مزعومہ خیالات پر شاداں و فرحاں ہے۔“

[۳۵۱] ﴿وَاطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ

وَاصْبِرُوا ۝ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝﴾ [الأنفال = ۸:۴۶]

”اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مکمل اطاعت کرو اور آپس میں اختلاف نہ کرو۔ ورنہ تم بے ہمت اور سست بن جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور (جہاد میں) ثابت قدم رہو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“

[۳۵۲] ﴿إِنَّ الدِّينَ فَرْقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيعًا لَسْتُ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ.....﴾

[الأنعام=۶: ۱۵۹]

”بلاشبہ جن لوگوں (یہود و نصاریٰ) نے اپنے دین کو متفرق اور ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور خود فرقہ فرقہ ہو گئے، تیرا ان سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں ہے۔“

[۳۵۳] ﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ.....﴾ [آل عمران=۳: ۱۵۹]

”(اے نبی ﷺ)! اور اہم معاملات میں ان (صحابہ) سے مشورہ کیا کرو پھر (صلاح و مشورہ کے بعد) جب تو پختہ عزم کر لے تو محض اللہ پر توکل اور اعتماد کر۔“

[۳۵۴] ﴿وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَمْرُهُمْ شُورَى بَيْنَهُمْ.....﴾

[الشورى=۴۲: ۳۸]

”اور جنہوں نے اپنے رب کا حکم قبول کر لیا اور نماز قائم کر لی اور ان کے آپس کے معاملات ایک دوسرے کے صلاح مشورے کے ساتھ چلتے ہیں۔“

مشہور روایت ”حدیث خیر وشر“ میں رسول اللہ ﷺ نے سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا:

[۳۵۵] « تَلَزَّمْ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ وَ إِمَامَهُمْ قُلْتُ : فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ جَمَاعَةٌ وَلَا

إِمَامٌ قَالَ : فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرْقَ كُلَّهَا »^{۵۹}

”(غلبہ شر کے وقت) تم مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کو لازم پکڑو۔ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اگر اہل اسلام کی کوئی جماعت اور امام موجود نہ ہو؟ تو آپ ﷺ

نے فرمایا: پھر تم ان تمام فرقوں اور گروہوں سے علیحدگی اختیار کر لو۔“

[۳۵۶] « مَنْ خَرَجَ مِنَ الطَّاعَةِ وَ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ ثُمَّ مَاتَ ، مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً وَ

مَنْ قُتِلَ تَحْتَ رَأْيَةٍ عُمِّيَّةٍ يُعْضَبُ لِلْعَصْبَةِ ، وَ يُقَاتِلُ لِلْعَصْبَةِ ، فَلَيْسَ مِنْ أُمَّتِيْ - وَ مَنْ خَرَجَ مِنْ أُمَّتِيْ ، عَلَى أُمَّتِيْ يَضْرِبُ بَرَّهَا وَ فَاجِرَهَا ، لَا يَتَحَاشَ مِنْ مُؤْمِنِهَا ، وَلَا يَفِيءُ

الَّذِي عَهْدَ عَهْدَهَا فَلَيْسَ مِنِّي »^{۶۰}

^{۵۹} صحیح البخاری = کتاب الفتن : باب کیف الأمر إذا لم تكن جماعة ، الحديث ۶۶۷۳ + صحیح مسلم = کتاب

الإمارة : باب وجوب ملازمة جماعة المسلمين عند ظهور الفتن و في كل حال و تحريم الخروج على الطاعة و مفارقة

الجماعة ، الحديث: ۱۸۴۷

^{۶۰} صحیح مسلم = کتاب الإمارة : باب وجوب ملازمة جماعة المسلمين عند ظهور الفتن ، الحديث: ۱۸۴۸

”جو شخص اطاعت امیر سے نکل گیا اور جماعت سے علیحدہ ہو گیا، پھر اس کی موت آگئی تو وہ جاہلیت کی موت مرا ہے۔ جو اندھے پرچم (جس کا مقصد ہی واضح نہیں) کے نیچے قتل ہوا۔ وہ قومی عصبيت کی خاطر غضبناک ہوتا ہے اور قومی عصبيت کی خاطر جنگ کرتا ہے، وہ میری امت سے نہیں۔ جس نے میری امت کے خلاف میری امت میں سے علم بغاوت بلند کیا اس کے نیک و بد سب کو مارنے لگا، نہ مومن سے اجتناب کیا اور نہ کسی ذمی کے ساتھ کیا ہوا عہد پورا کیا تو یہ بھی مجھ سے نہیں ہے۔ (یعنی میرے ساتھ اس کا کوئی واسطہ اور تعلق نہیں)۔“

[۳۵۷] «مَنْ رَأَى مِنْ أَمِيرِهِ شَيْئًا يَكْرَهُهُ فَلْيَصْبِرْ فَإِنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ يُفَارِقُ الْجَمَاعَةَ شِرًّا فَيَمُوتُ إِلَّا مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً»^{۱۱}

”جو کوئی اپنے امیر میں کوئی ناپسندیدہ امر دیکھے تو صبر کرے۔ کیونکہ جو ایک بالشت بھر جماعت سے علیحدہ ہو کر مرے گا وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔“

[۳۵۸] «مَنْ خَلَعَ يَدًا مِنْ طَاعَةِ لَقِيَ اللَّهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا حُجَّةَ لَهُ وَ مَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِي غُنْفِهِ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً»^{۱۲}

”جس نے اطاعت امیر سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے بلا دلیل و حجت ملے گا اور جس کی موت اس حالت میں آئی کہ اس کی گردن میں امیر کی بیعت (کا ہار) نہ ہوا تو وہ جاہلیت کی موت کے ساتھ مرے گا۔“

[۳۵۹] «إِنَّمَا الْإِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهِ وَيُتَّقَى بِهِ فَإِنْ أَمَرَ بِتَقْوَى اللَّهِ وَ عَدَلَ لَكَانَ لَهُ بِذَلِكَ أَجْرٌ وَإِنْ قَالَ بَعْغِهِ كَانَ عَلَيْهِ مِنْهُ»^{۱۳}

”خليفة يا امير (امت کے لئے ڈھال ہے)۔ اس کے ساتھ مل کر کافروں اور مشرکوں سے قتال کیا جاتا ہے اور اس کی (قوت و مدد سے کافروں اور شر پسندوں کے شر سے) محفوظ رہا جاتا ہے۔ پس اگر وہ پرہیزگاری کا حکم دے گا اور عدل و انصاف کرے گا تو اسے اس کا

۱۱ صحیح البخاری = کتاب الأحکام : باب السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ مَا لَمْ تَكُنْ مَعْصِيَةً، الْحَدِيثُ ۶۷۲۴ + صحیح مسلم = کتاب

الإمارة : باب وجوب ملازمة جماعة المسلمين عند ظهور الفتن ، الحديث: ۱۸۴۹

۱۲ صحیح مسلم = کتاب الإمارة : باب وجوب ملازمة جماعة المسلمين عند ظهور الفتن ، الحديث: ۱۸۵۱

۱۳ صحیح البخاری = کتاب الجهاد : باب يقاتل من وراء الإمام و يتقَى به ، الحديث: ۲۷۹۷ + صحیح مسلم = کتاب

الإمارة : باب الإمام حنّة يقاتل من وراءه و يتقَى به ، الحديث: ۱۸۴۱

اجر و ثواب حاصل ہوگا اور اگر اس کے بغیر کوئی حکم دے گا تو اس پر اس کا بوجھ ہوگا۔“
 رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل بیان کرتے ہوئے ایک لمبی حدیث میں ارشاد فرمایا:

[۳۶۰] « عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَإِيَّاكُمْ وَ الْفُرْقَةَ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ مَعَ الْوَاحِدِ وَ هُوَ مِنَ الْإِنْسَانِ أَبْعَدُ مَنْ أَرَادَ بُحْبُوحَةَ الْجَنَّةِ فَلْيَلْزَمْ الْجَمَاعَةَ » ۱۴
 ”لوگو! جماعت کو لازم پکڑو اور فرقہ بازی سے احتراز کرو۔ کیونکہ شیطان اکیلے شخص کا ساتھی ہے اور دو سے بہت زیادہ دور ہے۔ جو شخص اعلیٰ اور وسط جنت کا خواہشمند ہے وہ جماعت کو لازم پکڑے۔“

امیر کی اطاعت و فرمانبرداری:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

[۳۶۱] ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ أُولَى الْأَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ۝ ﴾ [النساء = ۵۹: ۵۹]

”اے ایماندارو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور اپنے امراء کی اطاعت کرو۔ پھر اگر (امراء کے ساتھ) کسی معاملے میں تمہارا تنازعہ ہو جائے تو اس کیلئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف رجوع کرو، اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ طریقہ تمہارے لئے بہت بہتر اور انجام کے اعتبار سے بہت ہی اچھا ہے۔“
 رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۳۶۲] « مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَ مَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللَّهَ - وَ مَنْ يُطِيعِ الْأَمِيرَ فَقَدْ أَطَاعَنِي وَ مَنْ يَعْصِي الْأَمِيرَ فَقَدْ عَصَانِي وَ إِنَّمَا الْإِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهِ وَ يُتَّقَى ۝ » ۱۵

۱۴ صحیح الترمذی = أبواب الفتن: باب فی لزوم الجماعة، الحديث: ۱۷۵۸ + المستدرک علی الصحیحین = کتاب الفتن و الملاحم، الحديث: ۸۵۴۵، ۸۵۴۶ + مسند احمد: ۱۴۵/۵

۱۵ صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب یقاتل من وراء الإمام و يتقى به، الحديث: ۲۷۹۷ + صحیح مسلم = کتاب الإمارة: باب وجوب طاعة الأمراء فی غیر معصية، الحديث: ۱۸۳۵ + صحیح النسائی = کتاب البيعة: باب الترغيب فی طاعة الإمام، الحديث: ۳۹۰۹ + صحیح ابن ماجه = کتاب الجہاد: باب طاعة الإمام، الحديث: ۳۹۰۹

”جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی وہ اللہ کا بھی نافرمان ہے اور جو امیر کی اطاعت کرے گا اس نے میری اطاعت کی اور جو امیر کی نافرمانی کرے گا وہ میرا بھی نافرمان ہے۔ بلاشبہ امام اور امیر ایک ڈھال ہے جس کے ساتھ مل کر کفار سے قتال کیا جاتا ہے۔ جس کی قوت و تعاون سے کافروں اور فاجروں کے فساد سے محفوظ رہا جاتا ہے۔“

[۳۶۳] « اِسْمَعُوا وَاطِيعُوا وَاِنْ اُسْتُعْمِلَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ كَانَ رَاسَهُ زَيْبَةً اَوْ عَبْدٌ مُجَدَّعٌ يَقُوذُكُمْ بِكِتَابِ اللّٰهِ » ۶۱

”امیر کی بات سنو اور اطاعت کرو۔ اگرچہ کوئی حبشی غلام منقلی جیسے چھوٹے سر والا یا کوئی ناک کٹا غلام تمہارا امیر بنا دیا جائے جو کتاب اللہ کے مطابق تمہاری قیادت کرتا ہو۔“

[۳۶۴] « اَلَسَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فَيَمَّا أَحَبَّ وَكَرِهَ مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ فَادَا أَمْرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ » ۶۲

”مسلمان آدمی پر اپنی پسندیدہ اور ناپسندیدہ تمام باتوں میں امیر کی بات سننا اور ماننا لازم ہے جب تک اسے اللہ کی نافرمانی کا حکم نہ دیا جائے۔ چنانچہ جب معصیت الہی کا حکم کیا جائے تو نافرمانی میں سمع و اطاعت نہ ہوگی، اطاعت صرف نیک کاموں میں ہوتی ہے۔“

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۳۶۵] « بَايَعْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي الْمُنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ وَأَنْ لَا نُنَازِعَ الْأَمْرَ أَهْلَهُ وَأَنْ نَقُومَ أَوْ نَقُولَ بِالْحَقِّ حَيْثُمَا كُنَّا ، لَا نَخَافُ فِي اللَّهِ

۶۱ صحیح البخاری= کتاب الأحکام : باب السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ لِلْإِمَامِ مَا لَمْ تَكُنْ مَعْصِيَةً ، الحديث: ۶۷۲۳ + صحیح مسلم= کتاب الإمارة : باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية و تحريمها في معصية ، الحديث : ۱۸۳۸ + صحیح النسائي= کتاب البيعة : باب الحصص على طاعة الإمام ، الحديث : ۳۹۰۸ + صحیح ابن ماجه = کتاب الجهاد : باب طاعة الإمام ، الحديث : ۲۳۰۹۔ آخری جملہ ”أَوْ عَبْدٌ مُجَدَّعٌ يَقُوذُكُمْ بِكِتَابِ اللَّهِ“ صرف صحیح مسلم میں ہے

۶۲ صحیح البخاری= کتاب الأحکام : باب السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ لِلْإِمَامِ مَا لَمْ تَكُنْ مَعْصِيَةً ، الحديث: ۶۷۲۵ + صحیح مسلم = کتاب الإمارة : باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية ، الحديث : ۱۸۳۹ + صحیح الترمذی = کتاب الجهاد : باب لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق ، الحديث : ۱۳۹۶ + صحیح النسائي = کتاب البيعة : باب البيعة في ما أحبَّ و

كره ، الحديث: ۳۸۹۱ + صحیح ابن ماجه= کتاب الجهاد: باب لا طاعة في معصية الله ، الحديث : ۲۳۱۳

لَوْ مَآءَ لَا ئِم ۛۛ ۛۛۛ

”ہم نے رسول اللہ ﷺ کی ان شرائط پر بیعت کی کہ ہماری طبیعت مانے یا نہ مانے ہر حال میں امیر کی بات سنیں اور مانیں گے اور امیر کے ساتھ امارت کے معاملے میں جھگڑانہ کریں گے۔ یہ کہ ہم جہاں بھی ہونگے حق بات بر ملا کہتے رہیں گے اور اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا کوئی خوف نہ رکھیں گے۔“

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

[۳۶۶] « دَعَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعَنَا ۖ فَقَالَ فِيمَا أَخَذَ عَلَيْنَا: أَنْ بَايَعُنَا عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي مَنْشَطِنَا وَمَكْرَهِنَا وَعُسْرِنَا وَيُسْرِنَا وَأَثَرَةٍ عَلَيْنَا وَآنَ لَا نُنَازِعَ الْأَمَرَ أَهْلَهُ قَالَ: «إِلَّا أَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا عِنْدَكُمْ مِنَ اللَّهِ فِيهِ بُرْهَانٌ ۛۛ ۛۛۛ

”(بیعت عقبہ کی رات) رسول اللہ ﷺ نے ہم کو بلا بھیجا۔ آپ ﷺ نے ہم سے یہ اقرار لیا کہ ہم اپنی خوشی اور ناخوشی میں، اپنی آسانی اور تنگ حالی میں آپ ﷺ کی بات سنیں گے اور مانیں گے اور ہماری حق تلفی بھی (اگر) ہو رہی ہو تب بھی بات سنیں گے اور مانیں گے۔ یہ بھی اقرار لیا کہ ہم کسی امیر اور حاکم سے امارت چھیننے کی کوشش نہیں کریں گے۔ الا یہ کہ کوئی واضح کفر نظر آئے۔ اگر امیر واضح کفر کا ارتکاب کرے تو پھر تمہارے رب کے ہاں پیش کرنے کے لئے تمہارے پاس اس بارے میں دلیل موجود ہے (لہذا اس صورت میں تم امیر سے امارت چھیننے اور امیر کو امارت سے علیحدہ کرنے کے مجاز ہو)۔“

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۳۶۷] « كُنَّا نُبَايِعُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ ، ثُمَّ يَقُولُ لَنَا: (فِيمَا اسْتَطَعْتُمْ) ۛۛ ۛۛۛ

۱۸۔ صحیح البخاری = کتاب الأحکام : باب کیف یبایع الإمام الناس، الحدیث: ۶۷۷۴ + صحیح مسلم = کتاب الإمارة : باب وجوب طاعة الأمراء فی غیر معصیة و تحریمها فی المعصیة، الحدیث: ۱۷۰۹ + صحیح ابن ماجہ = کتاب الجہاد: باب البیعة، الحدیث: ۲۳۱۵

۱۹۔ صحیح البخاری = کتاب الفتن : باب قول النَّبِيِّ ﷺ سَتَرُونَ بَعْدِي أُمُورًا تَنْكُرُونَهَا الحدیث: ۶۶۴۷ + صحیح مسلم = کتاب الإمارة: باب وجوب طاعة الأمراء فی غیر معصیة و تحریمها فی المعصیة، الحدیث: ۱۷۰۹

۲۰۔ صحیح النّسائی = کتاب البیعة : باب البیعة فی ما یستطیع الانسان، الحدیث: ۳۹۰۴ + صحیح ابی داؤد = کتاب الخراج والإمارة و الفیء: باب ما جاء فی البیعة، الحدیث: ۲۵۴۷ + صحیح الترمذی = أبواب السّیر: باب ما جاء فی بیعة

النَّبِيِّ ﷺ، الحدیث: ۱۲۹۶

”ہم رسول اللہ ﷺ کی بات سننے اور ماننے پر بیعت کرتے تھے۔ آپ ﷺ بیعت لیتے وقت یہ الفاظ بھی ارشاد فرماتے تھے: اطاعت و فرمانبرداری بقدر استطاعت ضروری ہے۔“

امیر کی صفات اور فرائض:

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۳۶۸] « أَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ - فَالِإِمَامُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ - وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ - وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى أَهْلِ بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهِ وَهِيَ مَسْئُولَةٌ عَنْهُمْ - وَعَبْدُ الرَّجُلِ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُ - أَلَا فكلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ » ۱

”آگاہ رہو کہ تم میں سے ہر شخص نگران اور اپنی رعیت کا مسئول (یعنی ذمہ دار اور جوابدہ) ہے۔ چنانچہ لوگوں کا امیر بھی نگران ہے اور اپنی تمام رعایا کا مسئول ہے۔ آدمی اپنے اہل خانہ کا نگران اور ذمہ دار ہے۔ عورت اپنے خاوند کے گھر اور اس کی اولاد کی نگران اور ذمہ دار ہے اور آدمی کا غلام اپنے مالک کے مال پر نگران اور اس کا ذمہ دار ہے۔ چنانچہ تم سب نگران اور جوابدہ ہو۔“

۱ مذکورہ بالا حدیث کے مطابق امیر اور خلیفہ کی اولین صفت یہ ہونی چاہئے کہ وہ اپنے آپ کو عوام کا نگران اور جوابدہ کی حیثیت میں رکھے نہ کہ جابر، آمر اور سلطان کی حیثیت میں۔

۲ امیر امارت کا کبھی طلبگار اور حریص نہ ہو۔ بلا طلب و حرص امیر بنا دیا جائے تو اس مسئولیت کو فریضہ الہی تصور کرتے ہوئے دیانتداری سے ادا کرے۔ اس لئے کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

۱ صحیح البخاری = کتاب الأحکام: باب قول اللہ تعالیٰ ﴿ أَطِيعُوا اللَّهَ وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ أُطِيعُوا أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ ﴾ (النساء: ۵۹)، الحدیث: ۶۷۱۹ + صحیح مسلم = کتاب الإمارة: باب فضیلة الإمام العادل و عقوبة الجائر و الحث علی الرفق بالرعية، والنهی عن إدخال المشقة علیہم، الحدیث: ۱۸۲۹ + صحیح أبی داؤد = کتاب الخراج و الإمارة و الفیء: باب ما یلزم الإمام من حق الرعية الحدیث: ۲۵۴۱ + صحیح الترمذی: = أبواب الجہاد: باب ما جاء فی الإمام،

[۳۶۹] « اِنَّا وَاللّٰهُ لَا نُوَلِّيْ عَلَى هٰذَا الْعَمَلِ اَحَدًا سَالَةً وَلَا اَحَدًا حَرَصَ عَلَيْهِ » ۷۷

”ہم یہ امارت کی ذمہ داری کسی بھی ایسے شخص کو نہیں دیتے جو اس کا سوال کرے یا اس کی حرص کرے۔“

۳ امیر عوام سے محبت کرنے والا، ان کے لئے رحمہلی اور درگزر کا داعی اور خیر خواہ ہو۔ کیونکہ یہ امراء کی صفات میں سے ایک صفت ہے۔ جبکہ سخت دل ہونا اور بدخواہ ہونا برے امراء کی صفات میں سے ہے۔ ۷۸

۴ کتاب و سنت کے مطابق عوام کی قیادت کرے، نیک کاموں کا حکم دے، برے کاموں سے منع کرے۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۳۷۰] « يَقُوْذُكُمْ بِكِتَابِ اللّٰهِ » ۷۹

”کتاب اللہ کے ساتھ وہ تمہاری قیادت کرے۔“

اور تمام معاملات میں خوشخبری اور آسانی کا راستہ اختیار کرے، نفرت دلانے والا اور تنگی پیدا کرنے والا راستہ نہ اپنائے۔ صلح و صفائی اور ایک دوسرے سے تعاون کا ماحول پیدا کر کے آپس کی نفرتوں اور مخالفتوں سے احتراز کرے۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا معاذ بن جبل اور سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کو جب یمن کا امیر مقرر فرما کر روانہ کرنا چاہا تو درج ذیل ہدایات فرمائیں:

[۳۷۱] « يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا وَبَشِّرَا وَلَا تُنْفِرَا وَتَطَوَّعَا وَلَا تَخْتَلِفَا » ۸۰

”تم دونوں لوگوں کے لئے آسانی پیدا کرنا، تنگی نہ پیدا کرنا، خوشخبری دینا اور نفرت نہ دلانا، ایک دوسرے کی موافقت کرنا (یعنی ایک دوسرے کی بات تسلیم کرنا) اور آپس میں اختلاف نہ کرنا۔“

۵ امیر کو چاہئے کہ ان معاملات میں اہل علم و دانش اور صاحب فہم و ادراک سے مشورہ

۷۷ صحیح مسلم = کتاب الإمارة: باب النهی عن طلب الإمارة والحرص علیہا، الحدیث: ۱۷۳۳ + صحیح البخاری =

کتاب الأحکام: باب ما یُکرّہ من الحرص علی الإمارة، الحدیث: ۶۷۳۰

۷۸ صحیح مسلم = کتاب الإمارة: باب خیار الأئمة وشرارهم، الحدیث: ۱۸۵۵

۷۹ تحریر کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۳۶۳

۸۰ صحیح البخاری = کتاب الجہاد، باب ما یُکرّہ من التنازع والإختلاف فی الحرب و عقوبة من عضی إمامہ،

الحدیث: ۲۸۷۲ + صحیح مسلم = کتاب الجہاد: باب فی الأمر بالتّمسیر و ترک التّنفیر، الحدیث: ۱۷۳۳

Free downloading facility of Videos, Audios & Books for DAWAH purpose only, From Islamic Research Centre Rawalpindi

کرے جن کے بارے قرآن و سنت سے کوئی واضح نص موجود نہ ہو۔ تاہم کتاب و سنت کا حکم واضح ہونے کے بعد کسی سے بھی مشورہ نہ کرے۔ مشورے کے لئے ایک مجلس شوری قائم کرے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

[۳۷۲] ﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۖ.....﴾ [آل عمران=۳:۱۵۹]

”اپنے ساتھیوں سے اہم معاملہ میں مشورہ لے لیا کریں۔ البتہ جب پختہ عزم کر لیں تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے اس (مشورے) پر عمل کر لیا کریں۔“

علاوہ ازیں نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ امیر کی ایک کمیٹی ہونی چاہئے جو اس کو نیکی کے معاملات میں گائیڈ کرے۔“ ۷۶

۷۶ امیر اور قاضی کتاب و سنت کا عالم ہو۔

۷۷ مزید علم و تحقیق کا طالب ہو۔

۷۸ متحمل مزاج اور بردبار ہو۔

۷۹ پرہیزگار اور پاکدامن ہو۔

۱۰ سمجھدار ہو۔

مضبوط قوت ارادی کا مالک ہو۔ جناب عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے ایسے اوصاف امیر کے لئے بیان فرمائے ہیں۔ ۷۷

۱۲ عادل اور انصاف پسند ہو، ظالم و جابر نہ ہو۔ اس کی دلیل وہ مشہور حدیث ہے جس میں

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سات خوش نصیب ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے سائے میں

جگہ عطا فرمائے گا۔ ان میں سے پہلے نمبر پر عادل اور منصف امیر ہے۔ ۷۸

۱۳ طاقت ور ہو۔

۱۴ امانتدار ہو۔ قرآن مجید کی سورۃ القصص میں اس کا اشارہ یوں ملتا ہے:

۷۶ صحیح البخاری = کتاب الأحکام : باب بطانة الإمام و أهل مشورته ، الحديث: ۶۷۷۳ + صحيح التيسائي = كتاب

البيعة : باب بطانة الإمام ، الحديث: ۳۹۱۷-۳۹۱۹

۷۷ ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب الأحکام : باب متى يستوجب الرجل القضاء .

۷۸ صحیح البخاری = کتاب الزکاة: باب الصدقة باليمين، الحديث: ۱۳۵۷ + صحيح مسلم = كتاب الزکوة : باب فضل

إخفاء الصدقة، الحديث: ۱۰۳۱

[۳۷۳] ﴿إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ﴾ [القصص=۲۸:۲۶]

”شعیب علیہ السلام کی بیٹیوں نے اپنے باپ کو مشورہ دیا کہ آپ موسیٰ علیہ السلام کو مزدوری پر رکھ لیں۔ اس لئے کہ (بہترین مزدور وہ ہوتا ہے جو مضبوط طاقتور اور امانتدار ہو) اور یہ دونوں خوبیاں موسیٰ علیہ السلام میں ہیں۔“

علاوہ ازیں نبی ﷺ نے ابو ذر رضی اللہ عنہ کو کہا تھا:

[۳۷۴] «يَا أَبَا ذَرٍّ! إِنَّكَ ضَعِيفٌ وَإِنَّهَا أَمَانَةٌ» ۹

”اے ابو ذر! تو کمزور آدمی ہے (یعنی آپ سے یہ ذمہ داری نہیں نبھائی جائے گی)۔ یہ منصب ایک امانت ہے تو اس کو اٹھانے سے قاصر ہے۔“

۱۵) عوام کی حاجات و ضروریات کی کفالت میں ہمیشہ کوشاں رہے اور ان کی نظروں سے اوجھل نہ رہے۔ ۱۰

۱۶) امیر کو چاہئے کہ عوام سے کتاب و سنت کے مطابق حسب استطاعت احکامات سننے اور ماننے کی بیعت لے۔ علاوہ ازیں ایمان، اسلام اور جہاد فی سبیل اللہ کی باقاعدہ بیعت لے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۳۷۵] ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ ط﴾ [الفتح=۴۸:۱۰]

”بے شک وہ لوگ جو تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔“

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

[۳۷۶] ﴿فَبَايِعْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهُ.....﴾ [المتحنة=۶۰:۱۲] ۱۱

”پس ان سے بیعت لے اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے بخشش کی دعا مانگ۔“

۱۷) جہاد کی طرف نکلنے کا حکم دیتے وقت لوگوں کے حالات و ضروریات کا خصوصی خیال رکھے

۹۔ صحیح مسلم = کتاب الإمارة : باب كراهة الإمارة بغير ضرورة ، الحديث : ۱۸۲۵

۱۰۔ صحیح ابی داؤد = کتاب الخراج و الإمارة والفیء : باب فيما يلزم الإمام من أمر الرعية ، الحديث : ۲۵۵۵

۱۱۔ نیز ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب المغازی : باب غزوة الحديبية ، الحديث : ۳۹۴۲، ۳۹۲۲ + و کتاب الجہاد : باب البيعة في الحرب أن لا يفرؤا وقال بعضهم على الموت ، الحديث : ۲۷۹۸-۲۸۰۲ + صحیح مسلم = کتاب الإمارة : باب إستحباب مبايعة الإمام الجيش عند ارادة القتال و بيان بيعة الرضوان تحت الشجرة ، الحديث :

اور شدید ترین حاجت و ضرورت کے بغیر کسی بھی اہم اور ہنگامی مصروفیت والے شخص کو اپنے ہمراہ لے جانے سے اجتناب کرے۔ اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

[۳۷۷] « غَزَا نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ ، فَقَالَ لِقَوْمِهِ : لَا يَتَّبِعُنِي رَجُلٌ مَلَكَ بُضْعَ امْرَأَةٍ وَهُوَ يُرِيدُ أَنْ يَتَّبِعُنِي بِهَا وَلَمَّا يَنْبَغِهَا » ۵۲

”اللہ کے نبیوں میں ایک نبی نے غزوہ کیا تو اس نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر فرمایا: کوئی ایسا شخص میرے ساتھ جہاد کے لئے نہ نکلے جس نے کسی عورت سے نئی نئی شادی کی ہو، وہ اس کے ساتھ ازدواجی تعلق استوار کرنا چاہتا ہو اور ابھی تک اس نے اس کے ساتھ ازدواجی تعلق استوار نہیں کیا۔“

①۸ مختلف علاقوں اور چھوٹی چھوٹی جماعتوں اور لشکروں کے امراء کی طرح علماء دین بھی امراء ہیں۔ دینی مسائل کے حل اور باہمی جھگڑوں کے فیصلہ کے لئے علماء مثالی کردار ادا کر سکتے ہیں۔ بالخصوص جب خلافت اسلامیہ اور امامت کبریٰ نہ ہو (یعنی تمام مسلمانوں کا ایک امیر موجود نہ ہو) تو علماء ہی امت کے لئے قابل اطاعت امراء اور اہل حل و عقد ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۳۷۸] ﴿ وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ ۖ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى

الرَّسُولِ وَالْأُولى الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ ۖ ﴾ [النساء: ۵۸]

”اور جب انہیں کوئی خبر امن کی یا خوف کی ملی تو انہوں نے اسے مشہور کرنا شروع کر دیا۔ حالانکہ اگر یہ لوگ اسے رسول اللہ ﷺ اور اپنے میں سے ایسی باتوں کی تہہ تک پہنچنے والوں کے حوالے کر دیتے تو اس کی حقیقت وہ لوگ معلوم کر لیتے جو نتیجہ اور مسائل اخذ کرتے ہیں۔“

امام قرطبی فرماتے ہیں: وہ مسائل کا استنباط کرنے والے اور مسائل اخذ کرنے والے اہل علم اور فقیہ لوگ ہوتے ہیں۔ یہ بات انہوں نے حسن اور قدادہ سے نقل کی ہے۔ ۵۳

۵۲ صحیح البخاری = کتاب الجہاد : باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ((أَجَلْتُ لَكُمْ الْغَنَائِمَ)) الحدیث: ۲۹۰۶ +

صحیح مسلم = کتاب الجہاد : باب تحلیل الغنائم لهذا الأمة خاصة، الحدیث: ۱۷۴۷

۵۳ تفسیر القرطبی: ۱/۱۸۸ + ابن کثیر: ۱/۵۸۲ + تفسیر البیضاوی: ۱/۱۹۲-۱۹۷ + تفسیر جلالین، مصری طبع:

۱/۱۹۷، پاکستانی طبع: ۸۲

مذکورہ آیات و احادیث سے حاصل شدہ احکام و مسائل:

① اللہ تعالیٰ کے فرمان ”اور اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھو“ میں ”حبل اللہ“ سے مراد کیا ہے؟ مفسرین کے اس بارے تین اقوال ہیں:

① قرآن مجید

② عہد الہی

③ جماعت۔

یہ تینوں مفہوم ایک دوسرے کے قریب ہیں اور قرآن مجید میں تینوں کی طرف اشارے موجود ہیں۔ البتہ اللہ کی مضبوط رسی، صراط مستقیم اور نور مبین سے مراد قرآن مجید ہے۔ جیسا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ایک مرفوع روایت مروی ہے۔ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ گروہوں میں تقسیم نہ ہوا جائے اور مسلمانوں کی جماعت کو لازم پکڑا جائے۔ لہذا اجتماعی زندگی گزارنا اور جماعت کے ساتھ وابستگی فرض اور واجب ہے۔ ۵۴

② ”اور تفرقہ تفرقہ مت بنو“ یہ مکرر حکم موجود ہے کہ جماعت کو لازم پکڑو اور فرقہ فرقہ مت بنو۔ جیسا کہ بہت زیادہ آیات و صحیح احادیث میں گروہ درگروہ ہونے اور فرقہ فرقہ ہونے

کی شدید ممانعت ہے۔ نیز وحدت اور اجتماعیت کے تاکیدی احکامات موجود ہیں۔ ۵۵
③ درج ذیل آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلم معاشرہ کے لئے جماعتی زندگی گزارنا اور تفرقہ بازی اور اختلاف سے احتراز کرنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

* [۳۷۹] ﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا﴾ [آل عمران = ۱۰۳:۳]

* [۳۸۰] ﴿وَلَا تَفَرَّقُوا﴾ [آل عمران = ۱۰۳:۳]

* [۳۸۱] ﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا﴾ [آل عمران = ۱۰۵:۳]

* [۳۸۲] ﴿وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا﴾ [الانفال = ۴۶:۸]

* [۳۸۳] ﴿لَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ﴾ [الانعام = ۱۵۹:۶]

۵۴ تفسیر القرطبی: ۴/۱۰۶ + تفسیر ابن کثیر: ۱/۴۱۶، ۴۱۷

۵۵ تفصیل کے لئے دیکھئے صحیح البخاری = کتاب الایمان و کتاب الإعتصام + صحیح مسلم = کتاب الایمان و کتاب

ان آیات کے علاوہ اور بہت ساری آیات اور احادیث سے یہی مفہوم معلوم ہوتا ہے۔
 ④ اسلام کا اجتماعی نظام عہد نبوت سے ہی شورایت کے زیر اصولوں پر مبنی ہے۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

[۳۸۴] ﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ﴾ [الأنفال=۸: ۱۵۹]

”اہم معاملہ میں صحابہ سے مشورہ لے لیا کریں۔“

خلافت راشدہ کا اجتماعی نظام بھی شورائی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:
 [۳۸۵] ﴿وَأْمُرْهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ﴾ [الشورى=۴۲: ۳۸]
 ”اور ان کے تمام اہم امور باہمی مشورہ سے طے پاتے ہیں۔“
 اسلام کا شورائی نظام بنیادی قواعد و ضوابط کے لحاظ سے جمہوریت کے مخالف اور متضاد

ہے۔^{۵۶}

⑤ جماعتی زندگی کا قیام اور امیر جماعت کی نامزدگی ملت اسلامیہ کا اجتماعی فریضہ ہے۔ امیر کی اطاعت سے نکل کر اور جماعت سے علیحدگی اختیار کر کے زندگی گزارنا غیر اسلامی زندگی ہے۔ علاوہ ازیں غیر جماعتی زندگی گزارتے ہوئے مرنا جاہلیت کی موت مرنا ہے۔ متحد جماعت کے شیرازے کو بکھیرنے والا اور بغاوت کا ارتکاب کرنے والا ”پس وہ مجھ سے نہیں“ کی ڈانٹ کے مطابق نبی اکرم ﷺ کی امت یا عہداور ذمہ داری سے خارج قرار پاتا ہے۔^{۵۷}

⑥ جماعت اور امیر جماعت کا قیام امت مسلمہ کے لئے باعث حفاظت ہے۔ امیر جماعت جہاد کی ڈھال ہے۔ اس کے ہمراہ جہاد و قتال فرض اور واجب ہے۔ خواہ وہ عادل ہو یا ظالم۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

[۳۸۶] «تَلَزُمُ جَمَاعَةِ الْمُسْلِمِينَ وَإِمَامَهُمْ»^{۵۸}

”مسلمانوں کے امیر اور ان کی جماعت سے وابستہ رہو۔“

[۳۸۷] «وَأَنَّمَا الْإِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهِ»^{۵۹}

۵۶ ملاحظہ ہو صحیح البخاری= کتاب الاعتصام + صحیح مسلم = کتاب الإمارة

۵۷ تخریج کے لیے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۳۰۶

۵۸ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۳۰۵

۵۹ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۳۰۹

”امیر ڈھال ہے۔ اس کی آڑ میں لڑا جاتا ہے۔“

بالفرض جماعت اور امیر موجود نہ ہو تو دینی فرائض ساقط نہ ہونگے۔ البتہ گمراہ فرقوں سے علیحدگی ضروری ہے۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے:

[۳۸۸] «فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا» ۹۰

”اے حذیفہ! تو ان تمام گروہوں اور فرقوں سے علیحدہ رہ۔“

④ امیر جماعت کی بات سننا اور ماننا فرض اور واجب ہے۔ یہ اسلام میں تیسری اطاعت ہے۔ پہلی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔ دوسری اطاعت رسول اللہ ﷺ کی ہے۔ جبکہ تیسری اطاعت امیر کی اطاعت ہے۔ پہلی دو اطاعتیں مستقل اور غیر مشروط جبکہ تیسری اطاعت امیر کی اطاعت غیر مستقل اور مشروط ہے۔ شرط یہ ہے کہ امیر کتاب و سنت کے مطابق نیکی کا حکم کرے، اختلاف اور جھگڑے کی صورت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف پلٹنا ضروری ہوگا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۳۸۹] ﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ﴾ [النساء=۴: ۵۹]

”پس اگر تم کسی چیز میں جھگڑا کرو تو اس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو۔“

⑤ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت عین اطاعت الہی ہے اور آپ کی نافرمانی عین معصیت الہی ہے۔ اسی طرح شرعی امیر کی اطاعت یا نافرمانی عین رسول اللہ کی اطاعت و نافرمانی ہے۔ بشرطیکہ امیر نیکی کا حکم کرنے والا اور برائی سے منع کرنے والا ہو اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا حکم نہ کرے۔

⑥ قرآن مجید کی درج ذیل آیت سیدنا عبد اللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کے بارے نازل ہوئی تھی:

[۳۹۰] ﴿أَطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾ [النساء=۴: ۵۹]

”اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے امیر کی اطاعت کرو“

نبی ﷺ نے سیدنا عبد اللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو ایک چھوٹے لشکر کا امیر مقرر فرمایا اور جماعت کو ان کی مکمل اطاعت کا حکم دیا۔ دوران سفر امیر نے لوگوں کو دہکتی آگ میں داخل ہو جانے کا حکم دیا تو انہوں نے صاف انکار کر دیا۔ واپسی پر نبی ﷺ نے فرمایا:

[۳۹۱] «لَوْ دَخَلُوهَا مَا خَرَجُوا مِنْهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ» ۹۱

”اگر وہ اس میں داخل ہو جاتے تو قیامت تک نہ نکلتے۔ اطاعت صرف نیک کام میں ہے۔“

⑩ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۳۹۲] «إِسْمَعُوا وَأَطِيعُوا وَإِنْ اسْتُعْمِلَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ كَانَ رَأْسَهُ زَبِيئَةً» ۹۲

”امیر کی بات سنو اور اطاعت کرو۔ اگرچہ تم پر چھوٹے سروالا حبشی غلام ہی امیر مقرر کر دیا جائے۔“

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امیر کی بات سننا اور ماننا تنگی اور آسانی میں، خوشی اور غمی میں،

پسندیدہ اور ناپسندیدہ احکام میں واجب ہے۔ ۹۳

اگرچہ بالفرض (نہ کہ فی الواقع) امیر چھوٹے سروالا، حبشی غلام یا ناک کٹا ہوا غلام ہو، مگر شرط یہ ہے کہ وہ قرآن و سنت کے مطابق حکم کرے اور کتاب اللہ کے احکام کے ساتھ قیادت کرے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا حکم کرے تو امیر کی بات نہ سننا فرض ہے اور نہ ماننا فرض ہے۔ ۹۴

⑪ امیر کے خلاف بغاوت کرنا اور اطاعت سے نکلنا حرام ہے۔ الا یہ کہ وہ ایسے صریح کفر کا ارتکاب کرے جس کے کفر ہونے پر کوئی شرعی دلیل ہو۔ ۹۵

⑫ شرعی امیر کے ہمراہ کافروں کے خلاف جہاد فرض رہے گا خواہ وہ عادل و متقی ہو یا جابر و فاجر۔ اس لئے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: ”امام ڈھال ہے اس کے ہمراہ لڑائی ہوگی۔ اگر وہ تقویٰ کا حکم کرے گا اور انصاف کرے گا تو اس کو اس پر اجر ملے گا اور اگر وہ ظلم و زیادتی کرے گا تو اس کا وبال اس پر ہوگا۔“ ۹۶

۹۱ صحیح البخاری = کتاب الأحکام: باب السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ لِلْإِمَامِ مَا لَمْ تَكُنْ مَعْصِيَةً، الحديث: ۶۷۲۶ + صحیح مسلم = کتاب الإمارة: باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية، الحديث: ۱۸۴۰

۹۲ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۳۶۳

۹۳ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۳۶۵، ۳۶۶

۹۴ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۳۶۴

۹۵ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۳۶۶

۹۶ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۳۵۹

مزید رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جہاد جاری رہے گا اس کو عادل کا عدل یا جابر کا جبر باطل قرار نہیں دے سکتا۔“^{۹۷}

(۱۳) انتخاب امیر کا بنیادی ادارہ ایماندار اور پرہیزگار افراد کی مجلس شوریٰ ہے نہ کہ بھیڑ چال چلنے والی عوام کا نظام جمہوریت۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”اور ان کے باہمی معاملات مشورے سے طے پاتے ہیں۔“

امیر اور خلیفہ کا اپنی زندگی میں کسی کو ولی عہد مقرر کرنا یا نہ کرنا دونوں طریقے شرعی ہیں اور دونوں کی بنیاد بھی شوریٰ پر ہے۔^{۹۸}

(۱۴) مکمل کنٹرول کرنے والے اور لا قانونیت پر قابو پانے والے خلفاء کی طرح جماعت کے بڑے اور چھوٹے لشکروں کے امیروں کی اطاعت بھی شرعی فریضہ ہے اور جہاد فی سبیل اللہ کے لئے خلافت اسلامیہ کا ہونا ضروری نہیں بلکہ صرف جماعت و امارت کا قیام ضروری ہے۔^{۹۹}

(۱۵) خلیفہ المسلمین یا مسلمانوں کی جماعت کے امیر پر شرعی طور پر لازم ہے کہ وہ اپنی ایک مجلس شوریٰ قائم کرے۔^{۱۰۰}

اور جماعت کے تمام اجتماعی امور کو باہمی مشوروں کے ساتھ سرانجام دے۔ جیسا کہ عہد نبوت و عہد خلافت راشدہ میں مسلمانوں کا معمول تھا۔^{۱۰۱}

(۱۶) خلیفہ المسلمین یا امیر عام پر شرعاً لازم ہے کہ ماتحت امراء اور مسئولین کو نصیحتیں فرمائے۔ وہ نصیحتیں جو نبی ﷺ سیدنا ابو بکر صدیق یا سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما فرمایا

۹۷. تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۶۶

۹۸. دیکھئے صحیح البخاری = کتاب الإعتصام بالكتاب والسنة: باب كراهية الإختلاف و باب قول الله تعالى ﴿وَأْمُرْهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ﴾ [الشورى = ۳۸: ۴۲] / كتاب التفسير / تفسير سورة الأعراف: باب ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ

الْبَاطِلِينَ﴾ [الأعراف: ۱۹۹: ۷] الحديث: ۴۶۴۲ + صحيح مسلم = كتاب الإمارة: باب الإستخلاف و تركه

۹۹. دلیل کے طور پر دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۳۹۱

۱۰۰. دیکھئے اسی باب کا حاشیہ نمبر: ۷۵

۱۰۱. دیکھئے تفسیر سورة آل عمران: ۱۵۹ و تفسیر سورة الشورى: ۳۸ + صحیح البخاری = کتاب التفسیر: باب قوله ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْبَاطِلِينَ﴾ [الأعراف = ۱۹۹: ۷] / کتاب المرضی: باب ما یذكر فی الطاعون / کتاب

المحاربين من أهل الكفر والردة: باب رجم الحبلی من الذنوب إذا أحصنت

کرتے تھے۔^{۱۲}

(۱۷)

خلیفہ و امیر کے لئے مندرجہ ذیل اوصاف و شرائط کا ہونا ضروری ہے۔

- (۱) مسلم (۲) عاقل (۳) بالغ (۴) مرد (۵) آزاد (۶) کتاب و سنت کا عالم (۷) عادل و پرہیزگار ہونا“ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ”(خلافت و امارت اور حکومت و سلطنت دینے کا) میرا وعدہ ظالموں پر لاگو نہیں ہوگا۔“ [البقرہ=۲: ۱۲۴] (۸) صاحب فہم و فراست (۹) طاقتور اور مضبوط قوت فیصلہ کا مالک ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ایک بادشاہ طالوت کے بارے کہا: ”طالوت کو اللہ تعالیٰ نے تمہارا بادشاہ مقرر کیا ہے۔ تو اس کی قوم والے کہنے لگے: بھلا اس کی ہم پر حکومت کیسے ہو سکتی ہے؟ اس سے تو بہت زیادہ حق دار بادشاہت کے ہم ہیں۔ اس کو تو مالی کشادگی بھی نہیں دی گئی۔ نبی نے کہا: سنو اللہ تعالیٰ نے اس کو تم پر برگزیدہ کیا ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ نے علم اور جسم میں فراخی عطا فرمائی ہے۔“ [البقرہ=۲: ۲۴۷] (۱۰) پختہ رائے کا مالک ہو (۱۱) قریشی ہو جیسا کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

[۳۹۳] ((إِنَّ هَذَا الْأَمْرَ فِي قُرَيْشٍ لَا يُعَادِيهِمْ أَحَدٌ إِلَّا كَبَّهَ اللَّهُ فِي النَّارِ عَلَى وَجْهِهِ مَا أَقَامُوا الدِّينَ))^{۱۳}

”یہ خلافت و امارت کا معاملہ قریش میں رہے گا۔ اگر کوئی ان پر زیادتی کرے گا تو اللہ تعالیٰ ان کو اوندھے منہ آگ میں پھینک دے گا۔ (مگر اس وقت تک) جب تک وہ دین کو قائم رکھیں گے۔“ (۱۲) بردبار اور اختلاف سے پہلو تہی کرنے والا ہو۔ (۱۳) جرأت مند اور بہادر ہو۔ (۱۴) سخی اور فیاض ہو۔^{۱۴}

اس موضوع کے لئے مزید معلومات درکار ہوں تو ملاحظہ ہو:

[۱]

صحیح البخاری کتاب الأحکام: ۲/ ۱۰۵۷-۱۰۹۶

۱۲ دیکھئے صحیح مسلم = کتاب الجہاد : باب تأمیر الإمام الأمراء عَلَى الْبِعْثِ وَصِيَّتِهِ إِيَّاهُمْ بِآدَابِ الْغَزْوِ وَغَيْرِهَا + جامع الترمذی = أبواب السیر : باب ما جاء في وصية النبي ﷺ في القتال + سنن أبي داود = كتاب الجهاد : باب في دعاء المشركين۔

۱۳ صحیح البخاری = کتاب الأحکام : باب الأمراء من قریش ، الحديث : ۶۷۲۰، ۶۷۲۱ + صحیح مسلم = کتاب الإمارة : باب الناس تبع لقریش و الخلافة في قریش ، الحديث : ۱۸۲۰

۱۴ ملاحظہ ہو تفسیر القرطبی: ۲/ ۷۴، ۷۵ + تفسیر البیضاوی: ۱/ ۱۹۲

- ۲ مسلم مع النووی = کتاب الإمارة: ۲/ ۱۱۹-۱۳۱
- ۳ و أبوداؤد مع المعالم = کتاب الإمارة: ۴/ ۱۹۲-۲۰۴ و باب الخلفاء ۴/ ۲۰-۲۳
- ۴ جامع الترمذی = أبواب الأحكام: ۱/ ۱۵۸-۱۵۹ / والجہاد: ۱/ ۲۰۳-۲۰۴ /
والفتن ۲/ ۴۲-۴۶
- ۵ سنن النسائي = کتاب البيعة: ۲/ ۱۷۳-۱۷۹
- ۶ نيل الأوطار مع المنتقى: ۷/ ۲۳۸-۲۴۲
- ۷ السيل الجرار: ۸/ ۵۰۳-۵۱۶
- ۸ شرح العقيدة الطحاوية: ۵۳۲-۵۴۸، ۵۷۷-۵۷۹
- ۹ الأحكام السلطانية لأبي يعلى: فصل ولاية الامام: ۲۳-۷۴
- ۱۰ مجموع الفتاوى لابن تيمية: ۲۸/ ۳۸۶-۳۹۷
- ۱۱ حجة الله البالغة: باب الخلافة: ۲/ ۱۴۹-۱۵۱
- ۱۲ الفتاوى السعدية لعبد الرحمن السعدی: ۵۹۵
- ۱۳ إزالة الخفا عن خلافة الخلفاء: ۱/ ۱-۱۵
- ۱۴ الطُّرُق الحکمیة فی السیاسة الشرعیة لابن قیم: ۱۳-۵۴

((..... ❀ ❀ ❀ ❀))

باب: ۷

خلافت و جہاد

خلافت کا تصور اور گمراہ فرقے:

جہاد کی حقیقت اور اس کے متعلق مذاہب عالم کے نظریات بالتفصیل اسی کتاب کے باب نمبر ۲۰ کے عنوان ”مذاہب عالم کے جنگی مقاصد اور نظریات“ کے تحت بیان کر دیئے گئے ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ یہود و ہنود بھی جنگ و قتال کے قائل ہیں۔ مگر توسیع پسندی، ملک گیری اور قومی و لسانی عصبیت کی بنیاد پر وہ ظلم و تشدد اور وحشیانہ طریقوں کے ساتھ جنگ و قتال کرتے ہیں۔ جبکہ نصاریٰ اور بدھ مت کے پیروکار جنگ و قتال کے مخالف اور منکر ہیں۔ وہ ظلم و ستم اور جبر و تشدد کے سامنے سر تسلیم خم کرنے اور بے بسی اختیار کرنے کے داعی ہیں۔ جبکہ دین اسلام نے ان سب نظریات کے درمیان اعتدال کا راستہ پیش کیا ہے۔ جس میں جہاد و قتال کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دین بلند ہو، عدل و انصاف کا نظام قائم ہو، ظلم و ستم کا خاتمہ ہو اور قومی عصبیت و حمیت، حصول ملک و دولت کے لئے جہاد کرنے کو سخت حرام قرار دیا گیا ہے۔

امت مسلمہ میں بھی بعض گمراہ اور بعض گمراہ کن فرقے مثلاً: منکرین ختم نبوت، قادیانی مرتدین، باطنی گروہ اور وحدت الوجود کے قائل صوفیاء فرضیت جہاد کے منکر اور جہاد بالقلب اور جہاد بالنفس جیسی خود ساختہ بدعتی اصطلاحات کے بانی ہیں۔ جنہوں نے اسلامی جہاد کی حقیقت کو مشتبہ اور مشکوک ٹھہرانے کی ناپاک غرض سے ———

[۳۹۴] «رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْأَصْغَرِ إِلَى الْجِهَادِ الْأَكْبَرِ»^۱

اور [۳۹۵] «الْجِهَادُ الْأَكْبَرُ جِهَادُ بِالْقَلْبِ»^۲

———— جیسی من گھڑت احادیث بنائیں اور اپنے ٹھکانے جہنم میں بنانے والے ٹھہرے۔^۳

۱۔ تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقْمُ الْمَسْلُوبُ: ۳۰

۲۔ موضوعات کبیر ملا علی قاری: ۶۹۔ المطبوعة مير محمد کتب خانہ۔ آرام باغ، کراچی۔

۳۔ کشف الخفاء و مزيل الالباس لعبد الهادی۔ ج: ۱، ص: ۵۱۱، ۵۱۲

© امام سعید القطان اور امام مسلم جھوٹ گھڑنے والے صوفیاء اور صلحاء کے متعلق فرماتے ہیں:

”لَمْ نَرَ الصَّالِحِينَ فِي شَيْءٍ أَكْذَبَ مِنْهُمْ فِي الْحَدِيثِ يَجْرِي الْكُذْبُ عَلَى لِسَانِهِمْ وَلَا يَنْعَمُّونَ الْكُذْبَ.“^۴

”ہم نے ان صلحاء اور صوفیاء سے بڑھ کر حدیث میں جھوٹ بولنے والا کسی کو نہیں پایا۔ ان کی زبانوں پر بلا ارادہ جھوٹ جاری ہو جاتا ہے۔“

دراصل عابدوں اور زاہدوں میں منکرین جہاد کا یہ طبقہ اپنے عقائد و افکار اور رہبامیت اختیار کرنے اور بدعات گھڑنے میں ملعون و مغضوب نصاریٰ کے عین مشابہ ہے۔ جیسا کہ سلف صالحین میں سے کچھ لوگوں نے اس بات کی صراحت کی ہے۔^۵

درج ذیل امور پر امت مسلمہ کا اتفاق ہے:

① مذکورہ گمراہ فرقوں کے علاوہ تمام امت مسلمہ جہاد و قتال کی ہمیشہ کے لئے فرضیت پر متحد و متفق ہے۔^۶

② اہل اسلام اس امر پر بھی متفق ہیں کہ جہاد کے لئے جماعت اور امارت مطلق طور پر شرط ہے۔ بہت ساری آیات و احادیث اس کے لئے دلیل کے طور پر موجود ہیں۔ نیز نبی ﷺ اور خلفاء راشدین ہر سریرہ اور جماعت کا لامحالہ امیر مقرر فرماتے تھے اور غزوہ موتہ میں تینوں نامزد امراء کی شہادت کے بعد خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی امارت میں ہی جہاد کیا گیا اور فتح و نصرت حاصل ہوئی۔^۷

③ امت مسلمہ کا اس پر بھی اجماع و اتفاق ہے کہ کافروں کے ساتھ جہاد کو قائم اور جاری رکھنا، نیکی کا حکم کرنا، برائی سے منع کرنا صاحب اقتدار خلیفہ اور مسلمانوں کے امیر کے اولین فرائض میں شامل ہے۔ جیسا کہ امت کے لئے ہر عادل اور جابر، نیک اور بد مسلمان خلیفہ اور امیر کے ہمراہ جہاد کرنا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۳۹۶] ﴿الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّهُمُ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا

۴ صحیح مسلم (المقدمة): ۱/۱۴۰

۵ شرح العقيدة الطحاوية: ۵۵۰

۶ فتح الباری: ۶/۳۷۷ + ۳۷۹ شرح النووی: ۲/۱۲۹-۱۳۳

۷ ملاحظہ ہو: سورة البقرة کی آخری آیات، سورة الانفال اور سورة التوبة۔ نیز بخاری اور مسلم کے ابواب الجہاد اور ابواب المغازی۔

بِالْمَعْرُوفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ﴿[الحج=۲۲:۴۱]

” (مظلوم اور جلا وطن مسلمانوں کو جہاد و قتال کی اجازت دی گئی ہے۔) وہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین میں اقتدار (خلافت ارضی) عطا کریں گے تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ ادا کریں گے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیں گے۔.....“

نبی ﷺ کا فرمان ہے :

[۳۹۷] « اِنَّمَا الْاِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَّرَائِهِ » ۱

مزید وضاحت کیلئے ملاحظہ ہوں :

۱ فتح الباری ۶: ۴۵۶-۴۵۹

۲ شرح مسلم للنووی: ۲/ ۱۲۴-۱۲۸

۳ السَّيْلُ الْجَرَار: ۴/ ۵۱۷-۵۲۸

۴ شرح العقيدة الطحاوية: ۴۲۱-۴۲۴

۵ الفصل لابن حزم: ۴/ ۱۳۲-۱۳۵

۶ الطَّرُقُ الْحَكَمِيَّةُ لابن القَيِّم: ۱۳-۵۴

۷

ہماری نظر میں امت مسلمہ عہد نبوت سے لے کر موجودہ دور تک اس امر پر بھی متفق و متحد ہے کہ جہاد کے لئے خلیفۃ المسلمین کا وجود شرط لازم نہیں اور خلافت کے عدم وجود سے دیگر اجتماعی اور شرعی واجبات جمعہ وعیدین کے اجتماعات، زکوٰۃ و صدقات کی ادائیگی، بیت اللہ کا حج وغیرہ (حدود و قصاص کے علاوہ) کی طرح فریضہ جہاد کا اجراء اور ادائیگی بھی ساقط نہ ہوگی۔ ہمارے زمانے میں جبکہ جہاد اسلامی کی تحریکیں مختلف مقامات و ممالک میں نشو و نما پا رہی ہیں اور جہاد عملی طور پر بھی شروع ہو چکا ہے، حق تو یہ تھا کہ جان و مال اور زبان و قلم سے اس جاری جہاد کی بھرپور نصرت و حمایت کی جاتی، اس فریضہ محکمہ میں بالفعل شرکت سے امت محمدیہ کو ذلت و رسوائی کے گہرے گڑھے سے بے بسی اور بے کسی کے گہرے کنویں سے نکال کر خلافت و امارت کے تخت پر براجمان کیا جاتا، عزت و وقار کی بلند چوٹی پر سرفراز کیا جاتا۔ تاکہ زمین پر اللہ کی خالص عبادت

ہوتی، شرک کا خاتمہ ہوتا، نماز کا نظام قائم ہوتا، زکوٰۃ کی ادائیگی کا نظام قائم ہوتا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اہتمام شروع ہوتا، انسانی معاشرہ امن و امان کا گہوارہ بنتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۳۹۸] ﴿يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا﴾ [النور=۲۴:۵۵]

”وہ میری عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔“
نیز فرمایا:

[۳۹۹] ﴿اقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَآمَرُوا بِالمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ المُنْكَرِ﴾

[الحج=۲۲:۴۱]

”وہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ ادا کریں گے، نیکی کا حکم کریں گے اور برائی سے منع کریں گے۔“

لیکن ہوا یہ کہ بعض لوگوں نے اپنے قلم اور زبان کی پوری قوت جہاد اسلامی کی فرضیت میں شکوک و شبہات ڈالنے اور اس کو خلیفۃ المسلمین کے ساتھ مشروط کرنے میں صرف کر رکھی ہے۔ جہاد کی فرضیت، اس کے دائمی وجوب جیسے مسائل تو اپنے عنوانات کے تحت اسی کتاب میں مدلل اور مفصل طور پر بیان کر دیئے گئے ہیں اور جہاد خلیفۃ المسلمین کے ساتھ مشروط ہے یا نہیں؟ دونوں قسم کے دلائل ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

خلیفۃ المسلمین کی موجودگی میں جہاد کے فرض ہونے کے دلائل

پہلی دلیل:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۴۰۰] ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِمْ ۚ بَنِيۤ اِسْرٰٓئِیْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوسٰی اِذْ قَالُوْا لَنَبِیِّ لَہُمْۤ اَبْعَثْ لَنَا مَلِکًا نَّقَاتِلْ فِیۡ سَبِیْلِ اللّٰہِ قَالِیْ هَلْ عَسِیْتُمْ اِنْ کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تَقَاتِلُوْا ۚ قَالُوْا وَمَا لَنَا اَلَّا نَقَاتِلَ فِیۡ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَ قَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِیَارِنَا وَ اٰبْنَاءَنَا ۚ فَلَمَّا کُتِبَ عَلَیْہُمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْہُمْ ۚ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ بِالظّٰلِمِیۡنَ ۝ وَ قَالَ لَہُمْ نَبِیُّہُمْ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ بَعَثَ لَکُم طٰلُوْتَ مَلِکًا قَالُوْا اَنِّیْ یَکُوْنُ لَہُ الْمُلْکُ عَلَیْنَا وَ نَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْکِ مِنْہُ وَ لَمْ یُؤْتْ سَعۃً مِّنَ الْمَالِ ۚ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ

اَصْطَفٰهُ عَلَیْكُمْ وَ زَادَهُ بَسْطَةً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ط وَاللّٰهُ یُؤْتِیْ مُلْکَهُ مَنْ یَّشَآءُ
وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿ [البقرة: ۲۴۶، ۲۴۷]

” (جب موسیٰ کے بعد بنی اسرائیل کی ایک جماعت نے) اپنے نبی (شمویل یا شمعون) کو کہا: کسی شخص کو ہمارا بادشاہ مقرر کرو تا کہ ہم اللہ کی راہ میں قتال کریں۔ ان کے نبی (شمویل علیہ السلام یا شمعون علیہ السلام) نے فرمایا: میں تو سمجھتا ہوں کہ جب تم پر لڑائی فرض ہوگئی تو تم نہیں لڑو گے۔ انہوں نے کہا: ہمیں کیا ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں نہ لڑیں؟ جب کہ ہم کو ہمارے گھر بار اور بال بچوں سے نکال دیا گیا۔ پھر جب لڑنا ان پر فرض ہوا تو ان میں سے چند افراد کے علاوہ سب پھر گئے۔ اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔ ان کے نبی (شمویل علیہ السلام یا شمعون علیہ السلام) نے ان سے فرمایا: اللہ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ مقرر فرمایا دیا ہے۔ انہوں نے کہا: وہ ہمارا بادشاہ کیونکر ہو سکتا ہے؟ ہم اس سے زیادہ بادشاہت کے حق دار ہیں۔ اس کو مال و دولت کی فراوانی بھی عطا نہیں ہوئی۔ نبی علیہ السلام نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اس کو تمہارے درمیان سے پسند کر لیا ہے اور اس کو علم اور جسم میں فراوانی عطا فرمائی ہے اور اللہ جس کو چاہتا ہے بادشاہت عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ وسعت والا، علم والا ہے۔“

چنانچہ مذکورہ آیات آغاز جہاد سے قبل بادشاہ، قائد اور سربراہ کے تقرر کی واضح دلیل ہیں۔ اس بناء پر اللہ تعالیٰ نے ان کی درخواست قبول کرتے ہوئے طالوت کو ان کا بادشاہ مقرر فرما دیا۔
دوسری دلیل:

[۴۰۱] ﴿وَمَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمْ أَنْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَتَأْقِلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ﴾

[التوبة: ۹ = ۳۸]

”اے ایماندارو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تمہیں کہا جائے کہ اللہ کی راہ میں (جہاد کے لئے) نکل پڑو تو زمین پر ڈھیر ہو جاتے ہو.....“

نبی ﷺ کا فرمان ہے:

[۴۰۲] ﴿وَإِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوا ۝۹﴾

”اور جب تمہیں جہاد کے لئے نکلنے کا کہا جائے تو نکل پڑو۔“

نیز نبی ﷺ نے فرمایا:

[۴۰۳] « إِنَّمَا الْإِمَامُ حُنَّةٌ يُقَاتِلُ مِنْ وَرَائِهِ » ۱

”امام ڈھال ہے جس کی آڑ میں قتال کیا جاتا ہے۔“

مذکورہ آیت اور صحیح احادیث اس بات کے دلائل ہیں کہ جہاد کے لئے نکلنے کی فرضیت خلیفہ و امام کے طلب پر موقوف ہے۔ لہذا بلا طلب جہاد فرض نہیں ہوگا اور امام کی ڈھال میں ہی قتال کیا جائے گا۔

تیسری دلیل:

احادیث فتن بھی دلیل ہیں۔ مثلاً سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۴۰۴] « فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ جَمَاعَةٌ وَلَا إِمَامٌ قَالَ: «فَاعْتَرِلْ تِلْكَ الْفِرْقَى كُلَّهَا وَلَوْ أَنْ

تَعْصَى بِأَصْلِ شَجَرَةٍ حَتَّى يُدْرِكَكَ الْمَوْتُ وَأَنْتَ عَلَى ذَلِكَ » ۲

”اگر مسلمانوں کی کوئی جماعت اور امام موجود نہ ہو تو ان تمام فرقوں سے علیحدگی اختیار کرلو

اگرچہ کسی درخت کی جڑ کاٹتے ہوئے قناعت کرو اور اسی حالت میں موت تمہیں پالے۔“

اس جیسی بہت زیادہ احادیث ہیں جن میں قیامت تک پیدا ہونے والے فتنوں اور جنگوں کا بیان ہے اور جن حالات کے پیدا ہونے پر صبر و قناعت اور قتال سے علیحدگی اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ سب احادیث جماعت اور خلیفہ نہ ہونے کی صورت میں ترک جہاد و قتال کے دلائل ہیں۔

چوتھی دلیل:

[۴۰۵] « كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ » [البقرة: ۲۱۶] (تم پر قتال فرض ہے) جیسی

فرضیت جہاد کی نص [۴۰۶] « كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ » [البقرة: ۱۷۸] (تم پر قصاص

فرض ہے) کی مثل ہے۔ لہذا جس طرح حدود و قصاص کا نفاذ خلیفہ اور امیر کی اقتداء میں داخل ہے جہاد و قتال کی فرضیت و اقامت بھی اسی طرح خلیفہ المسلمین کے ساتھ مشروط

اور اس کے وجود پر موقوف ہے۔

پانچویں دلیل:

خليفة اور امير کی عدم موجودگی میں مسلمان کوئی جماعت و امارت قائم کرنے اور کسی طرح کی اجتماعی زندگی گزارنے کے مکلف نہیں ہیں۔ لہذا خلافت کبریٰ کے حصول اور وجود تک جہاد اور قتال معطل رہے گا اور امت مسلمہ محض انفرادی عبادات نماز، روزہ، حج وغیرہ کی ادائیگی پر قناعت کرے گی۔

دلائل کا جائزہ:

ذیل میں ہم جہاد کو خلافت کے ساتھ مشروط رکھنے کے مذکورہ بالا دلائل کا بالترتیب تجزیہ پیش کرتے ہیں۔ بعد ازاں کتاب و سنت کی واضح نصوص سے دلائل پیش کریں گے کہ جہاد عمومی طور پر ہمیشہ کے لئے فرض ہے اور وہ خلافت سے مشروط نہیں تاکہ اصل حقیقت حال معلوم ہو سکے اور حجت پوری کر دی جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۴۰۷] ﴿لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ ۗ﴾ [الأنفال=۸:۴۲]

”تاکہ جو ہلاک ہو وہ (حق کی دلیل) کو دیکھ کر ہلاک ہو اور جو زندہ رہے، وہ دلیل کے ساتھ زندہ رہے۔“

پہلی دلیل کا جواب:

سورة البقرہ کی آیت نمبر: ۲۴۶، ۲۴۷ میں قوم بنی اسرائیل کا جہاد فی سبیل اللہ کے لئے قائد و بادشاہ مقرر کرنے کا مطالبہ کرنا اور اللہ تعالیٰ کا ان کے لئے طاوت کو بادشاہ مقرر کر دینا جہاد کو خلافت و ملوکیت کے ساتھ مشروط کرنیکی دلیل ہرگز نہیں بنتا۔ کیونکہ انکے مطالبہ پر اللہ تعالیٰ خود جھنجھوڑتے ہوئے کہتے ہیں کہ تمہارے لئے جہاد کو کسی قیادت و ملوکیت کے ساتھ مشروط کرنے کا کوئی جواز نہیں۔ بلکہ فرمایا:

[۴۰۸] ﴿قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا ۚ﴾ [البقرہ=۲:۲۴۶]

”نبی (ﷺ) نے کہا: کیا یہ متوقع اور قریب ہے کہ اگر تم پر جہاد فرض کیا گیا تو تم جہاد نہ

کرو گے؟“

◎ امام قرطبی اس کی تشریح میں رقمطراز ہیں :

”هَلْ أَنْتُمْ قَرِيبٌ مِّنَ التَّوَلَّى وَالْفَرَارِ؟“

”کیا تم جہاد سے راہ فرار اختیار کرنے کے قریب ہو؟“

تو قوم نے جواباً عرض کیا:

[۴۰۹] ﴿وَمَا لَنَا أَلَّا نُقَاتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَدْ أَخْرَجَنَا مِنْ دِيَارِنَا وَابْنَانَا ط﴾

[البقرة=۲:۴۶]

”یہ کیسے ممکن ہو گا کہ ہم اللہ کی راہ میں قتال نہ کریں؟ حالانکہ ہمیں اپنے گھروں اور بیٹوں سے

نکال دیا گیا ہے۔“

اور بالآخر نتائج نے ثابت کر دیا کہ قائد و بادشاہ کے تقرر کا مطالبہ شرط کی بنا پر نہیں بلکہ فرار کا اور بدینتی کا مظاہرہ تھا۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

[۴۱۰] ﴿فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ ط.....﴾ [البقرة=۲:۴۶]

”جب ان (قائد اور امیر کی تقرری کا مطالبہ کرنے والوں) پر جہاد فرض کیا گیا تو ایک

تھوڑی تعداد کے علاوہ باقی سارے منحرف ہو گئے۔“

یہ بات بالکل اسی طرح ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۴۱۱] ﴿أَفَأَنْ مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ﴾ [آل عمران=۳:۱۴۴]

”اگر وہ (نبی ﷺ) وفات پا جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ

گے۔ (یعنی جہاد چھوڑ دو گے؟)“

جب جہاد جاری رکھنے کے لئے نبوت کا وجود بھی شرط نہیں تو جہاد کو خلافت کے ساتھ مشروط کرنے کا کیا معنی؟ علاوہ ازیں سورہ بقرہ کی آیت نمبر: ۲۳۶ میں ﴿مَلِكًا﴾ سے مراد خلیفہ اور امیر المؤمنین نہیں، بلکہ قائد لشکر اور امیر جہاد مراد ہے۔ جیسا کہ طبری، قرطبی، ابن کثیر اور امام شوکانی نے کہا ہے۔ کیونکہ کسی نبی کی موجودگی میں کسی دوسرے کی خلافت و امامت کبرای ناممکن ہے۔ نبی بذات خود امت کا امام ہوتا ہے۔^{۱۲}

دوسری دلیل کا جواب:

سورہ توبہ کی آیت نمبر: ۳۸ [۴۱۲] ﴿إِذَا قِيلَ لَكُمْ انْفِرُوا.....﴾ ”غزوہ تبوک سے پیچھے رہنے والوں پر ڈانٹ کے لئے نازل ہوئی۔“^{۱۳}

لہذا یہ شان نزول اور اپنے سیاق و سباق کے لحاظ سے جہاد سے پیچھے رہنے والوں کے لئے شدید وعید ہے۔ کہ امام کی طرف سے نکل کھڑے ہونے کا حکم مل جانے کے وقت معذور افراد، بچوں اور عورتوں کے علاوہ امت کے تمام افراد پر جہاد کے لئے نکلنا فرض عین ہے نہ یہ کہ خلیفہ کے طلب کرنے کے بغیر جہاد کی فرضیت ہی ساقط رہے گی۔ اس کی مثال سورہ الجمعہ کی یہ آیت ہے۔

[۴۱۳] ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ط﴾ [الجمعة=۶۲: ۹]

”اے ایماندارو! جب جمعہ کے روز نماز جمعہ کے لئے اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر یعنی نماز کی طرف چل پڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔“

چنانچہ جس طرح مؤذن کے اذان نہ دینے سے نماز جمعہ کی فرضیت بھی ساقط نہیں ہو سکتی اسی طرح اگر طبل جنگ نہ بجے اور امام کی طرف سے جہاد کی طرف نکلنے کا اعلان عام نہ بھی ہو تو جہاد جیسے فریضہ کی فرضیت بھی ساقط ہونے کا کوئی تصور نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح فرمان رسول ﷺ:

[۴۱۴] ﴿وَإِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوا﴾^{۱۴}

جیسی صحیح احادیث کا مفہوم مخالف یہ اخذ کرنا ”إِذَا لَمْ تُسْتَنْفَرُوا فَلَا تَنْفِرُوا“ (جب تمہیں جہاد کے لئے طلب نہ کیا جائے تو جہاد مت کرو یا وہ جہاد غیر شرعی ہوگا۔) اس طرح ہوگا جیسے کوئی [۴۱۵] ﴿إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ.....﴾ [الجمعة=۶۲: ۹] کی یہ تفسیر کرے کہ اگر بالفرض اذان نہ دی جائے تو مسلمان نماز جمعہ سے فارغ ہیں اور جمعہ کی فرضیت ساقط اور معطل ہے۔ اس کی دوسری مثال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

^{۱۳} القرطبی: ۸/۹۰ + ابن کثیر: ۲/۳۹۴

^{۱۴} تخریج کے لئے دیکھئے الوقف المسلسل: ۳۵۹

[۴۱۶] ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ.....﴾ [الأنفال=۲۴:۸]

”اے ایماندارو! اللہ اور اس کے رسول کی دعوت پر لبیک کہو، اسے قبول کرو جب رسول تمہیں ایسے کام کی دعوت دیں جس میں تمہاری زندگی ہے۔“
اس کی تیسری مثال باری تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

[۴۱۷] ﴿وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَاءُ إِذَا مَا دُعُوا ط﴾ [البقرة=۲:۲۸۲]

”اور جب گواہوں کو گواہی کے لئے بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں۔“

چنانچہ مذکورہ آیات کی یہ تفسیر کرنا کہ جب رسول تمہیں نہ بلائیں تو شرعی واجبات کی ادائیگی اور اطاعت معطل ہوگی یا جب گواہوں کو طلب نہ کیا جائے گواہی دینا ان پر ضروری نہیں ہوگا۔ اس طرح تو —

[۴۱۸] ﴿وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلَّهِ﴾ [الطلاق=۶۵:۲] (اللہ کے لئے گواہی کو قائم کرو) اور

[۴۱۹] ﴿وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ﴾ [البقرة=۲:۲۸۲] (اور شہادت کبھی نہ چھپاؤ)

— جیسے فرائض کا عدم ٹھہریں گے۔ لغت، شریعت، اجماع امت اور عقل و نظر

ہر اعتبار سے یہ فاسد، باطل اور انتہائی لغو استدلال ہے۔ کیونکہ ایسی آیات و احادیث میں کلمہ ”إِذَا“ ظرف کے لیے ہے نہ کہ شرط کے لئے۔ ظرف زمانی کا مفہوم یہ ہے کہ جب تمہیں جہاد کے لئے طلب کر لیا جائے یعنی اعلان عام ہو تو جہاد کی طرف ٹکنا بعینہ اسی وقت اور اسی زمانے میں فرض عین ہوگا۔ اسی طرح اذان جمعہ کے وقت سے لے کر نماز پڑھنے تک اللہ کے ذکر کی تگ و دو اور خرید و فروخت سے پہلو تہی لازم اور فرض ہے۔

علیٰ هذا القیاس رسول اللہ ﷺ کے بلانے پر اور گواہوں کے طلب کئے جانے کے وقت اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی فوراً اطاعت کرنا، بات ماننا، گواہوں کے لئے گواہی دینا لازمی اور ضروری ہے۔ یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اگر رسول اللہ ﷺ کی جانب سے طلب نہ کیا جائے تو شرعی احکام میں اطاعت رسول فرض نہیں اور گواہوں کو اگر گواہی کے لئے بلایا نہ جائے تو لین دین اور تعزیر و قصاص وغیرہ کے معاملات میں ان پر شہادت فرض نہیں۔

بالکل اسی طرح امام اور خلیفہ کے طلب نہ کرنے اور اعلان عام نہ کرنے کے باوجود بھی جہاد فی سبیل اللہ علی العموم فرض اور واجب ہے۔^{۱۵}

[۴۲۰] جہاں تک حدیث رسول ﷺ « إِنَّمَا الْإِمَامُ جُنَّةٌ »^{۱۶} کا تعلق ہے تو اس حدیث میں ”إِنَّمَا“ کلمہ حصر ہے جو لغت عرب میں تخصیص کے لئے استعمال ہوتا ہے اور یہ جملہ اسمیہ یا فعلیہ پر داخل ہوتا ہے۔ جملہ اسمیہ میں مبتدا کو خبر کے ساتھ اور جملہ فعلیہ میں فاعل کو مفعول کے ساتھ خاص کر دیتا ہے۔ چنانچہ حدیث بالا میں لفظ ”الْإِمَامُ“ مخصوص اور لفظ ”جُنَّةٌ“ مخصوص بہ (یعنی امام کو ڈھال کے ساتھ خاص کیا گیا ہے۔) جس کا معنی یہ ہے کہ خلیفہ تو محض ایک ڈھال ہے جس کے ہمراہ قتال کیا جاتا ہے، نہ یہ کہ صرف خلیفہ ہی ڈھال ہے کہ اس کی عدم موجودگی میں نہ جہاد ہو سکتا ہے، نہ قتال۔ اس کی درج ذیل دیگر مثالوں پر غور کیجئے: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

① [۴۲۱] ﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾ [الکہف=۸: ۱۱۰]

”(اے نبی ﷺ)! کہہ دو کہ میں تمہاری طرح محض ایک بشر ہوں۔“

یعنی میں جنس بشر سے ہوں، فرشتہ اور معبود نہیں ہوں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ فقط میں ہی بشر ہوں۔ کیونکہ بشر تو بے شمار ہیں۔

② [۴۲۲] ﴿وَإِنَّمَا النَّسِيْ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ﴾ [التوبة=۹: ۳۷]

”حرمت کے مہینوں کو آگے پیچھے کر دینا کفر میں اضافہ ہے یعنی حرمت کے مہینوں میں

تاخیر و تقدیم کفر اور گمراہی میں اضافہ ہے۔“

نہ یہ کہ کفر و ضلال صرف یہی ایک عمل ہے۔ جبکہ کفر یہ اعمال تو اور بھی بہت سارے ہیں۔^{۱۷} نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

③ [۴۲۳] «إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ»^{۱۸}

”نماز کا امام اقتداء کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔“

۱۵ فتح الباری: ۶/۳۷۷-۳۷۹ + شرح النووی: ۱۳۰/۲

۱۶ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۳۵۹

۱۷ المفردات للأصفہانی: ۳۶ + مختصر المعانی: ۲۱۵، ۲۰۹

۱۸ صحیح البخاری = کتاب الجماعة والإمامة: باب إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، الحدیث: ۶۵۶ + صحیح مسلم = کتاب

الصَّلَاة: باب إِيْتِمَامُ الْمُؤْمِنِ بِالْإِمَامِ، الحدیث: ۴۱۲

یعنی نماز کے اعمال میں امام کی اتباع و موافقت کرو، مخالفت نہ کرو۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اقتداء اور اتباع صرف نماز کے امام کی کی جائے۔ کیونکہ اس کے علاوہ رسول اللہ ﷺ، خلفیۃ المسلمین اور جماعت کے امیر کی اقتداء اور اتباع دین کے اولین فرائض میں سے ہے۔ نیز امام مسلم وغیرہ نے مذکورہ حدیث کو صحیح سند کے ساتھ اس طرح بھی روایت کیا ہے:

[۴۲۴] «إِنَّمَا الْإِمَامُ جُنَّةٌ فَإِذَا صَلَّى»^{۱۹}

” (نماز کا) امام تو ایک ڈھال ہے۔ جب نماز پڑھائے (تو اس کی اقتداء کرو۔)“

لہذا جیسے نماز کے امام کی عدم موجودگی میں (باوجود اسکے کہ وہ نماز کے لئے ڈھال ہے) نماز کا فریضہ ساقط نہیں ہوگا، بالکل اسی طرح خلیفہ المسلمین کی عدم موجودگی میں (باوجود اس کے کہ وہ جہاد کے لئے ڈھال ہے) عوام الناس جہاد جیسے فرض سے مرفوع القلم نہیں ٹھہرائے جاسکتے۔

”إِنَّمَا“ کی مزید تحقیق کے لئے [۴۲۵] «إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ» [البقرة=۲: ۱۷۳ + النحل=۱۱۵: ۱۶] اور [۴۲۶] «إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ» [البقرة=۲: ۱۱] کی علم بلاغت میں تشریح بھی دیکھیں۔^{۲۰}

تیسری دلیل کا جواب:

روما ہونے والے فتنوں اور برپا ہونے والی جنگوں کی خبروں پر مشتمل کچھ احادیث سے بعض جہاد سے راہ فرار تلاش کرنے والوں نے استدلال کا نہایت غیر علمی اور عجیب و غریب اسلوب اختیار کیا ہے۔ مثلاً سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

[۴۲۷] «فَاغْتَرِزْ لَكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا.....»^{۲۱}

”جماعت اور امام کی عدم موجودگی میں تمام فرقوں سے الگ تھلگ ہو جاؤ.....“

اسی طرح سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

[۴۲۸] «يَعْمَدُ إِلَى سَيْفِهِ فَيَدُقُّ عَلَى حَدِّهِ بِحَجَرٍ ثُمَّ لَيْسُجُ انِ اسْتَطَاعَ النَّجَاءَ»^{۲۲}

”فتنوں کے وقت ہو سکے تو مسلمان اپنی تلوار کی دھار پتھر کے ساتھ کند کر ڈالے اور نجات

۱۹ صحیح مسلم = کتاب الصَّلَاة : باب النَّهْي عن مبادرة الإمام بالتكبير وغيره، الحديث: ۴۱۶

۲۰ مختصر المعاني: ۲۰۹-۲۱۵

۲۱ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْم المسلسل: ۳۵۵

۲۲ صحیح مسلم = کتاب الْفِتْن وَأَشْرَاط السَّاعَة : باب نزول الْفِتْن كَمَا وَقَعَ الْقَطَر ، الْحَدِيث: ۲۸۸۷

پالے اگر وہ نجات پاسکتا ہو۔“

اس قسم کی احادیث فتن سے امت مسلمہ سے علیحدگی، عزلت نشینی، زبان بندی، چشم پوشی جہاد اور جہاد سمیت اجتماعی فرائض کے ساقط ہونے کیلئے استدلال کرنا قرآن و سنت کی صریح نصوص کے خلاف ہے۔ یہ استدلال کے مسلمہ اصولوں، محدثین اور فقہاء امت کے متفقہ اقوال کے صریحاً متضاد ہے۔ اس جیسی علیحدگی بالکل عیسائیوں کی رہبانیت اور بدھ مت کے پیروں کاروں کی خود ساختہ خلوت نشینی ہے۔ اس کی درج ذیل چند وجوہات ہیں:

پہلی وجہ:

اس لئے کہ فتنوں اور جنگوں میں علیحدگی اور صبر و تحمل اختیار کرنے کی تمام نصوص امت مسلمہ کے باہمی فتنوں سے متعلق ہیں۔ جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

[۴۲۹] «فَإِنِّي لَأَرَى الْفِتْنَ تَقَعُ خِلَالَ بُيُوتِكُمْ»^{۲۳}

”میں دیکھ رہا ہوں کہ فتنے تمہارے گھروں کے درمیان واقع ہو رہے ہیں۔“

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

[۴۳۰] «هُم مِّنْ جِلْدَتِنَا وَ يَتَكَلَّمُونَ بِالسِّبْتِنَا»^{۲۴}

”ہماری (مسلمان) قوم سے ظاہری طور پر تعلق رکھتے ہیں اور ہماری ہی زبان سے کلام

کرتے ہیں۔“

لہذا ان دلائل کا ترک جہاد سے رشتہ جوڑنا بلاشبہ کھلی گمراہی ہے۔

دوسری وجہ:

مذکورہ فتنوں کے دوران علیحدگی کی رخصت کے ساتھ ساتھ اجتماعی فرائض کی ادائیگی کی تاکید اور اس پر زبردست ترغیب کی لاتعداد نصوص بھی موجود ہیں۔ مثلاً نبی ﷺ کا فرمان:

[۴۳۱] «الْعِبَادَةُ فِي الْهَرَجِ كَهَجْرَةِ الْيَتَّى»^{۲۵}

^{۲۳} صحیح البخاری = کتاب المناقب : باب علامات النبوة في الإسلام، الحديث : ۳۴۰۲ + صحیح مسلم = کتاب الفتن

وأشراط الساعة : باب نزول الفتن كمواقع القطر الحديث : ۲۸۸۵

^{۲۴} صحیح البخاری = کتاب المناقب : باب علامات النبوة في الإسلام ، الحديث : ۳۴۱۱ + صحیح مسلم = کتاب

الإمارة : باب وجوب ملازمة جماعة المسلمين عند ظهور الفتن، الحديث : ۱۸۴۷

^{۲۵} صحیح مسلم = کتاب الفتن وأشراط الساعة : باب فضل العبادة في الهرج ، الحديث : ۲۹۴۸

”قتل و غارت کے فتنے میں فرائض اور عبادات کی ادائیگی ایسے ہے جیسے کوئی ہجرت کر کے رسول اللہ کے پاس آجاتا ہے۔“

اسی طرح امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہر حالت میں تمام افراد امت کے لئے فرض ہے۔ لہذا اعتزال اور علیحدگی کی یہ تفسیر کہ جمعہ، جماعت اور جہاد اسلامی جیسے شرعی واجبات کو معطل ٹھہرایا جائے بالکل غیر شرعی مفہوم اور باطل تفسیر ہے۔^{۲۶}

تیسری وجہ:

علیحدگی کی رخصت صرف اس اندھے فتنے میں ہے جس میں حق کسی طرف بھی واضح نہ ہو۔ لیکن جب پتہ ہو کہ یہ حق پر ہے اور یہ باطل پر ہے تو علیحدگی کی رخصت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۴۳۲] ﴿فَإِنْ بُعِثَ إِحْدُهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّىٰ تَفِيءَ إِلَىٰ

أَمْرِ اللَّهِ﴾ [الحجرات=۹:۴۹]

”مومنین کی باہم لڑنے والی دو جماعتوں میں اگر ایک جماعت دوسری کے خلاف خروج و بغاوت کرے تو بغاوت کرنے والی جماعت کے ساتھ قتال کرو حتیٰ کہ وہ حکم الہی کی طرف رجوع کر لے۔“^{۲۷}

چوتھی دلیل کا جواب:

[۴۳۳] ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ﴾ جیسی وجوب جہاد کی آیات [۴۳۴] ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ﴾ [البقرة=۲:۱۷۸] کی مثل ہر گز نہیں ہیں۔ بلکہ یہ آیات [۴۳۵] ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ﴾ [البقرة=۲:۱۸۳] کی مشابہ اور ہم معنی ہیں۔ کیونکہ حدود و قصاص عبادات خالصہ سے نہیں بلکہ وہ جرائم کی سزائوں کے متعلق ہیں۔

علاوہ ازیں حدود و تعزیرات کا نفاذ طاقت و قوت اور سلطہ کے بغیر ناممکن ہے۔ لہذا حدود و قصاص کا نفاذ امام اور خلیفہ کے دائرہ اختیار میں رکھا گیا ہے۔ جبکہ صوم و صلاۃ، جمعہ و جماعت اور زکوٰۃ و صدقات سمیت جہاد و قتال بھی خالصتاً عبادات ہیں:

^{۲۶} شرح النووی: ۵۱/۱ و ۵۲/۲ و ۳۹۰/۱۳ + فتح الباری: ۱۳/۵۰، ۵۱

^{۲۷} نیز ملاحظہ ہو شرح النووی: ۳۸۸/۲ + ۳۹۱/۱۳ + فتح الباری: ۱۳/۲-۵۱

لہذا جہاد جنس اور نوعیت کے اعتبار سے بھی حدود و قصاص کے مشابہ نہیں۔ اس کو حدود پر قیاس کرتے ہوئے خلافت کے ساتھ مشروط رکھنا قیاس مع الفارق ہے۔ یعنی غیر شرعی اور بے عقلی پر مبنی قیاس ہے۔ یہ امر مسلم ہے کہ اقامت جہاد، اقامت صلوٰۃ و زکوٰۃ، اقامت جمعہ، اقامت عیدین و حج بلکہ محتاجوں کی کفالت، مقروض میت کے قرضہ جات کی ادائیگی، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر وغیرہ اور نفاذ حدود و قصاص خلیفہ اور امام کی ذمہ داری اور اس کے فرائض منصبی میں شامل ہیں۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

[۴۳۶] «فَالْإِمَامُ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ» ۲۸

”پس امام بھی ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے سوال کیا جائے گا۔“
اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۴۳۷] ﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا﴾ [التوبة = ۹: ۱۰۳]

”(اے نبی ﷺ) ان کے مالوں سے صدقہ و زکوٰۃ وصول کر، جس کے ساتھ تو انہیں پاک صاف کر دے گا۔“
نبی ﷺ نے فرمایا:

[۴۳۸] «أَنَا أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ» ۲۹

”میں جملہ مومنین کے لئے ان کی جانوں سے زیادہ قریب ہوں۔“

لہذا جو شخص کوئی بوجھ یعنی قرض وغیرہ چھوڑ کر فوت ہوگا تو اس کی ادائیگی امیر اور خلیفہ کے ذمے ہے۔ لیکن کیا خلیفہ و امام کی عدم موجودگی میں امت مسلمہ نے صدیوں تک اقامت صلوٰۃ، ادائیگی زکوٰۃ، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، اقامت جمعہ و عیدین اور حج جیسی خالص عبادات کو حدود و قصاص کی طرح متروک و معطل رکھا ہے؟ کیا فرمان الہی ”ان کے مالوں سے صدقہ وصول کر“ کی وجہ سے زکوٰۃ و صدقات خلیفہ کے انتظار میں کالعدم قرار پاتے ہیں؟ کیا نبی ﷺ یا خلیفہ کے علاوہ مقروض میت کی طرف سے قرضہ کی ادائیگی کی عبادات اور معاملات ساقط ہو چکے ہیں؟ تمام سوالات کے جوابات یقیناً نفی میں ہونگے۔ مذکورہ بالا خالص عبادات کو مستثنیٰ قرار دینے سے عام مسلمانوں کے پلے عمل صالح کرنے کے لئے بقایا کیا بچتا ہے؟ آجا

۲۸ صحیح البخاری = کتاب الجمعة : باب الجمعة في الفري والمدينة ، الحديث : ۸۵۳ + صحیح مسلم = کتاب الامارة :

باب فضيلة الإمام العادل و عقوبة الجائر ، الحديث : ۱۸۲۹

کے صرف مسیحی عقائد: تثلیث (تین خداؤں کا نظریہ)، حلول، وحدۃ الوجود، خود ساختہ بدعت رہبانیت اور بدھ مت کے نظریات (دنیا کی چیزوں سے علیحدگی اور انسانی معاشرے سے بے اعتنائی) ہی رہ جاتے ہیں۔ ان پر عمل پیرا ہو کر وہ کیسے توحید خالص کے علمبردار اور خلافت اسلامیہ اور عالمی پیشوائی کے حقدار قرار پائیں گے؟

پانچویں دلیل کا جواب:

خليفة و امام کی عدم موجودگی میں جماعت و امارت کا نظام قائم کرنے اور اجتماعی اسلامی معاشرہ کی تشکیل کرنے کی اہمیت، ضرورت اور فرضیت کے مسئلہ پر ”جماعت و امارت“ کے مستقل عنوان کے تحت اسی کتاب کے باب نمبر: ۶ میں مفصل بحث گزر چکی ہے۔ اس سلسلے کے چند مزید دلائل ہم ”خلافت کے بغیر جہاد“ کے عنوان کے تحت اسی باب میں پیش کر رہے ہیں جن کا مجموعی مطالعہ کرنے سے حقیقت حال سے واقفیت میں ان شاء اللہ تعالیٰ کوئی دقت نہ رہے گی۔ البتہ جو دل کج روی اختیار کرنے والے، خواہشات نفسانی کی پیروی کرنے والے، تکبر کرنے والے، حق کو جھٹلانے والے اور خود ساختہ خرافات جیسے امراض مہلکہ میں مبتلا ہو چکے ہوں وہ کسی بھی دلیل اور برہان اور کسی بھی آیت اور حدیث سے شفیایاب نہیں ہو سکتے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

[۴۳۹] ﴿حَتَّمَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَعَلَىٰ سَمْعِهِمْ وَعَلَىٰ أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةً﴾ [البقرة=۲: ۷]

”اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے۔“

خلافت کے بغیر جہاد کے وجوب کے دلائل:

خليفة اور امیر المومنین کے فرائض منصبی میں صلوٰۃ، زکوٰۃ، حج، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی طرح جہاد فی سبیل اللہ بھی شامل ہے۔ لیکن امیر المومنین اور خلیفہ نہ ہونے کی صورت میں جس طرح (سوائے حدود و قصاص کے) تمام اسلامی واجبات ختم نہ ہونگے بالکل اسی طرح فریضہ جہاد بھی قیامت تک جاری رہے گا۔ جیسا کہ گذشتہ اوراق میں مفصل اور مدلل بحث ہو چکی ہے۔ اسی موضوع پر کتاب و سنت کے مزید دلائل و براہین کی طرف اشارات درج ذیل ہیں:

قرآن مجید کی آیات سے:

[۴۴۰] ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ.....﴾ [البقرة=۲: ۲۱۶]

”تم پر جہاد فرض کر دیا گیا ہے۔“

[۴۴۱] ﴿وَمَالَنَا أَنْ لَا نَقَاتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ [البقرة=۲:۲۶۶]

”اور ہمیں کیا ہو گیا ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں قتال نہیں کریں گے؟“

[۴۴۲] ﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةً وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ﴾ [البقرة=۲:۱۹۳]

”ان سے قتال کرتے رہو یہاں تک کہ فتنہ ختم ہو جائے اور ہر جگہ اللہ کا دین نافذ ہو جائے۔“

[۴۴۳] ﴿فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا تُكَلَّفُ إِلَّا نَفْسَكَ﴾ [النساء=۴:۸۴]

”(اے پیغمبر ﷺ!) آپ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جنگ کرتے رہیں۔ آپ صرف اپنی جان کے مکلف ہیں۔“

[۴۴۴] ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوا ثُبَاتٍ أَوْانْفِرُوا جَمِيعًا﴾

[النساء=۴:۷۱]

”اے ایمان والو! اپنے دفاع اور بچاؤ کو لازم پکڑو، گروہ در گروہ نکلو یا سب مل کر نکلو۔“

[۴۴۵] ﴿وَمَالَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ [النساء=۴:۷۵]

”اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں جہاد نہیں کرتے؟“

[۴۴۶] ﴿الَّذِينَ آمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ [النساء=۴:۷۶]

”اور وہ لوگ جو ایمان لائے وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔“

[۴۴۷] ﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةً وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ﴾ [الأنفال=۸:۳۹]

”اور تم ان سے قتال کرو یہاں تک کہ فتنہ و فساد ختم ہو جائے اور دین سارے کا سارا اللہ رب العزت کے لیے ہو جائے۔“

[۴۴۸] ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا

أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا﴾ [الأنفال=۸:۷۴]

”اور جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے ان (مہاجروں کو) جگہ دی اور مدد کی یہی لوگ سچے مومن ہیں۔“

[۴۴۹] ﴿أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَ

يَعْلَمَ الصَّابِرِينَ﴾ [آل عمران=۳:۱۴۲]

”اے مسلمانو! کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے؟ جبکہ اللہ تعالیٰ نے

ان لوگوں کو ظاہر ہی نہیں کیا جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا ہے اور جو مہمان میں ڈٹ

جانے والے ہیں۔“

[۴۵۰] ﴿أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُتْرَكُوا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ.....﴾ [التوبة=۹: ۱۶]

”اے مسلمانوں! کیا تم سمجھتے ہو کہ (بغیر جانچے اور پڑتالے یونہی) تم چھوڑ دیئے جاؤ گے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ظاہر ہی نہیں کیا جن لوگوں نے تم میں سے جہاد کیا ہے۔“

[۴۵۱] ﴿فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصِدٍ ۚ﴾ [التوبة=۹: ۵۰]

”اور (جب امان والے مہینے گزر جائیں) تو انہیں جہاں پاؤقتل کردو، انہیں قید کرلو اور ان کی تاک میں ہر گھات کی جگہ بیٹھو۔“

[۴۵۲] ﴿قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ ۝﴾ [التوبة=۹: ۲۹]

”ان لوگوں سے جنگ کرو جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں لاتے، نہ وہ اس کو حرام قرار دیتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے، نہ ہی وہ دین حق کو قبول کرتے ہیں، ان لوگوں میں سے جن کو کتاب دی گئی۔ یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھوں سے جزیہ ادا کریں اس حال میں کہ وہ ذلیل ہونے والے ہوں۔“

[۴۵۳] ﴿انْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ﴾

[التوبة=۹: ۴۱]

”مسلمانو! ہلکے ہو یا بھاری نکل کھڑے ہو اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرو اللہ کے راستہ میں۔“

[۴۵۴] ﴿فَلَا تَهِنُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلَامِ وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ.....﴾ [محمد=۴۷: ۲۵]

”پس سستی نہ کرو اور انہیں صلح کی طرف نہ بلاؤ۔ آخر کار تم ہی بلند ہو۔“

[۴۵۵] ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّى نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِينَ مِنْكُمْ وَالصَّابِرِينَ.....﴾ [محمد=۳۷: ۳۱]

”ہم تو اے مسلمانو! تمہیں ضرور آزمائیں گے یہاں تک کہ ہم ظاہر کر دیں ان لوگوں کو جو

تم میں سے جہاد کرنے والے ہیں اور جو تم میں سے ڈٹ کر لڑنے والے ہیں۔“

نیز..... سورۃ التوبہ کی وہ آیات جن میں جہاد چھوڑنے والے منافقوں اور غزوہ تبوک

سے پیچھے رہنے والوں پر سخت تنقید کی گئی۔ سورۃ الاحزاب کی وہ ابتدائی آیات جن میں جہاد کیلئے

براہِ یکتہ کیا گیا ہے۔ سورۃ الصف کی وہ آیات جن میں صف بستہ ہو کر جہاد کرنے کی ترغیب ہے اور مجاہدین کے لئے انعام و اکرام کا تذکرہ ہے۔ سورۃ الممتحنہ کی وہ آیات جن میں کافروں اور مشرکوں سے بایکاٹ کرنے اور صرف مومنوں سے دوستی کرنے کا حکم ہے۔

مذکورہ بالا تمام آیات کا خلاصہ بالترتیب حسب ذیل ہے:

جہاد و قتال تمام مومنین پر اللہ کا حکم ہے۔ قتال فی سبیل اللہ کا سبب اور علت خلافت نہیں بلکہ کفار کا ظلم و ستم ہے۔ جہاد و قتال شرک اور فساد کے خاتمے تک خالص اللہ کے دین کو دنیا پر غالب کرنے اور قائم کرنے کا سبب ہے۔ نبی ﷺ سمیت ہر شخص کافروں کے ساتھ قتال کرنے کا مکلف اور ذمہ دار ہے۔ مومنین کو کافروں سے محتاط رہنے اور جہاد کی طرف نکلنے کا عام حکم بغیر کسی شرط کے دیا گیا ہے۔ تمام مسلمان ہمیشہ ”مجاہدین فی سبیل اللہ“ ہوتے ہیں حتیٰ کہ وہ فتنہ و فساد کو ختم کرنے اور دین توحید کو ساری دنیا پر غالب کرنے کے مقاصد حاصل کر لیں۔

صحیح اور سچے مومن صرف مہاجر اور مجاہد ہیں۔ یعنی ہر مومن کے ایمان کی حجت اور سچائی کی پہچان ہجرت اور جہاد پر موقوف ہے۔ خواہ وہ خلیفۃ المسلمین کی اطاعت میں ہو یا خلیفۃ المسلمین کی اطاعت میں نہ ہو، بغیر خلیفہ کے زندگی گزار رہا ہو۔

اس طرح دخول جنت و حصول نجات کا عام اور بہترین طریقہ بھی جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ ﴿فَاتَّبِعُوا﴾، ﴿فَاتَّبِعُوا﴾، ﴿فَاتَّبِعُوا﴾، ﴿فَاتَّبِعُوا﴾ کے الفاظ حکم اور وجوب کے طور پر استعمال ہو رہے ہیں اور بلا تخصیص اور بلا شرائط تمام مکلف مومنین ان الفاظ کے مخاطب ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

[۴۵۶] «أَلَا سَلَامٌ يَغْلُو وَلَا يُغْلَى»

”اسلام بلند ہوتا ہے۔ کوئی دوسرا مذہب اسلام پر غالب نہیں ہو سکتا۔“

لہذا پوری امت مسلمہ کی بلندی اور قوت کو جہاد کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے نہ کہ جہاد کو قوت اور اقتدار کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے۔

صحیح البخاری میں امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کو بغیر سند کے ترجمۃ الباب میں ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب الجنائز: باب إذا أسلم الصبي فمات هل يصل عليه وهل يعرض على الصبي الإسلام، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری کے مذکورہ بالا باب میں ہی اس کی شرح کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ اس کو دارقطنی اور محمد بن ہرون روایانی نے اپنی مسند میں عائد بن عمرو مزی سے حسن سند کے ساتھ مرفوعاً روایت کیا ہے۔ دیکھئے فتح الباری = کتاب الجنائز: باب إذا أسلم الصبي

فمات (ابوعمار ابن عبد الجبار)

اسی طرح سورہ توبہ سورہ احزاب ، سورہ صف ، سورہ ممتحنہ کی وہ آیات جن کی طرف پہلے اشارہ کیا گیا ہے۔ ان میں امت محمدیہ کے تمام افراد کو خلافت و امارت کی شرط کے بغیر جہاد فی سبیل اللہ کا حکم دیا ہے جو ابتداء نبوت سے لے کر قیامت تک جاری رہے گا۔

رسول اللہ ﷺ کی صحیح احادیث سے:

جہاد فی سبیل اللہ کی وہ صحیح اور متواتر احادیث جو اسی کتاب کے مختلف ابواب میں حسب موقع پیش کی گئی ہیں ان میں خلافت کی شرط کے بغیر یہ قطعی حکم دیا گیا ہے کہ معذوروں کے سوا جہاد تمام مسلمانوں پر فرض ہے کیونکہ ان پر جہاد فرض نہیں۔

چند ارشادات ملاحظہ ہوں۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

[۴۵۷] « مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَغُزْ وَلَمْ يُحَدِّثْ بِهِ نَفْسَهُ مَاتَ عَلَى شُعْبَةٍ مِّنْ نِّفَاقٍ »^{۳۱}

”جو اس حالت میں فوت ہوا کہ اس نے نہ تو جہاد کیا، نہ اس کے دل میں جہاد کا ارادہ پیدا ہوا تو وہ منافقت کے ایک شعبے پر مرا۔“

[۴۵۸] « لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَلَكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ »^{۳۲}

”فتح (مکہ) کے بعد (مکہ سے) ہجرت ختم ہے۔ لیکن جہاد اور جہاد کی نیت باقی ہے۔“

[۴۵۹] « جَاهِدُوا الْمُشْرِكِينَ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَالسِّتِكُمْ »^{۳۳}

”مشرکوں سے اپنے مالوں، اپنی جانوں اور اپنی زبانوں کے ساتھ جہاد کرو۔“

[۴۶۰] « الْحَيْلُ مَعْقُودٌ بِنَوَاصِيهَا الْخَيْرُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ »^{۳۴}

”گھوڑوں کی پیشانیوں پر خیر اور بھلائی رکھ دی گئی ہے، قیامت تک کے لئے۔“

[۴۶۱] « الْجِهَادُ مَاضٍ إِلَى أَنْ يُقَاتَلَ آخِرُ أُمَّتِي الدَّجَالِ »^{۳۵}

”جہاد جاری رہنے والا ہے اس وقت تک کہ میری امت کا آخری شخص دجال سے قتال کرے گا۔“

[۴۶۲] « لَا يُطِيلُهُ جَوْرُ جَائِرٍ وَلَا عَدْلُ عَادِلٍ »^{۳۶}

۳۱ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۸۷

۳۲ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۵۹

۳۳ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۲۷

۳۴ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۹۴

۳۵ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۶۶

۳۶ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۶۶

”اس جہاد کو نہ تو ظالم کا ظلم ختم کر سکے گا اور نہ عادل کا عدل۔“

[۴۶۳] «ثُمَّ تَغْزُونَ الدِّجَالَ فَيَفْتَحُهُ اللَّهُ عَلَيْكُمْ» ۳۷

”پھر تم دجال سے جنگ کرو گے۔ پس اللہ تعالیٰ تم کو اس پر فتح عطا کرے گا۔“

[۴۶۴] «الْجِهَادُ ذِرْوَةُ سِنَامِ الْإِسْلَامِ» ۳۸

”جہاد اسلامی کو ہان کی چوٹی ہے۔“

خلافت کی شرط کے بغیر جہاد کو جاری رکھنے کے موضوع پر مذکورہ بالا صحیح اور متواتر احادیث پر غور کیجئے کہ رسول اللہ ﷺ وضاحت فرماتے ہیں: عملی طور پر جہاد کرنا اور جہاد کا عزم دل میں رکھنا ایمان کے صحیح ہونے کی شرط ہے۔ اس کے بغیر موت منافقت کے ایک شعبے پر موت ہے۔ جہاد اور جہاد کی نیت ہمیشہ کیلئے فرض ہے۔ تمام اہل ایمان کو بالعموم خلیفہ کی شرط کے بغیر امر کے صیغہ سے کافروں اور مشرکوں سے جہاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جہاد کبھی ساقط اور منقطع نہ ہوگا۔ بلکہ قیامت کے دن تک جاری رہے گا۔ جہاد کسی وجہ سے باطل اور کالعدم نہ ہوگا۔ جبکہ احادیث سے ثابت ہے کہ خلافت ختم ہوگی۔

اہل اسلام دجال کو فتح کرنے تک متواتر جہاد میں مشغول رہیں گے (جبکہ خلافت صدیوں سے ناپید ہے)۔ جہاد سے اسلام کی رفعت و شوکت ہے۔ مذکورہ بالا احادیث کے تفصیلی معانی اور مفہوم کے لئے حدیث کی کتابوں میں سے متعلقہ ابواب کا مطالعہ کریں۔

خلافت کے اختتام اور جہاد کے دوام کی مختصر بحث:

کتاب و سنت کے واضح دلائل سے ثابت کیا جا چکا ہے کہ جہاد اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت اور قیامت تک جاری رہنے والا قطعی حکم ہے۔ جبکہ خلافت و امامت کے دوام و بقاء کی بجائے اس کے انقطاع اور اختتام کے واضح دلائل موجود ہیں۔ لہذا ہمیشہ کے لئے جاری ایک حکم الہی کو کسی ختم یا منقطع ہونے والی چیز کے ساتھ مشروط کرنا شریعت، عقل اور فہم کے مسلمہ قواعد اور اصولوں کے خلاف ہے۔

انقطاع خلافت پر صحیح احادیث:

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپ

۳۷ تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقْمُ الْمُسْلَسِل: ۱۴۲

۳۸ تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقْمُ الْمُسْلَسِل: ۲۶۸

کوئی اپنا خلیفہ مقرر کریں تو انہوں نے فرمایا:

[۴۶۵] «إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَحْفَظُ دِينَهُ وَإِنِّي لَئِنْ لَا أَسْتَخْلِفُ فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَسْتَخْلِفْ وَإِنْ أَسْتَخْلِفُ فَإِنَّ أَبَا بَكْرٍ قَدْ أَسْتَخْلَفَ (قَالَ عَبْدُ اللَّهِ) فَعِلْمُتُ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ لِيُعْدِلَ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَحَدًا وَأَنَّهُ غَيْرُ مُسْتَخْلَفٍ» ۳۹

”اللہ عزوجل اپنے دین کی حفاظت کرے گا اور میں اگر کوئی خلیفہ نامزد نہ کروں (تو کوئی حرج اور گناہ نہیں)۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی کوئی خلیفہ مقرر نہیں کیا تھا۔ (اور امت کو اس کے حال پر چھوڑ دیا) اور اگر خلیفہ مقرر کردوں (تو بھی جائز ہے)۔ اس لئے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلیفہ مقرر کر دیا تھا۔ (اور وہ دونوں مجھ سے افضل و برتر تھے۔ یعنی خلیفہ مقرر کرنے اور نہ کرنے کے دونوں طریقے ہدایت کے طریقے ہیں۔ عبد اللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ اس بات سے) مجھے معلوم ہو گیا کہ عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے برابر کسی کو نہیں ٹھہرائیں گے (اور آپ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے) خلیفہ نامزد نہیں کریں گے۔“

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ”حدیث خیر و شر“ میں ہے:

[۴۶۶] «فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ جَمَاعَةٌ وَلَا إِمَامٌ» ۴۰

”سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے پوچھا (اگر ان مسلمانوں کی کوئی جماعت اور خلیفہ نہ ہو تو کیا کیا جائے؟“

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ امت مسلمہ کے لئے جماعت اور خلیفہ کے نہ ہونے کے وقفے واقعتاً اور عملاً وقوع پذیر ہونگے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

[۴۶۷] «الْخِلَافَةُ فِي أُمَّتِي ثَلَاثُونَ سَنَةً، ثُمَّ مُلْكٌ بَعْدَ ذَلِكَ»، ثُمَّ يُؤْتِي اللَّهُ الْمُلْكَ مَنْ يَشَاءُ» ۴۱

”خلافت میری امت میں تیس برس تک رہے گی، پھر ملوکیت ہوگی۔“ (ابوداؤد کی حدیث کے الفاظ میں یہ بھی ہے کہ) ”اللہ تعالیٰ جسے چاہے گا بادشاہت عطا کرے گا۔“

۳۹ صحیح مسلم = کتاب الإمارة: باب الإِستخلاف و ترکہ، الحدیث: ۱۸۲۳ + صحیح البخاری = کتاب الأحکام: باب

الإِستخلاف، الحدیث: ۶۷۹۲

۴۰ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۳۵۵

۴۱ صحیح الترمذی = أبواب الفتن: باب ما جاء في الخلافة، الحدیث: ۱۸۱۳ + صحیح أبی داؤد = کتاب السنّة: باب ما

جاء في الخلفاء، الحدیث: ۳۸۸۲، ۳۸۸۳

اس حدیث کے راوی سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ خلفاء راشدین ابو بکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم کی خلافت تیس برس رہی۔ نیز فرمایا:

[۴۶۸] « لَا يَزَالُ هَذَا الدِّينُ عَزِيزًا مَنِعًا إِلَى اثْنَيْ عَشَرَ خَلِيفَةً، كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ »^{۴۲}

”یہ دین بارہ خلفاء تک غالب اور مضبوط رہے گا جو سب کے سب قریشی ہونگے“

گویا خلافت راشدہ چاروں خلفاء اور حسن بن علی رضی اللہ عنہما تک محدود رہی اور مطلق طور پر خلافت بارہ قریشی خلفاء تک رہی (یعنی دونوں احادیث کے مضمون میں کوئی تضاد نہیں۔)

مذکورہ بالا احادیث سے ثابت ہوا:

- ① خلیفہ و امام کا تقرر امت مسلمہ پر واجب ہے۔ خلیفہ کے لئے جانشین مقرر کرنا اور نہ کرنا دونوں اسلامی طریقے ہیں۔ خلیفہ کے تقرر کے لئے مجلس شوری قائم کرنا (جیسا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے چھ رکنی شوری نامزد کی تھی) بھی انتخاب امیر کا شرعی طریقہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے کوئی خلیفہ مقرر نہیں فرمایا۔ مذکورہ چاروں امور پر صحابہ، تابعین اور تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔ جیسا کہ امام نووی اور ابن حجر نے کہا ہے۔
 - ② رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ مقرر نہ کرنے کی وجہ سے سقیفہ بنی ساعدہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں خلافت کیلئے مشورہ ہوا۔ جس کی بناء پر رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت (بروز سوموار چاشت کے وقت) سے لے کر رات گئے تک پورا دن گزر گیا اور مسلمانوں کا کوئی خلیفہ اور امام نہیں تھا۔ یہ طویل دورانیہ بغیر خلافت کے گزرا۔^{۴۳}
 - ③ سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے خلیفہ کا تقرر کرنے کی بجائے چھ رکنی بااختیار مجلس شوری نامزد فرمائی۔ جس کے باہمی مشاورتی عمل کی وجہ سے کئی روز تک امت مسلمہ بلا خلیفہ المسلمین و بلا امیر المومنین رہی۔^{۴۴}
- علاوہ ازیں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں سے مشورہ لئے بغیر بیعت و خلافت کے انعقاد کو ناجائز اور غیر شرعی قرار دیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

^{۴۲} صحیح مسلم = کتاب الإمارة: باب الناس تبع لقریش والخلافة فی قریش، الحدیث: ۱۸۲۱ + صحیح البخاری = کتاب الأحکام: باب الإستخفاف، الحدیث: ۶۷۹۶

^{۴۳} صحیح البخاری = کتاب الأحکام: باب الإستخلاف مختصر سیرة الرسول للشیخ عبد اللہ: ۴۶۶-۴۶۸

[۴۶۹] « فَمَنْ بَايَعَ رَجُلًا عَلَى غَيْرِ مَشُورَةٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَلَا يُبَايِعُ هُوَ وَلَا الَّذِي بَايَعَهُ تَغَرُّاً أَنْ يُقْتَلَ » ۵۷

”جس نے مسلمانوں کے صلاح و مشورہ کے بغیر کسی آدمی کی بیعت کر لی تو دوسرے لوگ اس بیعت کرنے والے امیر کی پیروی نہ کریں نہ ہی اس کی جس کی بیعت کی گئی ہے۔ اس خطرے کی بناء پر کہ وہ دونوں قتل کر دیئے جائیں گے۔“

لہذا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس بات پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اتفاق ہے کہ مسلمانوں کی مشاورت (جو خلیفہ کے لئے بسا اوقات طویل مدت کی متقاضی ہوتی ہے) کے بغیر بیعت و خلافت کا انعقاد غیر اسلامی ہے۔ اس کا ارتکاب کرنے والے قتل ہونے کے خطرہ میں ہونگے۔ خلافت و امامت کے لئے عارضی طور پر یا مستقل طور پر انقطاع اور اختتام کے وقفے کتاب و سنت کے دلائل سے ثابت ہوتے ہیں۔ جبکہ جہاد فی سبیل اللہ کا جاری و ساری رہنا کتاب و سنت کے قطعی دلائل سے ثابت ہے۔ غور و فکر کا مقام ہے کہ مذکورہ وقفوں (مثلاً وفات النبی ﷺ کے فوراً بعد اور شہادت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد مشورہ کرنے کے لئے خلافت کے نہ ہونے کے وقفے) میں اگر دشمنان اسلام مدینہ طیبہ پر حملہ آور ہو جاتے تو کیا مہاجرین و انصار خلیفہ مقرر کرنے کے انتظار میں دفاع اسلام کیلئے تلوار نہ اٹھانے اور امت مسلمہ کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیتے۔ معاذ اللہ کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا اور نہ ہی سلف صالحین کے معمول سے اس کا کوئی ثبوت فراہم کیا جاسکتا ہے۔ بلکہ تاریخ اسلام کے حقائق و واقعات اس کے خلاف شہادت دیتے ہیں کہ خلافت و امامت موجود تھی۔ تو نبی اکرم ﷺ کی حدیث کے مطابق عادل و ظالم، نیک و بد خلیفہ اور امام کے ساتھ مل کر امت نے جہاد اسلامی کو جاری اور قائم رکھا۔ اگر خلافت ختم بھی ہو گئی تو طائفہ منصورہ اور مسلمانوں کی جماعت نے جہاد کے تسلسل اور تواتر کو قائم و دائم رکھا۔ جیسا کہ فرمان رسول اللہ ﷺ ہے:

”کچھ لوگ جہاد کو مسیح الدجال کے فتح کرنے تک قائم و دائم رکھیں گے۔“

ہم ایک مستقل عنوان کے تحت اس پر مفصل اور مدلل بحث کر رہے ہیں۔ بالخصوص عصر حاضر میں جب کہ پورے عالم کے کفار و مشرکین جدید ترین اسلحہ اور فکری اور جنگی آلات کے ساتھ مسلح

اور اکٹھے ہو کر مسلم علاقہ جات پر حملہ آور ہو چکے ہیں۔ ان حالات میں کسی خلافت و امامت کے انتظار میں مسلمانوں کو ہاتھ باندھے رکھنے کی دعوت دینا اور ان کو دفاع اسلام اور اعلاء کلمۃ اللہ سے روکنا دین اسلام کی عزت و بقاء کو داؤ پر لگانے کے مترادف ہے۔ فرائض الہیہ کو ختم کر کے امت کو رہبانیت کی بدعت اور عقیدہ حلولیت والے گمراہی کے سمندر میں غرق کرنے کی کوشش ہے۔

اے کاش.....!

بلاد اسلامیہ کے سربراہان اور حکمران اس حقیقت کا بروقت ادراک حاصل کریں اور امت کو اسلام کی چوٹی، اسلامی عزت و شوکت کے اصل راستہ یعنی جہاد فی سبیل اللہ پر ڈال کر روزِ محشر اللہ احکم الحاکمین کے سامنے اپنی مسئولیت اور ذمہ داری سے عہدہ برآں ہوں۔ (وَقَفَّهْمُ اللَّهُ لِذَلِكَ وَ يَسَّرَ عَلَيْهِمْ)

”عصابتہ المسلمین“ اور ”طائفہ منصورہ“ پر تحقیقی نظر:

نبی ﷺ نے فرمایا:

[۴۷۰] «لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ» ۴۶

”میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر ظاہر و غالب رہے گا۔“

[۴۷۱] «لَنْ يَزَالَ قَوْمٌ مِّنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى النَّاسِ» ۴۷

”میری امت کی ایک قوم (جماعت) لوگوں پر غالب رہے گی۔“

[۴۷۲] «لَنْ تَزَالَ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِي يُقَاتِلُونَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ» ۴۸

”میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ دین حق کے لئے جہاد و قتال کرتا رہے گا۔ وہ لوگ ہی

قیامت تک غالب ہوں گے۔“

[۴۷۳] «لَا تَزَالَ طَائِفَةٌ (أَوْ أُمَّةٌ) مِّنْ أُمَّتِي قَائِمَةٌ بِأَمْرِ اللَّهِ ، لَا يَضُرُّهُمْ مَن خَذَلَهُمْ

أَوْ خَالَفَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ وَهُمْ ظَاهِرُونَ عَلَى النَّاسِ» ۴۹

۴۶ صحیح مسلم = کتاب الإمارة : باب قوله ﷺ ((لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ)) ، الحديث: ۱۹۲۰

۴۷ صحیح مسلم = کتاب الإمارة : باب قول ﷺ ((لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ)) ، الحديث: ۱۹۲۱+

صحیح البخاری = کتاب التَّوْحِيد : باب قوله ﷻ «إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ ﴿الْحَلْ: ۱۶: ۴۰﴾» ، الحديث: ۷۰۲۱

۴۸ تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقْمُ الْمُسْلَسِل: ۹۱

۴۹ تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقْمُ الْمُسْلَسِل: ۹۲

”میری امت میں سے ایک جماعت اور گروہ اللہ کے امر (یعنی اللہ کے دین) کے ساتھ قائم اور چمٹا رہے گا۔ ان کی مخالفت اور رسوائی کرنے والے انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ حتیٰ کہ قیامت آجائے گی اور وہ جماعت بدستور لوگوں پر غالب ہوگی۔“

[۴۷۴] «لَنْ يَزَالَ أَمْرُهُ هَذِهِ الْأُمَّةُ مُسْتَقِيمًا حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ» ۵۰

”میری امت کا معاملہ مضبوط و مستقیم رہے گا یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔“

[۴۷۵] «لَنْ يَبْرَحَ هَذَا الدِّينُ قَائِمًا يُقَاتِلُ عَلَيْهِ عَصَابَةٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ» ۵۱

”یہ دین ہمیشہ قائم و دائم رہے گا۔ اس کی خاطر مسلمانوں کی ایک قوی اور متحد جماعت تاقیامت قیامت قتال جاری رکھے گی۔“

[۴۷۶] «لَا تَزَالُ عَصَابَةٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ يُقَاتِلُونَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ عَلَى مَنْ نَاوَاهُمْ

إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ» ۵۲

”مسلمانوں کی ایک قوی اور متحد جماعت دین حق کی خاطر قتال جاری رکھے گی اور اپنے تمام مخالفین پر روز قیامت تک غالب رہے گی۔“

[۴۷۷] «لَا يَزَالُ الدِّينُ قَائِمًا حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ أَوْ يَكُونَ عَلَيْكُمْ إِنَّا عَشَرَ خَلِيفَةً

كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ وَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ : عَصِيْبَةٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ يَفْتَتِحُونَ الْبَيْتَ الْأَبْيَضَ بَيْتَ كِسْرَى» ۵۳

”دین اسلام ہمیشہ قائم و دائم رہے گا یہاں تک کہ قیامت برپا ہو جائے ، یا تم پر بارہ

خلفاء بن جائیں گے اور وہ سب قریشی ہوں گے۔ نیز یہ بھی آپ کو فرماتے ہوئے سنا کہ

مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی قوی اور متحد جماعت کسری کے سفید محل کو فتح کرے گی۔“ ۵۴

۵۰ صحیح البخاری = کتاب الإعتصام بالكتاب والسنة : باب قول النبي ﷺ ((لا تزال طائفة من امتي ظاهرين على

الحق)) الحديث: ۶۸۸۲

۵۱ تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۹۰

۵۲ تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۹۲

۵۳ صحیح مسلم = کتاب الامارة: باب الناس تبع لقریش والخلافة فی قریش، الحديث: ۱۸۲۲

۵۴ البيت الأبيض کا اردو میں معنی ”سفید محل“ ہے۔ اس کا انگلش میں ترجمہ وائٹ ہاؤس (White House) ہے۔ امریکہ کے صدارتی محل کو بھی وائٹ ہاؤس کہا جاتا ہے جو عصر حاضر میں کفر کی تمام سازشوں اور اسلام دشمن سرگرمیوں کی آماجگاہ ہے اور جو سپر پاور ہونے کے زعم باطل میں مبتلا ہے۔ درحقیقت سپر پاور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات ہے۔ وہ دن بہت قریب ہیں جب مجاہدین کے خاک آلود قدم اس کے عالیشان

قالبوں غلیوں اور دہ زہ عمارتوں کو جوتوں تلے روندیں گے۔ ان شاء اللہ (الوعار ابن عبد البر)

طاہفہ کا معنی:

”وَالطَّائِفَةُ مِنَ النَّاسِ جَمَاعَةٌ مِّنْهُمْ قَدْ يَفْعُ عَلَىٰ وَاحِدٍ فَصَاعِدًا وَ عَلَىٰ ذَٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَىٰ

[۴۷۸] ﴿وَأَنْ طَائِفَتَيْنِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتُلُوا فَاصْلِحُوا بَيْنَهُمَا﴾ [الحجرات = ۴۹: ۸]:

”اگر مومنوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان کی صلح کروادیا کرو۔“

[۴۷۹] ﴿إِذْ هَمَّتْ طَائِفَتَيْنِ مِنْكُمْ أَنْ تَفْشَلَا﴾ [آل عمران = ۱۲۲: ۳]

”جب تم میں سے دو جماعتوں نے ارادہ کر لیا تھا بزودی دکھانے کا۔“

لفظ ”طاہفہ“ لوگوں کی ایک جماعت کو کہتے ہیں۔ یہ واحد شثنیہ اور جمع تینوں قسموں کے لئے

استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ آیات مذکورہ میں بیان ہوا ہے۔ ۵۵

لہذا مدد کئے ہوئے اور غالب گروہ سے مراد جہاد کرنے والے، جنگ و قتال کرنے والے،

فقہاء محدثین و مبلغین اسلام وغیرہ ہیں۔ امام بخاری، امام احمد، علی بن مدینی اور امام نووی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ نے یہی بات کہی ہے۔ ۵۶

نبی ﷺ نے فرمایا:

[۴۸۰] «لَا يَزَالُ أَهْلُ الْغَرْبِ ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ» ۵۷

”اہل غرب قیامت قائم ہونے تک دین حق پر (قائم رہتے ہوئے) غالب رہیں گے۔“

اہل غرب سے اہل عرب یا اہل شام یا اہل قوت مجاہدین مراد ہیں۔ جیسا کہ امام

بخاری رحمہ اللہ کے استاد علی بن مدینی رحمہ اللہ کا قول ہے۔ ۵۸

◎ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۴۸۱] «(وَهُمْ بِالشَّامِ)» (طاہفہ منصورہ اہل شام میں سے ہے۔) (وہی اہل غرب ہیں) ۵۹

مذکورہ تمام اقوال تقریباً ہم معنی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ”طاہفہ منصورہ“ کا لفظ واحد

۵۵ مفردات القرآن: ۳۱۴

۵۶ صحیح البخاری = کتاب الإعتصام بالكتاب والسنة : باب قول النبي ﷺ ((لا تزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق و

هم أهل العلم)) + صحیح الترمذی = أبواب الفتن = باب ما جاء في أهل الشام + شرح النووي: ۴۳/۲

۵۷ صحیح مسلم = كتاب الامارة : باب قوله ﷺ ((لا تزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق)) ، الحديث: ۱۹۲۵

۵۸ شرح النووي: ۱۴۴/۲

۵۹ صحیح البخاری = كتاب التوحيد: باب قول الله تعالى ﴿ إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ ﴾ [النحل: ۴۰: ۱۶] الحديث: ۷۰۲۲

تشنیہ و جمع تینوں صورتوں میں مستعمل ہے اور محدثین اور مبلغین اسلام کی مختلف اور متفرق جماعتوں کے لئے جامع نام ہے۔ جو ہمیشہ خلیفہ اور امام کی شرط عائد کئے بغیر، متحد و منظم ہو کر جہاد و قتال کا فریضہ سرانجام دیتے رہے ہیں۔ یہ تسلسل تا قیامت یعنی فتح دجال تک جاری رہے گا۔

”عصاۃ“ کا معنی:

عصۃ اور عصاۃ ایک قوی اور متحد جماعت کا نام ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۴۸۲] ﴿وَنَحْنُ عُصْبَةٌ.....﴾ [یوسف=۱۲:۱۳۸]

”ہم متحد و قوی جماعت ہیں۔“

”سمع، یسمع“ کے وزن پر استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح عَصَبَ یَعِصِبُ (ض) کے وزن پر بھی استعمال ہوتا ہے۔ دونوں ہی کا معنی ”اجْتَمَعَ“ یعنی ”متحد اور مجتمع ہونا ہے۔“^{۱۰}

”عُصْبَةُ“ لفظ ”عُصْبَةُ“ کی تصغیر ہے یعنی ایک چھوٹی سی متحد اور مضبوط جماعت“^{۱۱}

مذکورہ صحیح احادیث کا خلاصہ درج ذیل ہے:

① جہاد فی سبیل اللہ کا تسلسل اور دوام قیامت تک یعنی دجال کو فتح کر لینے تک باقی رہے گا۔ خلافت اور امامت کبریٰ موجود ہو یا نہ ہو۔

نبی ﷺ کی احادیث میں: [لَنْ يَزَالَ، لَنْ يَبْرَحَ، لَا يَزَالُ، لَا تَزَالُ] جیسے تمام الفاظ ہمیشگی کے معنی کو بیان کرنے کیلئے ہیں۔ واضح ہو کہ ایسے جملے جن میں ہمیشگی کا مفہوم پایا جاتا ہے وہ دو قسم کے ہیں۔ لہذا درمیانی مختصر وقفے ہمیشگی کے منافی نہیں بشرطیکہ مکمل انقطاع اور اختتام نہ ہو۔

② دین حق کے قیام، دوام اور اس کی بقاء کا دار و مدار قتال فی سبیل اللہ پر ہے۔

③ مجاہدین ایک قوی اور متحد جماعت ہونگے، ان کا خلیفہ ہو یا نہ ہو لیکن جماعت و امارت کے تحت زندگی گزارنے والے ہونگے۔

④ بسا اوقات وہ ایک چھوٹی اور متحد جماعت کی صورت میں ہونگے۔

مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

فتح الباری: ۳/ ۲۵۰-۲۵۲

۲ شرح مسلم للنووی: ۲/۱۴۳، ۱۴۴

۳ أبو داؤد مع المعالم: ۳/۳۵۷

۴ سُنَنُ النَّسَائِي: ۲/۱۱۲، رقم الحديث: ۳۵۹۱ و حديث عصاباتان من أمتي.....

كتاب الجهاد: ۲/۵۶

۵ نيل الأوطار: ۸/۵۱

معسكر ابی بصیرؓ:

سیدنا مسور بن مخرمہ اور سیدنا مروان بن حکم رضی اللہ عنہما صلح حدیبیہ کی طویل حدیث میں بیان کرتے ہیں:

[۴۸۳] «ثُمَّ رَجَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَدِينَةِ فَجَاءَهُ أَبُو بَصِيرٍ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ وَهُوَ مُسْلِمٌ - فَأَرْسَلُوا فِي طَلَبِهِ رَجُلَيْنِ - فَقَالُوا: الْعَهْدُ الَّذِي جَعَلْتَ لَنَا - فَدَفَعَهُ إِلَى الرَّجُلَيْنِ - فَخَرَجَا بِهِ حَتَّى بَلَغَا ذَا الْحُلَيْفَةِ فَنَزَلُوا يَأْكُلُونَ مِنْ تَمْرِ لَهُمْ - فَقَالَ أَبُو بَصِيرٍ لِأَحَدِ الرَّجُلَيْنِ وَاللَّهِ إِنِّي لَأَرَى سَيْفَكَ هَذَا يَا فُلَانُ حَيِّدًا - فَاسْتَلَّهُ الْأَخْرَفَقَالَ: أَجَلُ وَاللَّهِ إِنَّهُ لَحَيِّدٌ - لَقَدْ جَرَّبْتُ بِهِ ثُمَّ جَرَّبْتُ - فَقَالَ أَبُو بَصِيرٍ أَرِنِي أَنْظُرَ إِلَيْهِ - فَاْمُكِّنْهُ مِنْهُ فَضْرَبَهُ حَتَّى بَرَدَ وَفَرَّ الْآخَرُ حَتَّى أَتَى الْمَدِينَةَ - فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ يُعْذُو - فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ رَأَاهُ لَقَدْ رَأَى هَذَا دُغْرًا - فَلَمَّا انْتَهَى إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ قُتِلَ وَاللَّهِ صَاحِبِي وَإِنِّي لَمَقْتُولٌ - فَجَاءَ أَبُو بَصِيرٍ فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ قَدْ وَاللَّهِ أَوْفَى اللَّهِ ذِمَّتَكَ - قَدْ رَدَدْتَنِي إِلَيْهِمْ ثُمَّ أَنْجَانِي اللَّهُ مِنْهُمْ - فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيْلَ أُمِّهِ مُسْعَرٌ حَرْبٍ وَلَوْ كَانَ لَهُ أَحَدٌ - فَلَمَّا سَمِعَ ذَلِكَ عَرَفَ أَنََّّهُ سَيْرُهُ إِلَيْهِمْ - فَخَرَجَ حَتَّى أَتَى سَيْفَ الْبَحْرِ وَ يُفْلِتُ مِنْهُمْ أَبُو جَنْدَلُ بْنُ سُهَيْلٍ فَلَحِقَ بِأَبِي بَصِيرٍ - فَجَعَلَ لَا يَخْرُجُ مِنْ قُرَيْشٍ رَجُلٌ قَدْ أَسْلَمَ إِلَّا لَحِقَ بِأَبِي بَصِيرٍ - حَتَّى اجْتَمَعَتْ مِنْهُمْ عَصَابَةٌ - فَوَاللَّهِ مَا يَسْمَعُونَ بِعِيرٍ خَرَجَتْ لِقُرَيْشٍ إِلَى الشَّامِ إِلَّا اغْتَرَضُوا لَهَا فَفَتَلَوْهُمْ وَ أَخَذُوا أَمْوَالَهُمْ - فَأَرْسَلَتْ قُرَيْشٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُنَاشِدُهُ اللَّهَ وَالرَّحِمَ لَمَّا أُرْسِلَ: فَمَنْ أَتَاهُ فَهُوَ آمِنٌ فَأَرْسَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِمْ - فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَ أَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ ۚ بَعْدَ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ۚ وَ كَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ۝﴾

الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيِ مَعْكُوفًا أَنْ يَبْلُغَ مَجَلَّهُ ۖ
وَلَوْ لَا رِجَالٌ مُؤْمِنُونَ وَنِسَاءٌ مُؤْمِنَاتٌ لَمْ تَعْلَمُوهُمْ أَنْ تَطَئُوهُمْ فَتُصِيبَكُمْ مِنْهُمْ
مَعْرَءٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيَدْخُلَ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوا لَعَذَّبْنَا الَّذِينَ كَفَرُوا
مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۖ إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ الْحَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةَ
فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَى وَكَانُوا
أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا ۗ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ﴿٢٤﴾ [الفتح = ۲۴: ۲۶-۲۷] ۱۲

”نبی ﷺ صلح حدیبیہ کی تکمیل کے بعد مدینہ واپس لوٹے تو قریش کا ایک آدمی ابوبصیر بن اسید ثقفی رضی اللہ عنہ مسلمان ہو کر آپ کے پاس حاضر ہو گیا۔ چنانچہ قریش نے اس کی تلاش میں دو آدمی روانہ کئے۔ جنہوں نے مدینہ پہنچ کر آپ سے کہا: عہد صلح کا پاس کیجئے جو خود آپ نے ہمارے ساتھ کیا ہے۔ تو آپ ﷺ نے ابوبصیر رضی اللہ عنہ کو ان کے حوالے کر دیا جو اسے لے کر مکہ کی طرف چل پڑے۔ جب ”ذوالحلیفہ“ کے مقام پر پہنچے تو وہاں ٹھہر کر اپنی کھجوریں کھانے لگے۔ ابوبصیر نے ایک کو کہا: واللہ مجھے یہ تمہاری تلوار نہایت عمدہ نظر آرہی ہے۔ تو اس نے تلوار میان سے کھینچی اور کہنے لگا اللہ کی قسم بلاشبہ یہ بہت عمدہ ہے۔ میں نے بار بار اس کے تجربات کئے ہیں۔ ابوبصیر بولے ذرا دیجئے میں اس کو دیکھ لوں۔ اس نے تلوار ابوبصیر کے حوالے کر دی تو ابوبصیر نے اچانک تلوار مار کر اسے ٹھنڈا کر دیا۔ دوسرا شخص بھاگ نکلا حتیٰ کہ مدینہ آن پہنچا اور ہانپتے ہوئے مسجد نبوی میں داخل ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کو دیکھا تو فرمایا: اس نے یقیناً کوئی خوف دیکھا ہے۔

چنانچہ جب وہ آپ کے قریب پہنچا تو کہنے لگا: واللہ میرا ساتھی قتل ہو چکا ہے اور مجھے بھی مار دیا جائے گا۔ اسی دوران سیدنا ابوبصیر رضی اللہ عنہ بھی آگئے اور عرض کرنے لگے: یا نبی اللہ ﷺ! اللہ کی قسم! اللہ نے آپ کے عہد اور ذمے کو پورا کر دیا ہے کہ آپ نے مجھے ان کی طرف واپس لوٹا دیا، پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے نجات عطا فرمادی ہے۔ یہ سن کر نبی ﷺ نے فرمایا: اس کی ماں کی بربادی ہو اگر اسے کوئی ساتھی مل جائے تو یہ جنگ کی آگ بھڑکانے والا ہے۔ ابوبصیر رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو سمجھ گئے کہ آپ ﷺ دوبارہ اسے کفار کے حوالے کر دیں گے۔ چنانچہ وہ مدینہ سے نکل کر ساحل سمندر پر آ گئے۔

۱۲ صحیح البخاری = کتاب الشروط: باب الشروط فی الجہاد و المصالحة مع أهل الحرب و كتابة الشروط،

ادھر سیدنا ابو جندل بن سہیل رضی اللہ عنہ بھی چھوٹ گئے اور بھاگ کر ابو بصیر سے آئے۔ اب قریش کا جو شخص بھی اسلام لا کر بھاگتا وہ ابو بصیر رضی اللہ عنہ سے آملتا۔ حتیٰ کہ ایسے مسلمانوں کی ایک جماعت اکٹھی ہو گئی۔ پھر واللہ! مجاہدین کی یہ جماعت شام کی طرف آنے جانے والے جس قریشی قافلے کی خبر سنتے تو اس کے ساتھ دو دو ہاتھ کرتے۔ اہل قافلہ کو قتل کرتے اور ان کے اموال پر قبضہ کر لیتے۔ (اس صورت حال سے بے بس ہو کر) قریش مکہ نے نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ اور رشتہ داری کے واسطے دے کر پیغام پہنچایا کہ آپ انہیں اپنے پاس بلا لیں اور اب جو بھی آپ کے پاس آئے گا وہ مامون ہو گا۔ اس کے بعد نبی ﷺ نے پیغام بھیج کر بلوا لیا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

(اے مسلمانو!) وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے تمہیں کافروں پر فتح یاب کرنے کے بعد عین مکہ کی سرحد پر ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیئے اور اللہ تمہارے اعمال کو دیکھنے والا ہے۔ یہ مکہ والے وہی تو ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تمہیں مسجد حرام میں داخل ہونے سے روک دیا اور تمہارے قربانی کے جانوروں کو بھی روک دیا اور وہ اپنے حلال ہونے کی جگہ پر نہ پہنچ سکے۔ اگر (مکہ میں اس وقت) چند مسلمان مرد اور چند مسلمان عورتیں ایسی نہ ہوتیں جن کا تم کو علم نہ تھا کہ تم ان کو بھی (کافروں کے ساتھ) روند ڈالتے، پھر تم کو ان کی طرف سے نادانستہ نقصان پہنچ جاتا۔ (اللہ تعالیٰ نے ان مکہ میں موجود مسلمانوں کا خیال اس لئے رکھا) تاکہ اللہ تعالیٰ ان (چند مسلمان مردوں اور عورتوں) میں سے جس کو چاہے اپنی رحمت میں داخل کر لے۔ اگر یہ چند مسلمان مرد اور عورتیں (الگ ہو جاتے تو ہم (تمہارے ہاتھوں سے) ان کافروں کو دردناک عذاب پہنچاتے۔ (اے نبی! وہ وقت یاد کر) جب ان مکہ کے کافروں نے اپنے دل میں جاہلیت کی ضد کی طرح ضد باندھ لی تو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے تسلی اپنے رسول پر اور مومنوں پر نازل کی۔ اور ان کو پرہیز گاری کی بات پر جمائے رکھا۔ یہی لوگ اس (پرہیز گاری) کے حق دار اور لائق بھی تھے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔“

کفار مکہ کی جاہلانہ عصبیت و حمیت یہ تھی کہ انہوں نے آپ ﷺ کے نبی ہونے کا اقرار نہ کیا اور کمال ڈھٹائی سے ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط﴾ کے کلمات طیبات کو صلح نامہ پر تحریر کرنے سے انکاری ہوئے۔ علاوہ ازیں آپ ﷺ کے اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہو گئے۔

سیدنا خالد بن ولیدؓ کا امارت کی ذمہ داری سنبھالنا:

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

[۴۸۴] «أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي غَزْوَةِ مُوْتَةَ زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنْ قُتِلَ زَيْدٌ فَجَعْفَرٌ وَإِنْ قُتِلَ جَعْفَرٌ فَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَوَاحَةَ. قَالَ عَبْدُ اللَّهِ كُنْتُ فِيهِمْ فِي تِلْكَ الْغَزْوَةِ فَالْتَمَسْنَا جَعْفَرَ بْنَ أَبِي طَالِبٍ فَوَجَدْنَاهُ فِي الْقَتْلِ وَ وَجَدْنَا فِي جَسَدِهِ بَضْعًا وَتِسْعِينَ مِنْ طَعْنَةٍ وَرَمِيَةٍ» ۱۳

”رسول اللہ ﷺ نے غزوہ موّتہ میں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر مقرر فرماتے ہوئے ہدایت فرمائی ”زید اگر شہید ہو جائے تو جعفر رضی اللہ عنہ اور اگر جعفر بھی شہید ہو جائے تو عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ تمہارے امیر ہوں گے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں بھی اس غزوہ میں شریک تھا۔ ہم نے اسی غزوہ میں جعفر رضی اللہ عنہ کو تلاش کرتے ہوئے مقتولین میں پایا اور آپ کے جسم میں نیزوں اور تیروں کے کم از کم ترانوں (۹۳) زخم موجود تھے۔“

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

[۴۸۵] «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَى زَيْدًا وَجَعْفَرًا وَابْنَ رَوَاحَةَ لِلنَّاسِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَهُمْ خَبَرُهُمْ فَقَالَ: أَخَذَ الرَّأْيَةَ زَيْدٌ فَأَصِيبَ - ثُمَّ أَخَذَ جَعْفَرٌ فَأَصِيبَ - ثُمَّ أَخَذَ ابْنُ رَوَاحَةَ فَأَصِيبَ - وَغَيْنَاهُ تَذَرِ فَإِنْ - حَتَّى أَخَذَ الرَّأْيَةَ سَيْفٌ مِّنْ سُيُوفِ اللَّهِ حَتَّى فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ» ۱۴

”بلاشبہ نبی ﷺ نے مدینہ میں لوگوں کو زید بن حارثہ، جعفر اور عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کی موت شہادت کی اطلاع کردی اس سے پہلے کہ ان کی کوئی خبر لوگوں کے پاس پہنچتی۔“ چنانچہ فرمایا:

غزوہ موّتہ میں زید رضی اللہ عنہ نے پرچم تھاما اور شہید ہو گئے، پھر جعفر رضی اللہ عنہ نے پرچم لیا اور شہید ہو گئے، پھر عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے پرچم پکڑا اور وہ بھی شہید کر دیے گئے۔ اسی دوران آپ کی دونوں آنکھیں اشکبار تھیں — حتی کہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے پرچم تھاما اور اللہ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمادی“

۱۳ صحیح البخاری = کتاب المغازی : باب غزوة مؤتة من ارض الشام، الحديث: ۴۰۱۳

۱۴ صحیح البخاری = کتاب المغازی : باب غزوة مؤتة من ارض الشام، الحديث: ۴۰۱۳

ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں:

[۴۸۶] «ثُمَّ أَخَذَهَا خَالِدُ بْنُ وَلِيدٍ مِنْ غَيْرِ إِمْرَةٍ فَفَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ» ۱۵

”بالآخر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے از خود امارت سنبھالی اور پرچم اسلام تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح و نصرت عطا فرمائی (حالانکہ جب انہوں نے پرچم تھا تو ان کو نہ تو پہلے کسی امیر نے پرچم تھمایا تھا اور نہ ہی ان کو کسی نے امارت پر مقرر کیا تھا)۔“

مذکورہ احادیث سے حاصل شدہ احکام و مسائل:

① معاہدین (جن کافروں کے ساتھ صلح کا معاہدہ ہو) کے ساتھ صلح کی شرائط کے مطابق

معاہدہ پورا کرنا شرعاً ضروری ہے۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے ابو جندل، ابوبصیر رضی اللہ عنہما کو قریش کے حوالے کر دیا۔ لیکن تحویل میں دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

[۴۸۷] «إِصْبِرْ وَاحْتَسِبْ فَإِنَّا لَا نَعْدِرُ وَإِنَّ اللَّهَ جَاعِلٌ لَكَ فَرْجًا وَمَخْرَجًا» ۱۶

”صبر کرو اور اللہ سے اجر و ثواب کے طالب رہو۔ پس بلاشبہ ہم دھوکہ نہیں کریں گے اور یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے لئے وسعت و کشادگی اور قید سے رہائی کا راستہ ہموار کر دے گا۔“

اس سے معلوم ہوا کہ خلیفہ اور امام کی سلطنت یعنی دارالاسلام کی حدود سے باہر ان شرائط کا اطلاق نہ ہوگا جو عہد صلح سے ما وراء ہیں۔ اسی بناء پر نبی ﷺ نے ابوبصیر پر نہ تنقید فرمائی اور نہ قصاص اور دیت کا حکم دیا۔ حالانکہ انہوں نے ایک مشرک کو قتل کر دیا تھا۔ ۱۷

② نبی ﷺ نے فرمایا: ”یہ تو جنگ کی آگ بھڑکانے والا ہے، اگر اس کو کوئی ساتھی مل جائے۔“ یہ فرما کر گویا نبی ﷺ مشرکین کے خلاف جنگ و جدال کے دلیرانہ اقدامات پر ابوبصیر کی تعریف و توصیف فرما رہے ہیں۔ اس حدیث میں جماعت بندی کر کے جہاد و قتال کی ترغیب و تلقین اور فرار ہو جانے کا بلیغ اشارہ موجود ہے۔ علاوہ ازیں نو مسلم مہاجرین کو ابوبصیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر اور ”جہادی ونگ“ بنا کر زبردست گوریلا کارروائیاں کرنے کی ہدایت موجود ہے۔ چنانچہ ابوبصیر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے

۱۵ صحیح البخاری = کتاب الجہاد : باب من تَأَمَّرَ فِي الْحَرْبِ مِنْ غَيْرِ إِمْرَةٍ إِذَا خَالَفَ الْعَدُوَّ، الحدیث: ۲۸۹۸

۱۶ فتح الباری شرح صحیح البخاری = کتاب الشُّرُوط : باب الشُّرُوطِ فِي الْجِهَادِ وَالْمَصَالِحَةِ مَعَ أَهْلِ الْحَرْبِ وَ كِتَابَةُ

الشُّرُوطِ مختصر سیرۃ الرسول للشیخ عبد اللہ: ۴۸۱

۱۷ فتح الباری: ۲۷۸/۶ + منتقى الأخبار مع نيل الأوطار: ۴۱/۸

اشارات کے عین مطابق فرار اختیار کیا، ساحل سمندر پر عسکری قوت جمع کی اور مسلمانوں کا ایک جہادی گروپ یعنی متحد و قوی جماعت تیار ہو جانے پر کافروں کے ساتھ جہاد کی منظم تحریک برپا کر دی۔ جس کو نبی ﷺ کی طرف سے خاموشی کی بنا پر مکمل تائید حاصل تھی۔ کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے کسی عمل پر آپ ﷺ کی خاموشی بھی دین کا حصہ ہے۔ جمہور علماء اسلام معاہدہ صلح کے دورانیہ میں خلیفہ اور امیر المومنین کے اقتدار اور سلطنت سے باہر ایسے تمام جہادی اقدامات کو جائز و درست قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ امام خطابی اور حافظ ابن حجر کا یہی موقف ہے۔^{۲۸}

③ خود امام اور خلیفہ بھی ایسے جہادی اقدامات کو وضاحت سے نہیں بلکہ صرف اشارہ اور کنایہ سے ہدایات جاری کر سکتا ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ کے فرمان: ”یہ تو جنگ کی آگ بھڑکانے والا ہے اگر اس کے ساتھ کوئی اور ہو تو“ میں اشارہ موجود ہے۔

◎ امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”كَلِمَةٌ تَعْجِبُ، بِالْمُبَالَغَةِ فِي الْحُرُوبِ، وَ جُودَةٍ مَعَاجَلَتِهَا وَ سُرْعَةِ النُّهُوضِ فِيهَا۔“

”آپ ﷺ کا اس طرح بہادری کی تعریف فرمانا کلمہ تعجب ہے نہ کلمہ مذمت۔ جمہور علماء اسلام کا یہی موقف ہے۔“^{۲۹}

④ حدیث ابی بصیر رضی اللہ عنہ سے وضاحت کے ساتھ ثابت ہوتا ہے کہ ظالم اور مکار مشرک کو (تدبیر اور حیلے بہانے کے ساتھ) قتل کرنا جائز ہے۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ خلیفہ کی سلطنت دارالاسلام کی حدود سے باہر معاہدہ صلح کا اطلاق نہیں ہوتا الا یہ کہ امام اور خلیفہ اطلاق کی تصریح کر دے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلم حکمرانوں میں سے کسی ایک کے معاہدے کی پابندی اور پاسداری دوسروں پر ضروری نہیں۔ الا یہ کہ خلافت اسلامی قائم ہو اور معاہدے کے عام ہونے کی تصریح موجود ہو۔^{۳۰}

⑤ ایک متحدہ اور متفقہ مسلمانوں کی جماعت کے پاس اگرچہ دارالاسلام نہ ہو، نہ ہی خلافت و حکومت ہو اور نہ ہی خلیفۃ المسلمین کی اجازت ہو۔ اس کے باوجود اسلامی فرائض اور

۲۸ معالم السنن للخطابی: ۴/۷۹ + فتح الباری: ۶/۲۷۸

۲۹ معالم السنن للخطابی: ۴/۷۹ + فتح الباری: ۶/۲۷۸

۳۰ فتح الباری: ۶/۲۷۹، ۲۸۰

واجبات کی طرح فریضہ جہاد و قتال کی ادائیگی کے لئے بھی مسلمان مامور ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں ہے: ”یہاں تک کہ انکے پاس ایک مضبوط جماعت اکٹھی ہوگئی۔“ اسی طرح حدیث میں ہے: ”جو بھی قریش کا قافلہ شام کی طرف آتا جاتا دکھائی دیتا اس کو قتل کرتے اس قافلے کے افراد سے مال (غنیمت کے طور پر) چھین لیتے۔“ علاوہ ازیں اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک متفقہ جماعت کا وجود بہر حال لازمی اور ضروری ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ کے الفاظ سے عیاں ہوتا ہے کہ ”اگر اس کے ساتھ کوئی اور ساتھی ہوتا اور یہ جماعت سی بن جاتی تو کیا خوب ہوتا۔“ اسی طرح روایت کے ان الفاظ سے بھی واضح ہو رہا ہے کہ ”یہاں تک کہ ان کی ایک مضبوط جماعت بن گئی۔“

- ⑥ رسول اللہ ﷺ کو معسکر ابی بصیر کی جہادی کارروائیوں کا مکمل علم تھا اور اسی طرح آپ نے اپنی خاموشی کے ساتھ ابوبصیر کی جماعت کی گوریلا کارروائیوں کی تائید و تصدیق فرما کر ان کو مکمل شرعی احکام کا درجہ عطا کیا۔ انکے کسی اقدام پر اعتراض نہیں فرمایا اور نہ کسی مشرک کے قتل کی دیت و قصاص کا حکم جاری کیا۔^۷
- ⑦ ابو بصیر رضی اللہ عنہ کی جماعت کے جہادی اقدامات مشرکین مکہ کے غرور و تکبر اور ان کی اقتصادی و عسکری قوت کو ختم کرنے کا ذریعہ، مسلمانوں پر ان کے وحشیانہ ظلم و ستم کے قلع قمع کا باعث بنے۔ انہوں نے معسکر ابی بصیر رضی اللہ عنہ کی قوت و طاقت کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے معاہدہ صلح کی تیسری غیر منصفانہ شرط کے خاتمے کا مطالبہ کر دیا۔ جس میں درج تھا۔

[۶۸۸] « لَا يَأْتِيَنَّكَ مِنَّا رَجُلٌ وَإِنْ كَانَ عَلَىٰ دِينِكَ إِلَّا رَدَدْتُهُ إِلَيْنَا »^۸

”ہماری طرف سے اگر آپ کے پاس کوئی شخص آئے، اگرچہ وہ آپ کے دین پر ہو، آپ اس کو واپس کریں گے۔“

بعد ازاں انہوں نے خود ہی مدینہ پہنچ جانے والے مکی مسلمانوں کے لئے امن و امان کا اعلان کر دیا۔ نبی ﷺ کو ذات باری تعالیٰ اور قرابتداری کے واسطے دے کر مجاہدین اسلام کے

خوفناک حملوں سے امن حاصل کیا۔ گویا ابو بصیر رضی اللہ عنہ کے گروپ کے مجاہدین کی گوریلا کارروائیوں سے مظلوم مسلمانوں کیلئے تحفظ اور امان کی فضاء قائم ہوئی۔ اسلام کی شان و شوکت کے وہ مقاصد حاصل ہو گئے جو بڑی بڑی خون آشام جنگوں سے بھی حاصل نہ ہو سکے تھے۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

[۴۸۹] ﴿وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَ أَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ﴾ [الفتح=۲۴:۴۸]

”وہی اللہ ہے جس نے تمہارے ہاتھ ان سے اور ان کے ہاتھ تم سے روک دیئے۔“ ۳

⑧ ابو بصیر رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے معلوم ہوا کہ سورۃ الفتح کی مذکورہ بالا آیات میں معسکر ابی بصیر رضی اللہ عنہ کے مجاہدین کی کارروائیوں کے نتائج و ثمرات کا تذکرہ اور بیان ہے۔ جبکہ سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کی صحیح مسلم وغیرہ میں مروی حدیث کے مطابق ان کا سبب نزول مقام حدیبیہ پر قریش کے ایک چھاپہ مار دستے کا مسلمانوں پر حملہ آور ہونا بیان کیا گیا ہے۔ آیات کے اسباب نزول کا ایک سے زیادہ ہونا بھی تو ممکن اور واقعاً موجود ہے۔ لہذا ان احادیث میں موافقت کے لئے دونوں اسباب نزول تسلیم کئے جانے چاہئے۔ ۴

⑨ غزوہ موتہ میں سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ والے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لشکر کے صرف تین امیر مقرر فرمائے تھے۔ جن کی قیادت میں بالترتیب جہاد کرنے کا حکم دیا گیا۔ لیکن تینوں کی شہادت پر مسلمانوں کی ضرورت و حاجت اور دفاع اسلام کے فوری تقاضا کے پیش نظر جہاد جاری رکھنے کے لئے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے از خود منصب امارت سنبھال لیا۔ وہاں تقریباً تین ہزار موجود صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس اقدام سے اتفاق کرتے ہوئے ان کی امارت میں جہاد جاری رکھا اور فتح یاب ہوئے۔ لہذا اضطراری حالت میں جبکہ خلیفہ و امام موجود نہ ہو یا اس سے رابطہ ناممکن ہو تو ایسی صورت میں جو شخص امارت اور ولایت کے لئے متعین ہو گا وہ شرعی امیر ہو گا اور اس کی اطاعت واجب ہو گی۔

اسی طرح جب کسی عورت کا ولی سلطان کے علاوہ کوئی نہ ہو اور سلطان کی اجازت

کا حصول ناممکن ہو تو کوئی بھی مسلمان اس کا ناکح کر سکتا ہے۔ علیٰ هذا القیاس جب جمعہ وعیدین وغیرہ کا امام غیر حاضر ہو تو حاضرین کسی کو بھی امام بنا کر نماز ادا کر لیں۔ امام مالک کا بھی یہی قول ہے۔^{۷۵}

یعنی شرعی فرائض حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد خلیفہ اور امام کی عدم موجودگی میں متروک اور معطل نہ ہونگے۔ اس طرح رسولوں کو بھیجے کا اور شریعتوں کو نازل کرنے کا اصل مقصد ہی فوت ہو جائے گا اور وہ اصل مقصد ”دین اسلام کا قیام اور بقاء“ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان بھی یہ ہے:

[۴۹۰] ﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ [التَّغَابُن = ۱۶:۶۴]

”اللہ سے ڈرو جس قدر ڈر سکتے ہو۔“

ایسا نہ کرنے سے مذکورہ آیت کی خلاف ورزی بھی لازم آئے گی۔ لہذا حسب طاقت اپنے لئے کوئی جہاد کا امیر بنا کر یا اضطراری حالت میں خود امیر بن کر فریضہ جہاد کو جاری رکھنا چاہئے۔ بالکل ایسے جیسے نماز جمعہ وعیدین وغیرہ کو قائم کرنا اور حقوق العباد کی تکمیل شرعاً فرض اور واجب ہے۔^{۷۶}

عہد حاضر میں جبکہ خلافت اسلامیہ ناپید ہے تو مذکورہ آیت، واقعہ خالد اور ان تمام نصوص کی روشنی میں جن میں دینی فرائض کو قائم کرنے کا حکم ہے، جن میں ہر انسان کو فرداً فرداً مسئولیت کا احساس دلایا گیا ہے، ہر مکلف مسلمان پر لازم ہے کہ خلافت اسلامیہ کی عدم موجودگی میں ایک جماعت قائم کرے اور جہاد کو جاری کرے۔ قرآن و سنت کی نصوص سے ثابت شدہ مذکورہ احکام و مسائل کے صحیح اور درست ہونے پر امت مسلمہ کا اتفاق ہے۔^{۷۷}

اضطراری حالت میں از خود امیر متعین ہو جانا بقاء دین، اجتماعی اور اسلامی زندگی کا شرعی تقاضا ہے۔ اسی طرح اختیاری حالات میں خلیفہ کا تقرر لازم ہے اور امارت صغریٰ کا قیام بھی واجبات دینیہ میں شامل ہے۔ اس لئے کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

۷۵ فتح الباری: ۶/۵۲۱ + المنقذ مع المؤطا: ۳/۲۷۰

۷۶ مجموع الفتاوی: ۳۴/۱۷۵، ۱۷۶ + السیاسة الشرعية لابن تيمية: ۲۷-۲۹

۷۷ شرح النووي: ۱/۵۱ + الطُّرُق الحکمیة لابن القیم: ۱۳-۵۱

[۴۹۱] «إِذَا كَانَ ثَلَاثَةٌ فِي سَفَرٍ فَلْيُؤَمِّرُوا أَحَدَهُمْ» قَالَ نَافِعٌ: فَقُلْنَا لِأَبِي سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَأَنْتَ أَمِيرُنَا» ۸

”جب تین آدمی سفر میں ہوں تو اپنے میں سے ایک کو امیر بنالیں۔ نافع کہتے ہیں: چنانچہ ہم نے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ ہمارے امیر ہیں۔“

مزید وضاحت کے لیے درج ذیل حوالہ جات ملاحظہ ہوں: (۱) الأحكام السلطانية لأبي يعلى (۲) الطرق الحكيمة لابن القيم (۳) والسياسة الشرعية لابن تيمية۔

اس مسئلہ کا بہترین حل:

جماعت اور امارت، خلافت اور جہاد کے ابواب میں ذکر کردہ کتاب و سنت کی واضح نصوص، محدثین اور ائمہ کرام کے اقوال کی روشنی میں موجودہ زمانے میں امت کی مشکلات اور مصائب کا ہر ذی شعور اور بالغ النظر شخص کو جو حل نظر آتا ہے اس کا خلاصہ درج ذیل چند کلمات میں ملاحظہ فرمائیں۔

① اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دو ٹوک احکام دیئے ہیں:

[۴۹۲] ﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا﴾ [آل عمران=۱۰۳:۳]

”اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور فرقہ فرقہ مت بنو۔“

[۴۹۳] ﴿اقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا﴾ [الشورى=۱۳:۴۲]

”دین کو قائم کرو اور گروہ درگروہ نہ بنو۔“

ان احکام کی بناء پر مسلمانوں کو چاہئے کہ کتاب و سنت کو مضبوطی سے تھامیں اور متحد و متفق ہو کر جماعت کا نظم قائم کریں۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۴۹۴] ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾ [النساء=۴:۵۹]

”اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، رسول کی اطاعت کرو اور اپنے امیر کی اطاعت کرو۔“

اس کے علاوہ بہت زیادہ احادیث ہیں جن میں امیر کی اطاعت کرنا اور بات سننا فرض قرار

دیا گیا ہے۔ اسی طرح شوریٰ طریقے سے امیر کا تقرر بھی مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔
 (۲) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”اللہ تعالیٰ سے اس قدر ڈرو جس قدر ڈرنے کی طاقت ہے۔“ [التَّعَابُثُ = ۱۶:۶۴]

لہذا حسب استطاعت خلیفۃ المسلمین کی عدم موجودگی میں مسلمانوں کو چھوٹی امارت ہی قائم کر کے سمع و طاعت کی زندگی بسر کرنی چاہئے اور فرقہ پرستی کے بغیر اسلامی زندگی کو اپنانا چاہئے۔ تاکہ ہم جاہلیت کی موت مرنے کی بجائے جہادی زندگی گزارتے ہوئے اسلامی موت سے ہمکنار ہوں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۴۹۵] ﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَانَهُمْ بُنْيَانٌ مَرْصُورٌ﴾

[الصَّف = ۴:۶۱]

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں ایسے قتال کرتے ہیں جیسے وہ چونا گچ کی ہوئی دیواریں ہیں۔“

نیز نبی ﷺ نے سیدنا ابو موسیٰ اشعری اور سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کو یمن روانہ کرتے نصیحت فرمائی:

[۴۹۶] «تَطَاوَعًا وَلَا تَخْتَلَفًا» ۷۹

”ایک دوسرے سے باہم صلاح مشورے سے زندگی گزارنا ایک دوسرے سے اختلاف کر کے زندگی نہ گزارنا۔“

اجتماعی زندگی ایسے ہو جیسے حدیث میں آتا ہے:

[۴۹۷] «إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ كَجَسَدٍ وَاحِدٍ» ۸۰

”بے شک مومن ایسے ہیں جیسے ایک جسم۔“

لہذا ہمیں چاہئے کہ اس حدیث کا مصداق بن کر منافقت اور جاہلیت کی موت سے محفوظ رہیں۔ تاکہ ”فتح دجال“ کا جہادی ہدف حاصل کر سکیں۔

(۳) علماء امت بھی اللہ تعالیٰ کے قرآنی حکم ﴿وَأُولَى الْأَمْرِ﴾ میں داخل ہیں اور طائفہ منصورہ کا صحیح مصداق ہیں۔ خلافت اسلامیہ کی عدم موجودگی میں اہل حل و عقد اور ارکان شوریٰ

۷۹ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۳۷۱

۸۰ صحیح البخاری = کتاب الأدب: باب رحمة الناس والبہائم، الحدیث: ۵۶۶۵ + صحیح مسلم = کتاب البر والصلة

والآداب: باب تراحم المؤمنین و تعاضدھم، الحدیث: ۲۵۸۶

Free downloading facility of Videos, Audios & Books for DAWAH purpose only, From Islamic Research Centre Rawalpindi

ہیں۔ لہذا وہ اپنے فرائض منصبی کا خیال کرتے ہوئے جماعتی زندگی کو قائم کرنے اور جہاد کو جاری کرنے کے لئے امت مسلمہ کی قیادت کی باگ ڈور سنبھالیں۔ ورنہ روز حشر میں وہی سب سے بڑے مجرم ہونگے۔^{۵۱}

﴿۴۹۸﴾ فرمان باری تعالیٰ ہے:

[۴۹۸] ﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ﴾ [النساء: ۵۹: ۴]

”اگر تم کسی معاملے میں اختلاف کرو تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو۔“

اس آیت کے بموجب امت کی اس عظیم مشکل اور پریشانی کا حل کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے حاملین کے ذمے ہے۔

کتاب و سنت کے حامل اور داعی علماء ہی دانشوران ملت اسلامیہ اور پوری امت کی عالمی مجلس شوریٰ ہیں۔ یہی انبیاء کا ورثہ اور خلافت اسلامیہ کی مشاورت کی اساس ہیں۔

[۴۹۹] ”وَكَانَ الْقُرَاءُ أَصْحَابَ الْمَجَالِسِ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَ مُشَاوَرَتِهِ كُھُولًا كَانُوا أَوْ شُبَّانًا“^{۵۲}

”علماء اسلام ہی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی مجالس کے ارکان اور اہل شوریٰ تھے وہ بوڑھے تھے یا جوان۔“
بنابریں امام محمد بن حسن، امام الحرمین الجوبنی، امام مسلم اور امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ نے تحریر فرمایا ہے کہ جب خلافت اسلامیہ موجود نہ ہو تو تمام شہروں اور دیہاتوں کے رہنے والے اہل اسلام پر جماعت و امارت کا قیام اور نظام جماعت کے تحت شرعی فرائض کی ادائیگی لازم ہوگی۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

”اللہ تعالیٰ سے اس قدر ڈرو جس قدر ڈرنے کی طاقت ہے۔“ [التغابن: ۶۴: ۱۶]

اسی طرح امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی خلفاء اور امراء کے ساتھ ہی مخصوص نہیں بلکہ یہ تمام افراد کی شرعی ذمہ داری ہے۔ اسی بنا پر صحابہ، تابعین اور تبع تابعین (قرون ثلاثہ) میں امت کے افراد بالخصوص علماء کرام خلیفہ اور امام نہ ہونے کی صورت میں اور خلافت خلیفہ کی طرف سے ذمہ داری نہ لگنے کے باوجود یہ فریضہ سرانجام دیتے رہتے تھے اور اس پر امت کا اجماع قائم ہے۔^{۵۳}

^{۵۱} القرطبی: ۵/ ۱۶۹، ۱۷۰ + تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۵۶۷، ۵۶۸ + مجموع الفتاوی: ۲۸/ ۳۸۸

^{۵۲} صحیح البخاری = کتاب التفسیر / تفسیر سورة الأعراف: باب قول الله تعالى: ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ﴾ [الأعراف: ۱۹۹: ۷]، الحدیث: ۴۳۶۶

^{۵۳} شرح النووی: ۱/ ۵۱ + السیر الکبیر لامام محمد: ۱/ ۱۷۶ + مجموع الفتاوی لابن تیمیہ: ۲۸/ ۳۹۱، ۳۹۰ + الحسبة

۵ غزوہ موتہ میں تین ہزار مجاہدین کو بلا امیر نہیں چھوڑا گیا، نہ جہاد معطل ہوا، نہ امامت کبریٰ (یعنی مدینہ منورہ سے رسول اللہ ﷺ) کی طرف سے حصول اجازت کا انتظار کیا گیا۔ عہد حاضر میں پوری دنیا کے کفار و مشرکین بالخصوص یہود و نصاریٰ نے بلاد اسلامیہ کا محاصرہ کر رکھا ہے اور مسلمانوں کو سیاسی، اقتصادی اور عسکری غلامی کا طوق پہنا رکھا ہے۔ گویا علی الاعلان جنگ و قتال کی فضاء قائم ہے اور جنگ برپا ہے۔ اس صورت حال میں کروڑوں مسلمانوں کی مشکلات کا ایک ہی حل ہے کہ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سنت اور اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم پر عمل پیرا ہو کر قریہ قریہ، شہر شہر، ہر چوٹی اور محاذ پر امراء مقرر کر کے جاری جہاد کو ہم آغوش انجام کر ڈالیں۔ جن محاذوں پر امراء جہاد متعین ہو چکے ہیں اور ان کی جماعتیں جہاد میں مشغول ہیں ان کی مکمل نصرت و حمایت کی جائے۔ تاکہ اللہ کی طرف سے فتح و کامرانی سے ہمکنار ہو کر مشکلات اور پریشانیوں سے نجات حاصل کریں۔

۶ پوری دنیا کے محاذوں پر جہاد کے میدانوں میں مصروف امراء کے مابین وسیع تر رابطہ و اتحاد قائم کر کے ایک متحدہ جمعیت الجہاد الاسلامی العالمی کی تشکیل ممکن بنائی جائے۔ تاکہ اس متحد و منظم قوت سے کفار و مشرکین کے بڑھتے ہوئے ظالم ہاتھوں کو روکا جائے، ان کے ظلم و ستم کی طاقت کو زائل کر کے اللہ کے کلمے کو بلند کیا جائے، نظام عدل قائم کیا جائے اور دین اسلام کو غالب کیا جاسکے، جن سب کا راستہ یقیناً صرف جہاد ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

[۵۰۰] ﴿فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ [النساء: ۷۴: ۸]

”اللہ کی راہ میں جہاد و قتال کرو۔“

[۵۰۱] ﴿عَسَى اللَّهُ أَنْ يَكْفِ بِأَسِ الَّذِينَ كَفَرُوا ط﴾ [النساء: ۷۴: ۸۴]

”اسی (جہاد) سے اللہ تعالیٰ کفار کی قوت کو پھل ڈالے گا۔“ (ان شاء اللہ)

بشرطیکہ ہم اللہ تعالیٰ کے عہد اور اس کی وصیت پر کاربند رہیں۔

[۵۰۲] ﴿فَلَا تَهِنُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلَامِ﴾ [محمدؐ = ۴۷: ۳۵]

”نہ سست پڑو اور نہ صلح کی طرف بلاؤ۔“

اس پر قائم رہتے ہوئے کفار عالم کے سامنے ایمانی قوت کا مظاہرہ کریں۔ نہ کہ کاسئہ فقیری تھا مے عجز و انکسار کے مجسمے بن کر دشمنان حق سے صلح جوئی کی راہیں ہموار کریں۔ تا آنکہ اللہ نے اپنے بندوں سے جو تین وعدے کئے ان کا ثمر بار نتیجہ برآمد ہو سکے۔ وہ تین وعدے درج ذیل ہیں:

[۵۰۳] ﴿وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ﴾ [سورۃ محمد = ۴۷: ۳۵] ”اور تم ہی بلند ہو۔“

[۵۰۴] ﴿وَاللَّهُ مَعَكُمْ﴾ [سورۃ محمد = ۴۷: ۳۵] ”اللہ تمہارے ساتھ ہے۔“

[۵۰۵] ﴿وَلَنْ يَتَرَكَمُ أَعْمَالُكُمْ﴾ [سورۃ محمد = ۴۷: ۳۵] ”تمہارے اعمال میں وہ کمی نہیں کرے گا۔“

ان کے نتیجہ میں دین اسلام تمام ادیان پر غالب آ جائے گا جو اس کا فطری تقاضا اور حق ہے۔

((..... ❀❀❀❀❀.....))

باب: ۸

جہاد کی تعلیم اور ٹریننگ

”اعداد“ کا لغوی معنی:

اعداد کا لغوی معنی ثلاثی مجرد میں ”الْعَدُّ“ یعنی ”شمار کرنا“ ہے۔ ثلاثی مزید فیہ کے ابواب میں تین معانی ہیں۔

۱. اَعَدَّہ یعنی اس نے اس کو مہیا کیا۔

۲. ”عَدَّہ“ (جَعَلَهُ عُدَّةً لِلدَّهْرِ) اس نے اسے وقت اور موقعہ کے لئے تیار کیا۔

۳. اِسْتَعَدَّ لَهُ (اس کے لئے آمادہ اور تیار ہو گیا)۔^۱

شرعی معنی:

”اِعْدَادُ الْجِهَادِ“ کا شرعی مفہوم یہ ہے کہ جہاد کے لئے ہر طرح کی ضروری قوت جمع کی جائے، اسباب اور آلات جنگ مہیا کئے جائیں اور فنون حرب مثلاً نشانہ بازی، تیر اندازی، دوڑ اور تیراکی وغیرہ کی ٹریننگ حاصل کی جائے۔

جہاد کی ٹریننگ کے متعلق شریعت کا حکم:

جہاد کی ٹریننگ حاصل کرنا اور احکام سیکھنا، ہر عاقل، بالغ، مکلف مسلمان مرد پر (معذور افراد کے علاوہ) فرض عین ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی روشنی میں:

﴿وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ.....﴾ [الأنفال=۸: ۶۰]

”اور تم ان (کفار) کے لئے ہر ممکن قوت تیار رکھو.....“

نیز رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کی روشنی میں:

﴿لَكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ﴾^۲

”لیکن جہاد اور اس کی نیت فرض ہے۔“

۱. القاموس المحيط: ۱/۳۲۴

۲. تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ الْمَسْلُوبُ: ۵۹

۵۰۸] « مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَغْزُ وَلَمْ يُحَدِّثْ بِهِ نَفْسَهُ مَاتَ عَلَى شُعْبَةٍ مِنْ نِفَاقٍ - » ۳

”جو اس حال میں مر گیا کہ نہ اس نے جہاد کیا، نہ جہاد کی نیت کی وہ منافقت کے ایک شعبے پر مرا۔“ ۴

۵۰۹] « تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَالْقُرْآنَ وَ عَلِّمُوْهَا النَّاسَ فَإِنِّي مَقْبُوضٌ » ۵

”دینی فرائض اور قرآن کی تعلیم حاصل کرو اور دوسرے لوگوں کو سکھاؤ، بلاشبہ میں دنیا سے جانے ہی والا ہوں۔“

۵۱۰] « اِرْمُوا بَنِي إِسْمَاعِيلَ فَإِنَّ أَبَاكُمْ كَانَ رَامِيًا » ۶

”اے بنی اسماعیل! تیر اندازی کیا کرو۔ تمہارے باپ جناب اسماعیل علیہ السلام بھی تیرا نواز تھے۔“

۵۱۱] « لِيُبْلَغَ الشَّاهِدُ الْغَائِبِ » ۷

”یہ باتیں حاضر شخص غائب کو پہنچا دے۔“

۵۱۲] « بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً » ۸

”میری طرف سے دین پہنچا دو، اگرچہ ایک آیت ہی ہو۔“

وفد عبد قیس کو آپ ﷺ نے الوداع کرتے ہوئے فرمایا:

۵۱۳] « اِحْفَظُوْهُ وَاخْبِرُوْهُ مِنْ وَرَائِكُمْ » ۹

۳ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۸۷

۴ لہذا جہاد کا پختہ ارادہ نہ رکھنے والا منافقت کے ایک شعبے پر مرتا ہے۔ جہاد کا پختہ ارادہ اور نیت بغیر ٹریننگ اور تیاری کے ناممکن ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ذی شان ہے: ﴿ وَلَوْ أَرَادُوا الْخُرُوجَ لَأَعَدُّوا لَهُ عُدَّةً ﴾ [التوبة: ۹=۶۴] ”اگر وہ جہاد کا ارادہ رکھتے تو اس کے لئے تیاری کرتے۔“ (ابوعمار ابن عبد الجبار)

۵ سنن الترمذی = أبواب الفرائض : باب ما جاء في تعليم الفرائض + مستدرک حاکم = کتاب الفرائض : باب تعلموا

الفرائض و علموها الناس، یہ حدیث صحیح ہے۔ اس کو امام حاکم رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے المستدرک علی الصحیحین

۴: ۳۳۳، المطبوعة دارالكتاب العربي، بيروت لبنان

۶ صحیح البخاری = کتاب الجہاد : باب التحريض علی الرمي، الحديث: ۲۷۴۳۔

۷ صحیح البخاری = کتاب العلم : باب لبيلغ العلم الشاهد الغائب، الحديث: ۱۰۴ + صحیح مسلم = کتاب الحج : باب

تحريم مكة و صيدها و خلاها و شجرها و لقطتها، الحديث: ۱۳۵۴

۸ صحیح البخاری = کتاب الأنبياء : باب ما ذكر عن بني اسرائيل، الحديث: ۳۲۷۴

۹ صحیح البخاری = کتاب العلم : باب تحريض النبي صلى الله عليه وسلم وفد عبد القيس على أن يحفظوا الإيمان و

العلم، الحديث: ۸۷ + صحیح مسلم = کتاب الإيمان : باب الأمر بالإيمان بالله تعالى و رسوله صلى الله عليه وسلم و

شرايع الدين ، الحديث: ۱۷

”یہ علم محفوظ کر لو اور ان تک پہنچا دو جو تمہارے پیچھے گھروں میں رہ گئے ہیں۔“ ﷺ

فنون حرب و ضرب کا سیکھنا بھی وراثتِ انبیاء ہے

قرآن مجید سے دلائل:

[۵۱۴] ﴿وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوسٍ لَّكُمْ لِنُحِصَنَكُمْ مِّنْ بِأْسِ كُمْ ۖ فَهَلْ أَنتُمْ شَاكِرُونَ﴾

[الأنبياء=۸۰:۲۱]

”اور ہم نے اس (داؤد علیہ السلام) کو تمہارے لئے خاص قسم کے لباس (یعنی زرہیں) کی صنعت سکھائی تاکہ جنگ میں تمہاری حفاظت کرے۔ پس کیا تم شکر ادا کرنے والے ہو؟“

[۵۱۵] ﴿وَالنَّارُ لَهُ الْخَالِدَةُ ۖ إِنِ اعْمَلْ سَبِيغًا وَ قَدَّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوا

صَالِحًا ۖ إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۖ وَلَسَلِيمَنَ الرِّيحُ غَدُوًّا شَهْرًا وَ رَوَّاحَهَا شَهْرًا ۖ

وَأَسَلْنَا لَهُ عَيْنَ الْقِطْرِ ۖ وَ مِنَ الْجِنَّ مَن يَعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِإِذْنِ رَبِّهِ ۖ وَ مَن يَزِغْ مِنْهُمْ

عَنْ أَمْرِنَا نَذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيرِ ۖ يَعْمَلُونَ لَهُ مَا يَشَاءُ مِنْ مَّحَارِبٍ وَ تَمَاثِيلَ وَ

جِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَ قُدُورٍ رَّسِيَّتٍ ۖ اعْمَلُوا أَلْ دَاوُدَ شُكْرًا ۖ وَ قَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ

الشَّاكِرِينَ﴾ [السَّابَأ=۳۴:۱۰-۱۳]

”اور ہم نے داؤد علیہ السلام کے لئے لوہے کو نرم کر دیا اور حکم دیا کہ پوری پوری زرہیں تیار کرو اور

کڑیاں جوڑنے میں اندازہ رکھو اور عمل صالح کرتے رہو۔ یقیناً میں تمہارے سب اعمال کو

دیکھ رہا ہوں۔ اور سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا۔ اس کی صبح کی منزل ایک ماہ کی ہوتی

اور شام کی منزل ایک ماہ کی ہوتی (یعنی صبح سے زوال تک ایک ماہ کے برابر سفر کر جاتی و

بالعکس)۔ ہم نے اس کیلئے پگلے ہوئے تانبے کے چشمے بہا دیئے۔ جنوں میں بعض ایسے

تھے جو اللہ کے حکم سے اس کے سامنے کام کرتے تھے۔ جو کوئی اس سے پھرے یا بغاوت

کرے گا ہم اس کو آگ کا عذاب چکھائیں گے۔ اور سلیمان علیہ السلام کے لئے جنات بڑے

بڑے قلعے، تصاویر، حوضوں جیسے بڑے بڑے ٹب اور مضبوط جمی ہونئیں دیکیں تیار کرتے

۱۔ ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ دین کا علم سیکھنا اور سکھانا ہر مسلمان پر لازمی ہے۔ جہاد بھی اللہ اور رسول پر ایمان لانے کے

بعد اسلام کا اہم ترین رکن ہے۔ لہذا جہاد سیکھنا بھی لازم اور فرض ہے۔ جہاد سیکھنے سے مراد ہے کہ جہاد کے احکام و مسائل

سیکھنا اور جہاد کی فلاحی اور جنگی حالتوں میں (الوجہ بالوجہ)

تھے۔ اے آل داؤد! اللہ کا شکر ادا کرو اور میرے بہت تھوڑے بندے شکر گزار ہیں۔“

اللہ تعالیٰ داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام اور انکی تمام آل و اولاد کو فنون حرب اور آلات حرب کی تعلیم اور صنعت کے حصول پر اللہ کا شکر ادا کرنے کا حکم دے رہے ہیں۔ کیونکہ مذکورہ علوم و فنون جہاد فی سبیل اللہ کے لئے اعلیٰ ترین وسائل ہیں۔

[۵۱۶] ﴿مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ.....﴾

[الفتح = ۴۸: ۲۹]

”محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں (صحابہ کرام) وہ کفار پر بڑے سخت اور باہم رحمہل ہیں۔“

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام فنون حرب کے ماہر اور دشمنان حق پر سخت ہاتھ ڈالنے والے تھے۔ کیونکہ جنگی ہتھیاروں سے ناواقف، بزدل، گھر بیٹھ رہنے والے انسان کبھی طاقت و قوت اور شجاعت و بہادری کے بلند اوصاف سے موصوف نہیں کئے جاسکتے۔

[۵۱۷] ﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ

النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنْفَعٌ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مَنْ

يُضِرُّهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ ۚ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝﴾ [الحديد = ۵۷: ۲۵]

”ہم تو اپنے رسولوں کو واضح دلائل دے کر بھیج چکے ہیں اور انکے ساتھ توراۃ، انجیل اور قرآن وغیرہ کتب اور میزان عدل بھی اتارے تاکہ لوگ انصاف قائم رکھیں۔ اور ہم نے لوہا اتارا جس میں لڑائی کا مضبوط سامان اور لوگوں کے لئے دیگر منافع ہیں۔ تاکہ اللہ ظاہر کر دے کہ اس کی اور اس کے رسولوں کی بن دیکھے کون مدد کرتا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا قوت والا اور غالب ہے۔“

رسول اللہ ﷺ کے بارے آتا ہے:

[۵۱۸] ﴿وَمَا بَقِيَ يَجْعَلُهُ فِي الْكِرَاعِ وَالسَّلَاحِ عُذَّةً فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ﴾ ۱۱

”رسول اللہ ﷺ یہود بنی نضیر سے حاصل ہونے والے مال فنی جو آپ کا مخصوص حق تھا، سے ایک سال کا فقہ برائے اہل و عیال بچا کر (بقایا تمام مال جہادی ساز و سامان،

گھوڑوں اور اسلحہ کے لئے وقف کر دیتے تھے۔“

مندرجہ بالا آیات سے حاصل شدہ چند فوائد:

① (جنگی لباس اور دیگر آلات جنگ کی صنعت) علوم نبوت میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ اس علم کی عطا و بخشش کی وجہ سے اپنے بندوں پر شکر گزاری کو واجب قرار دیتے ہیں اور فرما رہے ہیں:

”کیا تم شکر کرنے والے نہیں ہو۔“ [الانبیاء: ۷۱: ۸۰]

② آلات جنگ کی صنعت اور فنون حربیہ کی تعلیم جناب داؤد علیہ السلام اور جناب سلیمان علیہ السلام جیسے ممتاز انبیاء کو عطا فرمائی گئی۔ اس لئے کہ وہ نبوت کے ساتھ ساتھ ملوکیت اور خلافت کی نعمتوں سے بھی سرفراز کئے گئے۔ کیونکہ اللہ کے اصولوں کے مطابق یہ نعمتیں جہاد کے توسط سے حاصل ہوتی ہیں اور اسی کی بدولت قائم و دائم رہتی ہیں۔

③ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے امتیازی اوصاف میں سے ایک وصف یہ ہے کہ وہ کافروں پر سخت ہیں، آپس میں رحم رکھتے ہیں۔ لہذا ایک مکمل، صالح اور اسلامی معاشرے کا قیام اس طرح ممکن ہے کہ کافروں کے ساتھ جہاد کے لئے شدت و قوت تیار کی جائے، آپس میں اخوت و رحمت جیسی خوبیاں پیدا کی جائیں۔

④ رسولوں اور کتابوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعلیمات کے تحفظ و بقاء کی خاطر میزان عدل یعنی انصاف کا ترازو قائم کیا، اس کے ساتھ لوہا اور زبردست سامان جنگ بھی نازل فرمایا۔ تاکہ عدل کے ترازو سے کتب الہیہ کی تفسیر و وضاحت ہو اور لوہے کی جہادی قوت سے دین الہی کی حفاظت اور بقاء کا سامان پیدا ہو۔

⑤ لوہے کا اتارنا اللہ کے رسولوں کے اصحاب و انصار کے لئے امتحان بھی ہے کہ وہ اس کے استعمال سے اللہ اور اس کے رسولوں کی نصرت کا کیا حق ادا کرتے ہیں؟ وگرنہ اللہ تعالیٰ تو طاقت ور اور غالب ہے۔ ۱۲

نشانہ بازی اور گھڑ سواری کے فضائل و مسائل :

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۵۱۹] ﴿وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِنْ دُونِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُونَهُمُ ۚ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ ۗ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَظْلَمُونَ ۝﴾ [الأنفال=۸:۶۰]

”اے مسلمانو! کافروں کے مقابلے کے لئے حسب استطاعت طاقت و قوت تیار رکھو اور گھوڑے باندھے رکھو۔ اس کے ساتھ تم اللہ تعالیٰ کے دشمن کو اور اپنے دشمن کو اور ان کے علاوہ ان دوسرے دشمنوں کو جن کو تم نہیں جانتے، اللہ تعالیٰ جانتا ہے، ڈرائے رکھو گے اور جو کچھ تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے اس کا تمہیں پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور تمہارے حق میں کوئی ظلم و زیادتی نہ ہوگی۔“

مذکورہ بالا آیت سے پہلے والی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

”کفار یہ گمان ہر گز نہ کریں کہ وہ ہمارے قابو سے نکل گئے۔ وہ ہمیں کبھی عاجز نہیں کر سکیں

گے۔“ [الأنفال=۸:۵۹]

یعنی وہ ہمارے قبضہ و اقتدار اور قدرت کے تحت ہیں۔ پھر اہل اسلام کو ان کے ساتھ جنگ و قتال کے لئے ہر ممکن قوت و طاقت اور ہر طرح کے جنگی وسائل و آلات مہیا رکھنے کا حکم دیا۔ تاکہ جہاد کے ذریعے دین حق کی دعوت و تبلیغ کا راستہ ہموار رکھا جائے اور کفار و مشرکین کے شر و فساد سے روئے زمین کو پاک صاف کر کے خلافت اسلامیہ کا اصل ہدف ”قیام عدل“ پورا کر لیا جائے۔

احادیث رسول سے دلائل:

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

[۵۲۰] ﴿وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ ۖ أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمَىٰ أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمَىٰ ۖ أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمَىٰ ۖ﴾

۳۔ صحیح مسلم = کتاب الإمارة : باب فضل الرمي والحيت عليه وذم من علمه ثم نسيه ، الحديث: ۱۹۱۸ اس حدیث کو امام

ترمذی رحمہ اللہ اور امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔

” (کفار کے ساتھ مقابلہ کے لئے ہر ممکن قوت مہیا رکھو) پھر فرمایا: سن لو کہ قوت رمی ہے،

قوت رمی ہے، قوت رمی ہے۔“

رَمَى يَرْمِي رَمِيًّا کا معنی ”تیر اندازی کرنا“ ہے۔

◎ امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”الرَّمَى بِالسَّهَامِ“ تیر اندازی کرنے، نشانہ بازی کرنے، گھڑ سواری کے مقابلہ کرانے، اسلحہ کے استعمال کے دیگر تمام طریقوں کے فضائل بیان کرنے اور ان کی ترغیب دلانے سے مقصود یہ ہے کہ مسلمانوں کو ہمیشہ تیار رکھا جائے تاکہ وہ جنگی مہارت کی مشقوں سے جہاد کے اہداف اور مقاصد حاصل کر سکیں۔^{۱۴}

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

[۵۲۱] «سَتُنْتَحِ عَلَيْكُمْ أَرْضُونَ وَيَكْفِيكُمْ اللَّهُ فَلَا يَعْجِزُ أَحَدُكُمْ أَنْ يُلْهَوْ بِأَسْهُمِهِ»^{۱۵}

”بہت سی سرزمینیں تمہارے لئے فتح کر دی جائیں گی اور اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کافی ہو جائے گا۔ لہذا تم میں سے کوئی شخص بھی جہاد کے لئے اتنی تیاری سے بھی عاجز نہ آجائے کہ وہ اپنے تیروں کو چھوڑ بیٹھے (یعنی مشق کرتا رہے)۔“

[۵۲۲] «وَقِيلَ لِعُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ: تَخْتَلِفُ بَيْنَ هَذَيْنِ الْغَرَضَيْنِ وَأَنْتَ كَبِيرٌ يَشُقُّ عَلَيْكَ فَقَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: لَوْ لَا كَلَامٌ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لَمْ أُعَانِيهِ أَنَّهُ قَالَ: مَنْ عِلِمَ الرَّمَى ثُمَّ تَرَكَهُ فَلَيْسَ مِنَّا أَوْ قَدْ عَصَى»^{۱۶}

”صحابی رسول اللہ ﷺ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپ بھاری بدن کے ساتھ ان دو نشانوں کے درمیان آتے جاتے ہیں جو آپ کے لئے نہایت دشوار اور مشکل ہے۔ تو انہوں نے فرمایا: اگر میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک بات نہ سنی ہوتی تو یہ مشقت نہ اٹھاتا۔ آپؐ نے فرمایا: جو شخص تیر اندازی کا فن سیکھ کر اس پر مشق کرنا چھوڑ دے وہ ہم سے نہیں ہے یا آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ ہمارا نافرمان ہے۔“

امام بخاری رحمہ اللہ سورۃ انفال کی آیت: [۵۲۳] ﴿وَاعِدُوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ.....﴾ پر

^{۱۴} شرح النووی: ۱۴۳/۲

^{۱۵} صحیح مسلم = کتاب الإمارة: باب فضل الرَّمَى والْحِثِّ عَلَيْهِ وَذَمُّ مَنْ عِلِمَهُ ثُمَّ نَسِيَهُ، الحديث: ۱۹۱۸۔ اس حدیث کو

امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔

^{۱۶} صحیح مسلم = کتاب الإمارة: باب فضل الرَّمَى والْحِثِّ عَلَيْهِ وَذَمُّ مَنْ عِلِمَهُ ثُمَّ نَسِيَهُ، الحديث: ۱۹۱۹۔

درج ذیل عنوان قائم کرتے ہیں: ”بَابُ التَّحْرِیْضِ عَلَی الرَّمِی“ (تیری اندازی پر رغبت دلانا) اس ضمن میں مندرجہ ذیل حدیث سے تیر اندازی کی دینی اہمیت پر استدلال کرتے ہیں:

سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۵۲۴] « مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى نَفَرٍ مِّنْ أَسْلَمَ يَتَتَضَلُّونَ - فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اِرْمُوا بَنِي إِسْمَاعِيلَ فَإِنَّ أَبَاكُمْ كَانَ رَامِيًا ، اِرْمُوا وَاَنَا مَعَ بَنِي فَلَانٍ - قَالَ فَأَمْسَكَ أَحَدُ الْفَرِيعَيْنِ بِإِدْيِهِمْ - فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَكُمْ لَا تَرْمُونَ ؟ قَالُوا : كَيْفَ نَرْمِي وَ أَنْتَ مَعَهُمْ - فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اِرْمُوا فَأَنَا مَعَكُمْ كُلِّكُمْ » ۱

”رسول اللہ ﷺ قبیلہ بنی اسلم کے ایک گروہ کے قریب سے گزرے جو تیر اندازی کا مقابلہ کر رہا تھا تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے اولاد اسماعیل! تیر اندازی کرتے رہو۔ کیونکہ تمہارا باپ اسماعیل علیہ السلام بھی ایک تیر انداز تھے اور میں بنی فلاں کے ساتھ ہوں۔ اس پر ایک فریق نے اپنے ہاتھ روک لئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم تیر اندازی کیوں نہیں کر رہے؟ وہ بولے ہم کیسے تیر اندازی کریں جبکہ آپ ان کے ساتھ ہو گئے ہیں جس پر نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: چلو تیر اندازی کرو میں تم سب کے ساتھ ہوں۔“

◎ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

امام ابو داؤد رحمہ اللہ اور ابن حبان رحمہ اللہ نے ایک دوسری سند سے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کا فرمان ذکر کیا ہے کہ ”اللہ تعالیٰ ایک تیر کی وجہ سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرما دیتا ہے۔“ (اس حدیث کی تخریج مسلسل نمبر: ۵۱۸ پر آرہی ہے۔)

۱ اس کے بنانے والے کو جو اس کے بنانے میں اجر کا طلبگار ہو۔

۲ تیر پھینکنے والے کو۔

۳ ترکش سے پکڑانے والے کو۔

◎ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

آپ ﷺ نے قوت کی تفسیر ”الرَّمِی“ کے ساتھ اس لئے فرمائی ہے کہ تیری اندازی دشمن

کو شکست دینے کا نہایت آسان اور مضبوط ترین طریقہ ہے۔ حالانکہ دیگر تمام قسم کے جنگی آلات بھی قوت و طاقت میں شامل ہیں۔^{۱۸}

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۵۲۵] « بَيْنَا الْحَبَشَةُ يَلْعَبُونَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَرَابِهِمْ فِي الْمَسْجِدِ دَخَلَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَأَهْوَى إِلَى الْحَصَى فَحَصَبَهُمْ بِهَا فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعُهُمْ يَا عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ! »^{۱۹}

”اہل حبشہ نبی ﷺ کے پاس مسجد میں اپنے جنگی آلات اور ڈھالوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ داخل ہوئے اور زمین سے کنگرا اٹھا کر ان پر پھینک دیئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں:

[۵۲۶] « وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتُرُنِي بِرِدَائِهِ أَنْظُرُ إِلَى لَعِبِهِمْ »^{۲۰}

”رسول اللہ ﷺ مجھے اپنی چادر کے ساتھ ڈھانپے ہوئے تھے اور میں اہل حبشہ کی جنگی مشقوں کو دیکھ رہی تھی۔“

یہی روایت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان الفاظ میں بھی مروی ہے:

[۵۲۷] « وَكَانَ يَوْمَ عِيدٍ يَلْعَبُ السُّودَانُ بِالذَّرَقِ وَالْحِرَابِ فِيمَا سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِمَّا قَالَ: تَشْتَهِيْنَ أَنْ تَنْظُرِي؟ فَقَالَتْ نَعَمْ - فَأَقَامَنِي وَرَأَاهُ خَدِي عَلَى خَدِهِ وَيَقُولُ: دُونَكُمْ يَا بَنِي أَرْفَدَةَ »^{۲۱}

”یہ عید کا دن تھا۔ کچھ حبشی ڈھالوں اور برچیوں کے ساتھ مسجد میں کھیل رہے تھے۔ یا تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے تقاضا کیا یا پھر خود رسول اللہ ﷺ نے مجھے آفر کیا اور کہا کہ کیا آپ دیکھنے کی تمنا رکھتی ہو۔ میں نے کہا جی ہاں۔ آپ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کر

۱۸ فتح الباری: ۶/۴۳۱، ابوداؤد للمزنی: ۳/۳۷۹

۱۹ صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب اللہو بالحراہ و نحوہا، الحدیث: ۲۷۴۵ + صحیح مسلم = کتاب صلوۃ

العیدین: باب الرخصة فی اللعب الذی لا معصیۃ فیہ، الحدیث: ۸۹۳

۲۰ صحیح البخاری = کتاب المساجد: باب أصحاب الحراہ فی المسجد، الحدیث: ۴۴۳ + صحیح مسلم = کتاب صلوۃ

العیدین: باب الرخصة فی اللعب الذی لا معصیۃ فیہ، الحدیث: ۸۹۲

۲۱ صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب الذرة، رقم الحدیث: ۲۷۵۰

لیا۔ میرا رخسار آپ کے رخسار پر تھا اور آپ ﷺ فرما رہے تھے: اے بنی ارفدہ!
اپنا کام (تندہی سے) کرتے جاؤ۔“

”الْحَرَابُ“ حَرْبَہ کی جمع ہے۔ اس کا معنی آلہ جنگ ہے۔ اسی طرح ”الدَّرَقُ“ دَرَقَہ کی جمع ہے۔ جس کا معنی ”ڈھال“ ہے۔

◎ حافظ ابن حجر مشہور محدث ابن التین رحمہ اللہ کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں:

”عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے مسجد میں جنگی آلات کے ساتھ کھیلنے والوں پر کنکر پھینکنے کی یہ وجہ ہو سکتی ہے کہ وہ یہ سمجھ رہے ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو دیکھا نہیں یا بوجہ حیا داری آپ ﷺ منع نہیں فرما رہے۔ لیکن آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے عمر! ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو“ یہ حکم دے کر یہ واضح فرمادیا کہ آلات جنگ کے ساتھ کھیل ناپسندیدہ فعل نہیں۔ بلکہ ایک عظیم الشان عبادت (جہاد فی سبیل اللہ) کی تیاری کا وسیلہ ہے اور مساجد میں بھی اس کی گنجائش موجود ہے۔ جیسا کہ ابو داؤد، نسائی اور ابن حبان کی روایت کردہ حدیث میں اس کی وضاحت کی گئی ہے کہ اسلام میں تین قسم کے کھیل کود جائز ہیں کہ آدمی اپنے گھوڑے، بیوی یا تیر کمان کے ساتھ کھیلے۔ علاوہ ازیں نبی ﷺ نے فرمایا: ”اے بنی ارفدہ! یہ کام کرو یعنی کرتے رہو۔ یہ ترغیب و تحریض کا ایک فصیح و بلیغ جملہ ہے اور جنگی مشقوں اور جنگی آلات کے ساتھ مساجد میں کھیل کود کے مستحب ہونے کی طرف ایک لطیف اشارہ ہے۔“ ۲۲

اس باب سے اگلے باب ”الْمَجَنُّ وَ مَنْ يَتَتَرَسُّ بِتُرْسٍ صَاحِبِهِ“ میں امام بخاری رحمہ اللہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں:

[۵۲۸] « كَانَ أَبُو طَلْحَةَ يَتَتَرَسُّ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتُرْسٍ وَاحِدٍ وَ كَانَ أَبُو طَلْحَةَ حَسَنَ الرَّمْيِ فَكَانَ إِذَا رَمَى تَشَرَّفَ النَّبِيُّ فَيَنْظُرُ إِلَى مَوْقِعِ نَبْلِهِ » ۲۳

”ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ایک ہی ترکش سے تیر اندازی کیا کرتے تھے اور وہ بہت اچھے تیر انداز تھے۔ جب تیر پھینکتے تو رسول اللہ ﷺ سراونچا کر کے بغور

ان کے تیر کا نشانہ دیکھا کرتے تھے۔“

اس کے علاوہ امام بخاری رحمہ اللہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کرتے ہیں:

[۵۲۹] « مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْدِي رَجُلًا بَعْدَ سَعْدٍ سَمِعْتُهُ يَقُولُ:

”إِزْمِ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي“ ۲۳

”میں نے سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بعد کسی شخص کے لئے رسول اللہ ﷺ کو

یہ کہتے ہوئے نہیں سنا: اے سعد (رضی اللہ عنہ)! تیر چلاؤ، تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔“

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

[۵۳۰] «إِنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ يُدْخِلُ بِالسَّهْمِ الْوَاحِدِ ثَلَاثَةَ نَفَرٍ الْجَنَّةَ: صَانِعَهُ يَحْتَسِبُ فِي

صَنْعَتِهِ الْخَيْرَ، وَالرَّامِيَ بِهِ، وَ مُنْبَلِّهَهُ وَ الْمُمِدَّ بِهِ - قَالَ إِزْمُوا وَ ارْكَبُوا وَ لَأَنْ تَرْمُوا

أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ تَرْكَبُوا كُلُّ مَا يَلْهُو بِهِ الرَّجُلُ الْمُسْلِمُ بَاطِلٌ إِلَّا رَمِيَّةً بِقَوْسٍ وَ تَادِيَّةً

فَرَسَهُ وَ مُلَاعَبَتَهُ أَهْلَهُ فَإِنَّهُمْ مِنَ الْحَقِّ ۲۴

”اللہ تعالیٰ ایک تیر کی وجہ سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرمائے گا: (i) اس کے

صنعتکار کو جو تیر سازی میں اجر و ثواب کا طلبگار ہو (ii) اس کے پھینکنے والے کو۔ (iii) تیر

پکڑانے والے کو۔ پھر فرمایا: مسلمانو! تیر اندازی اور گھڑ سواری کیا کرو اور تیر اندازی مجھے

گھڑ سواری کے مقابلے میں زیادہ محبوب اور پسند ہے۔ مسلمان شخص کے لئے ہر قسم کا لہو و

لعب باطل ہے، مگر اس کا کمان سے تیر اندازی کرنا، اپنے گھوڑے کی تربیت کرنا اور بیوی

کے ساتھ کھیل کود (پیار و محبت وغیرہ) کرنا۔ یقیناً یہ تینوں کام حق ہیں۔“

ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں:

۲۳ صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب الْمَجْيِ وَ مَنْ يَنْتَرِسُ بِتُرْسٍ صَاحِبُهُ، الحديث: ۲۷۴۶

۲۴ سُنَّ أَبِي دَاوُدَ = کتاب الجہاد: باب الرَّمْيِ + سُنَّ النَّسَائِي = کتاب الجہاد: باب تَأْدِيبِ الرَّجُلِ فَرَسَهُ + صحیح ابن

ماجہ = کتاب الجہاد: باب الرَّمْيِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، الحديث: ۲۲۶۷ + سُنَّ التِّرْمِذِي = أبواب فضائل الجہاد: باب مَا جَاءَ

فِي فَضْلِ الرَّمْيِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ + سلسلة الأحاديث الصحيحة، الحديث: ۳۱۵

یہ حدیث صحیح ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ نے مستدرک علی الصحیحین میں اسے صحیح الاسناد کہا ہے اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے بھی اس کی موافقت

کی ہے۔ دیکھئے مستدرک علی الصحیحین ۹۵/۲۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے سنن الترمذی میں اس کو حسن قرار دیا ہے۔ علامہ دمیاہی رحمۃ

اللہ علیہ نے ”المتجر الزاہج“ = أبواب الجہاد: باب ثواب الرَّمْيِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ تعالیٰ میں اس کو صحیح کہا ہے۔ علاوہ ازیں اس حدیث

کو ابن جبارود، ابن حبان اور امام دارمی رحمۃ اللہ علیہم نے بھی روایت کیا ہے۔

[۵۳۱] «فَمَنْ تَرَكَ الرَّمْيَ بَعْدَ مَا عَلِمَهُ رَغْبَةً عَنْهُ فَإِنَّهَا نِعْمَةٌ تَرَكَهَا» أَوْ قَالَ «كَفَرَهَا» ۲۶

”جس نے تیر اندازی سیکھ کر چھوڑ دی اس سے بے رغبتی کی بناء پر، بلاشبہ وہ ایک نعمت تھی جس کو اس نے چھوڑ دیا یا جس کی اس نے ناشکری کی۔“

© امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”مذکورہ بالا حدیث سے درج ذیل مسائل معلوم ہوتے ہیں:

① مذکورہ تین قسم کے کھیل کود دینی واجبات میں معاون ہونے کی وجہ سے جائز و مشروع ہی نہیں بلکہ مستحب ہے۔

② اس میں ہر وہ فعل شامل ہے جو اس مقصد میں مفید ہو۔ مثلاً: نیزوں وغیرہ کو سیدھا کرنا، گھوڑ دوڑ اور جسمانی ورزش کی تمام اقسام جن سے انسانی جسم مضبوط ہو اور ہمہ قسم کے جنگی حالات میں استعمال ہونے کی صلاحیتیں حاصل کرے۔

③ البتہ جسمانی یا ذہنی ورزش کی وہ اقسام جو دینی فرائض کی تکمیل میں معاون نہیں، محض تفریح کے لئے عیاش لوگوں کا خاص مشغلہ ہے مثلاً شطرنج وغیرہ یہ سب ناجائز ہیں۔ بعض علماء کے نزدیک یہ کھیل بھی اگر فنون جنگ میں بصیرت و بصارت کے حصول کی خاطر عمل میں لائے جائیں تو جائز ہونگے بشرطیکہ قمار بازی سے آلودہ نہ ہوں۔ ۲۷

ابوخیج سلمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

[۵۳۲] «مَنْ بَلَغَ بِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَهُوَ لَهُ دَرَجَةٌ فِي الْجَنَّةِ» ۲۸

”جو شخص اللہ کے راستے میں تیر لے کر جا پہنچا تو یہ اس کے لئے جنت میں بلندی درجات

کا باعث ہوگا۔“

۲۶ سُنَنُ أَبِي دَاوُدَ = کتاب الجہاد : باب فی الرَّمْيِ + سنن ابن ماجہ = کتاب الجہاد: باب الرَّمْيِ فی سبیل + دارمی =

کتاب الجہاد : باب فی فضل الرَّمْيِ والأمر به ، الحدیث: ۲۴۰۹

یہ حدیث صحیح ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ نے اس کو صحیح الاسناد کہا ہے اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی موافقت کی ہے۔ دیکھئے: المستدرک علی

الصَّحِیحَین = کتاب الجہاد: باب من علم الرَّمْيَ ثُمَّ تَرَكَهُ فَهُوَ نِعْمَةٌ كَفَرَهَا (۲/۹۵)۔ نیز اس حدیث کو علامہ دمیاطی نے

المتجر الرابع میں نقل کیا ہے۔ دیکھئے: الْمُتَجَرُّ الرَّابِعُ = أبواب الجہاد : باب ثواب الرَّمْيِ فی سبیل اللہ تعالیٰ الحدیث: ۹۸۵

۲۷ معالم السنن للخطابی: ۳/۳۷۱۔

۲۸ صحیح البیہقی = کتاب الجہاد: باب ثواب من رمی بسهم فی سبیل اللہ ، الحدیث: ۲۹۴۶-۲۹۴۷ + صحیح ابی داؤد =

کتاب العتق: باب آبی القاب افضل ، الحدیث: ۳۳۵۰

[۵۳۳] « مَنْ رَمَى بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَهُوَ لَهُ عِدْلُ مُحَرَّرٍ » ۲۹

”جس نے اللہ کی راہ میں ایک تیر چلایا تو یہ اس کے لئے ایک گردن آزاد کرنے جیسا ہوگا۔“

[۵۳۴] « مَنْ رَمَى بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَهُ كَعَتِقِ رَقَبَةٍ وَ مَنْ أَعْتَقَ رَقَبَةً مُؤَمِّنَةً كَانَتْ لَهُ فِدَاءً مِنَ النَّارِ غُضُّوا بِعُضْوٍ » ۳۰

”جس نے اللہ کی راہ میں ایک تیر چلایا (وہ دشمن کو لگے یا خطا ہو جائے دونوں صورتوں میں) وہ اس کے لئے ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہوگا۔ جس نے ایک مومن آزاد کیا تو وہ اس کے لئے جہنم کا فدیہ قرار پائے گا، ہر عضو کے بدلے میں ایک عضو آزاد ہو جائے گا۔“

مذکورہ آیات و احادیث سے معلوم ہوا:

① جہاد فی سبیل اللہ کے لئے ہر ممکن قوت و طاقت مہیا رکھنا، حسب استطاعت تمام وسائل، جنگی فنون کی مہارت، آلات جنگ کی تکمیل، تیاری، تعلیم اور تدریب واجب اور فرض ہے۔ خاص طور پر جنگ کی بڑی اور اصل قوت تیر اندازی سیکھنا نیز اس کی تمام اقسام مثلاً گولا باری، سنگ باری، بارود سازی اور بم کی تیاری کا فن سیکھنا اور حاصل کرنا، فرمان الہی کے مطابق فرض اور واجب ہے۔ اس کے لئے ہر عاقل، بالغ، غیر معذور، مرد مسلمان پابند ہے۔

② رسول اللہ ﷺ منصب نبوت کے ساتھ سرفراز ہونے کے علاوہ ایک دور اندیش دانشور اور عظیم الشان جرنیل بھی تھے۔ جس کی ایک دلیل آپ کا یہ فرمان ہے:

”قوت و طاقت تیر اندازی میں ہے۔“ اور یہ حقیقت ہے کہ دشمن کو زیر کرنے کے لیے کسی جنگی آلہ یا تدبیر کو وہ کامل حیثیت حاصل نہیں ہے جو نشانہ بازی کو حاصل ہے۔ نشانہ بازی میں حالات اور زمانوں کی ضرورتوں کے مطابق وہ تمام آلات جنگ شامل ہیں۔ جن کے ساتھ مد مقابل کو نشانہ بنایا جاتا ہے۔

۲۹ صحیح الترمذی = أبواب فضائل الجہاد: باب فضل الرّمي في سبيل الله عزّو جلّ ، الحديث: ۱۳۳۷ + صحیح

النسائی = کتاب الجہاد: باب ثواب من رمى بسهم في سبيل الله، الحديث: ۲۹۴۶

۳۰ صحیح النسائی = کتاب الجہاد: باب ثواب من رمى بسهم في سبيل الله، الحديث: ۲۹۴۵، صحیح ابن ماجہ = کتاب

- ۳) جنگی اسباب و آلات اور طاقت و قوت مہیا رکھنے کے اسلام میں دو بڑے مقاصد ہیں:
- ۱) اللہ کے دشمنوں، شیطانوں اور کافروں (جو دین حق قبول کرنے والے توحید پرست انسانوں کے بھی دشمن ہیں) کو اپنی جنگی طاقت کے مقابلے میں خوفزدہ اور ہراساں رکھنا اور ان پر حق کا رعب اور ہیبت طاری رکھنا تاکہ وہ ضعیف و ناتواں ایمانداروں کو ظلم و ستم کا نشانہ بنا کر امن عالم کی تباہی کا موجب نہ ٹھہریں۔
- ۲) اسلامی معاشرے میں موجود گھر کے بھیدی دشمنوں یعنی منافقین کو مرعوب رکھنا تاکہ اسلامی معاشرے کی تشکیل میں بیرونی اور اندرونی ہر طرح کی رکاوٹوں کو دور کیا جاسکے۔
- ۴) جنگی آلات کی صنعت و اسلحہ سازی کی تعلیم و تدریب اور قوت جمع رکھنے کے لئے جو اموال خرچ ہوں گے، وہ انفاق فی سبیل اللہ ہیں اور ان کے بہترین بدلے اور اجر و ثواب کا خود اللہ تعالیٰ ضامن و کفیل ہے۔
- ۵) اللہ تعالیٰ رب العالمین و احکم الحاکمین کے ملک و اقتدار میں رہتے ہوئے اور اس کی بے شمار نعمتیں استعمال کرنے کے باوجود اس کے دین توحید کو قبول نہ کرنے اور ایمانداروں کو ستانے والے، عالمی امن کے دشمن، سرکش، شیطان اور کفر کے اماموں کو سرنگوں اور تابع بنانا منشاء الہی ہے۔ جس کی تکمیل کا قدرتی اور فطرتی طریقہ جہاد فی سبیل اللہ اور اس کے لئے حسب استطاعت اسباب و وسائل کو مہیا رکھنا ہے۔
- ۶) عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:
- ”تمہارے ہاتھوں بہت ساری زمینیں فتح ہوں گی اور اللہ تمہارے لئے کافی ہوگا۔“
- یہ رسول اللہ ﷺ کی سنہری بشارتوں میں سے ایک بہت بڑی بشارت ہے۔ تاریخ عالم شاہد ہے کہ بہت سی زمینیں فتح ہوئیں اور اللہ کی حمایت کا وعدہ سب حمایتوں اور کفایتوں پر بھاری رہا۔
- ۷) آپ ﷺ کا فرمان عالی شان ہے کہ تم میں سے کوئی اس بات سے عاجز نہ ہو جائے کہ وہ اپنے تیروں سے کھیلنا اور جنگی مشق کرنا چھوڑ بیٹھے۔ یہ حدیث جہاد کی تربیت کے واجب ہونے کی دلیل اور شدید تاکید ہے کہ امت کا کوئی فرد نیزہ بازی جیسی جنگی مشق سے کنارہ کش نہ رہے۔

۸) نیزہ بازی اور اس جیسے دیگر جہادی علوم و فنون کا حصول فرض اور واجب ہے۔ اسلحہ سازی کی مہارت حاصل کرنے کے بعد ان کی بار بار مشق کرتے رہنا امت کے فرائض میں شامل ہے۔ اس لئے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

”جس نے نیزہ بازی کا فن سیکھا، پھر اس کو چھوڑ دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ یا آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک اس نے رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی۔“

اور ظاہر ہے کہ ملت اسلامیہ سے ہی نکال دینا اور بغاوت و معصیت کا حکم کسی مستحب اور محض اچھے کام کو چھوڑنے پر صادر نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ واجب اور فرض کے چھوڑنے پر ہی صادر ہوتا ہے۔

۹) رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم حتیٰ کہ عمر رسیدہ شیوخ اور بھاری بدن والے بوڑھے بھی جنگی فنون کے حصول اور ان کی مشق کو اہم دینی فرائض میں شمار کرتے تھے اور ان کی ادائیگی سے عہدہ برآ اور سبکدوش ہونے کے لئے جان جھکوں میں ڈالتے اور آلام و مصائب برداشت کرتے تھے۔

۱۰) امام بخاری، امام ترمذی، امام ابو داؤد، امام نسائی، امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہم اور دیگر بڑے بڑے محدثین نے حدیث کی کتابوں میں اس حدیث کو ذکر کرنے سے پہلے جو جو عنوانات قائم کئے ہیں ان سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ نیزہ بازی کا حصول اور اس فن میں کمال کی مہارت حاصل کرنا انبیاء علیہم السلام کی سنت اور فریضہ جہاد ہے۔

مزید ملاحظہ ہو: ۱ صحیح البخاری مع الفتح: ۶/۴۳۱-۴۳۴

۲ شرح النووی: ۲/۱۴۳ سنن النسائی: ۲/۵۲

۳ سنن الترمذی: ۱/۱۹۷ معالم السنن للخطابی: ۳/۳۷۰

۴ ابو داؤد اللمزنی: ۳/۳۶۹، ۳۷۰

۵ صحیح ابن حبان: ۷/۹۸، الحدیث: ۴۶۷۴-۴۶۷۷

۱۱) تیر اندازی کا مقابلہ جہاد کی تیاری کی نیت سے کرنا اہم دینی فریضہ اور جناب اسماعیل علیہ السلام کی سنت ہے۔ نبی ﷺ بذات خود ایسے مقابلوں میں شریک ہوتے تھے اور تیر اندازوں کی حوصلہ افزائی فرماتے تھے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”اے اولاد اسماعیل علیہ السلام! تیر اندازی کرو (اس لئے بھی کہ) تمہارا باپ اسماعیل (علیہ السلام)

بہت بڑا تیر انداز تھا۔“

۱۲ جنگی آلات اور ڈھالوں کے ساتھ مساجد میں کھیلنا، مشق اور ورزش کرنا جہادی امور کا پسندیدہ حصہ ہے۔ کیونکہ مساجد ذکر و عبادت کے لئے خاص ہیں جب کہ جسمانی ورزش اور جہادی ٹریننگ جہاد کے لئے لازمی ہیں اور جہاد مساجد کے تحفظ و بقاء کا وسیلہ ہے۔ اس لئے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ جہاد اور قتال کے بغیر مساجد اور مدارس کا تحفظ بھی دشوار اور محال ہے۔

۱ تیر بنانے والا بشرطیکہ اپنی صنعت میں اجر و ثواب کا خواہشمند ہو۔ ۱۳

۲ تیر پھینکنے والا۔

۳ تیر پکڑنے اور تیر اندازی میں مدد کرنے والا۔

یہ تینوں ایک تیر کی بدولت جنت میں داخل ہوں گے۔ آپ کا یہ فرمان مجاہد کے لئے عظیم ترین بشارت ہے۔

۱۴ تیر اندازی اور گھڑ سواری دونوں جہاد کے پسندیدہ اعمال ہیں۔ تاہم تیر اندازی کا مقام گھڑ سواری سے افضل و اعلیٰ ہے۔ ۱۵

۱۵ ہر قسم کا کھیل کود ناحق اور باطل ہے مگر تیر اندازی، گھوڑوں کو سہلانا اور بیویوں کے ساتھ پیار محبت اور خوش طبعی وغیرہ جائز اور برحق ہے۔ کیونکہ پہلے دونوں اعمال جہاد فی سبیل اللہ کے وسائل ہیں اور تیسرا کھیل صحیح اسلامی معاشرے کے قیام کے لئے ضروری و لازمی چیز ہے۔

۱۶ جہاد فی سبیل اللہ کے لئے نیزہ بازی ایک عظیم الشان عمل صالح ہے۔ حتیٰ کہ ایک تیر چلانا ایک مومن غلام آزاد کرنے کے مساوی ہے۔ خالص نیت سے عمل کرنے والا اجر و ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔ وہ تیر منزل مقصود تک پہنچے یا ناکام ہو۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۵۳۵] «إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِامْرِئٍ مِّمَّا نَوَىٰ» ۱

”تمام اعمال کا دار و مدار نیت و ارادہ پر ہے۔ ہر شخص کو اس کی نیت و ارادے کے مطابق مراد ملے گی۔“

۱ صحیح البخاری = باب کیف کان بدء الوحي إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم ، الحديث: ۱ + صحيح مسلم = كتاب

الإمارة : باب قوله صلى الله عليه وسلم ”إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ“ ، الحديث: ۱۹۰۷

گھوڑے باندھنا اور اس کی فضیلت:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۵۳۶] ﴿وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَ مِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ﴾ [الانفال=۸:۶۰]

”اور ان (کافروں سے لڑنے) کی خاطر حسب استطاعت طاقت مہیا رکھو اور (جہاد کے لئے) گھوڑے باندھ رکھو۔“

[۵۳۷] ﴿وَالْعَدِيدِ ضُبْحًا ۝ فَالْمُورِيَّتِ قَدْحًا ۝ فَالْمُعِيرِ صُبْحًا ۝ فَاتَّرْنَ بِهِ

نَقْعًا ۝ فَوَسَطْنَ بِهِ جَمْعًا﴾ [العادیات=۱۰:۵-۱۱]

”قسم ہے (غازیوں کے) گھوڑوں کی جو ہانپ کر دوڑنے والے ہیں۔ پھر ٹاپ مار کر چنگاریاں اڑانے والے ہیں۔ پھر بوقت صبح دشمن پر چھاپہ مارنے والے ہیں۔ پھر اس وقت گردوغبار اڑاتے اور دشمن کی فوج میں جا گھستے ہیں۔“^{۳۲}

امام ابن جریر طبری امام قرطبی اور امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں: یہ سورت مکی ہے یا مدنی؟ اس بارے علماء کے دو قول ہیں۔ بہر صورت اس سورت میں جہاد و قتال میں استعمال ہونے والے گھوڑوں کے اوصاف اور ان کی عظیم الشان فضیلت کا بیان ہے۔

◎ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

”اللہ تعالیٰ راہ جہاد میں استعمال ہونے والے گھوڑوں کی قسم اٹھاتے ہیں۔“

◎ امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں:

”سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے بقول ان پانچ اوصاف والوں سے مراد وہ گھوڑے ہیں جو ایک کارروائی میں روانہ کئے گئے تھے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بقول ان سے مراد اونٹ ہیں۔ کیونکہ غزوہ بدر میں ہمارے پاس اونٹ تھے نہ کہ گھوڑے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ہی دوسری روایت ہے کہ ہانپ کر دوڑنے والوں سے مراد وہ گھوڑے ہیں جو عرفہ سے مزدلفہ تک اور پھر مزدلفہ سے منیٰ تک حجاج کرام کو لے کر دوڑتے اور قدموں کی ٹاپ سے شعلے نکالتے ہیں۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی تائید میں مجاہد، عکرمہ، عطاء، قتادہ اور ضحاک جیسے مفسرین کے اقوال بھی ہیں اور ابن جریر نے بھی اس قول کو صحیح اور پسندیدہ قرار دیا ہے۔“

قرآن مجید کا سابقہ مضمون اسی حقیقت کی نشاندہی کرتا ہے کہ ”ہانپتے ہوئے دوڑنے والوں“ سے مراد گھوڑے ہوں یا اونٹ۔ البتہ اس سے ایسے اموال مراد ہیں جو جہاد فی سبیل اللہ کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بعد والی آیات میں ارشاد فرماتے ہیں:

[۵۳۸] ﴿إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ ۝ وَإِنَّهُ عَلَىٰ ذَلِكَ لَشَهِيدٌ ۝ وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ ۝﴾ [العادیات=۱۰۰:۶-۸]

”بلاشبہ انسان اپنے پروردگار کا ناشکر گزار ہے۔ وہ خود اس بات پر گواہ ہے۔ یقیناً وہ مال و دولت کی محبت میں بڑا شدید ہے۔“

یعنی جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعے حق نعمت ادا نہیں کرتا اور اللہ کے عطا کردہ مالوں اور نعمتوں کو اس کی راہ میں قربان کرنے کی بجائے دنیا کے جاہ و جلال میں صرف کرنا پسند کرتا ہے۔“ ۲۳

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

[۵۳۹] ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوا ثُبَاتٍ أَوْ انفِرُوا جَمِيعًا ۝﴾

[النساء=۴:۷۱]

”اے مومنو! اپنا بچاؤ (سامان جنگ) تیار رکھو اور پھر متفرق طور پر یا جماعت کی صورت میں نکلو۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[۵۴۰] ﴿وَإِذَا كُنْتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَاةَ فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا أَسْلِحَتَهُمْ فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِنْ وَرَائِكُمْ وَلْتَأْتِ طَائِفَةٌ أُخْرَىٰ لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ ۚ وَذَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ تَغْفُلُونَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ وَأَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيلُونَ عَلَيْكُمْ مَيْلَةً وَاحِدَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ كَانَ بِكُمْ أَذَىٰ مِنْ مَطَرٍ أَوْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَنْ تَضَعُوا أَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَخُذُوا حِذْرَكُمْ ۖ إِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا ۝﴾ [النساء=۴:۱۰۲]

”اور (اے پیغمبر) جب آپ ان (مجاہدین کے لشکر) میں ہوں اور ان کو نماز پڑھانے لگو

تو چاہئے کہ ان کی ایک جماعت تمہارے ساتھ مسلح ہو کر کھڑی رہے۔ جب وہ سجدہ کر چکیں تو پیچھے ہو جائیں، پھر دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی (ان کی جگہ) آئے، تمہارے ساتھ نماز ادا کرے۔ یہ لوگ بھی اپنے بچاؤ کا سامان اور اسلحہ ساتھ لے لیں۔ (اس لئے کہ) کافر اس گھات میں ہیں کہ تم ذرا اپنے ہتھیاروں اور سامانوں سے غافل ہو جاؤ تو تم پر یکبارگی حملہ کر دیں۔ اگر تم بارش کے سبب تکلیف میں ہو یا بیمار ہو تو تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ہتھیار اتار دو مگر ہوشیار ضرور رہنا۔ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔“

سورہ النساء کی آیت: ۷۲ — جو آیت ۷۱ کے مضمون کا ہی حصہ ہے — میں ارشاد فرمایا: ”تم میں سے بعض لوگ (منافقین) جہاد کے لئے نکلنے میں تاخیر و التواء کے حربے استعمال کرتے ہیں اور تم پر کوئی مصیبت آن پڑے تو (خوش ہو کر کہتے ہیں): مجھ پر اللہ کا انعام ہوا کہ میں ان کے ساتھ موجود نہیں تھا۔“ [النساء: ۷۲]

دونوں آیتوں کی مربوط اور مسلسل کلام سے حاصل ہونے والا نتیجہ لازمی طور پر یہی ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کے لئے ہر وقت آلات جنگ کے ساتھ تیار رہنا ملت اسلامیہ کا شعار ہے۔ وقت آنے پر اللہ کی راہ میں قتال کے لئے نکلنے کی بجائے تاخیری حربے استعمال کرنا ان لوگوں کا وطیرہ ہے جن کا ظاہر و باطن اللہ کے لئے یکساں نہیں ہوتا اور وہ نفاق کی مہلک بیماری میں مبتلا ہوتے ہیں۔ پھر آیت: ۱۰۲ میں اللہ تعالیٰ نے ﴿خُذُوا﴾، ﴿وَلْيَأْخُذُوا﴾ کے عام خطاب سے حالت نماز میں بھی دشمنان دین اسلام کے مقابلے کے لئے ہتھیار بند اور مسلح رہنے کے احکامات صادر فرمائے ہیں:

[۵۴۱] ﴿وَلَوْ أَرَادُوا الْخُرُوجَ لَأَعَدُّوا لَهُ عُدَّةً وَلَكِنْ كَرِهَ اللَّهُ انْبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيلَ اقْعُدُوا مَعَ الْقَاعِدِينَ﴾ [التوبة: ۴۶]

”اور اگر وہ نکلنے کا ارادہ کرتے تو اس کیلئے سامان تیار کرتے۔ لیکن اللہ نے ان کا اٹھنا (اور نکلنا) پسند نہ کیا۔ تو ان کو ہلنے جلنے ہی نہ دیا اور (ان سے) کہہ دیا گیا کہ جہاں معذور بیٹھے ہیں تم بھی ان کے ساتھ بیٹھے رہو۔“

غزوہ تبوک میں شامل نہ ہونے والے اور طرح طرح کے حیلوں، بہانوں سے اپنی گندی نیت پر عیارانہ پردہ پوشی کرنے والے منافقین کے دلوں کی اصل کیفیت طشت ازبام کی جاتی

ہے۔ مذکورۃ الصدر آیت میں اللہ تعالیٰ منافقین کی حقیقت حال کا اظہار فرماتے ہیں۔

سورۃ النساء کی آیت ۷۲: جہاد سے پیچھے رہنے والے منافقوں کے حالات کی تفصیل ہے اور پہلی آیت ۷۱: میں خالص عقیدے والے مومنوں کو اپنا بچاؤ کرنے، متفرق یا جماعت کی صورت میں نکلنے کے احکامات دے کر انکو منافقین سے ممتاز اور منفرد خصوصیات کے ساتھ سرفراز فرمایا گیا ہے۔

سورۃ النساء کی آیت ۱۰۲: میں حالت جنگ میں نماز کا طریقہ یہ ثابت کرتا ہے کہ نمازوں کی ادائیگی کے عین اوقات میں بھی مقابلہ دشمن کے لئے اسلحہ سے لیس رہنا ضروری ہوتا ہے۔ خواہ اس کے لئے امت کے بعض افراد کا نماز باجماعت سے غیر حاضر ہونا لازمی ٹھہرے یا نماز کو ہی اپنے وقت مقرر سے مؤخر کرنا پڑے۔

نبی ﷺ کے ساتھ ایسے حالات غزوہ احزاب میں پیش آئے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے لئے غزوہ بنی قریظہ میں یہ حالات پیش آئے کہ نماز کو مقررہ وقت سے مؤخر کرنا پڑا۔ ۳۳

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۵۴۲] «الْحَيْلُ مَعْقُودٌ فِي نَوَاصِيهَا الْخَيْرُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ الْأَجْرُ وَالْمَغْنَمُ» ۳۵

”خیر و برکت گھوڑوں کی پیشانیوں میں باندھ دی گئی ہے اور لپیٹی گئی ہے۔ یہ خیر و برکت اجر و غنیمت کی شکل میں ہے اور تا قیامت ہے۔“

نیز فرمایا:

[۵۴۳] «الْبَرَكَهُ فِي نَوَاصِي الْحَيْلِ» ۳۶

”برکت گھوڑوں کی پیشانیوں میں ہے۔“

امام نسائی رحمہ اللہ کی روایت میں ہے کہ بعض لوگوں نے کہا جہاد و قتال ختم ہو گیا ہے، انہوں نے ہتھیار پھینک دیئے اور گھوڑوں کی تذلیل کی تو اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۵۴۴] «كَذَبُوا، أَلَا نَجَاءَ الْقِتَالِ وَلَا يَزَالُ مِنْ أُمَّتِي أُمَّةٌ يُقَاتِلُونَ عَلَى الْحَقِّ وَبِرِّغِ

اللَّهُ لَهُمْ قُلُوبٌ أَقْوَامٍ»

۳۳ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۲۶۷

۳۵ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۹۴

۳۶ تخریج کے لئے دیکھئے رقم المسلسل: ۹۶

”یہ لوگ جھوٹے ہیں، ابھی تو قتال شروع ہوا ہے اور ہمیشہ میری امت کا ایک گروہ حق کے لئے جہاد کرتا رہے گا۔ اللہ بہت سی قوموں کے دل ان کی طرف مائل کر دے گا۔“

((وَبَرَزْنَاهُمْ مِنْهُمْ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ وَحَتَّى يَأْتِيَ وَعْدُ اللَّهِ))

”اور ان کے تعاون سے ان کو رزق دے گا۔ حتیٰ کہ قیامت قائم ہو جائے اور اللہ کا وعدہ پورا ہو جائے۔“

پھر فرمایا:

((وَالْخَيْلُ مَعْقُودَةٌ فِي نَوَاصِيهَا الْخَيْرُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ))^{۳۷}

”اور گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک کے لئے خیر باندھ دی گئی ہے۔“

◎ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وَفَقَّهَ هَذَا الْحَدِيثُ أَنَّ الْجِهَادَ مَعَ كُلِّ إِمَامٍ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ“^{۳۸}

”اس حدیث سے معلوم ہونے والا فقہی حکم یہ ہے کہ جہاد ہر خلیفہ و امام کے ہمراہ قیامت تک باقی رہے گا۔“

◎ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب صحیح البخاری میں جو عنوان قائم کیا ہے وہ امام ابو داؤد رحمہ اللہ کی روایت کردہ حدیث کے الفاظ سے قائم کیا ہے جو مرفوع اور موقوف دونوں سندوں سے مروی ہے۔^{۳۹}

◎ امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اس حدیث میں وضاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ جہاد ہر نیک و بد امام کے ساتھ قیامت تک جاری رہے گا۔^{۴۰}

^{۳۷} صحیح التّيسائي = كتاب الخيل و السّبق والرّمي : باب منه، الحديث: ۳۳۳۳

^{۳۸} صحیح التّرمذی = أبواب الجهاد : باب فضل الخيل

^{۳۹} مرفوع حدیث وہ ہے جو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب ہو۔ اس کی تین قسمیں ہیں (۱) مرفوع قولی: جو رسول اللہ ﷺ کا قول ہو۔ (۲) مرفوع فعلی: جو رسول اللہ ﷺ کا فعل ہو۔ (۳) مرفوع تقریری۔ وہ قول جو آپ کے سامنے کہا گیا ہو یا وہ فعل جو آپ کی موجودگی میں کیا گیا ہو اور نبی ﷺ سے اس پر کوئی انکار یا اعتراض منقول نہ ہو۔..... موقوف روایت وہ ہوتی ہے جو کسی صحابی کی طرف منسوب ہو، صحابی وہ شخص ہوتا ہے جس نے بحالت اسلام رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی ہو اور اسلام پر وفات پائی ہو۔ یاد رہے۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ثقہ اور عادل ہیں۔ [ابو عمار ابن عبد الجبار]

^{۴۰} فتح الباری = كتاب الجهاد : باب الجهاد ماض مع البّر والفاجر

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو مال گھوڑوں کو استعمال میں لانے سے جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعے مال غنیمت کے طور پر حاصل ہوگا وہ سب سے زیادہ طیب اور خیر و برکت والا ہوگا۔^{۴۱}

اس حدیث میں گھوڑوں کے ساتھ جہاد کرنے کی ترغیب و تحریش ہے۔ نیز قیامت تک جہاد اور اس کی برکت سے اسلام اور اہل اسلام کے قائم و دائم رہنے کی عظیم ترین بشارت ہے۔ نیز یہ حدیث ایک دوسری صحیح حدیث کی ہم معنی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۵۴۵] «لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي يُقَاتِلُونَ عَلَى الْحَقِّ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ»^{۴۲}

”میری امت کا ایک طائفہ (گروہ) ہمیشہ قیامت تک حق کی خاطر جہاد و قتال جاری رکھے گا۔“^{۴۳}

◎ امام نووی رحمہ اللہ اور قاضی ابوالولید الباجی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

”فِي هَذِهِ الْأَحَادِيثِ اسْتِحْبَابُ رِبَاطِ الْخَيْلِ وَاقْتِنَاءِ هِ الْغُرُورِ وَقِتَالِ أَعْدَاءِ اللَّهِ وَأَنْ فَضَّلَهَا وَخَيْرَهَا وَالْجِهَادَ بَاقٍ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ وَأَنَّ الْإِسْلَامَ لَا يَذْهَبُ جُمْلَةً وَلَا يُغْلَبُ عَلَيْهِ حَتَّى لَا يَبْقَى مِنْ أَهْلِهِ مَنْ يُجَاهِدُ عَنِ الدِّينِ“^{۴۴}

”مذکورہ بالا احادیث جن میں گھوڑے باندھنے کا بیان ہے اللہ کے دشمنوں کے ساتھ قتال کے لئے ان کا ذخیرہ کرنے کے پسندیدہ ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ ان احادیث کے الفاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ گھوڑوں کی فضیلت و برکت اور کافروں کے ساتھ جنگ و قتال قیامت تک باقی رہیں گے اور اسلام مکمل طور پر ختم نہ ہوگا۔ نہ ہی مغلوب ہوگا حتیٰ کہ اہل اسلام میں سے کوئی بھی دین کی طرف سے جہاد کرنے والا باقی نہ رہے گا۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۵۴۶] «مَنْ احْتَبَسَ فَرَسًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ إِيمَانًا بِاللَّهِ وَتَصَدِيقًا بِوَعْدِهِ فَإِنَّ شِبْعَةَ وَرِيَّةَ وَرَوْنَةَ وَبَوْلَةَ فِي مِيزَانِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»^{۴۵}

”جس نے اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے اور اس کے وعدے کی تصدیق کرتے ہوئے اللہ کی

۴۱ فتح الباری = کتاب الجہاد : باب الجہاد ماضٍ مع البَرِّ والفاجر

۴۲ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۹۱

۴۳ فتح الباری: ۶/۳۹۶، ۳۹۷

۴۴ شرح النووی: ۱۳۲/۲ + المنتقى شرح المؤطاء: ۲۱۵/۳

۴۵ صحيح البخاري = كتاب الجهاد : باب من احتبس فرساً في سبيل الله الحديث: ۲۶۹۸

راہ میں گھوڑا رکھا۔ تو اس کا پیٹ بھر کر چارہ کھانا، سیراب ہونا اور اس کی لید اور پیشاب قیامت کے دن اس کے نامہ اعمال میں تو لے جائینگے۔“

مہلب اور دیگر محدثین نے اس حدیث سے گھوڑا اور اس کی مثل دوسری منقولہ اشیاء کو دفاع اسلام کے لئے وقف کرنے کے جواز پہ استدلال کیا ہے اور اس حدیث میں اس کی عظیم فضیلت کا بیان ہے۔^{۴۶}

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۵۴۷] «الْخَيْلُ لثَلَاثَةٍ = لِرَجُلٍ أَجْرٌ وَلِرَجُلٍ سِتْرٌ وَعَلَى رَجُلٍ وِرْزٌ - فَاَمَّا الَّذِي لَهُ أَجْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَاطَالَ لَهَا فِي مَرْجٍ أَوْ رَوْضَةٍ فَمَا أَصَابَتْ فِي طِيلِهَا ذَلِكَ فَاسْتَنْتَ شَرَفًا أَوْ شَرَفَيْنِ كَانَتْ أَرْوَاهُهَا وَأَتَارُهَا حَسَنَاتٍ لَهُ - وَلَوْ أَنَّهَا مَرَّتْ بِنَهْرٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ وَلَمْ يُرِدْ أَنْ يَسْقِيَهَا كَانَ ذَلِكَ لَهُ حَسَنَاتٍ - وَ رَجُلٌ رَبَطَهَا فَخَرًا وَ رِيَاءً وَ نَوَاءً لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ فَهِيَ وِرْزٌ عَلَى ذَلِكَ »^{۴۷}

”گھوڑا تین آدمیوں کے لئے ہوتا ہے۔ ایک کیلئے اجر و ثواب، دوسرے کے لئے سترو حجاب اور تیسرے کے لئے بوجھ بنتا ہے۔ جس کے لئے اجر و ثواب بنتا ہے یہ وہ شخص ہے جو اس کو اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے باندھ رکھے اور کسی چراگاہ یا باغ میں اس کی رسی لمبی کر کے چھوڑے۔ تو وہ اپنی طویل رسی کی حد میں چراگاہ یا باغ میں جہاں تک پہنچے گا اس کے لئے نیکیاں لکھی جائیں گی اور اگر وہ اپنی رسی توڑ کر ایک یا دو چکر لگا لے تو اس دوران اس کی لید اور پاؤں کے نشانات بھی نیکیاں بن جائیں گے۔ اگر وہ کسی دریا پر گزرتا ہو اس میں سے پانی پی لے جبکہ مالک نے پانی پلانے کا ارادہ بھی نہ کیا ہو تو یہ بھی اس کی نیکیاں قرار پائیں گی۔ ایک شخص فخر و تکبر، نمود و نمائش اور اہل اسلام کی مخالفت اور دشمنی کی خاطر گھوڑا باندھتا ہے تو یہ گھوڑا اس کے لئے بوجھ ثابت ہوگا۔ (تیسرا شخص وہ ہے جو ضرورت کیلئے اور لوگوں سے سوال کرنے سے بچنے کے لئے گھوڑا باندھے مگر اس کی گردن اور پشت میں اللہ کا حق فراموش نہ کرے تو وہ اس کے لئے سترو حجاب یعنی پردہ ہے)۔“

۴۶ فتح الباری : ۶ / ۳۹۸

۴۷ صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب الخیل لثلاثة، الحدیث: ۲۷۰۵ + صحیح مسلم = کتاب الزکوۃ: باب اثم مانع الرکاة، الحدیث: ۹۸۷۔ اس حدیث میں امام بخاری رحمہ اللہ نے گھوڑوں کی صرف دو قسمیں اختصار کی بناء پر بیان کیں ہیں جبکہ کتاب

المساواة میں یہی حدیث کمر بیان کی ہے اور وہاں گھوڑوں کی تینوں قسموں کا بیان ہے۔ (ابو عمر ابن عبد الجبار)

یہ حدیث جہادی گھوڑوں کے عظیم الشان فضائل و مناقب، ان کی بدولت حاصل ہونے والے اجر و ثواب، برکات و حسنات، جہاد اور مجاہدین کے دوام و بقاء اور جہاد کے ساتھ گھوڑوں کے گہرے ربط کا جامع ترین اور روشن مینار ہے۔

[۵۴۸] « إِنَّمَا الشُّومُ فِي ثَلَاثَةٍ: فِي الْفَرَسِ وَالْمَرْأَةِ وَالْذَّارِ » ۴۹

”نخوست تین اشیاء (i) گھوڑا (ii) عورت اور (iii) گھر میں ہوتی ہے۔“

یا اس کی مشابہ دیگر احادیث میں گھوڑوں کی نخوست کا بیان ہے۔ اس سے مراد دنیوی غرض کے لئے باندھے گئے گھوڑے ہیں۔ لہذا انکا اطلاق جہادی گھوڑوں اور ان کے فضائل و مناقب پر نہیں ہو سکتا۔ ۴۹

گھوڑ دوڑ کے مقابلے اور گھوڑوں کو موٹا تازہ کرنا:

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

[۵۴۹] « أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِي لَمْ تُضَمَّرْ وَكَانَ أَمَدُهَا مِنَ الثَّنِيَّةِ إِلَى مَسْجِدِ بَنِي زُرَيْقٍ وَأَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ فَيَمِّنُ سَابَقَ بِهَا » ۵۰

”نبی ﷺ نے طاقت ور اور موٹے تازے گھوڑوں کی دوڑ کے مقابلے میں حصہ لیا اور مقابلے کی مسافت ”ثنیۃ الوداع“ سے ”مسجد بنی زریق“ تک تھی۔ خود عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی مقابلہ کرنے والوں میں شامل تھے۔“

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی دوسری روایت میں یوں ہے:

[۵۵۰] « سَابَقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِي قَدْ أُضْمِرَتْ فَأَرْسَلَهَا مِنَ الْحَفِيَاءِ وَكَانَ أَمَدُهَا ثَنِيَّةَ الْوَدَاعِ وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ سِتَّةَ أُمْيَالٍ أَوْ سَبْعَةً وَسَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِي لَمْ تُضَمَّرْ فَأَرْسَلَهَا مِنْ ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ وَكَانَ أَمَدُهَا مَسْجِدَ بَنِي زُرَيْقٍ وَكَانَ بَيْنَ

۴۹ صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب ما یذکر من شؤم الفرس، الحدیث: ۲۷۰۳

۴۹ فتح الباری: ۶/۴۰۴ + شرح النووی: ۲/۱۳۲

۵۰ صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب إضمار الخیل للسباق، الحدیث: ۲۷۱۴ + صحیح مسلم = کتاب الإمارة: باب

المسابقة بین الخیل وتضمیرها، الحدیث: ۱۸۷۰

ذَلِكَ مِثْلٌ أَوْ نَحْوُهُ» ۱۵

”رسول اللہ ﷺ نے باریک کمر والے دبلے پتلے گھوڑوں کے مقابلے میں شرکت کی۔ ان کو ”وادی حنیا“ سے دوڑایا اور ان کے مقابلہ کی حد ”ثنیۃ الوداع“ تھی۔ ان دونوں کے درمیان چھ یا سات میل کا فاصلہ تھا۔ اسی طرح آپ طاقتور موٹے تازے گھوڑوں کے مقابلے میں بھی شامل ہوئے اور ان کو ”ثنیۃ الوداع“ سے ”مسجد بنی زریق“ تک دوڑایا جن کے درمیان تقریباً ایک میل کی مسافت تھی۔“

تضمیر کا معنی:

سبک رفتاری اور ہلکا پن پیدا کرنے کے لئے گھوڑوں کی خوراک کم کر کے انکا گوشت کم کیا جاتا ہے۔ اسی عمل کو عرب میں تضمیر کہتے ہیں۔

مسابقت کا معنی:

گھوڑوں کی دوڑ کا مقابلہ، گھوڑوں کا ایک دوسرے سے آگے بڑھنا۔

ثنیۃ الوداع کا مطلب:

مدینہ طیبہ کے شمال میں ایک گھاٹی تھی جہاں سے مہمانوں کو الوداع کیا جاتا تھا۔

مقابلہ میں نمایاں آنے والوں کے لئے انعام و اکرام

شرائط اور احکام :

گھڑ دوڑ کے مقابلے میں نمایاں پوزیشن پر آنے والوں کے لئے انعام مقرر کرنا بھی شرعاً جائز ہے۔ اس انعام کو احادیث میں ”سبق، رھان یا مجل“ کہا گیا ہے۔ مگر اس کے جواز کی شرط یہ ہے کہ انعام کی شرط یکطرفہ ہو اور انعام مقرر کرنے والا کوئی تیسرا شخص یا گروہ ہو (اس شخص یا گروہ کو ”محلل“ کہا جاتا ہے) یا دوڑ میں حصہ لینے والے خود انعام مقرر کریں مگر یکطرفہ۔ دوطرفہ انعام کی شرط دوڑ میں حصہ لینے والوں کی طرف سے ہو یا کوئی تیسرا شخص یا گروہ مقرر کرے وہ جو ہے جو ناجائز اور حرام ہے۔ جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی رسول اللہ ﷺ

۱۵۔ صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب غایۃ السبق للخیل المضمرۃ، الحدیث: ۲۷۱۰ + صحیح مسلم = کتاب الإمارة

باب المسابقة بین الخیل و تضمیرھا، الحدیث: ۲۸۷

Free downloading facility of Videos, Audios & Books for DAWAH purpose only, From Islamic Research Centre Rawalpindi

کی حدیث ہے:

[۵۵۱] « لَا سَبَقَ إِلَّا فِي نَضَلٍ أَوْ خُفٍ أَوْ حَافِرٍ »^{۵۲}

”تیروں، اونٹوں اور گھوڑوں کے ماسوئی کسی مقابلہ میں انعام رکھنا جائز نہیں ہے۔“

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی سابقہ حدیث میں سنن الترمذی کا یہ اضافہ ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

[۵۵۲] « وَكُنْتُ فِيمَنْ أَجْرَى فَوْتَبَ بِي فَرَسِي جَدَارًا »^{۵۳}

”میں مقابلے میں حصہ لینے والوں میں شامل تھا اور میرا گھوڑا (تیز رفتاری کی وجہ سے)

میرے سمیت دیوار پر چڑھ گیا۔“

امام مسلم رحمہ اللہ نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے:

[۵۵۳] « فَجِئْتُ سَابِقًا فَطَفَّفَ بِي الْفَرَسُ الْمَسْجِدَ »^{۵۴}

”میں آگے رہا تو میرا گھوڑا میرے سمیت مسجد کی ایک دیوار پر چڑھ گیا۔“

◎ امام خطابی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

”محفل“ وہ شخص ہے جو دو مقابلہ بازوں کے درمیان داخل ہوتا ہے کہ اول آنے والے کے لئے انعام کو حلال کر دے۔ اگر خود انعام میں حصہ دار ہوگا تو یہ صورت بعینہ جوا ہے۔ سعید بن مسیب اور بعض علماء کے علاوہ اکثر علماء اسلام کا یہی موقف ہے۔ جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ نے ”موطا“ میں یہ بات ذکر کی ہے۔ لیکن یہ حدیث ان کے خلاف حجت ہے۔“^{۵۵}

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

[۵۵۴] « أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : جَعَلَ لِلْفَرَسِ سَهْمَيْنِ وَلِصَاحِبِهِ سَهْمًا »^{۵۶}

”رسول اللہ ﷺ نے (مال غنیمت میں) گھوڑے کے دو حصے اور اس کے مالک کا

ایک حصہ مقرر فرمایا۔“

^{۵۲} صحیح الترمذی = أبواب الجهاد : باب الرِّهَان ، الحديث : ۱۳۸۹ + صحيح ابن ماجة = كتاب الجهاد : باب السَّبَق ،

والرِّهَان ، الحديث : ۲۳۲۶ + صحيح أبي داؤد = كتاب الجهاد : باب في السَّبَق ، الحديث : ۲۲۴۴

^{۵۳} صحیح الترمذی = أبواب الجهاد : باب الرِّهَان ، الحديث : ۱۳۸۹

^{۵۴} صحیح مسلم = كتاب الإمارة : باب المسابقة بين الخيل وتضميرها ، الحديث : ۱۸۷۰

^{۵۵} معالم السنن للخطابی : ۴۰ / ۳ + المؤطا مع المنتقى : ۳ / ۲۱۶

^{۵۶} صحیح البخاری = كتاب الجهاد : باب سهام الفرس ، الحديث : ۲۷۰۸

ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں:

[۵۵۵] « أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَسَمَ فِي النَّفْلِ لِلْفَرَسِ بِسَهْمَيْنِ وَلِلرَّاجِلِ بِسَهْمٍ »^{۵۷}

”بے شک نبی ﷺ نے گھوڑے کو مال غنیمت میں دو حصے اور پیادہ کو ایک حصہ دیا۔“
جبکہ ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں:

[۵۵۶] « أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْهَمَ لِرَجُلٍ وَلِفَرَسِهِ ثَلَاثَةَ أَشْهُمٍ سَهْمًا لَهُ وَسَهْمَيْنِ لِفَرَسِهِ »^{۵۸}

”بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مجاہد اور اس کے گھوڑے کے لئے کل تین حصے مقرر کئے۔ ایک اس کا اور دو اس کے گھوڑے کے لئے عطا فرمائے۔“

◎ امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا:

”وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَالْأَوْزَاعِيِّ وَمَالِكٍ وَابْنِ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ۔“

”حدیث بالا کے مطابق ہی اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین مثلاً سفیان ثوری، اوزاعی، مالک، ابن مبارک، شافعی، احمد وغیرہ کا موقف ہے“^{۵۹}

الغرض جہاد کی تیاری کے بارے رسول اللہ ﷺ نے دیگر جنگی آلات کی طاقت و قوت کے ساتھ ساتھ گھوڑے باندھنے اور ان کے درمیان مقابلہ بازی کے مضبوط وسائل مہیا رکھنے پر ہمیشہ زور دیا ہے۔ گھوڑوں کے ساتھ جہاد کرنے والے جوانمردوں کو پیادوں کے مقابلہ میں تین گنا انعام و اکرام دینے کا حکم دیا ہے۔ گویا جہاد کی تیاری کو زبردست طریقے سے اجاگر فرمایا۔

گھوڑوں کی اچھی اور بری صفات:

رسول اللہ ﷺ نے ایک ماہر اور تجربہ کار جرنیل کی طرح گھوڑوں کے اچھے اور برے

^{۵۷} صحیح مسلم = کتاب الجہاد: باب کیفیۃ قسمة الغنیمۃ بین الحاضرين، الحدیث: ۱۷۶۲ + صحیح الترمذی = أبواب

السیر: باب فی سهم الخیل، الحدیث: ۱۲۰۸

^{۵۸} صحیح ابی داؤد = کتاب الجہاد: باب فی سهمان الخیل، الحدیث: ۲۳۷۳

^{۵۹} صحیح الترمذی = أبواب السیر: باب فی سهم الخیل

اوصاف اس طرح تفصیل سے بیان فرمائے ہیں جس سے لگتا ہے کہ آپ ﷺ گھوڑا شناسی میں کافی مہارت رکھتے تھے۔

[۵۵۷] « كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْرَهُ الشِّكَالَ مِنَ الْخَيْلِ وَالشِّكَالَ أَنْ

يَكُونُ فِي رِجْلِهِ الْيُمْنَى بَيَاضٌ وَفِي يَدِهِ الْيُسْرَى أَوْ يَدِهِ الْيُمْنَى وَرِجْلِهِ الْيُسْرَى»^{۱۰}

”رسول اللہ ﷺ شikal گھوڑوں کو ناپسند فرماتے تھے اور شikal گھوڑا وہ ہوتا ہے کہ اس کے دائیں پاؤں میں اور بائیں ہاتھ میں یا دائیں ہاتھ اور بائیں پاؤں میں سفیدی ہو (جو) ”مُحَجَّل“ (پانچ کلیان) نہ ہو۔ بلکہ بعض پاؤں یا ہاتھ سفیدی سے خالی ہوں)۔“
نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۵۵۸] « خَيْرُ الْخَيْلِ الْأَذْهَمُ الْأَفْرَحُ الْأَرْثَمُ ثُمَّ الْأَفْرَحُ الْمُحَجَّلُ طَلِقُ الْيَمِينِ فَإِنْ لَمْ

يَكُنْ أَذْهَمَ فَكُمَيْتٌ عَلَى هَذِهِ الشَّيْءِ»^{۱۱}

”بہترین قسم کا گھوڑا وہ ہے (i) جو سیاہ کالا ہو اور اس کی پیشانی اور ناک پر سفید داغ ہو اس کے بعد وہ گھوڑا بہترین ہے جس کی پیشانی اور اگلی کچھلی چاروں ٹانگیں پاؤں سمیت سفید ہوں۔ اور اگر سیاہ کالا نہ ہو تو پھر سیاہ اور سرخ دونوں رنگوں والا ملا جلا مذکورہ صفت پر ہو۔“
اسی ترتیب کے مطابق آپ کو یہ گھوڑے پسند تھے۔ نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

[۵۵۹] « يُمْنُ الْخَيْلِ فِي شُقْرِهَا»^{۱۲}

”گھوڑے کی خیر و برکت اس کی خالص سرخی میں موجود ہے۔“

رسول اللہ ﷺ ایک زبردست دانشور، دانا، شفقت کرنے والے اور مہربان امیر کارواں کی طرح گھوڑوں کی پیشانیوں کے بال اپنی انگلیوں میں لپیٹتے اور صحابہ کرم رضی اللہ عنہم کو ان کے ساتھ شفقت و محبت کا سلوک کرنے کا سبق دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

۱۰ صحیح مسلم = کتاب الإمارة : باب ما يُكْرَهُ من صفات الخيل، الحديث : ۱۸۷۵۔ اس روایت کو امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہم نے بھی روایت کیا ہے۔

۱۱ صحیح الترمذی = أبواب الجهاد : باب ما يُسْتَحَبُّ من الخيل، الحديث : ۱۳۸۷۔ اس حدیث کو امام دارمی رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔

۱۲ صحیح أبی داؤد = کتاب الجهاد : باب فيما يُسْتَحَبُّ من ألوان الخيل، الحديث : ۲۲۱۸ + صحیح الترمذی = أبواب

الجهاد : باب ما يُسْتَحَبُّ من الخيل، الحديث : ۱۳۸۶

[۵۶۰] «الْخَيْلُ مَعْقُودَةٌ فِي نَوَاصِيهَا الْخَيْرُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ الْأَجْرُ وَالْغَنِيمَةُ» ۶۳

”گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک کے لئے اجر و غنیمت کی صورت میں بھلائی باندھ دی گئی ہے۔“

پھر آپ نے گھوڑوں کو نظر بد اور شیطان کے برے اثرات سے محفوظ رکھنے کے لئے ارشاد فرمایا:

[۵۶۱] «لَا تَصْحَبُ الْمَلَائِكَةُ رُفْقَةً فِيهَا كَلْبٌ أَوْ جَرَسٌ» ۶۴

”فرشتے اس قافلے کے ساتھ نہیں چلتے جس میں کتا اور گھنٹی ہو۔“

نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۵۶۲] «الْجَرَسُ مَزَامِيرُ الشَّيْطَانِ» ۶۵

”گھنٹی شیطان کا ساز ہے۔“

آپ ﷺ نے مزید ارشاد فرمایا:

[۵۶۳] «لَا تُبْقِیَنَّ فِي رَقَبَةِ بَعِیْرِ قِلَادَةً مِّنْ وَتَرٍ — أَوْ قِلَادَةً — إِلَّا قُطِعَتْ» ۶۶

”کسی اونٹ (اور گھوڑے) کی گردن میں پٹے وغیرہ باقی نہ رکھے جائیں۔ انہیں کاٹ دیا جائے۔“

جو پٹے وغیرہ جاہلیت میں نظر بد سے بچانے کے لئے پہنائے جاتے تھے یعنی ان شرکیہ پٹوں اور قلابوں کی بجائے قرآن و سنت میں موجود دموں اور اذکار پر انحصار کیا جائے۔

جہاد کی بقاء اور جہادی وسائل:

چونکہ اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے جہاد قیامت تک باقی رہے گا اور اس کی بقاء و دوام کے لئے اس کے اسباب و وسائل کا وافر مقدار میں فراہم کرنا ضروری ہے۔ اس لئے ابن عباس رضی اللہ عنہما

۶۳ تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۹۴

۶۴ صحیح مسلم = کتاب اللباس و الزینۃ: باب کراہۃ الکلب و الجرس فی السفر، الحدیث: ۲۱۱۳۔ اس حدیث کو امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہم نے بھی روایت کیا ہے۔

۶۵ صحیح مسلم = کتاب اللباس و الزینۃ: باب کراہۃ الکلب و الجرس فی السفر، الحدیث: ۲۱۱۴، اس حدیث کو امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہم نے بھی روایت کیا ہے۔

۶۶ صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب ما قیل فی الجرس و نحوه فی أعناق الإبل، الحدیث: ۲۸۴۳ + صحیح مسلم = کتاب اللباس و الزینۃ: باب کراہۃ قلابۃ الوتر فی رقبۃ البعیر، الحدیث: ۲۱۱۵۔ یہ حدیث ابوداؤد اور النسائی میں بھی ہے۔

فرماتے ہیں: ہمیں رسول اللہ ﷺ نے جہاں یہ حکم دیا کہ وضو کو اچھی طرح تمام اعضاء دھو دھو کر کر و اور صدقہ و زکوٰۃ کا مال نہ کھاؤ وہاں یہ بھی حکم فرمایا:

[۵۶۳] « وَأَنْ لَا تُنْزِي حِمَارًا عَلَى فَرَسٍ » ۷۷

”اور ہم گدھوں کو گھوڑیوں کے ساتھ جفت نہ کریں۔“

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

[۵۶۵] « أَهْدَيْتُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْلَةً فَكَبَّهَا فَقَالَ عَلِيٌّ: لَوْ حَمَلْنَا الْحَمِيرَ عَلَى الْخَيْلِ فَكَانَتْ لَنَا مِثْلُ هَذِهِ۔ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّمَا يَفْعَلُ ذَلِكَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ» ۷۸

”رسول اللہ ﷺ کو تحفہ میں ایک خچر ملا۔ آپ اس پر سوار ہوئے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر ہم گدھے کو گھوڑی کے ساتھ جفت کر لیں تو ہمارے لئے بھی اس جیسی (خچر) مہیا ہو سکتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ کام وہ لوگ کرتے ہیں جن کے پاس علم نہیں ہوتا۔“ ۷۹

گھوڑوں کے ساتھ ہی رسول اللہ ﷺ نے جہاد میں اونٹوں کے استعمال کی اہمیت و فضیلت بیان فرمائی۔ خود رسول اللہ اپنی قسواء اور عصباء نامی اونٹنی پر سوار ہو کر جہادی میدانوں میں اسے مقابلے کے لئے دوڑاتے اور سب سے سبقت لے جاتے رہے۔ ۸۰ غزوہ بدر میں مسلمانوں کے پاس دو گھوڑوں کے علاوہ زیادہ تعداد میں اونٹ تھے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جہادی وسائل و اسباب حالات زمانہ کے مطابق تبدیل ہوتے

۷۷ صحیح الترمذی = أبواب الجہاد: باب کراہیۃ أَنْ یُنْزَى الحُمُرُ عَلَى الخیل، الحدیث: ۱۳۹۱ + صحیح النسائی = کتاب

الخیل والسبق والرّمی: باب التّشدید علی حمل الحمیر علی الخیل، الحدیث: ۳۳۴۸، ۱۳۷

۷۸ صحیح أبی اؤد = کتاب الجہاد: باب فی کراہیۃ الحُمُرِ تُنْزَى عَلَى الخیل، الحدیث: ۲۲۳۶ + صحیح النسائی = کتاب

الخیل والسبق والرّمی: باب التّشدید فی حمل الحمیر علی الخیل، الحدیث: ۳۳۴۷

۷۹ اس بات کا علم کہ جہادی وسائل کی فراوانی سے ہی جہاد قیامت تک جاری رہ سکتا ہے۔ گھوڑے بھی منجملہ جہادی وسائل سے ہیں اور گھوڑی کے ساتھ گدھے کو جفت کرنے سے گھوڑوں کی نسل کے ختم ہونے کا امکان اور اندیشہ ہے۔ (وَاللّٰهُ اَعْلَمُ وَ عَلِمَهُ اَكْمَلُ وَ اَتَمُّ) (ابوعمار ابن عبد الجبار)

۸۰ صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب ناقة النّبیّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم و باب بغلة النّبیّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم البیضاء

رہے۔ عصر حاضر کے بہترین اور کامیاب ترین گھوڑے تیل سے چلنے والی بری، بحری اور فضائی گاڑیاں ہیں۔ اسی طرح زمانہ حال کے تیر بندوقوں اور توپوں سے نکلنے والی بارودی گولیاں اور گولے ہیں۔ اس کے باوجود حقیقی گھوڑوں اور اسی طرح جدید اسلحہ کے ساتھ ساتھ شمشیر و سناں کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے اور رہے گی۔ ماضی کی طرح حال میں بھی کرہ ارضی میں وہ پہاڑی اور میدانی سلسلے موجود ہیں جن میں جنگ کے لئے موٹروں اور ٹینکوں کی بجائے اونٹ اور گھوڑے ہی چل سکتے ہیں اور جہاں توپیں اور گنیں ناکارہ ہو جاتی ہیں وہاں نیزوں اور بھالوں کی نوکیں اور تلواروں کی دھاریں ہی میدان کارزار کا زیور بنتی ہیں۔ زمانہ چونکہ تغیرات کی ایک قدرتی چکی ہے۔ لہذا اس کا امکان ہے کہ انسانوں پر کوئی لمحہ ایسا بھی آجائے کہ وہ جدید بارودی ہتھیاروں کو خود اپنے ہاتھوں سے جلا کر خاکستر کر ڈالیں۔ اس کے بعد خوش نصیب وہ لوگ ہوں گے جو دفاع دین اور دفاع جان کے لئے دوبارہ تلواریں حائل کریں گے، تیروں اور کمانوں کو زیب تن کرنے کے ساتھ ساتھ اونٹوں اور گھوڑوں پر کجاوے لادیں گے۔ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے احکامات عارضی اور حادثاتی بنیادوں پر نہیں بلکہ مستقل اصولوں پر قائم ہوتے ہیں۔

مذکورہ بالا آیات و احادیث کا خلاصہ:

- ① حسب استطاعت ہر قسم کی قوت و طاقت مہیا رکھنے کے لئے گھوڑوں کا سرحدوں اور گھروں میں باندھے رکھنا بھی امت محمدیہ کا دینی فریضہ ہے۔ اس کے اغراض و مقاصد بھی وہی ہیں یعنی قوت کی فراہمی کے ساتھ ساتھ اپنے اور اللہ کے مشترکہ دشمنوں پر مسلمانوں کا رعب اور دبدبہ ہو۔ علاوہ ازیں اسلامی معاشرے میں منافق دشمنوں پر بھی رعب اور دہشت طاری ہو، جن کا ظاہر و باطن مختلف ہے۔
- ② قرآن مجید کی سورت ”العادیات“ جہادی گھوڑوں کے فضائل اور ان کے اوصاف پر مشتمل ایک جامع اور فصیح و بلیغ سورت ہے۔ اس بارے میں یہی بات زیادہ صحیح ہے۔ جبکہ دوسرے قول کے مطابق اس سے جہادی اونٹ مراد ہیں۔
- ③ کفار و مشرکین کے مقابلے میں ہر وقت حتیٰ کہ حالت جنگ میں نماز کی ادائیگی کرتے

ہوئے بھی جہاد کے لئے تیار و مسلح رہنا، جنگی اسلحہ اور دیگر اسباب جنگ کو اپنے ہمراہ تیار رکھنا مسلمانوں کا ایک دینی فریضہ ہے۔

② جہاد کی طرف نکلنے کے لئے تاخیر کے حربے استعمال کرنا اور جہاد کی تیاری اور جہادی توشہ جمع نہ کر رکھنا، یہ سب منافقین کے قابل مذمت اوصاف ہیں۔ جن کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ ان پر ذلت و رسوائی مسلط کر دیتا ہے۔

⑤ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا غزوہ احزاب اور غزوہ بنی قریظہ میں ظہر و عصر کی نمازوں کو جہاد کی وجہ سے مؤخر کرنا اور وقت مقررہ سے قضا کرنا اسلام میں جہاد کی فوقیت، برتری اور بلندی کی بین دلیل ہے۔

⑥ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ”قیامت تک گھوڑوں کی پیشانیوں میں خیر اور بھلائی رکھ دی گئی ہے۔“ اس ارشاد رسول ﷺ سے معلوم ہوا کہ جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔ یہ فرمان اس بات کی بھی دلیل ہے کہ امت محمدیہ کے کچھ افراد اس کو قیامت تک ہمیشہ ہمیشہ ادا کرتے رہیں گے۔ امام بخاریؒ امام احمد بن حنبلؒ امام مالکؒ اور دیگر محدثین نے بھی حدیث مذکور کا یہی مفہوم بیان کیا ہے۔

⑦ دینی اور دنیاوی برکات کا سرچشمہ قیامت تک جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ اس کے اسباب و وسائل بھی قیامت تک کے لئے دینی اور دنیاوی خیر و برکت کے چشمے ہیں۔

⑧ اجر و ثواب اور اموال غنیمت دونوں خیر کی تعریف میں شامل ہیں اور جہاد کے مقاصد میں داخل ہیں۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اجر اور مال غنیمت دونوں خیر ہیں۔“ مقاصد کے اعتبار سے گھوڑوں کی تین اقسام ہیں:

① جہادی گھوڑے جو مالک کے لئے اجر و ثواب اور خیر و برکت ہیں۔ حتیٰ کہ ان کی حرکات و سکنات اور بول و براز بھی نیک اعمال میں شمار ہوں گے۔

② محض سوال سے بچنے کے لئے گھوڑے رکھنا جو مومن کے لئے ستر و حجاب ہیں۔

جبکہ بلند درجات سے وہ محروم رہے گا۔

۳) فخر و ریاء اور مسلمانوں کی مخالفت میں باندھے گئے گھوڑے مالک کے لئے وبال جان ثابت ہوں گے۔

۱۰) بلحاظ جنس عورت اور گھر کی طرح گھوڑوں میں بھی نحوست ممکن ہے۔ لیکن اعلیٰ مقاصد اس چیز کو ختم کر دیتے ہیں۔ یعنی نحوست ان گھوڑوں میں ہوگی جو جہاد کے لئے استعمال نہ ہوں۔^۱

۱۱) گھوڑوں میں مقابلہ بازی نہ صرف جائز ہے بلکہ جہادی ٹریننگ کے لئے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

۱۲) تیروں، اونٹوں اور گھوڑوں کے علاوہ کوئی مقابلہ بازی جائز نہیں ہے۔ یہ حکم شرعی ہے۔ جیسا کہ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہم کے اقوال ہیں۔ یا یہ فرمان رسول ﷺ ایک حقیقت کا بیان ہے کہ اصل مقابلہ تو مذکورہ تین اشیاء میں ہی ہوتا ہے۔ بہر صورت علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جہادی مشق اور ورزش کے لئے تمام قسم کے جسمانی یا اسلحاتی مقابلے جائز ہیں۔ بلکہ جہاد فی سبیل اللہ کا ذریعہ ہونے کی بناء پر مستحب ہیں۔ البتہ جن مقابلوں میں جہادی مقاصد پیش نظر نہ ہوں وہ حرام ہیں۔ مثلاً پرندوں اور مرغوں وغیرہ کے درمیان مقابلہ بازی بالخصوص جب ان میں جوا اور قمار بازی کا ناپاک عنصر بھی شامل ہو جائے۔^۲

۱۳) گھوڑوں اور انکی مثل تمام جائز مقابلوں میں انعام بھی مقرر کیا جاسکتا ہے۔ تاکہ مقابلہ میں حصہ لینے والوں کی حوصلہ افزائی ہو جہادی ٹریننگ لینے میں آسانی ہو۔ بشرطیکہ انعام کی شرط دوطرفہ نہ ہو۔

۱۴) شہسواروں کے لئے پیادوں کے مقابلہ میں مال غنیمت کا (تین گنا) حصہ رکھا گیا ہے تاکہ جہاد کے لئے اعلیٰ وسائل رکھنے والوں کی حوصلہ افزائی ہو۔

۱۵) رسول اللہ ﷺ کے اولو العزم پیغمبر ہونے کے ساتھ ساتھ دنیا کے ذہین ترین دانشور، حقیقت شناس، دانا اور بڑی بصیرت رکھنے والے انسان تھے۔ جہادی گھوڑوں کے

اوصاف، گھوڑوں کی اقسام کا بیان فرمانا اس دعویٰ کی دلیل ہے۔

(۱۶) گھنٹیاں اپنی سحر انگیز آوازوں کی وجہ سے شیطانی ساز ہیں۔ کیونکہ وہ ذکر اللہ سے غافل کرتی ہیں اور دنیا کی محبت کی طرف راغب کرتی ہیں۔ علاوہ ازیں قلابہ اور پٹوں کو نظر بد سے بچانے کا مؤثر ذریعہ سمجھنا ممنوع قرار دیا۔ کیونکہ وہ اعتقادی شرک ہے۔

(۱۷) گھوڑوں کے بعد اونٹ وغیرہ بھی جہاد فی سبیل اللہ میں استعمال ہونے کی بناء پر باعث شرف و فضل ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے درجہ بدرجہ جہاد کے تمام وسائل و ذرائع کی اہمیت و فضیلت واضح فرمائی ہے۔

(۱۸) گھوڑوں اور گدھوں کی جفتی جہادی وسائل کو کم کرنے کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے ممنوع اور حرام ہے۔ لہذا ہر وہ قول و فعل یا اعتقاد اور عمل جو جہادی وسائل میں کمی کا باعث ہوگا، ذرائع کی روک تھام کے اصول کے تحت ناجائز و ممنوع قرار پائے گا۔

(۱۹) زمانہ اور حالات بدلتے رہتے ہیں۔ لیکن حقیقت اور واقعات نہیں بدلتے اور انبیائے کرام علیہم السلام کی گہری سوچ ہمیشہ عارضی معاملات کی بجائے مستقل اشیاء پر پڑتی ہے۔

(۲۰) جہاد قیامت تک باقی ہے اور یہ اسلامی معاشرہ کی معاشی اور اقتصادی حالت کو سنوارنے کا بہترین وسیلہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا رزق مال غنیمت میں رکھا گیا تھا۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۵۶۶] «جُعِلَ رِزْقِي تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِي وَ جُعِلَ الذِّلَّةُ وَالصِّعَارُ عَلَى مَنْ خَالَفَ أَمْرِي» ۳

”میرا رزق میرے نیزے کے سائے کے نیچے رکھا گیا ہے۔ جبکہ ذلت و رسوائی اس پر رکھی گئی ہے جو میرے حکم کی مخالفت کرے گا۔“

(۲۱) رسول اللہ ﷺ قیامت تک جاری رہنے والے جہاد کے ساتھ مبعوث کئے گئے۔ مال غنیمت سے روزی حاصل کرنا تمام وسائل رزق سے افضل ہے۔ اس وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

[۵۶۷] « بُعِثْتُ بِالسَّيْفِ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ وَ جُعِلَ رِزْقِي تَحْتَ ظِلِّ رُمَحِي »^۴
 ”مجھے تلوار کے ساتھ بھیجا گیا ہے اور میرا رزق میرے نیزے کے سائے میں رکھا گیا ہے۔“

مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

- | | | | |
|----------------------------|---|----------------------------|---|
| ابن کثیر: ۴/ ۵۷۵، ۵۷۶ | ❏ | تفسیر القرطبی: ۲۰/ ۱۰۸-۱۰۵ | ❏ |
| نیل الأوطار: ۸/ ۹۵-۸۱ | ❏ | شرح النووی: ۲/ ۱۳۲، ۱۳۳ | ❏ |
| سُبُل السَّلام: ۴/ ۱۴۱-۱۳۷ | ❏ | المَحَلِّي: ۷/ ۳۵۴-۳۵۲ | ❏ |

((..... ❁ ❁ ❁ ❁))

باب: ۹

مورچہ بندی اور اسلامی سرحدوں پر پہرہ

غرض و غایت اور اہمیت:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۵۶۸] ﴿وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهَبُونَ بِهِ وَعَدُوُّ اللَّهِ وَعَدُوُّكُمْ﴾ [الأنفال=۸: ۶۰]

”اور تم سرحدوں پر گھوڑے باندھے رکھو، جس سے تم اپنے اور اللہ تعالیٰ کے (مشترکہ) دشمن کو خوفزدہ رکھ سکو گے۔“

[۵۶۹] ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ

تُفْلِحُونَ﴾ [آل عمران=۳: ۲۰۰]

”اے ایماندارو! صبر اختیار کرو اور بمقابلہ کفار ثابت قدم رہو اور مورچوں میں جے رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ فلاح پا جاؤ۔“

◎ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

”حبشہ کا بادشاہ نجاشی جو کہ اسلام قبول کر چکا تھا فوت ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں اس کی موت کی اطلاع دی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو لے کر صحرا کی طرف تشریف لے گئے اور باقاعدہ صفیں باندھ کر اس کی نماز جنازہ ادا کی۔“^۱

◎ ابن جریر طبری رحمہ اللہ اور ابن ابی حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نجاشی کی وفات پر اس کا جنازہ پڑھا تو منافقین نے طنز کرتے ہوئے کہا: [۵۷۰] ﴿يُصَلَّى عَلَى عَلَجٍ مَاتَ بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ﴾ ”حبشہ میں مرنے والے ایک عجمی کا جنازہ پڑھ رہے ہیں۔“ تو اس موقع پر آل عمران کی آخری آیات نازل ہوئیں:

۱۔ صحیح البخاری = کتاب الجنائز: باب من صفَّ صفَّین أو ثلثة علی الجنائزہ خلف الإمام ، الحدیث: ۱۲۵۴ ، صحیح

[۵۷۱] ﴿وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَمَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ وَ مَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ خُشِعِينَ لِلَّهِ لَا يَشْتَرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ أُولَٰئِكَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝﴾ [آل عمران = ۱۹۹:۳]

”اور یقیناً بعض اہل کتاب ایسے بھی ہیں کہ اللہ پر اور اس پر جو کچھ تمہاری اور ان کی طرف نازل کیا گیا ایمان رکھتے ہیں۔ وہ اللہ کے لئے خشوع و خضوع کرنے والے ہیں۔ اس کی آیتوں کے بدلے تھوڑی سی قیمت نہیں لیتے۔ انہی لوگوں کے لئے ان کے رب کے پاس ان کا اجر و ثواب ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے۔“

مگر حافظ ابو عبد اللہ حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے مستدرک میں روایت کیا ہے کہ حبشہ میں نجاشی کا ایک دشمن داخل ہو گیا تو مسلمان مہاجرین نے نجاشی سے کہا: ”آپ دشمن کے مقابلے کے لئے میدان میں آئیں ہم آپ کی حمایت میں لڑیں گے۔ تاکہ آپ کے ہم پر جو احسانات ہیں انکا بدلہ چکا سکیں اور پھر آپ ہماری شجاعت و جرأت بھی دیکھ لیں گے۔“ تو نجاشی نے جواب میں کہا: ”اللہ تعالیٰ کی مدد کے ساتھ آنے والی بیماری لوگوں کی حمایت سے حاصل ہونے والی شفاء سے بہتر ہے۔“

تو اس پر مذکورہ آیات نازل ہوئیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب میں سے جو مومن تھے ان کے ایمانی و عملی اوصاف ذکر فرماتے ہوئے ان کو مصائب و آلام میں صبر کرنے، دشمنوں کے مقابلے میں ثابت قدم رہنے، اسلامی علاقہ جات کی سرحدوں پر اللہ کی راہ میں مورچہ بند ہو کر جے رہنے اور تقویٰ اختیار کرنے کی ہدایات دیں تاکہ وہ منزل مراد کو پاسکیں۔^۲

◎ حسن بصری فرماتے ہیں:

اہل کتاب کے مومنوں کو آیت مذکورہ میں حکم دیا گیا ہے کہ اللہ نے ان کے لئے جو دین اسلام پسند فرمالیا ہے وہ خوشی اور ناخوشی، تنگی اور آسانی میں اس پر صبر کریں حتیٰ کہ بحیثیت مسلمان ان کی موت آجائے اور وہ اسلام دشمن عناصر کے مقابلہ میں ثابت قدم ہوں۔ دیگر تمام علماء سلف نے بھی یہی تفسیر بیان کی ہے۔^۳

^۲ لمستدرک علی الصحیحین = کتاب التفسیر: باب شان نزول آیۃ ﴿إِصْبِرُوا وَ صَابِرُوا﴾ اس حدیث کے بارے امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ الْإِسْنَادُ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ يَهْدِي حَيْثُ سَنَدَ كَسَاحْتِهِ مَرُوءِي۔ لیکن امام بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے اپنی کتاب میں اس کو نقل نہیں کیا۔ (ابوعمار ابن عبد الجبار)

رابط کا مطلب:

”وَأَمَّا الرِّبَاطَةُ فَهِيَ الدَّوَامَةُ فِي مَكَانِ الْعِبَادَةِ وَالثَّبَاتُ فِي الثُّغُورِ۔“^۴
 ”رابط کا معنی ہے جائے عبادت میں باقاعدگی سے ثابت قدم رہنا اور سرحدوں پر ڈٹے رہنا۔“

رابط کا لغوی معنی:

”الرِّبَاطُ الْمَوَاطِنَةُ عَلَى الْأَمْرِ وَ مَلَا زِمَةُ تَغْرِ الْعَدُوِّ كَالْمَرَابِطَةِ۔ وَ الْمَرَابِطَةُ أَنْ يَرِبُطَ كُلُّ مِّنَ الْفَرِيقَيْنِ خِيُولَهُمْ فِي تَغْرِهِ وَ كُلُّ مَعِدٍّ لِصَاحِبِهِ فَسُمِيَ الْمَقَامُ فِي الثُّغْرِ رِبَاطًا وَ مِنْهُ قَوْلُهُ تَعَالَى: [۵۷۲] ﴿وَ رَابِطُوا.....﴾ [آل عمران=۳: ۲۰۰]“^۵

”رابط کا معنی کسی کام میں باقاعدگی کرنا اور دشمن کی سرحد پر جیسے رہنا ہے۔ رابط کا وہی مفہوم ہے جو رابطہ کا مفہوم ہے۔ رابطہ کا مفہوم یہ ہے کہ ہر فریق اپنے گھوڑے اپنی سرحد میں باندھ رکھے اور دشمن کے مقابلے کیلئے مستعد اور تیار رہے۔ چنانچہ سرحدوں پر اس قیام کو رابط کہا گیا ہے اور اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ”اور سرحدوں پر جیسے رہو.....“

رابط کا شرعی معنی:

گھوڑوں وغیرہ اور دیگر جنگی آلات کے ساتھ مسلح ہو کر دشمن کی سرحد پر مقابلہ کے لئے ثابت قدم رہنا۔ یہ رابط کا شرعی معنی ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

① [۵۷۳] ﴿وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ.....﴾ [الأنفال=۸: ۶۰]

”اور گھوڑے باندھے رکھو۔“

② [۵۷۴] ﴿وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا.....﴾ [آل عمران=۳: ۲۰۰]

”مصابب و آلام پر ثابت قدم رہو اور سرحدوں پر ڈٹے رہو۔“

اور نبی ﷺ کا فرمان ہے:

③ [۵۷۵] ﴿رِبَاطُ يَوْمٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا﴾^۶

۴ تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۴۸۱ + فتح الباری: ۶/ ۴۲۵

۵ القاموس المحيط: ۲/ ۳۷۴ + تفسیر القرطبی: ۴/ ۲۰۶ + تفسیر الکشاف: ۱/ ۴۶۰ + المفردات فی غریب

القرآن: ۱۸۴ + الجواب الکافی لابن قیم: ۱۱۳

۶ صحیح البخاری = کتاب الجہاد : باب فضل رباط يوم في سبيل الله، الحديث: ۲۷۳۵ + صحيح مسلم = کتاب

”اللہ کے راستے میں ایک دن مورچوں پر جے رہنا دنیا اور دنیا کی ہر چیز سے بہتر ہے۔“

۴ امام بخاری رحمہ اللہ صحیح بخاری میں عنوان قائم کرتے ہیں: باب فَضْلِ رِبَاطٍ يَوْمٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى:

۵ [۵۷۶] ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا﴾ [آل عمران=۳:۲۰۰] اس بارے

میں باب کہ اللہ کے راستے میں ایک دن سرحدوں پر مورچہ بند ہونے کی فضیلت اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں کہ ”اے ایمان والو! صبر کرو، مصائب میں پامردی دکھاؤ اور مورچوں پر ڈٹے رہو۔“ ۷

۶ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

۷ ﴿وَصَابِرُوا الْعَدُوَّ وَرَابِطُوا الْخَيْلَ﴾ ۸

”دشمن کے مقابلے میں مصائب جھیلنے میں پامردی دکھاؤ اور اسلامی سرحدوں پر مورچہ بند رہو۔“

رباط کے فضائل:

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

[۵۷۷] «رِبَاطٌ يَوْمٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا، وَ مَوْضِعٌ سَوَطِ أَحَدِكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا وَالرَّوْحَةُ يَرُوحُهَا الْعَبْدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ الْعَدُوَّةُ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا» ۹

”اللہ کی راہ میں ایک دن (دشمن کی سرحد پر جے رہنا) پوری دنیا اور جو کچھ اس پر موجود ہے اس سے کہیں بہتر ہے۔ جنت میں تم میں سے کسی ایک کے لئے اس کی چھڑی کے برابر جگہ پوری دنیا اور جو کچھ اس پر موجود ہے اس سے کہیں بہتر ہے۔ بندے کا اللہ کے راستے میں ایک شام یا ایک صبح کا ٹکنا دنیا سے اور اس پر موجود تمام اشیاء سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔“

سیدنا سلمان الخیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

۸ دیکھئے: صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب فضل رباط يوم في سبيل الله و قول الله تعالى ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا﴾ [آل عمران=۳:۲۰۰]

۹ فتح الباری: ۴/۲۵۵ + تفسیر القرطبی: ۴/۲۰۶

۱۰ ترجمہ کے لئے دیکھئے: رقم المسائل: ۵۷۴

[۵۷۸] «رِبَاطُ يَوْمٍ وَ لَيْلَةٍ خَيْرٌ مِّنْ صِيَامِ شَهْرٍ وَ قِيَامِهِ وَ إِن مَاتَ جَرَى عَلَيْهِ عَمَلُهُ الَّذِي كَانَ يَعْمَلُهُ وَ أُجْرِي عَلَيْهِ رِزْقُهُ وَ آمِنَ الْفَتَانُ» ۱

”اللہ کی راہ میں ایک دن اور رات سرحدوں پر ڈٹے رہنا ایک ماہ کے قیام و صیام سے زیادہ افضل ہے۔ اگر کوئی حالت رباط میں فوت ہو جائے تو جو عمل وہ زندگی میں کرتا تھا وہ اللہ کے ہاں قیامت تک جاری و ساری رہے گا اور وہ فتنہ میں مبتلا کرنے والے سے بھی محفوظ ہو جاتا ہے۔“

سیدنا فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۵۷۹] «كُلُّ مَيِّتٍ يُخْتَمُ عَلَى عَمَلِهِ إِلَّا الَّذِي مَاتَ مُرَاطِبًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَإِنَّهُ يُنْمَى لَهُ عَمَلُهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَ يَأْمَنُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ» ۲

”رباط کرنے والے کے علاوہ ہر کسی کے اعمال موت کے ساتھ ہی ختم ہو جاتے ہیں۔ جو اللہ کی راہ میں حالت رباط میں فوت ہو جائے اس کے اعمال قیامت تک نشوونما پاتے رہتے ہیں اور وہ فتنہ قبر سے بھی محفوظ ہو جاتا ہے۔“

امام نسائی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو سلمان الخیر رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۵۸۰] «أُجْرِي لَهُ مِثْلُ ذَلِكَ مِنَ الْأَجْرِ وَ أُجْرِي عَلَيْهِ الرِّزْقُ وَ آمِنَ مِنَ الْفَتَانِ» ۳

”اللہ کی راہ میں اسلامی سرحدوں کی حفاظت کرتے ہوئے فوت ہو جانے والے مومن شخص کے نیک اعمال کا اجر و ثواب جاری رہتا ہے۔ وہ اللہ کی طرف سے رزق دیا جاتا ہے اور فتنہ قبر سے محفوظ ہو جاتا ہے۔“

امام نسائی رحمہ اللہ نے سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۵۸۱] «رِبَاطُ يَوْمٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ يَوْمٍ فِيمَا سِوَاهُ مِنَ الْمَنَازِلِ» ۴

۱۔ صحیح مسلم = کتاب الإمامرة: باب فضل الرِّباط فی سبیل اللہ عزَّوجلَّ، الحدیث: ۱۹۱۳

۲۔ صحیح الترمذی = أبواب فضائل الجهاد: باب ما جاء فی فضل من مَاتَ مُرَاطِبًا، الحدیث: ۱۳۲۲ + صحیح أبو داؤد

= کتاب الجهاد: باب فی فضل الرِّباط، الحدیث: ۲۱۸۲

۳۔ صحیح النسائی = کتاب الجهاد: باب فضل الرِّباط، الحدیث: ۲۹۶۹

۴۔ صحیح النسائی = کتاب الجهاد: باب فضل الرِّباط، الحدیث: ۲۹۷۱

”اللہ کی راہ میں ایک دن اسلامی سرحدوں پر ڈٹے رہنا دوسرے مقامات پر ایک ہزار دن کے قیام سے افضل و برتر ہے۔“

امام ابو داؤد اور امام ابن حبان نے امام ترمذی رحمہم اللہ علیہم کی طرح فضالۃ بن عبید اللہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۵۸۲] «كُلُّ الْمَيِّتِ يُخْتَمُ عَلَى عَمَلِهِ إِلَّا الْمُرَابِطَ فَإِنَّهُ يَنْمُو لَهُ عَمَلُهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَيُؤْمَنُ مِنْ فِتْنَتِ الْقَبْرِ»^{۱۴}

”ہر میت کے اعمال موت کے ساتھ ہی ختم ہو جاتے ہیں لیکن مرابط فی سبیل اللہ کے نیک اعمال قیامت تک بڑھتے اور نشوونما پاتے رہتے ہیں اور وہ فتنہ قبر سے بھی محفوظ و مامون ہو جاتا ہے۔“

چند الفاظ کے معانی:

✽ الرِّبَاطُ: سرحد پر جے رہنا۔

✽ المُرَابِطُ: سرحد پر ڈٹے رہنے والا یا سرحد کے مورچوں میں مورچہ بند ہونے والا۔

✽ الرُّوحَةُ: باب: رَاحَ يَرُوحُ (بروزن قَالَ، يَقُولُ) کا مصدر ہے۔ اس کا معنی ہے ”شام کے وقت نکلا۔“

✽ الغَدْوَةُ: غدا يغدو (بروزن دَعَا يَدْعُو) سے الغدوة مصدر ہے۔ اس کا معنی ہے ”صبح کے وقت نکلا۔“

✽ الْفُتْنَانُ: فتنے کی جمع ہے۔ اور فاتن کا معنی ہے۔ ”فتنے میں مبتلا کرنے والا۔“

✽ الْفُتَّانُ: اسم مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اس کا معنی ہے ”بہت زیادہ فتنے میں مبتلا کرنے والا۔“ لیکن مذکورہ بالا حدیث میں یہ لفظ مصدر کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

✽ فِتْنَةُ الْقَبْرِ: عذاب قبر۔

✽ جَرَى عَلَيْهِ عَمَلُهُ: سے مراد اعمال کے اجر و ثواب کا جاری رہنا ہے نہ کہ اعمال۔ جیسا کہ ابن حبانؒ کی روایت میں اس کی وضاحت ہے۔^{۱۵}

^{۱۴} صحیح ابی داؤد = کتاب الجہاد: باب فی فضل الرِّبَاط، الحدیث: ۲۱۸۲

^{۱۵} صحیح ابن حبان = کتاب الجہاد: باب فضل الجہاد / ذکر البیان بَأَنَّ المرباطَ إِنَّمَا يُجْزَى لَهُ أَجْرُ عَمَلِهِ لَا عَمَلُهُ،

ترمذی اور ابو داؤد کی روایت ہے کہ ”اس کا عمل نشوونما پاتا ہے“ اس کا مفہوم بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔

سرحدوں پر ڈٹے رہنے کی خصوصیات:

حافظ ابن کثیر، عبد اللہ بن مبارک، حافظ ابن حجر، امام نووی، طبری، قرطبی، قاضی ابو ولید الباجی اور دیگر آئمہ و محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ کے اقوال اور امام بخاری اور ابن حبان کی کتابوں میں درج شدہ ابواب کے عنوانات کے مطابق سرحدوں پہ ڈٹنے والوں کے لئے مذکورہ احادیث سے درج ذیل خصوصیات ثابت ہوتی ہیں:

① رباط فی سبیل اللہ ہر دوسری عبادت حتیٰ کہ حرمین شریفین میں قیام کرنے سے بھی کئی درجے افضل و برتر ہے۔ اس لئے کہ رباط فی سبیل اللہ بھی جہاد فی سبیل اللہ کے حکم میں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کی تفسیر ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[۵۸۳] ﴿اجْعَلْنٰمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَ عِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ.....﴾ [التوبة: ۹=۱۹]

”کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور بیت اللہ آباد کرنا.....“

② موت کے بعد تمام نیک اعمال کے اجر و ثواب کا جاری و ساری رہنا سرحدوں پر ڈٹے رہنے والے کی منفرد خصوصیت ہے جس میں کوئی دوسرا شخص اس کا ہم پلہ نہیں ہے۔ نبی ﷺ کے اس فرمان کے مطابق:

[۵۸۴] « إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ »^{۱۶}

”جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کا عمل اس سے منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین

اعمال کے.....۔“

اس حدیث میں تین اعمال کی تخصیص ہے۔ لہذا اس سے تمام اعمال مراد لینا درست نہیں ہو سکتا۔

③ سرحدوں پر تعیناتی کی حالت میں فوت ہو جانے والے مجاہد کی یہ امتیازی شان اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی کے عین مطابق ہے جس میں ارشاد ہے۔

[۵۸۵] ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ط بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ

﴿يُرْزُقُونَ﴾ [آل عمران: ۳: ۱۶۹]

”جو اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے ہیں انہیں مردہ مت خیال کرو۔ بلکہ وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں، ان کو روزی ملتی ہے۔“

② عذاب قبر سے محفوظ و مامون رہنا اللہ تعالیٰ کا وعدہ برحق ہے۔ یہ خصوصیت اس کی عملی تفسیر ہے جس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

[۵۸۶] ﴿لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ﴾ [الأنفال=۸: ۷۴]

”ان کے لئے مغفرت اور اچھا رزق ہے۔“
مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

① شرح النووی: ۲/ ۲۴۲ فتح الباری: ۶/ ۴۲۵

③ تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۴۸۰-۴۸۶

④ قصيدة عبد الله بن مبارك في الرباط بحواله ابن كثير: ۱/ ۴۸۰-۴۸۶

⑤ تراجم أبواب البخاری فی فضل الرباط والحراسة فی سبيل الله

⑥ تراجم ابن حبان كتاب الجهاد تفسیر القرطبی: ۴/ ۲۰۷

⑧ كتاب الجهاد لعبد الله بن المبارك نیل الأوطار: ۷/ ۲۲۳

⑩ المنتقى شرح المؤطا: ۱/ ۲۸۵ + وصية عمر في معنى ﴿إِصْبِرُوا وَصَابِرُوا.....﴾ المنتقى

شرح المؤطاء: ۳/ ۱۶۵

اللہ تعالیٰ کے راستے میں صبح وشام نکلنا:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۵۸۷] «لَعَدُوَّةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ رَوْحَةٌ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا» ۱۷

”اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے لئے ایک صبح کا نکلنا یا ایک شام کے لئے نکلنا پوری دنیا اور

اس میں موجود تمام چیزوں سے زیادہ بہتر ہے۔“

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

① صحیح البخاری= کتاب الجہاد: باب الغدوة والروحة فی سبيل الله ، الحديث: ۲۶۳۹+ صحیح مسلم = کتاب

الإمارة : باب فضل الغدوة والروحة فی سبيل الله تعالی ، الحديث: ۱۸۸۰

Free downloading facility of Videos, Audios & Books for DAWAH purpose only, From Islamic Research Centre Rawalpindi

[۵۸۸] «الرَّوْحَةُ وَالْغَدَوَةُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَفْضَلُ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا» ۱۸

”اللہ کی راہ میں (جہاد کے لئے) شام اور صبح کا نکلنا پوری دنیا اور اس میں موجود تمام کائنات سے زیادہ افضل و برتر ہے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۵۸۹] «لَقَابُ قَوْسٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّمَّا تَطْلُعُ عَلَيْهِ الشَّمْسُ وَتَغْرُبُ وَقَالَ: لَعَدَوَةُ

أَوْ رَوْحَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ خَيْرٌ مِّمَّا تَطْلُعُ عَلَيْهِ الشَّمْسُ وَتَغْرُبُ» ۱۹

”جنت میں ایک کمان کے برابر جگہ ان تمام چیزوں سے زیادہ بہتر ہے جن پر سورج طلوع یا غروب ہوتا ہے اور اللہ کی راہ میں صبح و شام کا نکلنا بھی ان تمام چیزوں سے برتر ہے جن پر سورج طلوع یا غروب ہوتا ہے۔“

امام بخاری اور امام ترمذی کی روایت کے الفاظ درج ذیل ہیں:

[۵۹۰] «لَرَوْحَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ غَدَوَةٌ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا وَلَقَابُ قَوْسٍ

أَحَدِكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ أَوْ مَوْضِعٌ قَيِّدٌ ————— يَعْنِي سَوَطُهُ ————— خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا وَ لَوْ أَنَّ إِمْرَأَةً مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ أَطْلَعَتْ إِلَى أَهْلِ الْأَرْضِ لِأَضَاءِ ثَمَرَاتٍ مَا بَيْنَهُمَا وَلَمَّا لَتَتْ رِيحًا وَلَنَصِيفُهَا عَلَى رَأْسِهَا خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا» ۲۰

”اللہ کی راہ میں ایک صبح یا شام کا نکلنا تمام دنیا اور اس میں موجود کل کائنات سے زیادہ بہتر ہے۔ تم میں سے کسی کی کمان یا اس کے ہاتھ کی چھڑی کے برابر جنت میں جگہ، دنیا اور دنیا کی ہر چیز سے بہتر ہے۔ اہل جنت کی کوئی عورت اگر زمین کی طرف جھانک کر دیکھ لے تو ارض و سماء کے درمیان پوری کائنات کو (اپنے نور سے) روشن اور خوشبوؤں سے معطر کر دے۔ اس کے سر کا دوپٹہ یا سر پر لپیٹا جانے والا کپڑا احسن و جمال اور قدر و قیمت کے اعتبار سے پوری دنیا اور اس میں موجود کل کائنات سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔“

۱۸ صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب الغدوة والروحة في سبيل الله، الحديث: ۲۶۴۱ + صحيح مسلم = كتاب

الإمارة: باب فضل الغدوة والروحة في سبيل الله تعالى، الحديث: ۱۸۸۱،

۱۹ صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب الغدوة والروحة في سبيل الله، الحديث: ۲۶۴۰ + صحيح مسلم = كتاب

الإمارة: باب فضل الغدوة والروحة في سبيل الله تعالى، الحديث: ۱۸۸۳،

۲۰ صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب الحورالعین وصفتهن يحار فيها الطرف..... الحديث: ۲۶۴۳، یہ حدیث سنن

الترمذی میں بھی ہے۔

(یہ حدیث ”سورة الرحمان“ میں بیان کردہ حوران جنت کے اوصاف کی مزید تشریح کرتی ہے۔) امام ابن حبان رحمہ اللہ یوں روایت بیان کرتے ہیں :

[۵۹۱] سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک سرحد پر مورچہ بند تھے۔ ان کے تمام ساتھی ساحل سمندر کی طرف گھبراہٹ کی حالت میں پناہ گزیں ہو گئے۔ پھر خطرہ ٹل جانے کی اطلاع کی گئی۔ مگر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بدستور اپنے مقام پر جے رہے۔ ایک راہ گیر نے پوچھا: ابو ہریرہ! آپ یہاں کیوں کھڑے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

((مَوْفِقُ سَاعَةٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ خَيْرٌ مِّنْ قِيَامِ لَيْلَةٍ الْقَدْرِ عِنْدَ الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ))^۱
 ”اللہ کی راہ میں ایک گھڑی کے لئے ٹھہرنا حجر اسود کے پاس لیلۃ القدر کا قیام کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔“

اسی حدیث پر امام ابن حبان رحمہ اللہ نے جو عنوان قائم کیا ہے وہ یوں ہے۔
 ”ذَكَرُ تَفْضِيلِ اللَّهِ جَلَّ وَ عَلَا عَلَى الْوَاقِفِ سَاعَةً فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِإِعْطَائِهِ خَيْرًا مِّنْ مُّصَادَقَةِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ بِالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔“

”یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک گھڑی ٹھہرنے والے پر اللہ کا فضل و کرم اس قدر زیادہ ہے کہ اس کو مسجد حرام میں لیلۃ القدر پالینے سے بھی بہتر اجر عطا فرمایا۔“

© حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

”اس حدیث میں جہاد فی سبیل اللہ کے لئے ایک صبح یا شام کے مختصر سفر کو دنیا و مافیہا سے افضل و برتر قرار دے کر گویا جنت کی غیر محسوس اور ان دیکھی نعمتوں کو دنیا کی محسوس کی جا سکنے والی اور دیکھی بھالی نعمتوں کے درجے میں لا کر بیان کیا گیا ہے۔ تاکہ بنی نوع انسان (جو کہ فطرتاً محسوس اور دیکھی بھالی اشیاء کی طرف راغب ہوتے ہیں) کے دل میں شوق اور رغبت پیدا کی جائے۔ ورنہ تو یہ امر مسلم ہے کہ تمام دنیا اور اس کی نعمتیں جنت کے ایک ذرے کے برابر بھی نہیں ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کے لئے اس معمولی محنت کا ثواب اللہ کی اطاعت و عبادت میں ساری دنیا کو صرف کر ڈالنے کے اجر و ثواب سے بڑھ کر ہے۔“

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ دوسری بات کی تائید وہ حدیث بھی کرتی ہے جو عبد اللہ بن مبارک نے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کے لئے ایک لشکر روانہ فرمایا۔ جس میں عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ تو وہ آپ کے ساتھ نماز باجماعت ادا کرنے کی غرض سے لشکر سے پیچھے رہ گئے۔ اختتام نماز پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ”تم لشکر میں شامل نہ تھے؟ عرض کیا: جی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! لیکن میں نے اس بات کو ترجیح دی کہ نماز آپ کی معیت میں ادا کر لوں اور میں لشکر کی منزل مقصود کو بخوبی جانتا ہوں۔ لہذا میں شام کو چل کر انہیں پالوٹکا۔“ تو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۵۹۲] «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوِ انْفَقْتُ مَا فِي الْأَرْضِ مَا أَذْرَكْتُ فَضْلَ غَدَوْتِهِمْ»^{۲۲}

”اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تو روئے زمین کی تمام اشیاء بھی خرچ کر ڈالے تو ان کے صبح سویرے نکل جانے کی فضیلت کو حاصل نہ کر سکے گا۔“^{۲۳}

حاصل کلام:

یہ ہے کہ جہاد کا مرتبہ و مقام جو نہایت عظیم الشان ہے اور جہاد کی طرف نکلنا تمام عبادات حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں مسجد نبوی کے اندر نماز باجماعت سے بھی زیادہ اہم اور افضل ہے۔
راہ جہاد کا گرد و غبار اور جہنم کا دھواں:

سیدنا عبد الرحمن بن جبر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

[۵۹۳] «مَا اغْبَرَّتْ قَدَمًا عَبْدٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَمَسَّهُ النَّارُ»^{۲۴}

”یہ نہیں ہوگا کہ کسی بندے کے دونوں قدم اللہ کی راہ میں چلتے ہوئے غبار آلود ہو جائیں اور پھر اس کو جہنم کی آگ مس کرے۔“

ایک روایت میں الفاظ یوں ہیں:

^{۲۲} سنن الترمذی = أبواب الجمعة: باب ما جاء في السفر يوم الجمعة، اس حدیث کو احمد شاکر رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے

:مسند احمد بن حنبل، الحديث: ۲۳۱۷، (۹۰/۴) یہ حدیث مسند احمد: ۳۵۶/۱ میں ہے۔

^{۲۳} فتح الباری = ۳۵۴/۶ + کتاب الجہاد لابن المبارک: ۶۷ + السیر الکبیر: ۱/۳۴

^{۲۴} صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب من اغبرت قدما في سبيل الله، الحديث: ۲۶۵۶۔ یہ حدیث سنن الترمذی اور سنن

الترمذی میں بھی ہے۔

[۵۹۴] «(مَنْ اغْبَرَّتْ قَدَمَاهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَهُمَا حَرَامٌ عَلَى النَّارِ)» ۲۵

”جس شخص کے دونوں قدم اللہ کی راہ میں غبار آلود ہو جائیں تو وہ جہنم کی آگ پر حرام ہو جائیں گے۔“

[۵۹۵] امام ابن حبان رحمہ اللہ نے تفصیل سے روایت کیا ہے کہ مالک بن عبد اللہ خثعمی

(جو سرزمین روم میں ایک جہادی قافلہ کے امیر تھے۔ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھتے

ہیں کہ وہ اپنے نچر کے آگے آگے پیدل سفر کر رہے ہیں۔ تو انہیں کہتے ہیں کہ اے ابو

عبد اللہ! اللہ نے تمہیں سواری دی ہے اس پر سوار ہو جاؤ۔ تو سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ

کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے: جس شخص کے قدم اللہ کی راہ میں غبار

آلود ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ان کو جہنم کی آگ پر حرام کر دیتا ہے۔ پھر مالک بن عبد اللہ

خثعمی نے دوبارہ بلند آواز سے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کو سوار ہو جانے کی ہدایت کی تو انہوں

نے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی فرمان دہرایا جسے سن کر لوگ اپنی سواریوں سے

نیچے کود پڑے۔ پھر اس دن سے زیادہ ہم نے کبھی پیدل چلنے والے نہ دیکھے تھے۔“ ۲۶

امام بخاری نے اسی حدیث کے عنوان میں سورۃ التوبہ کی آیت: ۱۲۰ کو بھی دلیل کے طور

پر ذکر کیا ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

[۵۹۶] ﴿ مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنْ

رَسُولِ اللَّهِ وَلَا يَرْغَبُوا بِأَنْفُسِهِمْ عَنْ نَفْسِهِ ۚ ذَٰلِكُمْ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلَا

نَصَبٌ وَلَا مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَطْنُونَ مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ مِنْ

عَدُوِّ نِيْلًا إِلَّا كَتَبَ لَهُمْ بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۝

[التوبة = ۹: ۱۲۰]

”اہل مدینہ اور آس پاس کے دیہاتیوں کے لئے یہ جائز نہ تھا کہ وہ اللہ کے رسول سے

(جہاد میں) پیچھے رہ جائیں اور اپنی جانوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان سے زیادہ مرغوب

جائیں۔ یہ اس لئے کہ اللہ کی راہ میں کوئی پیاس، تکلیف اور بھوک نہیں لگتی۔ نہ وہ

(مجاہدین) کفار کو غصہ دلانے والے کسی مقام کو روندتے ہیں اور نہ دشمنوں سے کوئی مراد

حاصل کرتے ہیں مگر یہ کہ ان تمام صورتوں میں ان کے لئے عمل صالح لکھ دیا جاتا ہے۔
بلاشبہ اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کا اجر و ثواب ضائع نہیں کرتا۔“

© حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

لفظ ”فی سبیل اللہ“ کو مطلق طور پر استعمال کرنے سے شرعی طور پر صرف جہاد مراد ہوتا ہے۔ گویا جہاد فی سبیل اللہ کے لئے صبح و شام کا نکلنا اور اس راستے میں چلنے پر محض قدموں کے غبار آلود ہونے پر جنت اور اس کی لازوال نعمتوں کے حصول کی خوشخبریاں اللہ تعالیٰ کے اس مذکورہ بالا فرمان اقدس کی تفسیر اور تشریح ہیں۔ ۲۷

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۵۹۷] «لَا يَلْجُ النَّارَ رَجُلٌ بَكَى مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ حَتَّى يُعَوِّدَ اللَّبْنَ فِي الضَّرْعِ وَلَا يَجْتَمِعُ غُبَارٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَدُخَانٌ جَهَنَّمَ» ۲۸

”ایسا شخص نار جہنم میں داخل نہ ہوگا جو خشیت الہی سے رویا ہو حتیٰ کہ دودھ تھنوں میں واپس لوٹ آئے اور اللہ کی راہ میں پڑنے والا غبار اور جہنم کا دھواں یکجا نہیں ہوں گے۔“
ایک روایت میں الفاظ یوں ہیں:

[۵۹۸] «لَا يَجْتَمِعُ غُبَارٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَدُخَانٌ جَهَنَّمَ فِي مَنْحَرِ مُسْلِمٍ أَبَدًا» ۲۹

”اللہ کی راہ میں پڑنے والا غبار اور جہنم کا دھواں کسی مسلمان شخص کے تھنوں میں کبھی جمع نہ ہونگے۔“

اللہ کے راستے میں پہرہ دینے کی اہمیت و فضیلت:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

[۵۹۹] «تَعَسَّ عَبْدُ الدِّيْنَارِ وَ عَبْدُ الدِّرْهَمِ وَ عَبْدُ الْخَمِيصَةِ ، اِنْ أُعْطِيَ رِضًى وَ اِنْ لَمْ يُعْطَ سَخِطَ - تَعَسَّ وَ اَنْتَكَسَّ وَ اِذَا شَيْكَ فَلَا اَنْتَقَشَ طُوْبَى لِعَبْدٍ اَخَذَ بَعْنَانٍ فَرَسِهَ

۲۷ فتح الباری = ۶/۳۶۹

۲۸ صحیح الترمذی = أبواب فضائل الجہاد: باب ما جاء فی فضل الغبار فی سبیل اللہ عزَّوَجَلَّ، الحدیث: ۱۳۳۳ +
وَأَبْوَابُ الرَّهْد: باب ما جاء فی فضل البکاء من خشية اللہ، الحدیث: ۱۸۸۱ + صحیح النسائی = کتاب الجہاد: باب

فضل من عمل فی سبیل اللہ علی قدمہ، الحدیث: ۲۹۱۰-۲۹۱۸

۲۹ صحیح النسائی = کتاب الجہاد: باب فضل من عمل فی سبیل اللہ علی قدمہ، الحدیث: ۲۹۱۰

فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَشْعَثَ رَأْسُهُ مُغَبَّرَةً قَدَمَاهُ إِنْ كَانَ فِي الْحِرَاسَةِ كَانَ فِي الْحِرَاسَةِ وَ
 إِنْ كَانَ فِي السَّاقَةِ كَانَ فِي السَّاقَةِ وَإِنْ اسْتَاذَنْ لَمْ يُؤْذَنْ لَهُ وَإِنْ شَفَعَ لَمْ يُشَفَّعْ ۝^{۲۰}
 ”درہم و دینار اور منقش چادروں کا (حریص) بندہ نامراد ہوتا ہے۔ اگر اسے اس کی طلب و
 حرص دے دی جائے تو خوش و خرم و گرنہ ناراض۔ وہ نامراد و خائب ہے۔ جب اسے کوئی
 کاٹنا چھ جائے (یعنی مصیبت میں گرفتار ہو) تو نہ نکالا جائے۔ وہ بندہ بہت ہی خوش حال
 ہے جو اپنے گھوڑے کی لگام تھامے اللہ کی راہ میں موجود ہے، پراگندہ سر اور غبار آلود
 پاؤں والا ہے۔ اگر پہرہ پر ہو تو اس کا حق ادا کرتا ہے اور اگر قافلے اور لشکر کے پیچھے ڈیوٹی
 لگ جائے تو وہاں ڈیوٹی سرانجام دیتا ہے۔ اگر کہیں داخل ہونے کی اجازت مانگے تو اسے
 اجازت نہیں دی جاتی اور اگر کسی کی سفارش کرے تو قبول نہیں کی جاتی یعنی دنیاوی وقار
 سے عاری مگر دین حق کا مجاہد و غازی ہوتا ہے۔“
 سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

[۶۰۰] « كَانَ النَّبِيُّ ﷺ : سَهْرَ ، فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ قَالَ لَيْتَ : (رَجُلًا صَالِحًا مِنْ
 أَصْحَابِي يَحْرُسُنِي اللَّيْلَةَ) إِذْ سَمِعْنَا صَوْتَ سَلَاحٍ - فَقَالَ : (مَنْ هَذَا ؟) فَقَالَ أَنَا سَعْدُ
 ابْنُ أَبِي وَقَّاصٍ (رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ) جِئْتُ لِأَحْرُسَكَ وَ نَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۝^{۲۱}
 ”ایک رات رسول اللہ ﷺ نے بیداری میں گزاری، مدینہ پہنچنے کے بعد آپ ﷺ نے
 فرمایا: کاش! میرے صحابہ میں سے کوئی صالح مرد رات کو میرے لئے پہرے پر ہوتا۔ اسی
 دوران ہم نے ہتھیاروں کی کھنکھاہٹ سنی تو آپ نے پوچھا یہ کون ہے؟ تو وہ بولے میں
 سعد بن ابی وقاص ہوں۔ آپ کے پہرے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔“
 صحیح مسلم کی حدیث میں یوں ہے کہ آپ ﷺ نے پوچھا:

[۶۰۱] « مَا جَاءَ بِكَ؟ قَالَ وَقَعَ فِي نَفْسِي خَوْفٌ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَجِئْتُ
 أَحْرُسُهُ فَدَعَا لَهْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ نَامَ ۝^{۲۲}

۲۰ صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب الحراسة فی الغزو فی سبیل اللہ، الحدیث: ۲۷۳۰

۲۱ صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب الحراسة فی الغزو فی سبیل اللہ، الحدیث: ۲۷۲۹ + صحیح مسلم = کتاب

فضائل الصحابة: باب فی فضل سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، الحدیث: ۲۴۱۰

۲۲ صحیح مسلم = کتاب الفضائل الصحابة: باب فی فضل سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، الحدیث: ۲۴۱۰

”تم کیسے آئے ہو؟ تو سعد نے عرض کیا: میرے دل میں آپ کے بارے میں خطرے کا احساس پیدا ہوا تو میں آپ کی پہرہ داری کے لئے حاضر ہو گیا ہوں۔ اس پر آپ ﷺ نے سعد رضی اللہ عنہ کے لئے دعا فرمائی اور سو گئے۔“

◎ امام نوویؒ اور حافظ ابن حجرؒ رقمطراز ہیں:

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: [۶۰۲] ﴿وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ [المائدة=۵: ۶۷] (اللہ تعالیٰ لوگوں سے آپ کی حفاظت کرے گا۔) کے نزول سے قبل آپ ﷺ کے لئے پہرہ کا انتظام کیا جاتا تھا۔ لیکن آیت مذکورہ کے نزول پر آپ ﷺ نے صحابہ کو اپنا پہرہ دینے سے منع فرمایا۔

جیسا کہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ احادیث بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ امیر المؤمنین اور تمام مسلمانوں کا پہرہ نہ صرف جائز بلکہ جہاد فی سبیل اللہ کا اہم حصہ ہے۔ یہ اللہ پر توکل کے منافی نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۶۰۳] ﴿خُذُوا حِذْرَكُمْ﴾ [النساء=۴: ۷۱، ۷۲] ”اپنی احتیاط کو لازم پکڑو۔“

مندرجہ بالا احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا:

درہم و دینار اور منقش اور دلفریب چادروں کے پرستار بلند حوصلے سے محروم اور حرص کے بندے ہوتے ہیں۔ جن کا مقصد حیات دولت جمع کرنا اور انواع و اقسام کے جوڑے زیب تن کرنا ہوتا ہے۔ دراصل ایسے لوگ ہی بلند مقاصد کے حصول میں ناکام و نامراد رہتے ہیں۔ نبی ﷺ کی ان کے حق میں یہ بددعا ہے کہ:

”جب اسے کوئی کاٹنا چھ جائے تو نہ نکالا جائے۔“

اس بددعا میں ان کے برے انجام کی ترجمانی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے۔ پھر وہ ناپاک گڑھے کی گہرائی میں جا گرتے ہیں اور فاسد اغراض کی ذلت آمیز دلدل سے نجات پانے کے قابل ہی نہیں رہتے۔ جبکہ بہترین، خوش بخت اور خوشحال مومن وہ ہے کہ اجتماعی امور میں کسی منصب اور مرتبے کا خود طلبگار نہ ہو بلکہ اسے جہاں، جس وقت اور جس عمل کے لئے مامور کیا جائے وہ اپنے فرائض منصبی کو بطریق احسن سرانجام دے۔“ ۳۳

مذکورہ بالا حدیث کی ایک سند کے الفاظ یوں ہیں:

”وہ اگر اجازت چاہے تو اجازت نہیں دی جاتی اور کسی کی سفارش کرے تو قبول نہیں کی جاتی۔“

یہ الفاظ واضح کر رہے ہیں کہ وہ مجاہد لوگوں کی نظروں میں بڑے مرتبے والا اور مقبول و مشہور نہیں بلکہ متواضع، منکسر المزاج، مسکین اور گمنام ہے۔

طوبیٰ کا معنی:

یہ لفظ باب: طَابَ يَطِيبُ سے اسم تفصیل مؤنث ”فُعْلَى“ کے وزن پر ہے۔ یہ ایک محذوف موصوف کی صفت ہے اور موصوف محذوف ”خَصْلَةً“ ہے۔ یعنی: خَصْلَةُ طُوبَى لِعَبْدٍ..... مذکورہ شخص بہت ہی خوش حال اور عمدہ خصلت کا مالک ہے۔ یا نبی ﷺ کی طرف سے اس کے لئے دخول جنت کی دعا ہے۔ کیونکہ طوبیٰ جنت کے ایک عالی شان درخت کو بھی کہتے ہیں۔“ ۳۴

امام ترمذی اور امام نسائی رحمہما نے اپنی حدیث کی کتابوں میں یوں عنوان قائم کئے ہیں ”اللہ کے راستے میں پہرہ دینے کی فضیلت اور اس آنکھ کا ثواب جو اللہ کے راستے میں بیدار رہتی ہے۔“ ان عنوانات کے تحت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

[۶۰۴] « عَيْنَانِ لَا تَمْسُهُمَا النَّارُ: عَيْنٌ بَكَتْ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ وَعَيْنٌ بَاتَتْ تَحْرُسُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ » ۳۵

”دو آنکھوں کو جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی: ایک وہ آنکھ جو خشیت الہی سے روتی ہو، دوسری وہ جو رات بھر اللہ کی راہ میں پہرہ دیتی رہی۔“

[۶۰۵] امام ابو داؤد رحمہ اللہ اور امام نسائی رحمہما نے ایک طویل حدیث روایت کی ہے جس میں غزوہ حنین کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو پہاڑ کی گھاٹیوں میں

۳۴ فتح الباری: ۶/۴۲۳

۳۵ صحیح الترمذی = أبواب فضائل الجهاد: باب فضل الحرس في سبيل الله عز وجل، الحديث: ۱۳۳۸ + صحيح

اليساسي = كتاب الجهاد: باب ثواب عين سهرت في سبيل الله عز وجل، الحديث: ۲۹۲۰

پہرہ داری کیلئے مقرر فرمایا۔ صبح ہونے پر آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: «هَلْ نَزَلَتْ اللَّيْلَةُ؟» ”کیا تو رات کو اپنی سواری سے نیچے اترتا ہے؟ تو اس نے عرض کیا: «لَا إِلَّا مُصَلِّيًا أَوْ قَاضِيًا حَاجَةً» ”میں نماز یا قضائے حاجت کے علاوہ سواری سے نیچے نہیں اترتا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «فَقَدْ أَوْجِبَتْ فَلَا عَلَيْكَ أَنْ لَا تَعْمَلَ بَعْدَهَا» ”تو نے (اپنے لئے جنت) واجب کر لی۔ اس کے بعد تو اگر کوئی بھی نیک عمل نہ کرے تو تیرے لئے کوئی نقصان نہیں۔“ ۳۶

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اور امام قرطبی رحمہ اللہ نے اپنی اپنی تفاسیر میں سورہ آل عمران کی آیت: [۶۰۶] ﴿وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا.....﴾ ”تکالیف میں بھی اللہ کے دین پر جمے رہو اور اسلامی سرحدوں پر مورچہ بند رہو۔“ کا تذکرہ کیا ہے۔

اس آیت کی تشریح و تفسیر میں اللہ کے راستہ پہرہ دینے اور مورچوں پر ڈٹے رہنے کے فضائل میں متعدد احادیث کا حوالہ دیا ہے۔ مثلاً امام ابن ماجہ رحمہ اللہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۶۰۷] «مَنْ مَاتَ مُرَابِطًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُجِرَ عَلَيْهِ عَمَلُهُ الصَّالِحُ الَّذِي كَانَ يَعْمَلُهُ وَأُجِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ وَآمِنَ الْفَتَانُ وَبَعَثَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ امْنًا مِنَ الْفِرَاقِ» ۳۷

”جو شخص سرحدوں پر مورچہ بندی کی حالت میں فوت ہو جائے تو اس کا نیک عمل، جسے وہ دنیا میں کرتا تھا جاری رکھا جائے گا، اس کا رزق بھی جاری کر دیا جائے گا، عذاب قبر سے محفوظ کر لیا جائے گا اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو سب سے بڑی پریشانی سے بھی محفوظ رکھے گا (یعنی قیامت کے دن کا سب سے بڑا خوف جو ہر نیک و بد پر طاری ہوگا اس سے وہ بے خوف ہوگا)

◎ قرطبی رحمہ اللہ ابن عطیہ رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”وَالْقَوْلُ الصَّحِيحُ هُوَ أَنَّ الرِّبَاطَ هُوَ الْمَلَاظِمَةُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ، أَصْلُهَا مِنْ رَبَطِ الْخَيْلِ وَ نَاقِلًا عَنِ الْخَلِيلِ اللُّغَوِيِّ قَالَ: الرِّبَاطُ مَلَاظِمَةُ الثُّغُورِ وَ مُوَاطَبَةُ

۳۶ صحیح ابی داؤد= کتاب الجہاد: باب فی فضل الحرس فی سبیل اللہ تعالیٰ ، الحدیث: ۲۵۰۱، اس حدیث کو امام نسائی رحمہ اللہ نے السنن الکبریٰ میں روایت کیا ہے۔

الصَّلَاةُ أَيْضًا وَمِنْ أَعْظَمِهَا وَآهَمِّهَا ارْتِبَاطُ الْخَيْلِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَا نَصَّ عَلَيْهِ فِي التَّنْزِيلِ فِي قَوْلِهِ: [٦٠٨] ﴿وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ﴾ [الانفال=٦٠:٨] وَارْتِبَاطُ النَّفْسِ عَلَى الصَّلَوَاتِ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ — وَلَا عِطْرَ بَعْدَ عَرُوسٍ — ۳۸

”صحیح قول یہی ہے کہ ”رباط“ اللہ کی راہ میں پابند رہنے کا نام ہے۔ جس کا اصل تعلق گھوڑے باندھنے سے ہے۔ لغت کے امام خلیل لغوی سے منقول ہے کہ ”رباط“ سرحدوں میں پابند رہنے اور نمازوں پر باقاعدگی اور پابندی کرنے کا نام ہے۔ اہم ترین اور عظیم ترین ”رباط“ اللہ کی راہ میں گھوڑے باندھنا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا: ”اللہ کے راستے میں جہاد کے لئے گھوڑے تیار رکھو“ اور ”نفس کو نمازوں کی باقاعدگی میں پابندی کرانا“ رباط کا دوسرا شرعی معنی ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”نمازوں کی پابندی کرنا بھی رباط ہے۔“ مشہور ضرب المثل ہے کہ ”دلہن کی خوشبو سے بڑھ کر تو کوئی خوشبو نہیں ہوتی یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے فرمان کے مقابلے میں سب اقوال ہیچ ہیں۔“

رباط فی سبیل اللہ کا دوسرا شرعی معنی:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[٦٠٩] ﴿أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى مَا يَمْحُو اللَّهُ بِهِ الْخَطَايَا وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ - قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ إِسْبَاغُ الْوُضُوءِ عَلَى الْمَكَارِهِ وَكَثْرَةُ الْخُطَا إِلَى الْمَسَاجِدِ وَانْتِظَارُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَذَلِكُمْ الرِّبَاطُ فَذَلِكُمْ الرِّبَاطُ ۳۹﴾

”کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتاؤں جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ خطاؤں کو مٹا دیتا ہے اور درجات کو بلند فرما دیتا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: ہاں کیوں نہیں، یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ نے فرمایا: شدید سردی اور دیگر عوارض کے باوجود وضو کو مکمل کرنا، مساجد کی طرف زیادہ چلنا اور ایک نماز کے بعد دوسری کے انتظار میں رہنا۔ یہ تمہارا رباط ہے، یہ تمہارا

۳۸ تفسیر القرطبی: ۴/ ۲۰۶-۲۰۸، تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۴۸۲، ۴۸۳

۳۹ صحیح مسلم = کتاب الطہارة: باب فضل إسباغ الوضوء على المكاره، الحديث: ۲۵۱- اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے

رابط ہے۔“

امام قرطبی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں امام نووی رحمہ اللہ نے شرح مسلم میں اور امام ابو الولید الباجی رحمہ اللہ نے المنتقى شرح المؤطا میں مندرجہ بالا حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ”لغت اور شریعت کے اعتبار سے اصل اور حقیقی رابط تو سرحدوں میں پابند رہنا ہے، تاہم اس صحیح حدیث کی بناء پر نمازوں کے انتظار میں پابند رہنا بھی شرعی رابط ہے۔“

اس کی مثال وہ آیت تطہیر ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

[۶۱۰] ﴿ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ٥١ ﴾ [الاحزاب=۳۳:۳۳]

”سوائے اس کے نہیں اللہ تعالیٰ ارادہ رکھتا ہے کہ تم سے پلیدی دور کر دے، اے اہل بیت رسول (ﷺ) اور تم کو اچھی طرح پاک کر دے۔“

اس آیت کے مقابلہ میں رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث ہے:

[۶۱۱] ﴿اللَّهُمَّ هَؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي ۝﴾

”اے اللہ یہ (علی، فاطمہ، حسن، اور حسین رضی اللہ عنہم) بھی میرے اہل بیت ہیں۔“

قرآن کے سیاق و سباق سے تو یہ ہی بات ظاہر ہوتی ہے کہ اہل بیت دراصل رسول اللہ ﷺ کی بیگمات ہیں لیکن رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث کے مطابق مذکورہ حضرات بھی اس میں شامل ہیں۔ بالکل اسی طرح قرآن مجید کی صریح عبارت یہی بتلاتی ہے کہ دشمن کے مقابلے میں جم جانا ہی حقیقی اور شرعی رابط ہے لیکن جس حدیث میں نمازوں کے انتظار کو بھی رابط کہا ہے اس حدیث کے مطابق نمازوں کا انتظار بھی شرعی رابط ہے۔

مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

۱ شرح النووی ۱/۱۲۷ ۲ تفسیر القرطبی: ۴/۲۰۶

۳ المنتقى شرح المؤطا= کتاب الصلوة: باب انتظار الصلوة ۱/۲۸۵

۴ الکشاف للزمخشري: ۱/۴۶۰ ۵ فتح القدير للشوكاني: ۱/۴۱۵، ۴۱۶

۶ منار السبيل: ۱/۲۸۶

۷ صحیح الترمذی= کتاب المناقب: باب مناقب أهل بيت النبي صلى الله عليه وسلم ، الحديث: ۲۹۷۹+ صحیح مسلم=

کتاب فضائل الصحابة: باب من فضائل علي ابن أبي طالب رضي الله عنه ، الحديث: ۲۴۰۴

Free downloading facility of Videos, Audios & Books for DAWAH purpose only, From Islamic Research Centre Rawalpindi

مذکورہ آیات واحادیث سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوئیں:

- ① جہاد کے لئے سرحدوں میں گھوڑے باندھے رکھنا جہاد کی تیاری کا دوسرا اہم باب ہے اور اس کے فوائد و ثمرات بھی بعینہ وہی ہیں جو دیگر اقسام کی تمام قوتوں اور طاقتوں کے ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ”ان کافروں کے لئے اپنی طاقت کے مطابق قوت تیار رکھو اور گھوڑے بھی باندھے رکھو۔“ [الأَنْفَال=۸:۶۰] لہذا جو فوائد دیگر تمام قسم کی ”قوت“ کے ہیں وہی فوائد گھوڑے باندھنے کے ہیں۔
- ② جہاد کی تیاری، قوت و طاقت کا مہیا رکھنا، گھوڑے باندھے رکھنا بلا امتیاز اور بلا تفریق امت کے ہر عاقل، بالغ اور غیر معذور مرد پر فرض عین ہے۔ اس کے لئے کسی حالت میں بھی کسی مخلوق کی اجازت کی کوئی شرط اور قید نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ کی طرف سے احکامات عام ہیں۔ جہاد کو نکلنے کے لئے فرض عین ہونے کی شرائط و قیود کا اطلاق ان پر اس لئے نہیں ہو سکتا کہ جنگ کے لئے نکل پڑنا اور دشمن کا باقاعدہ آئنا سامنا جہاد کا بالکل آخری مرحلہ ہے۔ جہاد کی تیاری ان سے قطعی مختلف ہے کیونکہ یہ ابتدائی مرحلہ ہے۔ فرائض کی تعلیم کا حاصل کرنا، چونکہ ہر مسلمان مرد پر فرض ہے اس لئے ہر شخص اس کا پابند ہے۔

③ آخرت کی کامیابی اور کامرانی کا حصول درج ذیل چار مراحل کو طے کرنے پر موقوف ہے:

- ① اللہ کی اطاعت میں صبر سے کام لینا۔
- ② اللہ کے دشمنوں کے مقابلے میں ثابت قدم رہنا۔
- ③ اللہ کے راستے میں سرحدوں پر جمے رہنا۔
- ④ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنا۔

- ⑤ سورہ آل عمران کی آیت نمبر: ۲۰۰ [۶۱۲] ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا﴾ میں صبر انفرادی عمل ہے۔ جبکہ اسی آیت میں ﴿صَابِرُوا وَرَابِطُوا﴾ میں ایک دوسرے کی تکالیف پر ثابت قدم رہنا اور سرحدوں پر جمنا مقابلے کے اعمال ہیں، جن میں دوسرے کی شرکت ضروری ہے۔ ان الفاظ سے ایک دوسرے کے مقابلے میں ثابت قدم رہنا اور سرحدوں پر ڈٹے رہنا مراد ہے۔ لہذا لغت اور نحو کے قواعد اور شرعی نصوص کے مطابق ان اعمال کا

بمقابلہ دشمن ہونا تسلیم شدہ معاملہ ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”صَابِرُوا الْعَدُوَّ وَ رَاطِبُوا الْخَيْلَ“

دشمن کے مقابلے میں ڈٹے رہو اور گھوڑے باندھے رکھو۔“

⑤ اللہ کے راستے میں ایک دن کا ”رباط“ دنیا اور دنیا کی ہر چیز کو اللہ کی اطاعت میں صرف

کر دینے سے زیادہ افضل ہے۔ دنیا و مافیہا کی تمام نعمتیں جنت میں ایک چھڑی رکھنے

کے برابر جگہ سے بھی کمتر اور ہیچ ہیں۔ اسی طرح ایک دن کا ”رباط فی سبیل اللہ“ ایک

ہزار ماہ کے قیام و صیام سے زیادہ بہتر ہے۔ بلکہ بیت اللہ میں عبادت کرنے سے بھی

افضل و برتر ہے۔ شیخ تقی الدین نے اس پر اجماع ذکر کیا ہے۔^۴

⑥ اللہ کی راہ میں سرحدوں پر پہرہ دینے والا حالت رباط میں فوت ہو جائے تو اس کے تمام

نیک اعمال کا لحاظ اجر و ثواب جاری رہنا، جنت سے رزق کا حاصل ہونا اور عذاب قبر

سے محفوظ ہونا اس کی امتیازی خصوصیات ہیں۔

⑦ اللہ کی راہ میں ایک صبح یا شام کو ٹکنا بھی دنیا اور دنیا کی تمام نعمتیں اللہ کی راہ میں صرف

کر دینے سے افضل و برتر ہے۔ جنت میں ایک کمان کے برابر یا ایک ہاتھ برابر جگہ

پوری کائنات سے زیادہ اعلیٰ و افضل ہے۔

⑧ اہل جنت بالخصوص مجاہدین کو عطا کی جانے والی حوروں کا حسن و جمال اور ان کی طہارت

و نفاست بے مثال و لا زوال ہے۔

⑨ ایک گھڑی بھر کا ”رباط فی سبیل اللہ“ بھی حجر اسود کے پاس لیلۃ القدر کے قیام سے

افضل ہے۔

⑩ اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے غبار آلود ہونے والے قدموں پر جہنم کی آگ حرام کر دی

گئی ہے۔

⑪ خوف الہی سے رونے والی اور اللہ کی راہ میں پہرہ دینے والی آنکھیں دوزخ کی آگ

میں کبھی داخل نہ ہوگی۔ اسی طرح اللہ کی راہ میں پڑنے والا غبار اور جہنم کی آگ کا

دھواں مسلمان کے نتھنوں میں کبھی جمع نہ ہونگے۔

⑫ درہم و دینار اور دنیا کے دیگر خوبصورت نقوش کے پرستار ذلیل و خوار اور انجام کار میں

ناکام و نامراد ہوتے ہیں۔ ان کے مقابلے میں جنت کی نعمتوں کا متمنی مجاہد فی سبیل اللہ ہے (کہ وہ امیر کی سمع و طاعت کرتے ہوئے) پہرے پر کھڑا کیا جاتا ہے تو وہاں ڈیوٹی دیتا ہے۔ لشکر چلانے پر مامور ہے تو وہیں فرائض سرانجام دے رہا ہے۔ یعنی ہر فریضہ کا حق ادا کرتا ہے۔ شہرت و مقبولیت کا دلدادہ نہیں۔

⑫ مجاہدین کی پہرہ داری رسول اللہ ﷺ اور آپ کے جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم کی سنت ہے۔ اور خوف و ہراس کی حالت میں امیر کو اس میں پیش قدمی کرنی چاہئے۔

⑬ اللہ کے راستے میں پہرہ دینا جنت میں جانے کا باوثوق اور لازمی ذریعہ ہے۔

⑭ ایک نماز پڑھ لینے کے بعد اگلی نماز کا انتظار کرنا بھی رباط فی سبیل اللہ ہے۔ لیکن اللہ کے راستے میں گھوڑے باندھنے اور سرحدوں پر ڈٹے رہنے والے ”رباط“ کے ساتھ اس کا کوئی مقابلہ نہیں۔ جب جہاد فی سبیل اللہ والا رباط فرض عین ہوگا تو غزوہٗ احزاب اور غزوہٗ بنی قریظہ کی طرح جہاد مقدم اور نمازیں مؤخر ہوں گی۔

⑮ اللہ کے راستے میں مورچہ بند ہونے والا وہ شخص ہے جو محض جہاد فی سبیل اللہ کی غرض سے سرحدوں پر پابند رہے۔ لیکن جو لوگ سرحدوں کے باشندے ہیں وہ اس میں شامل نہیں۔ اِلَّا یہ کہ سرحدیں غیر محفوظ ہوں اور وہ اس حالت میں نیک نیت کے ساتھ وہاں مقیم رہیں۔^{۴۲}

⑯ افضل ترین رباط وہ ہے جس میں خوف و خطرہ زیادہ ہو۔ اس لئے کہ بخاری میں حدیث رسول ہے :

[۶۱۳] «إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ يُخَاطِرُ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فَلَمْ يَرْجِعْ بِشَيْءٍ»^{۴۳}

”مگر وہ آدمی جو خطرہ محسوس کرتے ہوئے اپنی جان اور اپنے مال کو لے کر نکلتا ہے۔ پھر واپس کچھ بھی نہیں لے کر آتا اور جمہور فقہاء کا بھی یہی قول ہے۔“^{۴۴}

⑰ قرآن و سنت کے پختہ دلائل کے مطابق دین اسلام میں صبح و شام کے مبارک سفر اور جہاد فی سبیل اللہ کے لیے سرحدوں پر مورچہ بند رہنا ہی اصل رباط ہے۔ جس کے فضائل

۴۲ تفسیر القرطبی: ۴/۲۰۶

۴۳ صحیح البخاری = کتاب العیدین : باب فضل العمل فی أیام التشریق، الحدیث: ۹۲۶

۴۴ منار السبیل: ۱/۲۸۶

و مناقب کو سستی کے مارے ہوئے کم ہمت، نالائق اور نا اہل افراد امت نے بے خوف و خطر دعوت و تبلیغ میں مشغول رہنے پر چسپاں کر دیا ہے۔ اسی طرح انہوں نے خود ساختہ دین کی بنیاد استوار کر لی۔ ان کے خلاف جہاد بذات خود ایمان کے مکمل ہونے کی شرط ہے۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے کہ میرے بعد کچھ ایسے ناخلف اور نالائق پیدا ہو جائیں گے:

[۶۱۴] «يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ وَ يَفْعَلُونَ مَا لَا يُؤْمَرُونَ فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ.....»

”وہ جو باتیں کریں گے ان پر وہ عمل نہیں کریں گے اور وہ کریں گے جن کا انہیں حکم نہیں دیا گیا ہوگا۔ جو ان کے خلاف ہاتھ سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے.....“ ۵۵

((..... ❀ ❀ ❀ ❀ ❀))

باب: ۱۰

قرآن کریم میں جہاد اور مجاہدین کے فضائل

قرآن مجید کی روشنی میں :

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانفال کی آیات ۷۲ تا ۷۵ میں ہجرت اور جہاد فی سبیل اللہ کی دین میں اہمیت کو واضح کیا ہے، مہاجرین اور انصار کے درمیان باہمی تعاون کے مضبوط دینی رشتوں کا تذکرہ فرمایا ہے، صرف ہجرت، نصرت دین اور جہاد فی سبیل اللہ کو ہی ایمان اور اسلام کے صحیح ہونے اور برحق ہونے کی دلیل قرار دیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

[۶۱۵] ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَ

نَصَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ﴾ [الأنفال=۷۴:۸]

”اور جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور وہ لوگ جنہوں نے اسلام کی خاطر ہجرت کرنے والوں کو جگہ دی اور ان کی مدد کی، بس یہی لوگ برحق مومن ہیں اور انہی کے لئے اللہ کی مغفرت اور بخشش ہے اور عزت و تکریم والا رزق ہے۔“

گویا مومنین، مجاہدین، مہاجرین اور انصار کے لئے دنیا کی نعمت باہمی نصرت و محبت، بھائی چارہ اور دوستی ہے۔ جس کے فوائد و ثمرات، اجتماعی قوت، زمین میں حصول اقتدار اور خلافت و امارت کی شکل میں حاصل ہوئے۔ آخرت کا انعام گناہوں کی مغفرت اور جنت کی دائمی اور ابدی نعمتوں کا حصول اس کے علاوہ ہے۔ مزید خوشخبری یہ کہ نیکی کے کاموں میں ان کی پیروی کرنے والے، بعد میں ایمان لانے والے اور ان کے ساتھ مل کر ہجرت و جہاد کرنے والے بھی ان کے اس اعزاز میں شریک ہونگے۔“ ۱

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[۶۱۶] ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا

بِمَاوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّدِيقُونَ﴾ [الحجرات=۴۹:۱۵]

”مومن تو وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر دل سے ایمان لائے، پھر کسی طرح کا شک نہ کیا اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ ایسے ہی لوگ سچے ہیں۔“

سورۃ الحجرات کی آیات: (۱۴، ۱۶-۱۸) جو مذکورہ بالا آیت کا سیاق و سباق ہیں، ملاحظہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ان دیہاتیوں کو جو تقویٰ اور جہاد فی سبیل اللہ اختیار کئے بغیر ایمان کا دعویٰ کر رہے تھے، ان کو متنبہ فرما رہے ہیں کہ ایمان تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا اگرچہ تم بظاہر مسلمان ہو۔ اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی مکمل اطاعت کرو گے۔ (جان و مال سے) جہاد فی سبیل اللہ اور تقویٰ اختیار کر و گے تو تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ کیا تم اللہ تعالیٰ کو جو زمین و آسمان کی ہر چیز کو جانتا ہے، اپنا دین جتلاتے ہو اور نبی ﷺ پر احسان رکھتے ہو۔ احسان تو اللہ کا ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کا راستہ دکھایا۔ وہ بلاشبہ آسمانوں اور زمین کے تمام غیب جانتا ہے۔“

نتیجہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ پر ایمان کا محض دعویٰ کر دینا ہی سچے مومن ہونے کی دلیل نہیں۔ اپنے دعویٰ کو سچا ثابت کرنے کے لئے مال و جان کے ساتھ جہاد کرنا شرط اول ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۶۱۷] ﴿أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ۝﴾ [الحجرات = ۴۹: ۱۵]

”صرف وہی لوگ (ایمان کے دعویٰ میں سچے ہیں) جو جان و مال کے ساتھ جہاد کرتے ہیں۔“
یہی لوگ اللہ تعالیٰ کی بے پناہ رحمت اور مغفرت کے اصل امیدوار ہیں۔ جیسا کہ فرمان الہی ہے:

[۶۱۸] ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ

يَرْجُونَ رَحْمَةَ اللَّهِ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝﴾ [البقرة = ۲: ۲۱۸]

”بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور اللہ کی راہ میں ہجرت کی اور جہاد کیا، بس یہی لوگ اللہ کی

رحمت کے امیدوار ہیں اور اللہ تعالیٰ بہت زیادہ بخشنے والا نہایت رحم والا ہے۔“

وہی لوگ اپنے رب کے فضل و کرم کے سچے طالب ہیں۔ جیسا کہ فرمان الہی ہے:

[۶۱۹] ﴿لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ

فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ۝

[الحشر = ۵۹: ۸]

” (بغیر جنگ کئے کفار سے جو مال حاصل ہو) ان پر فقراء اور مہاجرین کا حق ہے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکال دیئے گئے۔ وہ اللہ کے فضل اور اللہ کی رضا مندی کو تلاش کرتے ہیں اور (جہاد کے ساتھ) اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں۔ ایسے ہی لوگ سچے ایماندار ہیں۔“

سورۃ الحشر کی آیت: ۶، ۷ کو پڑھئے! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

” اور جو مال اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بغیر جنگ کے عطا فرمایا ہے، سو تم نے اس پر گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو جس پر چاہے مسلط کر دیتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ دیہاتیوں کا جو مال اللہ نے اپنے رسول کو دلایا ہے وہ اللہ اور اس کے رسول کا حق ہے اور نبی کے قریبنداروں کا، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا حق ہے۔ تاکہ وہ تمہارے دولت مندوں کے ہاتھوں میں جمع نہ ہو جائے اور رسول اللہ ﷺ تمہیں جو کچھ دیں اس کو لے لو اور جس سے منع کر دیں اس سے باز رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو بلاشبہ اللہ شدید عذاب والا ہے۔“

آیت ۹: میں فرمایا: غزوہٴ بنی نضیر میں حاصل ہونے والا مال تنگدست مہاجرین کی طرح ان لوگوں کا بھی حق ہے جنہوں نے مدینہ میں مہاجرین سے پہلے اپنا ٹھکانہ بنایا اور ایمان لائے۔ سیاق و سباق پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت اور جہاد فی سبیل اللہ سچے ایمانداروں کا خاص شعار ہے اور یہی اللہ کے فضل و کرم کے حصول کا اصل راستہ ہے۔ یہ سچے مومنوں کے تعارف کے چند نمونے ہیں۔ قرآن مجید کی بہت ساری آیات اور صحیح اور متواتر احادیث اس پر دلیل ہیں۔

مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

۱] تفسیر سورة الأنفال و سورة التَّوْبَة از تفسیر ابن کثیر جلد: ۲

۳] روح المعانی جلد: ۹-۱۱

۲] فتح القدیر للشَّوْكَانی جلد: ۲

۵] تفسیر الطَّبْرِي جلد: ۹-۱۱

۴] تفسیر القرطبي جلد: ۷-۸

جہاد کے لئے جانے والوں اور پیچھے بیٹھ رہنے والوں کا تقابل:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۶۲۰] ﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولَى الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ ۖ فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً ۖ وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ ۖ وَفَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ۖ دَرَجَتٍ مِنْهُ وَمَغْفِرَةً وَرَحْمَةً ۖ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا﴾

[النساء=۴:۹۵، ۹۶]

”مؤمنین میں سے جو لوگ جہاد سے بیٹھ رہیں (علاوہ ناپینا اور معذور کے) وہ اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والے برابر نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر مرتبہ اور درجہ میں فضیلت دے رکھی ہے اور سب کے ساتھ اللہ نے اچھا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ نے مجاہدین کو بیٹھ رہنے والوں پر بہت عظیم الشان اجر و ثواب کے ساتھ فضیلت بخشی ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے بہت سے مرتبے اور درجے ہیں۔ علاوہ ازیں گناہوں کی بخشش ہے اور رحمت و مہربانی ہے اور اللہ بہت زیادہ بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔“

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ”سوائے معذور افراد“ کے الفاظ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ ناپینا صحابی کی اس شکایت و تمنا پر نازل ہوئے کہ یا رسول اللہ (ﷺ)!

[۶۲۱] ﴿وَاللَّهُ لَوْ اسْتَطَاعَ الْجِهَادَ لَجَاهَدْتُ﴾ ۱

”اللہ کی قسم! اگر مجھ میں استطاعت ہوتی تو میں ضرور جہاد کرتا۔“

اسی طرح سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بیٹھ رہنے والوں سے مراد غزوہ بدر میں شریک نہ ہونے والے لوگ ہیں۔

◎ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

﴿الْحُسْنَى﴾ سے مراد جنت اور عظیم الشان جزا ہے۔ مجاہدین اور قاعدین دونوں کے لئے ﴿الْحُسْنَى﴾ کا وعدہ جہاد کے فرض کفایہ ہونے کی صورت میں ہے۔ لیکن جب وہ فرض عین ہوگا تو جہاد کو چھوڑ دینا اور جہاد سے پیچھے رہنا یقیناً دردناک عذاب کا سبب اور موجب ہے۔ جیسا کہ

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۶۲۲] ﴿الَّا تَنْفِرُوا يُعَذِّبُكُمُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝﴾ [التوبة=۹:۳۹]

”اگر تم جہاد کے لئے نہ نکلتے تو اللہ تعالیٰ تم کو شدید ترین عذاب سے دوچار کرے گا۔“

درجات سے مراد صحیح البخاری اور صحیح مسلم کی حدیث کے مطابق ایک سو ایسے درجات اور منزلیں ہیں جن کے ہر دو درجوں کے درمیان زمین و آسمان کا فاصلہ ہے۔^۳

جہاد کرنے والوں اور عبادت میں مصروف رہنے والوں کا تقابل:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۶۲۳] ﴿اَجَعَلْتُمْ سَقَايَةَ الْحَاجِّ وَ عِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اَمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ جَهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا يَسْتَوْنَ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَ جَهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ۚ اَعْظَمَ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝ يُسِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ رِضْوَانٍ وَ جَنَّتْ لَهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ۚ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ ۚ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝﴾ [التوبة=۹:۲۱-۲۲]

”کیا تم نے حجاج کرام کو پانی پلانے والوں اور مسجد حرام کے آباد کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لانے والوں اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کو آپس میں برابر ٹھہرا دیا ہے؟ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے نزدیک برابر نہیں ہو سکتے اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔ جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کیا وہ اللہ کے نزدیک سب سے بلند مرتبہ لوگ ہیں اور وہی لوگ کامیابی اور کامرانی پانے والے ہیں۔ ان کا پروردگار انہیں اپنی خاص رحمت، رضا مندی اور ایسے باغات کی خوشخبری دیتا ہے جن میں ان کے لئے دائمی نعمتیں ہوں گی۔ وہ ہمیشہ کے لئے ان میں رہیں گے۔ بے شک اللہ کے پاس بڑا شاندار اجر و ثواب ہے۔“

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اور امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے آیات مذکورہ بالا کے شان نزول میں چند اقوال نقل کئے ہیں:

۳ صحیح البخاری= کتاب الجہاد : باب درجات المجاہدین فی سبیل اللہ، الحدیث: ۲۶۳۷+ صحیح مسلم= کتاب الإمارة:

یہ مشرکین مکہ یا سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئیں ہیں (جب وہ اسلام لانے سے قبل غزوہ بدر میں مسلمانوں کے قیدی بنے)۔ جنہوں نے کہا کہ: ”ہم حجاج کرام کو پانی پلانے اور مسجد حرام کو آباد کرنے والے ہیں۔ لہذا ہمارا عمل ایمان و اسلام اور جہاد فی سبیل اللہ سے افضل و برتر ہے۔“ ۴

یہ آیات صحابہ کی ایک جماعت کے بارے میں نازل ہوئیں جنہوں نے حاجیوں کو پانی پلانے اور بیت اللہ میں عبادت کے لئے مصروف رہنے کو اسلام کے بعد سب سے افضل عمل قرار دیا تھا۔ جبکہ ایک صحابی نے جہاد فی سبیل اللہ کو تمام اعمال پر فوقیت دی تو اللہ نے جہاد کو سب سے افضل عمل سمجھنے والے کی تصدیق اور تائید میں یہ آیات نازل کیں۔ ۵

مذکورہ بالا آیات سے معلوم ہوا:

① مساجد (بالخصوص مسجد حرام) کو آباد کرنا اگرچہ بہت بڑا اجر و ثواب ہے اور عظیم عبادت ہے، جیسا کہ فرمان الہی ہے:

[۶۲۴] ﴿ إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ﴾ [التوبة = ۹: ۱۸]

”اللہ کی مساجد کو وہی آباد کرتا ہے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو۔“

اور نبی ﷺ کی حدیث ہے:

[۶۲۵] « إِذَا رَأَيْتُمُ الرَّجُلَ يَعْتَاذُ الْمَسْجِدَ فَاشْهَدُوا لَهُ بِالْإِيمَانِ » ۱

”جب کسی شخص کو مساجد کی خدمت کرتا دیکھو تو اس کے مومن ہونے کی گواہی دے دو۔“

لیکن یہ اعمال اسلام میں اپنی غیر معمولی حیثیت کے باوجود جہاد کے مساوی اور ہم پلہ نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ مجاہد اپنے مال کے ساتھ ساتھ اپنی محبوب ترین چیز (زندگی) بھی اللہ کے لئے

۴ تفسیر ابن کثیر: ۲/ ۳۷۷

۵ صحیح مسلم = کتاب الإمارة : باب فضل الشَّهادة في سبيل الله ، الحديث: ۱۸۷۹ + فتح القدير للشوكاني: ۲/ ۲۴۵ + تفسیر ابن کثیر: ۲/ ۳۷۷ + تفسیر القرطبی: ۸/ ۵۹۔ اس حدیث کو امام ابو داؤد اور امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہما نے بھی نقل کیا ہے۔

۱ سنن الترمذی = کتاب التفسیر : باب سورة التوبة + المستدرک علی الصحیحین : کتاب التفسیر تفسیر سورة التوبة : باب اسماء صنادید الکفر والأمر بقتالهم ، اس حدیث کو امام ابن حبان ، امام ابن خزیمہ اور امام ابن ماجہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے بھی روایت کیا ہے۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو صحیح الاسناد کہا ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو حسن قرار دیا ہے۔ ملاحظہ

ہوں مذکورہ بالا احوال جات۔

قربان کر دیتا ہے۔

② اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے بعد جہاد فی سبیل اللہ تمام اسلامی عبادات میں افضل عبادت ہے۔

③ جہاد فی سبیل اللہ کو دیگر عبادات حتیٰ کہ کعبۃ اللہ کا حج کرنے والوں کو پانی پلانے اور مسجد حرام میں عبادت الہی میں مصروف رہنے سے کم تر یا ان کے مساوی سمجھنے والے اللہ کے نزدیک ظالم ہیں۔ جو مالی اور جانی قربانی (یعنی جہاد) کو صرف مالی قربانی کے (جہاد کے علاوہ ہر عبادت) کے برابر قرار دے کر بے انصافی کرتے ہیں۔

④ مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والے مومن اللہ کے نزدیک سب سے بڑے مرتبے والے ہیں۔

⑤ صرف وہی لوگ کامیابی پانے والے ہیں، اللہ کی خصوصی رحمت اور اس کی خوشنودی و رضامندی کے اصل مستحق ہیں۔ انہی کے لئے بہشتوں کی دائمی اور ابدی نعمتوں کی بشارتیں ہیں۔ ۷

جہاد اور جنت:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[۶۲۶] ﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةَ ط يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعَدًّا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ ط وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ التَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ الْحَامِدُونَ السَّائِغُونَ الرَّاكِعُونَ السَّاجِدُونَ الْآمِرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ ط وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ۝﴾ [التوبة: ۹: ۱۱۱-۱۱۲]

”بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنین سے ان کی جانیں اور مال خرید لئے ہیں کہ اس کے بدلے میں انکے لئے جنت ہے۔ وہ اللہ کی راہ میں لڑائی کرتے ہیں، (کفار کو) مارتے ہیں اور خود مارے جاتے ہیں۔ یہ اللہ کا پختہ اور سچا وعدہ ہے تورا، انجیل اور قرآن میں اور

۷ خلاصہ کلام از فتح القدیر للشوکانی: ۲/ ۲۴۶، ۳۴۵ + روح المعانی للآلوسی: ۱۰/ ۶۲، ۶۱ + تفسیر القرطبی: ۸/

اللہ سے بڑھ کر اپنے وعدے کو پورا کرنے والا کون ہے؟ سو مسلمانو! تم اپنے اس سودے پر جو تم کر چکے ہو خوشی مناؤ اور وہی عظیم الشان کامیابی ہے۔ وہ (مومن) توبہ کرنے والے، عبادت گزار، اللہ کی حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے، (نمازوں میں) رکوع اور سجدہ کرنے والے، نیکی کا حکم کرنے والے، برائی سے روکنے والے اور حدود اللہ کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ اور اے نبی (ﷺ)! ایسے ایمانداروں کو (جنت اور رضائے الہی کی) خوشخبری سنا دو۔“

﴿السَّائِحُونَ﴾ کا معنی:

سیاحت کا ایک معنی جہاد فی سبیل اللہ بھی منقول ہے۔ اس لئے کہ ایک حدیث میں آپ (ﷺ) کا یہ ارشاد ہے کہ:

[۶۲۷] « إِنَّ سَيْاحَةَ أُمَّتِي الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ تَعَالَى »^۹

”میری امت کی سیاحت (سیر و تفریح) جہاد فی سبیل اللہ ہے۔“

لیکن ابن کثیر رحمہ اللہ اور شوکانی رحمہ اللہ نے ﴿السَّائِحُونَ﴾ کا معنی ”روزہ دار“ زیادہ صحیح قرار دیا ہے اور اس کی تائید میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے متعدد اقوال ذکر کئے ہیں۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ امام ابن جریر رحمہ اللہ کی اپنی سند سے روایت کی ہوئی ایک روایت نقل فرماتے ہیں:

[۶۲۸] « عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ السَّائِحِينَ فَقَالَ : هُمُ الصَّائِمُونَ »^۹

”نبی (ﷺ) نے ایک سائل کے جواب میں فرمایا ﴿السَّائِحُونَ﴾ روزہ دار ہیں۔“

اس کی سند صرف تابعی تک پہنچتی ہے۔ رسول اللہ (ﷺ) تک نہیں پہنچتی۔ یہ روایت ابن جریر رحمہ اللہ کے ہاں صحیح ترین اور مشہور ترین روایت ہے۔

﴿السَّائِحُونَ﴾ سے یہ سیاحت مراد نہیں کہ پہاڑوں کی چوٹیوں، غاروں اور جنگلوں میں گوشہ نشینی اور سیر و تفریح اختیار کی جائے اور اس کو عبادت کا درجہ دیا جائے۔ یہ قرآن کے مفہوم کے بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ اسلام میں فتنوں اور زلزلوں کے مخصوص حالات کے علاوہ ایسے تصوف، گوشہ نشینی اور خلوت کی کوئی گنجائش نہیں۔

فتنوں کے حالات میں عزلت اور خلوت اختیار کرنے کی دلیل درج ذیل وہ حدیث ہے

۹ صحیح ابی داؤد = کتاب الجہاد : باب فی النہی عن السیاحۃ ، الحدیث: ۲۴۸۶

۹ تفسیر ابن کثیر: ۲/ ۴۳۱

جسے امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے :

[۶۲۹] « يَفِرُّ بِدِينِهِ مِنَ الْفِتَنِ »^۱

”یعنی وہ مومن اپنے دین کو محفوظ رکھنے کے لئے فتنوں سے دور بھاگ جاتا ہے۔“

﴿الْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ﴾ کا معنی :

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یوں منقول ہے :

«الْقَائِمُونَ بِطَاعَةِ اللَّهِ، الْقَائِمُونَ لِفَرَائِضِ اللَّهِ، الْقَائِمُونَ عَلَى أَمْرِ اللَّهِ -»^۲

”یعنی اللہ کی اطاعت کے پابند، فرائض دینیہ کو باقاعدگی سے ادا کرنے والے، اللہ کے حکم

(یعنی دعوت و جہاد فی سبیل اللہ) پر قائم رہنے والے اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے

والے ہیں۔“

قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیات جہاد کے فضائل اور مجاہدین کی صفات کے متعلق جامع ترین ہدایات اور تعلیمات ہیں جن میں مجاہدین کے بنیادی اوصاف اور احوال بیان کئے گئے ہیں اور جہاد کا اصل اور سب سے بڑا پھل (جنت کی صورت میں) مذکور ہوا ہے۔ اسی طرح مجاہد کا عمل سب سے بڑا عمل ہے جس کے بدلے میں اس قدر عظیم الشان اجر و ثواب کی ضمانت دی گئی ہے۔ اسی وجہ سے مفسرین قرآن اور محدثین اسلام نے مذکورہ آیات سے استدلال کرتے ہوئے جہاد فی سبیل اللہ کو سب سے افضل عمل اور مجاہد کو سب سے افضل انسان قرار دیا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ سے جب پوچھا گیا کہ :

[۶۳۰] ((أَيُّ النَّاسِ أَفْضَلُ؟ قَالَ مُؤْمِنٌ يُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ))^۳

”کون سے لوگ بہترین ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو مومن اپنے مال اور اپنی جان کے

ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہو۔“

◎ امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

”جان قربان کر دینا سب سے بڑی قربانی ہے۔ لہذا اس کا معاوضہ (جنت کی شکل میں)

اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہے۔“ جیسا کہ شاعر نے کہا ہے :

۱۔ صحیح البخاری = کتاب الایمان : باب من الدین الفرار من الفتن، الحدیث : ۱۹

۲۔ تفسیر ابن کثیر : ۲ / ۴۳۱ + فتح القدیر للشوکانی : ۲ / ۴۰۸، ۴۰۹ + تفسیر القرطبی : ۸ / ۱۷۱، ۱۷۲

يَجُودُ بِالنَّفْسِ إِنَّ ضَنْ الْجَبَانِ بِهَا
وَالْجُودُ بِالنَّفْسِ أَقْصَى غَايَةِ الْجُودِ

”مجاہد بزدلوں کے بخل کے وقت اپنی جان کی سخاوت کر دیتا ہے اور جان کی سخاوت، سخاوت کی انتہا کا آخری مقام ہے۔“^{۱۳}

جہاد پر نہ جانے والوں کے لئے ڈانٹ ڈپٹ:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۶۳۱] ﴿قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِينُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ﴾ [التوبة = ۲۴: ۹]

”اے نبی ﷺ! مسلمانوں سے (یہ بات) کہہ دو کہ اگر تمہارے آباء و اجداد، بیٹے، بھائی، بیویاں، رشتہ دار، کمایا ہو امال، وہ تجارت جس میں نقصان کا خوف ہے اور تمہاری پسندیدہ رہائش گاہیں تمہیں اللہ تعالیٰ اس کے رسول ﷺ اور جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ پیارے ہیں تو پھر انتظار کرو۔ حتیٰ کہ اللہ اپنا حکم بھیج دے اور اللہ تعالیٰ فاسقوں کو راہ ہدایت پر نہیں لگاتا۔“

سورۃ التوبہ کی آیت: ۲۳ جو آیت بالا سے پہلی آیت ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

”اے ایماندارو! اپنے آباء و اجداد اور بھائیوں کو اپنے دوست و احباب مت بناؤ (اگر وہ ایمان کے مقابلہ میں کفر کو محبوب ٹھہرائیں) اور جو شخص تم سے ان کو دوست بنائے گا تو ایسے لوگ ہی ظالم ہوں گے۔“ [التوبة = ۲۳: ۹]

اس آیت میں عمومی طور پر تمام مومن مخاطب ہیں یا وہ مہاجر اور مجاہد مخاطب ہیں جن کو حکم دیا گیا کہ آپ ایسے قریبی رشتہ داروں سے بائیکاٹ کریں جو دار الکفر کو چھوڑ کر دار الاسلام میں آکر پناہ نہیں لیتے۔

یہ مفسرین کے دو قول ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۶۳۲] ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ.....﴾ [المائدة=۵: ۵۱]

”اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست مت بناؤ.....“

گویا کفار و مشرکین کی طرح ہجرت اور جہاد نہ کرنے والوں کے ساتھ مکمل طور پر بائیکاٹ کا حکم ہے اور یہ حکم تا قیامت باقی ہے۔^{۱۴}

﴿حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهَ بِأَمْرِهِ﴾ کا معنی:

اس کا مطلب ہے کہ تمہیں اپنی مشیت اور ارادے کے مطابق جہاد نہ کرنے پر سزا دے گا۔ اسی لئے اس کے بعد فرمایا:

[۶۳۳] ﴿وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝﴾ [التوبة=۹: ۲۴]

”اللہ تعالیٰ فاسقوں کی قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔“

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

[۶۳۴] « وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ »^{۱۵}

”مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! کوئی شخص تم میں سے ایماندار نہیں ہو سکتا۔ جب تک میں اس کے نزدیک اس کے والد، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں۔“

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو تمام کائنات سے زیادہ محبوب بنا لینے کا معنی دراصل کیا ہے؟ وہ خود قرآن نے واضح کر دیا:

﴿وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ﴾ کا معنی:

اس کا مطلب ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد تمہارے نزدیک آباؤ اجداد، اولاد اور بھائیوں، بیویوں اور دیگر رشتہ داروں، مال و دولت، کاروبار اور دل پسند تجارت سے زیادہ پسندیدہ اور پیارا ہونا چاہئے۔ وگرنہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کا انتظار کرو۔^{۱۶}

^{۱۴} فتح القدیر للشوکانی: ۳۴۶/۲

^{۱۵} تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْم المسلسل: ۲۳۰

^{۱۶} تفسیر ابن کثیر: ۳۷۸/۲ + فتح القدیر للشوکانی: ۳۴۶/۳ + القرطبی: ۶۲، ۶۱/۸

جہاد کامیابی اور بھلائی کی ضمانت ہے:
اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

[۶۳۵] ﴿لَكِنَّ الرُّسُولَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ جَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَأُولَئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ اَعِدَّ اللَّهُ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝﴾ [التوبة=۹: ۸۸، ۸۹]

”لیکن رسول اللہ ﷺ اور جو لوگ اس کے ساتھ ایمان لائے انہوں نے تو اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا۔ بس انہی لوگوں کیلئے بھلائیاں ہیں اور یہی فلاح پانے والے ہیں۔ اللہ نے ان کیلئے ایسی بہشتیں تیار کر رکھی ہیں جن کے نیچے دریا بہتے ہیں وہ ان میں ہمیشہ مقیم رہیں گے۔ یہ عظیم الشان کامیابی ہے۔“

سورۃ التوبہ میں اللہ تعالیٰ نے حق و باطل کے درمیان برپا ہونے والے مشہور معرکہ ”غزوہ تبوک“ سے پیچھے رہ جانے والے منافقین پر تبصرہ فرمایا ہے:

”جو لوگ (منافق) جہاد سے پیچھے رکھے گئے ہیں وہ اللہ کے رسول ﷺ کو چھوڑ کر پیچھے بیٹھ رہنے پر بڑے خوش ہیں۔ انہوں نے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کو ناپسند کیا اور دوسرے کو بھی (بہکاتے ہوئے) کہنے لگے: ”سخت گرمی میں جہاد کی طرف مت نکلؤ“ (اے نبی ﷺ!) ان سے کہہ دو: جہنم کی آگ (اس گرمی سے) زیادہ سخت ہے۔ کاش! وہ سمجھ لیتے۔ وہ (دنیا میں) تھوڑا سا نہن لیں (آخرت میں) بہت زیادہ روئیں گے۔ یہ ان اعمال کا بدلہ ہے جو وہ کماتے رہے تھے۔“ [التوبة=۹: ۸۱، ۸۲]

اللہ تعالیٰ نے مزید ارشاد فرمایا:

”اور جب کوئی سورت اس حکم کے ساتھ نازل ہوتی ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ ہو کر جہاد کرو تو ان میں سے تندرست اور مالدار کہتے ہیں: ہمیں گھروں میں بیٹھ رہنے والوں کے ساتھ رہنے کی اجازت دے دیجئے۔ وہ اس بات پر راضی ہیں کہ گھریلو عورتوں کے ساتھ بیٹھ رہیں۔ ان کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے۔ پس وہ (جہاد کے فوائد کو) نہیں سمجھ رہے۔“ [التوبة=۹: ۸۶، ۸۷]

اس سیاق و سباق کی روشنی میں یہ نتیجہ اخذ کرنا کچھ مشکل نہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ

پر ایمان رکھنے والوں کی لازمی صفات میں یہ شامل ہے کہ جہنم کی آگ سے بچنے کے لئے جہاد

فی سبیل اللہ کی تمام سختیوں اور مصائب کو برداشت کرنے والے ہوں، ہر ممکن صورت میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کو اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے قربان کرنے والے ہوں اور یہ کہ مذکورہ بالا صفات سے محروم انسان دعویٰ ایمان رکھنے کے باوجود علیم و حکیم اللہ تعالیٰ کی نظر میں منافق ہیں، پیچھے چھوڑے ہوئے ہیں۔ احمق ہیں، دنیا میں خوب ہنسنے والے اور آخرت کے دن خوب رونے والے ہیں۔ مرد ہوتے ہوئے بھی عورتوں کے ہم منزل اور ہم نشین ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے مندرجہ تمام آیات کی تفسیر جامع ترین فرمان میں بیان کردی:

[۶۳۶] «مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَغُزْ وَلَمْ يُحَدِّثْ بِهِ نَفْسَهُ مَاتَ عَلَى شُعْبَةٍ مِّنْ نِّفَاقٍ» ۱

”جس کی موت اس حالت میں آئی کہ نہ اس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور نہ اس کے لئے پختہ ارادہ کیا وہ منافقت کے ایک شعبے پر مرتا ہے۔“

صفِ قتال اور تجارتِ نجات:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۶۳۷] ﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًا كَانَهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوصٌ ۝﴾

[الصَّف = ۲:۶۱]

”یقیناً اللہ تعالیٰ (ایسے مجاہدین سے) محبت رکھتا ہے جو اس کی راہ میں صفیں باندھ کر (مضبوطی سے) لڑتے ہیں۔ گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی عمارت ہیں۔“

[۶۳۸] ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنْجِيكُمْ مِّنْ عَذَابِ أَلِيمٍ ۝

تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَ يُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرَىٰ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَ مَسْكِنٍ طَيِّبَةٍ فِي جَنَّاتٍ عَدْنٍ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ وَ أُخْرَىٰ تُحِبُّونَهَا

نَصْرٌ مِّنَ اللَّهِ وَ فَتْحٌ قَرِيبٌ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ۝﴾ [الصَّف = ۱۰:۶۱-۱۳]

”اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایک ایسی تجارت کا پتہ بتاؤں جو تمہیں (آخرت کے) دردناک عذاب سے چھٹکارا دلا دے گی؟ تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ اگر سمجھو تو یہ تجارت تمہارے لئے

(تمام تجارتوں سے) افضل و برتر ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے تمام گناہ بخش دے گا اور تمہیں ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے بہت سے دریا بہہ رہے ہیں اور ہمیشہ کی جنت کے نہایت عمدہ اور پاکیزہ مکانات میں (تمہیں ٹھہرائے گا)۔ یہ عظیم الشان کامیابی ہے اور ایک دوسری نعمت (بھی ہے) جس کو تم پسند کرتے ہو کہ اللہ کی طرف سے تمہیں نصرت اور قریبی فتح ملے گی۔ اور (اے نبی ﷺ!) مومنین کو (ان تمام انعامات کی) خوشخبری سنا دو۔“

سورۃ الصف قتال فی سبیل اللہ اور مجاہدین فی سبیل اللہ کے اوصاف و کمالات کا جامع ترین تعارف پیش کرتی ہے۔ امام ترمذی، احمد اور حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہم نے اس کے سبب نزول میں یہ حدیث روایت کی ہے، سیدنا عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۶۳۹] «قَعَدْنَا نَفَرًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَدَاكَّرْنَا فَقُلْنَا لَوْ نَعْلَمُ أُنَّى الْأَعْمَالِ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ لَعَمَلُنَا، فَأَنْزَلَ اللَّهُ ﴿سَبِّحْ لِلَّهِ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ.....﴾» ۱۸

”ہم یعنی رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی۔ ہم ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے۔ ہم نے یہ کہا کہ اگر ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ کے نزدیک محبوب ترین عمل کونسا ہے تو ہم ضرور اس پر عمل کریں گے۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الصف نازل فرمائی اور اپنے نزدیک محبوب ترین عمل یعنی جہاد اور وہ عمل کر نیوالے (مجاہدین فی سبیل اللہ) کا بیان فرمایا۔“

امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی سورۃ الصف کی مذکورہ آیات پر یہ عنوان قائم کیا ہے:-

”بَابُ أَفْضَلِ النَّاسِ مُؤْمِنٌ يُجَاهِدُ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ“

”یعنی لوگوں میں سب سے افضل وہ شخص ہے جو اللہ کے راستے میں اپنے مال اور جان کے ساتھ جہاد کرتا ہے۔“ ۱۹

مذکورہ آیات سے درج ذیل سبق آموز باتیں معلوم ہونیں:

① اللہ کی راہ میں ہجرت اور جہاد کرنے والے نیز مہاجرین و مجاہدین کی حمایت کرنے والے ہی سچے اور برحق مومنین ہیں۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

۱۸ صحیح الترمذی = أبواب تفسير القرآن : باب سورة الصف ، الحديث : ۲۶۳۶

۱۹ ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب الجہاد : باب افضل الناس مؤمن يجاهد بنفسه و ماله في سبيل الله ، الحديث :

”یہی لوگ یکے مؤمن ہیں۔“ [الأنفال = ۷۴:۸]

”یہی لوگ (اپنے دعویٰ ایمان میں) سچے ہیں۔“ [الحشر = ۵۹:۸]

لوگ صحیح معنوں میں اللہ کے فضل و کرم کے متلاشی ہیں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مددگار ہیں جو اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے ہیں۔ جیسا کہ فرمان الہی ہے:

”وہ اللہ کا فضل اور رضا مندی تلاش کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں اللہ اور اس کے رسول کی مدد

کرتے ہیں۔“ [الحشر = ۵۹:۸]

جہاد کرنے والے اور جہاد سے جان چھڑانے والے کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔ مجاہدین کو غیر مجاہدین کی نسبت سینکڑوں درجہ فضیلت اور برتری حاصل ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

”اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو غیر مجاہدین کی نسبت بہت زیادہ فضیلت عطا فرمائی ہے۔“

[النساء = ۹۶:۴]

حجاج کرام کو پانی پلانے اور بیت اللہ کو آباد رکھنے جیسے بہترین اعمال خیر بھی جہاد فی سبیل اللہ کے مقابلے میں کمتر ہیں۔ مجاہدین بڑے درجات اور اجر عظیم کے مالک ہیں۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

”جہاد کرنے والے اور نہ کرنے والے اللہ کے ہاں برابر نہیں۔“ [التوبة = ۱۹:۹]

”مجاہدین اللہ کے ہاں بڑے درجے کے مالک ہیں۔“ [التوبة = ۲۰:۹]

اللہ تعالیٰ کے ہاں جان و مال کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کرنے کی قیمت جنت ہے اور یہ معاوضہ پختہ سودے کی طرح ان شاء اللہ یقینی ہے۔ اللہ تعالیٰ بذات خود خریدار ہے۔ یہ وعدہ برحق ہے۔ یہ وعدہ صرف شرعی جہاد (یعنی قتال فی سبیل اللہ) سے وابستہ ہے۔ یہ بہت بڑی کامیابی اور مومنوں کے لئے عظیم خوشخبری ہے۔ جیسا کہ ارشادات الہیہ ہیں:

”اس کے بدلے ان کے لئے جنت ہے۔“ [التوبة = ۱۱۱:۹]

”وہ اللہ کے راستے میں قتال کرتے ہیں۔“ [التوبة = ۱۱۱:۹]

”اللہ کے ذمے یہ پکا وعدہ ہے۔“ [التوبة = ۱۱۱:۹]

”مومنوں کو خوشخبری سنا دیں۔“ [التوبة = ۱۱۲:۹-۱۱۱]

درج ذیل اوصاف بھی اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کے بیان فرمائے ہیں، جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

”وہ ایسے ہیں جو توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے، رکوع اور سجدہ کرنے والے، نیکی کا حکم کرنے والے، بری باتوں سے باز رکھنے والے، اور اللہ کی حدود کا خیال رکھنے والے ہیں اور مومنوں کو خوشخبری سنا دیجئے۔“ [التوبة=۹: ۱۱۲]

۶) آباء و اجداد اور دیگر رشتہ داروں سمیت دنیا کے اموال و تجارت اور محلات کو اللہ پر ایمان، رسول پر ایمان اور جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ محبوب رکھنے والوں کے لئے اللہ کی طرف سے شدید عذاب کی ڈانٹ پلائی گئی ہے۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

”اگر یہ سب چیزیں تمہیں اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ محبوب ہیں تو اللہ کی طرف سے عذاب کا انتظار کرو۔“ [التوبة=۹: ۲۴]

۷) جہاد چھوڑ دینا یا جہاد سے پیچھے رہنا ہمیشہ منافقین کا وطیرہ رہا ہے اور ایسے لوگوں کی موت یقیناً منافقت پر آئی۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ اور انصار کی شناخت یہی ہے کہ وہ آپ ﷺ کے ساتھ مل کر ہمیشہ کافروں اور مشرکوں کے ساتھ جہاد کرتے رہے۔ ایسے مومنین ہی بہتے دریاؤں والی جنتوں کے وارث، اہل خیر اور فلاح پانے والے ہونگے۔ جیسا کہ فرمان الہی ہے:

”لیکن رسول اللہ ﷺ اور جو اس کے ساتھ ایمان لائے ہیں انہوں نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا ہے اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔“ [التوبة=۹: ۸۸]

۸) میدان جہاد میں چونکا چختہ عمارت کا نقشہ بنانے والے مومن اللہ کے محبوب ترین بندے ہیں۔ جہاد فی سبیل اللہ بلاشبہ ایسی فائدہ مند تجارت ہے جس سے آخرت کے فائدے حاصل ہوتے ہیں، گناہوں سے معافی ملتی ہے، جنت عدن کا داخلہ اور پاکیزہ رہائش گاہیں نصیب ہوتی ہیں، آخرت میں جہنم کی آگ سے آزادی حاصل ہوتی ہے۔ نصرت و فتح، شان و شوکت فتح و کامیابی اور کافروں کے دلوں پر مومنوں کا رعب و دبدبہ اس جہاد سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ جیسا کہ درج ذیل قرآنی آیات سے معلوم ہوتا ہے:

”اللہ کے راستے میں صف بنا کر لڑائی کرتے ہیں جیسے کہ وہ چونکا چختہ عمارت ہیں۔“ [الصّف=۶۱: ۲۰]

”ایک ایسی تجارت (جہاد) پر تمہاری راہنمائی نہ کروں جو تمہیں درد ناک عذاب سے

نجات دلادے؟“ [الصّف=۶۱: ۱۰]

”ان مجاہدین کے لئے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے دریا بہتے ہیں۔“ [الصَّف=۶۱:۱۱]

”اللہ کی طرف سے مدد اور قریب کی فتح ان کے لئے ہے۔“ [الصَّف=۶۱:۱۳]

مجاہد اور عابد کا تقابل:

جلیل القدر محدث ”جزء کتاب الجہاد“ کے مصنف امام، حافظ اور مجاہد عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ (المتوفی: ۱۸۱ھ) حرین شریفین کی عبادت پر فخر کرنے والوں سے مخاطب ہیں:

يَا عَابِدَ الْحَرَمَيْنِ لَوْ أَبْصَرْتَنَا لَعَلِمْتَ

أَنَّكَ فِي الْعِبَادَةِ تَلْعَبُ

”اے حرین شریفین کے عبادت گزار! اگر تو (جہادی میدانوں میں) ہمارا حال دیکھے تو تجھے یقین ہو جائے گا کہ تیری عبادت کھیل کود سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔“

مَنْ كَانَ يَخْضِبُ خَدَّهُ بِدُمُوعِهِ

فُحُورُنَا بِدُمَائِنَا تَتَخَضَّبُ

”عابد اگر اپنے آنسوؤں سے رخسار تر رکھتا ہے تو ہم مجاہدین کے سینے ہمارے خون سے رنگین رہتے ہیں۔“

أَوْ كَانَ يُتَعَبُ خَيْلَهُ فِي بَاطِلٍ

فَخُيِّلْنَا يَوْمَ الصَّبِيحَةِ تَتَّعِبُ

”عابد اگر شغل باطل کے لئے اپنا گھوڑا تھکاتا ہے تو ہمارے گھوڑے بوقت صبح دشمن پر حملہ کرنے کی بناء پر تھکتے رہتے ہیں۔“

رِيحُ الْعَبِيرِ لَكُمْ وَ نَحْنُ عَبِيرُنَا

رَهْجُ السَّنَابِكِ وَالْغُبَارُ الْأَطْيَبُ

”حرین میں عبادت کرنے والو! عبیر کی خوشبو تمہیں مبارک ہو۔ ہمارے لئے تو جہادی گھوڑوں کے کھروں کا غبار ہی بہترین عبیر کی خوشبو ہے۔“

وَلَقَدْ أَتَانَا مِنْ مَقَالٍ نَبِينَا

قَوْلُ صَحِيحٍ صَادِقٍ لَا يَكْذِبُ

”ہمارے پاس ہمارے نبی ﷺ کی صحیح حدیث ہی پہنچتی ہے۔ ایسی صحیح و صادق حدیث جو کبھی جھوٹی نہیں ہو سکتی۔“

۶

لَا يَسْتَوِي وَ غُبَارُ خَيْلِ اللَّهِ فِي

أَنْفِ إِمْرِي وَ دُخَانُ نَارٍ تَلْهَبُ

”کسی آدمی کے ناک میں جہادی گھوڑوں کا غبار اور جہنم کی دھکتی ہوئی آگ کا دھواں جمع نہیں ہو سکتے۔“

4

هَذَا كِتَابُ اللَّهِ يَنْطِقُ بَيْنَا

لَيْسَ الشَّهِيدُ بِمَيِّتٍ لَا يُكْذَبُ

”یہ دیکھو اللہ کی سچی کتاب شاہد و ناطق ہے کہ شہید فی سبیل اللہ مردہ نہیں (جنت میں) زندہ ہے۔ اس بات کو جھوٹا کہا ہی نہیں جاسکتا۔“

قاضی نصیبین عبد اللہ بن محمد نے روایت کیا ہے کہ امام عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے ۱۷۷ ہجری میں، جب وہ شام کی سرحد طرسوس پر جہاد میں عملاً شریک تھے، یہ اشعار تحریر کئے اور مجھے دے کر مشہور عابد اور زاہد بزرگ فضیل بن عیاض کی طرف روانہ فرمایا۔ جب فضیل بن عیاض نے مذکورہ اشعار پڑھے تو بے اختیار رونے لگے اور فرمایا:

”صَدَقَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَ نَصَحَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ“^۱

”عبد اللہ بن مبارک نے واقعی سچ لکھا اور نصیحت کا حق ادا کر دیا۔“

(فضیل بن عیاض کے بیٹے محمد بن فضیل بن عیاض کہتے ہیں میں نے عبد اللہ بن

مبارک رحمہ اللہ کو خواب میں دیکھا تو سوال کیا:

”آپ نے کونسا عمل افضل ترین پایا ہے؟ انہوں نے فرمایا: وہی عمل میں جس میں

مشغول رہتا تھا۔ میں نے کہا کہ آپ کی مراد ہے کہ سرحدوں پر مورچہ بند رہنا اور

جہاد کرنا؟ فرمایا: جی ہاں! میں نے پھر پوچھا آپ کے ساتھ کیا سلوک ہوا؟ انہوں

نے فرمایا: مغفرتوں پر مغفرتیں نصیب ہوئیں ہیں۔^۲

قرآن مجید میں جہاد کا بیان :

واضح ہو کہ ہم نے جہاد اور مجاہدین کے فضائل سے متعلق محض ایک نمونہ پیش کیا ہے وگرنہ قرآن مجید کا بیشتر حصہ اس موضوع کی تفصیل و تبیین پر مشتمل ہے۔ اس سچے دعوے کی دلیل کے طور پر ہم جہادی آیات کا اجمالی خاکہ پیش خدمت کر رہے ہیں :

سورة البقرة کا جہادی خاکہ :

- آیات: ۱۵۳-۱۵۵ اور ۱۵۷-۱۷۷ کا موضوع ہے کہ جنگ میں صبر کرنا اور ثابت قدم رہنا چاہئے۔
- آیت: ۱۵۴ میں شہداء کے زندہ ہونے کا بیان ہے۔
- آیت: ۱۶۵ کا موضوع ”اللہ سے شدید ترین محبت کرنا اور کافروں سے تعلقات منقطع کرنا“ ہے۔
- آیات: ۱۹۵، ۲۴۵، ۲۶۱، ۲۶۲ کا عنوان ”جہاد کے لئے اللہ کے راستے میں خرچ کرنا اور قرض حسنہ دینا۔“ ہے۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:
- [۶۴۰] ﴿وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ [البقرة=۲: ۱۹۵]
- ”اللہ کے راستے میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں مت ڈالو۔“
- آیت: ۲۱۴ میں اللہ کی مدد اور فتح مبین کی شکل میں جہاد کا نتیجہ بیان ہوا ہے۔
- آیات: ۱۹۰، ۱۹۴، ۲۱۶، ۲۱۸، ۲۴۴ میں قتال عام کا حکم ہے۔ جہاد کے فضائل، ہجرت و جہاد کے واجب اور فرض عین ہونے کا بیان ہے۔ نیز جہاد کے مقاصد کا بیان ہے۔
- آیت: ۲۳۹ میں حالت جنگ کی نماز کا بیان ہے۔
- آیات: ۲۴۶ تا ۲۵۲ میں طالوت اور جالوت کی باہمی عظیم جنگ کا بیان ہے۔ اسی طرح سورة البقرة میں کل جہادی آیات کی تعداد (۲۹) ہے۔

سورة آل عمران کا جہادی خاکہ :

یہ مکمل سورت ہی جہاد باللسان یعنی دعوت و تبلیغ اور جہاد بالید یعنی جنگ و قتال کی تفصیلات کا مجموعہ ہے۔ چنانچہ اس میں بالترتیب:

- ☐ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان۔
- ☐ اہل کتاب سے مناظرہ اور مباہلہ۔
- ☐ اہل کتاب کے عقائد کا رد۔
- ☐ کافروں سے دوستانہ تعلقات اور دلی دوستی کی حرمت۔
- ☐ کافروں سے جنگ واجب ہے۔
- ☐ جنگ کے حالات میں صبر کرنا اور ثابت قدم رہنا۔
- ☐ غزوہ احد کے بارے کچھ باتیں۔
- ☐ سرحدوں پر مورچہ بندی کی اہمیت۔
- ☐ رسول کی اطاعت اور تنگ حالات میں اللہ پر توکل کی اہمیت۔
- ☐ جہاد کے مقاصد اور فوائد اور بہت سے جہادی احکام کو بیان کیا گیا ہے۔
- ☐ سورہ آل عمران کی آیات: ۱۲۳ تا ۱۲۹ میں غزوہ بدر کی فتح و نصرت کا تذکرہ بھی ہے۔
- ☐ گویا یہ پوری سورت جہادی سورت ہے۔

سورۃ النساء کا جہادی خاکہ:

- ☐ آیات: ۶۹، ۷۰ میں شہداء کی برزخی زندگی اور مراتب کا بیان ہے۔
- ☐ آیات: ۷۱ تا ۷۴ کا موضوع ہے کہ اللہ کے راستے میں جہاد کے لئے نکلنا واجب ہے۔
- ☐ آیت: ۷۵ میں اللہ کے راستے میں جنگ کرنے، نیز بے بسوں اور کمزوروں کے لئے لڑنے کا حکم ہے۔
- ☐ آیات: ۷۶ تا ۷۹ میں شیاطین کے دوستوں اور کفر کے طاغوتوں کے ساتھ قتال کرنے کا بیان ہے۔
- ☐ آیات: ۸۸ تا ۹۱ کا موضوع ہے کہ منافقوں کے ساتھ بھی جہاد و قتال کیا جانا چاہئے۔
- ☐ آیت: ۹۴ میں جہاد کے کچھ احکام کا بیان ہے۔
- ☐ آیات: ۹۵، ۹۶ کا موضوع ”مجاہدین کے درجات اور مرتبے“ ہے۔
- ☐ آیت: ۹۷ تا ۱۰۰ میں ہجرت اور جہاد کے فضائل اور جہاد کے واجب ہونے کا بیان ہے۔
- ☐ آیات: ۱۰۱ تا ۱۰۴ میں حالت جنگ کی نماز (صلوۃ الخوف) کا بیان ہے۔

□ آیات: ۱۳۸ تا ۱۴۷ میں کافروں اور منافقوں سے تعلقات منقطع کرنے کی تشریح ہے۔ اس طرح اس سورت میں کل جہادی آیات: ۳۶ ہیں۔

سورة المائدة کا جہادی خاکہ:

آیات: ۲۱ تا ۲۶ میں ایک زبردست قوم (جبارین) کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو جہاد کرنے کا حکم دیا گیا اور اس طرح پاک سرزمین یعنی سرزمین فلسطین کا کافروں کے قبضے سے چھڑانے کا بیان ہے۔

□ آیات: ۳۳، ۳۴ میں باغیوں اور ڈاکوؤں سے جنگ کا بیان ہے۔

□ آیت: ۳۵ کا موضوع ”اللہ کا قرب تلاش کرنا اور اس کے راستے میں جہاد کرنا“ ہے۔

□ آیات: ۵۴ تا ۵۷ میں مومنوں کی اس صفت کا بیان ہے کہ مومن مومنوں کے لئے نرم ہوتے ہیں اور کافروں کیلئے سخت ہوتے ہیں۔

اس سورت میں کل جہادی آیات بارہ (۱۲) ہیں۔

سورة الانعام کا جہادی خاکہ:

اس سورت کی اختتامی آیات: ۱۶۲ تا ۱۶۵ کا عنوان یہ ہے کہ میری نمازیں، میری قربانیاں، میری زندگی اور میری موت سب اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا حقیقی رب ہے۔ اس طرح اس سورت کی چار آیات جہاد کے متعلق ہیں۔

سورة الأنفال کا جہادی خاکہ:

یہ مکمل سورت ہی جہاد کے فضائل اور تذکروں پر مشتمل ہے۔ چنانچہ اس میں بالترتیب:

□ مال غنیمت کی تقسیم کا بیان ہے۔

□ غزوہ بدر کے اسباب اور حکمتوں کا تذکرہ ہے۔

□ ”مومنین کا اللہ تعالیٰ سے فریاد کرنا اور مدد طلب کرنا“، بیان ہوا ہے۔

□ فرشتوں کے نزول اور نصرت الہی کے نزول کا تذکرہ ہے۔

□ جنگ کے آداب ہیں۔

□ نصرت الہی کی مختلف صورتیں ہیں۔

□ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی اہمیت بیان ہوئی ہے۔

□ جہاد کے اغراض و مقاصد کا بیان ہے۔

□ مال غنیمت میں سے بیت المال کے لئے پانچویں حصے (خمس) کا بیان ہے۔ نیز غزوہ بدر کی کچھ باتیں ہیں۔

□ جہاد کی تیاری اور سرحدوں پر گھوڑے باندھ رکھنے کا بیان ہے۔

□ فتح و نصرت کے پختہ وعدے ہیں۔

□ جہاد کی رغبت دلانا اور اس پر ابھارنا ہے۔

□ نیز اس میں میدان جنگ کے قیدیوں کے بارے احکام ہیں۔

اس کے علاوہ ہجرت، نصرت الہی اور اللہ کی راہ میں جہاد کے احکام اور فضائل جیسے قیمتی موضوعات کا بڑی تفصیل کے ساتھ تذکرہ ہے۔ اس طرح اس سورت میں سارا بیان ہی جہاد کا ہے۔ لہذا یہ پوری کی پوری سورت جہاد پر مشتمل ہے۔ اس کی کل آیات ۷۵ ہیں۔

سورة التوبة کا جہادی خاکہ:

اس سورت میں بھی سورۃ انفال کی طرح جہاد کے احکام اور جہادی باتوں کا جامع تذکرہ ہے اور دونوں کے ناموں سے ہی یہ بات واضح ہو رہی ہے۔

الانفال کا معنی اموال غنیمت ہے اور اموال غنیمت جہاد اور قتال کے نتیجہ میں ہی حاصل ہوتے ہیں۔ اس طرح زیر بحث سورۃ التوبہ، اس کا نام اس وجہ سے سورۃ التوبہ ہے کہ اس میں تین صحابہ رضی اللہ عنہم کی توبہ کی قبولیت کا واقعہ بیان ہوا ہے جو غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے۔

اسی زیر بحث سورت کا دوسرا نام سورۃ البرآءۃ بھی ہے۔ ”البرآءۃ“ کا لفظ اس سورۃ کی پہلی آیت میں اس طرح وارد ہوا ہے:

[۶۴۱] ﴿بَرَاءَةٌ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝﴾

[التوبة=۹: ۱]

”اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان برأت ہے ان مشرکوں کی طرف جن سے تم نے صلح کا معاہدہ کر رکھا ہے۔“

سورۃ انفال غزوہ بدر کے بعد ۲ ہجری میں نازل ہوئی ہے۔ جبکہ سورۃ التوبہ نازل ہونے

کے اعتبار سے آخری سورت ہے۔ ۲۲

دونوں کے موضوع ایک جیسے ہونے کی وجہ سے ”سورة التوبة“ کی ابتداء میں ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ نہیں لکھی گئی۔ اس سے اندازہ کرنا مشکل نہیں ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کی پوری مدنی زندگی میں کافروں اور مشرکوں سے جہاد مسلسل جاری تھا۔

سورة التوبة یا سورة البرآة کے مضامین بالترتیب اس طرح ہیں:

- اپنا عہد توڑنے والے مشرکوں سے مکمل برأت کا اعلان۔
- مشرکین سے جنگ کا اعلان عام۔
- اپنے معاہدوں کو نبھانے اور امن کی درخواست کرنے والوں کا بیان۔
- جہاد کے فضائل اور مجاہدین کے درجات۔
- کفار مکہ اور اہل کتاب یہود و نصاریٰ سے جنگ کے اسباب۔
- اللہ کے راستے میں نکل پڑنا ”اعلان عام“، پر فرض ہو جاتا ہے۔
- جہاد ہر مسلمان پر فرض عین ہے۔
- غزوہ تبوک اور غزوہ حنین کا تذکرہ۔
- غزوہ تبوک میں پیچھے رہنے والوں کے لئے ڈانٹ ڈپٹ اور سزا۔
- منافقین کی خفیہ سرگرمیاں۔
- جہاد فی سبیل اللہ میں مال خرچ کرنے کا بیان۔
- غزوہ تبوک میں پیچھے رہ جانے والے تین مخلص صحابہ سے سوشل بائیکاٹ اور ان کی توبہ کا تذکرہ۔
- مجاہدین کے لئے عظیم خوشخبری۔
- جہاد کے احکام و مسائل۔

علیٰ ہذا القیاس یہ ساری سورت ہی جہاد کی باتوں پر مشتمل ہے۔ اس کی کل آیات ۱۲۹ ہیں۔

سورة النحل کا جہادی خاکہ:

□ آیات: ۱۱۰، ۱۱۱ میں اللہ تعالیٰ نے ہجرت اور جہاد کرنے پر بخشش اور مغفرت کا وعدہ فرمایا ہے۔

۲۲ ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب التفسیر / تفسیر سورة الأنفال: باب قوله ﴿يَسْتَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ فَلْيَلْأَنْفَالِ لِلَّهِ وَالرُّسُولِ﴾، الحديث: ۴۳۶۸ و تفسیر سورة براءة: باب قوله ﴿بَرَاءَةٌ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى الَّذِينَ

□ آیات: ۱۲۵ تا ۱۲۸ میں کافروں کو اچھے انداز سے دعوت دینے، مناظرہ کرنے اور سزا دینے کا بیان ہے۔

□ جبکہ آیات: ۴۱، ۴۲ میں اللہ کی طرف ہجرت کرنے والوں کے لئے مدد اور نصرت کا وعدہ ہے۔ اس طرح اس میں کل جہادی آیات آٹھ (۸) ہیں۔

سورة الحج کا جہادی خاکہ:

□ آیات: ۳۸ تا ۴۱ میں اللہ تعالیٰ نے مظلوم مسلمانوں کو جنگ کرنے کی باقاعدہ اجازت دی اور اپنی مدد کا وعدہ فرمایا۔ اسکے علاوہ جہاد کے اسباب اور مقاصد بیان فرمائے۔ نیز جہاد کے پھل اور نتیجے کے طور پر مسلمانوں کو زمین پر اقتدار اور خلافت دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔

□ آیات: ۵۸ تا ۶۴ میں ہجرت، اللہ کے راستے میں شہادت، کافروں اور مشرکوں کو سزا دینے کی صورت میں اللہ کی طرف سے مدد کی یقین دہانی کا بیان ہے۔

□ کافروں سے جہاد کے بڑے اسباب یعنی کفر و شرک کا تذکرہ بھی ہے۔

□ آخری آیت میں صاف طور پر فرمایا: [۶۴۲] ﴿وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ﴾

[الحج = ۲۲: ۷۸]

”اللہ کے راستے میں جہاد کرو جس طرح جہاد کرنے کا حق ہے۔“

یعنی کما حقہ پوری قوت اور طاقت سے جہاد کرنے کا بیان ہے۔ اس طرح اس سورت میں کل جہادی آیات آٹھ (۸) ہیں۔

سورة النور کا جہادی خاکہ:

□ آیت: ۲۲ میں اہل ثروت مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کے راستے میں ہجرت کرنے والوں پر فضل و احسان جاری رکھیں۔

□ آیات: ۵۵ تا ۵۷ میں صحیح العقیدہ مسلمانوں سے زمین کی خلافت اور ان کے دین اسلام کے استحکام کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ کافروں اور مشرکوں کو مغلوب اور بے بس رکھنے کا کھلا اعلان ہے۔

اس طرح اس سورت میں کل جہادی آیات چار (۴) ہیں۔

سورة الفرقان کا جہادی خاکہ:

□ آیت: ۵۲ میں فرمایا: [۶۴۳] ﴿وَجَاهِدْهُمْ بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا﴾ [الفرقان=۵۲:۲۵]

”اے نبی (ﷺ)! کافروں سے اس (قرآن) کے ساتھ بہت بڑا جہاد کریں۔“

یہ فرمان الہی اس امر کی وضاحت ہے کہ کافروں سے جہاد ہی جہاد اکبر اور ”جہاد کبیر“ ہے اور قرآن حکیم سب سے بڑا جہادی آلہ ہے۔

اس سورت میں ایک (۱) جہادی آیت ہے۔

سورة الشعراء کا جہادی خاکہ:

□ آخری آیت: ۲۲۷ میں فرمایا:

[۶۴۴] ﴿وَانْتَصِرُوا مِنْ بَعْدِ مَا ظَلَمْتُمْ أَط﴾ [الشعراء=۲۶:۲۲۷]

”وہ مومن جنہوں نے مظلوم ہونے کے بعد انتقام لیا۔“

یہ فرمان الہی اس حقیقت پر دلیل ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ ظالموں اور جابروں کے ظلم و جبر کو روکنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ جبکہ مظلوموں اور مجبوروں کی بہترین ڈھارس اور مؤثر فریاد رسی ہے۔ اس سورة میں جہادی آیت ایک (۱) ہے۔

سورة العنکبوت کا جہادی خاکہ:

□ آیت: ۶ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: [۶۴۵] ﴿وَمَنْ جَاهَدْ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ ط﴾

[العنکبوت=۶:۲۹]

”اور جو جہاد کرتا ہے وہ صرف اپنے لئے ہی جہاد کرتا ہے۔“

اس فرمان الہی میں انسانوں کے لئے جہاد کی اہمیت و ضرورت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

□ آیات: ۱۰، ۱۱ میں اللہ کے راستے میں پیش آنے والی مشکلات کو ایمان اور نفاق میں حد فاصل قرار دیا گیا ہے۔

□ آیت: ۴۶ میں اہل کتاب یہود و نصاریٰ سے مناظرہ یعنی جہاد باللسان کا بیان ہے۔

□ آیت: ۶۹ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: [۶۴۶] ﴿وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ط﴾

[العنکبوت=۶۹:۲۹]

”جو ہمارے راستے میں جہاد کرتے ہیں ہم اپنے راستوں کی طرف ان کی ضرور راہنمائی کرتے ہیں۔“

یہ فرمان الہی جہاد کرنے والوں کو اللہ کی طرف سے راہنمائی اور گائیڈ لائن ملنے اور ملتے رہنے کی نوید سعید سنارہا ہے۔
اس سورت میں کل جہادی آیات دس (۱۰) ہیں۔

سورة الروم کا جہادی خاکہ:

□ ابتدائی آیات ۱ تا ۶ میں نصرت اور مدد کا الہی طریق کار پیش کیا گیا ہے کہ نصرت الہی کے نتیجے میں فتح و کامیابی اللہ تعالیٰ کے مومن بندوں کا ہی حق ہے۔
اس سورت میں جہادی آیات چھ (۶) ہیں۔

سورة لقمان کا جہادی خاکہ:

□ آیت ۱۵ میں مشرک والدین کی بات نہ ماننے اور ان کے شرکیہ احکام سے بغاوت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔
اس سورت میں ایک (۱) جہادی آیت ہے۔

سورة الاحزاب کا جہادی خاکہ:

یہ مکمل سورۃ، جہاد اور قتال کی ترجمانی کرتی ہے۔ جیسا کہ نام سے ہی ظاہر ہے۔ اس سورت کے مضامین کی ترتیب کچھ اس طرح ہے:

□ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت واجب ہے۔

□ مومنوں سے دوستی اور کافروں سے دشمنی کے احکام۔

□ غزوۃ احزاب یعنی غزوۃ خندق کا تذکرہ۔

□ جہاد سے روکنے اور منع کرنے والے منافقوں اور اللہ کے مومن بندوں کی علیحدہ علیحدہ صفات اور علامات کی تفصیل۔

□ ایماندار شہداء اور اپنی بات پر پورا اترنے والے مجاہدین کی تعریف

□ ”مومنوں کے لئے اللہ ہی جنگ میں کافی ہے“ کی یقین دہانی۔

- غزوہ بنی قریظہ کا تذکرہ۔ رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات اور امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے لئے کچھ خاص احکام۔
- اہل بیت رسول اللہ یعنی ازواج رسول کی پاکیزگی کا بیان۔
- مسئلہ ختم نبوت اور نبی ﷺ کے بعض حقوق کا بیان۔
- نکاح کے معاملے میں نبی ﷺ کے لئے چند مخصوص رعایتوں کا بیان۔
- پردے کے احکام اور ان عورتوں کا بیان جن سے نکاح حرام ہے۔
- کافروں اور جھوٹا پروپیگنڈا کرنے والوں اور منافقوں کے ساتھ عام جنگ کے احکام۔
- اس سورت میں کل ۷۳ جہادی آیات ہیں۔

سورة الصّافات کا جہادی خاکہ:

- آیات: ۱۷۱ تا ۱۸۲ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں، رسولوں اور ان کے پیروکاروں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ہمیشہ غالب رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد ان کیلئے نازل ہوتی رہے گی۔ اس طرح اس سورت کی جہادی آیات بارہ (۱۲) ہیں۔

سورة الشوریٰ کا جہادی خاکہ:

- آیات: ۴۳ تا ۴۷ میں مومنوں کی صفات کی تفصیل بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

[۶۴۷] ﴿وَالَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُونَ ۚ وَجِزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ﴾

[الشوریٰ = ۴۲: ۴۰، ۳۹]

”(مومنوں کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ) جب انہیں کوئی ظلم و ستم پہنچتا ہے تو اس کا بدلہ لیتے ہیں۔ برائی کا بدلہ اس طرح کی برائی ہی ہے۔“

اس سورت میں جہاد کی کل آیات چار (۴) ہیں۔

سورة محمد (سورة القتال) کا جہادی خاکہ:

یہ سورت بھی سورہ آل عمران، انفال، توبہ اور احزاب کی طرح جہاد کے احکام و مسائل پر مشتمل ہے۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد یوں ہے:

[۶۴۸] ﴿فَإِذَا أَنْزَلْتُ سُورَةً مُحْكَمَةً وَذَكَرَ فِيهَا الْقِتَالَ ۖ﴾ [محمد = ۴۷: ۲۰]

”جب کوئی ایسی پختہ سورت نازل ہوتی ہے جس میں قتال کا ذکر ہوتا ہے۔“

اس سورت کے مضامین مختصراً یوں ہیں:

- مومنوں اور کافروں کے درمیان فرق و امتیاز واضح کیا گیا ہے۔
- کافروں کی گردنیں اڑانے، مضبوطی سے قید کرنے اور بعد ازاں احسان کے طور پر یا پھر کچھ تاوان جنگ لے کر چھوڑنے کا بیان ہے۔
- جنت میں شہداء کے مراتب اور درجات کا بیان۔
- اللہ کے دین کی مدد کرنے پر زور دیا گیا ہے۔
- جنگ کے اسباب کا بیان ہے۔
- متقین کے لئے جنت اور اس کی لازوال نعمتوں کا تذکرہ ہے۔
- کفار و مشرکین ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہنے والے ہیں۔
- مقاصد قتال مثلاً فتنہ و فساد کی روک تھام اور صلہ رحمی وغیرہ کا بیان ہے۔
- مومنوں کی آزمائش کا بیان ہے تاکہ جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کے درمیان فرق ہو سکے۔
- مومنوں کو کمزوری اور نامردی دکھانے سے روکا گیا ہے۔ نیز کافروں سے صلح نہ کرنے پر انہیں غالب آنے اور فتح مند ہونے کی نوید سعید سنائی گئی ہے۔
- آخر میں جہاد کے لئے اللہ کے راستے میں خرچ کرنے پر ترغیب ہے۔
- اس طرح اس کی کل آیات ۳۸ ہیں اور وہ سب کی سب جہادی ہیں۔ لہذا یہ مکمل سورت ہی جہادی ہے۔

سورة الفتح کا جہادی خاکہ:

- یہ بھی درحقیقت جہادی سورت ہے۔ یہ مکہ کے عنقریب فتح ہونے کی خوشخبری اور صلح حدیبیہ کی خبروں اور حالات پر مشتمل ہے۔
- ابتدا میں صلح حدیبیہ یا غزوہ حدیبیہ کو واضح فتح سے تعبیر کیا گیا ہے۔
- مومنوں کو نصرت الہی کا حوصلہ دیا گیا ہے۔
- مومن مردوں اور مومن عورتوں کو جنت کے داخلے کی یقین دہانی کرائی گئی ہے۔

- منافقوں اور مشرکوں کے لئے سزاؤں کا تذکرہ ہے۔
 - اللہ اور اس کے رسول پر ایمان کا بیان ہے۔
 - پھر جہاد سے اس کے مزید طاقتور ہونے کا تذکرہ ہے۔
 - اللہ کے راستے میں شہید ہونے کی بیعت کا بیان ہے۔^{۳۳}
 - غزوہ حدیبیہ میں پیچھے رہنے والوں کے لئے سخت ترین تنبیہات و توبیخات ہیں۔
 - مستقبل میں طاقتور اقوام سے جہاد کرنے کا وعدہ اور اعلان ہے۔
 - معذور اور بے بس لوگوں کے علاوہ جہاد سے پہلو تہی کرنے والوں کے لئے دردناک عذاب کی ڈانٹ ہے۔
 - مجاہدین کے لئے فتح و نصرت کے ساتھ ساتھ بہت زیادہ مال غنیمت کا وعدہ ہے۔
 - غزوہ حدیبیہ یا صلح حدیبیہ کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔
- آخر میں محمد ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اوصاف اور کمالات کا تذکرہ ہے کہ وہ کفار کے لئے جہاد کی وجہ سے سخت اور مومنین کے لئے رشتہ اخوت کی وجہ سے رحیم و کریم ہیں۔ اس سورت کی کل ۲۹ آیات ہیں جو جہادی مضامین سے لبریز ہیں۔ لہذا یہ ساری کی ساری سورت جہادی سورت ہے۔

سورة الحجرات کا جہادی خاکہ:

- آیات: ۶ تا ۸ میں فاسق کی خبر کی تحقیق کر لینے کا بیان ہے۔
- رسول ﷺ کی مکمل اطاعت کرنا، کفر، گناہ، اور نافرمانی سے اجتناب کرنا نیک لوگوں کا وظیرہ ہے۔
- آیات: ۱۴ تا ۱۸ میں اس بات کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان کے بعد جہاد فی سبیل اللہ کے عامل ہی سچے مومن ہیں۔
- اس سورت میں کل جہادی آیات ۸ ہیں۔

سورة الحديد کا جہادی خاکہ:

- آیات: ۱۰، ۱۱ میں اللہ کے راستے میں خرچ کرنے والوں اور جنگ و قتال کرنے والوں

کے مختلف درجات کا بیان ہے

□ آیت: ۲۵ میں لوہے کے نزول اور پھر لوہے کے ذریعے آلاتِ جنگ بنا کر جہاد کرنے کا بیان ہے۔

□ پھر اس بات کا تذکرہ کہ جہاد کے ذریعہ یہ معلوم کرنا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کی مدد کون کرتا ہے اور کون گریز کرتا ہے۔

اس سورت کی کل جہادی آیات تین (۳) ہیں

سورة المجادلة کا جہادی خاکہ:

□ اختتامی آیات: ۱۹ تا ۲۲ شیطان کی پارٹی اور اللہ تعالیٰ کی پارٹی کے درمیان دائمی کشمکش رہنے کا بیان ہے۔

□ کافروں سے دوستانہ تعلقات ختم کرنے کا حکم ہے۔

□ حق و باطل کے درمیان کشمکش کے نتیجے میں بالآخر حق اور اہل حق ہی فاتح و غالب ہوں گے۔

اس سورت میں کل چار (۴) جہادی آیات ہیں۔

سورة الحشر (سورة بنی نضیر) کا جہادی خاکہ:

یہ مکمل طور پر جہادی سورت ہے جو اہل کتاب کے ساتھ جنگ کے احکام پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ مدینہ کے یہودیوں کے حشر و انجام کا تفصیلی نقشہ پیش کرتی ہے۔ چنانچہ:

□ اس کی آیات: ۱ تا ۶ میں غزوہ بنی نضیر کی ترجمانی ہے۔

بنی نضیر کے یہودیوں کو ان کے مضبوط قلعوں سے نکالنے، پھر ان کے اپنے اور مسلمانوں کے ہاتھوں ان کی تباہی و بربادی کا تذکرہ ہے۔ ان کی شر پسندی اور فساد انگیزی کے نتیجے میں ان کے مالوں اور باغوں کو اجاڑنے، جڑوں سے اکھاڑنے، آگ لگا دینے، بالآخر مدینہ سے ان کی جلا وطنی کی تفصیلات ہیں۔

□ آیات: ۷ تا ۱۰ میں بنی نضیر کی پہلی جلا وطنی کے نتیجے میں لڑے بغیر حاصل ہونے والے

مال فنی کی تقسیم اور اس کے اصل حقداروں یعنی فقراء و مہاجرین اور انصار کا بیان ہے۔

□ آیات: ۱۱ تا ۱۷ میں منافقوں کے حالات بیان کئے گئے ہیں جو ظاہر مسلمانوں اور درپردہ

اہل کتاب کے مشرکوں کے ساتھ محبت اور نصرت کے وعدے کر رہے تھے۔ ان منافقوں کے بارے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”وہ انجام کار کے طور پر (مدینہ کے مشہور قبیلہ بنو قینقاع اور شیطان مردود کی طرح) ہمیشہ جہنم کے مستحق ہیں۔“

□ آیات: ۱۸ تا ۲۴ میں تقویٰ، خوف آخرت، اہل جنت اور اہل جہنم کا علیحدہ علیحدہ انجام

بیان ہوا ہے۔ بعد ازاں توحید اسماء و صفات کی تشریحات ہیں۔

اس طرح یہ پوری سورت جہادی اسباق اور دروس کا جامع گلدستہ ہے۔

اس سورت میں کل آیات ۲۴ ہیں جو سب کی سب جہاد پر مشتمل ہیں۔ لہذا یہ سورت بھی

مکمل جہادی سورت ہے۔

سورة الممتحنة کا جہادی خاکہ:

یہ بھی مکمل جہادی سورت ہے۔ اس میں اہم ترین موضوع (الولاء والبراء) مومنوں سے دوستی اور کافروں سے نفرت و عداوت ہے۔ کفر و شرک اور کفار و مشرکین سے مکمل بائیکاٹ، نفرت اور دشمنی ”البراء“ کہلاتی ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ سے ہر طرح محبت، دوستی، اور نصرت و حمایت کا تعلق ”الولاء“ کہلاتا ہے۔

□ آیات: ۱ تا ۹ میں بدری صحابی سیدنا حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ بیان ہوا ہے جس

کے کچھ اہل و عیال مکہ میں مقیم تھے۔ ان اہل و عیال کے تحفظ کے لئے جناب سیدنا

حاطب رضی اللہ عنہ نے اہل مکہ کو خبر دے دی کہ رسول اللہ ﷺ تم پر حملہ کا ارادہ رکھتے ہیں۔

تاکہ اس احسان کے عوض اہل مکہ ان کے اہل و عیال کی حفاظت کریں گے۔ سیدنا حاطب رضی اللہ عنہ

کی اس غلطی پر ان کو ڈانٹا گیا۔ ۲۳

قیامت تک مومنوں اور مجاہدوں کو منع کر دیا گیا کہ اللہ کے دشمن کافروں کے ساتھ دوستی

مت کرو۔ کافر کبھی مسلمانوں کے دوست نہیں ہو سکتے۔ صلہ رحمی اور رشتہ داری کے تمام

معاملات پر ایمان اور اسلام کو مقدم رکھنا ضروری ہے۔ تمام مومنوں اور مجاہدوں کو جناب

۲۴ ملاحظہ ہو صحیح البخاری۔ کتاب التفسیر / تفسیر سورة الممتحنة: باب ﴿لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّيَّ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِيَاءَ﴾،

ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کا اسوہ حسنہ پیش نظر رکھنا چاہئے۔

□ آیات: ۱۰ تا ۱۳ میں مومن اور مہاجر عورتوں کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی کرنے کا حکم ہے کافر اور مشرک عورتوں سے مکمل بائیکاٹ کرنے اور نکاح نہ کرنے کا بیان ہے۔ اس کے علاوہ مومنہ عورتوں کے لئے نبی ﷺ کی بیعت کی شرائط وغیرہ جیسے اہم جہادی احکام ومسائل بیان ہوئے ہیں۔

اس سورت کی کل ۱۳ آیات ہیں جو سب کی سب جہادی ہیں۔ لہذا یہ بھی پوری سورت جہادی ہے۔

سورة الصف کا جہادی خاکہ:

جہادی سورتوں میں سے اہم ترین سورت ہے۔ اس کے مضامین درج ذیل ہیں:

□ چونا گج کی ہوئی دیوار کی طرح متفق اور متحد ہو کر لڑنے والے مجاہدین محبوبان الہی ہیں۔

□ رسولوں کو تکلیف پہنچانا حرام ہے۔

□ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا مقصد عظیم دین اسلام کا غلبہ ہے۔

□ ”جہنم کی آگ سے نجات دینے والی تجارت“ جہاد فی سبیل اللہ کو قرار دیا گیا ہے۔

□ مجاہد کا اخروی انجام ”گناہوں کی بخشش اور دخول جنت“ بتایا گیا ہے۔

□ جہاد کے نتیجے میں نصرت الہی اور قریبی فتح کا وعدہ کیا گیا ہے۔

□ نبیوں اور رسولوں کی اطاعت کا دعویٰ ہو تو دلیل کے طور پر اللہ کے مددگار یعنی مجاہدین

فی سبیل اللہ بن جانا چاہئے۔

اس سورت کی کل ۱۴ آیات ہیں جو سب کی سب جہادی ہیں۔ لہذا یہ بھی پوری سورت جہادی ہے۔

سورة التحريم کا جہادی خاکہ:

□ آیت ۹ میں فرمان الہی ہے:

[۶۴۹] ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ﴾ [التحریم=۹:۶۶]

”اے نبی (ﷺ)! کافروں اور منافقوں سے جہاد کریں اور ان پر سختی کریں۔“

اور اس آیت میں کافروں اور منافقوں سے ہمیشہ جہاد کرتے رہنے اور دین میں سختی کرنے اور کافروں کے بارے سخت رویہ اختیار کرنے کا حکم ہے۔ اس سورت میں ایک (۱) جہادی آیت ہے۔

سورة المزمل کا جہادی خاکہ:

□ آیت نمبر ۲۰ میں فرمان باری تعالیٰ ہے:

[۶۵۰] ﴿وَآخِرُونَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ [المزمل = ۷۳: ۲۰]

”اور کچھ دوسرے لوگ اللہ کی راہ میں قتال بھی کرتے ہیں۔“

اس آیت کریمہ میں اصحاب النبی ﷺ کے اوصاف میں سے ایک وصف بیان ہوا ہے کہ وہ ہمیشہ جہاد و قتال میں جان و مال کے ساتھ مشغول رہتے ہیں۔

اس سورت میں ایک (۱) جہادی آیت ہے۔

سورة العاديات کا جہادی خاکہ:

اس سورت کے الفاظ ﴿عَادِيَتٌ﴾، ﴿مُؤَرِيَتٌ﴾، ﴿مُغِيرَتٌ﴾ جہادی گھوڑوں کے وہ اوصاف ہیں جو میدان جہاد میں ظاہر ہوتے ہیں۔ جن کی رب العالمین قسمیں اٹھا رہے ہیں۔ سچ فرمایا ہے رسول اللہ ﷺ نے:

[۶۵۱] ﴿الْحَيْلُ مَعْقُودٌ فِي نَوَاصِيهَا الْخَيْرُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾ ۲۵

”گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک خیر و برکت اور جہاد کے ثمرات وابستہ ہیں۔“

اس سورت کی کل (۱۱) آیات ہیں جن میں جہاد کی طرف راہنمائی ملتی ہے۔

سورة النصر کا جہادی خاکہ:

اس سورت میں فتح مکہ کے ساتھ نصر من اللہ کی آمد کا تذکرہ ہے کہ اقوام عالم فوج در فوج دین الہی میں داخل ہو رہی ہیں۔

اس سورت کی تین ہی آیات ہیں جو جہاد کی طرف راہنمائی کرتی ہیں۔ اس طرح یہ مختصر سورت بھی جہادی سورت ہے۔

حاصل بحث یہ ہے کہ آل عمران، الانفال، التوبہ، الاحزاب، القتال، الفتح، الحشر، الممتحنة، الصف، العاديات، النصر مکمل طور پر جہادی سورتیں ہیں جن میں آیات کی تعداد ۶۰۹ بنتی ہیں۔ جبکہ متفرق سورتوں میں نازل شدہ جہادی آیات تقریباً ۱۵۶ ہیں۔ اس طرح کل جہادی آیات ۷۶۵ بنتی ہیں۔ یہ محض سرسری جائزہ ہے۔ صرف ان آیات کو شمار کیا گیا ہے جن

میں جہاد کا مضمون واضح اور صریح بیان کیا گیا ہے۔ اگر خوب گہرائی میں جا کر جہادی آیات کو تلاش کیا جائے تو ان کی تعداد مزید بڑھ سکتی ہے۔

نیز اگر اعداد و شمار میں مطلقاً جہاد کو ملحوظ نظر رکھا جائے، جس میں جہاد باللسان یعنی (دعوت و تبلیغ) بھی شامل ہیں تو بلاشبہ قرآن مجید کا بیشتر حصہ جہاد پر ہی مشتمل نظر آئے گا۔ کیونکہ قرآن مجید کا اکثر حصہ عام طور پر باطل کی تردید، حق کی تائید اور کافروں اور مشرکوں سے جنگ و جہاد پر ہی مشتمل ہے۔

جہادی سورتوں کے مضامین میں جو اسباب نزول بیان کئے گئے ہیں، آیات کا ربط بیان ہوا ہے۔ نیز موضوعات اور معانی کی ترتیب بیان ہوئی ہے ان میں درج ذیل مصادر اور مراجع سے مدد لی گئی ہے:

۱ صحیح البخاری = کتاب المغازی، کتاب التفسیر: ۱۷۳/۵۶۳/۲

۲ جامع الترمذی = أبواب التفسیر: ۱۷۳-۱۱۹/۲

۳ تفسیر ابن جریر للطبری ۴ تفسیر ابن کثیر

۵ الجامع لأحكام القرآن للقرطبی ۶ فتح القدير للشوکانی

۷ روح المعانی للالوسی ۸ الکشاف للزمخشري

۹ اسباب النزول للامام علی بن احمد نیشاپوری

((..... ❁❁❁❁))

باب: ۱۱

احادیث میں جہاد اور مجاہدین کے فضائل

جہاد تمام اعمال سے افضل ہے:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۶۵۲] «سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ: أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: «الْإِيمَانُ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ»
قِيلَ ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: «جِهَادٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ» قِيلَ ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: «حَجٌّ مَبْرُورٌ»^۱
”رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ افضل ترین عمل کونسا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:
اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانا۔ دوبارہ سوال کیا گیا پھر کونسا؟ تو
آپ ﷺ نے فرمایا: جہاد فی سبیل اللہ۔ تیسری دفعہ سوال کیا گیا پھر کونسا؟ تو آپ ﷺ
نے ارشاد فرمایا: حج مبرور۔“

ایک روایت کے مطابق یہ الفاظ بھی ہیں:

[۶۵۳] «سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ وَ أَيُّ الْأَعْمَالِ خَيْرٌ؟ قَالَ: «إِيمَانٌ
بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ» قِيلَ: ثُمَّ أَيُّ شَيْءٍ؟ قَالَ: «الْجِهَادُ سَنَامُ الْعَمَلِ» قِيلَ ثُمَّ أَيُّ شَيْءٍ يَا رَسُولَ
اللَّهِ؟ قَالَ: «ثُمَّ حَجٌّ مَبْرُورٌ»^۲

”رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا: سب سے افضل عمل اور سب سے بہترین عمل کونسا
ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ پوچھا گیا: پھر کونسا؟ تو
آپ ﷺ نے فرمایا: جہاد ہر عمل کی کوہان (بلندی اور چوٹی) ہے۔ پوچھا گیا: اے اللہ
کے رسول! پھر کونسا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر مقبول حج ہے۔“

حدیث کی تشریح:

امام نووی رحمہ اللہ شرح مسلم میں اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری شرح صحیح البخاری میں

۱۔ تخریج کے لیے دیکھیے الرِّقْمُ المَسْلُوس: ۲۶۳

۲۔ صحیح الترمذی = أبواب فضائل الجهاد: باب أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ، الحديث: ۱۳۵۵

بڑے بڑے ائمہ محدثین کے حوالہ سے رقمطراز ہیں:

مذکورہ بالا حدیثِ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ میں رسول اللہ ﷺ نے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان کے بعد جہاد اور حج کو افضل قرار دیا ہے۔ ۴

حدیث ابی ذر غفاری رضی اللہ عنہ میں ایمان اور جہاد کو سب سے بہترین عمل کہا ہے۔ ۵

حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں اپنے وقت پر پڑھی ہوئی نماز کو پھر والدین کے ساتھ حسن برتاؤ کو جہاد کے بعد افضل عمل قرار دیا ہے۔ ۶

حدیث عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ میں کھانا کھلانے اور سلام عام کرنے کو بہترین عمل کہا ہے۔ ۷

حدیث ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ وغیرہ میں اس شخص کے عمل کو بہترین عمل قرار دیا ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے لوگ محفوظ رہیں۔ ۸

حدیث عثمان رضی اللہ عنہ میں قرآن مجید کی تعلیم دینے والے اور پھر تعلیم حاصل کرنے والے کے عمل کو بہترین قرار دیا ہے۔ ۹

اس طرح کی مزید مثالیں بھی احادیث میں موجود ہیں تو کیا یہ تمام احادیث ایک دوسرے سے ٹکراتی نہیں؟ جواب یہ ہے کہ اس مضمون کی تمام احادیث میں موافقت کی متعدد صورتیں موجود ہیں:

پہلی صورت:

رسول اللہ ﷺ نے سوال پوچھنے والوں کو ایک دوسرے سے مختلف حالات کے مطابق جواب ارشاد فرمائے ہیں مثلاً جس پر جہاد فرض عین ہو چکا ہے اس کے لیے جہاد ہی افضل عمل

۳ تخریج کے لیے دیکھیے الرِّقْمُ المسلسل: ۲۶۳

۴ صحیح البخاری = کتاب العتق: باب أئى الرِّقَابِ أَفْضَلُ ، الحديث: ۲۳۸۲ + صحیح مسلم = کتاب الإیمان: باب کون الإیمان بالله تعالیٰ أَفْضَلُ الأَعْمَالِ ، الحديث: ۸۴

۵ صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب فضل الجہاد والسَّیر ، الحديث: ۲۶۳۰ + صحیح مسلم = کتاب الإیمان: باب کون الإیمان بالله تعالیٰ أَفْضَلُ الأَعْمَالِ ، الحديث: ۸۵

۶ صحیح البخاری = کتاب الإیمان: باب إطعام الطَّعام من الإسلام ، الحديث: ۱۲ + صحیح مسلم = کتاب الإیمان: باب بیان تفاضل الإسلام وأئى أموره أَفْضَلُ ، الحديث: ۳۹

۷ صحیح البخاری = کتاب الإیمان: باب أئى الإسلام أَفْضَلُ ، الحديث: ۱۱ + صحیح مسلم = کتاب الإیمان: باب بیان تفاضل الإسلام وأئى أموره أَفْضَلُ ، الحديث: ۴۲

۸ صحیح البخاری = کتاب فضائل القرآن: باب خیرکم من تَعَلَّمَ القرآن وعَلَّمه ، الحديث: ۴۷۳۹

ہوگا۔ اور عمومی حالات میں نماز افضل تصور کی جائے گی۔ اسی طرح باقی اعمال کی افضلیت کے مخصوص حالات ہیں۔

دوسری صورت:

یہ مذکورہ جوابات تمام اعمال پر صادق آتے ہیں کہ ایمان کے بعد وہ سب اعمال افضل ہونے میں برابر اور ہم مرتبہ ہیں۔ لیکن آپس میں ان کے مراتب اور درجات مختلف ہیں پس جہاد فی سبیل اللہ، وقت پر پڑھی ہوئی نماز، والدین کی خدمت، مقبول حج، قرآن پڑھنا اور پڑھانا اور ان جیسی تمام عبادات ایمان باللہ کے بعد افضل اعمال ہیں۔ لیکن مختلف مواقع پر مخصوص حالات میں اور خاص جگہوں میں بعض اعمال کو بعض پر فوقیت حاصل ہوگی۔ اسی طرح عمل کرنے والوں کے مختلف حالات کی مناسبت سے بھی یہ ایک دوسرے سے برتر اور افضل قرار پاتے ہیں۔^۹

پہلی مثال:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

[۶۵۴] « اَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ نَرَى الْجِهَادَ أَفْضَلَ الْعَمَلِ أَفَلَا نُجَاهِدُ قَالَ « لَا، لَكُنْ أَفْضَلُ الْجِهَادِ حَجٌّ مَبْرُورٌ »^{۱۰}

”سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ: (قرآن و سنت کے دلائل سے) ہم جانتے ہیں کہ جہاد فی سبیل اللہ تمام اعمال سے افضل و برتر ہے۔ تو کیا ہم عورتیں بھی جہاد میں شامل نہ ہو جائیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ تمہارے لیے حج مبرور (تمام شرائط کو ملحوظ رکھ کر کیا ہوا سنت کے مطابق حج) افضل جہاد ہے۔“

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اسی موقف کی تائید فرمائی ہے کہ ہم جہاد کو سب سے افضل عمل سمجھتی ہیں۔ لہذا اس حدیث سے جہاد کا سب سے افضل عمل ہونا ثابت ہوا۔ مگر عمومی حالات میں عورتوں کو میدان جنگ کی بجائے سفر حج کی مشکلات اور صعوبتیں برداشت کرنے کے لیے جہاد (بمعنی مجاہدہ) کرنے کی تلقین فرمائی۔ جبکہ

۹ ملاحظہ ہو شرح النووی = کتاب الإیمان: باب کون الإیمان بالله تعالیٰ أفضل الأعمال، الحدیث: ۸۵ کی شرح + فتح

الباری = کتاب مواقیب الصلوٰۃ: باب فضل الصلوٰۃ لوقتها کی شرح

۱۰ تخریج کے لیے دیکھیے الرِّقْمُ المسلسل: ۱۹۰

مخصوص حالات اور ضرورت کی صورت میں خود آپ ﷺ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور دیگر ایمان والی خواتین کو جہاد و قتال کے میدانوں میں اپنے ہمراہ لے گئے۔ وہاں خواتین اسلام نے مجاہدین کی خدمت و تواضع کی، پیاسوں کو پانی پلایا اور زخمیوں کی مرہم پٹی کی، اس کے علاوہ دفاعی جنگ کے لیے بھی بے مثال عزم و ہمت اور جرأت و شجاعت کے تاریخی کارنامے سرانجام دیئے۔ تفصیل کے لیے اسی کتاب کے باب نمبر ۴ کے عنوان ”خواتین اسلام کی جہاد میں شمولیت“ کا مطالعہ فرمائیے۔

تیسری صورت:

اعمال میں افضلیت والی احادیث میں موافقت کی تیسری صورت یہ ہے کہ جب دشمنان اسلام کے ساتھ مجاہدین اسلام کا آمنہ سامنا ہو یا جب امیر جہاد کی طرف سے تمام لوگوں کو جہاد کے لیے نکلنے کا عام حکم مل جائے تو پھر جہاد ہی درحقیقت سب سے افضل عمل ہے۔ اسی لیے ان حالات میں میدان جنگ سے بزدلی دکھاتے ہوئے بھاگنا حرام ہو جاتا ہے۔ امیر جہاد کی طرف سے جہاد کے لیے نفیر عام (اعلان عام) ہونے کی صورت میں جہاد کے لیے نکلنا ہر غیر معذور اور مکلف مسلمان پر فرض عین ہو جاتا ہے۔

چونکہ دیگر تمام اعمال کے مقابلہ میں صرف جہاد ہی ایک ایسا عمل ہے کہ جس میں جان و مال کی سب سے بڑی قربانی دی جاتی ہے اور جہاد ہی دوسری تمام عبادات کے تحفظ و بقاء کا وسیلہ ہے۔ اپنی اس اساسی اور بنیادی حیثیت کے اعتبار سے جہاد فی سبیل اللہ ایمان کے بعد مطلق طور پر سب سے افضل عمل قرار پاتا ہے۔ اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے غزوہ احزاب میں جہادی مشغولیت کے باعث صلوٰۃ وسطیٰ یعنی (نماز عصر) کو مؤخر کر لیا۔ جس کی حفاظت کرنے کی اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ تاکید فرمائی ہے۔“ ۱۱

جامع ترمذی والی روایت بھی جہاد کے افضل عمل ہونے کے بارے میں دعویٰ کے عین مطابق واضح دلیل ہے۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

[۶۵۵] «الْجِهَادُ سَنَامُ الْعَمَلِ» ۱۲

۱۱ شرح النووی: ۱/۶۳، ۲/۱۳۶ + فتح الباری: ۶/۳۴۴-۳۴۶

۱۲ ترمذی کے لیے دیکھئے الرقم المسلسل: ۶۵۳

”جہاد تمام اعمال میں سب سے زیادہ بلند و بالا ہے۔“ اور بلند و بالا عمل ہی افضل و برتر ہوتا ہے۔
 حج مبرور کا ایک معنی ہے جس میں گناہوں کی آمیزش نہ ہو۔ حج مبرور کا دوسرا معنی ”مقبول حج“ ہے۔ البتہ ان میں سے پہلا معنی زیادہ صحیح ہے۔ کیونکہ ایک حدیث رسول ﷺ سے بھی یہی معنی ثابت ہوتا ہے۔^{۱۳}

دوسری مثال:

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۶۵۶] «سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَيُّ الْعَمَلِ أَحَبُّ إِلَيَّ؟ قَالَ: «الصَّلَاةُ عَلَى وَفَّيْهَا»
 قَالَ: ثُمَّ أَيُّ؟ قَالَ: «بِرِّ الْوَالِدَيْنِ» قَالَ: ثُمَّ أَيُّ؟ قَالَ: «الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ» وَ
 لَوِ اسْتَزَدْتُهُ لَزَادَنِي»^{۱۴}

”میں نے سوال کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب ترین عمل کونسا ہے؟ تو
 آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وقت پر نماز پڑھنا۔ میں نے عرض کیا: پھر کونسا عمل
 اللہ کے ہاں محبوب ترین ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر والدین کے ساتھ حسن برتاؤ۔“
 میں نے عرض کیا پھر کونسا؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جہاد فی سبیل اللہ۔ اگر میں مزید
 سوال کرتا تو آپ مزید جواب ارشاد فرماتے۔“

◎ امام نووی رحمہ اللہ شرح مسلم میں رقمطراز ہیں:

”لفظ (ثُمَّ) ترتیب پر دلالت کرتا ہے لیکن یہاں ذکر اور بیان کرنے کی ترتیب مراد ہے،
 مرتبے اور درجے کی ترتیب مراد نہیں۔ جیسا کہ اللہ کے اس فرمان میں بھی یہی معاملہ ہے۔

[۶۵۷] ﴿أَوْ اطْعَمْ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ ۝ يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ أَوْ مَسْكِينًا ذَا
 مَتْرَبَةٍ ۝ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا.....﴾ [البلد: ۹۰: ۱۷-۱۶]

”یا کھانا کھلانا ہے بھوک والے دن میں کسی رشتہ دار یتیم کو، یا خاک نشین مسکین کو۔ پھر وہ
 ان لوگوں میں سے ہے جو ایمان لائے.....“

ظاہر ہے کہ ایمان، مرتبہ میں دیگر اعمال مثلاً یتیم کو کھانا کھلانا وغیرہ پر مقدم ہے۔ حالانکہ وہ

^{۱۳} تحفة الأحوذی: ۱۶/۳

^{۱۴} صحیح البخاری = کتاب مواقیب الصلوة: باب فضل الصلوة لوقتها، الحديث: ۵۰۴ + صحیح مسلم = کتاب الإيمان

”ثُمَّ“ کے بعد مذکور ہوا ہے۔ معلوم ہوا کہ اس آیت میں ایمان باللہ، کھانا کھانے والے عمل سے محض ذکر اور بیان میں بعد میں رکھا گیا ہے مرتبہ اور درجات میں نہیں۔“ ۱۵

صحیح بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ مذکورہ آیت میں تو ﴿ثُمَّ﴾ کو ترتیب فی الذکر پر محمول کرنے کی مضبوط دلیل موجود ہے کیونکہ اعمال، ایمان باللہ پر مقدم نہیں ہو سکتے۔ لیکن جن احادیث میں بعض اعمال کو بعض اعمال پر فوقیت دی گئی ہے ان میں اس بات کی کوئی دلیل یا قرینہ موجود نہیں، جو لفظ ”ثُمَّ“ کو اپنے حقیقی معنی ترتیب فی الوجود اور ترتیب فی المراتب سے پھیرنے کے لیے جواز کی دلیل بن سکے۔ بلکہ حدیث کے الفاظ «ثُمَّ آئی؟ ثُمَّ آئی؟ ثُمَّ آئی؟»..... (پھر کونسا؟ پھر کونسا؟ پھر کونسا؟) بتلا رہے ہیں کہ لفظ ﴿ثُمَّ﴾ سے بیان کی ہوئی ترتیب سے ترتیب فی المراتب ہی مراد ہے۔

لہذا حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ دونوں میں کوئی اختلاف نہیں۔ بلکہ درست بات یہ ہے کہ بعض حالات میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کے بعد سب سے افضل عمل وقت پر نماز پڑھنا ہے۔ پھر والدین کی خدمت کرنا ہے۔ پھر جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ جبکہ مخصوص حالات اور اسباب میں ”جہاد فی سبیل اللہ“ ہی سب سے افضل عمل ہے۔ مثلاً جب دشمنان اسلام کے ساتھ معرکہ آرائی ہو رہی ہو، دشمنان اسلام حملہ آور ہو جائیں، امیر جہاد جنگ کا اعلان عام کر دے، مجاہدین کافروں کے مقابل میں حالت جنگ میں ناکافی ثابت ہو رہے ہوں، ان تمام حالات میں لازماً جہاد کو ہی تمام اعمال پر فوقیت حاصل ہوگی۔ اس سلسلہ کے دلائل کے مزید مطالعہ کے لیے اسی کتاب کے باب نمبر ۳ کے عنوان: جہاد کے فرض عین ہونے کے عارضی اسباب پر نظر ڈالئے۔ اس موقف کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے مذکورہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو باب فضل الجہاد میں ذکر کیا ہے۔ اس کے لیے «الْجِهَادُ أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ» کا باب قائم نہیں کیا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ابن جریر طبری کے حوالہ سے اس حدیث کی تشریح میں اس تحقیق کی طرف اشارہ کیا ہے۔“ ۱۶

۱۵۔ ملاحظہ ہو شرح النووی = کتاب الإيمان: باب بیان کون الإيمان بالله تعالیٰ أفضل الإيمان

جہاد اور ایمان تمام اعمال سے افضل ہے:

سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ صحابہ کے درمیان کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا:

[۶۵۸] «أَنَّ الْجِهَادَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْإِيمَانَ بِاللَّهِ أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ» فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ تُكَفَّرُ عَنِّي خَطَايَايَ؟ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: نَعَمْ - إِنْ قُتِلْتَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ مُقْبِلٌ غَيْرٌ مُدْبِرٌ» ۱

”جہاد فی سبیل اللہ اور ایمان باللہ سب سے افضل اعمال ہیں۔ اس پر ایک شخص نے کھڑے ہو کر یہ سوال کیا: ”یا رسول اللہ! یہ بتائیے کہ اگر میں اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہوا قتل ہو جاؤں تو کیا میری تمام خطاؤں کا کفارہ ادا ہو جائے گا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں۔ بشرطیکہ تو صبر کرنے والا، اجر کا طلب گار، آگے بڑھنے والا اور پشت نہ دکھانے والا ہو (ماسوا قرض کے)۔“

اس حدیث مبارکہ میں تین اہم مسائل ہیں:

① جہاد اور ایمان دونوں افضل عمل ہیں۔

② اللہ کے راستے میں شہید ہونا تمام خطاؤں کا کفارہ ہے۔ بشرطیکہ شہید یا قتل ہونے والا صابر ہو، ثواب کا طلب گار ہو، بڑھ کر حملہ کرنے والا ہو۔ اور پیچھے نہ دکھانے والا ہو۔

③ قرض معاف نہیں ہوگا کیونکہ اس کا تعلق انسانی حقوق سے ہے۔

تیسرے مسئلے کی تفصیل اور تشریح اسی کتاب کے باب نمبر ۵ کے عنوان ”مقروض کا جہاد“ میں اور دوسرے مسئلے کی تفصیل اور تشریح اسی کتاب کے باب نمبر ۱۵ ”شہادت فی سبیل اللہ اور گناہوں کا کفارہ“ کے عنوان ”احادیث رسول ﷺ کی روشنی میں“ میں ملاحظہ فرمائیں۔ زیر بحث موضوع میں صرف پہلے مسئلے کا تعلق ہے۔

نبی ﷺ نے اس حدیث میں جہاد فی سبیل اللہ اور ایمان باللہ دونوں کو سب سے افضل عمل قرار دیا ہے۔ ایمان ”قول، عمل اور اعتقاد“ تینوں کے مجموعے کا نام ہے۔ البتہ جب عمل کے مقابلے میں ذکر کیا جائے تو اعتقاد قلب (دلی اعتقاد) کے معنی میں ہوتا ہے۔ مکمل تحقیق کے لیے

”صحیح البخاری، کتاب الایمان“ کا مطالعہ مفید ہوگا۔

اس حدیث میں جہاد کے سب سے بہترین عمل ہونے کی شرائط کی طرف بھی تھوڑا سا اشارہ موجود ہے کہ مجاہد جب جہاد فی سبیل اللہ کے عمل میں چار شرائط و اوصاف کو جمع کرے تو ایسی صورت میں جہاد فی سبیل اللہ مطلق طور پر ایمان باللہ کے بعد سب سے بہترین عمل قرار پائے گا۔ وہ چار شرائط یہ ہیں:

- ۱) صبر کرنے والا ہو۔
- ۲) ثواب کی نیت رکھنے والا ہو۔
- ۳) اللہ کے راستے میں آگے بڑھ کر حملہ کرنے والا ہو۔
- ۴) پیٹھ نہ دکھانے والا ہو۔

تیسری مثال:

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ذوالحجہ کے ابتدائی دس دنوں کے بارے ارشاد فرمایا:

[۶۵۹] « مَا لَعَمَلُ فِي أَيَّامِ الْعَشْرِ أَفْضَلَ مِنَ الْعَمَلِ فِي هَذِهِ » قَالُوا وَلَا الْجِهَادُ ؟ قَالَ

« وَلَا الْجِهَادُ ، إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ يُخَاطِرُ بِنَفْسِهِ وَ مَالِهِ فَلَمْ يَرْجِعْ بِشَيْءٍ » ۱۸

”ذوالحجہ کے پہلے دس دنوں میں کیے جانے والے عمل سے بڑھ کر کسی دن کا عمل افضل نہیں ہے۔ لوگوں نے عرض کیا: جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں؟ فرمایا: جہاد بھی نہیں۔ البتہ وہ مجاہد جو اپنی جان و مال کو لے کر خطرات جہاد میں کود پڑا اور پھر ان میں سے کوئی چیز واپس لے کر نہیں لوٹا (یعنی شہید ہو گیا)۔“

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ سوالیہ جملہ: کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں؟ صحیح بخاری میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت اس جملہ سے ملتی جلتی ہے۔ جس میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اے اللہ کے رسول! ہم تو جہاد کو سب سے افضل عمل سمجھتے ہیں۔ یہ دونوں احادیث اس بات کی وضاحت کرتی ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک متفقہ طور پر مطلقاً سب سے افضل عمل جہاد تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں صحابہ کے اس متفقہ عقیدے کی تردید نہیں کی

بلکہ عام حالات میں خواتین کے لیے بہترین جدوجہد کرنے اور مشقت اٹھانے کو حج مبرور کو قرار دیا ہے۔ البتہ مخصوص حالات میں بذات خود رسول اللہ ﷺ نے امہات المؤمنین ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور دیگر خواتین اسلام کو احد و حنین جیسے خونریز معرکوں میں شریک فرمایا۔ جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایات سے ثابت ہوتا ہے۔^{۱۹}

جبکہ زیر تشریح حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما میں آپ نے اگرچہ ذوالحجہ کے ابتدائی دس دنوں کے عمل کو تمام اعمال پر فوقیت دی۔ لیکن مجاہد جب میدان جنگ میں اپنی جان و مال کو لے کر اللہ کے راستے میں پُر خطر وادیوں میں اتر پڑتا ہے اور سب کچھ قربان کر دیتا ہے تو ایسے جہاد کے مطلقاً افضل ہونے کی وضاحت آپ ﷺ نے خود فرمادی۔

◎ امام شوکانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

”وَلَا الْجِهَادُ (فِي سَبِيلِ اللَّهِ) يَدُلُّ عَلَى تَقَرُّرِ أَفْضَلِيَّةِ الْجِهَادِ عِنْدَهُمْ وَ كَأَنَّهُمْ اسْتَفَادُوهُ مِنْ قَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي جَوَابِ السَّائِلِ عَنْ عَمَلٍ يَعْدِلُ الْجِهَادَ فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

[۶۶۰] « لَا أَحَدُهُ » كَمَا فِي الْبَخَارِيِّ مِنْ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ“^{۲۰}

” (حدیث رسول ﷺ میں وارد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ سوالیہ جملہ) ”اور کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی افضل نہیں؟“ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ صحابہ بھی جہاد کی افضلیت کے عقیدے پر متفق تھے۔ گویا انہوں نے یہ عقیدہ نبی ﷺ کے ایک ارشاد سے پختہ کیا تھا۔ جو آپ نے ایک سوال پوچھنے والے کے جواب میں ارشاد فرمایا تھا۔ سائل نے پوچھا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جو جہاد کے برابر ہو۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جہاد کے مساوی اور برابر میں اسلام میں کوئی عمل نہیں پاتا۔ جو صحیح بخاری کتاب الجہاد میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔“^{۲۱}

جہاد کے مساوی اور برابر کوئی عمل نہیں:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

۱۹. تخریج کے لیے دیکھیے الرقم المسلسل: ۱۹۲

۲۰. صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب فضل الجہاد والسير، الحدیث: ۲۶۳۳ + صحیح مسلم = کتاب الإمامة: باب

فضل الشهادة فی سبیل اللہ تعالیٰ، الحدیث: ۱۸۷۸

۲۱. نيل الأوطار شرح منتهی الأخبار: ۳۲۲/۳

[۶۶۱] «قِيلَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: مَا يَعْدِلُ الْجِهَادَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ «لَا تَسْتَطِيعُوهُ» قَالَ فَأَعَادُوا عَلَيْهِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا - كُلُّ ذَلِكَ يَقُولُ «لَا تَسْتَطِيعُوهُ» وَ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ «مِثْلُ الْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمِثْلِ الصَّائِمِ الْقَائِمِ الْقَانِتِ بَيَاتِ اللَّهِ لَا يَفْتُرُ مِنْ صِيَامٍ وَلَا صَلَوةٍ حَتَّى يَرْجِعَ الْمُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ تَعَالَى» ۲۲

”نبی ﷺ سے عرض کیا گیا ایسا عمل کونسا ہے جو جہاد کے برابر ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ راوی کہتا ہے: صحابہ نے آپ پر دو یا تین مرتبہ یہ سوال دہرایا۔ ہر مرتبہ آپ ﷺ نے یہی فرمایا: تم اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ تیسری مرتبہ سوال کرنے پر فرمایا: مجاہد فی سبیل اللہ کی مثال ایسے ہے جیسے ایک روزہ رکھنے والا، نماز میں قیام کرنے والا اور آیات اللہ کی تلاوت کرنے والا ہو، جو روزہ اور نماز میں کبھی وقفہ نہ کرتا ہو۔ یہاں تک کہ مجاہد فی سبیل اللہ واپس لوٹ آئے۔“

ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں:

[۶۶۲] «جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ يَعْدِلُ الْجِهَادَ - قَالَ: «لَا أَحَدُهُ» قَالَ «هَلْ تَسْتَطِيعُ إِذَا خَرَجَ الْمُجَاهِدُ أَنْ تَدْخُلَ مَسْجِدَكَ فَتَقُومَ وَلَا تَفْطُرَ وَ تَصُومَ وَلَا تُفْطِرَ» قَالَ وَمَنْ يَسْتَطِيعُ ذَلِكَ؟ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ إِنَّ فَرَسَ الْمُجَاهِدِ لَيَسْتَنُّ فِي طَوْلِهِ فَيُكْتَبُ لَهُ حَسَنَاتٌ ۲۳

”ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جو جہاد کے برابر ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نہیں پاتا۔ آپ ﷺ نے (مزید) فرمایا: کیا تو استطاعت رکھتا ہے کہ جب مجاہد راہ جہاد میں نکل پڑے تو اپنی مسجد میں داخل ہو جائے پھر نماز میں کھڑا ہو جائے اور کبھی وقفہ نہ کرے اور روزے رکھنا شروع کر دے اور کبھی افطار نہ کرے۔ سائل نے عرض کیا: اس کی استطاعت کوئی شخص بھی نہیں رکھتا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجاہد کا گھوڑا اپنی رسی کی حد تک اچھلتا کودتا ہے تو اس کے ہر قدم اٹھانے اور رکھنے پر مجاہد کے لیے نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔“

۲۲ صحیح مسلم = کتاب الإمامة: باب فضل الشهادة في سبيل الله تعالى، الحديث: ۱۸۷۸

۲۳ تخریج کے لیے دیکھیے الرقم المسلسل: ۶۶۰

© امام نووی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

”فِي هَذَا الْحَدِيثِ عَظِيمُ فَضْلِ الْجِهَادِ لِأَنَّ الصَّلَاةَ وَالصَّيَامَ وَالْقِيَامَ بِآيَاتِ اللَّهِ أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ وَقَدْ جَعَلَ الْمُجَاهِدَ مِثْلَ مَنْ لَا يَفْتُرُ عَنْ ذَلِكَ فِي لَحْظَةٍ مِنَ اللَّحْظَاتِ وَمَعْلُومٌ أَنَّ هَذَا لَا يَتَأْتِي لِأَحَدٍ وَلِهَذَا قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [٦٦٣] «لَا يَسْتَطِيعُونَهُ» . وَاللَّهُ أَعْلَمُ. ۲۳

”اس حدیث میں جہاد کی عظیم الشان فضیلت کا بیان ہے۔ کیونکہ نماز، روزہ اور آیات اللہ کی تلاوت کے ساتھ قیام اللیل افضل الاعمال ہیں۔ مجاہد کی مثال ایسے شخص سے دی گئی ہے جو مذکورہ افضل الاعمال میں ایک لحظہ کے لیے بھی وقفہ نہیں کرتا اور یہ بات ہر ایک کو معلوم ہے کہ کوئی شخص ایسے اعمال بلا توقف نہیں کر سکتا۔ اسی بناء پر نبی ﷺ نے فرمایا: لوگ اس کی استطاعت نہیں رکھتے۔“

© قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”إِشْتَمَلَ حَدِيثُ الْبَابِ عَلَى تَعْظِيمِ أَمْرِ الْجِهَادِ لِأَنَّ الصَّيَامَ وَغَيْرَهُ مِمَّا ذُكِرَ مِنْ فَضَائِلِ الْأَعْمَالِ قَدْ عَدَلَ كُلُّهَا الْجِهَادُ..... وَلِهَذَا قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: [٦٦٤] «لَا تَسْتَطِيعُ ذَلِكَ» فَفِيهِ أَنَّ الْفَضَائِلَ لَا تُدْرِكُ بِالْقِيَاسِ وَإِنَّمَا هِيَ إِحْسَانٌ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى لِمَنْ يَشَاءُ. وَاسْتَدِلَّ بِهِ عَلَى أَنَّ الْجِهَادَ أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ مُطْلَقًا كَمَا تَقَدَّمَ تَقْرِيرُهُ ۲۴

”یہ حدیث جہاد کے عظیم الشان مرتبہ کے بیان پر مشتمل ہے کیونکہ روزہ اور نماز وغیرہ جیسے تمام فضیلتوں والے اعمال کے برابر (بلکہ اس سے بڑھ کر) اکیلا عمل جہاد ہے۔ حتیٰ کہ مجاہد کے تمام حالات اور جائز نقل و حرکات، راتوں کو قیام کرنے والے، دن کو روزہ رکھنے والے اور ہمیشہ تلاوت قرآن کرنے والے مومن شخص کے اجر و ثواب کے مساوی اور ہم پلہ ہیں۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے سائل کو جواباً فرمایا: تو جہاد کے مساوی عمل کرنے کی استطاعت ہی نہیں رکھتا۔ پھر یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے۔ فضائل کا حصول قیاس اور رائے سے نہیں ہو سکتا۔ یہ تو محض اللہ کا فضل و احسان ہے جس پر چاہے کر دے۔ اس حدیث سے یہ بھی استدلال کیا گیا ہے کہ جہاد مطلقاً تمام اعمال سے افضل ہے: جیسا کہ ہم اس کو

بیان کر چکے ہیں۔“

◎ ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”الْقِيَاسُ يَقْتَضِي أَنْ يَكُونَ الْجِهَادُ أَفْضَلَ الْأَعْمَالِ الَّتِي هِيَ وَسَائِلُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ“^{۲۶}
 ”قیاس بھی اس بات کا متقاضی ہے کہ جہاد ہی ان اعمال میں افضل ترین ہو جو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے وسائل ہیں کیونکہ جہاد اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو بلند کرنے اور کفر کے خاتمے کا وسیلہ ہے لہذا اس اعتبار سے اس کی عظیم فضیلت ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے کیا خوب فرمایا ہے؟

[۶۶۵] ﴿ مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ وَلَا يَرْغَبُوا بِأَنْفُسِهِمْ عَنْ نَفْسِهِ ۚ ذَلِكُمْ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلَا نَصَبٌ وَلَا مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَطْئُونَ مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نِيلاً إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۝ وَلَا يُنْفِقُونَ نَفَقَةً صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً وَلَا يَقْطَعُونَ وَادِيًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ ﴾ [التوبة = ۹: ۱۲۰، ۱۲۱]

”اہل مدینہ اور مضافات کے دیہاتیوں کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد میں پیچھے رہ جانا اور اپنی جانوں کو آپ کی جان سے زیادہ عزیز سمجھنا اس لیے جائز نہیں کہ ان (مجاہدین) کو اللہ کی راہ میں جب بھی پیاس لگے، بھوک لگے، کوئی تکلیف پہنچے، یا وہ ایسے مقام پر چلیں جو کفار کو غصہ دلائے اور دشمن سے کچھ حاصل کر لیں تو ان میں سے ہر ایک عمل کے بدلے ان کے لیے عمل صالح لکھا جاتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کا اجر و ثواب ضائع نہیں فرماتا۔ اور اسی طرح وہ کوئی چھوٹا بڑا خرچ نہیں کرتے اور نہ کوئی وادی طے کرتے ہیں مگر ان کے لیے (اس میں) بھی اجر لکھا جاتا ہے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں ان کے احسن عمل (یعنی جہاد فی سبیل اللہ) کا بدلہ عطا فرمائیں۔“

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۶۶۶] «كُنْتُ عِنْدَ مَنْبَرِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ رَجُلٌ: مَا أَبَالِي أَنْ لَا أَعْمَلَ عَمَلًا بَعْدَ الْإِسْلَامِ إِلَّا أَنْ أَسْقَى الْحَاجَّ- وَقَالَ آخَرُ: مَا أَبَالِي أَنْ أَعْمَلَ عَمَلًا بَعْدَ الْإِسْلَامِ إِلَّا أَنْ أَعْمَرَ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ- وَقَالَ آخَرُ: الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَفْضَلُ مِمَّا قُلْتُمْ..... فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى ﴿اجْعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَ عِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ أَمَنَ بِاللَّهِ وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ وَ جَهَدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ط لَا يَسْتَوُونَ عِنْدَ اللَّهِ ط وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝﴾ [التَّوْبَةُ: ٩: ١٩]»

”میں منبر رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود تھا کہ ایک شخص نے کہا: مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ میں اسلام لانے کے بعد حجاج کرام کو پانی پلانے کے سوا کوئی عمل بھی نہ کروں۔ دوسرے نے کہا: مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ میں اسلام کے بعد مسجد حرام کو آباد رکھنے کے علاوہ کوئی عمل بھی نہ کروں۔ تیسرے شخص نے کہا کہ جہاد فی سبیل اللہ تمہارے بتائے ہوئے اعمال سے افضل و برتر ہے۔ تو اس پر سورۃ التوبہ کی یہ آیت نازل ہوئی ”کیا تم نے حجاج بیت اللہ کو پانی پلانے اور مسجد حرام کو آباد رکھنے جیسے اعمال کو اس شخص کے اعمال کے برابر کر دیا ہے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ یہ اللہ کے نزدیک برابر نہیں ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لانے والے اور جہاد فی سبیل اللہ کرنے والے بڑے درجے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ظالموں کی قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔“

ستر (۷۰) سالہ عبادت اور جہاد فی سبیل اللہ:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۶۶۷] «مَرَّ رَجُلٌ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ بِشُعْبٍ - فِيهِ عَيْنَةٌ مِّنْ مَّاءٍ عَذِيَّةٍ فَأَعْجَبَتْهُ بِطِيبِهَا فَقَالَ لَوْ اغْتَرِزْتُ النَّاسَ فَأَقَمْتُ فِي هَذَا الشَّعْبِ وَلَنْ أَفْعَلَ حَتَّى اسْتَاذِنَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَذَكَرَ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ : فَقَالَ : « لَا تَفْعَلْ فَإِنَّ مَقَامَ أَحَدِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَفْضَلُ مِنْ صَلَواتِهِ فِي بَيْتِهِ سَبْعِينَ عَامًا - أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَ يُدْخِلَكُمُ الْجَنَّةَ ؟ اُغْرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ مَنْ قَاتَلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فُوقَ نَاقَةٍ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ » ۲۸

۲۷ صحیح مسلم = کتاب الإمامۃ : باب فضل الشہادۃ فی سبیل اللہ تعالیٰ ، الحدیث : ۱۷۷۹

۲۸ صحیح الترمذی ، أبواب فضائل الجہاد : باب الغدو و الرواح فی سبیل اللہ عزوجل ، الحدیث : ۱۳۴۸

Free downloading facility of Videos, Audios & Books for DAWAH purpose only, From Islamic Research Centre Rawalpindi

”رسول اللہ ﷺ کا ایک صحابی ایک پہاڑی گھاٹی کے قریب سے گذرا، جس میں شیریں پانی کا ایک چشمہ تھا جو اپنی خوشگوار کی وجہ سے اسے بہت پسند آیا۔ اس نے سوچا کہ کاش! میں لوگوں سے علیحدہ ہو کر اس گھاٹی میں مقیم ہو جاؤں۔ لیکن میں رسول اللہ ﷺ سے اجازت لیے بغیر ہرگز ایسا نہ کروں گا۔ چنانچہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے پاس اس خواہش کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ایسا نہ کرو کیونکہ تم میں سے کسی شخص کا اللہ کی راہ میں (کچھ دیر) ٹھہرنا گھر کی ستر (۷۰) سالہ نمازوں سے زیادہ افضل ہے۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں بخش دے اور جنت میں داخل کر دے؟ اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ جس نے اللہ کی راہ میں اونٹنی کے دودھ دوہنے میں وقفہ کی مقدار کے برابر قتال کیا اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔“

مجاہد کے خون کی قدر و قیمت:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۶۶۸] «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُكَلِّمُ أَحَدٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ — وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَنْ يُكَلِّمُ

فِي سَبِيلِهِ — إِلَّا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، أَلَّوْ لَوْ لَوْ الدَّمِ وَالرَّيْحُ رِيحُ الْمِسْكِ»^{۲۹}

”مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! کوئی شخص اللہ کی راہ میں زخمی نہیں ہوتا — اور اللہ جانتا ہے کہ کون اس کی راہ میں (خالص نیت کے ساتھ) زخمی ہوا ہے — مگر وہ قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ زخم بہتا ہوگا۔ خون کا رنگ تو خون جیسا ہی ہوگا مگر خوشبو کستوری کی ہوگی۔“

ایک روایت میں الفاظ یوں ہیں:

[۶۶۹] «مَنْ جُرِحَ جُرْحًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ نَكِبَ نَكْبَةً فَأَنَهَا تَجِيءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَأَغْزَرِ

مَا كَانَتْ - لَوْنُهَا الزَّعْفَرَانُ وَرِيحُهَا كَالْمِسْكِ»^{۳۰}

”جو شخص اللہ کی راہ میں زخمی ہوا یا کوئی ٹھوکر اور چوٹ لگی تو وہ قیامت کے روز بہترین زعفرانی رنگ اور کستوری کی خوشبو کے ساتھ اٹھے گا۔“

۲۹ صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب مَنْ يُجْرَحُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ، الحديث: ۲۶۴۹ + صحیح مسلم = کتاب

الإمارة: باب فضل الجہاد والخروج في سبيل الله، الحديث: ۱۸۷۶

۳۰ صحیح الترمذی، أبواب فضائل الجہاد: باب ما جاء في المجاهد والمكاتب والناكح وعون الله إياهم، الحديث: ۱۳۵۳

Free downloading facility of Videos, Audios & Books for DAWAH purpose only, From Islamic Research Centre Rawalpindi

کفار سے جنگ کرنا دوزخ سے نجات کا وسیلہ ہے:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۶۷۰] «لَا يَجْتَمِعُ كَافِرٌ وَقَاتِلُهُ فِي النَّارِ أَبَدًا»^{۳۱}

”کافر اور اس کا قاتل کبھی بھی جہنم میں اکٹھے نہ ہوں گے۔“

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

[۶۷۱] «لَا يَجْتَمِعَانِ فِي النَّارِ اجْتِمَاعًا يَضُرُّ أَحَدُهُمَا الْآخَرَ قِيلَ مَنْ هُمَا يَا رَسُولَ اللَّهِ

قَالَ مُؤْمِنٌ قَتَلَ كَافِرًا ثُمَّ سَدَّ»^{۳۲}

”وہ دونوں جہنم میں ایسے طریقے سے اکٹھے نہ ہوں گے کہ ایک دوسرے کے لیے باعثِ رنج

وضرر ہوں۔ سوال کیا گیا کہ کون دونوں؟ تو فرمایا ایک مومن جو کسی کافر کو قتل کر دے اور

پھر وہ اپنی حالت درست رکھے۔“

مذکورہ بالا حدیث کی وضاحت:

امام نووی رحمہ اللہ قاضی عیاض شارح صحیح مسلم کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ مومن جب ایک کافر کو قتل کر دے یہ عمل اس کے تمام گناہوں کے لیے کفارہ بن جاتا ہے اور اس وجہ سے وہ جہنم میں داخل ہی نہیں ہوگا۔ اس کو یہ صلہ عمومی حالات میں یا مخصوص نیت اور مخصوص حالات میں حاصل ہوگا۔ یا یہ ہو سکتا ہے کہ اگر اسے بعض دیگر گناہوں کی وجہ سے کوئی عذاب دیا جائے تو وہ آتش جہنم کی بجائے مقام اعراف میں ٹھہرنے کی صورت میں ہو اور نار جہنم سے بہر حال اسے محفوظ رکھا جائے۔ یا جہنم میں داخلہ عارضی طور پر ہو مگر دخول جہنم کی شکل میں اسے کفار کے مقام عذاب سے بالکل الگ رکھا جائے تاکہ مقتول کافر اس کو یہ عار نہ دلا سکے کہ تجھے ایمان لانے اور مجھے بوجہ کفر قتل کرنے سے تجھے کیا حاصل ہوا؟ کہ میری طرح تم بھی جہنم میں داخل ہوئے۔ بعض احادیث کے الفاظ سے اس معنی کی تائید ہوتی ہے۔

دوسری روایت کا مفہوم یہ ہے کہ مومن کافر کو قتل کر کے اگر اپنے حالات درست رکھے اور موت تک صراطِ مستقیم پر قائم رہے۔ تو یہ مومن اور کافر جہنم میں اکٹھے نہیں ہوں گے۔ مگر ایسی صورت

۳۱ تخریج کے لیے دیکھیے الرِّقْمُ الْمَسْلُوبُ : ۲۳

۳۲ تخریج کے لیے دیکھیے الرِّقْمُ الْمَسْلُوبُ : ۲۳

میں آتش جہنم سے محفوظ رہنے کے لیے جہاد کی کوئی خصوصیت باقی نہیں رہے گی۔ جبکہ پہلی روایت اپنے معنی کے اعتبار سے اسی خصوصیت کے لیے واضح دلالت پیش کرتی ہے۔ الا یہ کہ دوسری روایت کو پہلی روایت کے لیے خاص کرنے والی قرار دیا جائے۔^{۳۳}

◎ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اس حدیث پر یہ عنوان قائم کیا:

”ذَكَرُ نَفَى اجْتِمَاعِ الْقَاتِلِ الْمُسْلِمِ وَالْكَافِرِ فِي النَّارِ عَلَى سَبِيلِ الْخُلُودِ“^{۳۴}

”ایسی بات کی نفی کا بیان کہ مسلمان قاتل اور کافر مقتول جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ اکٹھے ہونگے۔“

گویا امام موصوف کی رائے میں حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ قاتل مومن اور مقتول کافر ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں جمع نہیں ہونگے۔ یعنی قاتل مومن کا اگر اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے بعد کوئی بھی نیک عمل کافر کو قتل کرنے کے سوا نہ ہو تو وہ اس کی بدولت بالآخر جہنم سے نجات پائے گا۔ گویا جہنم سے نجات کے لیے ایمان باللہ کے ساتھ ساتھ اس کے پاس ایک دوسرا قوی وسیلہ ”کافر کا قتل“ بھی موجود ہوگا۔

مجاہد کا کفیل اللہ تعالیٰ ہے:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۶۷۲] «تَضَمَّنَ اللَّهُ لِمَنْ خَرَجَ فِي سَبِيلِهِ لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا جِهَادًا فِي سَبِيلِي، وَإِيمَانًا

بِي، وَتَصَدِيقًا بِرُسُلِي فَهُوَ عَلَى ضَامِنٍ أَنْ أَدْخِلَهُ الْجَنَّةَ أَوْ أَرْجِعَهُ إِلَى مَسْكِنِهِ الَّذِي خَرَجَ

مِنْهُ نَائِلًا مَّا نَالَ مِنْ أَجْرٍ أَوْ غَنِيمَةٍ»^{۳۵}

”اللہ تعالیٰ اس شخص کا ضامن ہے جو اس کی راہ میں جہاد کے لیے نکلے اس کو (اپنے گھر سے) میری راہ میں جہاد مجھ پر ایمان اور میرے رسولوں کی تصدیق کے علاوہ کوئی اور سبب نکالنے والا نہ ہو، تو میں اس کے لیے اس بات کا ضامن ہوں کہ اس کو (مقام شہادت

^{۳۳} ملاحظہ ہو شرح النووی = کتاب الإمارة: باب من قتل كَافِرًا ثم سَدَّ.

^{۳۴} ملاحظہ ہو صحيح ابن حبان = کتاب السَّير: باب فضل الشَّهَادَةِ / ذكر نفى اجتماع القاتل المسلم والكافر في النار على

سبيل الخلود، الحديث: ٤٦٤٦

^{۳۵} صحيح مسلم = کتاب الإمارة: باب فضل الجهاد والخروج في سبيل الله، الحديث: ١٨٧٦ + صحيح البخاری =

كتاب الجهاد: كتاب الخمس، باب قول النبي ﷺ «أُحِلَّتْ لَكُمْ الْغَنَائِمُ»، الحديث: ٢٩٥٥

پرفائز ہونے کی صورت میں) جنت میں داخل کر دوں گا یا اسے (غازی بن جانے کی صورت میں) اس کے گھر کی طرف لوٹا دوں گا تو وہ اجر و ثواب یا مال غنیمت حاصل کرنے والا ہوگا۔“

◎ امام نووی، ابوالولید الباجی اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجاہد کے لیے یہ ضمانت (یعنی کفالت) کا وعدہ محض اس کا فضل و کرم ہے۔ یہ وعدہ سورۃ التوبہ میں وارد اس بشارت الہی کے عین مطابق ہے کہ اللہ نے مومنین سے ان کی جانیں اور ان کے مال جنت کے بدلے خرید لیے ہیں۔ جو اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہیں پھر کفار کو قتل کرتے ہیں اور خود بھی راہ حق میں شہید ہوتے ہیں۔

◎ شارح صحیح بخاری محدث کرمانی نے لکھا ہے:

”حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ مجاہد کے لیے جنت میں داخلہ کے علاوہ اجر و غنیمت دونوں یا دونوں میں سے کسی ایک کے حصول کی ضمانت ہے۔ نہ یہ کہ وہ اجر یا غنیمت دونوں میں سے کوئی ایک ہی حاصل کرے گا۔ تینوں مقاصد میں سے کوئی ایک یا اجر و غنیمت دونوں لامحالہ حاصل ہوں گے۔

امام قرطبی، ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہما نے کلمہ ”أَوْ“ کو واؤ کے معنی میں قرار دیا ہے۔ یعنی مجاہد جنت یا اجر و ثواب اور مال غنیمت دونوں انعامات حاصل کرے گا۔ جیسا کہ مسلم کی ایک حدیث میں أَوْ غَنِيمَةٍ کی بجائے ”وَغَنِيمَةٍ“ کا لفظ بھی آیا ہے۔ صحیح مسلم میں سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ جو غازی مال غنیمت حاصل کریں گے انہوں نے اپنا دو تہائی حصہ اجر دنیا میں وصول کر لیا۔ آخرت میں ان کے لیے صرف ایک تہائی اجر و ثواب باقی رہے گا۔ اگر وہ اموال غنیمت حاصل کیے بغیر جہاد کر کے لوٹیں گے مکمل اجر کے حقدار ہوں گے۔ اس حدیث سے معنی اول کی تائید ہوتی ہے کہ مجاہد کے لیے دخول جنت یا اجر و ثواب دونوں یا کسی ایک کے حصول کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضمانت ہے۔ الغرض مجاہد فی سبیل اللہ شہید ہو یا غازی ہر صورت میں کامیاب و بامراد ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر شارحین حدیث نے دونوں احادیث کو اپنے ظاہری معنی پر محمول کرتے ہوئے کہا ہے کہ ان کے مضامین میں کوئی تعارض و تضاد نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ

اخلاص نیت، مشکلات اور مشقتوں میں کمی و بیشی کی وجہ سے اجر و ثواب کم و بیش ہوتا رہتا ہے۔ لہذا غنیمت حاصل کرنے اور نہ کرنے والے دونوں قسم کے غازی اپنے اپنے عمل کے فرق کے بقدر اجر و ثواب کے بھی مستحق ٹھہرتے ہیں۔ ۳۶، ۳۷

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا:

- ① سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے مطابق افضل ترین اعمال کی ترتیب یوں ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانا، پھر جہاد فی سبیل اللہ پھر حج مبرور۔ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے مطابق ترتیب یہ ہے کہ وقت پر نماز پڑھنا، پھر والدین سے نیک سلوک کرنا، پھر جہاد فی سبیل اللہ، یہ اختلاف نہیں بلکہ مختلف مواقع اور حالات کے مطابق افضل اعمال کی ترتیب کا بیان ہے۔
- ② مجموعی طور پر اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے بعد جہاد فی سبیل اللہ ہی تمام اعمال سے افضل، تمام اعمال سے بہتر اور ہر نیک عمل کی چوٹی ہے۔
- ③ جمہور علماء اسلام کے نزدیک مخصوص حالات میں جب اعلان جنگ ہو جائے اور جہاد فرض عین ہو تو فقط جہاد ہی افضل عمل ہے۔ نیز جہاد کی خاص قسم جس میں جان و مال کی قربانی دے دی جائے ہر قسم کے حالات میں تمام اعمال سے افضل ہے۔
- ④ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جہاد کو ہی افضل الاعمال سمجھتے تھے اور اس نظریہ و اعتقاد میں ان کو رسول اللہ ﷺ کی تائید حاصل تھی۔
- ⑤ کوئی اسلامی عمل جہاد کا متبادل اور درجہ میں اس کے مساوی نہیں ہے اور مجاہد جہاد کی طرف نکلنے کے وقت سے لے کر واپس گھر آنے تک بلا ناغہ اور بلا وقفہ رات کو قیام کرنے والے، دن کو روزہ رکھنے والے اور ہمیشہ تلاوت قرآن کرنے والے مومن کی طرح مسلسل نیک عمل میں مشغول رہنے والا ہوتا ہے۔

۳۶ خلاصہ کلام از فتح الباری: ۳۴۹/۶ + شرح النووی: ۱۳۳/۲ + المنتقى شرح المؤطا: ۱۶۰/۳

۳۷ یعنی مجاہد کے لیے تین انعامات ہیں (۱) جنت الفردوس (۲) اجر و ثواب (۳) مال غنیمت۔ شہید ہونے کی صورت میں جنت تو ہے ہی ہے۔ غازی بن جانے کی صورت میں ہو سکتا ہے مال غنیمت حاصل کیے بغیر واپس آنا پڑے۔ مگر اجر و ثواب تو اس صورت میں ملے گا (ان شاء اللہ)۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ غازی بن کر لوٹنے کی شکل میں مال غنیمت بھی اللہ تعالیٰ ہاتھ لگا دے۔ اس صورت میں گویا مجاہد اجر و ثواب کے ساتھ ساتھ مال غنیمت لے کر بھی واپس پلٹتا ہے۔ (ابوعمار ابن عبدالجبار)

⑥ مجاہد کی بھوک اور پیاس، راہ حق میں برداشت کی جانے والی تمام تکالیف، دشمنوں کے ساتھ جنگ و جدال کی تمام حرکات اور ان کی طرف بڑھنے والے ہر قدم پر نیک اعمال لکھ دیئے جاتے ہیں۔

⑦ جہاد فی سبیل اللہ حجاج کرام کو پانی پلانے اور خانہ کعبہ کی عبادت سے بھی افضل و برتر عمل ہے۔

⑧ خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے گوشہ نشینی کی جہاد کے مقابلہ میں اجازت نہیں دی گئی۔ کیونکہ جہاد فی سبیل اللہ کے لیے ایک لمحہ گزارنا گھر کی ستر (۷۰) سالہ عبادت سے زیادہ افضل ہے۔

⑨ اوٹنی کے (دو مرتبہ) دودھ دوہنے میں وقفہ کے برابر اللہ کی راہ میں قتال کرنا جنت میں جانے کا سبب ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

[۶۷۳] « مَنْ قَاتَلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فُؤَادًا نَاقَةً وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ » ۲۸

”جس نے اللہ کے راستہ میں دودھ دوہنے کے دو وقفوں کے درمیانی عرصہ کے برابر قتال کیا اس کے لیے جنت لازم ہوگئی۔“

⑩ اللہ کی راہ میں شہید یا زخمی ہونے والے کا خون قیامت کے دن زعفران کے رنگ اور کستوری کی خوشبو جیسا ہوگا۔

⑪ کافر اور اس کا قاتل جہنم میں جمع نہیں ہوں گے۔

⑫ اللہ تعالیٰ مجاہد کے لیے کفیل اور ضامن ہے کہ شہید ہونے کی صورت میں اسے جنت میں داخل فرمائے گا اور غازی بننے کی حالت میں اجر و غنیمت دونوں یا کوئی ایک لازماً عطا فرمائے گا۔

⑬ جہاد کا اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ مجاہد ”اعلائے کلمۃ اللہ“ کو ہی اپنا مقصد بنائے۔ تاہم مال غنیمت کا حصول بھی اللہ کی نعمت اور جہاد کے ضمنی اور ذیلی مقاصد میں شامل ہے۔

مجاہد سب لوگوں سے افضل ہے:

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۶۷۴] « قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ: أَيُّ النَّاسِ أَفْضَلُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مُؤْمِنٌ يُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِنَفْسِهِ وَ مَالِهِ» قَالُوا: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: «مُؤْمِنٌ فِي شُعْبٍ مِنَ الشُّعَابِ يَتَّقِي اللَّهَ وَ يَدْعُ النَّاسَ مِنْ شَرِّهِ» ۳۹

”رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ تمام لوگوں میں افضل ترین انسان کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ مومن جو اپنی جان و مال کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے وہ لوگوں میں سب سے افضل ہے۔ لوگوں نے عرض کیا: اس کے بعد کون؟ فرمایا: وہ مومن جو کسی گھاٹی میں اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرے اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۶۷۵] « مِنْ خَيْرِ مَعَاشِ النَّاسِ لَهُمْ، رَجُلٌ مُمَسِّكٌ عِنَانََ فَرَسِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ - يَطِيرُ عَلَى مَتْنِهِ كُلَّمَا سَمِعَ هَيْعَةً أَوْ فَرْعَةً طَارَ عَلَيْهِ - يَبْتَغِي الْقَتْلَ وَالْمَوْتَ مَطَانَّةً - أَوْ رَجُلٌ فِي غَنِيمَةٍ فِي رَأْسِ شَعْفَةٍ مِنْ هَذَا الشَّعْفِ أَوْ بَطْنٍ وَادٍ مِنْ هَذِهِ الْأَوْدِيَةِ يُقِيمُ الصَّلَاةَ وَ يُؤْتِي الزَّكَاةَ وَ يَعْبُدُ رَبَّهُ حَتَّى يَأْتِيَهُ الْيَقِينُ لَيْسَ مِنَ النَّاسِ إِلَّا فِي خَيْرٍ » ۴۰

”تمام انسانوں میں بہترین زندگی والا شخص وہ ہے جو اپنے گھوڑے کی لگام اللہ کی راہ میں تھامے رکھے۔ جب بھی کہیں سے جنگ کا شور یا جنگ کی گھبراہٹ سنتا ہے تو گھوڑے کی پشت پر سوار ہو کر اڑ جاتا ہے اور (شہادت کی تمنا میں) قتل اور موت کو اس کی متوقع جگہوں میں تلاش کرتا ہے۔ (یعنی گھمسان کی جنگ میں داخل ہو جاتا ہے) یا وہ آدمی بہترین زندگی والا ہے جو کسی پہاڑی چوٹی یا کسی وادی میں اپنے ریوڑ کے ساتھ گوشہ نشین ہو کر نماز قائم کرتا ہو، زکوٰۃ ادا کرتا ہو اور موت آنے تک اپنے رب کی عبادت میں مشغول رہے۔ لوگوں کے لیے صرف خیر اور بھلائی کا مجسمہ بنا رہے۔“

مذکورہ احادیث کی تشریح:

امام بخاری، امام نووی، قاضی عیاض مالکی، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہم اور دیگر محدثین عظام نے احادیث بالا کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ امن و عافیت کے زمانے میں تو

مجاہد فی سبیل اللہ ہی سب لوگوں سے زیادہ افضل ہوگا۔ بلکہ جب مسلمانوں کا امام اور ان کی جماعت موجود ہو تو امت مسلمہ کے ساتھ رابطہ رکھنا اور دینی فرائض، بالخصوص جہاد کو کھڑا کرنا فرض ہے۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۶۷۶] «تَلَزُّمُ جَمَاعَةِ الْمُسْلِمِينَ وَإِمَامِهِمْ»^{۴۱}

”مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کے ساتھ وابستہ رہ۔“

لہذا! ان حالات میں گوشہ نشینی کی قطعاً کوئی گنجائش موجود نہیں ہے۔ ایسی حالت میں گوشہ نشین عابد اور زاہد فرائض الہیہ کا تارک، ظلم وعدوان اور کفر و شرک کو قدم جمانے کا موقعہ دینے والا اور اجتماعی زندگی میں قائم اللہ تعالیٰ کے احکام سے راہ فرار اختیار کرنے والا قرار پائے گا۔ اگر مسلمانوں کی جماعت اور امام موجود نہ ہو تو تمام فتنوں اور فرقوں سے علیحدگی اختیار کرنے کا حکم ہے۔ نہ کہ دینی فرائض سے۔ بالخصوص جہاد سے علیحدہ ہو جانے کا کوئی جواز نہیں ہے۔

پہلی دلیل:

اس کی پہلی دلیل نبی ﷺ کا یہ فرمان ہے:

[۶۷۷] «فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا»^{۴۲}

”پھر ان تمام فرقوں سے الگ ہو جاؤ۔“

حتیٰ کہ کسی درخت کی جڑ کو کاٹتے رہو تا وقتیکہ تمہاری موت آجائے۔ (امت مسلمہ میں افتراق اور انتشار سے اجتناب کرو نہ کہ جہاد چھوڑ دو)

دوسری دلیل:

امام بخاری رحمہ اللہ باب: «التَّعَرُّبُ فِي الْفِتْنَةِ» (فتنہ کی حالت میں گوشہ نشینی ہونا) میں سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی حدیث لائے ہیں کہ نبی ﷺ نے ان کو (ایامِ فتنہ میں) بادیہ نشینی کی اجازت دی تھی لیکن بالآخر وہ موت سے قبل مدینہ میں آ کر مسلمانوں کی معاشرتی زندگی میں شامل ہو گئے۔^{۴۳}

۴۱ تخریج کے لیے دیکھیے الرقم المسلسل: ۳۵۵

۴۲ تخریج کے لیے دیکھیے الرقم المسلسل: ۳۵۵

۴۳ ملاحظہ ہو صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب التعرّب في الفتن، الحديث: ۶۶۷۶

تیسری دلیل:

اسی طرح امام بخاری رحمہ اللہ مذکورہ بالا باب میں ہی سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث بیان کرتے ہیں:

[۶۷۸] «يُوشِكُ أَنْ يَكُونُ خَيْرَ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ يَتَّبِعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ وَ مَوَاقِعَ الْقَطْرِ يَفِرُّ بِدِينِهِ مِنَ الْفِتَنِ» ۴۴

”مسلمانوں کا بہترین مال عنقریب وہ ریوڑ ہوگا جسے لے کر وہ پہاڑی چوٹیوں اور بارش گاہوں میں نکل جائے گا وہ اپنے دین کو فتنوں سے محفوظ کرنے کے لیے ایسا کرے گا۔“

چوتھی دلیل:

اور امام مسلم رحمہ اللہ کتاب الفتن میں معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

[۶۷۹] «الْعِبَادَةُ فِي الْهَرَجِ كَهَجْرَةِ الْإِلَى» ۴۵

”قتل و غارت اور فتنہ و فساد کی حالت میں عبادت کرنا گویا میری طرف ہجرت کرنے کے مترادف ہے۔“

مذکورہ دلائل و براہین سے ثابت ہوا کہ حالات خواہ کیسے ہی ہوں اسلامی معاشرے کے ساتھ وابستگی رکھے ہوئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اور اس کے فرائض و احکام خصوصاً جہاد فی سبیل اللہ کو قائم کرنا انبیاء و رسل کی سنت ہے۔ یہ سنت انبیاء ہی غلبہ دین اور قیام عدل کا صحیح طریق ہے۔

مسلمانوں کے باہمی اختلافات اور فتنوں کے ظاہر ہونے کی صورت میں اپنا دین بچانے کے لیے گوشہ نشینی اختیار کرنے کی گنجائش موجود ہے۔ مگر اس صورت میں بھی بلند مراتب کا حصول، درجہ کمال پر فائز ہونا، افضل اور اکمل ایمان کا درجہ صرف مجاہد فی سبیل اللہ کے لیے مخصوص ہے۔ ۴۶

۴۴ صحیح البخاری = کتاب الفتن: باب التَّعَرُّبِ فِي الْفِتْنَةِ، الحديث: ۶۶۷۷

۴۵ تخریج کے لیے دیکھیے الرِّقْمُ الْمَسْلُوسُ: ۴۳۱

۴۶ خلاصہ کلام از کتاب الفتن للبخاری و مسلم + شرح النّووی: ۱۳۶/۲ + فتح الباری: ۳۴۶/۶

مجاہدین کے درجات و مراتب:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۶۸۰] « مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَبِرَسُولِهِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَصَامَ رَمَضَانَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ أَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ جَاهِدًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ جَلَسَ فِي أَرْضِهِ الَّتِي وُلِدَ فِيهَا » قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَفَلَا نُبَشِّرُ النَّاسَ؟ قَالَ « إِنْ فِي الْجَنَّةِ مِائَةُ دَرَجَةٍ أَعَدَّهَا اللَّهُ لِلْمُجَاهِدِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ مَا بَيْنَ الدَّرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ فَإِذَا سَأَلْتُمُ اللَّهَ فَاسْأَلُوهُ الْفَرْدُوسَ - فَإِنَّهُ أَوْسَطُ الْجَنَّةِ وَ أَعْلَى الْجَنَّةِ — أَرَاهُ — فَوْقَهُ عَرْشُ الرَّحْمَنِ وَمِنْهُ تَفَجَّرُ أَنْهَارُ الْجَنَّةِ » ع

”جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے، نماز قائم کرے اور رمضان کے روزے رکھے۔ اللہ پر حق ہے کہ اس کو جنت میں داخل فرمائے۔ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرے یا اپنی جائے پیدائش میں بیٹھا رہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم لوگوں کو اس کی خوشخبری نہ سنا دیں۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک جنت میں ایک سو درجات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مجاہدین فی سبیل اللہ کے لیے تیار کر رکھے ہیں۔ ہر دو درجوں کے درمیان زمین و آسمان کا درمیانی فاصلہ ہے سو جب تم اللہ سے جنت مانگو تو (جنت) الفردوس کا سوال کیا کرو۔ کیونکہ وہ سب سے عمدہ اور سب سے اعلیٰ جنت ہے اور پھر فرمایا: اس کے اوپر رحمن کا عرش ہے اور اس سے جنت کے دریا پھوٹتے ہیں۔“

مذکورہ حدیث کی تشریح:

امام ترمذی نے اس حدیث کو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ معاذ بن جبل، عبادہ بن صامت اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم سے بھی روایت کیا ہے۔ حدیث ابو ہریرہ میں ہے:

[۶۸۱] « فِي الْجَنَّةِ مِائَةُ دَرَجَةٍ مَا بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ مِائَةُ عَامٍ » ع

”جنت میں سو درجات ہیں ہر دو درجوں کے درمیان سو برس (کی مسافت) کا فاصلہ ہے۔“

حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ میں یہ اضافہ ہے:

[۶۸۲] « مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَصَلَّى الصَّلَاةَ وَحَجَّ الْبَيْتَ — لَا أَدْرِي أَذَكَرَ الزَّكَاةَ أَمْ

ع تخریج کے لیے دیکھیے الرِّقْمُ المسلسل : ۱۰۹

ع صحیح الترمذی = أبواب صفة الجنة: باب ملجاء في صفة درجات الجنة، الحديث: ۲۰۵۴

لَا— إِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ أَنْ يَغْفِرَ لَهُ هَاجَرَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ مَكَتَ بِأَرْضِهِ الَّتِي وُلِدَ بِهَا ۝۴۹

”جس نے رمضان کے روزے رکھے، نماز پڑھی اور بیت اللہ کا حج کیا— سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ

فرماتے ہیں میں نہیں جانتا کہ آپ ﷺ نے زکوٰۃ کا ذکر کیا یا نہیں— مگر اللہ پر حق

ہوگا کہ اسے بخش دے وہ اللہ کی راہ میں ہجرت کرے یا اپنی پیدائش گاہ میں مقیم رہے۔“

اصول حدیث کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ ”زِيَادَةُ الثَّقَةِ مَقْبُولَةٌ“ (ثقہ راوی کا اضافہ قابل قبول ہوتا ہے) لہذا! اس اصول کے مطابق یہ اشکال حل ہو گیا کہ نبی ﷺ نے دخول جنت کے لیے دیگر ارکان اسلام کو بطور شرط کیوں ذکر نہیں فرمایا۔ زکوٰۃ کا ذکر اس لیے غیر ضروری سمجھا گیا کہ وہ صرف صاحب نصاب پر فرض ہے۔

◎ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

اس طرح حج بھی بشرط استطاعت واجب ہوتا ہے۔ لہذا بخاری کی روایت میں دو بنیادی ارکان مذکور ہیں جو ہر مومن کے لیے فرائض اور واجبات کا درجہ رکھتے ہیں۔ اس لحاظ سے صحیح بخاری کی روایت میں کوئی اشکال نہیں۔ الغرض مذکورہ حدیث سے یہ نتیجہ کسی طور اخذ نہیں کیا جاسکا کہ محض صوم و صلوٰۃ وغیرہ ہی حصول نجات کے لیے کافی ذرائع ہیں۔

معاذ بن جبل سے مروی حدیث میں یوں الفاظ ہیں:

[۶۸۳] «ذَرِ النَّاسَ يَعْمَلُونَ.....» ۵۰

آپ ﷺ نے فرمایا: لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو تا کہ وہ (زیادہ سے زیادہ) عمل کریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ عمومی حالات میں جبکہ جہاد فی سبیل اللہ فرض عین نہ ہو اگرچہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کے بعد اسلام کے چار ارکان یا نماز، روزہ کو ادا کر لینا ذریعہ نجات تو بن جاتا ہے لیکن لوگوں کو اس پر خوش ہونے کا کوئی حق نہیں۔ کیونکہ اعلیٰ سے اعلیٰ اور افضل سے افضل مقام و مرتبہ کی طلب و جستجو کرنا بہر حال ایک مومن شخص کا مقصود ہے اور یہی انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔“

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ شارح مشکوٰۃ امام طبری کا قول نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا جواب سائل کے سوال اور خیال کے بالکل خلاف ہے۔ جب سائل نے کہا کہ ہم اس بات کی

۴۹ صحیح الترمذی = أبواب صفة الجنة: باب ما جاء في صفة درجات الجنة، الحديث: ۲۰۵۵

۵۰ صحیح الترمذی = أبواب صفة الجنة: باب ما جاء في صفة درجات الجنة، الحديث: ۲۰۵۵

لوگوں کو خوشخبری نہ سنا دیں۔ کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے والے اور صوم و صلوٰۃ کے پابند کو اللہ تعالیٰ جنت میں ضرور داخل کرے گا تو آپ ﷺ نے اس کے جواب میں مجاہدین کے لیے تیار جنت کے درجات بیان کیے ہیں۔

گویا آپ ﷺ مسائل کی اس کے منشاء سوال سے اعلیٰ تر مقام و مرتبہ کی طرف راہنمائی فرما رہے ہیں کہ لوگوں کو محض اللہ تعالیٰ پر ایمان نماز، روزہ جیسے مسائل پر حاصل ہونے والی مغفرت اور محض جنت پر اکتفا نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ مجاہدین کے لیے اللہ تعالیٰ نے بلند درجات رکھے ہیں جن کے حصول کی کوشش کرنی چاہیے۔ نیز اس عمدہ اور اعلیٰ جنت ”جنت الفردوس“ کی خوشخبری سنائی چاہیے۔^{۵۱}

امام ترمذی رحمہ اللہ کی حدیث میں جو اضافہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو تا کہ وہ زیادہ سے زیادہ عمل کر سکیں۔ اس فرمان سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے اور نہ کرنے والے برابر نہیں ہیں۔ اگرچہ جہاد نہ کرنے والے اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہوں اور دیگر دینی فرائض، نماز، روزہ اور حج وغیرہ کو قائم کرتے ہوں۔ دونوں ہی انعامات جنت کو یکساں طور پر پانے والے نہیں ہو سکتے۔ بلکہ مجاہدین درجات و مراتب میں بلند ترین ہیں، اوصاف و کمالات میں سب لوگوں سے بہتر زندگی گزارنے والے ہیں، دین حق کی حفاظت کے لیے آسمان کی بلندیوں پر پرواز کرنے والے شاہین ہیں اور شہادت کو اس کے متوقع مقامات میں تلاش کرنے والے سرفروشان اسلام ہیں۔^{۵۲}

امام نسائی رحمہ اللہ نے حدیث مذکور کے آخر میں یہ اضافہ بھی روایت کیا ہے:

[۶۸۴] «وَلَوْ لَا أَنْ أَشَقَّ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَلَا أَحْدَ مَا أَحْمِلُهُمْ عَلَيْهِ وَلَا تَطِيبُ أَنْفُسُهُمْ

أَنْ يَتَخَلَّفُوا بَعْدِي - مَا قَعَدْتُ خَلْفَ سَرِيَّةٍ وَلَوْ دِدْتُ أَنِّي أَقْتُلُ ثُمَّ أَحْيَى ثُمَّ أَقْتُلُ»^{۵۳}

۵۱ فتح الباری: ۳۵۶/۶

۵۲ ایک یہ ہے کہ جیسے کیسے جنت میں داخل ہوا جائے۔ اگرچہ اہل جہنم کے مقابلے میں یہ کوئی کم کامیابی نہ ہوگی۔ مگر کیا ہی خوب گزرے کہ جنت کے اعلیٰ، ارفع اور عظیم الشان درجات اور جنت الفردوس کے لیے تگ و دو کی جائے۔ بالکل ایسے جیسے ایک طالب علم بیستیس چالیس فیصد نمبر لے کر پاس ہو جاتا ہے۔ پاس ہو جانا فائل ہونے سے تو کہیں زیادہ بہتر ہے۔ لیکن اگر کوئی ذہین اور لائق سٹوڈنٹ فٹ (First) ڈویژن یا ہائی فٹ (First) ڈویژن (نوے یا پچانوے فیصد نمبر) لے کر پاس ہو تو اس کے کیا ہی کہنے۔ پاس ہونے والا اور فٹ (First) ڈویژن لینے والا ہرگز برابر نہ ہوگا۔ (ابوعمار ابن عبد الجبار)

”اگر عام مومنوں کے لیے ناگوار نہ ہوتا اور یہ صورت نہ ہوتی کہ میں نہ تو ان کے لیے سواری پاتا ہوں اور نہ ہی وہ میرے بعد گھروں میں بیٹھ رہنا پسند کرتے ہیں، تو میں کسی لشکر اسلام سے پیچھے نہ بیٹھتا۔ میں تو اس بات کا مشتاق ہوں کہ اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر قتل کیا جاؤں۔“

یعنی شہادت انبیاء علیہم السلام کا مقصود و مطلوب ہے اور نبیوں کی شان نبوت اور رسالت کے باوجود جہاد کی اہمیت اپنی جگہ بدستور برقرار ہے۔

گویا رسول اللہ ﷺ سائل کو کمال کے اعلیٰ مراتب کی ترغیب دلاتے ہوئے عمومی حالت میں بھی جہاد میں شرکت نہ کرنے والوں اور صرف حصول جنت پر اکتفا کرنے کو منع فرما رہے ہیں۔ آپ کا انداز بیاں انتہائی بلیغ اور موثر ہے۔ عام حالت میں جب جہاد فرض عین نہ ہو اور جنگ کے لیے اعلان عام نہ ہو تو آپ ﷺ مومنوں کو عزم و ہمت کے جہادی پہاڑوں کی بلند گھاٹیوں پر چڑھنے کا حکم فرما رہے ہیں۔

اس کتاب کے اسی باب نمبر ۱۱ کے عنوانات ”مجاہد سب لوگوں سے افضل ہے۔“ اور ”مجاہدین کے درجات و مراتب“ میں ذکر کردہ احادیث کا مفہوم متعین کرنے کے لیے کِتَابُ الْإِيْمَانِ اور کِتَابُ الْإِيْمَانِ بِالْقَدْرِ سے متعلق صحیح بخاری و صحیح مسلم کی مندرجہ ذیل احادیث کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے:

سیدنا معاذ بن جبل اور سیدنا انس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بلاشبہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۶۸۵] «مَا مِنْ أَحَدٍ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ صِدْقًا مِنْ قَلْبِهِ إِلَّا حَرَّمَهُ اللَّهُ عَلَى النَّارِ» قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ! أَفَلَا أُخْبِرُ بِهِ النَّاسَ فَيَسْتَبْشِرُوا؟ قَالَ: ((إِذَا يَتَجَلَّوْا)) فَأَخْبَرَ بِهَا مُعَاذٌ عِنْدَ مَوْتِهِ تَأْتُمًا ۝ ۵۴

”جو شخص لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی صدق دل سے شہادت دے تو اللہ تعالیٰ اس پر جہنم کی آگ کو حرام کر دیتا ہے۔ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ کیا میں (عام) لوگوں کو اس بات کی اطلاع نہ کر دوں؟ تاکہ وہ اس سے خوشی اور مسرت حاصل کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ اعمال چھوڑ کر اسی پر بھروسہ کر بیٹھیں گے۔ سیدنا

۵۴ صحیح البخاری = کتاب العلم : باب من خصّ بالعلم قوماً دون قوم کراهیة أن لا يفهموا، الحديث : ۱۲۸ + صحیح

مسلم = کتاب الإیمان : باب الدلیل علی أن من مات علی التوحید دخل الجنة قطعاً، الحديث : ۳۲

معاذ رضی اللہ عنہ نے (علم کو چھپانے کے) گناہ سے ڈرتے ہوئے اپنی موت کے وقت لوگوں کو اس کی خبر کر دی۔“

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک جنازہ میں شریک تھے۔ آپ کے ہاتھ میں ایک لاٹھی تھی جس سے زمین کو کرید رہے تھے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

[۶۸۶] « مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ وَمَقْعَدُهُ مِنَ الْجَنَّةِ » قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ ! أَفَلَا نَتَّكِلُ عَلَى كِتَابِنَا وَنَدْعُ الْعَمَلَ قَالَ « اْعْمَلُوا فَكُلُّ مُيَسِّرٍ لِمَا خُلِقَ لَهُ - أَمَّا مَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ السَّعَادَةِ فَيُيَسِّرُ لِعَمَلِ السَّعَادَةِ وَ أَمَّا مَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ فَيُيَسِّرُ لِعَمَلِ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ - ثُمَّ قَرَأَ ﴿ فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى ۝ فَسَنِيْسِرُهُ لِلْيُسْرَى ۝ وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَى ۝ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَى ۝ فَسَنِيْسِرُهُ لِّلْعُسْرَى ۝ ﴾ [البَلَل: ۹۲: ۱۰۰] » ۵۵

” ہر شخص کا جہنم یا جنت میں ٹھکانہ لکھ دیا گیا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ کیا پھر ہم (اعمال چھوڑ کر) اپنی لکھی ہوئی تقدیر پر بھروسہ نہ کر لیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عمل ضرور کرو۔ کیونکہ ہر شخص کے لیے وہی عمل آسان کیا جائے گا جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ چنانچہ جو خوش نصیب لوگوں میں سے ہوگا اس کے لیے خوش نصیبی کے عمل اور جو بد بختوں میں سے ہوگا اس کے لیے بد بختی کے اعمال آسان کر دیئے جائیں گے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں۔ ”جس نے دیا (اللہ کی راہ میں) اور ڈرا (اپنے رب سے) اور نیک بات کی تصدیق کرتا رہا تو ہم بھی اس کو آسان راستے کی سہولت دیں گے۔ لیکن جس نے بخیلی کی، بے پرواہی برتی اور نیک بات کی تکذیب کی تو ہم بھی اس کو مشکل کے سامان میسر کر دیں گے۔“

مذکورہ بالا احادیث اور مجاہدین کے درجات کے بارے ذکر کردہ احادیث کا موازنہ کیا جائے تو درج ذیل حقائق واضح طور پر سامنے آتے ہیں:

توحید و رسالت کی گواہی دینا، اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت کرنا، شرک سے مکمل اجتناب

کرنا۔ اسی طرح تقدیر الہی میں اہل جنت اور اہل جہنم کا قطعی فیصلہ ہو چکنا (جو اللہ پر ایمان کے صحیح ہونے کے لیے از حد ضروری ہے) یہ تمام عقائد اعمال کرنے سے رکاوٹ نہیں ہیں بلکہ ان چیزوں پر ہی بھروسہ اور اعتماد کر کے نیک اعمال چھوڑ دینے کی شریعت میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اسی طرح اللہ پر ایمان کے بعد چند ضروری دینی فرائض نماز، روزہ وغیرہ کو نجات کے لیے کافی سمجھ کر جہاد فی سبیل اللہ جیسے اسلامی اصولوں کی بنیاد اور تمام اعمال سے افضل عمل کو ترک کر دینا بھی درست نہیں ہے۔ بلکہ ایسا کرنا ایمان کے مراتب اور بلند و بالا درجات کے حصول کے منافی ہے۔ خصوصی حالات میں جبکہ جہاد فرض عین ہو چکا ہو اس کی اہمیت دیگر تمام فرائض حتیٰ کہ نماز اور روزہ جیسی عبادات سے بھی اعلیٰ و ارفع ہے۔ مزید تفصیل کے لیے صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں غزوہ احزاب اور غزوہ بنی قریظہ کی احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

جنت کے دروازے اور تلواروں کے سائے:

سیدنا عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۶۸۷] «وَأَعْلَمُوا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ» ۵۶

”یقین رکھو کہ جنت تلواروں کے سایوں تلے ہے۔“

سیدنا عبد اللہ بن قیس رضی اللہ عنہ جب میدان جہاد میں دشمنان اسلام کے خلاف برسرِ پیکار تھے۔ اس وقت انھوں نے فرمایا، میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

[۶۸۸] «إِنَّ أَبْوَابَ الْجَنَّةِ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ» فَقَامَ رَجُلٌ رَثَ الْهَيْمَةِ فَقَالَ يَا أَبَا

مُوسَى أَأَنْتَ سَمِعْتَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ هَذَا؟ قَالَ نَعَمْ۔ فَرَجَعَ إِلَى أَصْحَابِهِ فَقَالَ أَقْرَأْ

عَلَيْكُمْ السَّلَامَ ثُمَّ كَسَرَ جَفْنَ سَيْفِهِ فَالْقَاهُ ثُمَّ مَشَى بِسَيْفِهِ إِلَى الْعَدُوِّ فَضْرَبَ بِهِ حَتَّى

قَتَلَ ۵۷

”یقیناً جنت کے دروازے تلواروں کے سایوں کے نیچے ہیں۔ اس پر ایک پراگندہ

حال شخص کھڑا ہوا اور بولا: اے ابو موسیٰ (یہ عبد اللہ بن قیس کی کنیت ہے)! کیا تم

نے خود رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے؟ ابو موسیٰ نے کہا: جی ہاں۔ پھر

سائل اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹا اور انہیں السلام علیکم (آخری ملاقات کے طور پر) کہتے ہوئے اپنی تلوار کی میان کو توڑ کر پھینک دیا اور ننگی تلوار کے ساتھ دشمن کی طرف بڑھا اور مسلسل تلوار چلاتا رہا حتیٰ کہ (راہ حق میں) شہید ہو گیا۔“

حدیث کی تشریح:

امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں اس حدیث کا عنوان ”الْجَنَّةُ تَحْتَ بَارِقَةٍ السُّيُوفِ“ قائم کیا ہے۔ کہ جنت چمکتی ہوئی تلواروں کے نیچے ہے۔“

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس عنوان میں امام طبرانی رحمہ اللہ کی سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

[۶۸۹] (”الْجَنَّةُ تَحْتَ الْبَارِقَةِ“) ۵۸

”جنت چمکتی ہوئی تلواروں کے سائے کے نیچے ہے۔“ لفظ بَارِقَةٌ جمع ہے اس کا واحد ”ابریق“ ہے۔ یہ تلوار کا توصیفی نام ہے:

◎ امام قرطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”یہ حدیث ایک نفیس، مختصر، جامع اور انواع بلاغت پر مشتمل کلام ہے۔ کیونکہ اس میں جہاد فی سبیل اللہ کا اجر و ثواب، اس کی ترغیب و تحریض، دشمن کے قریب تر رہنے، تلواروں کے استعمال اور بوقت مقابلہ زبردست اجتماعیت جیسے بہت زیادہ مفاہیم کو نہایت مختصر اور جامع الفاظ میں بیان کر دیا گیا ہے۔ ابن جوزی رحمہ اللہ کہتے ہیں: حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جنت جہاد فی سبیل اللہ سے حاصل ہوتی ہے۔“ ۵۹

مذکورہ احادیث سے درج ذیل باتیں معلوم ہوں:

① اللہ کے دین کا مجاہد سب لوگوں سے افضل اور بہتر ہے کوئی دوسرا انسان اس کا ہم مرتبہ نہیں ہو سکتا۔

② گھوڑے کی لگام تھامے ہر وقت جہاد کے لیے تیار رہنا، جنگی بگل بجتے ہی اور جنگ کا

۵۸ اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اس کو عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرنے والے ہیں۔ اس حدیث کے مفہوم کو ہی امام البخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح الجامع میں عنوان کے طور پر نقل کیا ہے۔ علاوہ ازیں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری = کتاب الجہاد: باب الْجَنَّةُ تَحْتَ بَارِقَةِ السُّيُوفِ میں اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ (ابو عمار ابن عبد الجبار)

شور و غل اور کھٹکانتے ہی شاہینوں کی سی پرواز کر جانا اور شہادت فی سبیل اللہ کی طلب میں موت کو موت کی جگہوں سے تلاش کرتے ہوئے پیش قدمی کرنا مجاہدین کے امتیازی اوصاف ہیں۔

③ مجاہد کے بعد دوسرے درجے میں ایمان دار شخص وہ ہے جو گھاٹیوں یا وادیوں میں گوشہ نشین ہو کر موت تک اللہ کی عبادت میں مشغول رہے اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھے۔ بشرطیکہ مسلمانوں کی جماعت اور ان کا امام موجود نہ ہو۔ اور وہ ایمان کو فتنوں سے بچانے کے لیے گوشہ نشینی اختیار کرے۔

④ جماعت اور امیر المؤمنین کی موجودگی میں خلوت اور گوشہ نشینی حرام اور ممنوع ہے۔ جماعت کے ساتھ وابستہ رہنا اور امیر کی بات سننا اور ماننا واجب ہے۔

⑤ جب جہاد فرض عین نہ ہو تو اگرچہ فتنوں کی حالت میں خلوت اور علیحدگی اختیار کرنے کی رخصت ہے۔ مگر فضیلت و عزیمت کا کام انبیاء و صدیقین کی سنت اور طریقہ یہی ہے کہ اجتماعی معاشرے میں رہ کر دعوت و جہاد کے فرائض سرانجام دیئے جائیں۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

”فتنوں کے وقت عبادت کرنا (اور معاشرے میں رہتے ہوئے معاشرے کی اصلاح کرنا) میری طرف ہجرت کرنے کی طرح ہے۔“

⑥ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا، نماز اور روزے کی پابندی کرنا، حج اور زکوٰۃ کی ادائیگی بھی اگرچہ حصول نجات کے لئے کافی ذرائع اور مکمل وسائل ہیں۔ (بشرطیکہ جہاد کا ارادہ و نیت ضرور ہو) لیکن انہی اسباب و وسائل پر اکتفاء کرنے اور جہاد فی سبیل اللہ سے کنارہ کشی اختیار کرنے کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ”جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے صرف مجاہدین کے لیے تیار کیے ہوئے ہیں۔“

⑦ مذکورہ بالا معاملہ اس وقت ہے جب جہاد فرض عین نہ ہو ورنہ فرض عین ہونے کی صورت میں جہاد کی اہمیت و ضرورت دیگر تمام فرائض و واجبات سے کہیں زیادہ ہوگی۔

⑧ جس طرح سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی توحید والی حدیث اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے

مروی تقدیر الہی والی حدیث پر بھروسہ اور اعتماد کر کے اعمال ترک کر دینے کی کوئی گنجائش نہیں نکالی جاسکتی۔ اسی طرح سیدنا ابوسعید خدری اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ایمان اور دینی فرائض کے فضائل والی احادیث سے ترک جہاد کی رخصت و جواز نکالنا ناقابل قبول ہے۔ بالخصوص اس وقت جب یہ بات واضح ہے کہ اس رخصت اور جواز کا معاملہ اس وقت ہے جب جہاد فرض عین نہ ہو یا جب امت کے افتراق و انتشار کے فتنوں سے خود کو محفوظ رکھنا مقصود ہو۔

① فرمان رسول ﷺ: [۶۹۰] «وَأَعْلَمُوا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ الشُّيُوفِ»^۱ ”جان لو جنت تلواروں کے سائے تلے ہے“

یہ فرمان عالی شان بلاغت و فصاحت کا نادر نمونہ ہے اور رسول اللہ ﷺ کی اس امتیازی خصوصیت کی واضح دلیل ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

[۶۹۱] «أُوتِيَتْ جَوَامِعُ الْكَلِمِ»^۲

”میں جامع کلمات دیا گیا ہوں۔“

② ”جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔“ یہ حدیث رسول ﷺ قرآنی آیت ”بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال ان کے لیے جنت کے بدلے میں خرید لیے ہیں۔“ [التوبة: ۹: ۱۱۱] کی جامع اور مختصر تفسیر ہے۔

اسی بنا پر بیشتر علماء مفسرین اور محدثین نے اس حدیث کو جہاد کے فضائل میں عظیم اساس اور بنیاد قرار دیا ہے۔

فضائل جہاد و شہادت فی سبیل اللہ کے مفصل مطالعہ کے لیے ملاحظہ ہو:

① صحیح البخاری مع فتح الباری: ۶/۳۴۳-۳۲۴

② صحیح مسلم مع شرح النووی: ۲/۱۳۳-۱۴۴ کتاب الجہاد

③ جامع الترمذی = ابواب فضائل الجہاد: ۱/۱۹۵-۲۰۰

④ سنن ابی داؤد مع المعالم للخطابی = کتاب الجہاد: ۳/۳۵۱-۳۸۵

۱۰. تخریج کے لیے دیکھیے الرِّقْمُ المسلسل: ۱۷۸

۱۱. صحیح مسلم = کتاب المساجد و مواضع الصَّلوة، الحديث: ۵۲۳ + صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب قول

النَّبِيِّ ﷺ «نُصِرْتُ بِالرُّغْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ» الحديث: ۲۸۱۵

- سُنن النِّسائی = کتاب الجہاد : ۵۹-۴۵۲/۲
- سنن ابن ماجہ = کتاب الجہاد : ۲۰۷-۲۰۲
- المَوْطَّأُ لِلْإِمَامِ مَالِكٍ مَعَ الْمُنْتَقَى = کتاب الجہاد : ۲۱۹-۲۰۴، ۱۶۵-۱۵۹/۳
- جمع الفوائد من جامع الأصول و مجمع الزوائد = کتاب الجہاد : ۱۶-۱۳/۲
- مشکوٰۃ المصابیح = کتاب الجہاد : ۳۳۸-۳۲۹/۲
- منتقى الأخبار = کتاب الجہاد : ۲۳۴-۲۱۹/۷
- نیل الأوطار شرح المنتقى = کتاب الجہاد
- التَّلْخِیصُ الْحَبِیرُ لِابْنِ حَجَرٍ بَابُ وَجُوبِ الْجِهَادِ : ۹۶-۷۸/۴
- کتاب الجہاد (لِلْإِمَامِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَبَارَكٍ)
- ریاض الصَّالِحِينَ : ۴۰۳-۳۸۸

۵

۶

۷

۸

۹

۱۰

۱۱

۱۲

۱۳

۱۴

((..... ❁❁❁❁❁))

باب ۱۲:

غازیانِ اسلام سے تعاون اور ان کے اہل خانہ کی نگرانی

چونکہ معاشرہ کے اہل ثروت اور دولتمند افراد کی ذمہ داریاں غرباء، مساکین اور متوسط طبقہ کے مقابلے میں ہمیشہ زیادہ ہوا کرتی ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے دوسروں کی نسبت ان پر اپنی نعمتوں کی نوازش میں بہت بڑی فیاضی کر رکھی ہے۔ جہاد کے لیے جہاں صحت مند، قوی، بالغ اور عقل مند ہونے کی شرط ہے۔ وہاں اہل وعیال کے گھریلو خرچہ پر قادر ہونا اور جہادی سفر کے لئے سامان سفر اور سواری وغیرہ کا مہیا ہونا بھی لازمی شرائط میں شامل ہے۔ اس لئے اسلام میں غازی کی تیاری و اعانت اور اس کی غیر حاضری میں اس کے اہل وعیال اور مال و اسباب کی حفاظت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ پوری خیر خواہی کے جذبے کے ساتھ تمام ضروری معاملات میں اس کی خالی جگہ کو پر کرنے کی ضرورت بڑے شد و مد کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ اس پر رغبت دلانے کے لیے بہت زیادہ فضائل و مناقب اور درجات و مراتب کا وعدہ کیا گیا ہے۔ مجاہد کا خرچہ برداشت کرنے کو فضیلت اور اجر و ثواب کے لحاظ سے خود جہاد کا درجہ و مرتبہ عطا کر دیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

[۶۹۲] « مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فَقَدْ غَزَا » ۱

”جس نے ایک غازی کو ساز و سامان کے ساتھ تیار کیا تو اس نے بھی جہاد ہی کیا ہے۔“

بے سرو سامانی کا غم:

قرآن مجید میں ایسے غریب و نادار اور تنگ دست مسلمانوں کی حالت زار کا نقشہ یوں کھینچا گیا ہے۔ جو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے مکمل طور پر نیک نیت اور خالص ارادہ رکھنے والے ہیں مگر نان و نفقہ اور اسباب جہاد میسر نہ ہونے کی وجہ سے شریک جہاد نہیں ہو سکے۔ تاہم وہ اس مجبوری اور محرومی پر نہایت افسردہ و غمگین ہیں اور ان کی آنکھیں شدت غم سے اشکبار ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

[۶۹۳] ﴿لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضَى وَلَا عَلَى الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ مَا يَنْفِقُونَ حَرَجٌ إِذَا نَصَحُوا لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ ۖ مَا عَلَى الْمُحْسِنِينَ مِنْ سَبِيلٍ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا اتَّوَكَّلُوا لَيَذْلَبُنَّهُمْ قُلْتُ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۖ تَوَلَّوْا وَأَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَا يَنْفِقُونَ ۝﴾ [التوبة: ۹: ۹۱-۹۲]

”اور ان لوگوں پر بھی (جہاد میں شریک نہ ہو سکنے کا) کوئی گناہ نہیں جو ضعیف ہیں نہ ان لوگوں پر جو جہاد فی سبیل اللہ کے لیے زار راہ نہ پاتے ہوں۔ بشرطیکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے خیر خواہی کے جذبات رکھتے ہوں۔ (ایسے) نیکو کاروں پر الزام کا کوئی راستہ نہیں اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے۔ اور نہ ہی ان لوگوں پر کوئی گناہ ہے کہ جب وہ تیرے پاس آتے ہیں۔ اس غرض سے کہ تو ان کو جہاد کے لیے سواری فراہم کرے تو اس وقت آپ کہتے ہیں کہ میرے پاس سواری نہیں جس پر تمہیں سوار کر دوں۔ پھر وہ واپس جاتے ہیں تو ان کی آنکھیں جہادی سفر کے لیے سامان سفر نہ پانے کے غم سے اشکبار ہوتی ہیں۔“

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ایک غزوہ میں ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے۔ اس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۶۹۴] «إِنَّ بِالْمَدِينَةِ رَجُلًا مَا سِرْتُمْ مَسِيرًا وَلَا قَطَعْتُمْ وَادِيًا إِلَّا كَانُوا مَعَكُمْ حَبَسَهُمُ الْمَرَضُ أَوْ الْعُذْرُ» ۱

”بلاشبہ مدینہ طیبہ میں کچھ ایسے لوگ موجود ہیں کہ تم کسی راستے پر نہیں چلتے ہو اور نہ کوئی وادی طے کرتے ہو مگر وہ (اجر و ثواب میں) تمہارے ساتھ شریک ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کو مرض یا کسی مجبوری نے جہاد میں شرکت سے روک رکھا ہے۔“

ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں:

[۶۹۵] «إِلَّا شَرَكُوكُمْ فِي الْأَجْرِ» ۲

۱ صحیح مسلم = کتاب الإمارة: باب ثواب من حبسه عن الغزو مرض أو عذر آخر، الحديث: ۱۹۱۱ + صحیح

بخاری = کتاب الجہاد: باب من حبسه العذر عن الغزو، الحديث: ۲۶۸۴

۲ صحیح مسلم = کتاب الإمارة: باب ثواب من حبسه عن الغزو مرض أو عذر آخر، الحديث: ۱۹۱۱

”مگر وہ (مجبوری کی بناء پر پیچھے رہ جانے والے) تمہارے ساتھ اجر و ثواب میں شریک تھے۔“

مجبوری اور معذوری اگر مستقل ہو جس کا زائل کرنا انسانی دائرہ اختیار سے خارج ہے تو وہ معذور اور بے بس افراد جہاد کے لیے خالص ارادہ رکھنے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خیر خواہ بنے رہنے کی وجہ سے مجاہدین کے اجر و ثواب میں شریک ہونگے۔ لیکن اگر معذوری زائد راہ نہ ہونے اور سواری نہ ہونے کی ہو تو دولتمند افراد کو ان کی یہ معذوری زائل کر کے عالیشان اجر و ثواب حاصل کرنے کی شہود کے ساتھ ترغیب دی جاتی ہے۔ سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۶۹۶] «جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي أَبْدَعُ بِي فَأَحْمِلْنِي فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «مَا عِنْدِي» فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَنَا أَكُلُهُ عَلَى مَنْ يَحْمِلُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «مَنْ دَلَّ عَلَى خَيْرٍ فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِ فَاعِلِهِ»»^۴

”ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہو کر عرض کرتا ہے۔ میری سواری ہلاک ہو گئی ہے۔ مجھے سواری فراہم کیجئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس سواری نہیں ہے۔ اس پر ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ (ﷺ)! میں اس کو ایسے آدمی کا پتہ دیتا ہوں جو اسے سواری فراہم کر دے گا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو خیر کی طرف کسی کی رہنمائی کرے گا تو اسے نیکی کرنے والے کے برابر اجر حاصل ہوگا۔“

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بنی اسلم قبیلے کا ایک نوجوان عرض کرتا ہے: یا رسول اللہ (ﷺ)! میں جہاد کرنا چاہتا ہوں لیکن اس کا ساز و سامان نہیں رکھتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

[۶۹۷] «إِنِّي فُلَانًا فَإِنَّهُ كَانَ قَدْ تَجَهَّزَ فَمَرَضَ - فَاتَاهُ فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفَرِّئُكَ السَّلَامَ وَيَقُولُ: أَعْطِنِي الَّذِي تَجَهَّزْتَ بِهِ - قَالَ: يَا فُلَانَةُ! أَعْطِنِي الَّذِي تَجَهَّزْتَ بِهِ وَلَا تَحْسَبِي عَنْهُ شَيْئًا - فَوَاللَّهِ! لَا تَحْسَبِي مِنْهُ شَيْئًا فَيُبَارِكَ لَكَ فِيهِ»»^۵

”فلاں شخص کے پاس چلے جاؤ، اس نے جہاد کا سامان تیار کر رکھا تھا، مگر بیمار ہو گیا۔ چنانچہ

۴ صحیح مسلم = کتاب الإمارة: باب فضل إعانة الغازی فی سبیل اللہ بمرکوب وغیرہ، الحدیث: ۱۸۹۳

۵ صحیح مسلم = کتاب الإمارة: باب فضل إعانة الغازی فی سبیل اللہ بمرکوب وغیرہ وخلافته فی أهله بخیر،

وہ شخص اس کے پاس آیا اور کہا: رسول اللہ ﷺ آپ کو سلام کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اپنا سامان جہاد مجھے دے دو۔ تو اس نے (بیوی سے مخاطب ہو کر) کہا (یعنی لفظ ”فُلَانَةُ“ کی جگہ پر اپنی بیوی کا نام لیا) میرا سارا سامان جہاد اس شخص کو دے دو اور اس میں سے کوئی چیز نہ رکھنا۔ اللہ کی قسم! اگر کوئی چیز روک رکھو گی تو اس میں کوئی برکت نہ ہوگی۔“

مجاہد کی تیاری اور مجاہد کے گھر کی نگرانی عین جہاد ہے:

سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۶۹۸] «مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَقَدْ غَزَا وَمَنْ خَلَفَهُ فِي أَهْلِهِ بِخَيْرٍ فَقَدْ غَزَا» ۱

”جو شخص اللہ کی راہ میں لڑنے والے کسی غازی کو سامان جہاد کے ساتھ تیار کرے تو اس نے بھی جہاد کیا اور جو کسی غازی کے اہل و عیال میں خیر اور بھلائی کے ساتھ اس کا جانشین اور نگران بنا رہے تو اس نے بھی جہاد کیا ہے۔“

امام بخاری رحمہ اللہ اس حدیث کے بعد سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ مدینہ طیبہ میں اپنی ازواج مطہرات کے علاوہ کسی کے گھر میں داخل نہیں ہوا کرتے تھے۔ البتہ ام سلیم انصاریہ رضی اللہ عنہا کے گھر چلے جایا کرتے تھے۔ اس بارے میں آپ ﷺ سے پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۶۹۹] «إِنِّي أَرْحَمُهَا قُتِلَ أَخُوهَا مَعِيَ» ۲

”میں ام سلیم پر ترس کھاتا ہوں کیونکہ اس کا بھائی میرے ساتھ (یعنی میری اطاعت میں جہاد کرتے ہوئے) قتل کیا گیا تھا۔“

واضح ہو کہ ام حرام اور ام سلیم رضی اللہ عنہما کا گھر ایک ہی تھا۔ اور یہ دونوں ایک دوسری کی حقیقی بہنیں اور آپ ﷺ کی رضاعی خالائیں تھیں۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ غازی کے اہل و عیال کی خیر خواہی و نگہداشت اس کی زندگی میں بھی اور اس کی زندگی کے بعد بھی رسول اللہ ﷺ کی سنت مطہرہ ہے اور یہ آپ کے حسن سلوک کی روشن مثال ہے۔ ۳

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

۱۔ تخریج کے لیے دیکھیے الرِّقْمُ المسلسل : ۱۸۱

۲۔ صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب فضل من جَهَّزَ غَازِيَا أَوْ خَلَفَهُ بِخَيْرٍ، الحديث: ۲۶۸۹ + صحیح مسلم = کتاب

فضائل الصَّحَابَةِ = باب فضائل أُمِّ سَلِيمٍ أُمِّ أَنَسٍ بْنِ مَالِكٍ، الحديث: ۲۴۵۵

[۷۰۰] «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بَعْثًا إِلَى بَنِي لَحْيَانَ مِنْ هُذَيْلٍ فَقَالَ «لِيُخْرِجَ مِنْ كُلِّ رَجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا» ثُمَّ قَالَ لِلْقَاعِدِ «أَيْكُمْ خَلَفَ الْخَارِجَ فِي أَهْلِهِ وَمَالِهِ بِخَيْرٍ، كَانَ لَهُ مِثْلُ نِصْفِ أَجْرِ الْخَارِجِ» ۱

”رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ بنی لحيان کی طرف (جو اس وقت کافر تھے) جہاد کے لئے ایک قافلہ روانہ فرمایا۔ پھر لوگوں میں اعلان فرمایا کہ ہر دو آدمیوں میں سے ایک لازمی طور پر (جہاد کے لیے) نکل جائے۔ پھر پیچھے بیٹھ رہنے والوں کے لئے فرمایا: تم میں سے جو بھی جہاد کی طرف نکلنے والے کے پیچھے اس کے اہل اور مال میں خیر خواہی کے ساتھ نگرانی کرے گا تو اس کو مجاہد کے اجر و ثواب سے نصف حصہ ملے گا۔ (کیونکہ جہاد میں شرکت کرنے والوں کی طرح ان کے گھروں کی نگرانی کرنیوالے بھی عمل جہاد میں برابر شریک ہیں۔ لہذا ان کو اللہ تعالیٰ کے فضل و انعام سے محروم نہیں رکھا گیا۔“)

جہاد میں شرکت کرنے والوں کی عورتوں کی عزت و ناموس:

سیدنا بریدہ اسلمی سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

[۷۰۱] «حُرْمَةُ نِسَاءِ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ كَحُرْمَةِ أُمَّهَاتِهِمْ وَمَا مِنْ رَجُلٍ مِنَ الْقَاعِدِينَ يَخْلُفُ رَجُلًا مِنَ الْمُجَاهِدِينَ فِي أَهْلِهِ فَيَخُونُهُ فَيَهْمُ إِلَّا وَقَفَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَأْخُذُ مِنْ عَمَلِهِ مَا شَاءَ فَمَا ظَنُّكُمْ» ۲

”مجاہدین کی عورتوں کی حرمت پیچھے بیٹھنے والوں کے لیے بالکل ایسے ہے جیسے ان کی (حقیقی) ماؤں کی حرمت ہے۔ پیچھے بیٹھنے والوں میں سے جو شخص کسی مجاہد کا اس کے اہل و عیال میں جانشین ٹھہرا اور پھر اس نے ان کے معاملہ میں مجاہد کے ساتھ کوئی بددیانتی اور خیانت کی تو قیامت کے دن اس خیانت کرنے والے کو مجاہد کے رو برو کھڑا کر دیا جائے گا اور وہ اس کے نیک اعمال میں سے جس قدر چاہے گا لے لے گا۔“

ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں:

[۷۰۲] «فَالْتَفَتَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «فَمَا ظَنُّكُمْ؟» ۳

۱ صحیح مسلم = کتاب الإمارة: باب فضل إعانة الغازی فی سبیل اللہ بمرکوب وغیرہ وخلافته فی اہلہ بخیر، الحدیث: ۱۸۹۶

۲ صحیح مسلم = کتاب الإمارة: باب حرمة نساء المجاہدین وإثم من خانهم فیہن، الحدیث: ۱۸۹۷

۳ تخریج کے لیے دیکھیے الرَّقْمُ السَّلسِل: ۷۰۱

”پھر رسول اللہ ﷺ صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے ہیں: پھر بتاؤ تمہارا کیا گمان ہے؟
(یعنی مجاہد کس قدر کامیاب ہوا اور اس کے ساتھ خیانت کرنے والے کا کیا حشر ہوا؟)

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

[۷۰۳] «فَمَا ظَنُّكُمْ؟ مَا أَرَى يَدْعُ مِنْ حَسَنَاتِهِ شَيْئًا»^{۱۲}

”تمہارا کیا خیال ہے؟ میں سمجھتا ہوں مجاہد خائن کی کوئی نیکی نہ چھوڑے گا (کیونکہ قیامت کے دن نیک اعمال ہی سب سے زیادہ قیمتی بدلہ ثابت ہونگے)
مذکورہ بالا احادیث کی تشریح:

”مگر وہ تمہارے ساتھ اجر میں شریک تھے۔“ کے الفاظ کا مطلب ہے کہ مجاہدین کے پیچھے گھروں میں بیٹھنے والے معذور اور مریض بھی مجاہدین کے اجر و ثواب میں حصہ دار ہوتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ معذور یا مریض ہی ہوں تارک جہاد نہ ہوں۔ معذوری کے باوجود جہاد میں شرکت نہ کر سکنے پر افسردہ ہوں اور استطاعت حاصل ہونے پر جہاد کے لئے پختہ ارادہ رکھتے ہوں۔

﴿الدَّالُّ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهِ﴾ کا مطلب:

اچھی چیز کی طرف رہنمائی کرنے والا نیکی کرنے والے کے برابر اجر کا مستحق ہوتا ہے۔ اس حدیث میں بھلائی کے امور کی طرف رہنمائی کرنے اور نیکی کرنے والوں کے کام میں تعاون کرنے کی زبردست فضیلت بیان کی گئی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۷۰۴] ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۚ وَاتَّقُوا

اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝﴾ [المائدة: ۲۰۵]

”اور تم نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کا تعاون کرو۔ مگر گناہ اور ظلم میں کسی کا تعاون نہ

کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ شدید عذاب دینے والا ہے۔“

اسی طرح یہ حدیث دینی علم پڑھانے والے اور اسلام کے فرائض، واجبات، عبادات دیگر احکام کی تعلیم دینے والے معلمین و مدرسین کی فضیلت کی وضاحت بھی کر رہی ہے۔

^{۱۲} صحیح ابن حبان = کتاب السیر: باب فضل الجہاد / ذکر اخذ الغازی أجرة الخالف أهلہ من حسناته فی القيامة

بنی اسلم کے نوجوان کی حدیث سے بھلائی پر رہنمائی کی اہمیت و فضیلت کے ساتھ ساتھ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ نیکی کے کسی کام کے لیے تیار کیا گیا سامان دیگر نیک کاموں کے لئے استعمال ہو سکتا ہے۔ الا یہ کہ عمل کرنے والے نے ایک ہی کام کے لیے منت (نذر) مان رکھی ہو۔ کیونکہ منت کا پورا کرنا واجب ہے۔ ”عمل کرنے والے کے اجر کی طرح“ سے مراد یہ ہے کہ راہنمائی اور تعاون کرنے والے کو بھی نیکی کرنے والے کی طرح ایک جیسا اجر و ثواب حاصل ہوگا۔ یہ ضروری نہیں کہ دونوں کے اجر و ثواب کی مقدار بھی برابر ہو۔“ ۳

﴿مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فَقَدْ غَزَا﴾ کا مطلب:

جس نے غازی کو ساز و سامان دے کر تیار کیا اس نے بھی گویا جہاد کیا۔ امام ابن حبان رحمہ اللہ اس حدیث کو یوں روایت کرتے ہیں:

[۷۰۵] «مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ خَلَفَهُ فِي أَهْلِهِ كُتِبَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ غَيْرَ أَنَّهُ لَا

يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِهِ شَيْءٌ وَمَنْ فَطَرَ صَائِمًا كُتِبَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ لَا يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِهِ شَيْءٌ» ۴

”غازی کو تیار کرنے والے کے لئے غازی کے اجر کے مثل ثواب لکھا جاتا ہے۔ البتہ مجاہد کے اجر میں کوئی کمی نہیں کی جاتی۔ اسی طرح روزہ افطار کرانے والے کیلئے بھی روزہ دار کے اجر کے مثل لکھا جاتا ہے۔ لیکن روزہ دار کے اجر میں کوئی کمی نہیں کی جاتی۔“

◎ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تحریر کرتے ہیں:

امام ابن حبان رحمہ اللہ اور امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کی ایک روایت میں یوں الفاظ ہیں:

[۷۰۶] «مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا حَتَّى يَسْتَقِلَّ كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ حَتَّى يَمُوتَ أَوْ يَرْجِعَ» ۵

”جس نے غازی کو تیار کیا یہاں تک کہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو گیا۔ اس تیار کرنے والے کو جہاد کرنے والے کے اجر کی طرح اجر و ثواب ملے گا۔ یہاں تک کہ مجاہد کو موت آجائے۔ یا وہ گھر واپس لوٹ آئے۔“

اس روایت سے دو مزید فوائد حاصل ہوتے ہیں:

۳ شرح النووی: ۱۳۷/۲ + فتح الباری: ۳۸۷/۶

۴ صحیح ابن حبان = کتاب السیر: باب فضل الجہاد / ذکر البیان بان المَجَّهَزَ اَنَا يَأْخُذُ كَحَسَنَاتِ الْغَازِي، الحديث: ۴۶۱۴

۵ سنن ابن ماجہ = کتاب الجہاد: باب من جَهَّزَ غَازِيًا. اس کی سند کو امام بویری رحمہ اللہ نے زوائد میں صحیح کہا ہے۔ دیکھئے المتجر

- ۱) مذکورہ اجر و ثواب ایک غازی کو مکمل تیار کرنے اور اس کو کافر کے مقابلے میں استقلال کے ساتھ کھڑا کرنے پر مرتب ہوگا۔
- ۲) غازی کا معاون اور غازی کو تیار کرنے والا معرکہ ختم ہونے تک یا اس کی موت تک اجر میں شریک رہے گا۔

﴿ اَيْكُمُ خَلَفَ الْخَارِجَ فِيْ اَهْلِهِ وَ مَالِهِ بِخَيْرٍ ﴾ کا مطلب:

غازی کو تیار کرنے والا اگر غازی کا خیر خواہ جانشین بھی بن جائے تو اس کا دھرا (ڈبل) اجر ہوگا۔ قائم مقام اور معاون کو غازی کے مثل اجر حاصل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ غازی کی طرح اس کا قائم مقام اور معاون بھی جانی اور مالی مشقت برداشت کرتا ہے اور وہ بھی جہادی عمل کی تکمیل کیلئے غازی کی طرح دوسرا بڑا ستون ہے۔ کیونکہ مالی تعاون اور اہل و عیال کی نگرانی کے بغیر مجاہدین فریضہ جہاد کی تکمیل نہیں کر سکتے۔“^{۱۶}

﴿ وَالْاَجْرُ بَيْنَهُمَا ﴾ کا مطلب:

”یعنی جہاد کے لئے نکلنے والا اور مجاہد کی جانشینی کرنے والا، دونوں کو برابر اجر حاصل ہو گا۔ اس کی شرط یہ ہے کہ مجاہد کا جانشین اور قائم مقام اس کے اہل و عیال کا پورا پورا خیر خواہ ہو۔ گویا دونوں شخص ہی جہادی عمل میں شریک ہونگے۔“^{۱۷}

اس حدیث سے جہاد کے فرض کفایہ ہونے پر استدلال کرنے والوں کا موقف غلط ثابت ہوتا ہے۔ اس حدیث کے الفاظ ہیں: ”رسول اللہ ﷺ نے پیچھے بیٹھ رہنے والوں سے کہا۔ جس نے جہاد پر جانے والوں کے اہل و عیال اور مال و کاروبار میں خیر خواہی سے نگرانی کی۔“

مجاہد کا معاون، جانشین اور خیر خواہ بھی شریک جہاد ہے نہ کہ جہاد چھوڑ دینے والا ہے۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے اس کو اس کے جہادی امور اور فرائض دیانتداری سے سرانجام دینے کی ترغیب دی ہے اور خیانت اور بدعہدی کرنے کی صورت میں شدید ترین سزا کی وعید سنائی ہے۔

مجاہدوں اور غازیوں کے گھروں میں انکی عورتوں کی عزت و ناموس والی حدیث سے بہت زیادہ مسائل معلوم ہوتے ہیں۔

© امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مجاہدین کی عورتوں کی طرف نظر بد سے دیکھنا، ان سے بدکلامی کرنا اور ان جیسے تمام کام کلی طور پر حرام ہیں۔ جیسے حقیقی ماں کے ساتھ ایسا کرنا حرام ہے۔ ان کے ساتھ حقیقی ماؤں کی طرح نیک سلوک اور احسان کرنا اور ان کی تمام ضروریات پورا کرنا واجب ہے۔ مگر ایسے طریقے سے کہ جس پر کوئی فتنہ مرتب نہ ہو سکتا ہو۔^{۱۸}

امام ابن حبان رحمہ اللہ اس حدیث کو ان الفاظ سے روایت کرتے ہیں:

[۷۰۷] ”هَذَا خَلْفَكَ فِي أَهْلِكَ بِسُوءٍ فَخُذْ مِنْ حَسَنَاتِهِ“^{۱۹}

”اے مجاہد! یہ شخص تیرا برا جانشین تھا لہذا تو جس قدر چاہے اس کی نیکیوں میں سے لے لے۔“

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا :

- ① جس شخص کے پاس جہاد کرنے کے اخراجات نہ ہوں۔ اس شخص پر معذور اور مریض کی طرح جہاد نہ کرنے کی صورت میں کوئی حرج نہیں۔ بشرطیکہ وہ نیک نیت رکھنے والا ہو اور اللہ و رسول کا سچا خیر خواہ ہو۔ اسی طرح جو جہادی سفر سواری کے بغیر ممکن نہ ہو اور مجاہد کے پاس سواری نہ ہو وہ شخص بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں گناہ گار نہیں۔ بشرطیکہ جہاد کے لئے خالصتاً دلی ارادہ رکھتا ہو۔
- ② کسی دوسرے آدمی کو جہاد کیلئے ساز و سامان اور جہاد کا خرچہ فراہم کر دینے سے اس دوسرے آدمی کے لئے طاقت نہ ہونے کی مجبوری اور عذر ختم ہو جاتا ہے۔ اور جہاد بدستور واجب ہو جاتا ہے۔
- ③ معذور اور بے بس لوگ بھی مجاہدین کے اجر میں برابر حصہ دار ہوتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ جہاد چھوڑنے والے اور جہاد سے پہلو تہی اختیار کرنے والے نہ ہوں۔ بلکہ ان کے دل میں جہاد کرنے کا پختہ ارادہ ہو اور جہاد کی مکمل تیاری اور ٹریننگ ہو۔
- ④ نیک کام کی طرف راہنمائی کرنے والا نیک کام کرنے والے کی طرح برابر کا

۱۸ شرح النووی: ۱۳۶/۲

۱۹ صحیح ابن حبان = کتاب السیر: باب فضل الجہاد / ذکر البیان بان هذا الفعل يكون لمن خلف لأهل الغازی بِشَرٍّ،

شریک ہے۔ لیکن نیکی کرنے والے کے لئے کئی کئی گناہ اجر بڑھا دیئے جانے کے جو وعدے ہیں وہ صرف اسی کے لئے ہیں۔ لہذا عمل کرنے والے اور نیک عمل کی طرف راہنمائی کرنے والے کے اجر میں ”اجر حقیقی“ اور ”اجر مثل“ کا فرق ضروری ہوگا۔ ایک یہ بات معلوم ہوئی کہ جیسے روزہ افطار کرانے والا روزہ رکھنے والے کے بقدر اجر حاصل کرنے کے باوجود خود روزہ رکھنے کا پابند رہتا ہے۔ روزہ افطار کرانے سے روزہ نہ رکھنے کی رخصت نہیں مل جاتی۔ اسی طرح مجاہد اور غازی کو جہاد کا خرچہ اور دیگر اسباب مہیا کرنے والے نیز مجاہدین کے اہل خانہ کی خیر خواہی کے ساتھ نگرانی کرنے والے کو اگرچہ مجاہدین کی طرح اجر ملتا ہے۔ اس کے باوجود اس کو بذات خود عملاً جہاد نہ کرنے کی رخصت نہیں مل جاتی۔

- ⑤ قبیلہ بنو اسلم کے نوجوان والی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین رسول اللہ ﷺ کے احکام پر عمل پیرا ہونے میں بہت جلدی دکھایا کرتے تھے اور ان کے نزدیک خبر واحد (ایک شخص کی خبر) دین میں حجت تھی۔
- ⑥ میدان جہاد میں عملاً جہاد کرنے کے لیے تین اہم ارکان ہوتے ہیں:
- ① غازی اور مجاہد۔

- ② غازی کو سامان سفر، وسائل، اسباب اور اسلحہ وغیرہ سے لیس کرنے والا معاون۔
- ③ مجاہد کے اہل و عیال میں خیر خواہی کے ساتھ نگرانی اور جانشینی کرنے والا۔ اس وجہ سے تینوں کو مجاہد اور غازی قرار دیا گیا۔

- ④ امیر المومنین اور امیر جہاد کے فرائض میں شامل ہے کہ مجاہدین کے اہل و عیال کی مناسب نگہداشت اور حفاظت کا انتظام کرے، ان کی مالی ضروریات کی کفالت کرے وقتاً فوقتاً ان سے ملاقات کرے اور ان کی حوصلہ افزائی کا بالواسطہ و بلا واسطہ اہتمام کرتا رہے۔ وہ مجاہدین غازی ہوں یا شہداء۔

- ⑤ میدان کارزار میں ہونے والے جہاد کی مختلف ذمہ داریاں ہیں۔ امیر کو چاہئے کہ ان فرائض و ذمہ داریوں کو مناسب طریقے سے لوگوں پر تقسیم کرے۔ تاکہ ہر فرد عملاً جہاد میں شریک ہو سکے۔

- ⑨ مجاہدین کی عورتیں پیچھے رہنے والے مسلمانوں کے لیے ان کی حقیقی ماؤں کی مثل قابل احترام ہیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنی ماؤں کی مثل ان کے ساتھ نیکی واحسان، نصیحت وخیرخواہی اور خدمت وتعاون کا معاملہ کریں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ جیسے ماں رشتے میں حرام ہوتی ہے اسی طرح وہ بھی حرام ہے۔ لہذا پردے کے احکام اور اجنبی عورت کے ساتھ خلوت کی حرمت کی اسلامی تعلیمات بدستور ملحوظ رکھی جائیں گی۔
- ⑩ غازی کی تیاری اور غازی کے اہل خانہ کی جانشینی کے مختلف مراتب ہیں۔ لہذا جس قدر کوئی تعاون اور جانشینی و نگرانی کا حق ادا کرے گا اسی قدر اجر وثواب پائے گا۔
- ⑪ مجاہد فی سبیل اللہ کے اہل وعیال کے ساتھ بدعہدی اور خیانت کرنا آخرت میں تمام نیک اعمال کے ضائع ہو جانے کا موجب ہے۔ کیونکہ وہ مومن کے پاس اللہ کی تعالیٰ کی امانتیں ہیں۔ جن کی حفاظت و پاسداری اس کا شرعی فریضہ ہے۔
- ⑫ قبیلہ بنی لحيان والی حدیث میں بیٹھے رہنے والے کے لیے خیرخواہی کے ساتھ نگرانی کرنے کی شرط عائد کی گئی ہے۔ اس سے بہت سارے اصول ومسائل کا پتہ چلتا ہے۔ مثلاً عملی طور پر جہاد کرنے والے اور ان کے اہل وعیال کے نگران دونوں ہی جہادی عمل کے لازمی جزء ہیں۔ مجاہدین کے قاسمقام اور جانشین ان کے اہل وعیال میں خیرخواہی کے ساتھ حفاظت کرنے کے پابند ہیں۔

((..... ❀❀❀❀❀.....))

جہاد بالمال

جہاد کی اقسام مختلف اعتبار سے:

جن چیزوں کے ذریعہ جہاد کیا جاتا ہے، اس اعتبار سے جہاد کی درج ذیل تین اقسام ہیں:

۱ زبان کے ذریعے جہاد

۲ مال کے ذریعے جہاد

۳ جان کے ذریعے جہاد

جن لوگوں کے ساتھ جہاد کیا جاتا ہے، اس اعتبار سے جہاد کی مندرجہ ذیل چار اقسام ہیں:

۱ کافروں اور مشرکوں کے ساتھ جہاد۔

۲ یہود، نصاریٰ اور آتش پرستوں کے ساتھ جہاد۔

۳ منافقوں کے ساتھ جہاد۔

۴ برائی کو ختم کرنے کے جذبے کے تحت فاسقوں اور فاجروں کے ساتھ جہاد۔

اگر جہاد کو مجاہدہ کے معنی میں لیا جائے تو جہاد کی مزید دو اقسام بن جاتی ہیں مجاہدہ کا معنی

ہے کہ خود کو اطاعت الہی پر مجبو کرنا اور معصیت الہی سے دور رکھنا۔ جہاد کی بمعنی مجاہدہ

درج ذیل دو اقسام ہیں:

۱ اپنے نفس کے ساتھ جہاد۔

۲ شیطان کے ساتھ جہاد۔

جن کی خاطر جہاد کیا جاتا ہے، اس اعتبار سے جہاد کی کل چھ اقسام ہیں:

۱ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا۔

۲ بے بس لوگوں کی خاطر جہاد کرنا۔

۳ مسلم علاقوں اور اسلامی ممالک کے تحفظ، کفار کے قبضہ اور تسلط سے آزادی کی

خاطر جہاد کرنا۔

۴) اپنے مال کی خاطر قتال کرنا۔

۵) اپنی جان کو بچانے اور محفوظ رکھنے کی خاطر جہاد کرنا۔

۶) اپنی عزت و آبرو کو بچانے کی خاطر جہاد کرنا۔

اس باب میں صرف جہاد بالمال یا انفاق فی سبیل اللہ پر بحث کی جائے گی اور اسی کے ضمن میں غازی کو جنگی ساز و سامان فراہم کرنے اور غازی کے اہل و عیال کی نگہداشت و خیر خواہی کرنے کے موضوعات پر بھی روشنی ڈالی جائے گی۔ باقی تمام اقسام کے بارے ان سے متعلق ابواب کا مطالعہ کیجئے۔

مالی جہاد کی اہمیت و مرتبہ:

آلات حرب و ضرب کی تیاری، قوت و طاقت کا انحصار اور رباط الخیل (یعنی گھوڑے باندھ رکھنا) وغیرہ جہاد کی تیاری کے مختلف مراحل تو خاص طور پر جہاد بالمال سے ہی وابستہ ہیں۔ مالی اعتبار سے کمزور یا انفاق فی سبیل اللہ میں بخل سے کام لینے والی کوئی امت بھی جان کے ساتھ جہاد کرنے کے باوجود اصل مقاصد کو حاصل کرنے میں کبھی کامیاب و کامران نہیں ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ نے قرآن مجید میں جگہ جگہ جانی جہاد کے ساتھ مالی جہاد کا ذکر فرمایا ہے۔ اپنے رسول ﷺ کی نصرت و حمایت اور دین اسلام کی بلندی کے مقاصد کی تکمیل پر اہل اسلام کو ابھارتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

[۷۰۸] ﴿انْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ط

ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۷۰۹﴾ [التوبة=۹: ۷۰۹]

”ہر حالت میں نکل پڑو خواہ ہلکے ہوں یا بوجھل (یعنی خواہ تم کمزور ہو یا قوی، تنگدست ہو

یا خوشحال، تنہا ہو یا عیالدار، مسلح ہو یا بے ہتھیار) اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ

کی راہ میں جہاد کرو اگر تمہیں معلوم ہو تو یہی طریقہ تمہارے لئے سب سے بہتر ہے۔“

سورۃ التوبہ کے آخر میں شہادت پانے والوں کے لئے عظیم الشان انعام و اکرام اور جنت کی لازوال نعمتوں کے پختہ وعدوں کی خوشخبریاں سناتے ہوئے ان کی قربانیوں کو دو حصوں میں تقسیم فرمایا ہے:

[۷۰۹] ﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةُ﴾ [التوبة=۹: ۷۱۱]

”اللہ تعالیٰ نے ایمانداروں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لئے ہیں اور ان کے عوض ان کو جنت عطا فرمادی ہے (جانی و مالی دونوں قسموں کی قربانی کے بدلے جنت)۔“

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آیت: ۴۱ میں مالی جہاد کو جانی جہاد پر مقدم رکھا ہے۔ کیونکہ ترتیب کے اعتبار سے بھی جہاد کے لئے خرچ کئے ہوئے اموال کو ہی اولیت حاصل ہے۔ یہ جانی جہاد کی لازمی شرط ہے۔ اسی لئے آلات حرب و ضرب کی تیاری قوت و طاقت کا بندوست کرنا اسلحہ سے مسلح ہونا اور گھوڑے وغیرہ باندھ رکھنا امت کے ہر فرد پر ضروری قرار دیا گیا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

[۷۱۰] ﴿وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ﴾ [الانفال=۸: ۶۰]

”کافروں کے لئے جس قدر ممکن ہو قوت تیار رکھو۔“

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جہاد کی تیاری کا فریضہ سب کے لئے لازمی ہے۔ کوئی بھی عاقل، بالغ اور استطاعت رکھنے والا مرد اس سے بری الذمہ نہیں ہو سکتا۔

سورۃ التوبہ کی آیت: ۱۱۱ میں جانی جہاد کو اولیت دی ہے کیونکہ یہاں جہاد کے معاوضے اور بدلے کا بیان ہے، یہ بات ظاہر و عیاں ہے کہ جان کی قربانی بہر صورت مالی قربانی سے مشکل اور عظیم تر ہے۔ یہ بات تو سب جانتے ہیں کہ معاوضہ بقدر محنت ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنا اور جنگ کرنا واجب ہے:

فرمان الہی ہے:

[۷۱۱] ﴿أَمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَأَنْفَقُوا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُسْتَخْلِفِينَ فِيهِ ۖ فَالَّذِينَ

أَمِنُوا مِنْكُمْ وَأَنْفَقُوا لَهُمْ أَجْرٌ كَبِيرٌ﴾ [الحديد: ۵۷: ۷]

”اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس مال میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرو جس کا اس نے تمہیں وارث بنایا ہے۔ چنانچہ جو ایمان لے آئیں اور اللہ کی راہ میں خرچ کریں تو ان کے لئے بڑا اجر و ثواب ہے۔“

مزید فرمایا ہے:

[۷۱۲] ﴿وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ لَا

يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ۚ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ

انْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَاقْتُلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿۱۰﴾

[الحديد = ۱۰: ۵۷]

”اور کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں مال خرچ نہیں کرتے۔ جبکہ آسمانوں اور زمین کی میراث صرف اللہ کے لئے ہے (لہذا مال تو اسی کا ہے)۔ جن لوگوں نے تم میں سے فتح مکہ سے قبل مال خرچ کیا اور قتال کیا وہ دوسروں کے برابر نہیں ہو سکتے۔ بلکہ وہ ان لوگوں سے درجہ میں بہت بڑے ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد مال خرچ کیا اور کافروں سے قتال کیا اور اللہ نے ان سب کے ساتھ جنت کا وعدہ فرما لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی خبر رکھنے والا ہے۔“

اکثر علماء اسلام کا کہنا ہے کہ آیت ۱۰ میں ”قَبْلِ الْفَتْحِ“ سے مراد فتح مکہ سے پہلے ہے۔ مگر امام زہری رحمۃ اللہ علیہ اور امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ اس سے ”فتح حدیبیہ سے پہلے“ مراد لیتے ہیں۔ البتہ اکثر علماء والا قول ہی صحیح اور مدلل ہے۔

یعنی ”جس نے فتح (مکہ) سے قبل خرچ کیا اور جنگ کی۔“ [الحديد = ۱۰: ۵۷] سے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔ جیسا کہ دلائل سے ثابت ہے کہ فتح مکہ سے قبل مالی و جانی جہاد کرنے میں ان کا کوئی ثانی اور ہم پلہ نہیں تھا۔ اسی لئے صحابہ کرام نے آپ کو خلافت و امارت کے لئے اولیت دی اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سمیت تمام اہل بیت نے ان کے ساتھ اتفاق کیا۔ حتیٰ کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اعلان فرمایا کہ جو شخص مجھے ابو بکر رضی اللہ عنہ پر فضیلت دے گا میں اس شخص پر تہمت کی حد یعنی اسی کوڑے اور ہمیشہ کے لئے اس کی گواہی کو مسترد کرنے کے احکامات جاری کروں گا۔“ ۱

تاہم سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ بھی بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے اور کافروں سے جنگ کرنے میں فتح مکہ سے قبل پیش پیش تھے۔ لہذا اس تنگ حالی اور سخت غربت کی حالت میں دین حق کی حمایت میں سبقت لیجانے والے تمام مسلمانوں کو بلند درجات پر فائز فرمایا گیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ابتدائی دور میں اور بعد میں جانی اور مالی جہاد کرنے والے مجاہدوں کے دنوں گروہوں کے ساتھ جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔ نیز مالی جہاد

کی ترغیب کا ایک حکیمانہ اسلوب اختیار فرمایا کہ میری راہ میں خرچ کیا ہوا مال گویا ایک قرض حسنہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

[۷۱۳] ﴿مَنْ ذَا الَّذِي يُقرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضِعْفَهُ لَهُ وَلَهُ أَجْرٌ كَرِيمٌ﴾

[الحديد=۵۷: ۱۱]

”کون شخص ہے جو اللہ کو قرض حسن دے، پس اللہ تعالیٰ اس کو کئی گنا بڑھادے گا اور اس کے لئے عزت والی روزی ہے۔“

بخل کی پرزور مذمت:

نازل ہونے کے اعتبار سے سورۃ الحديد کی طرح سورۃ محمد (جس کا دوسرا نام سورۃ القتال بھی ہے) آخری سورتوں میں شامل ہے۔ یہ دونوں سورتیں بالاتفاق مدنی ہیں۔^۱ سورۃ القتال میں جہاد و قتال فی سبیل اللہ کے نازل شدہ آخری احکام ہیں اور منافقین کی اسلام کے خلاف چال بازیوں اور مکاریوں کی تفصیل ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کفار اور مشرکین کے ساتھ سخت جنگ کرنے (انکی گردنیں اڑانے) اور دین الہی کی نصرت و حمایت کرنے پر ابھارتا ہے۔ اس میں پرہیزگار مجاہدین کے لئے آخرت کی نعمتوں کے وعدے ہیں۔ کفار و مشرکین کے لئے عذاب اور سخت پکڑ کی ڈانٹیں ہیں۔ جہاد کے بعض دیگر احکام اور مسائل کی تفصیلات ہیں اور سورت کے آخر میں انفاق فی سبیل اللہ (جہاد فنڈ) کی اہمیت و ضرورت پر زور دیا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

[۷۱۴] ﴿هَآئِنْتُمْ هَآؤَلاءِ تَدْعُونَ لِتُنْفِقُوا فِی سَبِيلِ اللَّهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَنْ یَبْخُلُ ۚ وَمَنْ یَبْخُلْ فَإِنَّمَا یَبْخُلْ عَنِ نَفْسِهِ ۗ وَاللَّهُ الْغَنِیُّ ۖ وَأَنْتُمْ الْفُقَرَاءُ ۚ وَإِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبَدِلْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ لَا تُمْ لَا یُکُونُوا أَمْثَالُكُمْ ۝﴾

[القتال=۴۷: ۳۸]

”ہاں سن لو کہ تم وہ لوگ ہو جن کو اللہ کی راہ میں (جہاد فنڈ کی مد میں) مال خرچ کرنے کے لئے پکارا جاتا ہے تو بعض تم میں سے بخل کرتے ہیں اور جو کوئی بخل کرے گا تو اپنے نفس سے کرے گا (یعنی نقصان اسی کا ہوگا)۔ اور اللہ تعالیٰ تو سب سے بے نیاز ہے اور تم سب فقیر اور محتاج ہو۔ اور اگر تم (اطاعت سے) انحراف کرو گے۔ تو اللہ تمہاری جگہ کوئی

دوسری قوم بدل لے گا اور پھر وہ تمہاری مثل (نافرمان) نہ ہوں گے۔“

اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہترین اجر و ثواب کا وعدہ:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

[۷۱۵] ﴿وَمَا تَنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفِّ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ﴾

[الأنفال = ۸: ۶۰]

”(مسلمانو!) تم اللہ کی راہ میں (اسباب جہاد اور آلات جنگ کی تیاری کے لئے) جو کچھ بھی (قلیل یا کثیر) خرچ کرو گے تو تمہیں پورا پورا بدلہ لوٹا دیا جائے گا۔ اور تمہارے ساتھ کوئی ظلم نہ ہوگا۔“

سورۃ الأنفال کی آیت: ۶۰ میں اللہ تعالیٰ تمام مومنوں کو مخاطب کر کے حکم دیتے ہیں:

[۷۱۶] ﴿وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ.....﴾ [الأنفال = ۸: ۶۰]

”کافروں کے لئے جس قدر تم سے ممکن ہے طاقت تیار رکھو.....“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کے خلاف اپنی پوری تیاری کرنے، گھوڑے پالنے اور باندھ کر رکھنے کا عام حکم دیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی قتال فی سبیل اللہ میں آلات جنگ کی تیاری کیلئے پہلی شرط یعنی مال و دولت کی فراہمی پر بھرپور ترغیب دی ہے۔ جس کا مطلب واضح ہے کہ اگر جہاد فنڈ ہوگا تو پھر جہاد کیلئے اسلحہ اور دیگر ضروریات فراہم ہوں گی اور مزید براں اللہ تعالیٰ نے اس قرض حسن کی پورے پورے، بہتر اور کئی گنا زیادہ اضافے کے ساتھ بدلے کا یقین دلایا ہے۔

سورۃ انفال بھی (جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے) پوری کی پوری جہادی سورت ہے۔ اس میں جہاد سے متعلق احکام، مسائل، بصیرتیں اور عبرتیں ہیں۔ غزوہ بدر کے حالات و واقعات، ثمرات و نتائج، اس عظیم معرکہ کے دوران پیش آنے والے متعدد دینی مسائل اور دینی مہمات کا ایک جامع تذکرہ ہے۔

چنانچہ اس سورت کے موضوعات، سیاق و سباق اور الفاظ و کلمات کو ملحوظ رکھنے کے بعد اس امر میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ ”انفاق فی سبیل اللہ“ کا ظاہری اور شرعی معنی جہاد کے لئے خرچ کرنا (یعنی مالی جہاد) ہے اور اس کی تائید سورۃ التوبہ کی درج ذیل آیت سے

بھی ہوتی ہے:

[۷۱۷] ﴿وَلَا يُنْفِقُونَ نَفَقَةً صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً وَلَا يَقْطَعُونَ وَادِيًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ

لِيَجْزِيََهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ [التوبة = ۹: ۱۲۱]

”اور وہ (مجاہدین) اللہ کی راہ میں کوئی چھوٹا یا بڑا خرچ نہیں کرتے اور نہ کسی وادی کو طے کرتے ہیں مگر اس کے بدلے میں ان کے لئے نیک عمل لکھا جاتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو انکے سب سے بہترین عمل (یعنی جہاد) کا بدلہ عطا فرمائے۔“

مذکورہ بالا آیت کا سابقہ آیت کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ جس میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خاطر جہاد کرنے والے (اللہ کی راہ میں) کوئی بھوک، پیاس، محنت اور مشقت برداشت نہیں کرتے اور نہ کافروں کی کسی وادی کو طے کرتے ہیں اور نہ دشمن سے کچھ حاصل کرتے ہیں۔ مگر اس کے بدلے میں ان کیلئے نیک عمل لکھ دیا جاتا ہے۔“

اصول فقہ کا مشہور قاعدہ ہے کہ ”الْمَعْطُوفُ فِي حُكْمِ الْمَعْطُوفِ عَلَيْهِ“ یعنی ”معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے۔“ سابقہ آیت: ۱۲۰ کا حکم معطوف علیہ ہے جبکہ مذکورہ بالا آیت: ۱۲۱ کا حکم معطوف ہے۔

آیت: ۱۲۰ میں ﴿فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ سے مراد ”جہاد فی سبیل اللہ“ ہے۔ اسی طرح آیت: ۱۲۱ میں [۷۱۸] ﴿وَلَا يُنْفِقُونَ نَفَقَةً صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً﴾ سے مراد بھی ”جہاد بالمال“ ہی ہے۔ ﴿فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ کا اگرچہ ایک وسیع اور عام مفہوم بھی موجود ہے جس میں جہاد کے علاوہ دوسرے مصارف صدقات بھی شامل ہیں۔ جیسا کہ سورۃ البقرہ کی آیات: ۲۶۱، ۲۶۲ وغیرہ میں مذکور ہے۔ لیکن جب یہ الفاظ دیگر مصارف کے مقابلہ میں استعمال ہوں یا پھر الفاظ یا معانی میں جہاد و قتال کا اشارہ یا کنایہ، ”تذکرہ موجود ہو تو اس وقت اس کا فوری طور پر سمجھ آنے والا ظاہری اور شرعی معنی صرف جہاد فی سبیل اللہ ہی ہے اور اس انفاق فی سبیل اللہ کا مصرف فقط مجاہدین ہی ہیں۔ اس کے مزید دلائل درج ذیل بحث میں ملاحظہ ہوں:

اللہ کی راہ میں رکے ہوئے تنگ دست مہاجرین اور مجاہدین:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۷۱۹] ﴿لِلْفَقْرِ آءِ الَّذِينَ أُخْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ

يَحْسِبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ [البقرة=۲: ۲۷۳]

”صدقات ان فقراء کا حق ہے جو اللہ کی راہ میں (جہاد یا تعلیم دین کے لئے) رکے ہوئے ہیں — گھرے بیٹھے ہوئے ہیں — زمین میں چلنے پھرنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ بے خبر جاہل ان کو سوال نہ کرنے کی وجہ سے دولت مند خیال کرتا ہے۔“

© امام قرطبی رحمہ اللہ اور حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

آیت میں جن فقراء کا ذکر کیا گیا ہے ان سے مراد ہجرت کرنے والے تنگ دست لوگ ہیں جو ہجرت کر کے اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی طرف آگئے تھے۔ وہ اصحاب صفہ تھے۔ جو مسجد نبوی کے ساتھ عام سطح زمین سے ذرا بلند جگہ پر قیام پذیر تھے۔ صدقات کے مال میں ان کے مستحق ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں رکے بیٹھے ہیں۔ ”زمین پر چلنے پھرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔“ سے مراد یہ ہے کہ وہ روزی کمانے کے لئے سفر نہیں کر سکتے۔ کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کیلئے ہجرت کر کے پابند ہو گئے ہیں۔ یا یہ معنی ہے کہ وہ جہاد فی سبیل اللہ کے معاملات میں مصروف ہیں۔ ۲

اس تفسیر و تشریح کی تائید سورۃ الحشر کی مندرجہ ذیل آیت بھی کرتی ہے:

[۷۲۰] ﴿لِلْفُقَرَاءِ الْمُهْجَرِينَ الدِّينِ أُخْرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ۝﴾

[الحشر=۵۹: ۸]

”اموال (مال فنی یا مال غنیمت) ان فقیر مہاجروں کا حق ہیں جو اپنے شہروں اور مالوں سے نکال دیئے گئے ہیں۔ وہ اللہ کا فضل اور اس کی رضا مندی تلاش کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی (جہاد کے ساتھ) نصرت و حمایت کرتے ہیں بس وہی لوگ سچے مومن ہیں۔“

سورۃ البقرہ میں اللہ کی راہ میں رکے ہوئے جن فقراء کا ذکر تھا سورۃ الحشر کی مذکورہ بالا آیت نے ان کی وضاحت کر دی ہے کہ وہ ایسے تنگ دست ہجرت کرنے والے ہیں۔ جنہوں نے اللہ کی خاطر اپنا علاقہ اور وطن، دولت اور جائیداد کو خیر باد کہہ کر اللہ اور رسول کی طرف ہجرت کی۔ دنیا کی ہر چیز سے الگ تھلگ ہو کر اللہ کی راہ میں دین سیکھنے، سکھانے اور دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرنے کے لئے رکے ہوئے ہیں۔ وہ اسلام کے دشمنوں کا فروں اور مشرکوں سے جہاد

کرنیکی وجہ سے کاروبار اور روزگار سے الگ ہیں۔

ترمذی کی حدیث کے مطابق یہ تنگ دست مہاجرین ’اصحاب صفہ‘ تھے۔ جن پر پاکیزہ مال خرچ کرنے کی ترغیب دلانے کیلئے سورۃ البقرہ کی درج ذیل آیت نازل ہوئی:

[۷۲۱] ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ﴾ [البقرہ = ۲: ۲۶۷]

”اے ایمان لانے والو! ان پاکیزہ مالوں میں سے خرچ کرو جو تم نے کمائے ہیں.....“^۴

امام بخاری، امام مسلم اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہم نے ”أَبْوَابُ الزُّهْد“ میں سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے۔ کہ میں سب سے پہلا شخص ہوں جس نے اللہ کی راہ میں تیرا ندازی کی اور اللہ کی راہ میں (کافر کا) خون بہایا۔ میں اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اس جماعت میں شامل تھا جن کو کھانے کے لئے درختوں کے پتے، کیکر کے چھلکے اور جھاؤ کے درخت کے سوا کچھ نہ ملتا تھا۔ حتیٰ کہ ہم میں سے ایک شخص بکری کی طرح خشک میڭنیاں کرتا تھا۔“^۵

قرآن مجید کی آیت: [۷۲۲] ﴿لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ﴾ [الحشر = ۵۹: ۸] کی طرح امام بخاری، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما کی روایت اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ بالا دونوں صحیح احادیث سے بھی صاف واضح ہو رہا ہے کہ ان رکے ہوئے فقراء سے مراد مہاجرین اور مجاہدین اسلام ہیں۔ سورۃ التوبہ کی آیت: ۶۰ میں صدقات و زکوٰۃ کے آٹھ مصارف ذکر کئے گئے ہیں۔ اس آیت کو اگر ملحوظ نظر رکھا جائے۔ تو یہ بات سمجھنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی کہ ”اللہ کی راہ میں رکے ہوئے لوگوں“ کا شرعی اور حقیقی مطلب یہی ہے کہ ان سے مراد مہاجرین اور مجاہدین فی سبیل اللہ ہی ہیں۔

الفاظ فی سبیل اللہ کی شرعی حقیقت:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[۷۲۳] ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَمِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ

۴ ملاحظہ ہو صحیح الترمذی = ابواب تفسیر القرآن : باب و من سورۃ البقرۃ، الحدیث: ۲۳۸۹

۵ ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب الرقاق : باب کیف کان عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم و أصحابہ و تخیلہم من الدنیا الحدیث: ۶۰۸۸ + صحیح مسلم = فی أوائل کتاب الزہد والرقائق الحدیث: ۲۹۶۶ + صحیح الترمذی = أبواب

الزہد باب ما جاء فی معیشۃ أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث: ۱۹۲۸

وَفِي الرِّقَابِ وَالْغُرْمَيْنِ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ ط فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ ط وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٦٠٩﴾ [التوبة= ۶۰۹]

”صدقات و خیرات صرف فقراء، مساکین، صدقہ کے جمع کرنے والے افراد، نو مسلم افراد کی حوصلہ افزائی، گردنیں آزاد کرانے، (یعنی غلاموں کی آزادی کے لئے) مقروض لوگوں، مجاہدوں اور مسافروں کا حق ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے مقررہ قانون ہے اور اللہ تعالیٰ علیم و حکیم ہے۔“

◎ امام بخاری رحمہ اللہ کتاب الزکوٰۃ کے عنوان ”باب قول اللہ تعالیٰ: [۷۲۴] ﴿وَفِي الرِّقَابِ وَالْغُرْمَيْنِ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ میں رقمطراز ہیں:

[۷۲۵] « وَ يُذَكَّرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يُعْتَقُ مِنْ زَكَاةِ مَالِهِ وَ يُعْطَى فِي الْحَجِّ وَ قَالَ الْحَسَنُ رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ [۷۲۶] يُعْطَى فِي الْمُجَاهِدِينَ وَالَّذِي لَمْ يَحْجَّ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [۷۲۷] « إِنَّ خَالِدًا أَحْبَبَسَ أَذْرَاعَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ » وَ يُذَكَّرُ « عَنْ أَبِي لَاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ [۷۲۸] حَمَلْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى إِبِلِ الصَّدَقَةِ لِلْحَجِّ » ۱

”سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ اپنے مال کی زکوٰۃ میں سے غلام آزاد کرے اور حج کیلئے دے۔ امام حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ زکوٰۃ مجاہدین کو دے اور جس نے حج نہیں کیا اسے دے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنی تمام زرہیں ”فی سبیل اللہ“ وقف کردی ہیں ابو لاس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں حج کرنے کے لئے صدقہ کے اونٹوں پر سوار کیا۔“

امام بخاری رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول اور ابو لاس رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ ﷺ سے مروی حدیث کو ”وَ يُذَكَّرُ“ کے لفظ سے بیان کیا ہے اور وہ بھی سند کے بغیر۔ جبکہ اس کے بالمقابل درج ذیل حدیث کو رسول اللہ ﷺ سے باقاعدہ سند کے ساتھ ذکر کیا ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۷۲۹] « أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَدَقَةٍ فَقِيلَ مَنَعَ ابْنُ جَمِيلٍ وَ خَالِدٌ

بُنْ وَلِيدٌ وَ عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلَبِ - فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يُنْقِمُ ابْنُ جَمِيلٍ إِلَّا أَنَّهُ كَانَ فَقِيرًا فَأَغْنَاهُ اللَّهُ وَ رَسُولُهُ وَ أَمَّا خَالِدٌ فَإِنَّكُمْ تَظْلُمُونَ خَالِدًا قَدْ اخْتَبَسَ آذْرَاعَهُ وَاعْتَدَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَ أَمَّا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلَبِ فَعَمَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهِيَ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ وَ مِثْلُهَا مَعَهَا ۝

”رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے صدقات وصول کرنے کا حکم دیا تو آپ کو بتایا گیا کہ ابن جمیل، خالد بن ولید اور عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہم نے صدقہ ادا نہیں کیا۔ جس پر نبی ﷺ نے فرمایا: ابن جمیل صدقہ دینا اس لئے ناپسند کرتا ہے کہ وہ ایک فقیر اور محتاج شخص تھا پھر اللہ نے اور اس کے رسول نے (مال غنیمت کے ساتھ) اسے غنی کر دیا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ تم صدقہ طلب کر کے ظلم کرتے ہو کیونکہ اس نے تو اپنی زرہیں اور تمام جنگی سازو سامان اللہ کے راستے میں وقف کر دیئے ہیں۔ عباس بن عبدالمطلب تو رسول اللہ ﷺ کے چچا ہیں لہذا یہ مال اور اس کے برابر مزید مال ان پر صدقہ کر دیا جاتا ہے۔“

”أَدْرَاعٌ“ دِرْعُ کی جمع ہے۔ دِرْعُ کا معنی زرہ ہے۔ أَعْتَدُ عَتَدٌ کی جمع ہے۔ عَتَدُ اس اسلحہ وغیرہ کو کہتے ہیں جو جنگ کیلئے تیار کیا جاتا ہے ”احتبس“ أَوْقَفَ کے معنی میں ہے۔ أَوْقَفَ کا معنی ہے وقف کرنا۔ لہذا یہ صحیح حدیث اس بات کی دلیل ہے ﴿فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ کا فوری سمجھ آنے والا حقیقی اور شرعی معنی ”فِي سَبِيلِ الْجِهَادِ“ ہے۔ (یعنی جہاد کے لیے) ◎ امام قرطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

﴿وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ هُمُ الْغَزَاةُ وَ مَوْضِعُ الرِّبَاطِ يُعْطَوْنَ مَا يُنْفَقُونَ فِي غَزْوِهِمْ كَانُوا أَغْنِيَاءَ أَوْ فَقَرَاءَ - وَ هَذَا قَوْلُ أَكْثَرِ الْعُلَمَاءِ وَ هُوَ تَحْصِيلُ مَذْهَبِ مَالِكٍ ۝
سورۃ التوبہ کی آیت نمبر: ۶۰ میں وارد الفاظ ﴿وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ سے مراد جنگ کرنے والے مجاہدین اور گھوڑے باندھنے اور سرحدوں پر مورچہ بندی کے مقامات ہیں۔ جن کو جہاد کیلئے صدقات کی رقم میں سے دیا جائے۔ خواہ وہ غنی ہوں یا فقیر۔ اکثر علماء کا یہی قول ہے اور امام مالک کے مذہب کا لب لباب بھی یہی ہے۔“

۷ صحیح البخاری = کتاب الزہد: باب قول اللہ تعالیٰ ﴿وَفِي الرِّقَابِ.....﴾، الحدیث: ۱۳۹۹ + صحیح مسلم = کتاب

الزَّكَاةُ : باب فی تقدیم الزَّكَاةِ ومنعہا ، الحدیث: ۹۸۳

© حافظ ابن کثیر رقمطراز ہیں:

”وَأَمَّا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَمِنْهُمْ الْغُرَاةُ الَّذِينَ لَا حَقَّ لَهُمْ فِي الدِّيَّانِ وَ عِنْدَ الْإِمَامِ أَحْمَدُ وَالْحَسَنُ وَ إِسْحَاقُ وَالْحَجَّ مِنْ سَبِيلِ اللَّهِ لِلْحَدِيثِ“^۱

”فی سبیل اللہ میں وہ غازی شامل ہیں، جن کا رجسٹر محکمہ میں کوئی مقررہ وظیفہ نہ ہو۔ امام احمد، حسن بصری اور اسحاق کے نزدیک حج بھی ایک حدیث کے مطابق ”فی سبیل اللہ“ میں شامل ہے۔“ پھر دونوں مفسر: ابن کثیر اور قرطبی اکثر علماء کے قول کی تائید میں رسول اللہ ﷺ کی سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی درج ذیل حدیث ذکر کرتے ہیں:

[۷۳۰] « لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِلْغَنِيِّ إِلَّا لِخَمْسَةِ لِعَازٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ لِعَامِلٍ عَلَيْهَا أَوْ لِعَارِمٍ أَوْ لِرَجُلٍ اشْتَرَا بِمَالِهِ أَوْ لِرَجُلٍ لَهُ جَارٌ مَسْكِينٌ فَتُصَدَّقَ عَلَى الْمَسْكِينِ فَاهْلَاهَا الْمَسْكِينُ لِلْغَنِيِّ»^۲

”پانچ آدمیوں کے سوا کسی غنی شخص کیلئے صدقہ حلال نہیں ہے:

① غازی فی سبیل اللہ۔

② صدقات کی وصولی پر مقرر کیا ہوا شخص۔

③ مقروض۔

④ جو شخص صدقہ کی چیز کو اپنے مال کے ساتھ خرید لے۔

⑤ جس کا کوئی مسکین پڑوسی ہو اور اس مسکین پر صدقہ کیا جائے۔ پھر وہ صدقہ کی

چیز یا رقم کسی غنی کو بطور ہدیہ دے دے۔

© امام قرطبی رحمہ اللہ تحریر کرتے ہیں:

امام ابو حنیفہ اور ان کے دونوں شاگرد امام ابو یوسف اور امام محمد کا یہ موقف ہے کہ غازی کو صرف فقیر ہونے کی صورت میں صدقہ دیا جاسکتا ہے۔ یہ موقف قرآن کی آیت پر اپنی طرف سے اضافہ کرنے کے مترادف ہے اور مذکورہ بالا صحیح حدیث کے بالکل خلاف ہے۔ جبکہ خود امام موصوف کے نزدیک قرآن وحدیث کے کسی حکم پر اضافہ اس کا منسوخ کرنا ہے۔ ان حنفی آئمہ

۱ تفسیر ابن کثیر: ۲/ ۴۰۳

۲ صحیح أبی داؤد = کتاب الزکاة: باب من يجوز له اخذ الصدقة وهو غني الحديث: ۱۴۴۰ + صحیح ابن ماجہ =

کتاب الزکاة: باب من تحل له الصدقة، الحديث: ۱۶۴۹۱ اس حدیث کو امام مالک رحمہ اللہ نے بھی مؤطا میں نقل کیا ہے۔

کے نزدیک قرآن کو خبر متواتر کے بغیر منسوخ نہیں کیا جاسکتا۔ لہذا اکثر علماء کا مذہب ہی صحیح اور حدیث کے عین مطابق ہے۔ ابن وہب رحمہ اللہ نے امام مالک رحمہ اللہ سے ان کا موقف بیان کیا ہے کہ صدقات میں سے غازیوں اور دیگر جہادی اخراجات (مثلاً گھوڑے باندھنے) پر خرچ کیا جائے وہ غازی فقیر ہوں یا غنی۔^{۱۱}

مالی جہاد کا واجب ہونا اور جاری و ساری رہنا:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۷۳۱] ﴿وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ ۚ وَأَحْسِنُوا إِنَّ

اللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾ [البقرة=۲: ۱۹۰]

”اور اللہ کی راہ میں (جہاد کے لئے) مال خرچ کرو اور (اپنے ہی ہاتھوں سے) اپنی جانوں کو ہلاکت میں مت ڈالو اور احسان کرو یقیناً اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔“

◎ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”التَّهْلُكَةُ“ اور ”هَلَاكٌ“ کا ایک ہی معنی ہے یعنی ہلاکت۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے باقاعدہ سند کے ساتھ روایت ذکر کی ہے کہ مذکورہ بالا آیت جہاد میں مال خرچ کرنے کے بارے میں نازل ہوئی۔^{۱۲}

◎ امام ترمذی نسائی اور ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہم نے اسی آیت کے سبب نزول میں لکھا ہے، ابو عمران اسلم بیان کرتے ہیں:

[۷۳۲] «كُنَّا بِمَدِينَةِ الرُّومِ (الْقُسْطَنْطِينِيَّةِ) فَاخْرَجُوا إِلَيْنَا صَفًّا عَظِيمًا مِنَ الرُّومِ

فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ مِنَ الْمُسْلِمِينَ مِثْلُهُمْ أَوْ أَكْثَرُ - وَعَلَى أَهْلِ مِصْرَ عَقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ وَعَلَى

الْجَمَاعَةِ فَضَالَةُ بْنُ عُبَيْدٍ - فَحَمَلَ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ عَلَى صَفِّ الرُّومِ حَتَّى دَخَلَ

عَلَيْهِمْ - فَصَاحَ النَّاسُ وَقَالُوا: سُبْحَانَ اللَّهِ يُلْقَى بِيَدِهِ إِلَى التَّهْلُكَةِ - فَقَامَ أَبُو أَيُّوبَ

الْأَنْصَارِيُّ فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّكُمْ لَتَأْوِلُونَ هَذِهِ الْآيَةَ هَذَا التَّأْوِيلُ - وَإِنَّمَا نَزَلَتْ هَذِهِ

۱۱ الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ۱۱۸/۸ + تفسير ابن كثير: ۲/ ۴۰۳

۱۲ ملاحظہ ہو صحيح البخاری = كتاب التفسير / تفسير سورة البقرة: باب ﴿وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾

الْآيَةُ فِينَا مَعْشَرُ الْأَنْصَارِ - لَمَّا أَعَزَّ اللَّهُ الْإِسْلَامَ وَكَثُرَ نَاصِرُوهُ فَقَالَ بَعْضُنَا لِبَعْضٍ سِرًّا دُونَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أَمْوَالَنَا قَدْ ضَاعَتْ وَإِنَّ اللَّهَ قَدْ أَعَزَّ الْإِسْلَامَ وَكَثُرَ نَاصِرُوهُ. فَلَوْ أَقْمَنَّا فِي أَمْوَالِنَا فَأَصْلَحْنَا مَا ضَاعَ مِنْهَا. فَانْزَلَ اللَّهُ عَلَى نَبِيِّهِ يَرُدُّ عَلَيْنَا مَا قُلْنَا ﴿وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ ۛ فَكَانَتْ التَّهْلُكَةُ الْإِقَامَةُ عَلَى الْأَمْوَالِ وَإِصْلَاحُهَا وَتَرْكُنَا الْغَزْوَ - فَمَا زَالَ أَبُو أَيُّوبَ شَاحِصًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ حَتَّى دُفِنَ بِأَرْضِ الرُّومِ ۛ

”ہم روم کے شہر قسطنطنیہ میں مصروف جہاد تھے کہ رومیوں نے ہماری طرف ایک بہت بڑا لشکر نکالا۔ چنانچہ مسلمانوں کی طرف سے بھی اس کے برابر یا زیادہ تعداد میں مجاہدین نکل پڑے۔ اس وقت مصر کے حکمران سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ اور ہماری جماعت کے امیر فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ تھے۔ اسی دوران مسلمانوں میں سے ایک شخص رومیوں کے لشکر پر اکیلا حملہ آور ہوا۔ حتیٰ کہ ان کے درمیان گھس گیا تو لوگوں نے کہا سبحان اللہ! (تجربہ ہے) کہ یہ اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال رہا ہے۔ اسی پر سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بولے کہ لوگو! تم اس آیت کی یہ تاویل کر رہے ہو۔ حالانکہ یہ ہم انصار کے بارے میں اس وقت نازل ہوئی تھی جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت بخشی اور اس کے حامیوں کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی۔ ہم میں سے بعض نے — رسول اللہ ﷺ سے معاملہ خفیہ رکھتے ہوئے — بعض کو یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت و شوکت عطا فرما دی ہے۔ اس کے حامیوں کی تعداد بہت زیادہ ہو چکی ہے۔ اور ہمارے کاروبار جہادی مصروفیت کی وجہ سے ضائع ہو چکے ہیں۔ لہذا کیوں نہ ہم اپنے گھر بار اور کاروبار میں قیام کریں۔ تاکہ اس کے نقصان کی تلافی اور اصلاح کر سکیں۔ تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ”اپنے مال اللہ کی راہ یعنی جہاد فی سبیل اللہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھ ہلاکت میں مت ڈالو۔“ [البقرہ ۲: ۱۹۰] لہذا جانوں کی ہلاکت اور تباہی تو یہ ہے کہ ہم اپنے مویشیوں اور مال و دولت میں رہ کر ان کی نشوونما میں لگ جائیں اور جہاد کو ترک کر دیں۔ ابو عمران اسلم بیان کرتے ہیں کہ اسی بناء ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ گھر سے نکل کر مسلسل جہاد میں مصروف رہے حتیٰ کہ ان کو سرزمین روم کے شہر (قسطنطنیہ) میں دفن کیا گیا۔“

© امام قرطبی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

سیدنا حذیفہ بن یمان اور سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جیسے بڑے بڑے صحابہ کرام عکرمہ، عطا اور مجاہد رحمۃ اللہ علیہم جیسے جلیل القدر تابعین اور اکثریت کا یہی موقف ہے کہ مذکورہ بالا آیت ”اور اپنے ہاتھوں کو ہلاکت کی طرف نہ ڈالو“ کا مفہوم اوپر ذکر کی گئی حدیث کے مطابق یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے مال خرچ کرتے رہو اور ترک جہاد سے اپنی ہلاکت کا انتظام نہ کرو۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا موقف بھی بالکل اس کے مطابق ہے۔ اسی وجہ سے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کے علاوہ کوئی دوسرا معنی بیان نہیں کیا۔^{۱۴} سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۷۳۳] «جَاءَ رَجُلٌ بِنَاقَةٍ مَخْطُومَةٍ فَقَالَ هَذِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكَ بِهَا يَوْمَ الْقِيَمَةِ سَبْعُمِائَةِ نَاقَةٍ كُلُّهَا مَخْطُومَةٌ»^{۱۵}

”ایک شخص ایک نکیل ڈالی ہوئی جو انٹنی لے کر حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ

انٹنی فی سبیل اللہ وقف ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تجھے اس کے بدلے میں

قیامت کے دن سات سو اونٹیاں حاصل ہوں گی جو سب کی سب نکیل والی اور جوان ہوں گی۔“

(نکیل والی جوان اونٹنی) کو اللہ کے راستے میں وقف کرنا اور تمام محدثین کا اس حدیث کو

کتاب الجہاد کے عنوان ”الْأَنْفَقَةُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ“ (اللہ کے راستے میں خرچ کرنا) میں ذکر کرنا

یہ ایسے اشارے اور قرائن ہیں۔ جن سے صاف واضح ہوتا ہے کہ یہ تمام فضائل جہاد کے لئے

خرچ کرنے کے بارے ہی ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا ”هَذِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ“ کا مطلب

”هَذِهِ فِي سَبِيلِ الْجِهَادِ“ ہے۔ یعنی ”اللہ کے راستے میں“ کا مطلب ہے ”جہاد کے لئے“۔

اس کے بعد امام مسلم ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے ہی ایک اور حدیث بیان کرتے ہیں کہ

ایک شخص رسول اللہ کے پاس حاضر ہو کر عرض کرتا ہے کہ میری سواری ہلاک ہو گئی ہے۔ مجھے

^{۱۴} للقرطبی: ۳/ ۲۴۱ + صحیح البخاری = کتاب التَّفْسِيرِ / تفسیر سورة البقرة باب: ﴿وَأَنْفَقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا

بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾..... الحديث: ۴۲۴۴

^{۱۵} صحیح مسلم = کتاب الإمارة: باب فضل الصدقة فی سبیل اللہ و تضعیفها، الحديث: ۱۸۹۲ اس حدیث کو امام نسائی اور

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہما نے بھی نقل کیا ہے۔

جہاد کیلئے کوئی سواری عنایت کیجئے تو آپ ﷺ فرماتے ہیں: میرے پاس کوئی سواری موجود نہیں۔ جس پر ایک شخص عرض کرتا ہے: یا رسول اللہ! میں اس کو ایسے شخص کا پتہ دیتا ہوں جو اسے (جہاد کے لئے) سواری فراہم کر دے گا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو خیر و بھلائی کی طرف کسی کی راہنمائی کرے گا تو اس کو نیکی کرنے والے کے برابر اجر و ثواب حاصل ہوگا۔^{۱۶}

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے فضائل:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۷۳۴] «مَنْ أَتَقَّ زَوْجَيْنِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ دَعَاهُ خَزَنَةُ الْجَنَّةِ - كُلُّ خَزَنَةٍ بَابٍ: أَيْ قُلْ (فُلَان) اهِلْمْ قَالَ أَبُو بَكْرٍ يَارَسُولَ اللَّهِ! ذَاكَ الَّذِي لَا تَوَى عَلَيْهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ»^{۱۷}

”جو شخص فی سبیل اللہ یعنی (جہاد کے لئے) کسی چیز کا جوڑا (مثلاً دو درہم یا دو اونٹ وغیرہ) (یا دو مختلف اشیاء مثلاً درہم و دینار) خرچ کرے گا تو جنت کے تمام دروازوں کے دربان اس کو (نام لے کر) آواز دیں گے۔ اے فلاں! ادھر آؤ۔ تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ تو پھر ایسا انسان ہوگا جس کے لئے کوئی خسارہ اور ہلاکت نہیں۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا: ”یقیناً میں امید رکھتا ہوں کہ تم بھی انہی میں سے ہو گے۔“

مسلم کی ایک دوسری روایت نیز ترمذی، نسائی اور مؤطا امام مالک کی روایت کے مطابق یوں ہے کہ ایسے شخص کو جنت میں پکارا جائے گا: اے اللہ کے بندے! یہ بہت بہتر ہے۔ نمازی کو ”بَابُ الصَّلَاةِ“ سے، مجاہد کو ”بَابُ الْجِهَادِ“ سے، اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے کو ”بَابُ الصَّدَقَةِ“ سے، روزہ دار کو ”بَابُ الرِّيَّانِ“ سے پکارا جائے گا۔ اس پر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اس شخص کی کوئی اور ضرورت باقی نہ رہے گی، جسے ان تمام دروازوں سے پکارا جائے گا۔ کیا کوئی ایسا شخص ہوگا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جی ہاں ضرور ہوگا اور مجھے امید ہے

۱۶ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ السلسل: ۶۹۶

۱۷ صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب فضل الصَّدَقَةِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ - الحديث: ۲۶۸۶ + صحیح مسلم = کتاب الزَّكَاةِ:

باب فضل مَنْ صَمَّ إِلَى الصَّدَقَةِ غَيْرَهَا مِنْ أَنْوَاعِ الْبَرِّ، الحديث: ۱۰۲۷ + صحیح الترمذی = کتاب المناقب: باب

مناقب أبي بكر الصديق باب منه ، الحديث: ۲۹۰۱

کہ تو بھی انہیں میں سے ہوگا۔^{۱۸}

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

[۷۳۵] «مَنْ أَنْفَقَ نَفَقَةً فِي سَبِيلِ اللَّهِ كُتِبَتْ لَهُ سَبْعُمِائَةِ ضِعْفٍ»^{۱۹}

”جو شخص اللہ کی راہ میں (جہاد کے لئے) کوئی چیز بھی خرچ کرے تو اس کے لئے وہ چیز سات سو گنا بڑھا کر لکھی جاتی ہے۔“

اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے خرچ کرنے کو سات سو گنا تک بڑھا کر لکھا جانا اللہ تعالیٰ کے اس سچے وعدہ کے عین مطابق ہے:

[۷۳۶] ﴿مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتُ سَبْعَ سَنَابِلَ

فِي كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٍ ط وَاللَّهُ يُضْعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ ط وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾

[البقرة=۲:۲۶۱]

”جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس طرح ہے جیسے ایک دانہ ہے جو سات سٹے اگاتا ہے۔ ہر سٹے میں ایک سو دانہ ہوتا ہے اور اللہ جس کے لئے چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا اور علم والا ہے۔“

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الجہاد کے عنوان ”فَضْلُ النَّفَقَةِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ“ میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث [۷۳۷] «مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ»^{۲۰} ذکر کی ہے۔ اس کے بعد سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل حدیث ذکر کی ہے۔ جس کے آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمائے ہوئے یہ الفاظ ہیں:

[۷۳۸] «وَإِنَّ هَذَا الْمَالَ خَصْرَةٌ حُلُوءٌ وَنِعَمٌ صَاحِبُ الْمُسْلِمِ لِمَنْ أَخَذَهُ بِحَقِّهِ

فَجَعَلَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْيَتَامَى وَ الْمَسَاكِينِ وَ مَنْ لَمْ يَأْخُذْهَا بِحَقِّهِ فَهُوَ كَالْأَكْلِ لَا

۱۸ ملاحظہ ہو صحیح مسلم = کتاب الزکاة : باب فَضْلِ مَنْ ضَمَّ إِلَى الصَّدَقَةِ غَيْرَهَا مِنْ أَنْوَاعِ الْبَرِّ، الْحَدِيث : ۱۰۲۷ اس حدیث کو امام الترمذی اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہم نے بھی نقل کیا ہے۔

۱۹ صحیح الترمذی = أبواب فضائل الجہاد: باب ما جاء في فضل الصدقة في سبيل الله عز وجل، الحديث : ۱۳۲۶ + صحیح النسائی = کتاب الجہاد: باب فضل النفقة في سبيل الله، الحديث : ۲۹۸۵

۲۰ تخریج کے لئے دیکھئے الزرقہ المسلسل: ۷۳۴

يَسْبَعُ وَيَكُونُ عَلَيْهِ شَهِيدًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۝^{۲۱}

”بلاشبہ دنیا کا یہ مال دیدہ زیب، خوش رنگ اور بڑا شیریں ہے اور یہ مسلمان کا بہترین ساتھی ہے جبکہ وہ اسے حلال طریقے سے حاصل کرے اور اسے جہاد فنڈ کیلئے، یتیموں کے لئے اور مسکینوں کے لئے خرچ کر ڈالے۔ جو شخص اسے حلال طریقے سے حاصل نہ کرے وہ ایسے بسیار خور (بہت زیادہ کھانے والے پیٹو) کی طرح ہے جو کبھی سیر نہیں ہوتا اور قیامت کے دن یہی مال اس کے خلاف گواہی دے گا۔“

◎ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”قَالَ الْمُهَلَّبُ فِي هَذِهِ الْحَدِيثِ إِنَّ الْجِهَادَ أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ“^{۲۲}

”امام مہلب کہتے ہیں کہ حدیث ”جس نے اللہ کے راستہ میں دو چیزیں (جوڑا) خرچ کیا اس بات کی مضبوط دلیل ہے کہ جہاد تمام اسلامی اعمال میں سے افضل عمل ہے۔“

کیونکہ مجاہد فی سبیل اللہ کو نماز، روزہ اور صدقہ و خیرات جیسے تمام اعمال جتنا اجر و ثواب اللہ کی راہ میں بالکل کم مقدار میں مال خرچ کرنے پر بھی عطا کیا جاتا ہے۔ تبھی تو اس کو جنت میں نماز، روزہ وغیرہ اعمال کے لئے خاص کئے ہوئے تمام دروازوں سے داخل ہونے کی پیشکش کی جائے گی۔

◎ قاضی ابوالولید الباجی رقمطراز ہیں:

حدیث میں مذکور الفاظ ((فِي سَبِيلِ اللَّهِ)) سے مراد عام ہے۔ جس میں تمام نیک اعمال مثلاً جہاد اور حج وغیرہ داخل ہیں یا اس سے مراد اس کا خاص معنی ہے یعنی جہاد فی سبیل اللہ۔ اس صورت میں حدیث کا مفہوم یہ ہوگا کہ حالت جہاد میں نماز، روزہ اور صدقہ و خیرات جیسے نیک اعمال کرنے والے کو جنت کے تمام دروازوں سے داخل ہونے کے لئے پکارا جائے۔“^{۲۳}

◎ امام نووی رحمہ اللہ تحریر کرتے ہیں:

((فِي سَبِيلِ اللَّهِ)) قِيلَ هُوَ عَلَى الْعُمَمِ فِي جَمِيعِ وُجُوهِ الْخَيْرِ وَقِيلَ هُوَ مَخْصُوصٌ

^{۲۱} صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب فضل النّفقة فی سبیل اللہ، الحدیث: ۲۶۸۷ + صحیح مسلم = کتاب الزّکاة: باب التّحذیر من الإغترار بزینة الدّنيا وما یبسّطُ منها، الحدیث: ۱۰۵۲

^{۲۲} فتح الباری: ۶/۳۸۹

^{۲۳} المنتقى شرح الموطأ: ۳/۲۱۸

بِالْجِهَادِ وَالْأَوَّلُ أَصَحُّ وَ أَظْهَرُ هَذَا الْخُرُجُ كَلَامُ الْقَاضِي ^{۲۴}

”فی سبیل اللہ“ بعض کے قول کے مطابق تمام بھلائی کے راستوں کے لئے عام ہے جبکہ بعض نے اسے جہاد کے لئے مخصوص قرار دیا ہے۔ پہلا موقف صحیح اور ظاہر ہے۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی موقف ہے۔“

جبکہ حقیقت حال اس کے برعکس ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۷۳۹] ﴿وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ [البقرة: ۱۹۰]

”اللہ کے راستے میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں مت ڈالو۔“

اس آیت کی رو سے اور بڑے بڑے محدثین کے اس حدیث کو کتاب الجہاد کے باب ”فَضْلُ النَّفَقَةِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ“ میں درج کرنے سے دوسرے موقف کی تائید ہی ہوتی ہے۔ یعنی ﴿فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ سے صرف ”جہاد کے لئے خرچ کرنا“ مراد ہے۔ لہذا سابقہ گفتگو میں ذکر کئے گئے دلائل کی وجہ سے یہی موقف زیادہ مضبوط اور زیادہ صحیح ہے۔ یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ ”إِنَّمَا تُبَنَّى قُوَّةُ الْأَقْوَالِ عَلَى قُوَّةِ الدَّلَائِلِ“ کسی موقف کے زیادہ مضبوط ہونے کی بنیاد دلائل کے زیادہ مضبوط ہونے پر ہے۔“

جہاد فنڈ میں دیا ہوا مال سب سے افضل صدقہ ہے:

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۷۴۰] «أَفْضَلُ دِينَارٍ يُنْفِقُهُ الرَّجُلُ دِينَارٌ يُنْفِقُهُ عَلَى عِيَالِهِ وَ دِينَارٌ يُنْفِقُهُ الرَّجُلُ عَلَى

ذَاتِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَ دِينَارٌ يُنْفِقُهُ عَلَى أَصْحَابِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ» ^{۲۵}

”آدمی کا اللہ کی راہ میں خرچ کیا جانے والا افضل ترین دینار وہ ہے جسے وہ اپنے اہل و عیال پر خرچ کرے۔ اسی طرح وہ دینار بھی افضل ترین ہے جسے وہ اللہ کی راہ میں (جہاد کیلئے) استعمال ہونے والی سواری پر صرف کرے۔ اسی طرح وہ دینار بھی افضل ترین ہے جسے وہ اللہ کے راستے میں مجاہد ساتھیوں پر صرف کرے۔“

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۷۴۱] «أَفْضَلُ الصَّدَقَاتِ ظِلُّ فُسْطَاطٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَنْبَحَةُ خَادِمٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

أَوْ طَرُوقَةُ فَحْلٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ» ۱۷

”افضل ترین صدقہ اللہ کی راہ میں مجاہدین کے لئے ایک خیمہ کا سایہ فراہم کرنا اور ایک خادم یا نوجوان اونٹنی کا عطیہ دینا ہے۔“

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ”اللہ کے راستہ میں سواری“ اور ”اللہ کے راستہ میں اس کے مجاہد ساتھی“ کے الفاظ ہیں۔ اسی طرح سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ”اللہ کے راستہ میں ایک خیمہ فراہم کرنا“ اور اللہ کے راستہ میں ایک نوجوان اونٹنی کا عطیہ“ بلکہ ”اللہ کے راستہ میں ایک خادم فراہم کرنا“ کے الفاظ ہیں۔ یہ الفاظ اور جملے ایسے یقینی دلائل ہیں کہ مذکورہ بالا دونوں صحیح احادیث میں ”فی سبیل اللہ“ سے سوائے جہاد کے کوئی دوسرا معنی مراد نہیں لیا جاسکتا۔ اسی بناء پر اکثر محدثین نے ان احادیث کو کتاب الجہاد میں درج فرمایا ہے۔ کیونکہ سواریاں بالخصوص گھوڑے (جیسا کہ ابن حبان کی روایت میں مذکور ہے) اور نوجوان اونٹیاں ہجرت اور جہاد کے سفر کی اہم ضروریات ہیں۔ اسی طرح خیمے اور خادم بھی عام طور پر سفر کرنے والے مجاہدوں اور غازیوں کی ضرورت بنتے ہیں۔ سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ والی روایت میں ”اللہ کے راستہ میں اس کے ساتھی“ کے الفاظ صرف اور صرف مجاہدوں اور غازیوں پر ہی بولے جاسکتے ہیں۔

”جس نے دو چیزیں خرچ کیں.....“ والی حدیث میں امام ابن حبان رحمہ اللہ سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ کی راہ میں اپنے مال سے جوڑا خرچ کرے گا تو جنت کے تمام دربان اس کے استقبال میں جلدی دکھائیں گے۔ پوچھا گیا کہ جوڑے سے کیا مراد ہے؟ تو رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: دو گھوڑے، دو اونٹ یا دو غلام“ ۱۸

۱۷ صحیح الترمذی = أبواب فضائل الجہاد: باب مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الْخِدْمَةِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ، الحديث: ۱۳۲۸

۱۸ ملاحظہ ہو صحیح ابن حبان = کتاب السیر: باب فَضْلِ النَّفَقَةِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ / ذکر ابتداء خزنة الجنان في القيامة عند

انفاق فی سبیل اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ کا مفہوم بدلنے کی بدترین جسارت:

انفاق فی سبیل اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ کا یہ مفہوم دین اسلام میں اس وقت تک تو قطعیٰ مسلم اور واضح طور پر مانا جاتا رہا۔ جب تک جہاد اسلامی کی حقیقت پر باطل پرستوں کی بدترین کوششوں اور تغیر و تبدل کی ذلیل جسارتوں کا گرد و غبار نہیں پڑا تھا۔ لیکن جب امت مسلمہ پر افلاطونی سوچ اور منطق پیدا کرنے والی یہودی ذہنیت اور مکاریوں کے متواتر حملے ہوئے امت مسلمہ قبروں پر بیٹھے ہوئے مجاوروں کے تصوف، خانقاہی نظام کے تاریک اور گہرے اندھیروں میں غرق ہو گئی۔ تو اس سے دین میں بدعات کے رواج کا فتنہ نمودار ہوا اور ساتھ ہی گمراہ بدعات کے اندھے، گونگے اور بہرے سانحہ نے جنم لیا۔ چنانچہ ایمانیات میں اللہ کی ذات میں حلول کر جانے، وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے عقائد سامنے آئے۔ اللہ کے اسماء و صفات کا انکار کیا گیا۔ قرآن مجید کی محکم آیات کو لایعنی قرار دیا گیا۔ متشابہ آیات کی پیروی کرنے کی ٹیڑھی اور لمحدانہ جسارتیں ہوئیں۔ تاکہ صوفیوں اور درویشوں کو اللہ کے علاوہ رب کا درجہ دیا جاسکے اور کائنات میں بسنے والے لوگوں کو اپنے خالق حقیقی کی بجائے اپنے جیسی مخلوق کے سامنے سجدہ ریز کر دیا جائے۔

تشبیہ اور تمثیل (اللہ کی صفات کو مخلوق کی صفات کے ساتھ مثالیں دینا) کے ساتھ ساتھ تاویل اور تعطیل (اللہ کی صفات کو غیر مؤثر قرار دینا) کے حادثوں نے بھی اسلام کی حقیقت کو شدید متاثر کیا۔ مُؤَوَّلہ، مُجَسَّمہ اور مُشَبَّہہ کے ساتھ ساتھ مُعَظَّلہ اور مُعْتَزَلہ جیسے باطل فرقے قرآن و سنت کی خالص اور فطری تعلیمات کو ناقص عقولوں کا تختہ مشق بناتے رہے۔ اعمال کی پیروی میں نبی ﷺ کی سنتوں کو متروک ٹھہرایا گیا اور گمراہی کی طرف لے جانے والی بدعات کو رواج دیا گیا۔

چنانچہ اللہ کے ذکر کا مرکز مساجد کی بجائے خانقاہیں بن گئیں۔ تین مسجدوں: ① مسجد حرام ② مسجد نبوی ③ مسجد اقصیٰ کی جلیل القدر فضیلت کی بناء پر صرف ان کی طرف سفر کرنے کا حکم تھا اور حج بیت اللہ ہر طاقت رکھنے والے مسلمان پر فرض تھا۔ لیکن اب تین مساجد کی طرف سفر کرنے کی بجائے بزرگوں کی قبروں کی طرف سفر شروع کر لیا گیا۔ پوری کائنات کیلئے مرکز

ہدایت اور منبع فیوض و برکات مکہ مکرمہ والے خانہ کعبہ کے مقابلے میں بے شمار دربار اور مزار آگئے۔ جنکے ساتھ بالکل وہی معاملہ کیا گیا اور وہاں وہی عبادات کی گئیں جو خالص اللہ تعالیٰ کا حق تھا۔ چنانچہ بیت اللہ کی طرح لوگوں کے اپنے بنائے ہوئے سینکڑوں اور ہزاروں گھروں کے طواف کئے گئے، چلے کاٹے جانے لگے اور ان کی مجاروی کو قرب الہی کا عظیم وسیلہ تصور کیا جانے لگا۔ فریاد کرنے، مدد مانگنے، عاجزی اور انکساری بجالانے، قرب حاصل کرنے اور عبادت کرنے کے وہ تمام طریقے جو احکم الحاکمین اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص تھے۔ اس کے فقیر و محتاج بندوں کے لئے جائز کر لئے گئے۔

اللہ کی عبادت ایسے ہو کہ جیسے اس کو دیکھا جا رہا ہے۔ اس عقیدے اور درجہ احسان کی جگہ تصور شیخ نے لے لی۔ قبروں کی زیارت کو آخرت کی یاد دہانی کا وسیلہ قرار دیا گیا تھا۔ لیکن قبریں غیر اللہ کی عبادت اور شرک کے مراکز بن گئے۔ قبروں کی زیارت کرنے والے قبروں میں مدفون بزرگوں کی عبادت کرنے والوں کے روپ میں ظاہر ہونے لگے۔ اللہ کے ذکر میں خشوع و خضوع ہو اور دل حاضر ہونا چاہیے۔ یہ کیفیات نمازوں اور قرآن کی تلاوتوں کی بجائے عارفانہ کلام اور اولیاء کے ملفوظات کیلئے حلال کر لی گئیں۔ پانچ فرض نمازوں اور تلاوت قرآن مجید کے بدلے خود ساختہ نمازیں اور من گھڑت وظائف تراش لئے گئے۔ روزوں کا شرعی اور اسلامی حلیہ بگاڑا گیا۔ اور ہند و مت، بدھ مت جیسے باطل مذاہب کی ”بھوک مرن“ والی رسمیں ایجاد ہو گئیں۔

زکوٰۃ اور صدقات خالص اللہ کے لئے اور اللہ کی راہ میں کی جانے والی مالی عبادات تھیں۔ ان کی ادائیگی میں انسانی معاشرے کی اقتصادیات اور معاشیات میں عدل و مساوات کے قیام کا پورا طریقہ کار بھی تھا۔ لیکن امت کے دورِ زوال میں بزرگوں کے ناموں کی نذر و نیاز اور ان کے نام کے چڑھاوے اور خیراتیں، کھانے پینے کی من گھڑت رسمیں ادا ہونے لگیں۔ امت مسلمہ پورے طور پر ابلیس کے پھیلانے ہوئے چال بازی کے جال کا شکار ہو کر پستی اور ذلت کے گہرے کنویں میں جا گری۔

ایسے حالات میں جبکہ اسلامی بنیادی عقائد اور فرائض و اعمال کے حلیے بگڑ گئے۔ توحید و سنت کی جگہ شرک و بدعت نے لے لی۔ ان حالات میں اسلام کی عظمت و رفعت کا نشان، اس کی سرفرازی و سر بلندی کی کوہان، ایمان و عمل کی بقاء کا ضامن اور امت مسلمہ کا زینہ حیات یعنی

جہاد فی سبیل اللہ بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ جہاد فی سبیل اللہ کی اہمیت کو کم کیا گیا، اس کے اغراض و مقاصد کو غلط رنگ میں پیش کیا گیا، فرض عین اور فرض کفایہ کی بحثوں کو چھیڑ کر، فرض کفایہ کے بہانے بنا کر، اس کی فرضیت کو سرے سے ہی غیر یقینی اور مشکوک قرار دینے کی شیطانی سازش پر عمل درآمد کیا گیا۔ اگر لفظی تحریف اور معانی کے بدلنے کی جسارت کا یہ فتنہ اسی حد تک رہتا تو اس سے پیدا ہونے والی بیماریوں: منافقت، بخیلی اور بزدلی سے صحت یاب ہونا قدرے ممکن اور آسان تھا۔ مگر شیطان لعین نے اپنے کارندوں کے ذریعے دسیسہ کاری اور دجالی کی ایک اور چال چلی۔

چنانچہ اس نے قرآن حکیم کی بہت زیادہ سورتوں اور آیتوں بے شمار صحیح احادیث کو خود ساختہ معافی پہنانے شروع کر دیئے۔ جہاد کے فضائل و مناقب اور اس کے احکام و مسائل کی تفصیل میں جو آیات و احادیث وارد ہوئیں تھیں انہیں اس شیطانی عمل سے ایسے مقاصد کے لئے استعمال کیا جانے لگا۔ جو اس کے اصل مقاصد نہ تھے۔ ایسی چند مثالیں پیش کرنا فائدے سے خالی نہ ہوگا:

- ① جہاد سے مراد محض جدو جہد اور نیکی کا حکم دینا ہے نہ کہ طاقت کا استعمال — تو پھر کمزوروں سے برائی کی روک تھام کیسے ہوگی؟
- ② کافروں سے جنگ کرنے سے پہلے اپنے نفس سے جنگ ضروری ہے؟ — تو پھر نبی ﷺ کلمہ توحید پڑھتے ہی لوگوں کو میدان جہاد کی طرف کیوں لیجاتے رہے؟ جبکہ اپنے نفس کے ساتھ جہاد کی تکمیل کو اولیت دینے والے ساری عمر اس سے فارغ ہی نہیں ہوتے۔

- ③ جہاد سے مراد مجاہدہ ہے یعنی خود کو مشقت میں ڈالنا۔ — تو پھر ”تم پر قتال فرض کیا گیا ہے۔“ [البقرة=۲:۲۱۶] اور ”مشرکوں سے سب مل کر قتال کرو“ [التوبة=۹:۳۶] کا معنی اور مطلب کیا ہے؟

- ④ اسلام دعوت و تبلیغ سے پھیلا نہ کہ جہاد و قتال سے — تو پھر ”جب اللہ کی مدد اور فتح آ پہنچی اور آپ نے دیکھ لیا کہ سب لوگ اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہو رہے ہیں“ [سورة النصر=۱۱۰:۲] اسی طرح ”بے شک ہم نے آپ ﷺ کو واضح فتح کے ساتھ فتح یاب کیا ہے۔“ [الفتح=۳۸:۱] ان جیسی آیات قرآنی کا کیا مفہوم ہوگا اور ان کا

آخر شان نزول کیا ہے؟

⑤ خلق عظیم رسول اللہ ﷺ کی امتیازی شان ہے۔ جبکہ جہاد خلق عظیم کے منافی ہے — تو پھر

اے نبیؐ کافروں اور منافقوں سے جہاد کریں اور ان پر سختی کریں۔“ [التوبة=۷۳:۹، التحريم=۹:۶۶]

اسی طرح فرمان رسولؐ: ”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ کروں یہاں تک کہ وہ گواہی دیں کہ.....“ ۲۸ پر کون نگاہ ڈالے گا جو آپ ﷺ کے فرائض منصبی تھے۔

⑥ جہاد تخریب کاری اور فساد پھیلاتا ہے۔ جبکہ اسلام تعمیر و اصلاح کا داعی ہے — یہ بات بالکل غلط ہے۔ بلکہ جہاد ہی انسانیت کی تعمیر اور امتوں کی اصلاح کا عظیم ترین ذریعہ ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

[۷۴۲] ﴿وَلَوْ لَا دَفَعُ اللَّهُ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَهْدَمَتْ.....﴾ [الحج=۴۰:۲۲]

”اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں (کافروں) کو بعض لوگوں (مجاہدوں) کے ساتھ نہ روکتا۔ تو عبادت خانے گرا دیئے جاتے۔“

⑦ جہاد فتنہ اور فساد کا باعث ہے — جبکہ حقیقت یہ نہیں ہے بلکہ معاملہ ایسا ہرگز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۷۴۳] ﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةً.....﴾ [البقرة=۲:۱۹۳]

”ان کافروں سے قتال کرو یہاں تک کہ فتنہ ختم ہو جائے۔“

لہذا جہاد سے بڑھ کر فتنہ اور فساد کے خاتمے کا دنیا میں کوئی موثر ذریعہ نہیں ہے۔

جہاد میں ظلم و تشدد اور جبر و اکراہ ہے — جبکہ حقیقت یہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ تو ظالموں اور جابروں کے خلاف مظلوموں اور مجبوروں کی مدد کرنے کا حکم دیتا ہے۔ جہاد تو ہے ہی مظلوم، مجبور اور جبر و اکراہ کا شکار کمزور اور بے بس انسانوں کی مدد اور نصرت کے لئے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

[۷۴۴] ﴿وَمَا لَكُمْ لَا تَقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ

وَالْوِلْدَانِ.....﴾ [النساء=۴:۷۵]

”اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کے راستے میں بے بس کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کی

خطر جہاد کیوں نہیں کرتے۔“

⑧ جہاد فی سبیل اللہ کے تمام احکام، مسائل، فضائل اور مناقب تبلیغ دین کیلئے کئے جانے والے سفروں اور دیگر اعمال پر فٹ (Fit) کر دیئے جاتے ہیں۔ بھلا اس صورت میں محمد رسول اللہ ﷺ کو غزوہ بدر، غزوہ احد، غزوہ طائف اور غزوہ حنین میں خونریز معرکے لڑنے کی کیا ضرورت تھی؟

⑨ حدیث رسول ﷺ ہے ”اللہ تعالیٰ کے راستے میں صبح و شام کا سفر کرنا دنیا اور دنیا کی ہر چیز سے بہتر ہے.....“ اس حدیث کو تبلیغی سفروں کی فضیلتوں اور برکتوں پر چسپاں کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح فرمان الہی ”اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرو.....“ کو بھی انہی تبلیغی سفروں پر مال خرچ کرنے پر چسپاں کر دیا جاتا ہے۔ یہ معنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سمجھ میں کیوں نہ آیا؟ حتیٰ کہ سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرمان الہی ”اپنے ہاتھوں کو ہلاکت کی طرف مت لے جاؤ۔“ [البقرہ=۲:۱۹۰] کی تفسیر یہ بیان کرتے ہیں۔ کہ اس سے جہاد فی سبیل اللہ کے لئے مال خرچ کرنا اور جہاد نہ چھوڑنا مراد ہے۔ خود بھی ساری عمر جہاد کیلئے گھر سے نکلے رہے اور دیار غیر (سرزمین روم) میں دفن ہوئے۔ تمام صحابہ بھی اس تفسیر پر ان سے اتفاق کرتے ہیں۔

الغرض اس طرح دین اسلام میں معافی بدل دینے، مفہوم الٹ کر کے بیان کرنے اور شرعی حقائق کو مسخ کرنے کی یہ جسارت شیطان لعین کی چال بازی اور مکاری کا ایک حصہ ہے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ کا فرمان عالی شان ہے:

[۷۴۵] ﴿قَالَ رَبِّمَا أَغْوَيْتَنِي لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ۝

عِبَادَكَ مِنْهُمْ الْمُخْلَصِينَ ۝﴾ [الحجر=۱۵:۴۰۰۳]

”اس (ابلیس) نے کہا: میرے مالک! جب تو نے مجھے گمراہ بھی کر دیا تو میں ان (اولاد آدم) کو روئے زمین میں تیری نافرمانیاں اور دنیا کے مال و اسباب مزین کر کے پیش کروں گا اور ان سب کو گمراہ کر لوں گا۔ سوائے ان کے جو تیرے مخلص بندے ہوں گے۔“

علماء اسلام نے شیطان کی مکر وہ چالوں اور اس کے دجل و فریب سے اجتناب کے شرعی طریقوں کے موضوع پر مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں۔ جن کا مطالعہ بہت ہی مفید اور نفع بخش

ہے۔ جن میں سے درج ذیل تین کتابیں بہت ہی اہم ہیں:

- ۱ تَلْبِيسُ إِبْلِيسَ لِابْنِ الْجَوْزِيِّ
- ۲ اِقْتِضَاءُ الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيمِ لِابْنِ تَيْمِيَّةَ
- ۳ اِغَاثَةُ اللَّهْفَانِ فِي مَصَائِدِ الشَّيْطَانِ لِابْنِ الْقَيِّمِ

مذکورہ آیات اور احادیث سے معلوم ہوا:

- ۱ اپنی جان کے ساتھ جہاد کرنے کی طرح مالی جہاد بھی فرض اور واجب ہے۔ بلکہ لفظی اور عملی ترتیب کے لحاظ سے مالی جہاد جانی جہاد سے مقدم رکھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۷۴۶] ﴿وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ.....﴾ [التوبة=۹: ۴۱]

”اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرو۔“

- اگرچہ مرتبہ و مقام کے لحاظ سے جان کے ساتھ کیا ہوا جہاد ہی اعلیٰ اور اولیٰ ہے۔ اسی لئے شہیدوں کو جنت کی بشارت دیتے ہوئے سورہ توبہ میں جانی جہاد کو مالی جہاد پر لفظوں میں بھی پہلے بیان کیا گیا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

[۷۴۷] ﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةُ.....﴾

[التوبة=۹: ۱۱۱]

”اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لئے ہیں۔ اس بدلے میں کہ ان کے لیے جنت ہے.....“

- ۲ جان کے ساتھ جہاد کی فرضیت سے مریض، معذور اور تنگ دست مستثنیٰ ہیں لیکن مال کے ساتھ جہاد ہر مال دار پر اس کی طاقت کے مطابق فرض عین ہے۔ فرمان باری تعالیٰ:

[۷۴۸] ﴿وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ.....﴾ [الأنفال=۸: ۶۰]

”ان کافروں کے لئے تم سے جس قدر ہو سکے قوت تیار رکھو۔“

- ۳ سورۃ الحدید کی آیت: ۱۰ اور ۱۱ میں اللہ تعالیٰ نے جہاد و قتال کے لئے اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کو واجب قرار دیا ہے۔ بلکہ آیت: ۱۰ میں تو یہ فرق بھی بیان کیا گیا ہے کہ فتح مکہ سے پہلے خرچ کرنے والے اور جنگ کرنے والے فتح مکہ کے بعد خرچ کرنے

والوں اور جنگ کرنے والوں کے برابر نہیں۔ بلکہ فتح مکہ سے پہلے جنگ کرنے والوں اور خرچ کرنے والوں کا مرتبہ و مقام زیادہ بلند ہے۔ اگرچہ دونوں قسم کے لوگوں سے اللہ نے جنت کا وعدہ کیا ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ مال دار ہوتے ہوئے فتح مکہ سے پہلے یا بعد خرچ نہ کرنے والوں سے اللہ کا کوئی وعدہ نہیں ہے۔

④ سورہ محمد جہاد کے احکام و مسائل اور ترغیبات کا مختصر مگر جامع ترین مجموعہ ہے۔ اس کی آیت: ۳۸ میں بخل کی شدید مذمت کی گئی ہے اور انفاق فی سبیل اللہ سے گریز کرنے والوں کے لئے سخت ترین وعید ہے۔

⑤ اللہ کی راہ میں خرچ کئے گئے تمام صدقات (فندز) کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ سورہ الانفال کی آیت: ۶۰ اس بات کی دلیل ہے کہ اگر ﴿فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ کے الفاظ مطلق استعمال ہوں تو اس سے مراد صرف اور صرف جہاد اور قتال ہوگا۔ اسی کی مثل سورہ التوبہ کی آیات: (۱۲۰) اور (۱۲۱) ہے۔

⑥ سورہ البقرہ کی آیت: ۲۷۳..... ”وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں روک دیئے گئے ہیں.....“ سے مراد ہجرت اور جہاد کرنے والے فقراء ہیں۔ یا ہجرت کر کے آنے والے اور دین کا علم حاصل کرنے والے اصحاب صفہ مراد ہیں۔ اس دوسرے مطلب میں ہجرت کرنے والے مجاہدین ان میں شامل ہیں۔ لیکن سورہ الحشر کی آیت: ۸ میں ہے۔ ”ان فقراء کے لئے جو اپنے گھروں سے نکال دیئے گئے۔“ ان نکلنے والوں سے صرف اور صرف ہجرت کرنے والے مجاہدین ہی مراد ہیں۔ اس لئے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ”وہ اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں۔“ [الحشر= ۵۹: ۸] اور یہ صفت صرف مجاہدین کی ہے۔

⑦ بھوکے پیاسے رہ کر، درختوں کے پتوں، کیکر اور جھاؤ کے درختوں کی خشک پھلیوں سے پیٹ کی آگ بجھا کر جہاد فی سبیل اللہ کیلئے گھروں سے نکلے رہنا اصحاب رسول کے ممتاز اوصاف تھے۔

⑧ سورہ التوبہ کی آیت: ۶۰ میں زکوٰۃ و صدقات کے آٹھ مصارف بیان ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک مصرف ﴿فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ سے مراد سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ والی روایت کے مطابق جمہور علماء امت کے صحیح ترین قول کے مطابق مجاہدین اور غازی ہیں۔

- ۹) مجاہد اور غازی مال دار بھی ہوں تو صدقہ و خیرات میں حق رکھتے ہیں۔ علماء کی غالب اکثریت کا، سوائے امام ابوحنیفہ کے یہی موقف ہے۔^{۲۹}
- ۱۰) جانی اور مالی جہاد قیامت تک جاری رہے گا اور جہاد نہ کرنا امت کی ہلاکت اور بربادی کا پیش خیمہ ہے۔
- ۱۱) (دشمن کی صفوں میں گھس جانا) اور جان کے نذرانے کے بدلے جنت کا سودا کر لینا نہ صرف جائز بلکہ مستحب اور قابل تعریف اقدام ہے۔ سورۃ البقرہ کی آیت: ۲۰۷، سورۃ التوبہ کی آیت: ۱۱۱، غزوہ احد میں سات انصاری صحابہ کی جان فدائی کارروائیاں^{۳۰} ایک پرانگندہ حال صحابی کا ارشاد رسول ﷺ: ”بلاشبہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے“ سن کر بھڑکتی ہوئی جنگ میں بے دریغ گھس کر جان فدائی کارروائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے شہید ہو جانا۔“^{۳۱} اور ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث^{۳۲} کے علاوہ اور بھی بہت سے دلائل ہیں کہ جان فدائی کارروائی نہ صرف جائز بلکہ اچھا اقدام ہے۔
- ۱۲) اللہ کے راستے میں ایک چیز خرچ کرنے سے اس کا سات سو گنا ثواب حاصل ہوگا اور اللہ کے راستے میں جہاد کے لئے کسی چیز کا جوڑا خرچ کرنا جنت کے تمام دروازوں میں سے داخلہ کا موجب ہے۔ یہ بات جہاد کے افضل عمل ہونے کی بھی دلیل ہے۔
- ۱۳) افضل ترین خرچ کی بس تین اقسام ہیں:
- ۱) وہ (خرچ) جو اپنے اہل و عیال پر کیا جائے۔
 - ۲) جو جہاد کے لئے سواری پر کیا جائے۔
 - ۳) جو جہادی ساتھیوں پر کیا جائے۔
- ۱۴) افضل ترین صدقہ کی بھی تین اقسام ہیں:
- ۱) اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے خیمہ وغیرہ فراہم کرنا۔
 - ۲) خادم کا عطیہ دینا۔

۲۹ تفسیر القرطبی: ۸/۱۱۸

۳۰ ملاحظہ ہو صحیح مسلم = کتاب الجہاد: باب غزوہ أحد الحدیث: ۱۷۸۹

۳۱ تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل: ۶۸۸

۳۲ تخریج کے لئے دیکھئے المسلسل: ۶۸۸

۳ جوان اوٹنی کا عطیہ دینا۔

﴿فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ کا پہلی فرصت میں سمجھ آنے والا شرعی معنی چونکہ ”جہاد کے لئے خرچ کرنا“ ہے۔ لہذا اس کو مطلق طور پر دیگر نیکی کے کاموں کے لئے استعمال کرنا صحیح نہیں ہے اِلَّا یہ کہ عبارت میں اشارات اور قرینے موجود ہوں۔

قرآن و حدیث میں جہاد کے بارے میں بیان کئے ہوئے تمام فضائل و مناقب کو تبلیغی اور دعوتی کاموں پر فٹ کرنا قرآن و سنت کی تحریف معنوی ہے۔ معنی بدلنے والی یہ بدترین جسارت صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے دور میں موجود نہیں تھی۔ بلکہ یہ بعد کی پیداوار اور نئے بدعتی فرقوں کے کارناموں کا ایک حصہ ہے۔

عصر حاضر میں علماء حق کا فریضہ ہے کہ وہ قرآن و سنت میں اس تحریف معنوی کے دجل و فریب اور قبیح سازش کا مقابلہ کریں اور اللہ کے برحق دین کا دفاع کرتے ہوئے دجالوں، کذابوں اور مکاروں کی دسیسہ کاریوں کا پردہ چاک کریں۔ اس کتاب کی تالیف بھی اس سلسلے میں ایک حقیر سی کوشش ہے۔

((تَقَبَّلَ اللَّهُ مِنَّا وَ يَجْعَلْهُ خَالِصًا لِّوَجْهِهِ الْكَرِيمِ)) [آمین]

((..... ❀ ❀ ❀ ❀ ❀))

شہید اور شہادت

”شہادۃ“ کا لغوی اور شرعی معنی:

الشَّهَادَةُ: ”شَهِدَ يَشْهَدُ - سَمِعَ يَسْمَعُ“ کے وزن پر ہے۔ ”الشَّهَوْدُ وَالشَّهَادَةُ“ کا معنی ہے ”الحُضُورُ مَعَ الْمُشَاهَدَةِ إِمَّا بِالْبَصَرِ أَوْ بِالْبَصِيرَةِ وَقَدْ يُقَالُ لِلْحُضُورِ مُفْرَدًا۔“ یعنی آنکھوں کی بصارت یا دل کی بصیرت کے ساتھ حاضر ہونا۔ کبھی صرف حاضر ہونے کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۷۴۹] ﴿عَلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ﴾ [الحشر: ۲۲/۵۹]

”وہ غیب اور حاضر کو جاننے والا ہے۔ وہ رحمن اور رحیم ہے۔“

تاہم ”الشَّهَوْدُ“ کا زیادہ استعمال صرف حاضر ہونے کے لیے ہے اور ”الشَّهَادَةُ“ کا استعمال مشاہدے کے ساتھ حاضر ہونے کے لیے زیادہ بہتر ہے۔ لفظ ”مَشْهَد“ حاضر ہونے کی جگہ پر بولا جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۷۵۰] ﴿.....فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيمٍ﴾ [مریم: ۳۷/۱۹]

”کافروں کے لیے ہلاکت ہے ایک (بڑے سخت دن کے حاضر ہونے سے)“

مَشْهَد، کی جمع مشاہد ہے۔ جیسے مَشَاهِدِ حَجٍّ، کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ یعنی حج ادا کرنے کے مقامات۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۷۵۱] ﴿لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ﴾ [الحج: ۲۸/۲۲]

”تا کہ وہ اپنے فائدے حاصل کرنے کو آجائیں۔“

”الشَّهَادَةُ“ وہ گواہی ہے جو بصارت یا بصیرت کے مشاہدہ کی بنیاد پر دی جائے۔ لفظ ”شَهِدَ“ سے اسم فاعل ”شَهِيدٌ“ اور اسم صفت ”شَهِيدٌ“ ہے۔ جبکہ جمع آَشْهَادٌ، شَهِدُونَ، شُھُودٌ اور شَھَدَاءُ ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۷۵۲] ﴿وَيَقُولُ الْأَشْهَادُ هَؤُلَاءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ﴾ [ہود: ۱۸/۱۱]

”سارے گواہ کہیں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب (کے نام) پر جھوٹ باندھا ہے۔“

[۷۵۳] ﴿أَمْ خَلَقْنَا الْمَلَائِكَةَ إِنَاثًا وَهُمْ شَاهِدُونَ ۚ﴾ [الصّٰفّٰت: ۱۵۰/۳۷]

”کیا یہ اس وقت موجود تھے جب ہم نے فرشتوں کو مؤنث پیدا کیا تھا۔“

[۷۵۴] ﴿وَهُمْ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ بِالْمُؤْمِنِينَ شُهُودٌ ۚ﴾ [البروج: ۷۱/۸۵]

”اور جو سلوک مومنوں کے ساتھ وہ کر رہے ہیں وہ اس کو دیکھ رہے تھے۔“

[۷۵۵] ﴿لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾ [البقرة: ۱۴۳/۲]

”تاکہ تم لوگوں پر گواہ بن جاؤ اور رسول تم پر گواہ بن جائیں۔“

لفظ ”شَہَادَةُ“ کا اسم مفعول ”مَشْهُودٌ“ ہے۔ قیامت کے دن کو ”یوم مشہود“ کہا گیا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۷۵۶] ﴿ذَٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوعٌ لِّلنَّاسِ وَذَٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُودٌ ۚ﴾ [هود: ۱۰۳/۱۱]

”وہ دن جس میں سب لوگ جمع کیے جائیں گے اور وہ دن ہے جس میں سب گواہ حاضر کیے جائیں گے۔“

جمعہ کے دن کو بھی ”شَہَادُ“ کہا گیا ہے۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

[۷۵۷] ﴿وَشَٰهِدٍ وَّ مَّشْهُودٍ﴾ [البروج: ۳۱/۸۵]

”حاضر ہونے والے (یعنی جمعہ کے دن) اور حاضر کیے گئے دن (یعنی عرفہ کے دن) کی قسم۔“

”شہادت فی سبیل اللہ“ کا معنی:

”شہادت فی سبیل اللہ“ کا معنی ہے کہ اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر کافروں سے جہاد کرتے ہوئے موت آجائے۔

شہید کو شہید کہنے کی وجہ:

شہید کی جمع شہداء ہے۔ شہید کا معنی ہے: ”الْمُشَٰهِدُ لِلشَّيْءِ وَالشَّاهِدُ لَهُ“ یعنی کسی چیز

کا مشاہدہ کرنے والا اور اس کا گواہ۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۷۵۸] ﴿..... وَكَفَىٰ بِاللّٰهِ شَهِيدًا ۚ﴾ [النساء: ۷۹/۴]

”گواہ کے طور پر اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے۔“

[۷۵۹] ﴿أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝﴾ [فُصِّلَتْ: ۵۳/۴۱]

”کیا آپ کے رب کا ہر چیز سے (واقف اور) آگاہ ہونا کافی نہیں۔“

[۷۶۰] ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ ۖ وَالشُّهَدَاءُ عِنْدَ

رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ﴾ [الحديد: ۱۹/۵۷]

”وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے یہ لوگ صدیقین، اور شہداء

ہیں اپنے رب کے ہاں۔ ان کے لیے ان کا اجر اور ان کا نور ہے۔“

وہ شہداء اس لیے کہلائے کہ وہ اس وقت اپنے لیے مہیا کی گئی نعمتوں کا مشاہدہ کر لیں

گے۔ نیز اس لیے کہ ان کی روحيں اپنے رب کے پاس حاضر اور موجود ہوگئی۔“^۱

◎ امام مجد الدین رحمہ اللہ کہتے ہیں: فرمان باری تعالیٰ ہے:

[۷۶۱] ﴿شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ [آل عمران = ۱۸:۳]

اس آیت میں ”شَهِدَ“ کا معنی ”درج ذیل تین معانی میں سے ایک ضرور ہے:

۱ شَهِدَ بمعنی عَلِمَ (وہ جانتا ہے)

یعنی اللہ جانتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

۲ شَهِدَ بمعنی قَالَ (وہ کہتا ہے)

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

۳ شَهِدَ بمعنی كَتَبَ (اس نے لکھ دیا ہے)

یعنی اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

”الشَّهِيدُ“ کا ایک معنی ہے کہ ”الشَّاهِدُ وَالْأَمِينُ فِي شَهَادَةٍ“

یعنی کسی معاملہ کا گواہ اور امین الشَّهِيدُ کا ایک معنی ہے کہ ”الَّذِي لَا يَغِيبُ عَنْ

عِلْمِهِ شَيْءٌ“ یعنی جو مکمل معلومات رکھتا ہو۔ اس کے علم سے کوئی چیز بھی غائب نہ ہو۔ جبکہ

الشَّهِيدُ کا ایک معنی ہے ”الْقَتِيلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ“ یعنی اللہ کے راستے میں قتل ہونے والا،

اس کو شہید اس لیے کہا گیا کہ رحمت کے فرشتے اس کے پاس حاضر ہوتے ہیں۔ یا اس لیے کہ

اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس کے جنتی ہونے کے گواہ ہیں۔ یا اس لیے کہ اس کو پہلی امتوں

پر بطور گواہ طلب کیا جائے گا۔ یا اس لیے کہ وہ موت کے وقت زمین پر گر پڑتا ہے اور زمین کو

عربی لغت میں ”شَهِدَة“ بھی کہتے ہیں۔ یعنی ”شَهِدَة“ پر گرنے والا۔ یا اس لیے کہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ اور حاضر ہے۔ یا اس لیے کہ وہ اللہ کی مملکت اور بادشاہت کا مشاہدہ کرتا ہے۔ الشَّهِيدُ کی جمع شہداء اور اسم مصدر ”شَهِدَة“ ہے۔^۱

◎ امام نووی رحمہ اللہ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ یہ رقمطراز ہیں:

”وَ أَمَّا سَبَبُ تَسْمِيَّتِهِ شَهِيدًا (۱) فَقَالَ النَّصْرُ بْنُ شَمِيلٍ لِأَنَّهُ حَيٌّ فَإِنَّ أَرْوَاحَهُمْ شَهِدَتْ وَ حَضَرَتْ دَارَ السَّلَامِ وَ أَرْوَاحُ غَيْرِهِمْ إِنَّمَا تَشْهَدُ هَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ (۲) وَ قَالَ ابْنُ الْأَنْبَارِيِّ: لِأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى وَ مَلَائِكَتَهُ يَشْهَدُونَ لَهُ بِالْجَنَّةِ (۳) وَ قِيلَ لِأَنَّهُ شَهِدَ عِنْدَ خُرُوجِ رُوحِهِ مَا أَعَدَّهُ اللَّهُ تَعَالَى لَهُ مِنَ الثَّوَابِ وَ الْكَرَامَةِ (۴) وَ قِيلَ لِأَنَّ مَلَائِكَةَ الرَّحْمَةِ يَشْهَدُونَ لَهُ فَيَأْخُذُونَ رُوحَهُ (۵) وَ قِيلَ لِأَنَّهُ شَهِدَ لَهُ بِالْإِيمَانِ وَ خَاتِمَةَ الْخَيْرِ بِظَاهِرِ حَالِهِ (۶) وَ قِيلَ لِأَنَّ عَلَيْهِ شَهِدًا يَكُونُ لَهُ شَهِيدًا وَ هُوَ الدَّمُ (۷) وَ قِيلَ لِأَنَّهُ مِمَّنْ يَشْهَدُ عَلَى الْأَمَمِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ بِإِبْلَاجِ الرَّسُولِ الرِّسَالَةَ إِلَيْهِمْ وَعَلَى هَذَا الْقَوْلِ يُشَارِكُهُمْ غَيْرُهُمْ فِي هَذَا الْوَصْفِ“^۲

شہید فی سبیل اللہ کو شہید کیوں کہا جاتا ہے؟ اس بارے میں درج ذیل سات اقوال ہیں:

- ① نصر بن شمیل نے کہا ہے کہ شہید اس لیے شہید کہلاتا ہے۔ کہ شہداء کی روحيں دارالسلام (جنت) میں حاضر ہو جاتی ہیں۔ لیکن دوسرے اہل جنت کی روحيں قیامت کے دن ہی اس میں حاضر ہوں گی۔
- ② محدث ابن الانباری نے کہا ہے کہ وہ اس لیے شہید ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ اس کے جنتی ہونے کی شہادت دیتے ہیں۔
- ③ بعض علماء نے کہا ہے ”وہ شہید اس لیے ہے کہ جان نکلنے کے وقت اللہ کی طرف سے کیے جانے والے ثواب اور عزت افزائی کو دیکھ لیتا ہے۔
- ④ بعض کا موقف ہے کہ رحمت کے فرشتے اس کے پاس حاضر ہو کر اس کی روح قبض کرتے ہیں۔ اس لیے وہ شہید کہلاتا ہے۔
- ⑤ بعض نے فرمایا کہ مومن اس کی ظاہری حالت کے مطابق اس کے ایمان اور اس کے

اچھے خاتے کی گواہی دیتے ہیں۔

② جبکہ بعض علماء کا کہنا یہ ہے کہ چونکہ شہید کے جسم پر اس کے اللہ کی راہ میں قتل ہونے کا حاضر گواہ اس کا خون موجود ہوگا اس لیے وہ شہید کہلاتا ہے۔

④ علماء کا ایک قول یہ ہے کہ شہید چونکہ پہلی امتوں کے خلاف اور رسولوں کے حق میں اللہ کا دین پہنچا دینے کی شہادت دے گا اس لیے اس کو شہید کہا گیا۔ لیکن آخری قول کے مطابق بعض دوسرے لوگ بھی مثلاً امت محمدیہ کے علماء حضرات شہداء کے ساتھ اس وصف میں شریک ہونگے۔“ ۵

حقیقت حال یہ ہے کہ شہید کو شہید کہنے کی وجہ میں بیان کیے گئے علماء اسلام کے مذکورہ بالا تمام اقوال اپنی اپنی جگہ بالکل صحیح اور درست ہیں۔ ہر قول کی بنیاد کسی نہ کسی قرآنی آیت یا صحیح حدیث پر ہے۔ چنانچہ شہید فی سبیل اللہ قیامت کے دن سے پہلے ہی جنت میں داخل ہے۔ بہت زیادہ واضح اور صریح آیات اور صحیح احادیث اس پر دلیل ہے۔ مثلاً فرمان رسول ﷺ ہے:

[۷۶۲] «أَرَوْا حُفَّهُمْ فِي جَوْفِ طَيْرٍ خُضِرٍ۔ لَهَا قَنَادِيلُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَسْرَحُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شَاءَتْ» ۵

”ان (شہداء) کی روئیں سبز رنگ کے پرندوں کے پیٹ میں ہوں گی۔ وہ پرندے جنت میں جہاں چاہیں گے چھپھاتے پھریں گے۔ ان کے لیے ایسی قندیلیں ہیں جو عرش کے ساتھ لٹک رہی ہیں۔“

شہید کے جنتی ہونے پر اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور رسولوں کی مضبوط گواہی قائم ہے۔ وہ اپنے رب کریم کی قربت خاص میں رہ کر زندہ ہونے کی حالت میں روزی دیا جاتا ہے۔ جنت الفردوس کا باشندہ اور اللہ کے فرشتوں کا رفیق ہے۔ رحمت کے فرشتے اللہ کی طرف سے عالیشان خوشخبریاں لے کر اس کے پاس حاضر ہوتے ہیں۔ وہ رب العالمین کے لازوال انعامات و اکرامات کو اپنی آنکھوں کے سامنے حاضر اور موجود پاتا ہے۔ وہ پہلی امتوں کا گواہ ہے اور نبی ﷺ سمیت امت کے نیک افراد اس کے جنتی ہونے کے گواہ ہیں۔ خود شہید کا زخمی جسم اور اس کے خون کی زعفرانی سرخی اس کے مرحوم و مغفور ہونے پر گھر کے گواہ ہیں۔ جیسا کہ قرآن

۵ الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ۴/۱۶۱

۵ تخریج کے لیے دیکھئے الرد المسلسل: ۱۰

مجید میں ہے:

[۷۶۳] ﴿وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا﴾ [سورۃ یوسف: ۲۶/۱۲]

”عزیز مصر کی بیوی کے گھر والوں میں سے ایک گواہ نے یوسف علیہ السلام کے حق میں گواہی دی۔“

شہید کے لہو کے بارے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۷۶۴] «الْلَّوْ لَوْ لَوْ الدَّمُ وَالرَّيْحُ رِيْحُ الْمِسْكِ» ۱

”شہید کا خون بظاہر خون مگر حقیقت میں کستوری ہے۔“

شہید کی جامع اور مختصر تعریف:

”هُوَ الَّذِي قُتِلَ أَوْ مَاتَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا“

”شہید وہ شخص ہے جو اللہ کی راہ (جہاد) میں کلمۃ اللہ کی سر بلندی کے لیے قتل ہو جائے یا

فوت ہو جائے۔“ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۷۶۵] ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا.....﴾ [آل عمران: ۱۶۹/۳]

”جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے ہیں ان کو مردہ نہ کہو۔“

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۷۶۶] ﴿وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ مُتُّم.....﴾ [آل عمران: ۱۵۷/۳]

”اور اگر تم اللہ کے راستے میں قتل کر دیے جاؤ، یا فوت ہو جاؤ.....“

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

[۷۶۷] «وَالشَّهِيدُ مَنِ احْتَسَبَ نَفْسَهُ عَلَى اللَّهِ» ۲

”شہید وہ ہوتا ہے جو اپنی جان ثواب حاصل کرنے کی خاطر قربان کر دیتا ہے۔“

شہید کی مفصل تعریف:

◎ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”الشَّهِيدُ الَّذِي لَا يُغْسَلُ وَلَا يُصَلَّى عَلَيْهِ - هُوَ الَّذِي مَاتَ بِسَبَبِ قِتَالِ الْكُفَّارِ حَالَ

قِيَامِ الْقِتَالِ - سِوَاءَ قَتَلِهِ كَافِرٌ أَوْ أَصَابَهُ سِلَاحٌ مُّسْلِمٍ خَطَاً أَوْ عَادَ إِلَيْهِ سِلَاحٌ نَفْسِهِ

۱ تخریج کے لیے دیکھئے الرِّقْمُ الْمَسْلُوسُ: ۶۶۸

۲ المَوْطَأُ لِلْإِمَامِ مَالِكٍ = کتاب الجہاد: باب مَا يَكُونُ فِيهِ الشَّهَادَةُ

أَوْ سَقَطَ عَنْ فَرَسِهِ - أَوْ رَمَحَتْهُ دَابَّةٌ فَمَاتَ أَوْ وَطِئَتْهُ دَوَابُّ الْمُسْلِمِينَ أَوْ غَيْرُهُمْ - أَوْ أَصَابَتْهُ سَهْمٌ لَا يُعْرَفُ هَلْ رَمَى بِهِ مُسْلِمٌ أَوْ كَافِرٌ أَوْ وَجِدَ قَتِيلًا عِنْدَ انْكِشَافِ الْحَرْبِ وَلَمْ يُعْرَفْ سَبَبُ مَوْتِهِ وَ سَوَاءٌ كَانَ عَلَيْهِ أَثَرُ دَمِ أَمْ لَا - وَ سَوَاءٌ مَاتَ فِي الْحَالِ أَمْ بَقِيَ زَمَنًا ثُمَّ مَاتَ بِذَلِكَ السَّبَبِ قَبْلَ انْقِضَاءِ الْحَرْبِ “^۹

”شہید وہ ہے جس کا غسل اور جنازہ نہیں ہے۔ وہ ایسا شخص ہے جو کفار کے ساتھ جنگ کرنے کی وجہ سے دوران جنگ مارا جائے۔ اسے کسی کافر نے قتل کیا ہو یا مسلمان کے ہتھیار سے قتل خطا ہو جائے۔ یا اپنے ہی ہتھیار کے لگنے سے مارا جائے۔ یا اپنے گھوڑے سے گر کر مر جائے یا کوئی جاندار اسے تیر مار دے۔ یا مسلمانوں اور کافروں کے جانوروں کے (ذریعے) کچلا جائے۔ یا اسے کوئی نامعلوم تیر لگ جائے۔ یا اختتام جنگ پر وہ مقتول پایا جائے اور موت کے سبب کا پتہ نہ ہو۔ چاہے اس پر خون کا نشان موجود ہو یا نہ ہو۔ اسی طرح چاہے وہ فوراً مر جائے یا کچھ عرصہ زندہ رہے لیکن پھر اسی سبب سے اختتام جنگ سے قبل ہی فوت ہو جائے۔“

فقہاء کی اضافی شرائط اور ان کا تنقیدی جائزہ:

فقہاء حنفیہ نے شہید کی تعریف میں چند مزید شرائط کا اضافہ کیا ہے۔ مثلاً

﴿۱﴾ ”مَنْ قَصَدَ الْعَدُوَّ فَاصَّابَ نَفْسَهُ يُغْسَلُ“^۹

”جو شخص کہ دشمن کو مارنا چاہے اور اپنے ہتھیار سے خود مارا جائے تو اسے غسل دیا جائے گا۔“

یہ اضافہ سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح حدیث کے سراسر خلاف ہے۔ وہ روایت کرتے ہیں کہ غزوہ خیبر کے دن میرے بھائی عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ نے زبردست جنگی مظاہرہ کیا۔ اچانک اس کی اپنی تلوار پلٹ کر اسے لگ گئی اور وہ جاں بحق ہو گیا۔ اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: یہ شخص اپنے ہتھیار سے مارا گیا تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کچھ لوگ اس کے لیے دعاء رحمت کرنے سے گریز کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ لوگ جھوٹ کہتے ہیں۔ یہ شخص تو (جہاد کرتے ہوئے اور مجاہدہ کرتے ہوئے) فوت ہوا ہے لہذا اس کو دہرا اجر و ثواب

حاصل ہوگا۔ یہ کہتے ہوئے آپ ﷺ نے دو انگلیوں سے اشارہ فرمایا۔^{۱۱}

مالکی، شافعی اور حنبلی فقہاء کا مذہب اسی حدیث کے مطابق ہے۔^{۱۲}

﴿۲﴾ ”اَلشَّهِيْدُ هُوَ كُلُّ مُكَلَّفٍ مُسْلِمٍ طَاهِرٍ فَالْحَائِضُ اِنْ رَأَتْ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ غُسِلَتْ“^{۱۳}

”شہید وہ شخص ہے جو (عاقل و بالغ) مسلمان ہو اور پاک ہو حائضہ عورت اگر تین دن تک خون دیکھ چکی ہو تو اسے غسل دیا جائے گا۔“

(یعنی شہید ہونے والی حائضہ عورت کو شہید فی سبیل اللہ کے مخصوص احکام حاصل نہیں) عاقل اور بالغ ہونے کی شرط بھی محض عقلی اور قیاسی ہے۔ اس پر کوئی شرعی دلیل قائم نہیں کی جا سکتی۔ بلکہ شرعی دلائل اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ غیر بالغ اور پاگل اگر اللہ کی راہ میں مارے جائیں تو اس کے ساتھ بدرجہ اولیٰ شہداء کا معاملہ کیا جانا چاہیے۔ کیونکہ وہ تو صحیح معنوں میں بخشتہ ہوئے ہیں۔ اور پھر اپنی جانیں اللہ کی راہ میں قربان کر چکے ہیں۔ پھر اس کو غسل دینے اور نماز جنازہ پڑھنے کی کیا ضرورت ہے؟

امام بخاری رحمہ اللہ اسی سلسلے میں صحیح البخاری = کتاب الجہاد کے اندر ”بَابُ مَنْ غَزَا بِصَبِيٍّ لِلْخِدْمَةِ“ کا عنوان قائم کرتے ہیں۔ اور اس میں سیدنا ابوطلمحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے غزوہ خیبر کے موقع پر ارشاد فرمایا: میرے لیے اپنے نو عمر بچوں میں سے کوئی بچہ تلاش کر کے لاؤ جو غزوہ خیبر کے سفر میں میری خدمت کرے۔ اس پر سیدنا ابوطلمحہ انصاری رضی اللہ عنہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو جو ابھی نابالغ لڑکے تھے، آپ کی خدمت میں لائے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں غزوہ خیبر کے دوران آپ کی خدمت کیا کرتا تھا۔^{۱۴}

اکثر علماء اسلام کا سوائے امام ابوحنیفہ کے یہی مذہب ہے کہ بچے اور پاگل کے ساتھ شہیدوں کا سا معاملہ کیا جائے گا۔ حتیٰ کہ ان کے دونوں شاگرد ابو یوسف اور محمد بن حسن بھی اکثر علماء کے ہم خیال ہیں۔^{۱۵}

۱۱۔ ملاحظہ ہو صحیح البخاری، کتاب المغازی: باب غزوہ خیبر، الحدیث: ۳۹۶۰ + صحیح مسلم = کتاب الجہاد: باب غزوہ خیبر، الحدیث: ۱۸۰۲۔ اس حدیث کو امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے بھی سنن ابی داؤد میں نقل کیا ہے۔

۱۲۔ المجموع للنووی: ۲۶۱/۵ + المغنی لابن قدامة: ۴۰۴/۲ + حاشیۃ الدسوقي: ۴۲۶/۱

۱۳۔ الدر المختار: ۸۴۸/۱

۱۴۔ ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب من غزا بصبی للخدمة الحدیث: ۲۷۳۶

۱۵۔ رد المحتار علی الدر المختار: ۸۴۸/۱ + المجموع للنووی: ۲۶۶/۵

جنبی اور حائضہ عورت کے متعلق بھی اختلاف کی یہی صورت ہے کہ جمہور علماء اسلام سوائے ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ان کے ساتھ عام شہداء جیسا معاملہ کرنے کے قائل ہیں۔ کیونکہ اللہ کے راستے میں قتل ہونا ہی تمام گناہوں کا کفارہ ہے۔ اس کی دلیل شہداء احد والی وہ روایت ہے جسے امام بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے روایت کیا ہے۔ نیز سیدنا حنظلہ رضی اللہ عنہ والی وہ روایت ہے جسے ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا ہے۔^{۱۵}

اسی طرح باغیوں کے ہاتھوں قتل ہونے والا بھی اس مجاہد فی سبیل اللہ کی طرح ہے جو اللہ کے دین کی سر بلندی کے لیے قتل کیا جائے۔ بشرطیکہ وہ باغیوں کے ہاتھوں قتل ہونے والا دین کا دفاع کرتے ہوئے مارا جائے۔ اکثر شافعی، حنفی اور حنبلی فقہاء کا یہی موقف ہے۔^{۱۶}

امام ترمذی اور ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہما نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۷۶۸] «إِنَّ مِنْ أَعْظَمِ الْجِهَادِ كَلِمَةً عَدَلَ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ»^{۱۷}

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عظیم ترین جہاد ظالم سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے۔“

شیخ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ افضل ترین جہاد اس لیے ہے کہ ظالم اور جابر سلطان کے رو برو کلمہ حق کہنے والے کی موت عام طور پر یقینی ہوتی ہے۔ دشمن کا خوف جس قدر شدید ہوگا، جہاد کی فضیلت اس قدر عظیم ہوگی۔^{۱۸}

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

[۷۶۹] «كَرَّمَ الْمُؤْمِنُ تَقْوَاهُ وَ دِينَهُ حَسْبَهُ وَ مَرْوَةً تُهْ خُلِقَهُ۔ وَالْجُرْأَةُ وَالْجُبْنُ غَرَائِزُ

يَضَعُهَا اللَّهُ حَيْثُ يَشَاءُ۔ فَالْجَبَانُ يَفِرُّ عَنْ أَبِيهِ وَ أُمِّهِ وَ الْجَرِيُّ يُقَاتِلُ عَمَّا لَا يُوُوبُ إِلَى

رَحْلِهِ وَ الْقَتْلُ حَتْفٌ مِنَ الْحُتُوفِ وَ الشَّهِيدُ مَنْ احْتَسَبَ نَفْسَهُ عَلَى اللَّهِ»^{۱۹}

”مومن کی عزت و تکریم اللہ تعالیٰ سے ڈرنے میں ہے۔ اس کا حسب و نسب دینی حسب و

۱۵ نیل الأوطار: ۳۲/۴ + المغنی لابن قدامة: ۵۳۱۰۵۳۰/۲

۱۶ الدر المختار مع رد المحتار: ۸۰۰/۱ + المغنی لابن قدامة: ۲۰۴/۶

۱۷ تخریج کے لیے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۳۰۲

۱۸ تہذیب السنن لابن قیم: ۱۹۰/۶

۱۹ المؤطا للإمام مالک = کتاب الجہاد: باب ما یكون فيه الشہادة

نسب ہے (نہ کہ قومی اور خاندانی تعلق)۔ اس کی مروت بلند اخلاق (مثلاً صبر، بردباری، سخاوت، عغمکساری، رحمہلی اور ایثار وغیرہ) ہیں۔ جرأت اور بزدلی دونوں فطری چیزیں ہیں جو اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے عطا فرماتا ہے۔ چنانچہ فطری طور پر بزدل انسان اپنے ماں باپ کا دفاع کرنے سے بھی بھاگ جاتا ہے۔ (حالانکہ ان کی حفاظت اس کی ذمہ داریوں میں شامل ہے) اور دلیر انسان اس کی خاطر بھی لڑتا ہے جو اس کے اہل بیت میں شامل نہیں ہے۔ قتل بھی باقی موتوں کی طرح ایک موت ہے۔ شہید وہ شخص ہے جو اپنی جان رضا الہی کے لیے ثواب حاصل کرنے کی خاطر قربان کر دیتا ہے۔“

© امام ابو الولید الباجی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

”يُرِيدُ مَنْ رَضِيَ بِالْقَتْلِ فِي طَاعَةِ اللَّهِ رَجَاءَ ثَوَابِ اللَّهِ تَعَالَى“

”(سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق) شہید وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ثواب کی امید پر قتل ہو جانے پر راضی ہو گیا ہے۔ اس پر شہید کے احکام نافذ ہونگے۔ (مثلاً غسل نہ دینا، نماز جنازہ نہ پڑھنا اور خون شہادت سمیت دفن کر دینا)۔“

شہید کی اقسام

دنیا و آخرت کے لحاظ سے اسلام کے شہداء کی مندرجہ ذیل تین اقسام ہیں:

(۱) حقیقی شہید:

یہ وہ شہید فی سبیل اللہ ہے جسے آخرت میں شہداء کے مرتبے اور درجے حاصل ہونگے۔ یعنی اللہ کی راہ میں دین کی سر بلندی کی خاطر جان کا نذرانہ پیش کرنے والا شہید۔

(۲) اعزازی شہید:

جس کو اعزازی طور پر شہید کہا جائے گا۔ یہ وہ شہید ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے آخرت میں شہداء کے مقام پر فائز ہونے کی خوشخبری سنائی ہے۔ مگر دنیا میں اس کے ساتھ میدان جہاد میں شہید ہونے والے کی طرح معاملہ نہیں کیا جاتا۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۷۷۰] «الشَّهَدَاءُ خَمْسَةٌ: الْمَطْعُونُ وَالْمَبْطُونُ وَالْعَرِيقُ وَصَاحِبُ الْهَدْمِ وَالشَّهِيدُ

فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۝^{۱۱}

”شہداء پانچ ہیں: (۱) طاعون کی بیماری سے مرنے والا (۲) پیٹ کی بیماری میں مرنے والا (۳) غرق ہو کر مرنے والا (۴) کسی عمارت کے گرنے سے مرنے والا (۵) شہید فی سبیل اللہ (ان میں سے پہلے چار حکمی شہید ہیں اور آخری حقیقی شہید ہے)

(۳) دنیاوی اور ظاہری شہید:

جس پر صرف شہید ہونے کا ظاہر حکم لگے گا۔ یہ وہ شخص ہے جو اگرچہ اللہ کے راستے میں لڑائی کے عظیم الشان عمل میں شریک تھا اور میدان جہاد میں ہی مارا گیا۔ ہم چونکہ ظاہری حالات کو جاننے، ماننے اور معلوم کرنے کے پابند ہیں۔ اسی وجہ سے اس کے ساتھ حقیقی شہید کا ہی معاملہ کریں گے۔ لیکن چونکہ اس کی لڑائی کا مقصد، ریاکاری، قومی غیرت، خاندانی حمیت یا اپنی بہادری کا اظہار تھا۔ اس لیے وہ مجاہد فی سبیل اللہ تسلیم نہیں کیا گیا اور آخرت میں اپنی گندی غرض اور بری نیت کے مطابق عذاب کا مستحق ہوگا۔ جیسا کہ بخاری اور مسلم کی روایت میں یہ بات موجود ہے۔^{۲۲}

واضح ہو کہ نیت کا خالص ہونا اعمال کے قبول ہونے کے لیے بنیادی شرط ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۷۷۱] ﴿وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ لَا حُفَاءَ.....﴾

[البینۃ: ۵/۹۸]

”اور ان کو بس یہی حکم دیا گیا کہ خالص اللہ کے لیے بندگی کریں ایک طرف ہو کر.....“
نبی ﷺ نے فرمایا:

[۷۷۲] ﴿إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوَىٰ ۝﴾^{۲۳}

”تمام اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی وہ نیت کرے گا۔“

^{۲۱} صحیح البخاری = کتاب الجماعة والإمامة: باب فضل التَّهْجِيرِ إِلَى الظُّهْرِ، الحديث: ۶۲۴ + صحیح مسلم = کتاب

الإِمَارَةِ: باب بيان الشهداء وكتاب البرِّ والصَّلة: باب فضل إزالة الأذى عن الطريق، الحديث: ۱۹۱۴

^{۲۲} ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب الجہاد / أبواب الخُمُس: باب من قاتل للمغنم هل يَنْقُصُ من أجره؟ الحديث:

۲۹۵۸: و: باب لا يُقَالُ فلان شهيد، الحديث: ۲۷۴۱، ۲۷۴۲ + صحیح مسلم = کتاب الإيمان: باب غلط تحریم قتل

الإنسان نفسه وكتاب القدر: باب كَيْفِيَّةُ خَلْقِ الْآدَمِيِّ، الحديث: ۱۱۲

^{۲۳} تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقْمُ الْمُسْلِسِل: ۵۳۵

لہذا شجاعت و بہادری، غیرت و حمیت اور نمود و نمائش کے لیے نہیں بلکہ اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے لڑنے والا ہی صرف مجاہد فی سبیل اللہ ہے۔ اسی طرح عالم و قاری اور سخی و مالدار بھی اگر خلوص نیت سے عاری ہو گئے تو کسی اجر و ثواب کے مستحق ہونے کی بجائے گرفتار عذاب ہو گئے۔^{۲۴}

چنانچہ شہید کی اقسام کو درج ذیل عنوان بھی دیئے جاسکتے ہیں:

۱۔ دنیا اور آخرت کا شہید:

وہ شہید فی سبیل اللہ جو اعلاء کلمۃ اللہ کی خالص نیت کے ساتھ جہاد کرتا ہوا مارا گیا۔

۲۔ آخرت کا شہید:

شہید فی سبیل اللہ کے علاوہ وہ شہداء جن کو رسول اللہ ﷺ نے شہداء کے مرتبہ پر فائز قرار دیا ہے۔ مگر دنیا میں ان پر شہداء کے احکام: غسل نہ دینا، جنازہ نہ پڑھنا، جہادی لباس اور خون سمیت دفن کر دینا وغیرہ نافذ نہ ہو گئے۔ جیسے طاعون اور پیٹ کی بیماری سے مرنے والے ہیں۔

۳۔ دنیاوی شہید:

جو بہادری، ریاکاری، خاندانی اور قومی غیرت جیسے گھٹیا عزائم میں مبتلا ہو کر میدان جہاد میں مارا گیا۔ اس پر ظاہر کے مطابق شہداء کے احکام نافذ کیے جائیں گے اور آخرت کا حساب اللہ کے ذمے ہے۔

تاہم حقیقی شہید یعنی شہید فی سبیل اللہ مقام و مرتبہ کے اعتبار سے دیگر شہداء سے بہت زیادہ بلند و بالا ہے۔ کیونکہ وہ جہاد و قتال میں جان اور مال کی قربانی پیش کرتا ہے۔ قرآن و سنت میں شہداء کے لیے جو بلند درجات اور عظیم الشان فضائل بیان ہوئے ہیں وہ میدان جہاد کے انہی شہیدوں کے لیے مخصوص ہیں۔ اسی فرق اور امتیاز کو ظاہر کرنے کے لیے دنیا میں بھی ان کو چند مخصوص احکام کے ساتھ ممتاز رکھا گیا ہے۔ مثلاً غسل نہ دینا، کفن نہ پہنانا، نماز جنازہ کا ضروری نہ ہونا، خون شہادت سمیت دفن کر دینا وغیرہ۔^{۲۵}

^{۲۴} ملاحظہ ہو صحیح مسلم = کتاب الإمامۃ: باب من قاتل للربیاء و السُّعۃ استحق النار، الحدیث: ۱۹۰۵ + صحیح الترمذی = کتاب الزُّہد: باب مجاہد فی الزُّبای و السُّعۃ، الحدیث: ۱۹۴۰ + صحیح النّسائی = کتاب الجہاد: باب من قاتل لِنِقَالِ فُلَانٍ جَرِیٌّ، الحدیث: ۲۹۴۰

آخرت میں بھی یہ شہداء بلند مقامات اور عالیشان انعامات سے مشرف کیے جائیں گے۔ مثلاً شہداء ہاؤس میں داخلہ، ممتاز اور مخصوص محلات، بلند وبالا درجات، مخصوص اور باعزت زندگی، عمدہ اور اعلیٰ جنت ”جنت الفردوس“ میں رہائش، رب العالمین کا بغیر کسی پردے کے دیدار، جنت میں نبیوں اور رسولوں کا ساتھ۔

ان انعامات اور درجات کے فضائل کی تفصیل کے لیے **ملاحظہ ہو:**

۱ تفسیر القرطبی: ۱۷۶/۵

۲ صحیح البخاری = کتاب الجہاد: ۳۹۱/۱ - ۳۹۳، ۳۹۷ - ۳۹۹

۳ صحیح مسلم = کتاب الجہاد: ۱۳۳/۲ - ۱۳۷، ۱۴۰ - ۱۴۲

۴ المنتقی شرح المؤطاء = کتاب الجہاد: ۲۰۴/۳ - ۲۱۲

۵ أبواب فضائل الشَّهيد في السُّنن الأربعة

۶ مسند أحمد

۷ شرح الطَّيْبِي عَلَى مَشْكُوتِ الْمَصَابِيح: ۲۶۲/۷ - ۳۱۳

۸ المنتقى لابن الجارود: باب في دوام الجهاد إلى يوم القيمة: ۳۴۳ - ۳۵۰

شہداء کے مرتبے:

جہاد کا سب سے اعلیٰ مقصد شہادت فی سبیل اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۷۷۳] ﴿.....وَلْيَعْلَمْ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ ۖ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ

○ وَلِيُمَحِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَمْحَقَ الْكَافِرِينَ ○﴾ [آل عمران: ۱۴۰، ۱۴۱]

”..... اور تاکہ اللہ ایمانداروں کو الگ کر کے دیکھ لے اور چند لوگوں کو تم میں سے شہداء فی

سبیل اللہ بنائے اور اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ اور تاکہ ایمانداروں کو

خالص کر لے اور کافروں کو ملیا میٹ کر دے۔“

سورۃ آل عمران میں اللہ تعالیٰ نے غزوۂ احد میں مسلمانوں کو رنج و الم کی شدتوں میں مبتلا

کرنے اور ان کی شدید آزمائش لینے کے اغراض و مقاصد اور فوائد و ثمرات بیان کرتے ہوئے

ارشاد فرمایا ہے ”اگر تمہیں احد میں کچھ زخم لگے ہیں تو تمہاری مخالف قوم کو بھی اس کی مثل غزوۂ

بدر میں زخم لگ چکے ہیں۔ اور ہم ان ایام کو لوگوں کے درمیان (اس طرح) پھرتے رہتے ہیں۔

(کبھی خوشی تو کبھی غمی، کبھی امیری تو کبھی غربی، کبھی فتح تو کبھی شکست)۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ غزوہ احد جیسی خون ریز جنگ کا سب سے بڑا اور اولین مقصد ہی یہ بیان کرتے ہیں کہ اس سے مومنوں کی چھانٹی ہو جائے اور تم میں سے کچھ شہیدوں کا انتخاب ہو جائے۔

© امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

شہادت فی سبیل اللہ کی فضیلت پر اللہ تعالیٰ کے یہی چند فرامین کافی ہیں:

[۷۷۴] ﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِآنَ لَهُمُ الْجَنَّةُ ط.....﴾

[التوبة: ۱۱۱/۹]

”اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال جنت کے بدلے خرید لیے ہیں۔“

[۷۷۵] ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنْجِيكُمْ مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ۝﴾

[الصَّف: ۱۰/۶۱]

”اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایسی تجارت نہ بتاؤں جو تم کو دردناک عذاب سے نجات دلا دے۔“

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی جانوں اور ان کے مالوں کے بدلے ان کو جنت عطا فرمانے کا یقینی وعدہ فرمایا ہے۔ اور جہاد فی سبیل اللہ کو ایسی نفع بخش تجارت قرار دیا ہے، جس میں دردناک عذاب سے نجات کا یقینی نفع حاصل ہے۔

سورہ آل عمران کی آیت: ۱۴۰ سے ثابت ہوتا ہے کہ ارادہ اور حکم اللہ تعالیٰ کی دو الگ الگ صفات ہیں۔ مثلاً اس نے کافروں کے لیے مسلمانوں کو قتل کرنا حرام قرار دیا۔ وہ اس جرم کے ارتکاب پر اللہ کی پکڑ سے دو چار ہونگے۔ لیکن مسلمانوں میں سے کچھ لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی راہ میں شہادت عطا کرنے کا ارادہ فرمایا اور وہ ارادہ پورا کیا۔ گویا حکم اور امر ہے کہ کافر مسلمانوں کو قتل نہ کریں اور ارادہ یہ ہے کہ مسلمانوں میں سے کچھ لوگ شہادت سے شرف یاب ہوں۔ حکم اپنی جگہ برقرار ہے اور ارادہ اپنی جگہ واقع ہو رہا ہے۔ بالکل ایسے جیسے آدم علیہ السلام کو ایک درخت کا پھل کھانے سے منع کیا گیا۔ یہ حکم تھا۔ لیکن اس فعل کے واقع ہونے کا ارادہ بھی کیا جو پورا ہوا۔ سو اللہ کے بندے اللہ کے احکام پر عمل کرنے اور منع کی ہوئی چیزوں سے رک جانے کے پابند ہیں۔ اسی لیے ان کو ثواب اور عذاب ہوگا۔ ۲۶

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۷۷۶] ﴿وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصَّدِيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ ۚ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا﴾

[النساء: ۶۹/۴]

”اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا سو یہی لوگ (جنت میں) ان کے ساتھ ہونگے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا۔ یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ۔ ان کی رفاقت بہت ہی خوب ہے۔“

صدیقین، صدیق کی جمع ہے، شہداء، شہید کی جمع ہے۔ صالحین، صالح کی جمع ہے۔

”الصدیق“ وہ شخص ہے جو سچ بولنے یا سچے آدمی کی تصدیق کرنے میں درجہ کمال تک پہنچا ہوا ہو جیسے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ ”شہداء“ یعنی دین حق کی گواہی دینے والے مثلاً سیدنا عمر، سیدنا عثمان اور سیدنا علی رضی اللہ عنہم۔ اور ”صالحین“ سے باقی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مراد ہیں۔ یا پھر شہداء سے مراد ہے کہ دین حق کی خاطر اللہ کی راہ میں شہید ہونے والے اور صالحین سے امت کے تمام نیک افراد مراد ہیں۔ بہر حال آیت کے الفاظ عام ہیں۔ جس میں تمام شہداء اور نیک افراد شامل ہیں۔ ۷۷۶

قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کا فصیح و بلیغ اور منظم و مربوط کلام ہے۔ لہذا جب ہم آیت بالا کے سیاق و سباق پر نظر ڈالتے ہیں کہ پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی اہمیت و ضرورت پر زور دیا جا رہا ہے۔ پھر آیت: ۷۷۶، سے آیت: ۷۷۷، تک جہاد و قتال کے لیے اللہ کی راہ میں نکل پڑنے کی زبردست ترغیب دلائی گئی ہے۔ تو درست اور صحیح بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ شہداء سے اللہ کے راستے میں حالت جنگ میں شہید ہونے والے ہی مراد ہیں۔ کیونکہ صدیقین کی طرح یہی لوگ انبیاء کے مددگار، حواری اور انبیاء کے ساتھ مل کر اللہ کے دشمنوں کے ساتھ جہاد کرنے والے ہیں۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

[۷۷۷] ﴿وَكَايْنٍ مِّنْ نَّبِيِّ قُتِلَ مَعَهُ رَبِّيُونَ كَثِيرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا اسْتَكَانُوا ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ﴾ [آل عمران: ۱۴۶/۳]

”اور کتنے ہی نبی ہیں جن کے ساتھ ہو کر بہت سے اللہ والوں نے قتال کیا۔ پھر جو تکلیف ان کو اللہ کی راہ میں پہنچی نہ اس تکلیف کی وجہ سے وہ سست ہوئے، نہ کمزوری دکھائی اور نہ دشمن سے دبے اور اللہ ثابت قدم رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔“

یہ ظاہر بات ہے کہ جن کو دنیا میں اللہ کے نبیوں کا دینی ساتھ حاصل تھا۔ آخرت میں بھی وہ اللہ والے شہداء ہی ان کے ساتھ ہونگے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ مرض الموت میں قرآن مجید کی آیت:

[۷۷۸] ﴿مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ.....﴾ [آل عمران: ۱۴۶/۳] کی تلاوت کرتے

ہوئے اللہ تعالیٰ سے درج ذیل التجا کرتے ہیں:

[۷۷۹] «اللَّهُمَّ الرَّفِيقَ الْأَعْلَى» ۲۸

”اے اللہ! مجھے جنت میں رفیق اعلیٰ عطا فرما دے۔“

جبکہ دوسری طرف نبوت و رسالت کے عظیم عہدے پر فائز ہونے کے بعد شہادت کے اعلیٰ مرتبے اور عظیم الشان درجے کے حصول کی تمنا اور آرزو دل میں رکھتے ہیں۔

منصب نبوت اور تمنائے شہادت:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

[۷۸۰] « وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ لَا أَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ لَا تَطِيبُ أَنْفُسُهُمْ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنِّي - وَلَا أَحَدٌ مَّا أَحْمِلُهُمْ عَلَيْهِ - مَا تَخَلَّفْتُ عَنْ سَرِيَّةٍ تَغْزُو فِي سَبِيلِ اللَّهِ - وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوَدِدْتُ أَنِّي أَقْتُلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ أَحْيَى - ثُمَّ أَقْتُلُ ثُمَّ أَحْيَى - ثُمَّ أَقْتُلُ ثُمَّ أَحْيَى - ثُمَّ أَقْتُلُ ثُمَّ أَحْيَى » ۲۹

”اس کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر مسلمانوں میں کچھ ایسے لوگ نہ ہوں جو کبھی بھی مجھ سے پیچھے رہ کر خوش دل نہیں ہو سکتے اور میں ان کے لیے کوئی سواری بھی نہیں پاتا جس پر ان کو سوار کر سکوں۔ تو میں اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کسی لشکر سے غیر حاضر نہ ہوتا اور مجھے اس کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ میں بھرپور

۲۸ صحیح البخاری = کتاب المغازی: باب مرض النبی ﷺ ووفاته، الحدیث: ۴۱۷۳ + صحیح مسلم = کتاب فضائل

الصحابہ: باب فی فضل عائشہ رضی اللہ عنہا، الحدیث: ۲۴۴۴

۲۹ تخریج کے لیے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۱۰۰

تمنا رکھتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں شہید ہو جاؤں پھر (دوبارہ) زندہ کیا جاؤں۔ پھر شہید ہو جاؤں۔ پھر (سہ بارہ) زندہ کیا جاؤں۔ پھر شہید ہو جاؤں پھر (چہار بارہ) زندہ کیا جاؤں۔ پھر شہید ہو جاؤں۔“

ایک روایت میں یوں الفاظ ہیں :

[۷۸۱] «لَوَدِدْتُ اَنْیَ اَعْزُو فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ فَاُقْتَلُ - ثُمَّ اَعْزُو فَاُقْتَلُ - ثُمَّ اَعْزُو فَاُقْتَلُ» ۳۱
 ”البتہ میری تو خواہش ہے کہ میں اللہ کے راستہ میں جنگ کروں پھر قتل کر دیا جاؤں۔ پھر جنگ کروں پھر قتل کر دیا جاؤں۔ پھر جنگ کروں پھر قتل کر دیا جاؤں۔“
 © حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی حفاظت کا وعدہ کرتے ہوئے فرمایا:

[۷۸۲] ﴿وَاللّٰهُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ط﴾ [المائدة: ۶۷/۵]

”اللہ تعالیٰ آپ کی لوگوں سے حفاظت کرے گا۔“

اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ اللہ کے راستے میں قتل ہونے کی تمنا کرتے رہے۔ جس تمنا کا پورا ہونا ناممکن ہے۔ اس سے جہاد کی عظیم ترین فضیلت بتانا اور مسلمانوں کو اس پر ترغیب دلانا مقصود ہے۔ نیز اس حدیث سے بعض لوگوں نے جہاد کے فرض کفایہ ہونے پر استدلال کیا ہے۔ یہ استدلال اس لیے غلط ہے کہ معذور افراد تو فرض عین سے بھی مستثنیٰ ہوتے ہیں۔ اس حدیث کے الفاظ ”میں ان کے لیے وہ سواری نہیں پاتا جس پر ان کو سوار کر سکوں۔“ سے معذور افراد کو ہی تو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔“ ۳۲
 © امام نووی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں :

اس حدیث میں مسلمانوں پر آپ کی شفقت ، مہربانی اور کئی مصلحتوں میں سے اہم ترین مصلحت کو اختیار کرنے کی وضاحت ہے۔ نیز جہاد اور شہادت فی سبیل اللہ کی فضیلت کا بیان ہے۔ ۳۲

نیز مندرجہ بالا حدیث اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ شہادت فی سبیل اللہ کی تمنا انبیاء کی

۳۱ صحیح مسلم = کتاب الإمارة : باب فضل الجہاد والخروج فی سبیل اللہ ، الحدیث : ۱۸۷۶

۳۲ فتح الباری : ۳۰۶/۶

۳۳ شرح النووی : ۱۳۳/۲

پسندیدہ خواہش ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک ایسی چیز کی تمنا کرنا بھی جائز ہے جس کا پورا ہونا ناممکن ہو۔ شہداء اسلام جنت میں داخل ہونے کے بعد بھی شہادت فی سبیل اللہ کی فضیلت اور عزت افزائی کو دیکھ کر دس بار زندہ کیے جانے اور اللہ کے راستے میں قتل ہونے کی تمنا کریں گے۔“ ۳۳

شہادت فی سبیل اللہ اور جنت:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۷۸۳] ﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۖ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ ۖ وَعَدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ ۖ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ ۖ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ [التوبة: ۱۱۱/۹]

”یقیناً اللہ تعالیٰ نے جہاد کرنے والے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لیے ہیں اور ان کے عوض ان کو جنت عطا کر دی ہے۔ وہ اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہیں، کافروں کو قتل کرتے ہیں اور خود بھی قتل ہوتے ہیں۔ یہ برحق وعدہ اللہ نے ذمے لیا ہے۔ تورات، انجیل اور قرآن میں۔ اور اللہ سے بڑھ کر اپنے وعدے کو کون پورا کر سکتا ہے۔ لہذا (اے مجاہدو!) تم اپنے اس سودے پر خوش ہو جاؤ جو تم نے اللہ کے ساتھ کر رکھا ہے اور یہی تو بڑی کامیابی ہے۔“

حافظ ابن کثیر اور امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہما اس آیت کا شان نزول بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔ بیعت عقبہ کبریٰ کے وقت عبداللہ بن رواحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ ﷺ اپنے رب اور اپنی ذات کے لیے بیعت لیتے ہوئے ہم پر جو چاہے شرط لگائیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۷۸۴] ﴿أَشْتَرِ لِرَبِّي أَنْ تَعْبُدُوهُ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا - وَأَشْتَرِ لِنَفْسِي أَنْ تَمْنَعُونِي

۳۳ ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب تمنی المجاہد أن یرجع إلی اللہ، الحدیث: ۲۶۶۲ + صحیح مسلم

= کتاب الإمارة: باب فضل الشہادة فی سبیل اللہ، الحدیث: ۱۸۷۷

Free downloading facility of Videos, Audios & Books for DAWAH purpose only, From Islamic Research Centre Rawalpindi

﴿مِمَّا تَمْنَعُونَ مِنْهُ أَنْفُسَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ﴾ ۳۲

”میں اپنے رب کے لیے تم پر یہ شرط لگاتا ہوں کہ تم خالص اس کی عبادت کرو گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراؤ گے اور اپنی ذات کے لیے میری شرط یہ ہے کہ تم ہر اس خطرے سے میری حفاظت کرو گے جس سے اپنی جانوں اور مالوں کی حفاظت کرتے ہو۔“

تو اس پر حاضرین نے عرض کیا: اگر ہم یہ شرائط پوری کریں تو ہمارے لیے کیا صلہ ہوگا؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جنت“۔ تو لوگوں نے کہا: یہ تجارت بڑی نفع بخش ہے۔ ہم یہ سودا کبھی واپس نہیں کریں گے۔ اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اس روایت کو امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے محمد بن کعب القرظی وغیرہ سے روایت کیا ہے۔ تاہم اللہ کا یہ وعدہ قیامت تک امت محمدیہ کے ہر مجاہد اور شہید فی سبیل اللہ کے لیے عام ہے۔

مذکورہ بالا آیت کے الفاظ ”پس وہ قتل کرتے ہیں اور قتل ہوتے ہیں۔“ [التوبة: ۱۱۱/۹] سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صلہ غازی اور شہید دونوں کے لیے ہے۔ مزید برآں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

[۷۸۵] ﴿وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ﴾ [التوبة: ۱۱۱/۹]

”اللہ سے بڑھ کر اپنے وعدے کو پورا کرنے والا کون ہے؟“

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

[۷۸۶] ﴿وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا﴾ [النساء: ۸۷/۴]

”اللہ سے بڑھ کر کس کی بات سچی ہو سکتی ہے؟“ ۳۵

ضمانت باری تعالیٰ:

”موسیٰ علیہ السلام کے زمانے سے لے کر قیامت تک مجاہدین فی سبیل اللہ کے ساتھ اس پختہ وعدے کی تشریح و تفصیل اس کے آخری رسول ﷺ کے کلام مبارک میں کچھ اس طرح بیان ہوئی ہے:

۳۲ صحیح ابن حبان = کتاب أخبارہ ﷺ عن مناقب الصحابة رجالها ونسائهم / ذکر براء بن معرور بن صخر بن خنساء رضوان اللہ علیہ / ذکر أسعد بن زرارۃ بن عدس رضوان اللہ علیہ، الحدیث: ۶۹۷۲، ۶۹۷۳۔ اس حدیث کو امام بیہقی رحمہ اللہ اور امام طبری رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو قوی (صحیح) قرار دیا ہے۔ دیکھئے فتح الباری شرح صحیح البخاری = کتاب مناقب الأنصار: باب وفود الأنصار إلى النبي ﷺ بمكة وبنيعة العقبة نیز دیکھئے تفسیر ابن کثیر / تفسیر سورة التوبة، الآية: ۱۱۱ (۲/۴۳۰) (ابو عرابہ ابن عبد الجبار)

۳۵ تفسیر ابن کثیر: ۴۳۰/۲ + الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ۱۶۹/۸

[۷۸۷] « اِتَدَبَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ لِمَنْ خَرَجَ فِي سَبِيلِهِ لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا إِيْمَانٌ بِي وَتَصَدِيقٌ بِرُسُلِي بَأَنِّ أَرْجِعَهُ بِمَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ أَوْ غَنِيْمَةٍ أَوْ أُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ » ۳۶

”اللہ تعالیٰ ذمہ اٹھاتا ہے۔ اس شخص کا جو اس کی راہ میں نکل پڑے کہ اس کو میرے راستے میں جہاد اور میرے رسولوں کی تصدیق کے علاوہ (کوئی دوسری غرض) نکالنے والی نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کو اجر و ثواب اور غنیمت (میں سے کسی ایک یا دونوں) کے ساتھ واپس لوٹائے گا یا (شہادت دے کر) اس کو جنت میں داخل کر دے گا۔“

ایک روایت میں یوں الفاظ ہیں:

[۷۸۸] « تَوَكَّلْ اللَّهُ لِلْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِهِ بَأَنِّ يَتَوَقَّاهُ أَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ أَوْ يَرْجِعَهُ سَالِمًا مَعَ أَجْرٍ أَوْ غَنِيْمَةٍ » ۳۷

”..... اللہ تعالیٰ وکیل ہے اس مجاہد فی سبیل اللہ کا اگر اس کو فوت کرے گا تو اس کو جنت میں داخل کرے گا۔ یا اس کو صحیح سالم اجر اور مال غنیمت کے ساتھ واپس لوٹائے گا۔“

ایک روایت میں یوں الفاظ ہیں:

[۷۸۹] « تَكْفَّلَ اللَّهُ لِمَنْ جَاهَدَ فِي سَبِيلِهِ لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِهِ وَتَصَدِيقُ كَلِمَاتِهِ بَأَنِّ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ أَوْ يَرْجِعَهُ إِلَى مَسْكِنِهِ الَّذِي خَرَجَ مِنْهُ مَعَ مَانَالٍ مِنْ أَجْرٍ أَوْ غَنِيْمَةٍ » ۳۸

”اللہ تعالیٰ کفیل ہے اس شخص کا جو اس کے راستے میں جہاد کرتا ہے۔ اس کو جہاد فی سبیل اللہ اور اللہ کے کلمات کی تصدیق کے سوا کوئی چیز نکالنے والی نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں ضرور داخل کرے گا یا اس کو اجر و ثواب اور مال غنیمت کے ساتھ اس کی اس رہائش کی طرف لوٹائے گا جس سے وہ نکلا تھا۔“

ایک روایت میں یوں الفاظ ہیں:

[۷۹۰] « تَضَمَّنَ اللَّهُ لِمَنْ خَرَجَ فِي سَبِيلِهِ لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا جِهَادًا فِي سَبِيلِي، وَ إِيْمَانًا بِي » ۳۹

۳۶ تخریج کے لیے دیکھئے الرِّقْم المسلسل : ۹

۳۷ صحیح البخاری = کتاب الجہاد : باب أفضل الناس مومن يجاهد بنفسه وماله في سبيل الله ، الحديث : ۲۶۳۵

۳۸ تخریج کے لیے دیکھئے الرِّقْم المسلسل : ۲۷۲

۳۹ تخریج کے لیے دیکھئے الرِّقْم المسلسل : ۲۷۲

”اللہ تعالیٰ ضامن ہے اس شخص کا جو اس کے راستہ میں نکل پڑتا ہے۔ نہیں نکالتی اس کو کوئی چیز سوائے میرے راستے میں جہاد کے اور مجھ پر ایمان لانے کے.....“

نبی ﷺ نے مزید فرمایا:

[۷۹۱] «ثَلَاثَةٌ حَقٌّ عَلَى اللَّهِ عَوْنُهُمْ: الْمُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُكَاتِبُ الَّذِي يُرِيدُ الْإِدَاءَ وَالنَّائِكُ الَّذِي يُرِيدُ الْعَفَاةَ» ۴۰

”تین قسم کے آدمیوں کی نصرت و مدد کرنا اللہ تعالیٰ پر حق ہے۔ یعنی وہ ضرور ان کی مدد کرتا ہے: (۱) مجاہد فی سبیل اللہ (۲) مکاتب غلام جو اپنے ذمہ لازم رقم کو ادا کرنا چاہتا ہے (تاکہ اسے آزادی حاصل ہو جائے) (۳) نکاح کا خواہشمند جو پاکدامنی و عفت کی نیت رکھتا ہے۔“

گویا جہاد فی سبیل اللہ کے لیے راہ حق میں نکلنے والا شخص اللہ تعالیٰ کی کفالت و ضمانت میں ہے۔ اللہ عزوجل اس کو شہادت کے صلہ میں جنت اور غازی بن کر لوٹنے کی صورت میں اجر و ثواب اور مال غنیمت عطا فرمانے کی ضمانت دیتا ہے۔ نیز مجاہد فی سبیل اللہ کی مدد و نصرت کرنا اللہ تعالیٰ کے وعدے کا ایک حصہ ہے۔ مجاہد بندوں کا اپنے مالک حقیقی پر حق ہے۔ جسے وہ بہر صورت ادا فرماتا ہے۔ اسی وعدے کی تکمیل سے وہ اپنے پسندیدہ دین کو دنیا میں غالب رکھتا ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

دخول جنت میں پیش پیش:

نبی ﷺ نے فرمایا:

[۷۹۲] «عُرِضَ عَلَى أَوَّلِ ثَلَاثَةٍ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ: شَهِيدٌ وَ عَفِيفٌ مُتَعَفِّفٌ وَ عَبْدٌ أَحْسَنَ عِبَادَةَ اللَّهِ وَ نَصَحَ لِمَوَالِيهِ» ۴۱

”جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والے تین شخص مجھ پر پیش کیے گئے (۱) شہید

۴۰ صحیح الترمذی = أبواب فضائل الجهاد: باب ماجاء في المجاهد والمكاتب والنكاح وعون الله إياهم، الحديث: ۲۳۰۲ + صحيح النسائي = كتاب الجهاد: باب فضل الروحة في سبيل الله عزوجل، الحديث: ۲۹۲۳ + صحيح ابن ماجه = كتاب العتق: باب المكاتب، الحديث: ۲۰۴۱

۴۱ سنن الترمذی، أبواب فضائل الجهاد: باب ماجاء في ثواب الشهيد + صحيح ابن حبان = كتاب أخباره عليه السلام عن مناقب الصحابة باب فضل الأئمة / ذكر الأخبار عن أول من يدخل الجنة من هذه الأمة بعد الرمرة التي ذكرناها قبل، الحديث: ۷۲۰۴۔ اس حدیث کو امام احمد رحمہ اللہ اور امام حاکم رحمہ اللہ نے بھی نقل کیا ہے۔ (ابوعمار ابن عبدالحار)

فی سبیل اللہ (۲) حرام چیزوں اور سوال سے پرہیز کرنے والا عفت مآب اور پاک باز شخص (۳) وہ غلام جو اچھے طریقے سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہو اور اپنے آقاؤں کا حق ادا کرنے والا خیر خواہ ہو۔“

حدیث بالا کو امام ترمذی نے حسن اور حاکم وغیرہ نے صحیح قرار دیا ہے۔ تاہم شہید عالم برزخ میں ہی جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونے لگ جاتا ہے۔ یہ بات پہلے بھی بہت زیادہ آیات اور صحیح احادیث سے ثابت کی جا چکی ہے۔ لہذا ترمذی کی حدیث بغیر کسی شک کے صحیح ہے۔

فردوس بریں اور آرزوئے شہید:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

[۷۹۳] « اَنَّ اُمَّ الرَّبِيعِ بِنْتَ الْبَرَاءِ وَ هِيَ اُمُّ حَارِثَةَ بْنِ سُرَاقَةَ (رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ) اَتَتْ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اَلَا تُحَدِّثُنِي عَنْ حَارِثَةَ — وَ كَانَ قُتِلَ يَوْمَ بَدْرٍ، اَصَابَهُ سَهْمٌ غَرْبٌ — فَاِنْ كَانَ فِي الْجَنَّةِ صَبَرْتُ وَ اِنْ كَانَ غَيْرَ ذَلِكَ اجْتَهَدْتُ عَلَيْهِ فِي الْبُكَاءِ — قَالَ ” يَا اُمَّ حَارِثَةَ (رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا) اِنَّهَا جَنَّاتٌ فِي الْجَنَّةِ وَ اِنَّ ابْنَكَ اَصَابَ الْفُرْدَوْسَ الْاَعْلٰى « ۴۲

”ام ربیع بنت برآء — انہیں کا دوسرا نام ام حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہا ہے — رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی: اے اللہ کے نبی! کیا آپ مجھے حارثہ کے بارے کوئی خبر دیں گے؟ — جو غزوہ بدر میں نامعلوم تیر لگنے سے شہید ہو گئے تھے — پس اگر وہ جنت میں ہے تو میں صبر کروں گی اور اگر اس کے علاوہ کوئی حالت ہے تو میں اس کی موت پر خوب روؤں گی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے ام حارثہ رضی اللہ عنہا! اللہ کی جنت میں بہت سی جنتیں ہیں۔ اور تیرے فرزند حارثہ رضی اللہ عنہ نے فردوس بریں (یعنی جنت الفردوس) حاصل کر لی ہے۔“

سَهْمٌ غَرْبٌ: ”کا معنی ہے نامعلوم تیر، جس کا چلانے والا معلوم نہ ہو۔ الْفُرْدَوْسُ الْاَعْلٰی ”یعنی جنت الفردوس، جو جنت کے تمام طبقات میں سب سے اعلیٰ طبقہ ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث میں اس کی تعریف اس طرح کی گئی ہے:

[۷۹۴] «إِنَّ فِي الْجَنَّةِ مَائَةَ دَرَجَةٍ أَعَدَّهَا اللَّهُ لِلْمُحَاهِدِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ - مَا بَيْنَ الدَّرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ فَإِذَا سَأَلْتُمُ اللَّهَ فَاسْأَلُوهُ الْفِرْدَوْسَ فَإِنَّهُ أَوْسَطُ الْجَنَّةِ وَاعْلَى الْجَنَّةِ — أَرَاهُ — فَوْقَهُ عَرْشُ الرَّحْمَنِ وَمِنْهَا تَفَجَّرُ أَنْهَارُ الْجَنَّةِ» ۴۳

”جنت میں ایک سو (۱۰۰) درجات ہیں ہر دو درجوں کے درمیان زمین و آسمان کا درمیانی فاصلہ ہے۔ فردوس سب سے اعلیٰ اور بہترین جنت ہے۔ اس کے اوپر رحمن کا عرش ہے اور اسی سے جنت کے تمام دریا بہتے ہیں۔ سو جب تم اللہ سے جنت کی درخواست کرو تو جنت الفردوس مانگا کرو۔“

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۷۹۵] «مَا أَحَدٌ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ يُحِبُّ أَنْ يَرْجَعَ إِلَى الدُّنْيَا وَلَهُ مَا عَلَى الْأَرْضِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا الشَّهِيدُ. يَتَمَنَّى أَنْ يَرْجَعَ إِلَى الدُّنْيَا فَيَقْتُلَ عَشْرَ مَرَّاتٍ. لِمَا يَرَى مِنَ الْكِرَامَةِ» ۴۴

”کوئی شخص بھی جنت میں داخل ہو کر دنیا میں واپس آنا پسند نہیں کرتا۔ اگرچہ وہ روئے زمین کی تمام کائنات کا مالک بنا دیا جائے، سوائے شہید کے۔ چنانچہ وہ تمنا کرتا ہے کہ دنیا میں واپس لوٹایا جائے۔ اور اللہ کے راستے میں دس مرتبہ قتل کیا جائے۔ اس لیے کہ وہ (جنت میں) شہادت کی (بناء پر ملنے والی) عزت و تکریم کو دیکھ لیتا ہے۔“

ایک روایت میں یوں الفاظ ہیں:

[۷۹۶] «مِنْ فَضْلِ الشَّهَادَةِ» ۴۵

” (وہ دس بار دنیا میں واپس آ کر شہید ہونے کی خواہش اس لیے کرے گا کہ) اس نے شہادت کی بناء پر ملنے والی فضیلت کو دیکھ لیا ہوگا۔“

امام بخاری رحمہ اللہ ”بَابُ دَرَجَاتِ الْمُجَاهِدِينَ“ میں جنت الفردوس والی حدیث کے بعد سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ایک نیند والی معراج کا قصہ اس طرح بیان فرمایا:

۴۳ تخریج کے لیے دیکھئے الرقم المسلسل : ۱۰۹

۴۴ صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب تَمَنَّى الْمُجَاهِدُ أَنْ يَرْجَعَ إِلَى الدُّنْيَا، الحدیث : ۲۶۶۲ + صحیح مسلم = کتاب

الإِمَارَةِ: باب فضل الشَّهَادَةِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، الحدیث : ۱۸۷۷

۴۵ صحیح مسلم = کتاب الإِمَارَةِ: باب فضل الشَّهَادَةِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، الحدیث : ۱۸۷۷

[۷۹۷] « رَأَيْتُ الْيَلَّةَ رَجُلَيْنِ اتَّبَانِي فَصَعِدَا بِي الشَّجَرَةَ فَأَذْخَلَانِي دَارًا هِيَ أَحْسَنُ وَأَفْضَلُ لَمْ أَرْقُطْ أَحْسَنَ مِنْهَا قَالَا أَمَّا هَذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشُّهَدَاءِ »^{۴۶}

”آج رات میرے پاس دو آدمی آئے اور مجھے ساتھ لے کر ایک درخت پر چڑھ گئے اور مجھے ایک ایسے گھر میں داخل کر دیا، جو نہایت خوبصورت اور افضل تھا۔ میں نے اس سے بڑھ کر خوبصورت گھر آج تک نہ دیکھا تھا۔ پھر ان دونوں فرشتوں نے کہا کہ یہ گھر شہداء کا مقام (شہداء ہاؤس) ہے۔“

گویا امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے سب سے بہترین اور بلند ترین جنت کی مزید تفسیر کرنا چاہی ہے۔ کہ اس روایت میں ”اَوْسَطُ“ کا معنی ہے سب سے افضل اور سب سے خوبصورت۔

◎ امام نووی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

”هَذَا مِنْ صَرَائِحِ الْإِدْلَةِ فِي عَظِيمِ فَضْلِ الشَّهَادَةِ“^{۴۷}

”جس حدیث میں شہید کے بار بار شہید ہونے کی تمنا کا بیان ہے یہ شہادت فی سبیل اللہ کی عظیم الشان فضیلت کے واضح دلائل میں سے ایک واضح دلیل ہے۔“

◎ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں لکھتے ہیں:

اسی حدیث کو امام نسائی رحمہ اللہ اور امام حاکم رحمہ اللہ نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

[۷۹۸] « يُؤْتَى بِالرَّجُلِ مِنْ أَهْلِ الْحَنَّةِ فَيَقُولُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ يَا ابْنَ آدَمَ كَيْفَ

وَجَدْتَ مَنْزِلَكَ؟ فَيَقُولُ أَيْ رَبِّ: خَيْرَ مَنْزِلٍ - فَيَقُولُ سَلْ وَتَمَنَّ فَيَقُولُ أَسْأَلُكَ أَنْ

تُرَدَّنِي إِلَى الدُّنْيَا - فَأُقْتَلَ فِي سَبِيلِكَ عَشْرَ مَرَّاتٍ - لِمَا يَرَى مِنْ فَضْلِ الشَّهَادَةِ »^{۴۸}

”اہل جنت میں سے ایک شخص کو لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے اے ابن

آدم! تو نے اپنی جنت میں اپنی منزل کیسی پائی؟ وہ عرض کرے گا: اے پروردگار! وہ

بہترین منزل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کوئی مزید سوال اور تمنا کرو۔ تو بندہ عرض کرے گا:

۴۶ صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب درجات المجاہدین فی سبیل اللہ، الحدیث: ۲۶۳۸

۴۷ شرح النووی: ۱۳۴/۲

۴۸ صحیح النسائي = کتاب الجہاد: باب ما یتمنّی اهل الحنّة، الحدیث: ۲۹۶۲

میں کیا سوال اور تمنا کروں۔ میری یہی درخواست ہے کہ تو مجھے دنیا میں واپس بھیج دے تاکہ تیرے راستے میں دس بار قتل کیا جاؤں۔“ کیونکہ وہ شہادت فی سبیل اللہ کی عظیم الشان فضیلت دیکھ چکا ہوگا۔“

◎ محدث ابن بطلال رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”هَذَا الْحَدِيثُ أَجَلُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الشَّهَادَةِ وَلَيْسَ فِي أَعْمَالِ الْبِرِّ مَا تُبَدِّلُ فِيهِ النَّفْسُ غَيْرَ الْجِهَادِ فَلِذَاكَ عَظِيمٌ فِيهِ الثَّوَابُ“ ۴۹

”یہ حدیث شہادت کی فضیلت میں وارد شدہ تمام احادیث میں سب سے زیادہ جلیل القدر و عظیم الشان ہے اور نیکی کے تمام اعمال میں صرف جہاد ہی ایسا عمل ہے جس میں جان پیش کی جاتی ہے۔ اسی وجہ سے اس کا ثواب عظیم ترین ہے۔“

امام مسلم رحمہ اللہ نے قرآن مجید کی آیت [۷۹۹] ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ﴾ [آل عمران: ۱۶۹/۳] کے شان نزول میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ شہداء کی طرف دیکھیں گے اور فرمائیں گے: کیا تم کسی چیز کی مزید خواہش رکھتے ہو؟ تو شہداء عرض کریں گے: ہم کس چیز کی مزید خواہش کریں؟ جبکہ ہم جنت میں جہاں چاہیں پھرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ تین بار شہداء سے یہی سوال کرے گا۔ جب وہ (شہداء) محسوس کریں گے کہ ہمیں کوئی جواب دیئے بغیر نہیں چھوڑا جائے گا تو عرض کریں گے: اے ہمارے مالک! ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں واپس لوٹا دے تاکہ ہم تیرے راستے میں مزید ایک بار قتل کیے جائیں۔“ ۵۰

قاتل اور مقتول دونوں جہاد کی وجہ سے جنت میں:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۸۰۰] « يَضْحَكُ اللَّهُ إِلَى رَجُلَيْنِ يَقْتُلُ أَحَدُهُمَا الْآخَرَ. يَدْخُلَانِ الْجَنَّةَ: يُقَاتِلُ هَذَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلُ، ثُمَّ يُتَوَّبُ اللَّهُ عَلَى الْقَاتِلِ فَيُسْتَشْهِدُ » ۵۱

”اللہ تعالیٰ دو آدمیوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوتا ہے۔ جن میں سے ایک شخص دوسرے کو قتل

۴۹ فتح الباری: ۶/۲۷۳

۵۰ تخریج کے لیے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۱۰

۵۱ صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب الکافر یقتل المسلم ثم یسلم الحدیث: ۲۶۷۱ + صحیح مسلم = کتاب

الإمارة: باب بیان الرجلین یقتل أحدهما الآخر بدخلان الجنة، الحدیث: ۱۸۹۰

کرتا ہے۔ لیکن دونوں ہی جنت میں داخل ہو جاتے ہیں۔ ایک شخص اللہ کے راستے میں قتال کرتا ہے اور شہید ہو جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ قاتل کی توبہ قبول کر لیتا ہے (بعد ازاں وہ بھی اللہ کے راستے میں قتال کرتا ہے) اور درجہ شہادت پر فائز ہو جاتا ہے۔“
ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں:

[۸۰۱] «قَالُوا كَيْفَ؟ يَا رَسُولَ اللَّهِ: قَالَ يَقْتُلُ هَذَا فَيَلْجُ الْجَنَّةَ. ثُمَّ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَى

الْآخَرِ فَيَهْدِيهِ إِلَى الْإِسْلَامِ - ثُمَّ يُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُسْتَشْهِدُ»^{۵۲}

”لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ کس طرح ممکن ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک شخص اللہ کی راہ میں قتل ہو کر جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ قاتل پر اپنی رحمت فرما کر اس کو اسلام کی ہدایت دیتا ہے۔ اور وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہو جاتا ہے۔“

امام بخاری رحمہ اللہ اسی باب میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی ایک دوسری حدیث ذکر کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس خیبر میں حاضر ہوا۔ جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو فتح کر چکے تھے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! خیبر کے مال غنیمت میں سے مجھے بھی حصہ دیجیے۔ تو اس پر سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کے ایک بیٹے (ابان بن سعید رضی اللہ عنہ) نے کہا: یا رسول اللہ! اس کو حصہ نہ دیجیے (کیونکہ) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ غزوہ خیبر میں شریک جنگ نہ تھے۔ تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے طنز کے طور پر کہا: یہ شخص تو ابن قوئل رضی اللہ عنہ کا قاتل ہے۔ جو غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے۔ جن کو ابان بن سعید رضی اللہ عنہ نے شہید کیا تھا۔ (کیونکہ ابان اس وقت حالت کفر میں تھے) تو ابان بن سعید رضی اللہ عنہ نے جواباً عرض کیا: تعجب ہے کہ قبیلہ دوس کا مسکن پہاڑ ”قدوم حنان“ سے اونٹ کی میٹنی اتر آئی ہے (یعنی اونٹوں کا چرواہا اتر آیا ہے) اور مجھے ایک ایسے مسلمان شخص کے قتل کا طعنہ دیتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھوں پر عزت بخشی (یعنی شہادت کی موت دی)۔ لیکن مجھے اس کے ہاتھوں سے ذلیل نہیں کیا۔ راوی کہتا ہے پھر مجھے معلوم نہیں آپ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو حصہ دیا یا نہیں۔“^{۵۳}

^{۵۲} صحیح مسلم = کتاب الإمارة: باب بیان الرجلین یقتل أحدهما الآخر یدخلان الجنة، الحدیث: ۱۸۹۰

^{۵۳} ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب الکافر یقتل المسلم ثم یسلم..... الحدیث: ۲۶۷۲

امام نسائی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ”يُضَحِّكُ“ اور ”يُعْجِبُ“ دونوں الفاظ سے روایت کیا ہے۔ [۸۰۲] «إِنَّ اللَّهَ يُعْجِبُ مِنْ رَجُلَيْنِ.....» چنانچہ امام خطابی اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: ”يُضَحِّكُ“ بھی ”يُعْجِبُ“ کے معنی میں ہے۔ کیونکہ معروف ہنسی جو انسانوں پر خوشی اور مسرت کے وقت طاری ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ ناممکن ہے۔ چنانچہ ”يُضَحِّكُ“ اور ”يُعْجِبُ“ کا معنی ہے ”يُحِبُّ“ اور ”يَرْضَى“ یعنی وہ محبت کرتا ہے اور پسند کرتا ہے۔“ ۵۴

لیکن سلف صالحین یعنی صحابہ، تابعین اور تبع تابعین وغیرہم اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کو بلا تاویل مانتے تھے۔ تمام اسماء و صفات کو مخلوقات کی صفات سے ممتاز یقین کرتے تھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۸۰۳] ﴿..... لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝﴾ [الشورى: ۱۱/۴۲]

”..... اللہ کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہ سنے والا اور جاننے والا ہے۔“

لہذا ہنسنا، تعجب کرنا، اترنا، غصہ کرنا، اور مہربان ہو جانا وغیرہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی صفات ہیں۔ مخلوق کی صفات سے ممتاز اور جدا گانہ ہیں۔“ ۵۵

وہ جو اپنا وعدہ نبھا گئے:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۸۰۴] « غَابَ عَمِّي أَنَسُ بْنُ النَّضْرِ عَنْ قِتَالِ بَدْرٍ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! غِبْتُ عَنْ أَوَّلِ قِتَالٍ قَاتَلْتَ الْمُشْرِكِينَ۔ لَئِنْ اللَّهُ أَشْهَدَنِي قِتَالَ الْمُشْرِكِينَ لَيَرِيَنَّ اللَّهُ مَا أَصْنَعُ۔ فَلَمَّا كَانَ يَوْمَ أُحُدٍ وَانْكَشَفَ الْمُسْلِمُونَ۔ قَالَ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعْتَذِرُ إِلَيْكَ مِمَّا صَنَعْتُ هَؤُلَاءِ۔ يَعْنِي أَصْحَابَهُ۔ أَتَرَأُ إِلَيْكَ مِمَّا صَنَعْتُ هَؤُلَاءِ۔ يَعْنِي الْمُشْرِكِينَ۔ ثُمَّ تَقَدَّمَ فَاسْتَقْبَلَهُ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ فَقَالَ يَا سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ! الْجَنَّةُ وَرَبُّ النَّضْرِ إِنِّي أَحَدُ رِيحَهَا مِنْ دُونِ أُحُدٍ۔ قَالَ سَعْدُ: فَمَا اسْتَطَعْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ! مَا صَنَعُ۔ قَالَ أَنَسُ: فَوَجَدْنَا بِهِ بَضْعًا وَتَمَانِينَ: ضَرْبَةً بِالسَّيْفِ وَ طَعْنَةً بِرُمَحٍ أَوْ رَمِيَّةً بِسَهْمٍ۔ وَ وَجَدْنَاهُ قَدْ قُتِلَ۔ وَ قَدْ مَثَلَ بِهِ الْمُشْرِكُونَ۔ فَمَا عَرَفَهُ أَحَدٌ۔ إِلَّا أُخْتُهُ (الرَّبِيعُ بِنْتُ النَّضْرِ) بِنَانَهُ۔ قَالَ أَنَسُ: وَ

كُنَّا نُرَىٰ أَوْ نَظْنُ أَنَّ هَذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ فِيهِ وَ فِي أَشْبَاهِهِ ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ ۖ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا﴾ [الأحزاب=۲۳:۳۳] ۵۶

”میرے چچا سیدنا انس بن نصر رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں شریک نہ تھے۔ چنانچہ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میں مشرکین کے ساتھ لڑی جانے والی آپ کی پہلی (بڑی) جنگ میں شریک نہ ہوا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے مشرکین کے ساتھ (کسی) قتال میں شمولیت کا موقع دیا تو اللہ دیکھ لے گا کہ میں کیا کرتا ہوں۔ پھر جب غزوہ احد کا معرکہ برپا ہوا اور مسلمان (وقتی طور پر ہزیمت خوردہ ہو کر دائیں بائیں ہو گئے) تو سیدنا انس بن نصر رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہوئے آگے بڑھے۔ اے اللہ! جو کچھ میرے ساتھیوں (مسلمانوں) نے کیا ہے میں تیرے حضور اس کی معذرت پیش کرتا ہوں اور جو کچھ مشرکین نے کیا ہے میں اس سے بری الذمہ اور بے زار ہوں۔ سامنے سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کھڑے تھے، ان سے کہنے لگے: اے سعد رضی اللہ عنہ! مجھے رب نصر کی قسم ہے! دیکھو یہ سامنے جنت ہے اور میں احد کے پاس سے اس کی خوشبو پا رہا ہوں۔ پھر کفار کے ساتھ اس قدر جوانمردی کے ساتھ لڑے کہ شہید ہو گئے۔

اس حدیث کے راوی کہتے ہیں ہم نے آپ کے جسم میں تلواروں، نیزوں اور تیروں کے تراسی (۸۳) زخم پائے اور مشرکین نے آپ کے جسم اطہر کا مثلہ کر رکھا تھا۔ حتیٰ کہ آپ کو صرف آپ کی ہمیشہ ربیع بنت نصر رضی اللہ عنہا نے ہی انگلیوں کے پوروں سے شناخت کیا۔ ہم سب یہ سمجھتے تھے کہ قرآن مجید کی درج ذیل آیت انس بن نصر رضی اللہ عنہ اور ان جیسے شہداء کے بارے میں نازل ہوئی:

”انہی مومنوں میں سے کچھ ایسے مرد ہیں جنہوں نے اللہ کے ساتھ کیا ہوا اقرار سچا کر دکھایا۔ پس بعض نے تو اپنی منت پوری کر دی اور بعض ابھی منتظر ہیں۔ اور انہوں نے اقرار میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔“ [الأحزاب: ۲۳/۳۳]

۵۶ صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب قول اللہ تعالیٰ ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا﴾
الحديث: ۲۶۵۱ و کتاب المغازی: باب غزوة أحد، الحديث: ۳۸۲۲ + صحیح مسلم = کتاب الإمارة: باب ثبوت

مزید چند مثالیں:

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ غزوہ احد کے روز ایک شخص نے نبی ﷺ سے عرض کیا:

[۸۰۵] «أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ فَأَيَّنَ أَنَا؟ قَالَ: «فِي الْجَنَّةِ» فَأَلْقَى تَمْرَاتٍ فِي يَدِهِ ثُمَّ قَاتَلَ حَتَّى قُتِلَ» ۵۷

”یا رسول اللہ ﷺ! اگر میں قتل کیا جاؤں تو میرا مقام کہاں ہوگا؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جنت میں۔ تو اس نے اپنے ہاتھ میں موجود چند کھجوریں پھینکیں اور اس قدر لڑا کہ شہید ہو گیا۔“

سیدنا برآء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ قبیلہ ”بنی نَبِیت“ کا ایک انصاری شخص آپ کے پاس حاضر ہوا اور ”أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّكَ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ“ (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں) کہتے ہوئے آگے بڑھا۔ پھر اس زور کی لڑائی کی کہ شہید ہو گیا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے یوں تبصرہ فرمایا:

[۸۰۶] «عَمِلَ هَذَا يَسِيرًا وَأُجِرَ كَثِيرًا» ۵۸

”اس آدمی نے بہت ہی تھوڑا عمل کیا (یعنی کلمہ توحید پڑھ کر مسلمان ہوا) اور بہت زیادہ اجر و ثواب کا مستحق ٹھہرا کہ (راہ حق میں شہید ہو کر جنت لے گیا)

حدیث کا یہ متن امام مسلم رحمہ اللہ کا روایت کردہ ہے۔ جبکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کو سیدنا برآء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ہی مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے:

[۸۰۷] «يَقُولُ آتَى النَّبِيَّ ﷺ رَجُلٌ مُقَنَّعٌ بِالْحَدِيدِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ! أَقَاتِلْ أَوْ أَسْلِمْ؟ قَالَ أَسْلِمْتُ ثُمَّ قَاتَلَ - فَاسْلَمَ ثُمَّ قَاتَلَ فَقَاتَلَ - فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ «عَمِلَ قَلِيلًا وَ أُجِرَ كَثِيرًا» ۵۹

”رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شخص حاضر ہوا جس کا چہرہ اور سر لوہے میں ڈھکا ہوا تھا

۵۷ صحیح البخاری = کتاب المغازی : باب غزوہ أحد ، الحديث : ۳۸۲۰ + صحیح مسلم = کتاب الإمارة : باب ثبوت الجنة للشہید ، الحديث : ۱۸۹۹

۵۸ صحیح مسلم = کتاب الإمارة : باب ثبوت الجنة للشہید ، الحديث : ۱۹۰۰

۵۹ تخریج کے لیے دیکھئے الوقف المسلسل : ۲۷۱

اور اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں قتال کروں یا اسلام لاؤں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (پہلے) اسلام لاؤ اور پھر قتال کرو۔ چنانچہ وہ اسلام لے آیا اور پھر قتال کرتے ہوئے شہید ہو گیا۔ جس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس نے تھوڑا عمل کیا اور بہت زیادہ اجر و ثواب پا گیا۔“

امام نسائی رحمہ اللہ نے اس حدیث میں یہ اضافہ بھی روایت کیا ہے اس شخص نے عرض کیا؟ اگر میں اللہ کی راہ میں قتال کرتا ہوا مارا جاؤں تو کیا میرے لیے یہ بہتر ہوگا؟ جبکہ میں نے ابھی تک ایک نماز بھی نہیں پڑھی؟ تو آپ ﷺ نے جواباً فرمایا: جی ہاں۔ پھر وہ اسلام لایا (لڑا اور شہید ہو گیا)

مذکورہ حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و احسان کے ساتھ کبھی تھوڑے عمل پر بھی زیادہ اجر عطا فرما دیتا ہے۔ ۶۰

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سیدنا عمرو بن قیس رضی اللہ عنہ کا قصہ روایت کیا ہے کہ غزوہ احد کے روز وہ مسلح ہو کر میدان قتال میں کودا تو مسلمانوں نے اسے کہا: ”عمرو! ہم سے دور ہٹ جاؤ۔“ وہ بولا:

[۸۰۸] «إِنِّي قَدْ آمَنْتُ فَقَاتِلْ حَتَّى جُرْحَ فَحْمِلَ إِلَى أَهْلِهِ جَرِيحًا فَمَاتَ فَذَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَا صَلَّى صَلَوةً ۝»

”میں ایمان لا چکا ہوں پھر وہ لڑتے ہوئے زخمی ہوا اور اپنے اہل خانہ کی طرف زخمی حالت میں اٹھا کر لایا گیا۔ حتیٰ کہ اس کی موت واقع ہو گئی اور وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ جبکہ اس نے ابھی تک ایک نماز بھی ادا نہ کی تھی۔“

بخاری و مسلم اور دیگر حدیث کی اول درجہ کی کتابوں کی روایت کردہ مذکورہ بالا احادیث میں مردان غازی کی جرأت مندی، ان کی بہادری اور شجاعت کے قیمتی جواہر پارے ملتے ہیں۔ جن میں اہل ایمان کے لیے بہترین نمونہ موجود ہے۔ لہذا آخرت کی عیش و عشرت کا شوق رکھنے والے اپنے شوق کو ان جیسے کارہائے نمایاں میں پورا فرمائیں۔ جیسا کہ فرمان الہی ہے:

[۸۰۹] «..... وَفِي ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَزَّلِ الْمُتَنَفِّسُونَ ۝» [التَّنْفِيف: ۲۶/۸۳]

”..... رغبت کرنے والوں کو چاہیے کہ اس چیز میں رغبت کریں۔“

غزوہ بدر میں رسول اللہ ﷺ نے قرآن مجید کی آیت ”اے نبی مومنوں کو کفار کے ساتھ قتال کرنے پر برا بیچتے کرو۔“ [الانفال: ۶۵/۸] پر عمل کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

[۸۱۰] « قُومُوا إِلَىٰ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ »

”مسلمانو! ایسی جنت کی طرف بڑھو جس کی وسعت تمام آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔“

تو سیدنا عمیر بن حمام انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: یا رسول اللہ ﷺ جنت کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جی ہاں۔ تو اس نے کہا: بخ بخ (واہ واہ کیا شان ہے)۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بخ بخ“ کیوں کہتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ اللہ کی قسم: اس امید پر کہ میں بھی شاید اہل جنت میں شامل ہو جاؤں۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« فَإِنَّكَ مِنْ أَهْلِهَا فَأَخْرَجَ تُمَيْرٌ مِّنْ قَرْنِهِ فَجَعَلَ يَأْكُلُ مِنْهُنَّ - ثُمَّ قَالَ لِّإِنِّ أَنَا حَبِيبُ حَتَّىٰ أَكُلَ تَمْرَاتِي هَذِهِ - إِنَّهَا لَحَيَاةٌ طَوِيلَةٌ - قَالَ: فَرَمَىٰ بِمَا كَانَ مَعَهُ مِنَ التَّمْرِ - ثُمَّ قَاتَلَهُمْ حَتَّىٰ قُتِلَ » ۶۲

”تو یقیناً اہل جنت میں سے ہے یہ سن کر سیدنا عمیر رضی اللہ عنہ نے اپنے کشتوں سے چند کھجوریں نکالیں اور کھانے لگے، پھر کہنے لگے: اگر میں ان کھجوروں کے کھانے تک دنیا میں زندہ رہوں تو یہ طویل زندگی ہے۔ پھر اپنے پاس موجود تمام کھجوریں پھینکیں اور زبردست جنگ کی حتیٰ کہ جام شہادت نوش کر لیا۔“

سیدنا عبد اللہ بن قیس رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ حالت جنگ میں اپنے رفقاء کو رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سنایا:

[۸۱۱] « إِنْ أَبَوَابَ الْجَنَّةِ تَحَتَّ ظِلَالُ السُّيُوفِ » ۶۳

”بے شک جنت کے دروازے تلواروں کے سایوں تلے ہیں۔“

تو ایک پراگندہ حالت شخص کھڑا ہو کر سوال کرتا ہے: اے ابو موسیٰ قیس! کیا تم نے خود

۶۲ صحیح مسلم = کتاب الإمارة: باب ثبوت الجنة للشہید، الحديث: ۱۹۰۱

۶۳ تخریج کے لیے دیکھئے الرقم المسلسل: ۶۸۸

رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے یہ ارشاد سنا ہے؟ جناب ابو موسیٰ اشعری نے کہا: جی ہاں۔ تو وہ شخص اپنے ساتھیوں کو آخری سلام کہتا ہوا تلوار کی میان توڑتا ہے اور ننگی تلوار کے ساتھ دشمن پر حملہ آور ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ شہید ہو جاتا ہے۔

بزمعونہ کے شہداء کے قصے میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ بعض لوگوں کے طلب کرنے پر رسول اللہ ﷺ نے ستر (۷۰) قاریوں کو قرآن و سنت کی تعلیم دینے کے لیے روانہ کر دیا، جو رات کو قرآن مجید کی تعلیم دیتے، دن کو مسجد میں پانی بھرتے اور اصحاب صفہ کے لیے لکڑیاں فروخت کر کے کھانا خریدتے تھے۔ ان میں میرے ماموں سیدنا حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ مگر ان لوگوں نے منزل مقصود پر پہنچنے سے قبل ہی دھوکہ سے ان قرآء کو شہید کر دیا تو اس وقت انہوں نے میرے ماموں سیدنا حرام رضی اللہ عنہ کو پیچھے سے ایک ایسا نیزہ مارا جو جسم سے آر پار ہو گیا جس پر میرے ماموں سیدنا حرام رضی اللہ عنہ نے کہا:

[۸۱۲] «اللَّهُ أَكْبَرُ! فُزْتُ وَ رَبِّ الْكُعبَةِ فَقَتِلُوا كُلَّهُمْ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْنَا، ثُمَّ كَانَ مِنَ الْمُنْسُوخِ: إِنَّا قَدْ لَقَيْنَا رَبَّنَا، فَرَضِيَ عَنَّا وَ أَرْضَانَا» ۱۳

”اللہ اکبر! رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا ہوں..... حتیٰ کہ تمام قاری شہید کر دیئے گئے..... شہادت سے قبل انہوں نے دعا کی۔ اے اللہ! ہماری طرف سے ہمارے نبی ﷺ کو یہ پیغام پہنچا دے کہ ہم اپنے رب سے جا ملے ہیں پس وہ ہم سے راضی ہو گیا اور ہم اس سے راضی ہو گئے۔“ یہ آیت اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی جس کی تلاوت بعد میں منسوخ کر دی گئی اور حکم تا قیامت باقی ہے۔

ایک روایت میں ہے: چنانچہ مدینہ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو شہدائے بزمعونہ کے حوالے سے مذکورہ آیت پڑھ کر سنائی۔ پھر آپ تمیں (۳۰) دن تک مسلسل عرب کے مختلف قبائل رعل، ذکوان، عصبیہ اور بنی لحیان پر بدو دعا کرتے رہے۔ یہ آیت اگرچہ تلاوت کے اعتبار سے منسوخ ہے جبکہ حکم کے اعتبار سے باقی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہی ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۱۳ صحیح البخاری= کتاب المغازی: باب غزوة الرّجیع ورعل و ذکوان و بئر معونة الحديث: ۳۸۶۴ + صحیح مسلم= کتاب الإمارة: باب ثبوت الجئة للشہید= کتاب الصلوة: باب استحباب القنوت فی جميع الصلوات إذا نزلت

[۸۱۳] ﴿رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ﴾ [البينة: ۸/۹۸]

”اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔“

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ احد میں میرے والد عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی لاش کا مثلہ کیا گیا تھا۔ اس لاش کو نبی ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا۔ میں کپڑا اٹھا کر چہرہ دیکھنے لگا تو مجھے میری قوم نے منع کر دیا۔ پھر ایک چیخنے والی کی آواز سنی گئی۔ وہ عمرو بنی النضیر کی بیٹی یا بہن تھی تو نبی ﷺ نے فرمایا:

[۸۱۴] «لَمْ تَبْكِي — أَوْ لَا تَبْكِي — مَا زَالَتِ الْمَلَائِكَةُ تُظَلُّهُ بِأَجْنَحَتِهَا» ۱۵

”کیوں روتی ہے — یا آپ ﷺ نے فرمایا: مت رو — اللہ کے فرشتے برابر اپنے پروں سے اس پر سایہ کیے ہوئے ہیں۔“

رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا اور حق بتلایا:

[۸۱۵] «مَنْ قُتِلَ مِنَّا صَارَ إِلَى الْجَنَّةِ» ۱۶

”ہم میں سے جو اللہ کے راستے میں قتل ہوگا سیدھا جنت کو سدھار جائے گا۔“

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا تھا:

[۸۱۶] «الْيَسَّ قَتْلَانَا فِي الْجَنَّةِ وَقَتْلَاهُمْ فِي النَّارِ؟» کیا ہمارے مقتول جنت میں کافروں

کے مقتول جہنم میں نہیں ہیں؟

”تو رسول اللہ ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا: «بَلَى» کیوں نہیں؟

◎ مہلب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

”فِي هَذَا الْآحَادِيثِ جَوَازُ الْقَوْلِ بِأَنَّ قَتْلَى الْمُسْلِمِينَ فِي الْجَنَّةِ لَكِنْ عَلَى الْإِجْمَالِ لَا

عَلَى التَّعْيِينِ“ ۱۸

۱۵ صحیح البخاری= کتاب الجہاد: باب ظَلِ الْمَلَائِكَةُ عَلَى الشَّهِيدِ، الحديث: ۲۶۶۱ + صحیح مسلم = کتاب فضائل

الصَّحَابَةِ: باب من فضائل عبد الله بن عمرو بن حرام رضي الله عنه والد جابر رضي الله عنه: ۲۴۷۱

۱۶ صحیح البخاری= کتاب الجہاد: باب الْجَنَّةِ تحت بَارَقَةُ السُّيُوفِ (اس مقام پر یہ حدیث بغیر سند کے ہے) و کتاب الجہاد،

ابواب الجزية والموادعة: باب ماجاء في أخذ الجزية من اليهود والنصارى والمجوس والعجم، الحديث: ۲۹۸۹

۱۷ صحیح البخاری= کتاب الجہاد: باب الْجَنَّةِ تحت بَارَقَةُ السُّيُوفِ (اس مقام پر یہ حدیث بغیر سند کے ہے) و کتاب الجزية

والموادعة: باب إثم من عاهد ثم عَدَرَ، الحديث: ۳۰۱۱

”مذکورہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ میدان جہاد میں مسلمانوں کے مقتولین کے متعلق مجمل طور پر یہ کہنا درست ہے کہ وہ جنت میں ہیں۔ لیکن کسی شخص کو خاص کر کے کہنا کہ فلاں شہید جنت میں ہے، یہ بات درست نہیں۔ کیونکہ مخصوص جنتی شہداء کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔“

مذکورہ بالا آیات و احادیث سے معلوم ہوا:

- ① شہادت فی سبیل اللہ مومن کی سب سے بڑی آرزو ہے۔ شہادت جہاد فی سبیل اللہ کے مقاصد میں سب سے عظیم مقصد ہے اور منشاء الہی کے عین مطابق ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ ”اور (اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ) چند لوگوں کو تم میں سے درجہ شہادت پر فائز کر دے۔“
- ② سورة التوبہ کی آیت: ۱۱۱ [۸۱۷] ﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ اور سورة الصف کی آیات: ۱۰-۱۲ [۸۱۸] ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُجِيزُكُمْ﴾ عظیم ترین جہادی آیات ہیں۔
- مذکورہ بالا چاروں آیات سے واضح ہوتا ہے کہ شہادت فی سبیل اللہ زندگی کی بہت بڑی کامیابی اور اسلام کی سر بلندی اور بقا کی خاطر سب سے بڑی انسانی کاوش ہے۔
- ③ صدیقین اور میدان جہاد میں جام شہادت نوش کرنے والے شہداء انبیاء کی طرح انعام یافتہ اور ایوارڈ یافتہ ہیں۔ ان کی رفاقت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مکمل اطاعت کی وجہ سے ہی ہے۔
- ④ شہادت کی تمنا کرنا رسول اللہ ﷺ کی پسندیدہ سنت ہے۔ نیز معلوم ہوتا ہے کہ ایک ناممکن چیز کی تمنا اور آرزو کرنا بھی جائز ہے۔
- ⑤ بخاری و مسلم کی وہ حدیث جس میں یہ بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کچھ لوگ ایسے ہیں جن کو جہاد سے میرا پیچھے رہنا اچھا نہیں لگتا۔ وہ چاہتے ہیں کہ میں ہر غزوہ میں ان کے ساتھ شریک ہوں جبکہ میرے پاس اتنی سواریاں نہیں کہ سب کو مہیا کر سکوں لہذا میں بعض غزوات میں شریک نہیں ہو سکتا۔“ یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ جس کے پاس خرچہ اور جہادی سفر کے لیے زاد راہ نہ ہو اس پر جہاد میں شامل ہونا ضروری نہیں۔ اس

سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ جہاد فرض کفایہ ہے کہ جو چاہے شریک ہو جو چاہے شریک نہ ہو۔ کیونکہ معذور افراد کے لیے تو فرض عین پر عمل کرنا ضروری نہیں ہوتا۔

⑥ شہید فی سبیل اللہ کے لیے اللہ کا پختہ وعدہ ہے کہ اس کے لیے جنت لازم ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ موسیٰ علیہ السلام کے عہد نبوت سے لے کر قیامت تک بدستور قائم رہے گا۔

⑦ میدان جہاد میں کسی نامعلوم شخص کے تیر سے مارا جانے والا شخص بھی شہید ہے۔ شہداء بدر کا مقام جنت الفردوس ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو اپنے شہید ہونے والے صحابہ کے جنت میں مقامات کی اطلاع کی جاتی تھی۔ تاکہ آپ ﷺ لواحقین کو خوشخبریاں سنا سکیں۔ اس کی دلیل حارثہ بن سراقہ کا واقعہ ہے جو بخاری میں مذکور ہے۔

⑧ جنت میں داخل ہونے کے بعد شہداء کے علاوہ کوئی شخص دنیا میں واپس آنے کی خواہش نہیں کرے گا۔ چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوال کے جواب میں دس مرتبہ زندہ ہونے اور اللہ کی راہ میں شہید کیے جانے کی تمنا کریں گے۔

⑨ جنت الفردوس میں شہداء کا ایک خاص مقام ہے جس کا مخصوص نام ”دار الشہداء“ یعنی شہداء ہاؤس ہے۔ شہداء ہاؤس جنت الفردوس کے نام سے معروف ہے۔ جو سب جنتوں سے بہترین، افضل ترین اور خوبصورت ترین جنت ہے۔

⑩ مسلمان شہید کا قاتل اگر اسلام قبول کر کے جہاد فی سبیل اللہ کرتا ہوا مارا جائے تو اللہ کے فضل و کرم سے دونوں جنت میں داخل ہونگے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے: [۸۱۹] ﴿وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِّنْ غُلٍّ﴾ [الأعراف: ۴۳/۷] ”ہم ان کے سینوں سے بغض اور کینہ نکال لیں گے۔“ یعنی شہید کے سینے میں اپنے قاتل کے بارے میں کوئی کینہ بھی نہ ہوگا۔

⑪ اللہ تعالیٰ پکے اور سچے مومنوں بالخصوص مجاہدوں کے لیے ایسی چیزوں کو جن کو زندگی میں دیکھنا ممکن نہیں (کیونکہ وہ نظر نہ آنے والی، محسوس نہ کی جانے والی اور پردہ غیب میں ہیں) ان چیزوں کو مجاہدین اسلام کے لیے ایسے کر دیتا ہے جیسے اس کو نظر آ رہی ہیں اور محسوس ہو رہی ہیں۔ جیسا کہ نضر بن انس رضی اللہ عنہ کو احد پہاڑ کے پاس جنت کی خوشبو محسوس ہوئی۔

⑫ رسول اللہ ﷺ کے مجاہد صحابہ ”رجال صادقین“ یعنی ”سچے مومن“ کے خاص لقب سے

نوازے گئے۔ غزوہٴ احد میں بہت سے جانثاروں نے یہ تمغہٴ امتیاز حاصل کیا۔

(۱۳) حصول شہادت کے لیے دشمن کی صفوں میں گھس جانا جائز ہے۔ اس کے علاوہ ہر طرح کا حملہ کرنا اور جہاں موت رقص کر رہی ہو وہاں خود کو خطرے میں ڈال دینا نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے۔

(۱۴) ”جہاد بالنفس (یعنی خود کو مشقت میں ڈال کر دین پر عمل پیرا ہونا) کافروں کے ساتھ جہاد سے زیادہ ضروری اور مقدم ہے“ یہ دعویٰ باطل اور بلا دلیل ہے۔ قبیلہ ”بنی نضیب“ کے ایک انصاری صحابی کی حدیث اور دیگر ان صحابہ کے واقعات جو مسلمان ہوئے اور کوئی نیک عمل کیے بغیر شہید ہونے سے جنت لے گئے۔ یہ تمام دلائل اس دعویٰ کو باطل کرنے کے لیے کافی ہیں۔ کیونکہ آپ نے ابھی ان کا تزکیہٴ نفس نہیں کیا تھا، نہ ان کی دینی تربیت کی، نہ کوئی چلہ یا کورس کروایا تھا۔

(۱۵) علماء اور قراء صحابہ کا رات بھر قرآن کی تعلیم دین اور دن بھر فقراء مہاجرین کی خدمت کرنا اور پھر شہید ہو جانا علم و فضل اور جہاد فی سبیل اللہ کے درمیان گہرے ربط کی دلیل ہے۔ نیز یہ واقعہ علماء کرام کی جہاد سے وابستگی کو واضح کرتا ہے۔

(۱۶) [۸۲۰] ﴿إِنَّا قَدْ لَقِينَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَارْضَانَا﴾^۹ قرآنی آیت تھی جس کی تلاوت منسوخ ہے مگر حکم باقی ہے۔ قرآن مجید کی ایک اور آیت ”اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے“ اس کی تائید کرتی ہے۔

(۱۷) رسول اللہ ﷺ کے مندرجہ ذیل ارشادات گرامی: [۸۲۱] ﴿إِنَّ أَبْوَابَ الْجَنَّةِ تَحْتَ ظِلَالِ الشَّوْفِ﴾^{۱۰} [۸۲۲] ﴿مَنْ قُتِلَ مِنَّا صَارَ إِلَى الْجَنَّةِ﴾^{۱۱} [۸۲۳] ﴿مَا زَالَتِ الْمَلَائِكَةُ تُظِلُّهُ بِأَجْنِحَتِهَا﴾^{۱۲}

رسول اللہ ﷺ کی فصاحت و بلاغت سے لبریز جامع کلمات اور عربی ادب کے جواہر پارے ہیں۔

۹۔ تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقْمُ المسلسل : ۸۱۲

۱۰۔ تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقْمُ المسلسل : ۶۸۸

۱۱۔ تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقْمُ المسلسل : ۸۱۵

۱۲۔ تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقْمُ المسلسل : ۸۱۴

(۱۸) ”اللہ اکبر“ کے نعروں کا اصل مقام میدان جہاد ہے نہ کہ جلسہ گاہیں۔ سیدنا حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ نے شہادت کے وقت نعرہ لگایا ”اللہ اکبر! رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا“ اس کے علاوہ یہ جہادی نعرہ راہ جہاد میں ایک عالم وقاری اور مجاہد صحابی کی ثابت قدمی کی بہترین دلیل ہے۔

(۱۹) امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الجہاد میں ایک عنوان قائم کیا ہے ”التَّكْبِيرُ عِنْدَ الْحَرْبِ“ یعنی ”جنگ میں اللہ اکبر کا نعرہ“ اس عنوان کے تحت غزوہ خیبر میں رسول اللہ ﷺ کے تشریف لے جانے کا واقعہ بیان فرمایا ہے۔ جب آپ ﷺ خیبر پہنچے تو آپ کو دیکھ کر تمام یہودی اپنے اپنے قلعوں کے اندر قلعہ بند ہو گئے۔ تو آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر نعرہ بلند کیا:

[۸۲۴] «اللَّهُ أَكْبَرُ! حَرَبَتْ خَيْبَرُ! إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ» ۳
 ”اللہ اکبر“ خیبر تباہ ہو گیا۔ جب کسی قوم کی آبادی میں ہم اترتے ہیں تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح بہت بری ہوتی ہے۔“

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے استدلال کیا ہے کہ میدان جنگ میں کافروں کے مقابلے میں نعرہ تکبیر بلند کرنا جائز اور مسنون ہے۔

(۲۰) عصر حاضر کی نہایت دلفریب مگر فتنہ ترین بدعات میں سے ایک بدعت جلسہ گاہوں کی بے جان نعرہ بازی ہے۔ اس سے اہل اسلام کے دلوں سے میدان جنگ کی شوکت اور ہیبت ختم ہو رہی ہے۔ کردار کے غازیوں کی بجائے صرف گفتار کے غازی ہی پیدا ہو رہے ہیں۔ اصلی خوشبودار پھولوں کی بجائے کاغذی گلدستوں پر ہی گزارہ کر لینے میں اس بدعت کا جو عمل دخل ہے وہ کسی صاحب بصیرت پر مخفی نہیں۔ کہاں ”اللہ اکبر“ خیبر تباہ ہو گیا۔“ اور کہاں ”اللہ اکبر ہمارا فلاں زندہ باد۔“ ”بہیں تفاوت راز کجا است تابہ کجا؟“ (فرق تو دیکھیں کہ کہاں وہ اور کہاں یہ۔)

(۲۱) بالخصوص جب اللہ کی مساجد میں اللہ کی بزرگی و کبریائی کے اقرار کی بجائے اسی کے فقیر محتاج بندوں کو زندہ باد اور پائندہ باد کے ساتھ داد و تحسین دی جانے لگے تو اس بدعت کا

۳ صحیح البخاری= کتاب المغازی: باب غزوہ خیبر، الحدیث: ۳۹۶۱، ۳۹۶۲+ صحیح مسلم = کتاب الجہاد والسیر:

نقصان اور خرابی اور بھی زیادہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۸۲۵] ﴿وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا﴾ [الحج: ۱۸/۲۲]

”بلاشبہ مساجد خاص اللہ کے لیے ہیں لہذا ان میں اللہ کے ساتھ کسی بھی دوسرے کو مت پکارو۔“

دشمن کی صفوں میں تنہا گھس جانا اور جان قربان کر دینا:

دشمن کی صفوں میں اکیلے گھس جانے کے بارے علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ نیک نیتی اور شہادت طلب کرنے کے لیے ایسا کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ مستحب عمل، مستحسن اقدام، رضائے الہی کا موجب اور دخول جنت کا باعث ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ وہ مجاہد دلیر، بہادر اور طاقتور ہو۔ یا پھر طاقتور ہو یا کمزور البتہ نیت درست ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۸۲۶] ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ رَؤُوفٌ بِالْعِبَادِ﴾

[البقرة: ۲۰۷/۲]

”بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کی رضا مندی حاصل کرنے کے لیے اپنی جان فروخت کر دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بندوں پر بڑا مہربان ہے۔“

بلکہ جو شخص دین الہی کے وقار اور کفر کی ذلت کی غرض سے اپنی جان کی قربانی دے دے تو یہ وہ بلند مقام اور عظیم الشان مرتبہ ہے کہ جس کی اللہ تعالیٰ نے بشارتیں سنائی ہیں۔ فرمایا:

[۸۲۷] ﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۗ

يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ ۖ﴾ [التوبة: ۱۱۱/۹]

”یقیناً اللہ نے ایمانداروں سے ان کی جانیں اور ان کے مال جنت کے عوض خرید لیے ہیں اور وہ اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہیں تو (دشمنوں کو) قتل کرتے ہیں اور خود بھی قربان ہو جاتے ہیں۔“

◎ محمد بن حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اگر اکیلا مسلمان ایک ہزار مشرکوں کے لشکر پر حملہ آور ہو جائے تو اس میں شرعاً کوئی حرج اور گناہ نہیں۔ جبکہ وہ اپنی کامیابی اور دشمن کی پسپائی کا امیدوار ہو۔ تاہم اگر وہ اس اقدام سے

مسلمانوں کو کفار پر حملہ آور ہونے کے لیے برا بیخنتہ کرنا چاہتا ہو یا اپنی قوت اور حملہ آوری کے مظاہرہ سے دشمن کو خوف زدہ کرنا چاہتا ہو تو ان صورتوں میں بھی اس کے دلیرانہ اقدامات شرعی طور پر جائز اور درست ہیں۔^۴

الغرض جنت اور رضاء الہی کا حصول اتنا بڑا اعزاز ہے کہ اسے پانے کے لیے جان کی قربانی پیش کر دینا کوئی بڑی بات نہیں۔ علاوہ ازیں اس کے بہترین اقدام ہونے کے بارے کسی قسم کے شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ سورۃ البقرۃ کی آیت: (۲۰۷) اور سورۃ التوبۃ کی آیت: (۱۱۱) اس کے ناقابل تردید دلائل ہیں۔ اس ضمن میں غزوہ احد کا نقشہ ذرا اپنی نظروں کے سامنے لائیں۔ رسول اللہ ﷺ ایک موقع پر سات انصاری صحابہ اور دو قریشی صحابہ کے ساتھ تنہا ہو جاتے ہیں۔ مسلمانوں کا باقی لشکر آپ ﷺ سے کٹ جاتا ہے۔ دشمن آپ ﷺ کو چند آدمیوں میں پا کر سر پر چڑھ آتے ہیں۔ تو اللہ کے رسول ﷺ اعلان کرتے ہیں:

[۸۲۸] « مَنْ يَرُدُّهُمْ عَنَا وَ لَهُ الْجَنَّةُ (أَوْ هُوَ رَفِيقِي فِي الْجَنَّةِ) ؟ فَتَقَدَّمَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَاتَلَ حَتَّى قُتِلَ - ثُمَّ رَهَقُوهُ فَقَالَ مَنْ يَرُدُّهُمْ عَنَا وَ لَهُ الْجَنَّةُ (أَوْ هُوَ رَفِيقِي فِي الْجَنَّةِ) فَتَقَدَّمَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَاتَلَ حَتَّى قُتِلَ - فَلَمْ يَزَلْ كَذَلِكَ حَتَّى قُتِلَ السَّبْعَةُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا أَنْصَفْنَا أَصْحَابَنَا »^۵

”دشمنوں کو ہم سے کون دور ہٹائے گا۔ جو ہٹائے گا اس کے لیے جنت ہوگی (یا آپ ﷺ نے فرمایا: وہ جنت میں میرا ساتھی ہوگا۔) یہ سن کر ایک انصاری آگے بڑھ کر دشمنوں پر حملہ آور ہوتا ہے اور شہید ہو جاتا ہے۔ دوبارہ دشمن سر پر چڑھ آتے ہیں تو نبی ﷺ پھر یہی خوشنودی سناتے ہیں۔ کون ہے جو ان کو ہم سے دور ہٹائے اس کے لیے جنت ہے (یا وہ میرا ساتھی ہوگا جنت میں)۔ پھر ایک انصاری صحابی آگے بڑھتا ہے اور قتال کرتے ہوئے شہید ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ یکے بعد دیگرے ساتوں انصاری صحابہ جنت کے حصول کی خوشخبری پر جانیں لٹا دیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ دونوں قریشی ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے ان کو ان کی غیر ذمہ داری کا احساس دلاتے ہیں۔

^۴ الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ۲/۲۴۳ + سُبُلُ السَّلَام: ۴/۱۰۰

^۵ صحيح مسلم = کتاب فضائل الجہاد: باب غزوة أُحُد، الحديث: ۱۷۸۹ + صحيح البخاری = کتاب فضائل الصحابة: باب ذكر مناقب طلحة بن عبيد الله رضى الله عنه ، الحديث: ۳۵۱۷، ۳۵۱۸ و کتاب المغازی: باب ﴿ إِذْ هَمَّتْ طَائِفَتَانِ

آپ ﷺ نے فرمایا: ہم نے اپنے انصاری ساتھیوں کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ (کہ وہ تو جنت کے لالچ میں ہمارے دفاع کے لیے قربان ہو گئے اور ہم پیچھے رہ گئے۔)

جرات و بہادری کا ایک دوسرا ایمان افروز منظر بھی قابل دید ہے۔ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی بیان کرتے ہیں۔ ”جنت کے دروازے یقیناً تلواروں کے سایوں تلے ہیں“ تو لشکر مجاہدین میں سے ایک مفلوک الحال اور مفلس شخص کھڑا ہو کر پہلے تو سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے اس بات کا یقین حاصل کرتا ہے۔ پوچھتا ہے: کیا واقعی رسول اللہ ﷺ نے خوشخبری سنائی ہے؟ پھر ان کی یقین دہانی پر اپنے ساتھیوں کو آخری سلام ”سلام الوداع“ کہتا ہوا تلوار کی میان توڑ کر پھینکتا ہے اور نگلی تلوار کے ساتھ دشمن پر ٹوٹ پڑتا ہے۔ بہادری کے جوہر دکھاتا ہوا جام شہادت نوش کر جاتا ہے۔ ۷۱

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ سورۃ البقرۃ کی مذکورہ بالا آیت کا شان نزول بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

وَأَمَّا الْأَكْثَرُونَ فَحَمَلُوا ذَلِكَ عَلَى أَنَّهَا نَزَلَتْ فِي كُلِّ مُحَاهِدٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: [۸۲۹] ﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةُ.....﴾ [التوبة: ۱۱۱/۹] ۷۲

”علماء اسلام کی اکثریت کا موقف یہ ہے کہ آیت ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ.....﴾ ہر مجاہد فی سبیل اللہ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ کیونکہ صرف مجاہد ہی ایسا جانثار ہے جو رضائے الہی کی طلب میں جان کی قربانی پیش کرتا ہے اور اس بات کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے کہ ”بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لئے ہیں۔“

چنانچہ اللہ تعالیٰ خریدنے والا ہے، مومن اور مجاہد بیچنے والا، جان اور مال سامان خرید ہے جبکہ جنت الفردوس قیمت خرید ہے۔

◎ علامہ زختری اور علامہ بیضاوی رقمطراز ہیں:

[۸۳۰] ”﴿يَشْرِي نَفْسَهُ﴾ [البقرة: ۲۰۷/۲] يَبِيعُهَا أَى يَبْذُلُهَا فِي الْجِهَادِ أَوْ يَأْمُرُ

بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَى عَنِ الْمُنْكَرِ حَتَّى يُقْتَلَ ۝۸۷

”يَشْرِي نَفْسَهُ كَامَعْنَى هِيَ كَمَا مَوْنِ اِنِّى جَان فَرْوخت كرتا هٓ ٓعنى اسٓ جهاڊنى سبيل الله ميں قربان كر ديتا هٓ۔ يانكى كا حكم كرتے كرتے اور برائى سے منع كرتے كرتے قتل هو جاتا هٓ۔“
فرمان الہى هٓ:

[۸۳۱] ﴿وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ [البقرة: ۱۹۵/۲] ”كه شان نزول ميں سيدنا ابوايوب انصارى رضى الله عنه سے مروى حديث اسى كتاب كه باب نمبر: ۱۳ ”جهاڊ بالمال“ ميں مفصل بيان هو چكى هٓ۔ جس ميں يه بات كزر چكى هٓ كه ايك مسلمان مجاهد تن تهار وميوں كه لشكر جرار پر حمله آور هوا ان كه لشكر كه عين درميان داخل هو گيا۔ يه منظر ديكھ كر بعض لوگوں نے جب اعتراض كيا كه اس نے اپنى جان كو هلاكت ميں ڈال ديا هٓ۔ تو سيدنا ابوايوب انصارى رضى الله عنه نے ارشاد فرمايا: لوگو! تم اس آيت كا غلط معنى سمجھ رهے هو۔ يه تو هم انصار كه بارے ميں بطور ڈانٹ كه نازل هوئى تھى۔ جب هم نے سوچا كه اسلام غالب آچكا هٓ اور همارے اموال و مواشى جهاڊى مشغوليت كى وجه سے ضائع هو گئے هٓن، لهنذا هم گھروں ميں ٹھهر كر كاروبار، مال و مواشى كى اصلاح كرتے هٓن۔ الله تعالى نے هميں ڈانٹتے هوئے ارشاد فرمايا هٓ: ”الله كى راه ميں جهاڊ كه ليے اپنے مال خرچ كرتے رهو (اور جهاڊ چھوڑ دينے سے) اپنے آپ كو هلاك اور برباد نه كرو۔“ لهنذا هلاكت جهاڊ نه كرنے ميں هٓ نه كه دشمنوں كى صفوں ميں گھس جانے اور جان قربان كر دينے ميں۔“ ۷۹

سيدنا عبد الله بن مسعود رضى الله عنه فرماتے هٓن كه رسول الله ﷺ نے ارشاد فرمايا:

[۸۳۲] «عَجِبَ رَبُّنَا عَزَّوَجَلَّ مِنْ رَجُلٍ غَزَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَأَنْهَزَمَ — يَعْنِي أَصْحَابَهُ — فَعَلِمَ مَا عَلَيْهِ - فَرَجَعَ حَتَّى أُهْرِيقَ دَمُهُ - فَيَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى لِمَا نَكَبْتَهُ: أَنْظَرُوا إِلَى عَبْدِي رَجَعَ رَغْبَةً فِيمَا عِنْدِي وَ شَفَقَةً مِمَّا عِنْدِي حَتَّى أُهْرِيقَ دَمُهُ» ۸۰

”همارا رب عزوجل اس آدمى سے بهت خوش هوتا هٓ جو الله كى راه ميں مصروف جهاڊ هو،

۷۸ تفسير الكشاف ۱: ۶۵۰ + تفسير البيضاوى ۱: ۹۸

۷۹ تخرىج كه ليے ديكئے الرقم المسلسل: ۱۰۱

۸۰ صحيح أبوداؤد=كتاب الجهاد: باب فى الرجل الذى يشرى نفسه، الحديث: ۲۶۱۱

پھر کسی موقع پر اس کے ساتھی شکست کھا کر پیچھے ہٹ جائیں۔ لیکن وہ اپنی ذمہ داری کو جانتے ہوئے واپس میدان جنگ میں لوٹ آئے حتیٰ کہ اس کا خون بہا دیا جائے۔ تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے ارشاد فرماتا ہے: دیکھو میرا یہ بندہ میرے پاس موجود نعمتوں کی رغبت کی وجہ سے اور میرے عذاب کے خوف سے واپس لوٹ آیا حتیٰ کہ جہاد کرتے ہوئے اس کا خون بہا دیا گیا۔“

جنگ شروع کرنے سے پہلے خوشبو استعمال کرنا:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بیٹے موسیٰ بن انس بیان کرتے ہیں:

[۸۳۳] «ذَكَرَ يَوْمَ الْيَمَامَةِ - قَالَ: أَتَى أَنَسُ ثَابِتَ بْنَ قَيْسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - وَ قَدْ حَسَرَ عَنْ فِخْذِيهِ وَ هُوَ يَتَحَنُّطُ - فَقَالَ: يَا عَمَّ! مَا يَحْبِسُكَ أَلَّا لَا تَجِيءَ؟ قَالَ الْآنَ يَا ابْنَ أَخِي - وَ جَعَلَ يَتَحَنُّطُ يَعْنِي مِنَ الْحُنُوطِ - ثُمَّ جَاءَ فَجَلَسَ فَذَكَرَ فِي الْحَدِيثِ انْكِشَافًا مِّنَ النَّاسِ - فَقَالَ هَكَذَا عَنُ وُجُوهَنَا حَتَّى نُضَارِبَ الْقَوْمَ - مَا هَكَذَا كُنَّا نَفْعَلُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِنَسْ مَا عَوَّدْتُمْ أَقْرَأَكُمْ» ۱

”انس بن مالک رضی اللہ عنہ جنگ یمامہ کے روز (جب خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں مسلمانوں نے مسیلمہ کذاب کا محاصرہ کیا تھا) ثابت بن قیس انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو وہ اپنے رانوں کو برہنہ کر کے (حنوط) خوشبو کو استعمال فرما رہے تھے۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا: اے چچا جان! میدان جنگ میں حاضر ہونے سے آپ کی تاخیر کا سبب کیا ہے؟ ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے بھتیجے! میں ابھی حاضر ہوتا ہوں اور خوشبو ملنے لگے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ پھر دوبارہ آئے اور بیٹھ گئے اور اپنی گفتگو میں قوم کی شکست اور پسپائی کا ذکر کیا اور دونوں فوجوں کے درمیان جو بہت بڑا خلا پیدا ہو گیا تھا اس کا ذکر کیا۔ سیدنا ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمارے سامنے سے ہٹ جاؤ تا کہ ہم جنگ کریں۔ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ جنگ کرتے ہوئے اس طرح ہر گز نہ کرتے تھے۔ (بلکہ تمام صفیں اپنی اپنی جگہوں پر ڈٹی رہتی تھیں) لوگو! تم نے اپنے مد مقابل دشمنوں کے ساتھ نہایت برا طریقہ اختیار کیا ہے۔“

(کیونکہ اگلی صفوں کے خالی ہونے سے دشمن کا حوصلہ بلند ہوگا)

ایک روایت کے الفاظ درج ذیل ہیں:

[۸۳۴] «أَنَّ ثَابِتَ بْنَ قَيْسٍ بْنِ شَمَّاسٍ جَاءَ يَوْمَ الْيَمَامَةِ وَ قَدْ تَحَنَّطَ وَ لَبَسَ ثَوْبَيْنِ أبيضَيْنِ يُكْفَنُ فِيهِمَا وَ قَدْ انْهَزَمَ الْقَوْمُ فَقَالَ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَبْرَأُ إِلَيْكَ مِمَّا جَاءَ بِهِ هَؤُلَاءِ الْمُشْرِكُونَ وَ أَعْتَذِرُ إِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ هَؤُلَاءِ۔ ثُمَّ قَالَ بِئْسَ مَا عَوَّدْتُمْ أَقْرَانَكُمْ مِنْذُ الْيَوْمِ۔ حَلُّوْا بَيْنَنَا وَ بَيْنَهُمْ سَاعَةً۔ فَحَمَلَ فَقَاتَلَ حَتَّى قُتِلَ» ۵۲

”سیدنا ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ نے جنگ یمامہ کے روز وہ خوشبو استعمال کی جو میت کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ اور بطور کفن دو سفید کپڑے زیب تن کیے۔ جبکہ قوم شکست کھا چکی تھی۔ سیدنا ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے دعا کی: اے اللہ! میں مشرکین کے کردار سے تیرے حضور اپنی براءت پیش کرتا ہوں اور مسلمانوں کے عمل سے میری معذرت قبول فرما۔ پھر کہا: لوگو! تم نے اب تک اپنے مد مقابل کے ساتھ نہایت برا طریقہ اختیار کیا ہے۔ اب تم تھوڑی دیر کے لیے ہمارے اور ان (دشمنوں) کے درمیان سے ہٹ جاؤ۔ چنانچہ ثابت یہ کہہ کر دشمن پر حملہ آور ہوئے اور قتال کرتے ہوئے راہ حق میں شہید ہو گئے۔“

◎ امام مہلب اور دیگر محدثین فرماتے ہیں:

”فِيهِ جَوَازُ اسْتِهْلَاكِ النَّفْسِ فِي الْجِهَادِ وَ تَرْكُ الْأَخْذِ بِالرُّحْصَةِ وَ التَّهَيُّةِ لِلْمَوْتِ بِالتَّحْنُطِ وَ التَّكْفِينِ وَ فِيهِ قُوَّةُ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ وَ صَحَّةُ يَقِينِهِ وَ نِيَّتِهِ وَ فِيهِ التَّدَاعَى إِلَى الْحَرْبِ وَ التَّحْرِيطِ عَلَيْهَا وَ تَوْبِيخُ مَنْ يَفِرُّ وَ فِيهِ الْإِشَارَةُ إِلَى مَا كَانَ الصَّحَابَةُ عَلَيْهِ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ مِنَ الشُّجَاعَةِ وَ الثُّبَاتِ فِي الْحَرْبِ“ ۵۳

”حدیث بالا سے درج ذیل مسائل اور فضائل ثابت ہوتے ہیں:

جہاد فی سبیل اللہ میں کمزوری اور شکست کے وقت جان قربان کر دینا جائز ہے۔ باوجود اس کے کہ دشمن کے شدید حملے کے وقت جنگی مصلحت کے تحت نئی پلاننگ کے ساتھ لڑنے کے لیے میدان جہاد سے بھاگنے کی رخصت ہے۔ پھر بھی اگر کوئی مرد میدان اس رخصت کو ترک کر دیتا ہے اور جو انمردی اور جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے، بہادری کے جوہر دکھاتے ہوئے شہید ہو جاتا ہے تو یہ جائز ہے۔ یہ نہ صرف جائز بلکہ ایک اچھا اقدام

۵۲ فتح الباری شرح صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب التَّحْنُطُ عِنْدَ الْقِتَالِ - اس حدیث کو امام ابن سعد، امام طبرانی اور امام حاکم نے بھی روایت کیا ہے۔

ہے اور دخول جنت کا باعث ہے۔

شہادت فی سبیل اللہ کے لیے حنوط خوشبو کا استعمال کرنا جو میت کے لیے استعمال کی جاتی ہے اور کفن کا لباس استعمال کر کے موت کی تیاری کرنا صحابہ رضی اللہ عنہم کی سنت ہے۔

سیدنا ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی میدان قتال میں قوت، بہادری، آخرت پر پختہ یقین اور خالص نیت ایک مجاہد کے لیے نمونہ ہیں۔

جنگ اور معرکہ کرنے کی بھرپور دعوت دینا، اس کے لیے شوق اور رغبت دلانا، راہ فرار اختیار کرنے والوں کو سخت سست کہنا اور ڈانٹنا بھی اس واقعہ سے ثابت ہو رہا ہے۔

اس واقعہ میں عہد نبوت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی شجاعت، جوانمردی اور معرکہ میں ان کے کامل صبر و ثبات کا واضح اشارہ موجود ہے۔

”وہ جو وعدہ نبھا گئے“ عنوان کے تحت درج ذیل احادیث اور واقعات بیان ہو چکے ہیں۔

۱) غزوہ احد میں سیدنا انس بن نصر رضی اللہ عنہ کا واقعہ۔

۲) سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث جس میں مذکور ہے کہ ”اگر میں قتل ہو جاؤں تو میں کہاں ہوں گا؟“

۳) سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث جس میں مذکور ہے ”اس نے عمل تو تھوڑا کیا مگر اجر بہت زیادہ لے گیا۔“

۴) غزوہ احد میں سیدنا عمرو بن اقیس رضی اللہ عنہ کا واقعہ۔

۵) غزوہ بدر میں سیدنا عمیر بن حمام انصاری رضی اللہ عنہ کا واقعہ۔

۶) سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ (قیس) سے مروی حدیث ”بے شک جنت کے دروازے تلواروں کے سایوں تلے ہیں۔“

۷) شہداء بڑے نمونہ کا قصہ۔

۸) غزوہ احد میں سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے والد کا واقعہ۔

یہ تمام واقعات جانثاران اسلام کی راہ حق میں بے مثال قربانیوں کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔
افراد قوت اور اسلحہ کی قلت کے باوجود فدایان ملت اسلامیہ کے دلیرانہ اقدامات اور طاقتور

دشمن کی لاتعداد صفوں پر تنہا حملہ آور ہونے کے نادر نمونے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے مبارک دور کی اسلامی جنگوں میں بھی کثیر تعداد میں ایسی بہت زیادہ روشن مثالیں موجود ہیں:“ ۵۴

عصر حاضر میں جدید ترین جنگی ٹیکنالوجی کا مقابلہ اور دفاع صرف اس ارشاد رسول اللہ ﷺ سے ممکن ہے۔ جس میں نبی ﷺ نے فرمایا: [۸۳۵] «الْحَرْبُ خُدْعَةٌ» ۵۵

”جنگ ایک دھوکہ ہے۔“ (یعنی جنگ میں دشمن کو دھوکہ ہی تو دیا جاتا ہے۔)

چھاپہ مار کارروائیاں، گوریلہ جنگیں اور زیادہ تعداد والے طاقتور دشمن کے مقابلے میں فدائی مشن کارروائیوں کے تحت جان کی قربانیاں انتہائی کامیاب اور نتیجہ خیز جنگی تکنیکیں ہیں۔ لہذا مذکورہ جنگی طریقوں کی حیثیت محض مستحب کی ہی نہیں بلکہ فرض اور واجب کی ہے۔ کیونکہ اسلامی فوجوں کی اور مجاہدین اسلام کی تعداد کی کثرت اور اسلحہ کی فراوانی کا انتظار فریضہ جہاد کو معطل ٹھہرانے اور کتاب وسنت میں موجود جہادی مقاصد سے انحراف کے عین مترادف ہے۔

خودکشی اور جان فدائی کارروائیوں میں فرق:

خودکشی کرنا اور دشمن سے مقابلہ کے بغیر اپنی جان ختم کر دینا بالکل حرام ہے اور کبیرہ گناہ ہے۔ اس کے ارتکاب پر سخت ڈانٹ وارد ہوئی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

[۸۳۶] «مَنْ حَلَفَ بِمِلَّةٍ غَيْرِ الْإِسْلَامِ كَاذِبًا مُتَعَمِّدًا فَهُوَ كَمَا قَالَ- وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيدَةٍ عَذَّبَ بِهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ- وَ مَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ فِي الدُّنْيَا عَذَّبَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ» ۵۶

”جس نے عمداً جھوٹ بولتے ہوئے اسلام کے سوا کسی دین کی قسم اٹھائی تو وہ اپنے قول کے مطابق جھوٹا شمار ہوگا۔ جس نے کسی تیز دھار آلہ قتل کے ساتھ خود کو قتل کیا اس کو جہنم میں اس تیز دھار آلہ کے ساتھ ہی عذاب دیا جائے گا۔ جس نے دنیا میں اپنے نفس کو کسی چیز کے ساتھ قتل کر لیا تو وہ جہنم میں اسی چیز کے ساتھ عذاب دیا جائے گا۔“

ایک روایت میں یوں الفاظ ہیں:

۵۴ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تفسیر القرطبی: ۲/۲۴۱-۲۴۳، ۱۵/۱۷+ تفسیر ابن کثیر: ۱/۲۶۵

۵۵ صحیح البخاری= کتاب الجہاد: باب الحرب خدعة، الحدیث: ۲۸۶۶+ صحیح مسلم= کتاب الجہاد: باب جواز الخداع فی الحرب، الحدیث: ۱۷۳۹

۵۶ صحیح البخاری= کتاب الجنائز: باب ماجاء فی قاتل النفس، الحدیث: ۱۲۹۷= و کتاب الايمان والنذور: باب من

حلف بملة سوى ملة الاسلام، الحدیث: ۶۲۷۶

[۸۳۷] « مَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيدَةٍ فَحَدِيدَتُهُ فِي يَدِهِ يَتَوَجَّأُ بِهَا فِي بَطْنِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا - وَ مَنْ شَرِبَ سُمًّا فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ يَتَحَسَّاهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا - وَ مَنْ تَرَدَّى مِنْ جَبَلٍ وَقَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ يَتَرَدَّى فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا »^{۵۷}

”جس نے اپنے آپ کو کسی چھری کے ساتھ قتل کر لیا پس اس کی چھری اس کے ہاتھ میں ہوگی۔ اس کو جہنم کی آگ میں ہمیشہ کے لیے اپنے پیٹ میں گھونپتا ہی رہے گا۔ جس نے زہر نوشی کے ساتھ خود کو قتل کیا تو وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے زہر کے گھونٹ ہی بھرتا رہے گا۔ جس نے پہاڑ سے گر کر خودکشی کی وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم کی آگ میں گرتا ہی جائے گا۔“ (عَاذَ اللّٰهُ مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ وَمِنْ آفَاتِهِ) آمین

نبی ﷺ نے غزوہ خیبر میں ایک ایسے شخص کے بارے میں ارشاد فرمایا جو مسلمان ہونے کا دعویدار تھا:

[۸۳۸] «(هَذَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ) فَلَمَّا حَضَرَ الْقِتَالُ قَاتَلَ الرَّجُلُ قِتَالًا شَدِيدًا - فَأَصَابَتْهُ جِرَاحَةٌ لَمْ يَصْبِرْ عَلَى الْجِرَاحِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ - فَأُخْبِرَ النَّبِيُّ ﷺ بِذَلِكَ فَقَالَ: «اللَّهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنِّي عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ» ثُمَّ أَمَرَ بَلَاءً لَا فَنَادَى بِالنَّاسِ إِنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ وَإِنَّ اللَّهَ لَيُؤَيِّدُ هَذَا الدِّينَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ »^{۵۸}

”یہ شخص اہل نار سے ہے۔ حتیٰ کہ جب جنگ شروع ہوئی تو اس نے بڑا زبردست جنگی مظاہرہ کیا۔ پھر اسے ایک زخم لگ گیا..... جس پر وہ صبر نہ کر سکا اور اپنے آپ کو قتل کر ڈالا۔ نبی ﷺ کو اس وقوعہ کی خبر دی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اکبر! میں شہادت دیتا ہوں کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ پھر سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو لوگوں میں یہ اعلان کرنے کا حکم دیا۔ یقیناً جنت میں صرف مسلمان ہی داخل ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس دین کو فاسق و فاجر آدمی کے ذریعے بھی طاقتور اور مضبوط کر دیتا ہے۔“

نبی ﷺ کا فرمان ہے:

^{۵۷} صحیح مسلم = کتاب الإيمان: باب غَلَطَ تَحْرِيمَ قَتْلِ الْإِنْسَانِ نَفْسَهُ، الحديث: ۱۰۹

^{۵۸} صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب إِنَّ اللَّهَ يُؤَيِّدُ الدِّينَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ، الحديث: ۲۸۹۷ + صحیح مسلم = کتاب

[۸۳۹] «كَانَ بِرَجُلٍ جِرَاحٌ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَقَالَ اللَّهُ: بَدَرَنِي عَبْدِي بِنَفْسِهِ حَرَمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ» ۵۹

(تم سے پہلی امتوں میں) ”ایک شخص کو کوئی زخم لگ گیا تھا اس نے بے صبری میں اپنے آپ کو قتل کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے بندے نے اپنی جان کے بارے میں مجھ سے جلد بازی سے کام لیا ہے۔ لہذا میں نے اس پر جنت حرام کر دی ہے۔“

[۸۴۰] «فَلَمَّا هَاجَرَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى الْمَدِينَةِ هَاجَرَ إِلَيْهِ الطُّفِيلُ بْنُ عَمْرٍو وَ هَاجَرَ مَعَهُ رَجُلٌ مِّنْ قَوْمِهِ فَاجْتَمَعُوا الْمَدِينَةَ فَمَرَضَ فَجَزِعَ فَأَخَذَ مَشَاقِصَ لَهُ - فَقَطَعَ بِهَا بَرَاذِمَهُ - فَشَحَبَتْ يَدَاهُ حَتَّى مَاتَ - فَرَأَاهُ الطُّفِيلُ بْنُ عَمْرٍو فِي مَنَامِهِ - فَرَأَاهُ وَ هَيْئَتُهُ حَسَنَةً - وَ رَأَاهُ مُغَطِّيًا يَدَيْهِ - فَقَالَ لَهُ: مَا صَنَعَ بِكَ رَبُّكَ؟ فَقَالَ غَفَرْتُ لِي بِهَاجِرَتِي إِلَى نَبِيِّهِ ﷺ - فَقَالَ لَهُ: مَا لِي أَرَاكَ مُغَطِّيًا يَدَيْكَ؟ قَالَ قِيلَ لِي: لَنْ نُصْلِحَ مِنْكَ مَا أَفْسَدْتَ فَقَصَّصَهَا الطُّفِيلُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ - فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((اللَّهُمَّ وَ لِيَدَيْهِ فَاعْفِرْ)) ۶۰

”جب نبی ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی آپ کی طرف طفیل بن عمرو نے بھی ہجرت کی۔ ان کے ساتھ ان کی قوم کے ایک آدمی نے بھی ہجرت کی۔ مدینہ کی آب و ہوا ان کے لیے ناگوار ثابت ہوئی اور وہ شخص بیمار ہو گیا۔ مرض سے بے چین ہو کر اس نے چھری سے اپنی انگلیوں کے جوڑ کاٹ ڈالے۔ اس کے دونوں ہاتھوں سے خون کے فوارے پھوٹ پڑے حتیٰ کہ وہ مر گیا۔ سیدنا طفیل رضی اللہ عنہ نے اسے حالتِ خواب میں دیکھا کہ اس کی شکل بہت خوبصورت ہے۔ نیز دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھ چھپائے ہوئے ہے۔ سیدنا طفیل نے پوچھا: تیرے رب نے تیرے ساتھ کیا برتاؤ کیا ہے؟ اس شخص نے بتایا میرے رب نے نبی ﷺ کی طرف ہجرت کرنے کی بدولت مجھے بخش دیا ہے۔ سیدنا طفیل رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا: کیا بات ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں تو اپنے ہاتھ ڈھانپے ہوئے ہے؟ تو اس شخص نے جواب دیا کہ اس بارے میں مجھے کہا گیا جو کچھ تم نے از خود خراب کر لیا ہے ہم اسے درست نہیں کریں گے۔ طفیل رضی اللہ عنہ نے خواب کا قصہ رسول اللہ ﷺ کو بیان کیا تو رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی: ”اے اللہ! اس کے دونوں ہاتھوں کو بھی بخش دے۔“

۵۹ صحیح البخاری= کتاب الجنائز: باب ماجاء فی قاتل النفس ، الحدیث : ۱۲۹۸ + صحیح مسلم = کتاب الایمان : باب

غلظ تحريم قتل الإنسان نفسه ، الحدیث : ۱۱۳

۶۰ صحیح مسلم = کتاب الایمان : باب الدلیل علی ان قاتل نفسه لا یكفر ، الحدیث : ۱۱۶

مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا:

① خودکشی کرنا اور اپنی جان اپنے ہاتھوں ضائع کر دینا قطعاً حرام ہے اور کبیرہ گناہ ہے۔ اسی طرح جھوٹی قسم اٹھانا، غیر اللہ کی قسم اٹھانا اور دین اسلام کے بغیر کسی اور ملت کی قسم اٹھانا ہلاک کر دینے والے کبیرہ گناہوں میں سے ہیں۔ کیونکہ خودکشی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص اللہ کی تقدیر میں جلدی مچاتا ہے اور اللہ کے فیصلے پر خوش نہیں ہوتا۔ خودکشی سے غم و غصہ، جزع و فزع اور سخت قسم کی بے صبری کا اظہار ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں اوپر ذکر کی ہوئی قسموں میں ”شُرک فی العبادۃ“ کا معنی موجود ہے۔

② خودکشی کرنے والا جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ اسی صورت میں رہے گا جب وہ اس کام کو حرام جانتے ہوئے بھی حلال تصور کرے۔ کیونکہ کسی حرام چیز کو حلال قرار دینا کفر ہے اور کفر و شرک کی سزا جہنم میں ہمیشہ رہنا ہے۔ یا پھر اس کا مطلب عام ہے، جو مشہور ہے۔ اس صورت میں ”خلود“ کا معنی ”لمبی مدت“ ہوگا۔^{۹۱}

③ خودکشی کرنے والا اگرچہ فاسق، فاجر اور کبیرہ گناہ کا مرتکب ہے لیکن کافر نہیں بشرطیکہ وہ ایک حرام چیز کو حلال کرنے والا نہ ہو۔ خودکشی کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے درگزر اور بخشش کا مستحق ہے۔ طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہجرت اور جہاد اس جیسے بڑے بڑے تباہ کر دینے والے گناہوں کی معافی کا سبب بھی (بسا اوقات) نہیں بن سکتے۔

④ نبی کریم ﷺ نے خودکشی کرنے والے شخص کا جنازہ نہیں پڑھا۔ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو منع بھی نہیں فرمایا۔^{۹۲}

تاہم اکثر علماء کا موقف ہے کہ مقروض کی طرح خودکشی کرنے والے کے لیے نماز جنازہ نہ پڑھنے کا حکم شروع شروع میں تھا۔ جس کا مقصد صرف ڈانٹنا اور ڈپٹنا ہے۔ یہ معنی نہیں کہ خودکشی کرنے والے کا جنازہ پڑھنا ہی حرام ہے۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خودکشی کرنے والے کا جنازہ عوام الناس پڑھ لیں جبکہ

۹۱ شرح النووی: ۷۳/۱

۹۲ ملاحظہ ہو صحیح مسلم= کتاب الجنائز: باب ترك الصلاة عَلَى الْقَاتِلِ نَفْسَهُ، الحدیث: ۹۷۸۔ اس حدیث کو امام ترمذی اور

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہما نے بھی نقل کیا ہے۔

امیر وغیرہ قسم کا آدمی نہ پڑھے۔^{۹۳}

⑤ خودکشی جب اللہ کے فیصلے میں اظہار ناراضگی اور تقدیر الہی میں عجلت بازی کی صورت میں ہو تو حرام ہے۔ لیکن جب حکم الہی کے مطابق اور غلبہ دین کی خاطر میدان قتال میں ہو تو جائز ہے۔ ناصر جاز بلکہ مستحب ہے اور بعض ناگزیر صورتوں میں فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

[۸۴۱] ﴿فَتُوبُوا إِلَىٰ بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ ۖ﴾ [البقرة: ۵۴/۲]

”اپنے پیدا کرنے والی کی طرف رجوع کرو اور اپنی جانوں کو قتل کرو۔“

[۸۴۲] ﴿وَلَوْ أَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ أَنْ اقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ أَوْ اقْرَبُوا مِنْ دِيَارِكُمْ مَا فَعَلُوهُ إِلَّا قَلِيلٌ مِنْهُمْ ۖ وَلَوْ أَنَّ هُمْ فَعَلُوا مَا يُوعَظُونَ بِهِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ وَأَشَدَّ

تَثْبِيثًا ۚ﴾ [النساء: ۶۶/۴]

”اور اگر ہم ان کو حکم دیتے کہ اپنے آپ کو مار ڈالو یا اپنے دیس سے نکل جاؤ تو ان لوگوں میں چند لوگوں کے سوا کوئی اس پر عمل نہ کرتا اور اگر یہ لوگ، جن باتوں کے ساتھ ان کو نصیحت کی جاتی ہے، ان پر عمل کرتے تو یہ ان کے لیے بہتر ہوتا اور دین پر خوب جیسے رہتے۔“^{۹۴}

⑥ ایک راہب اور کم سن بچے کا واقعہ ایک حدیث میں مذکور ہے۔ غلام (بچہ) بادشاہ کو خود اپنی موت کا طریقہ سکھاتا ہے کہ [۸۴۳] «بِسْمِ اللَّهِ وَرَبِّ هَذَا الْغُلَامِ» پڑھ کر تیر پھینکو اور اسی طرح سے اس کی موت واقع ہوتی ہے۔ جو لاتعداد انسانوں کے دین حق کو قبول کر لینے کا باعث بنا۔ معلوم ہوا کہ غلبہ حق کی خاطر خودکشی کرنا اور اپنی جان قربان کر دینا جائز اور مشروع ہے۔^{۹۵}

⑦ خودکشی کرنے والا دنیاوی زندگی کی تکالیف سے رنجیدہ خاطر اور ملامت کرنے والا ہوتا ہے۔ تقدیر الہی پر صبر و شکر نہیں کرتا۔ جبکہ غلبہ حق کی خاطر دشمنوں کی صفوں میں گھیرا جانے والا اور جان قربان کر دینے والا جانثار اللہ کی جنت اور رضائے الہی کا طلبگار ہوتا ہے۔

((..... ❀ ❀ ❀ ❀ ❀))

۹۳ ملاحظہ ہو سنن الترمذی = کتاب الجنائز: باب فیمن یقتل نفسه لم یصل علیہ + سُبُلُ السَّلام: ۲۰۲/۲

۹۴ القرطبی: ۲۷۲/۱

۹۵ ملاحظہ ہو صحیح مسلم = کتاب اللہ والحدود والفساح والارباب والغلام، الحدیث: ۳۰۰۵
Free downloading facility of Videos, Audios & Books for DAWAH purpose only, From Islamic Research Centre Rawalpindi

باب: ۱۵

شہادت فی سبیل اللہ اور گناہوں کا کفارہ

قرآن مجید کی روشنی میں :

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[۸۴۴] ﴿..... فَأَلْذِينَ هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأُودُوا فِي سَبِيلِي وَ قَتَلُوا وَ قَتِلُوا لَا كُفْرَنَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَا دَخَلْنَهُمْ جَنَّتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ ۝﴾ [آل عمران=۳: ۱۹۵]

”پس جن لوگوں نے ہجرت اختیار کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں ستائے گئے اور (کفار کے ساتھ) قتال کیا اور قتل کر دیئے گئے۔ میں ضرور ان کے تمام گناہوں کو مٹا دوں گا اور ان کو ایسی جنتوں میں داخل کر دوں گا جن کے نیچے دریا بہتے ہیں۔ یہ اللہ کی طرف سے اجر و ثواب ہے اور اللہ کے پاس بہت ہی اچھا ثواب ہے۔“

[۸۴۵] ﴿وَلَكِنْ قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ مِتُّمْ لِمَغْفِرَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَ رَحْمَةً خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ۝﴾ [آل عمران=۳: ۱۵۷]

”اگر تم اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے قتل ہو جاؤ یا مر جاؤ گے تو اللہ کی طرف سے ملنے والی مغفرت اور رحمت اس (دنیاوی ساز و سامان) سے بہت ہی بہتر ہے جس کو وہ لوگ (کفار و منافقین) جمع کر رہے ہیں۔“

[۸۴۶] ﴿فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ ۚ وَمَنْ يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلْ أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۝﴾ [النساء=۴: ۷۴]

”پس ان لوگوں کو اللہ کی راہ میں قتال کرنا چاہئے جو آخرت کے بدلے میں دنیا فروخت کر دیتے ہیں اور جو شخص اللہ کی راہ میں قتال کرے گا پھر قتل ہو گا یا غالب آئے گا تو ہم

عنقریب اس کو بڑا عظیم الشان اجر و ثواب عطا کریں گے۔“

﴿فَالَّذِينَ هَاجَرُوا.....﴾ کا مطلب :

اس سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے اپنے وطن (مکہ) کو چھوڑا اور مدینہ میں جاگزیں ہوئے۔ اللہ کی اطاعت میں مکہ سے نکالے گئے۔ پھر اللہ کے دشمنوں سے انہوں نے جہاد کیا اور اللہ کی راہ میں وہ شہید ہو گئے۔

یہ جہاد کا سب سے اعلیٰ مقام ہے کہ مجاہد کفار کو قتل کرے اور خود بھی قتل ہو جائے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا اشرف ترین قتل کون سا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۸۴۷] «مَنْ أَهْرَيْقَ دَمُهُ وَ عَقِرَ جَوَادَهُ»^۱

”جس کا خون بہہ جائے اور اس کا گھوڑا بھی زخمی ہو جائے۔“

ایسے مجاہد شخص کے تمام گناہوں کی معافی ہو جائے گی جیسا کہ صحیح مسلم اور صحیح بخاری کی حدیث میں ہے :

[۸۴۸] «أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ»^۲ ،^۳

”کیا خیال ہے اگر میں اللہ کے راستے میں شہید ہو جاؤں قتل کیا جاؤں۔“ (یہ حدیث

تفصیل کے ساتھ آگے الرِّقْمُ المسلسل = ۸۵۰ پر آ رہی ہے)

[۸۴۹] ﴿وَلَكِنْ قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ مُتُّمْ.....﴾ [آل عمران ۳: ۱۵۷] سے یہ مفہوم

واضح ہو رہا ہے کہ اللہ کی راہ میں قتل ہو جانا اور مرجانا دونوں ہی رحمت، بخشش اور خوشنودی کے حصول کا ذریعہ ہیں۔^۴

﴿فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا﴾..... کا مطلب :

اس کا مطلب ہے کہ اللہ کی راہ میں قتال کرنے والا شہید ہو جائے یا غالب آجائے دونوں صورتوں میں ہم اس کو عظیم اجر و ثواب عطا کریں گے۔

۱۔ صحیح ابو داؤد = کتاب الوتر : باب طُولِ الْقِيَامِ ، الحديث: ۱۲۸۶ + صحیح النِّسائی = کتاب الرِّكَاتِ : باب جُهد

المَقْلِّ ، الحديث: ۲۳۶۶ + صحیح ابن حَبَّان = کتاب السَّيْرِ : باب فضل الجهاد / ذكر البيان بأنَّ افضل الجهاد ما

رُزِقَ الْمَرَأُفِيهِ الشَّهَادَةُ ، الحديث: ۴۶۲۰

۲۔ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۲۴۱

۳۔ القرطبی: ۲۰۳/۴ + تفسیر ابن کثیر: ۴۷۹/۱

۴۔ تفسیر ابن کثیر: ۴۰۳/۱

اس کی تفسیر میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی متفق علیہ حدیث وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ مجاہد فی سبیل اللہ کے لئے جنت یا اجر اور مال غنیمت کے حصول کا ضامن اور کفیل ہے۔^۵

اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ شہید کے تمام گناہوں کی معافی اور بخشش ہو جائے اور وہ جنت کا مستحق ٹھہرے۔^۶

آیات مذکورہ کی مکمل تفسیر و تشریح کے لئے مندرجہ ذیل صحیح احادیث کا مطالعہ مفید ہوگا:

احادیث رسول ﷺ کی روشنی میں شہید کے اعزازات:

سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا اور بیان کیا:

[۸۵۰] «أَنَّ الْجِهَادَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْإِيمَانَ بِاللَّهِ أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ» فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ تُكْفَرُ عَنِّي خَطَايَايَ۔ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ! إِنْ قُتِلْتَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ، مُقْبِلٌ غَيْرُ مُدْبِرٍ» ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «كَيْفَ قُلْتَ؟» قَالَ أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ تُكْفَرُ عَنِّي خَطَايَايَ؟ فَقَالَ: «نَعَمْ وَأَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ مُقْبِلٌ غَيْرُ مُدْبِرٍ إِلَّا اللَّذِينَ فَإِنَّ جَبْرِيلَ قَالَ لِي ذَٰلِكَ»^۷

”جہاد فی سبیل اللہ اور ایمان باللہ تمام اعمال سے افضل ترین عمل ہیں۔ یہ بات سن کر ایک شخص کھڑا ہو گیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! بتلائیے: اگر میں اللہ کی راہ میں قتل ہو جاؤں تو (یہ قتل) میری تمام خطاؤں کا کفارہ ہو جائے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے جواباً فرمایا: جی ہاں! مگر شرط یہ ہے کہ تو اللہ کی راہ میں قتل ہو جائے اور تو ثابت قدمی سے لڑنے والا ہو، اجر و ثواب طلب کرنے والا ہو، بڑھنے والا ہو اور پشت نہ دکھانے والا ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے دوبارہ پوچھا: تو نے کیسے کہا؟ اس نے پھر عرض کیا کہ اگر میں اللہ کی راہ میں قتل ہو جاؤں تو کیا میرے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے تو آپ ﷺ نے جواباً فرمایا: جی ہاں! بشرطیکہ تو ثابت قدم ہو، اجر و ثواب کا طالب ہو، آگے بڑھنے والا ہو اور پشت نہ

۵۔ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۹۰

۶۔ القرطبی: ۱۷۹/۵

۷۔ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۲۴۱

دکھانے والا ہو تو قرض کے سوا تیرے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ کیونکہ جبریل علیہ السلام نے مجھے یہ (قرض کا مستثنیٰ ہونا اب) بتلایا ہے۔“

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۸۵۱] « يَغْفِرُ اللَّهُ لِلشَّهِيدِ كُلِّ ذَنْبٍ إِلَّا الدَّيْنَ » ۵

”اللہ تعالیٰ قرض کے علاوہ شہید کا ہر گناہ بخش دیتا ہے۔“

ایک روایت میں یوں ارشاد ہے:

[۸۵۲] « أَلْقِلْتُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُكَفِّرُ كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا الدَّيْنَ » ۶

”قتل فی سبیل اللہ قرض کے سوا ہر خطا کا کفارہ ہے۔“

سیدنا مقدم بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۸۵۳] « لِلشَّهِيدِ عِنْدَ اللَّهِ سِتُّ خِصَالٍ: يُغْفَرُ لَهُ فِي أَوَّلِ دَفْعَةٍ وَ يُرَى مَقْعَدُهُ مِنَ

الْجَنَّةِ - وَيَجَارُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَيَأْمَنُ مِنَ الْفَزَعِ الْأَكْبَرِ وَ يُوَضَّعُ عَلَى رَأْسِهِ تَاجُ

الْوَقَارِ - أَلْيَاقُوتُهُ مِنْهَا خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَ مَا فِيهَا - وَ يُزَوَّجُ اثْنَتَيْنِ وَ سَبْعِينَ زَوْجَةً مِنَ

الْحُورِ الْعِينِ - وَ يُشَفَّعُ فِي سَبْعِينَ مِنْ أَقَارِبِهِ » ۷

”شہید فی سبیل اللہ کے لئے اللہ تعالیٰ کے پاس چھ امتیازات ہیں:

۱ اسے پہلے ہی لمحے یعنی خون کا قطرہ گرتے ہی بخش دیا جاتا ہے اور جنت میں اس کا خاص

مقام دکھا دیا جاتا ہے۔

۲ اس کو عذاب قبر سے پناہ دی جاتی ہے۔

۳ وہ قیامت کے دن ”فزع اکبر“ (یعنی سب سے بڑی گھبراہٹ جب اعمال نامہ

تولا جارہا ہوگا) سے محفوظ ہوگا۔

۴ اس کے سر پر عزت و وقار کا تاج رکھا جائے گا، جس کا ایک موتی دنیا اور دنیا کی ہر چیز

سے زیادہ بہتر ہوگا۔

۵ اس کو بہتر (۷۲) خوبصورت آنکھوں والی حوروں کے ساتھ بیاہ دیا جائے گا۔

۵ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۲۴۲

۶ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۲۲

۷ صحیح الترمذی = أبواب فضائل الجہاد: باب ما جاء أنَّ النَّاسَ أَفْضَلُ / بابٌ منه ، الحديث : ۱۳۵۸ + صحیح

أبوداؤد = كتاب الجہاد: باب في الشَّهِيدِ يُشَفَّعُ ، الحديث: ۲۲۰۱

ستر قرا بتداروں میں اس کی سفارش قبول کی جائے گی۔

۶

مورچہ بندی اور سرحدوں پر پہرہ دینے کے باب میں اس کی تائید کرنے والی درج ذیل صحیح حدیث ہے:

[۸۵۴] «كُلُّ الْمَيِّتِ يُخْتَمُ عَلَى عَمَلِهِ إِلَّا الْمُرَابِطَ، فَإِنَّهُ يَنْمُو لَهُ عَمَلُهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ وَيَوْمَنْ مِنْ فِتْنَانَ الْقَبْرِ» ۱۱

۷

”ہر میت کا خاتمہ اس کے آخری اعمال پر کر دیا جاتا ہے سوائے اس شخص کے جو سرحدوں پر پہرہ دیتا رہا ہو۔ چنانچہ اس کے نیک اعمال قیامت تک نشو و نما پاتے رہتے ہیں۔ وہ فتنہ قبر سے محفوظ ہو جاتا ہے۔“

ایک روایت میں ہے: [۸۵۵] «وَأُجْرِيَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ» ۱۲

۸

”(جنت سے) اس کا رزق جاری کر دیا جاتا ہے۔“

گویا یہ کل آٹھ امتیازی اوصاف ہیں جو مجموعی طور پر بغیر کسی اختلاف کے صرف شہید کے لئے مخصوص ہیں۔ تاہم ان میں سے بعض اوصاف انفرادی طور پر بھی صرف شہید کی خصوصیات میں شامل ہیں۔ مثلاً:

تمام نیک اعمال کا قیامت تک جاری رہنا اور نشو و نما پاتے رہنا۔ ۱

۱

پہلے ہی لمحے بخش دیا جانا اور جنت میں اپنا خاص مقام دیکھ لینا۔ ۲

۲

روز قیامت سے پہلے ہی جنت میں داخلہ۔ ۳

۳

اور شاید یہی وجہ ہے کہ شہید قتل کی تکلیف کو چیونٹی کے ڈسنے سے زیادہ محسوس نہیں کرتا۔

جیسا کہ حدیث رسول ﷺ ہے:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۸۵۶] «مَا يَجِدُ الشَّهِيدُ مِنْ مَسِّ الْقَتْلِ إِلَّا كَمَا يَجِدُ أَحَدُكُمْ مِنْ مَسِّ الْقَرْصَةِ» ۱۳

۱۱

۱۱ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۵۷۹

۱۲

۱۲ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۵۷۸

۱۳

۱۳ صحیح الترمذی = أبواب فضائل الجہاد: باب ما جاء أنَّ النَّاسَ أَفْضَلَ / باب منه ، الحدیث: ۱۳۶۲ + صحیح ابن

ماجة = کتاب الجہاد: باب فضل الشَّهادة فی سبیل اللہ ، الحدیث: ۲۲۶۰ + صحیح النِّسائی = کتاب الجہاد: باب ما

”شہید قتل کی تکلیف ایسے ہی محسوس کرتا ہے جیسے تم میں سے کوئی شخص چیونٹی کے ڈسنے کی تکلیف پاتا ہے۔“

قتل ہونے والے تین شخص:

سیدنا عقبہ بن عبد السلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۸۵۷] «الْقَتْلَى ثَلَاثَةٌ: مُؤْمِنٌ جَاهَدَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ إِذَا لَقِيَ الْعَدُوَّ قَاتَلَهُمْ حَتَّى يُقْتَلَ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ «فَذَلِكَ الشَّهِيدُ الْمُتَمَتِّحُ فِي خِيَمَةِ اللَّهِ تَحْتَ عَرْشِهِ وَلَا يَفْضُلُهُ النَّبِيُّونَ إِلَّا بِفَضْلِ دَرَجَةِ النَّبُوَّةِ — وَمُؤْمِنٌ خَلَطَ عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا جَاهَدَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ إِذَا لَقِيَ الْعَدُوَّ قَاتَلَ حَتَّى يُقْتَلَ» قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ: مُصَصِّمَةٌ مَحَتْ ذُنُوبَهُ وَخَطَايَاهُ إِنَّ السَّيْفَ مَحَاءٌ لِلْخَطَايَا وَأَدْخَلَ مَنْ آتَى أَبْوَابَ الْجَنَّةِ شَاءَ — وَمُتَّفِقٌ جَاهَدَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ - فَإِذَا لَقِيَ الْعَدُوَّ قَاتَلَ حَتَّى يُقْتَلَ فَذَلِكَ فِي النَّارِ إِنَّ السَّيْفَ لَا يَمْحُو النِّفَاقَ» ۱۳

”مقتولین کی تین اقسام ہیں:

۱ وہ مومن مجاہد جو اپنے مال اور اپنی جان کے ساتھ اللہ کے راستہ میں جہاد کرتا ہے جب دشمن سے ملتا ہے تو خوب لڑائی کرتا ہے یہاں تک کہ وہ شہید ہو جاتا ہے اس شہید کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ اللہ کے عرش کے نیچے خیمہ میں قیام کرنے والا شہید ہے۔ جس سے انبیاء کرام صرف درجہ نبوت میں فائق ہیں۔

۲ ایسا مومن جس کے نیک اعمال بھی ہوں اور برے اعمال بھی ہوں۔ وہ اپنی جان اور مال کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرے حتیٰ کہ قتل ہو جائے۔ تو یہ شہادت تمام گناہوں سے پاک کرنے والی ہے جو اس کے تمام گناہ اور خطائیں مٹا دے گی۔ بلاشبہ تلوار خطاؤں کو مٹانے والی ہے اور وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے گا داخل کیا جائے گا۔

۳ منافق مقتول جو اپنے مال اور اپنی جان کے ساتھ جہاد کرتا ہے۔ جب دشمن سے ملتا ہے تو جنگ کرتے کرتے شہید ہو جاتا ہے یہ سیدھا جہنم میں جائے گا۔ اس لئے کہ تلوار نفاق کو ختم نہیں کر سکتی۔

احادیث کا مطلب:

مذکورہ بالا تمام احادیث اور سورۃ آل عمران کی آیات: ۱۵۷-۱۹۵ اور سورۃ النساء کی آیت ۷۴ کا ایک ہی مفہوم ہے۔

یہ تمام آیات و احادیث بڑی وضاحت کے ساتھ یہ ثابت کرتی ہیں کہ شہادت فی سبیل اللہ تمام خطاؤں کا کفارہ اور مکمل مغفرت ہے اور یہ کہ شہادت کی موت گناہوں سے پاک کرنے والی ہے۔ لیکن صحیح مسلم اور ترمذی وغیرہ کی وہ حدیث جس میں قرضہ کی معافی کو مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ وہ بظاہر مذکورہ بالا آیات اور بقیہ تمام احادیث سے مختلف معلوم ہوتی ہیں یا پھر ان تمام احادیث اور آیات کے مفہوم کو خاص کر رہی ہیں۔ لیکن ان تمام دلائل کا ایک مشترک معنی نکالنے اور تعارض دور کرنے کی مندرجہ ذیل چند صورتیں ملاحظہ کرنے سے کوئی اشکال اور شبہ باقی نہیں رہتا۔

”شہید کے قرض کے سوا تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں“ کی تحقیق:

قرض چونکہ حقوق العباد سے متعلق ہے۔ لہذا شہید اگر مقروض ہو اور قرضے کی ادائیگی کے لئے کچھ رقم وغیرہ بھی نہ چھوڑ جائے تو ابتدائے اسلام میں ایسے شہید کے لئے یہی حکم تھا۔ جیسا کہ شروع شروع میں رسول اللہ ﷺ نے ایک عام مقروض کا جنازہ پڑھنے سے بھی احتراز فرمایا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

[۸۵۸] « فَلَمَّا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْفَتْوحَ قَالَ : أَنَا أُولَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ فَمَنْ تُوَفَّىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَتْرَكَ دَيْنًا فَعَلَىٰ قَضَاءِهُ وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ ۖ » ۱۵

”لیکن جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتوحات عطا فرمادیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں مومنین کے لئے ان کی جانوں سے بھی زیادہ حقدار اور قریبی ہوں۔ پس جو مومن اپنے ذمے قرضہ چھوڑ کر فوت ہو جائے تو میں اس کی ادائیگی کا ذمہ دار ہوں اور جو کوئی مال چھوڑ جائے تو وہ اس کے وارثوں کا حق ہے۔“

لہذا کچھ بعید نہیں کہ فتوحات اسلامیہ اور بہت زیادہ مال غنیمت کے حاصل ہو جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے شہدائے اسلام کے قرضہ جات کی ذمہ داری بھی اپنے مہربان کندھوں پر

۱۵۔ صحیح البخاری = کتاب الکفالة: باب الدَّيْنِ ، الحديث: ۲۱۷۶ + صحیح مسلم = کتاب الفرائض : باب من ترك مالا

ڈال لی ہو۔ بلکہ تمام احادیث سے مجموعی طور پر یہی بات یقینی نظر آتی ہے۔ کیونکہ جانوں کی قربانی پیش کرنے والے مجاہدین اسلام عام مسلمانوں کے مقابلہ میں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ملنے والی اس اعانت اور رعایت کے کہیں زیادہ حقدار ہیں۔^{۱۶}

قرض اگرچہ حقوق العباد میں سے ہے لیکن شہید کے لئے اللہ تعالیٰ کی کامل اور مکمل مغفرت کے عہد و میثاق ہیں۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

[۸۵۹] ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنْجِيكُمْ مِنْ عَذَابِ أَلِيمٍ ۝ تُوْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ ۖ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۖ يُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتٍ عَدْنٍ ۖ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝﴾ [الصَّف=۶۱:۱۰-۱۲]

”اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایسی تجارت کی طرف رہنمائی نہ کروں۔ جو تم کو دردناک عذاب سے نجات دلا دے۔ اور وہ یہ ہے کہ (اگر) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ گے اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اس کی راہ میں جہاد کرو گے تو تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہوگا، اگر تم جان لو۔ اللہ تمہارے تمام گناہ بخش دے گا اور تمہیں ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا، جن کے نیچے دریا بہتے ہیں اور پاکیزہ مکانات ہیں جو ہمیشہ ہمیشہ کی جنتوں میں (تیار) ہیں، داخل کرے گا۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔“

سورہ آل عمران میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

[۸۶۰] ﴿لَا كُفْرَانَ عَنْهُمْ سِيَائِهِمْ وَلَا دُخْلَنَّهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ.....﴾

[آل عمران=۳:۱۹۵]

”میں ان (راہ حق کے شہداء) کے تمام گناہوں کا کفارہ کر دوں گا اور ان کو لازماً ایسی جنتوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے دریا بہتے ہیں۔“

الغرض سورۃ الصَّف میں ارشاد فرمایا: ”وہ تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا۔“

[الصَّف=۶۱:۱۲]

اور سورہ آل عمران میں فرمایا: ”البتہ میں ضرور تمہارے گناہوں کو مٹا دوں گا۔“

[آل عمران=۳:۱۹۵]

ان دونوں آیتوں میں تمام گناہوں کی مغفرت کا وعدہ ہے۔ ان دونوں جملوں میں کوئی ایسا حرف نہیں جس سے ”بعض“ یا ”کچھ“ معنی نکل رہا ہو۔ لہذا ان کو اپنے عام معنی پر محمول کرنا ضروری ہے۔ مذکورہ بالا وعدوں اور عہدوں کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے آخرت میں قرض خواہوں کو مقروض شہداء کی طرف سے راضی فرمائیں گے۔ (إِنْ شَاءَ اللَّهُ الْعَزِيزُ)

❑ قرض کا حقوق العباد سے ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ کسی بھی توبہ یا کفارہ سے معاف نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۸۶۱] ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۖ.....﴾

[النساء= ۴: ۴۸، ۱۱۶]

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانے والے کا جرم معاف نہیں کرتا اور اس کے علاوہ ہر گناہ جس کے لئے چاہے گا بخش دے گا۔“

اس طرح اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے:

[۸۶۲] ﴿إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا﴾ [الرُّم= ۳۹: ۵۳]

”بے شک اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو (شرک کے سوا) بخش دیتا ہے۔“

اس طرح شرک کے علاوہ وہ تمام گناہ جن کو بخش دینے کی اللہ تعالیٰ اپنی جناب سے امید دلاتا ہے ان میں قرض کی عدم ادائیگی بھی تو ہے۔ راہب سمیت ایک سوا انسانوں کے قاتل کی حدیث بھی بہت بڑی دلیل ہے۔ جس کو سچی توبہ کا خالص ارادہ کر لینے پر اللہ تعالیٰ نے مغفرت کے ساتھ سرفراز فرما دیا تھا۔^{۱۷}

لہذا اللہ کی مغفرت اور بخشش کو محدود اور مشروط نہیں کیا جا سکتا۔ پھر شہادت فی سبیل اللہ سے بڑھ کر کونسا کفارہ اور کونسی توبہ ہو سکتی ہے؟ تبھی تو رسول اللہ ﷺ نے شہدائے احد کے متعلق یہ بشارت سنائی:

[۸۶۳] ﴿أَنَا شَهِيدٌ عَلَى هَؤُلَاءِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَأَمَرَ بِدَفْنِهِمْ بِدِمَائِهِمْ وَلَمْ يُغْسَلُوا وَلَمْ

يُصَلَّ عَلَيْهِمْ ۝﴾^{۱۸}

❑ ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب الأنبياء: باب حديث الغار، الحديث: ۳۲۸۳ + صحيح مسلم = كتاب التوبة: باب

قبول توبة القاتل و إن كثر قتله، الحديث: ۲۷۶۶

❑ صحيح البخاری = كتاب الجنائز: باب الصلوة على الشهيد، الحديث: ۱۲۷۸

Free downloading facility of Videos, Audios & Books for DAWAH purpose only, From Islamic Research Centre Rawalpindi

”ان شہداء پر میں قیامت کے روز گواہی دوں گا۔ ان کو ان کے خونوں سمیت دفن کرنے کا حکم جاری فرمایا (کہ ان کے خون قیامت کے دن کستوری کی خوشبو بنیں گے) اور غسل بھی نہ دیا گیا (کیونکہ قتل فی سبیل اللہ ہی ان کے لئے سب سے بڑا غسل تھا) اور ان کا جنازہ نہیں پڑھا۔“ (اس لئے کہ نماز جنازہ میں بخشش کی دعا ہی تو ہوتی ہے۔)

مذکورہ بالا آیات و احادیث کا خلاصہ یہ ہے:

- ① شہادت فی سبیل اللہ گناہوں اور خطاؤں کے لئے سب سے بڑا کفارہ ہے، شہید کا جنت میں داخلہ یقینی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پختہ وعدہ ہے۔ جیسا کہ الفاظ سے ظاہر ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ”البتہ میں ضرور ان کے گناہ ان سے مٹا دوں گا اور البتہ میں ضرور ان کو بہشتوں میں داخل کر دوں گا۔“ [آل عمران = ۱۹۵:۳]
- ② اللہ تعالیٰ کی طرف سے دونوں وعدے تاکید اور مزید تاکید سے بیان ہوئے ہیں۔ دونوں جملوں اور دونوں وعدوں میں گرائمر کے قواعد کی رو سے تاکیدیں استعمال ہوئی ہیں۔ مثلاً لام تاکید اور نون تاکید ثقلید کی وجہ سے تاکید در تاکید کا معنی واضح ہے۔
- ③ مجاہد فی سبیل اللہ میدان جنگ میں قتل ہو یا کسی بھی دوسری وجہ سے اس کی موت آجائے۔ وہ شہید اور مغفرت و رحمت کا مستحق ہے۔ جیسا کہ سورۃ آل عمران آیت: ۱۵۷ سے معلوم ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شہید اور غازی دونوں اجر عظیم کے حقدار ہیں۔ جیسا کہ سورۃ النساء کی آیت: ۷۴ سے معلوم ہوتا ہے۔
- ④ شہادت شہید کے لئے تمام گناہوں اور خطاؤں کا کفارہ ہے۔ بشرطیکہ وہ میدان جہاد میں ثابت قدم ہو، اجر و ثواب کا طالب ہو، آگے بڑھنے والا ہو اور پشت نہ دکھانے والا ہو۔ قرض کے علاوہ تمام گناہوں کے معاف ہونے والی بات ابتدائے اسلام میں تھی۔ وہ بھی حقوق العباد کی اہمیت کی طرف توجہ دلانے کے لئے ایسا کہا گیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اسلامی فتوحات کے بعد یہ حکم منسوخ کر دیا اور یہ شہادت فی سبیل اللہ بدستور مکمل اور کامل مغفرت قرار پائی۔ جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔

② شہید کے مجموعی طور پر آٹھ (۶+۲=۸) امتیازی اوصاف ہیں۔ جن کا مجموعہ شہید کے علاوہ کسی دوسرے مومن میں نہیں پایا جاتا۔ اگرچہ انفرادی طور پر ان میں سے بعض اوصاف دوسروں میں پائے جاسکتے ہیں۔ تاہم مذکورہ بالا آٹھ اوصاف میں سے تین ایسے ہیں جو صرف شہید کا ہی طرہ امتیاز ہیں اور وہ انفرادی طور پر بھی کسی شخص میں نہیں پائے جاتے۔

① موت کے بعد بھی زندگی کے نیک اعمال کا نشو و نما پاتے رہنا۔

② پہلے ہی لمحے (قطرہ خون گرتے ہی) بخش دیا جانا اور جنت میں اپنا خاص مقام دیکھ لینا۔

③ قیامت رونما ہونے سے قبل ہی جنت میں داخلہ۔

⑤ میدان جنگ میں قتل ہونے والے تین قسم کے لوگ ہیں:

① مومن اور پرہیزگار شہید جس سے انبیاء کرام صرف درجہ نبوت میں فائق ہیں۔

② اچھے اور برے ملے جلے اعمال والا شہید، اس کے تمام گناہوں کے لئے تلوار (خطاؤں کو مٹانے والی) ہوگی۔

③ منافق مقتول یہ سیدھا جہنم واصل ہوگا۔

④ مذکورہ بالا آیات اور صحیح احادیث صراحت کے ساتھ شہادت فی سبیل اللہ کو تمام خطاؤں کا کفارہ قرار دیتی ہیں۔ جبکہ صحیح مسلم کی حدیث اور جامع ترمذی وغیرہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قرض کے سوا تمام گناہ معاف ہوتے ہیں ﷺ ان دونوں قسم کی احادیث میں کوئی تعارض اور تضاد نہیں۔ شہید کے گناہوں میں سے صرف قرض کی عدم معافی کا حکم حقوق العباد کی اہمیت اجاگر کرنے کی غرض سے دیا گیا۔ مگر اللہ تعالیٰ خالص دل سے کی ہوئی توبہ سے شرک کے علاوہ تمام خطاؤں کو معاف کر دیتا ہے۔

⑤ حدیث رسول ﷺ ”میں مومنوں کے لئے ان کی جانوں سے بھی زیادہ حقدار

ہوں.....“ قرض والی حدیث کے حکم کو ختم اور منسوخ کرنے والی ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”هَلْ كَانَ ذَلِكَ مِنْ خَصَاصَةٍ أَوْ يَجِبُ عَلَى وُلاَةِ الْأَمْرِ بَعْدَهُ وَ الرَّاجِعُ الْإِسْتِمْرَارُ لِكِنَّ وَجُوبَ الْوَفَاءِ إِنَّمَا هُوَ مِنْ مَالِ الْمَصَالِحِ. قَالَ ابْنُ بَطَّالٍ رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ: فَإِنْ لَمْ يُعْطِ الْإِمَامُ عَنْهُ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ لَمْ يُحْبَسْ عَنْ دُخُولِ الْجَنَّةِ لِأَنَّهُ يَسْتَحِقُّ الْقَدَرَ الَّذِي عَلَيْهِ فِي بَيْتِ الْمَالِ - ۱۹

”مقروض میت کے قرض کی ادائیگی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام مسلمان حکمرانوں پر بھی واجب ہے۔ راجح قول یہی ہے کہ یہ حکم جاری و ساری ہے۔ البتہ ادائیگی (بیت المال) سے واجب ہوگی۔ ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: اگر امام بیت المال سے ادائیگی نہ کرے تو بھی مقروض کو دخول جنت سے نہیں روکا جائے گا۔ کیونکہ وہ بیت المال کے اموال میں اس قدر حق رکھتا ہے جس قدر اس پر قرض ہے۔“

۸) اوپر بیان کئے ہوئے مفہوم سے دونوں قسم کی صحیح احادیث قابل عمل رہیں گی اور مقروض شہید کے قرضے کی ادائیگی مسلم حکمرانوں پر لازم ہوگی۔ کیونکہ ایک عام مسلمان کے مقابلہ میں دین حق کی سربلندی کے لئے شہید ہونے والے خصوصی رعایت اور ریلیف کے حق دار ہیں۔^{۱۹}

۹) محدثین کے نزدیک قرض کی عدم ادائیگی کے علاوہ تمام گناہوں کا معاف ہونا فتوحات اسلامیہ سے قبل تھا۔ بعد ازاں یہ حکم ختم ہو گیا یا پھر عام حکم میں خصوص پیدا ہو گیا ہے۔ امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کا صحیح ابن حبان میں قائم کیا ہوا عنوان درج ذیل ہے:

”ذِكْرُ الْبَيِّنَاتِ بِأَنَّ تَرَكَ الْمُصْطَفَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةَ عَلَى الْعَالِ وَ عَلَى مَنْ مَاتَ وَ عَلَيْهِ دَيْنٌ إِنَّمَا كَانَ ذَلِكَ فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ قَبْلَ فَتْحِ اللَّهِ جَلَّ وَ عَلَا عَلَى صَفِيهِهِ

۱۹ فتح الباری = کتاب الفرائض: ۷/۱۲ + شرح النووی: ۳۵/۲

۲۰ المنتقى شرح الموطأ: ۲۰۶/۳ + نيل الأوطار: ۲۳۵/۷

المُصْطَفَى الْفَتْوحَ“^{۲۱}

”اس بات کا بیان کہ مصطفیٰ ﷺ کا خائن اور مقروض کا جنازہ نہ پڑھنا۔ ابتدائے اسلام میں تھا۔ جبکہ ابھی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ پر فتوحات کا دروازہ نہیں کھولا تھا۔“ اور اس کے بعد امام ابن حبان رحمہ اللہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی متفق علیہ حدیث لائے ہیں جس کے ابتدائی الفاظ یوں ہیں:

[۸۶۴] «أَنَا أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ»^{۲۲}

”میں مومنوں کے لئے ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہوں۔“

⑩ حدیث رسول ﷺ: [۸۶۵] «أَنَا أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ»^{۲۳} میں بھی تقریباً وہی مضمون بیان ہوا ہے۔ جو سورہ احزاب کی آیت: (۶) [۸۶۶] ﴿الْنَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ﴾ میں بیان ہوا ہے لہذا یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ یہ حدیث سورہ احزاب کی آیت ۶ کی تفسیر و تشریح ہے۔ مذکورہ آیت اور حدیث رعیت کے لئے حکومت کی ذمہ داریوں کے مختلف قسم کے مسائل اور احکام کے بیان میں اسلام کی سیاست کا ایسا عظیم الشان اور زریں اصول پیش کرتی ہے۔ جس کی کوئی ادنیٰ ترین مثال بھی دیگر مذاہب عالم میں نہیں ملتی۔“^{۲۴}

⑪ اللہ کے ساتھ شرک کے علاوہ دانستہ قتل سمیت تمام کبیرہ گناہ توبہ سے معاف ہو جاتے ہیں۔ اس بات پر تمام اہل علم کا اجماع ہے۔ توبہ اور مغفرت سے متعلق اوپر بیان کردہ آیات اور بخاری و مسلم کی سو (۱۰۰) افراد قتل کرنے والے شخص والی حدیث واضح اور صریح دلائل ہیں۔

◎ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”هَذَا مَذْهَبُ أَهْلِ الْعِلْمِ وَ إجماعهم عَلَى صِحَّةِ تَوْبَةِ الْقَاتِلِ عَمْدًا وَ لَمْ يُخَالَفْ أَحَدٌ

① ملاحظہ ہو صحیح ابن حبان = کتاب السیر : باب فضل الجہاد / ذکر البیان بان ترک المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

الصَّلَاةُ عَلَى الْغَالِ وَعَلَى مَنْ مَاتَ وَ عَلَيْهِ دِينَ ، الحديث: ۴۸۳ + الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ۴/ ۱۷۰

② تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقْمُ الْمَسْلُوس: ۸۵۸

③ تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقْمُ الْمَسْلُوس: ۸۵۸

④ تفسیر القرطبی: ۴/ ۱۷۰ + ۲۰۳ / تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۵۳

مَنْهُمْ إِلَّا ابْنُ عَبَّاسٍ ۲۵

”اہل علم کا یہی موقف ہے اور تمام اہل علم کا اس پر اجماع اور اتفاق ہے کہ جان بوجھ کر قتل کرنے والے کی توبہ قبول ہو جاتی ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے علاوہ کسی نے بھی اس بارے اختلاف نہیں کیا۔“

⑫ اللہ تعالیٰ نے اپنی بے پایاں رحمت اور بے حساب بخشش کی بناء پر متعدد نیک اعمال مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور جہاد وغیرہ کو گناہوں کی معافی کا موجب ٹھہرایا ہے۔ تاہم توبہ، استغفار اور شہادت فی سبیل اللہ گناہوں کی تلافی کے لئے عظیم ترین وسائل ہیں۔ مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

سورة الصَّف: ۱۰-۱۲

صحیح البخاری = کتاب الجہاد: ۱/۳۹۰-۳۹۲

شرح النووی = کتاب الجہاد: ۲/۱۳۳-۱۳۶۔ و کتاب التَّوْبَة: ۲/۳۵۷-۳۶۰

شرح الطَّيْبِي عَلَى مَشْكُوتِ الْمَصَابِيح: ۷/۲۶۲، ۳۱۳

((..... ❀❀❀❀❀))

شہداء کی زندگی کی حقیقت

بہترین برزخی حیات اور رزق الہی:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۸۶۷] ﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمُوتَ ۖ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا

تَشْعُرُونَ ۚ﴾ [البقرة=۲: ۱۵۴]

”(اے ایماندارو!) جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہو جاتے ہیں ان کو مردے مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم (ان کی زندگی کا) شعور نہیں رکھتے۔“

[۸۶۸] ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمُوتًا ۖ بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ

يُرْزَقُونَ ۚ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۗ وَ يَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا

بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ ۖ إِلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۚ يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةِ اللَّهِ

وَفَضْلٍ ۗ وَ أَنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ ۝﴾ [آل عمران=۳: ۱۶۹-۱۷۱]

”(اے نبی!) جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ان کو مردہ ہرگز گمان نہ کرو۔ بلکہ وہ

اپنے رب کے پاس زندہ ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے۔ اللہ نے ان کو جو اپنا فضل و

انعام دیا ہے وہ اس پر بہت خوش ہیں۔ اور ان لوگوں کو جو ان کے پیچھے ہیں اور ابھی ان

سے نہیں ملے خوشخبری دیتے ہیں کہ ان پر کوئی خوف اور غم نہ ہوگا اور وہ اللہ کے فضل و کرم

کے ساتھ خوش ہیں اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایمانداروں کا اجر و ثواب ضائع نہیں کرتا۔“

[۸۶۹] ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ۖ وَالشُّهَدَاءُ عِنْدَ

رَبِّهِمْ ۚ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ

الْجَحِيمِ ۝﴾ [الحديد=۵۷: ۱۹]

”اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے بس وہی اپنے رب کے ہاں صدیقین

اور شہداء ہیں۔ ان کے لئے ان کا (مخصوص) اجر اور روشنی ہوگی اور جو لوگ کافر ہو گئے اور

ہماری آیات کو جھٹلایا بس وہی جہنم والے ہیں۔“

مذکورہ آیات کی تشریح:

”اَمَوَاتٌ“ ”مَيِّتٌ“ کی جمع ہے۔ ”اَحْيَاءٌ“ ”حَيٌّ“ کی جمع ہے۔ اَمَوَاتٌ خبر واقع ہو رہی ہے اس کا مبتدا ”ہُمْ“ محذوف ہے۔ اسی طرح اَحْيَاءٌ بھی خبر ہے اور ”ہُمْ“ مبتدا محذوف ہے۔ عبارت یوں ہوگی۔ ”ہُمْ اَمَوَاتٌ“ وہ مردے ہیں۔ ”ہُمْ اَحْيَاءٌ“ وہ زندہ ہیں۔

امام قرطبی رحمہ اللہ اور دیگر اہل سنت مفسرین اس آیت سے عذاب قبر کے صحیح اور ثابت ہونے پر استدلال کرتے ہیں۔ کیونکہ جب شہداء کو رزق اور انعام کے لئے زندہ کیا جاسکتا ہے تو کفار کو مرنے کے بعد عذاب قبر کے لئے بھی زندہ کیا جاسکتا ہے۔ مگر یہ زندگی بزخنی اور غیر شعوری ہے اور اس کا یہ معنی کرنا کہ ”سَيَحْيُونَ“ یعنی ”وہ عنقریب زندہ ہو جائیں گے“ بالکل غلط اور باطل ہے۔ جیسا کہ معتزلہ کا اعتقاد ہے۔ یہ غلط اس لئے ہے کہ مستقبل کی زندگی تو سب کو حاصل ہوگی پھر شہداء کو خاص کرنے کا کیا معنی؟ نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ”اور لیکن تم شعور نہیں رکھتے“ بھی اس اعتقاد فاسد کی نفی کرتا ہے۔ کیونکہ آخرت کی زندگی تو مومنین کے لئے سمجھ آنے والی ہے۔ اور ان کو اس کا یقینی علم حاصل ہے۔ پھر ”تم شعور نہیں رکھتے“ کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ قرآن مجید کی بہت زیادہ آیات اور بہت زیادہ صحیح اور متواتر احادیث برزخی زندگی اور قبر کے عذاب اور ثواب کے صحیح ہونے پر صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۸۷۰] ﴿مِمَّا خَطِيئَتُهُمْ أُعْرِقُوا فَأُدْخِلُوا نَارًا﴾ [نوح=۷۱:۲۵]

”وہ لوگ (یعنی قوم نوح) اپنی خطاؤں کی وجہ سے غرق کئے گئے اور پھر آگ میں داخل کر دیئے گئے۔“

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[۸۷۱] ﴿.....وَحَاقَ بِالْفِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ ۝ النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا ۝ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ ۝ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ ۝﴾ [غافر=۴۰:۴۶-۴۷]

”.....اور قوم فرعون کو برے عذاب نے گھیر لیا۔ وہ آگ ہے جس پر وہ صبح شام پیش کئے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی (تو کہا جائے گا) فرعونوں کو سخت ترین

عذاب میں داخل کر دو۔“

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں قبر کے عذاب اور ثواب کے صحیح ہونے کے بارے بہت زیادہ صحیح احادیث موجود ہیں۔ مثلاً رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۸۷۲] «الْمُسْلِمُ إِذَا سُئِلَ فِي الْقَبْرِ: يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ- فَذَلِكَ قَوْلُهُ ﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ﴾.....» [ابراہیم=۱۴: ۲۷] ۱

”مسلمان سے جب قبر میں سوال ہوگا تو وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دے گا۔ اور یہی مراد ہے اللہ کے اس فرمان سے کہ ”اللہ تعالیٰ ایمانداروں کو ”قول ثابت“ یعنی کلمہ توحید کے ساتھ دنیا کی زندگی میں اور آخرت یعنی (قبر کے سوالات میں) ثابت قدم رکھے گا۔“ ایک روایت میں یوں الفاظ ہیں:

[۸۷۳] «﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا.....﴾ نَزَلَتْ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ» ۲

”یہ آیت ”اللہ تعالیٰ مومنوں کو ثابت قدم رکھے گا.....“ عذاب قبر کے بارے میں ہی نازل ہوئی ہے۔“

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۸۷۴] «إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا مَاتَ- عُرِضَ عَلَيْهِ مَقْعَدُهُ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ إِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَمِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ - وَإِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَمِنْ أَهْلِ النَّارِ، فَيُقَالُ: هَذَا مَقْعَدُكَ حَتَّى يَبْعَثَكَ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ» ۳

”جب کوئی شخص تم میں سے فوت ہو جاتا ہے تو صبح و شام اس پر اس کا (مقام اور ٹھکانہ) پیش کیا جاتا ہے۔ اگر وہ اہل جنت سے ہے تو اہل جنت کا مقام اور اگر اہل جہنم سے ہے تو اہل جہنم کا مقام اور اسے کہا جاتا ہے کہ یہ تیرا مقام ہے حتیٰ کہ اللہ تجھے

۱ صحیح البخاری = کتاب التفسیر/ تفسیر سورة ابراہیم: باب ﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ.....﴾ الحديث: ۴۴۲۲+ صحیح مسلم = کتاب الجنۃ و صفة نعيمها و أهلها: باب عرض مقعد الميت من الجنۃ أو النار عليه، الحديث: ۲۸۷۱

۲ صحیح البخاری = کتاب الجنائز: باب مَا جَاءَ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ، الحديث: ۱۳۰۳

۳ صحیح البخاری = کتاب الجنائز: باب الميت يعرض عليه مقعد بالغداة والعشي، الحديث: ۱۳۱۳+ صحیح مسلم =

کتاب الجنۃ و صفة نعيمها و أهلها، باب عرض مقعد الميت من الجنۃ أو النار عليه، الحديث: ۲۸۶۶

قیامت کے دن اٹھائے گا۔“

رسول اللہ ﷺ ہر نماز میں عذاب قبر سے پناہ مانگا کرتے تھے۔“ ۴

ان کے علاوہ بہت زیادہ صحیح احادیث سے قبر کا عذاب ثابت ہے۔ لہذا قبر کے عذاب اور ثواب کا عقیدہ ایک مومن کے ایمان کا بنیادی حصہ ہے۔ اس کا انکار خصوصاً اس بناء پر کہ یہ عقل ظاہر روزمرہ مشاہدات اور نظر آنے والی چیزوں کے خلاف ہے۔ صریحاً بے دینی، گمراہی اور کفریہ عقیدہ ہے۔ عقل پرستی کی بنیاد پر عذاب قبر کے انکار کے اندھے فتنے نے مختلف ادوار میں امت مسلمہ کے ایمان اور یقین کو ڈانواں ڈول کرنے میں بھی بڑا کردار ادا کیا ہے۔ اس کے زہریلے اثرات سے بے دینی اور مرتد ہونے کی بہت ہی قبیح شکلیں نمودار ہوتی رہی ہیں۔ عصر حاضر میں جبکہ مادہ پرستی کا پودا عروج پر ہے یہ فتنہ نئی شکل و صورت میں سراٹھا رہا ہے اور سادہ لوح مسلمانوں کو توحید کے حوالہ سے اس اسلامی عقیدے سے برگشتہ کرنے کی مذموم جدوجہد جاری ہے۔ کہا جاتا ہے کہ برزخی زندگی اور ثواب اور عذاب قبر کے اعتقاد سے قبر پرستی کا دروازہ کھلتا ہے۔ لہذا سرے سے شرک کی طرف لے جانے والے اس ذریعہ اور دروازہ کو ہی بند کر دینا چاہئے۔

یہ منطق تسلیم کرنے کی صورت میں ہمیں دینی عقائد کے بہت سارے دروازے بند کرنے پڑیں گے، جو ایمانیات کی اصل بنیاد ہیں۔ لیکن جاہل لوگوں نے ان کو مختلف اعتقادی اور عملی بدعات کا وسیلہ بنا رکھا ہے۔ لہذا اصلاح احوال کا یہ طریقہ کسی طور قابل تسلیم اور قابل عمل نہیں ہے۔

﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ کا مطلب:

اس آیت کے شان نزول کے بارے صحیح البخاری میں ہے کہ ۲ ہجری میں غزوہ بدر کا واقعہ پیش آیا۔ اصحاب بدر کی تعداد اصحاب طلوت کی تعداد کے مطابق تین سو تیرہ (۳۱۳) تھی۔ ۵ اس میں چودہ جانثاران اسلام نے جام شہادت نوش کیا۔

۴ ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب الجنائز: باب مَا جَاءَ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ، الحديث: ۱۳۰۶ + صحیح مسلم = کتاب

المساجد و مواضع الصَّلَاة: باب استحباب التَّعَوُّدِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، الحديث: ۵۸۶

۵ ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب المغازی: باب عِدَّةُ أَصْحَابِ بَدْر، الحديث: ۳۷۳۹-۳۷۴۶

شہداء بدر کے بارے لوگوں نے مختلف انداز میں تبصرے کئے۔ مثلاً بعض نے کہا کہ وہ زندگی کا عیش و آرام چھوڑ کر مر گئے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح کی حوصلہ شکن اور غمزہ کرنے والی باتیں کفار کی طرف سے کی گئیں۔ تاکہ شہیدوں کے پسماندگان کا ایمان ڈانواں ڈول ہو اور ان کی بے چینی اور اضطراب میں اضافہ کیا جاسکے۔ چنانچہ اللہ نے سورۃ البقرہ کی آیات ۱۵۳-۱۵۷ نازل فرمائیں۔ جن میں پہلے تو مسلمانوں کو صبر اور نماز کے ساتھ مدد حاصل کرنے کی تلقین کی گئی۔ بعد میں ان کو آگاہ کیا گیا کہ اللہ کی راہ میں قتل ہو جانے والے مردے نہیں بلکہ زندہ ہیں۔ لیکن تمہیں ان کی بہترین زندگی کا شعور نہیں ہو سکتا۔ لہذا ان کو مردہ مت کہو۔ اس کے ساتھ ہی انہیں متنبہ کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ ایمانداروں کو دشمن کے خوف، بھوک، جان و مال اور پھلوں میں کمی جیسی پریشانیوں کے ساتھ لازماً آزماتا رہے گا۔ ان مصائب و آلام میں صبر و استقامت کا دامن تھامے رکھنے والوں کیلئے بڑی خوشخبریاں ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جب انہیں کسی مصیبت کا حادثہ پیش آجائے تو:

[۸۷۵] ﴿.....إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ﴾ (البقرہ ۲: ۱۵۶) کہتے ہوئے صبر اور ثابت قدمی اور تسلیم و رضا کے پیکر بن جاتے ہیں۔ چنانچہ انہی باہمت اور بلند حوصلہ لوگوں پر اللہ کی رحمتیں اور اس کا فضل و انعام ہوگا اور یہی راہ ہدایت پانے والے ہیں۔^۱

غزوہ بدر کے اختتام پر اللہ تعالیٰ نے کچھتر (۷۵) آیات پر مشتمل سورۃ انفال نازل فرمائی۔ جس میں حق و باطل کی اس باقاعدہ پہلی بڑی جنگ کے فوائد و نتائج بتائے گئے۔ جنگ کے دوران پیش آنے والے اہم ترین واقعات پر تبصرہ کیا گیا۔ مال غنیمت کی تقسیم کے اصول و ضابطے بیان کئے گئے۔ علاوہ ازیں بہت سارے احکام و مسائل کا تفصیل سے تذکرہ فرمایا گیا ہے۔ **ملاحظہ ہو:**

۱] سورۃ الأنفال ۲] سورۃ آل عمران: ۱۶۹-۱۷۱

۳] صحیح البخاری = کتاب المغازی: ۲/۵۶۳ و کتاب التفسیر: ۲/۶۶۹، ۶۷۰

۴] جامع الترمذی = أبواب التفسیر: ۲/۱۳۴

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ کا مطلب :

ان آیات کے شان نزول میں مفسرین کے بہت زیادہ اقوال ہیں۔ جن کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

- ۱۔ یہ آیات شہدائے احد کے متعلق نازل ہوئیں۔
- ۲۔ یہ شہدائے بَرِ معونہ کے بارے میں نازل ہوئیں۔
- ۳۔ یہ شہدائے غزوہ بدر کے بارے میں نازل ہوئیں۔
- ۴۔ یہ تمام شہداء اسلام کے متعلق نازل ہوئیں اور اس میں مذکورہ فضائل و مناقب سب شہداء کے لئے عام ہیں۔

پہلا قول سب سے زیادہ صحیح اور آخری قول سب سے زیادہ جامع ہے۔ پہلے موقف کی تائید درج ذیل احادیث سے بھی ہوتی ہے:

شہدائے احد کا اہل دنیا کے لئے پیغام:

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۸۷۶] «لَمَّا أُصِيبَ إِخْوَانُكُمْ بِأُحُدٍ جَعَلَ اللَّهُ أَرْوَاحَهُمْ فِي جَوْفِ طَيْرٍ خُضِرَ - تَرَدُّ أَنْهَارَ الْجَنَّةِ تَأْكُلُ مِنْ ثَمَارِهَا - وَ تَأْوِي إِلَى فَنَادِيلٍ مِنْ ذَهَبٍ مُعَلَّقَةٍ فِي ظِلِّ الْعَرْشِ - فَلَمَّا وَجَدُوا طَيْبَ مَا كُلِهِمْ وَ مَشْرَبِهِمْ وَ مَقِيلِهِمْ - قَالُوا: مَنْ يُبَلِّغُ إِخْوَانَنَا عَنَّا أَنَا أَحْيَاءُ فِي الْجَنَّةِ نُرْزَقُ - لَثَلَا يَزْهَدُوا فِي الْجِهَادِ وَلَا يَنْكَلُوا عِنْدَ الْحَرْبِ - فَقَالَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ أَنَا أُبَلِّغُهُمْ عَنْكُمْ قَالَ فَانْزَلِ اللَّهُ: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۖ﴾» ۷

”جب غزوہ احد میں تمہارے بھائی شہید ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو سبز رنگ کے پرندوں کے (اجسام) میں منتقل کر دیا۔ وہ جنت کے دریاؤں پر پانی پیتے ہیں، اس کے پھل کھاتے ہیں اور پھر عرش کے ساتھ لٹکی ہوئی سونے کی قدیلوں میں آ کر اپنا ٹھکانا بنا لیتے ہیں۔ چنانچہ جب شہیدوں کی روحوں نے عمدہ اور خوشگوار کھانے، مشروبات اور اپنی خواب گاہوں کا حسین منظر دیکھا تو کہنے لگے: (دنیا میں موجود) ہمارے بھائیوں کو ہمارے حالات کی خبر کون پہنچائے گا کہ ہم جنت میں زندہ ہیں اور ہمیں ہر طرح کا رزق

فراہم کیا جاتا ہے۔ تاکہ وہ جہاد فی سبیل اللہ میں بے رغبتی کا مظاہرہ نہ کریں اور لڑائی کے وقت بزدلی کا مظاہرہ نہ کریں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: میں خود تمہاری طرف سے ان کو تمہارے حالات کی خبر پہنچا دیتا ہوں۔ اسی موقع پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیات ”جو اللہ کے راستے میں شہید ہو جائیں انکو مردے مت گمان کرو.....“ [آل عمران=۳: ۱۶۹-۱۷۱] نازل فرمادیں۔“

شہید اُحد سیدنا عبد اللہؓ کی اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ ملاقات:

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی میرے ساتھ ملاقات ہوئی تو آپ نے مجھے فرمایا:

[۸۷۷] «يَا جَابِرُ مَا لِي اَرَاكَ مُنْكَسِرًا ؟» قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ! اُسْتُشْهِدُ اَبِي وَ تَرَكَ عِيَالًا وَ دُنْيَا - قَالَ : « اَلَا اُبَشِّرُكَ بِمَا لَقِيَ اللَّهُ بِهِ اَبَاكَ ؟ » قَالَ : بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ ! قَالَ : « مَا كَلَّمَ اللَّهُ اَحَدًا قَطُّ اِلَّا مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ وَ اَحْيَا اَبَاكَ فَكَلَّمَهُ كِفَاحًا وَ قَالَ يَا عَبْدِي ! تَمَنَّ عَلَيَّ اَعْطُكَ - قَالَ يَارَبِّ ! تُحْيِيْنِي فَاُقْتُلُ فِيْكَ ثَانِيَةً - قَالَ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى اِنَّهُ قَدْ سَبَقَ مِنِّي ﴿ اَنْهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴾ [الانبيا=۹۵:۲۱] قَالَ وَ اَنْزَلْتُ هَذِهِ الْاَيَةَ : ﴿ وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللَّهِ اَمْوَاتًا » [آل عمران=۳: ۱۶۹-۱۷۱] ۵

”اے جابر! کیا وجہ ہے کہ میں تجھے بجھا بجھا سا دیکھ رہا ہوں۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میرے والد (عبد اللہ رضی اللہ عنہ غزوہ احد میں) شہید ہو چکے ہیں اور اپنے پیچھے اہل و عیال اور قرضہ چھوڑ گئے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تجھے خوشخبری نہ سناؤں کہ اللہ نے تیرے والد کے ساتھ کیسی ملاقات کی ہے؟ میں نے عرض کیا: ہاں کیوں نہیں یا رسول اللہ (ﷺ)!۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کسی سے کبھی پردے کے بغیر کلام نہیں کی مگر اس نے تیرے والد کو زندہ کیا اور اس کے ساتھ روبرو (بغیر کسی پردے کے) کلام کیا اور ارشاد فرمایا: میرے بندے جو چاہو مجھ سے تمنا کرو میں تجھے عطا کروں گا۔ انہوں نے عرض کیا: اے میرے رب! مجھے دوبارہ زندہ کر دے تاکہ میں تیری راہ میں دوبارہ قتل کیا جاؤں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: میرا فیصلہ ہو چکا ہے کہ لوگ دوبارہ دنیا میں نہیں لوٹیں گے اور اس موقع پر یہ آیات نازل

کی گئیں: ”جو لوگ اللہ کے راستے میں شہید ہو جائیں ان کو مردے مت خیال کرو.....“

◎ امام قرطبی نقل کرتے ہیں:

”وَقَالَ أَبُو الضُّحَى: نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِي أَهْلِ أُحُدٍ خَاصَّةً وَ الْحَدِيثُ الْأَوَّلُ يَفْتَضِي صِحَّةَ هَذَا الْقَوْلِ“^۹

”ابو الضُّحیٰ کہتے ہیں کہ مذکورہ آیت شہداء احد کے متعلق خاص طور پر نازل ہوئی ہے اور پہلی حدیث اسی قول کے صحیح ہونے کا تقاضا کرتی ہے۔“ بلکہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی اسی قول کی تائید کرتی ہے۔ کیونکہ عبد اللہ رضی اللہ عنہ احد میں شہید ہوئے تھے۔“^{۱۰}

برِ معونہ کے شہیدوں کا اہل دنیا کے لئے پیغام:

بعض مفسرین نے سورہ آل عمران کی آیات ۱۶۹-۱۷۱ کا سبب نزول برِ معونہ کے واقعہ کو بتلایا ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت کے مطابق اس طرح ہے کہ بنو رعل، ذکوان، عصبیہ اور بنی لحیان عرب کے کافر قبائل نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے دشمن کے خلاف مدد طلب کی۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ سے ان قبائل کا ایک دوسرے کی مدد کرنے کا معاہدہ تھا۔ جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت سے ثابت ہوتا ہے۔^{۱۱}

یا قرآن و سنت کی تعلیم دینے کے لئے معلمین بھیجنے کی درخواست کی تھی۔ جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت سے ثابت ہے۔^{۱۲}

آپ ﷺ نے انصار میں سے ستر عالم اور قاری صحابہ رضی اللہ عنہم کو جو رات کو قرآن کی تلاوت کرتے اور اس کی تعلیم و تدریس میں مشغول رہتے اور دن کو مسجد کا پانی بھرنے کے علاوہ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر ان کی تجارت کر کے اہل صفہ اور تنگ دست صحابہ رضی اللہ عنہم کے لئے کھانا، اناج اور غلہ وغیرہ خرید لاتے۔ جب یہ جماعت برِ معونہ کے قریب پہنچی تو عرب کے قبائل نے غداری اور بد عہدی کرتے ہوئے ان کو دھوکہ کے ساتھ قتل کر دیا۔ چنانچہ اس موقع پر ان

۹۔ القرطبی: ۴/ ۱۷۲

۱۰۔ تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقْمُ الْمُسْلَسِل: ۸۱۴

۱۱۔ ملاحظہ ہو صحيح البخاری = کتاب المغازی: باب غزوة الرجيع و رعل و ذکوان و برِ معونة..... الحديث: ۳۸۶۲

۱۲۔ ملاحظہ ہو صحيح مسلم = کتاب الإمارة: باب ثبوت الشَّهيد، الحديث: ۲۷۷

ستر (۷۰) صحابہ نے اللہ تعالیٰ سے یوں درخواست کی :

[۸۷۸] « اَللّٰهُمَّ بَلِّغْ عَنَّا نَبِيَّنَا اَنَّا قَدْ لَقَيْنَاكَ فَرَضَيْنَا عَنْكَ وَ رَضِيتَ عَنَّا » ۱۳

”اے اللہ! ہماری طرف سے ہمارے نبی کو یہ پیغام پہنچا دے کہ ہم تجھ سے آ ملے ہیں۔ تو ہم سے راضی ہو گیا ہے اور ہم تجھ سے راضی ہو چکے ہیں۔“

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی بعد میں اس آیت کی تلاوت منسوخ قرار دے دی گئی اور اس کا حکم باقی ہے۔ آیت کے الفاظ یہ تھے: [۸۷۹] « اِنَّا قَدْ لَقَيْنَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَ اَرْضَانَا » ”ہم اپنے رب سے ملاقات کر چکے ہیں وہ ہم سے راضی ہو گیا اور اس نے ہمیں (اپنی نعمتوں کے ساتھ) راضی کر دیا ہے۔“

ان ستر (۷۰) انصاری صحابہ رضی اللہ عنہم میں حدیث کے راوی سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے ماموں سیدنا حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ کفار نے ان کو دھوکہ سے پیچھے سے ایک زبردست نیزہ مارا جو آ ر پار ہو گیا سیدنا حرام رضی اللہ عنہ نے فوراً نعرہ تکبیر یوں بلند کیا:

[۸۸۰] « اَللّٰهُ اَكْبَرُ ! فُزْتُ وَ رَبِّ الْكَعْبَةِ » ۱۴

”رب کعبہ کی قسم! میں تو کامیاب ہو گیا۔“

چنانچہ اسی موقع پر یا اس کی تائید میں سورہ آل عمران کی آیات ۱۶۹-۱۷۱ نازل ہوئیں۔ معاہدہ توڑنے والے ان غدار عرب قبائل کی اس غداری اور بد عہدی پر رسول اللہ ﷺ ایک ماہ تک جہری نمازوں میں رکوع کے بعد قنوت نازلہ کا اہتمام کرتے رہے۔ صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ سری نمازوں میں بھی رکوع کے بعد ان کے لئے بد دعا کرتے رہے حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی:

[۸۸۱] « لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يَعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ

ظٰلِمُوْنَ » [آل عمران ۳: ۱۲۸]

”تجھے ہدایت کے معاملے میں کوئی اختیار نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمت کر دے یا

ان کو عذاب دے کیونکہ وہ ظالم ہیں۔“

۱۳ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْم المسلسل: ۸۱۲

۱۴ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْم المسلسل: ۸۱۲

”چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے قنوت نازلہ میں لعنت اور بددعا کرنا چھوڑ دی۔“^{۱۵} (اور تسلیم و رضا کے مجسمہ بن گئے۔ اور اللہ کے فضل سے یہی قبائل بعد میں حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

شہدائے بزمِ معونہ کی تمام روایات میں کہیں بھی اس امر کی تصریح نہیں کہ سورہ آل عمران کی مذکورہ آیات بالخصوص انہی کے متعلق نازل ہوئیں۔ ماسویٰ ایک روایت کے جس کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے۔“^{۱۶}

تاہم چونکہ شہدائے اُحد اور شہدائے بزمِ معونہ دونوں ہی اللہ کی جنتوں میں داخل ہو کر اس کی غیر فانی اور لازوال نعمتوں سے فیضیاب ہوئے اور پسماندگان تک یہ عظیم الشان خوشخبریاں پہنچائیں۔ یہ باتیں دونوں قصوں میں موجود ہیں۔ اس لئے بعض علماء نے شہدائے بزمِ معونہ کے واقعہ کو مذکورہ آیات کا سبب نزول قرار دے دیا۔ فیصلہ کن بات یہ ہے کہ آیات کا مخصوص شان نزول صحیح اور صریح احادیث کے مطابق شہدائے اُحد کا قصہ ہی ہے۔ لیکن قرآنی احکام اسباب نزول کے ساتھ خاص نہیں ہوتے۔ بلکہ ان کے ساتھ ملتے جلتے تمام واقعات پر انکا اطلاق عام ہوتا ہے۔ لہذا آیات مذکورہ میں بیان کردہ فضائل و مناقب، خوشخبریوں اور مسرتوں کا اظہار تمام شہدائے اسلام کے لئے عام ہیں۔

شہیدوں کی روحيں کہاں ہوتی ہیں؟

مشہور تابعی مسروق کہتے ہیں:

[۸۸۲] «سَلَّمْنَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ عَنْ هَذِهِ الْآيَةِ: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزُقُونَ﴾» [آل عمران ۳: ۱۶۹] قَالَ أَمَّا إِنَّا قَدْ سَلَّمْنَا عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ أَرَوَاهُمْ فِي جَوْفِ طَيْرٍ خُضِرَ لَهَا قَنَادِيلٌ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَسْرُحُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شَاءَتْ. ثُمَّ تَأَوَّى إِلَى تِلْكَ الْقَنَادِيلِ. فَاطَّلَعَ إِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ أَطْلَاعَةً فَقَالَ هَلْ تَشْتَهُونَ شَيْئًا. قَالُوا أَى شَيْءٍ نَشْتَهِي؟ وَ نَحْنُ نَسْرُحُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شِئْنَا. فَفَعَلَ ذَلِكَ بِهِمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ. فَلَمَّا رَأَوْا أَنَّهُمْ لَنْ يُتْرَكُوا مِنْ أَنْ يُسْأَلُوا. قَالُوا: يَا رَبِّ!

۱۵ ملاحظہ ہو صحیح مسلم = کتاب المساجد: و مواضع الصَّلَاة: باب إستحباب القنوت فی جمیع الصَّلَاة إذا نزلت بالمسلمین نازلہ، الحدیث: ۶۷۶، ۶۷۷+ صحیح البخاری = کتاب التفسیر / تفسیر سورة آل عمران: باب ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ﴾، الحدیث: ۴۲۸۴

۱۶ فتح الباری ۶/۳۷۱

نَزِيدَ أَنْ تَرُدَّ أَرْوَاحَنَا فِيْ أَجْسَادِنَا حَتَّى نُقْتَلَ فِيْ سَبِيلِكَ مَرَّةً أُخْرَى۔ فَلَمَّا رَأَى أَنَّ لَيْسَ لَهُمْ حَاجَةٌ تَرْكُوا ۝ ۱۷

”ہم نے سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے آیت ”اور جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کیے گئے ہیں ان کو ہرگز مردہ نہ سمجھیں بلکہ وہ زندہ ہیں (اور) اپنے رب کے پاس روزی دیے جاتے ہیں۔“ کی تفسیر پوچھی تو سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نے خود اس کے بارے میں سوال کیا تھا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: شہداء کی روحيں سبز رنگ کے پرندوں کے جسموں میں عرش الہی کے ساتھ لٹکی ہوئی ہیں، ان کے لئے قندیلیں ہیں۔ وہ جنت میں جہاں چاہیں کھاتی پھرتی ہیں اور پھر ان قندیلوں میں آ کر ٹھکانا بنا لیتی ہیں۔ ان کے پروردگار نے ان کی طرف خصوصی نظر سے دیکھا اور فرمایا: کیا تم مزید کسی چیز کی خواہش رکھتے ہو؟ تو شہداء کی روحوں نے عرض کیا؟ ہم کونسی خواہش کریں گے جبکہ ہم جنت میں جہاں چاہیں کھاتے پھرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تین بار ان سے اسی طرح سوال و جواب کیا۔ حتیٰ کہ جب شہداء نے محسوس کیا کہ انہیں اس سوال کا کوئی جواب دیئے بغیر چارہ ہی نہیں۔ تو عرض کرنے لگے: اے پروردگار! ہم چاہتے ہیں کہ ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں واپس لوٹا دیا جائے۔ تاکہ ہم تیرے راستے میں ایک بار پھر قتل کئے جائیں۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے دیکھ لیا کہ ان کی کوئی حاجت باقی نہیں تو انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا۔“

ترمذی کی ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے: ”اے اللہ! ہمارے نبی ﷺ کو ہمارا سلام پہنچا دے اور آپ کو یہ اطلاع کر دے کہ ہم جنت میں اللہ سے راضی ہیں اور وہ ہم سے راضی ہو چکا ہے۔“ اس حدیث کو امام ترمذی نے حسن قرار دیا ہے۔^{۱۸}

ابوداؤد کی روایت میں اس طرح ہے کہ شہداء جنت میں اس خواہش کا اظہار کریں گے کہ دنیا میں موجود ہمارے دینی بھائیوں کو یہ پیغام کون پہنچائے گا کہ ہم جنت میں زندہ ہیں اور اللہ کا رزق پاتے ہیں۔ تاکہ وہ جہاد میں بے رغبتی اور عدم دلچسپی کا مظاہرہ نہ کریں۔ جنگ اور معرکہ

کے موقع پر بزدلی اور انکار کا راستہ اختیار نہ کریں۔ تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے جواباً ارشاد فرمایا: خود میں تمہاری طرف سے ان کو یہ پیغام پہنچا دیتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ آیات ”وہ لوگ جو اللہ کے راستے میں شہید ہو جاتے ہیں ان کو مردے خیال نہ کرو.....“ نازل فرمادیں۔^{۱۹}

شہداء کی زندگی قرآن و سنت کی روشنی میں:

امام قرطبی رحمہ اللہ یہ رقمطراز ہیں کہ شہیدوں کی زندگی کی حقیقت کے بارے میں علمائے اسلام کے درج ذیل تین اقوال ہیں:

① شہداء کی روحيں ان کی قبروں میں واپس لوٹا دی جاتی ہیں اور وہ جنت کی نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ مگر جنت میں درحقیقت داخل نہیں ہوتے۔ جیسے کافر اپنی قبروں میں عذاب دیئے جاتے ہیں۔

② شہداء پر زندہ ہونے کا مفہوم حقیقت پر مبنی نہیں بلکہ یہ صرف مجازی طور پر ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ جسمانی طور پر اگرچہ مردہ ہیں۔ لیکن تعریف اور ثناء کے اعتبار سے دنیا میں زندہ ہیں۔

③ شہداء درحقیقت جنت میں زندہ ہیں۔ ان کی روحيں سبز پرندوں کے جسموں میں حقیقی جنت میں جنت کی نعمتوں سے واقعتاً فیض یاب ہو رہی ہیں۔ یہی موقف درست اور صحیح ہے۔ قرآن مجید اور صحیح احادیث کے عین مطابق ہے۔ سنن ابوداؤد وغیرہ میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث اور صحیح مسلم میں سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث اس صحیح قول کی تائید کرتی ہیں اور تقویت پہنچاتی ہیں۔ یہ دونوں احادیث پہلے اس باب میں گذر چکی ہیں۔ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت بھی اس بات کی اٹل اور بے بدل دلیل ہے کہ شہداء اسلام کی روحوں کا جنت میں داخل ہونا اور جنت کی لازوال نعمتوں سے لطف اندوز ہونا حقیقی طور پر تھا مجازی طور پر نہ تھا۔^{۲۰}

④ امام نووی رحمہ اللہ یہ تحریر کرتے ہیں:

”فِيهِ بَيَانٌ أَنَّ الْجَنَّةَ مَخْلُوقَةٌ مَوْجُودَةٌ. وَ هَذَا مَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ وَ غَيْرِ ذَلِكَ مِمَّا

۱۹ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ السَّلْسِل: ۸۷۶

يُرِيدُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ ۲۱

حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہما میں مندرجہ ذیل مسائل کا بیان ہے:

- ① جنت تیار ہو چکی ہے اور موجود ہے اور اہل سنت والجماعت کا یہی موقف ہے۔ جبکہ معتزلہ فرقے کے لوگ اس بات کی مخالفت کرتے ہیں۔ آدم علیہ السلام اسی جنت سے اتارے گئے اور آخرت میں مومن اسی کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونگے۔ تمام اہل سنت کا اس عقیدہ پر اجماع ہے۔ معتزلہ اور بدعتی فرقوں کا قول ہے کہ وہ جنت جس کا ذکر قرآن میں ہے۔ اس وقت تیار کی ہوئی اور موجود نہیں۔ آدم علیہ السلام کسی دوسری جنت سے نکالے گئے تھے۔ قرآن و سنت کے ظاہری دلائل اہل سنت اور اہل حدیث کے موقف کی تائید کرتے ہیں۔
- ② قیامت قائم ہونے سے پہلے بھی مردوں کے لئے (عالم برزخ میں) جزاء اور سزا ہوتی ہے۔

◎ قاضی عیاض رحمہ اللہ کہتے ہیں:

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ روحيں فانی نہیں ہیں۔ نیک لوگوں کو انعام و اکرام (بدکاروں) کو عذاب حاصل ہوتا ہے۔ قرآن و حدیث کے بہت زیادہ دلائل اس کی تصدیق میں وارد ہیں۔ اہل سنت کا یہی موقف ہے۔ جبکہ مسلمانوں کا ایک بدعتی گروہ عذاب قبر کا انکار کرتا ہے۔

◎ قاضی عیاض رحمہ اللہ مزید کہتے ہیں:

اس حدیث میں ”شہداء کی روحيں“ فرمایا ہے۔ جبکہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں [۸۸۳] (”إِنَّمَا نَسَمَةُ الْمُؤْمِنِ طَائِرٌ“) ۲۲ فرمایا ہے: نَسَمَةُ کا لفظ ذات انسان (جسم اور روح دونوں) پر بھی بولا جاتا ہے اور صرف روح پر بھی۔ البتہ اس حدیث میں دوسرا معنی ہی مراد ہے۔ کیونکہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما والی حدیث میں اس کی تفسیر ”أَرْوَاحَ الشُّهَدَاءِ“ سے کر دی گئی ہے اور اس لئے بھی کہ جسم کا مٹی میں فنا ہو جانا ایک حتمی بات ہے۔ اور نبی ﷺ کا فرمان

ہے: [۸۸۴] «حَتَّىٰ يَرْجَعَ إِلَىٰ جَسَدِهِ يَوْمَ يُعْتَبَرُ»^{۲۳} ”یہاں تک کہ وہ روح انسان کے جسم کی طرف قیامت کے دن لوٹ آئے گی۔“

◎ قاضی عیاض مزید کہتے ہیں:

کیونکہ شہیدوں کی روحوں کے لئے جو صفات بیان کی گئی ہیں۔ وہ صرف انہی کے لئے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”وہ (شہداء) زندہ ہیں اور اپنے رب کے ہاں رزق دیئے جاتے ہیں۔“ [آل عمران=۱۲۹:۳] یہ بات پہلے تفصیل سے بیان ہو چکی ہے۔ لیکن شہیدوں کے علاوہ دیگر لوگوں پر ان کا جنتی مقام صرف صبح و شام پیش کیا جاتا ہے۔ جنت میں داخلہ قیامت کے دن ہو گا۔ جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما والی حدیث میں وارد ہے۔“ بالکل یہی حال برے لوگوں کا بھی ہے۔ جیسا کہ آل فرعون کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”وہ صبح اور شام آگ پر پیش کئے جاتے ہیں۔“ [الغافر=۴۰:۴۵] یعنی شہیدوں کے علاوہ دیگر لوگوں کے لئے ثواب اور عذاب کا حصول جنت اور جہنم سے باہر ہے۔ جبکہ شہیدوں کی روحيں اللہ کے فضل و کرم سے جنت میں داخل ہیں اور اس کی دائمی نعمتوں سے قیامت قائم ہونے سے پہلے ہی لطف اندوز ہو رہی ہیں۔

ایک بالکل ہی گہرا موقف یہ ہے کہ تمام مومنوں کی روحيں موت کے بعد جنت میں داخل ہو جاتی ہیں۔ حدیث کے عام معنی کو دلیل بناتے ہوئے یہ موقف اختیار کیا گیا ہے۔ یا وہ اپنی قبروں کے اوپر فضا میں لٹکی ہوئی ہیں۔ مگر قرآن و سنت کے واضح دلائل اس موقف کو مسترد کرتے ہیں۔

نبی ﷺ نے فرمایا: [۸۸۵] «فِي جَوْفِ طَبْرِ خُضْرٍ» - ایک دوسری حدیث میں الفاظ یوں ہیں: [۸۸۶] «بِحَوَاصِلِ طَبْرِ» - کعب بن مالک رضی اللہ عنہ والی حدیث میں [۸۸۷] «إِنَّمَا نَسَمَةُ الْمُؤْمِنِ طَبِيرٌ» کے الفاظ ہیں۔ قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اور روایت میں [۸۸۸] «فِي صُورَةِ طَبِيرٍ أَبْيَضٍ» کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔^{۲۴} بعض اہل علم نے کہا ہے کہ مذکورہ بالا تمام روایات کے مطابق صحیح اور جامع قول یہ ہے

۲۳ تخریج آگے آرہی ہے ملاحظہ ہو الرِّقْم المسلسل: ۸۹۲

۲۴ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْم المسلسل: ۸۷۴

کہ شہیدوں کی روحیں پرندے ہوتی ہیں یا پرندوں کی صورت جیسی ہوتی ہیں۔ یہ اکثر روایات کے مطابق تشریح ہے۔

حدیث کے الفاظ ”عرش کے نیچے لٹکی ہوئی قدیلوں کی طرف وہ ٹھکانا بناتے ہیں۔“ بھی اسی معنی کی تائید کرتے ہیں۔ اگرچہ بعض لوگوں نے اس کو حقیقت سے دور کہا ہے۔ لیکن اس میں حقیقت سے دور ہونے والی اور انکار کی کوئی وجہ نہیں۔ کیونکہ موت کے بعد والے معاملات کا شعور عقل اور قیاس سے نہیں آ سکتا۔ اللہ تعالیٰ جب چاہے ان روحوں کو پرندوں کی پوٹوں میں یا عرش کے نیچے لٹکی ہوئی قدیلوں میں منتقل کر دیتا ہے۔ یہ امر واقع ہے اور عقل و قیاس سے بھی بعید نہیں۔ خصوصاً جبکہ یہ تسلیم کیا جائے کہ روحیں بھی تو ایک جسم ہوتی ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ روح جسم کے ایک حصے میں باقی رہتی ہے۔ وہی حصہ ثواب اور عذاب پاتا ہے اور وہی کہتا ہے: [۸۸۹] ﴿رَبِّ ارْجِعُونِ﴾ [المؤمنون=۹۹:۲۳] (اے میرے پروردگار! مجھے دنیا میں لوٹا) اور وہی جنت کے درختوں پر کھاتا پھرتا ہے۔ اس قول کے مطابق بدن کے اس حصے کا پرندوں کی صورت اختیار کرنا یا پرندوں کی پوٹوں میں منتقل ہو جانا عقل کے عین مطابق اور ممکن العمل ہے۔ ۲۱

◎ امام قرطبی رقمطراز ہیں:

اللہ تعالیٰ کا فرمان: ”بلکہ وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں اور رزق دیئے جاتے ہیں۔“ [آل عمران=۱۶۹:۳] اس بات کی صریح دلیل ہے کہ شہیدوں کی زندگی حقیقی زندگی ہے۔ کیونکہ کوئی مردہ نہ تو کسی انعام سے فائدہ اٹھا سکتا ہے اور نہ ہی کوئی کھانا کھا سکتا ہے۔ بعض نے کہا ہے: ہر سال ان کے لئے غزوہ کا ثواب لکھا جاتا ہے اور بعد میں ہونے والے قیامت تک کے ہر جہاد کے ثواب میں شریک ہوتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے جہاد کو شروع اور جاری کیا تھا۔ اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

[۸۹۰] ﴿مِنْ أَجْلِ ذَٰلِكَ كَتَبْنَا عَلَىٰ بَنِي إِسْرَآءَ يَلَّا أَنَّهُ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ

أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا ط﴾ [المائدة=۳۲:۵]

”اسی ”ہابیل کے قتل“ کی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ حکم لکھ دیا کہ جو ایک جان کو

بغیر کسی جان کے قتل کرے گا یا زمین پر فساد پھیلانے کے لئے قتل کرے گا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا۔“ ۲۷

البتہ سال کی قید بالکل غلط اور غیر ضروری ہے۔ جبکہ صحیح احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ شہید کے نیک اعمال موت کے بعد بھی جاری رہتے ہیں۔ اور برابر نشوونما پاتے رہتے ہیں۔ ۲۸

◎ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۸۹۱] «الشَّهْدَاءُ عَلَى بَارِقٍ نَهْرٍ بَابِ الْجَنَّةِ فِي قُبَّةٍ خَضْرَاءَ يَخْرُجُ إِلَيْهِمْ رِزْقُهُمْ مِنَ الْجَنَّةِ بُكْرَةً وَعَشِيًّا» ۲۹

”شہداء جنت کے دروازے پر ایک چمکدار دریا کے کنارے سبز گنبد میں ہوتے ہیں۔ صبح و شام جنت سے ان کا کھانا ان کی طرف پہنچتا ہے۔“

گویا شہداء کی چند قسمیں ہیں۔ بعض کی روحوں عین جنت کے باغوں میں داخل ہو کر اس کی نعمتیں حاصل کرتی ہیں۔ جبکہ بعض جنت کے دروازے پر واقع اس دریا کے سبز گنبد میں اپنا ٹھکانا بناتے ہیں۔

امام قرطبی رحمہ اللہ بھی اس حدیث کو نقل کرتے ہوئے امام ابو محمد بن عطیہ رحمہ اللہ کا قول ذکر کرتے ہیں: ”هَؤُلَاءِ طَبَقَاتٌ وَ أَحْوَالٌ مُخْتَلِفَةٌ يَجْمَعُهَا أَنَّهُمْ يُرْزَقُونَ“ (شہداء کے مختلف طبقات اور حالات ہیں۔ سب میں یہ بات ضرور ہے کہ وہ رزق دیئے جاتے ہیں۔)

◎ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں:

یہ احتمال بھی ہے کہ تمام شہداء دراصل جنت کے اندر ہی داخل ہونگے۔ مگر ان کی سیر و تفریح کا آخری مقام جنت کے دروازے پر واقع یہ چمکدار دریا ہو اور وہ سب بالآخر اسی چمکدار نہر پر آ کر جمع ہوتے ہوں اور وہاں بھی ان کو صبح و شام کا کھانا پہنچایا جاتا ہو۔ ۳۰ (وَاللَّهُ أَعْلَمُ)

۲۷ القرطبی: ۴/۱۷۳

۲۸ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۸۰۰

۲۹ صحیح ابن حبَّان = کتاب السَّیر: باب فضل الشَّہادۃ / ذکر خبر یوہم غیر المتبحر فی العلم أَنَّهُ مضادٌ لخبر کعب بن مالک رضی اللہ عنہ الذی ذکرناہ، الحدیث: ۶۳۹-۴ اس حدیث کو امام احمد رحمہ اللہ نے مسند امہ میں روایت کیا ہے۔ نیز ملاحظہ ہو

تفسیر ابن کثیر: ۱/۴۶۲

۳۰ تفسیر ابن کثیر: ۱/۴۶۲ + تفسیر القرطبی: ۴/۱۷۵

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کا پیش کردہ یہ احتمال محض ایک گمان اور ہوائی بات نہیں بلکہ یقینی بات ہے۔ کیونکہ اس احتمال سے تمام صحیح احادیث کے درمیان مطابقت پیدا ہو جاتی ہے۔ بالخصوص اس لئے بھی کہ شہیدوں کی روحوں کے جنت میں داخل ہو کر نعمتوں سے فائدہ اٹھانے اور کھانا کھانے والی احادیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مذکورہ بالا حدیث سے زیادہ قوی اور مضبوط ہیں۔ لہذا صحیح بات یہی ہے کہ اللہ کے راستہ کے تمام شہداء کی روحيں اللہ کی حقیقی جنت میں اپنے مخصوص مقام ”دار الشہداء“ میں مقیم ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی لازوال نعمتوں کے مزے لوٹ رہی ہیں۔ (اللَّهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ وَارْزُقْنَا شَهَادَةً فِي سَبِيلِكَ) ”یا اللہ! تو ہمیں ان خوش قسمت لوگوں میں شامل کر دے اور ہمیں اپنے راستے میں شہادت کی موت عطا فرما۔“ (آمین)

شہید کی روح ایک طائر لاہوتی ہے:

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۸۹۲] «إِنَّمَا نَسَمَةُ الْمُؤْمِنِ طَائِرٌ يَلْعَلُ فِي شَجَرِ الْجَنَّةِ حَتَّى يَرْجَعَ إِلَى جَسَدِهِ يَوْمَ يُبْعَثُ» ۳۱

”مومن کی روح ایک پرندہ ہے جو جنت کے درختوں کے ساتھ چمٹا رہتا ہے (کھاتا رہتا ہے)۔ حتیٰ کہ قیامت کے دن وہ اپنے جسم میں لوٹ آئے گا۔“

اس حدیث میں عام مومنوں کے لئے بھی عظیم الشان بشارت موجود ہے کہ ان کی روحيں جنت کے باغات میں نعمتوں سے لذت حاصل کریں گی۔ نیز دلی خوشی اور تروتازگی کا مشاہدہ کریں گی۔ تاہم شہیدوں کی روحوں کی خصوصیات اس سے کہیں زیادہ ہیں کہ وہ چلتے رہنے والے ستاروں کی طرح جنت کے تمام درختوں پر اڑتی رہتی ہیں، کھاتی پھرتی ہیں اور پھر عرش معلیٰ سے لٹکی ہوئی نور کی قدیلوں میں اپنا ٹھکانا بنا لیتی ہیں۔ ۳۲

لیکن بظاہر سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی حدیث میں تعارض اور تضاد نظر آتا ہے۔ کیونکہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہما والی حدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ

۳۱ صحیح ابن ماجہ = کتاب الرُّہد: باب ذکر القبر والبلاء، الحدیث: ۳۴۴۶ + مؤطاً امام مالک = کتاب الجنائز باب جامع الجنائز + صحیح ابن حبان = کتاب السیر: باب فضل الجہاد / ذکر تکوین اللہ جلّ و علاّ نَسَمَةُ الشَّہِید طَائِرًا يَتَلَقَّى فِي الْجَنَّةِ إِلَى أَنْ يُبْعَثَهُ اللَّهُ جَلَّ وَ عَلَا، الحدیث: ۶۳۸

مذکورہ بالا خصوصیات صرف شہیدوں کی روحوں کا طرہ امتیاز ہیں۔ لہذا دونوں احادیث میں موافقت پیدا کرنے کے لئے لازمی ہے کہ ”نَسَمَةُ الْمُؤْمِنِ“ (مومن کی روح) سے ”نَسَمَةُ الْمُؤْمِنِ الشَّهِيدِ“ (مومن شہید کی روح) مراد لیا جائے۔ کیونکہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہما والی حدیث مفصل ہے۔ جبکہ سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ والی حدیث مجمل (یعنی غیر واضح اور مختصر) ہے۔

یا پھر سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ والی حدیث کا یہ مطلب لیا جائے کہ عام مومنوں کی روحیں جنت سے باہر ایک چمکدار دریا پر ہوگی جہاں انہیں جنت کا رزق پہنچایا جائے گا۔ (واللہ اعلم)

﴿وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ.....﴾ کا مطلب:

شہداء ہر معونہ کے قصہ میں ثابت ہے کہ ان کے بارے یہ قرآنی آیت نازل ہوئی:

[۸۹۳] «أَنْ بَلَّغُوا عَنَّا قَوْمَنَا أَنَّا قَدْ لَقِينَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَأَرْضَانَا» ۳۳

”ہماری قوم کو یہ پیغام پہنچا دو کہ ہم اپنے رب سے ملاقات کر چکے ہیں۔ وہ ہم سے راضی ہو گیا اور اس نے ہمیں راضی کر دیا ہے۔“ تو اللہ نے فرمایا: ”میں تمہارا پیغام پہنچا دیتا ہوں۔ بعد میں اس کی تلاوت منسوخ ہو گئی۔ مگر حکم قیامت تک باقی ہے۔“

﴿يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ.....﴾ کا مطلب:

اللہ تعالیٰ کے فضل و انعام کی تفصیل میں بیان ہو چکا ہے۔ بالخصوص چھ انعامات والی حدیث جس کو امام ترمذی رحمہ اللہ اور ابن ماجہ رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔ یعنی شہید کیلئے اللہ کے پاس چھ درج ذیل امتیازی انعامات ہیں:

۱ پہلے ہی لمحے میں بخش دیا جانا۔

۲ عذاب قبر سے محفوظ رہنا۔

۳ قیامت کے دن کی سب سے بڑی گھبراہٹ سے محفوظ رہنا۔

۴ وقار کے خاص تاج کا پہناوا۔

۵ بہتر (۷۲) خوبصورت حوروں کے ساتھ شادی۔

۶ ستر (۷۰) اعزاء و اقارب کے لئے حق سفارش۔ ۳۴

۳۳ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۸۱۲

۳۴ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۸۵۳

اس پر مزید یہ کہ نیک اعمال کا موت کے بعد بھی جاری و ساری رہنا۔^{۳۵}

﴿وَأَنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ کا مطلب:

یہ آیت شہیدوں اور غیر شہیدوں یعنی تمام مومنوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے فضل و انعام اور اس کی رحمت و مغفرت کے حصول کا اعلان کرتی ہے اور خوشخبری سناتی ہے۔

﴿وَالشَّهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ.....﴾ کا مطلب:

اس جملے کا تعلق پہلی عبارت سے ہے یا نہیں اس بارے دو قول ہیں: چنانچہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس جملے کا تعلق پہلی عبارت سے ہے اور آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے والے صدیقین اور شہداء ہیں اور ان سب کے لئے اپنے رب کے پاس ان کا اجر و ثواب اور نور ہوگا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۸۹۴] ﴿وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصَّدِّيقِينَ وَالشَّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ۝﴾ [النِّسَاء: ۶۹]

”جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں وہ (قیامت کے روز) ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا۔ یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور نیک لوگوں کے ساتھ۔ اور ان کی رفاقت بہت ہی خوب ہے۔“

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ جملہ بالکل الگ تھلگ ہے۔ اس کا پہلی عبارت سے کوئی تعلق نہیں۔ یعنی یہ بالکل نئی کلام ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ شہید اپنے رب کے پاس ہیں ان کے لئے ان کا اجر اور نور ہے۔ مسروق، ضحاک اور مقاتل بن حیان وغیرہ کا یہی موقف ہے۔“^{۳۶}

◎ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس تفسیر کو رائج قرار دیتے ہوئے تحریر کیا ہے:

”وَالشَّهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ..... أَيُ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ كَمَا جَاءَ فِي الصَّحِيحَيْنِ [۸۹۵]“ (أَنَّ

أَرْوَاحَ الشَّهَدَاءِ فِي حَوَاصِلِ طَيْرٍ تَسْرُحُ فِي الْجَنَّةِ حَيْثُ شَاءَتْ.....)“^{۳۷}

۳۵ تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۵۸۰

۳۶ تفسیر القرطبی: ۱۷/۱۶۴ + تفسیر الکشاف: ۴/۴۷۸ + تفسیر البیضاوی: ۲/۳۶۰

۳۷ تفسیر ابن کثیر: ۴/۳۲۹

”اور شہداء اپنے رب کے ہاں“ کا مطلب ہے کہ شہداء نعمتوں والے باغات میں اپنے رب کے پاس مقیم ہیں۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث میں وارد ہے کہ شہداء کی روحیں سبز رنگ کے پرندوں کی پوٹوں میں رہتے ہوئے جنت میں جہاں چاہیں کھاتی پھرتی ہیں۔“ پھر وہ عرش کے ساتھ لٹکی ہوئی قدیلوں میں اپنا ٹھکانا بنا لیتی ہیں۔ تیرے رب نے ایک بار ان کی طرف نظر خاص سے دیکھا اور فرمایا: تم کیا چاہتے ہو؟ روحوں نے عرض کیا ہم یہ پسند کرتے ہیں کہ ہمیں عالم دنیا کی طرف لوٹا دیا جائے اور ہم تیری راہ میں جہاد کرتے ہوئے قتل کی جائیں۔ جیسا کہ پہلی بار قتل کی گئیں تھیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں یہ فیصلہ کر چکا ہوں کہ لوگ دنیا کی طرف دوبارہ نہیں لوٹیں گے۔ اس حدیث کے الفاظ صرف صحیح مسلم میں ہیں جبکہ اس کا مفہوم صحیح بخاری کتاب الجہاد میں بھی ہے۔ ۳۸

شہداء کے چار مختلف درجات :

ان شہیدوں کو اپنے اللہ کے پاس وافر اجر اور نور حاصل ہوتا ہے۔ وہ اپنے اعمال کے مطابق اس میں مختلف درجات رکھتے ہیں۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۸۹۶] «الشَّهَدَاءُ أَرْبَعَةٌ: رَجُلٌ مُؤْمِنٌ جَيِّدٌ الْإِيمَانِ لَقِيَ الْعَدُوَّ فَصَدَّقَ اللَّهَ حَتَّى قُتِلَ۔ فَذَلِكَ الَّذِي يَرْفَعُ النَّاسُ عَلَيْهِ أَعْيُنُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ هَكَذَا وَرَفَعَ رَأْسَهُ حَتَّى وَقَعَتْ فَلَنْسُوئُهُ — فَلَا أَدْرِي أَفَلَنْسُوهُ عَمَرَ أَرَادَ أَمْ فَلَنْسُوهُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ — وَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ لَقِيَ الْعَدُوَّ كَأَنَّمَا ضُرِبَ جِلْدُهُ بِشَوْكٍ طَلَحَ مِنَ الْجُبْنِ - آتَاهُ سَهْمٌ غَرُبَ فَفَتَلَهُ فَهُوَ فِي الدَّرَجَةِ الثَّانِيَةِ - وَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ خَلَطَ عَمَلًا صَالِحًا وَ آخَرَ سَيِّئًا لَقِيَ الْعَدُوَّ فَصَدَّقَ اللَّهَ حَتَّى قُتِلَ فَذَاكَ فِي الدَّرَجَةِ الثَّالِثَةِ - وَ رَجُلٌ أَسْرَفَ عَلَى نَفْسِهِ لَقِيَ الْعَدُوَّ فَصَدَّقَ اللَّهَ حَتَّى قُتِلَ فَذَاكَ فِي الدَّرَجَةِ الرَّابِعَةِ » ۳۹

”شہداء کی چار قسمیں ہیں:

۱] عمدہ ایمان والا مومن جو دشمن سے ملا اور اللہ کی تصدیق کرتے ہوئے شہید ہو گیا۔ یہ وہ شخص ہے جس کی طرف لوگ اس طرح دیکھیں گے — آپ ﷺ نے سر

۳۸ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ الْمُسْلَسِل: ۱۰

۳۹ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ الْمُسْلَسِل: ۲۶۷

اٹھایا۔ حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ٹوپی سر سے گر گئی۔ یا حدیث کے راوی سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی۔

وہ مومن جو دشمن سے ملا گویا بزدلی کی وجہ سے اس کی پشت میں خار دار درخت کا کاٹنا چبھا ہو۔ یعنی اسے نامعلوم تیر نے قتل کر دیا ہو یہ درجہ دوم میں ہے۔

وہ مومن جس کے اعمال ملے جلے ہیں، نیک بھی اور بد بھی۔ وہ دشمن سے ملا اور اللہ کی تصدیق کرتے ہوئے قتل ہو گیا یہ تیسرے درجہ میں ہے۔

وہ مومن جس نے اپنے نفس پر گناہوں کا بہت زیادہ بوجھ ڈال رکھا ہے۔ وہ دشمن سے ملا اور اللہ کی تصدیق کرتے ہوئے قتل ہو گیا یہ درجہ چہارم کا شہید ہے۔

خلاصہ کلام:

① شہداء اپنے رب کے پاس برزخی زندگی کے ساتھ حقیقی طور پر زندہ ہیں اور جنت کا رزق پاتے ہیں یہ اہل سنت اور اہل حدیث کا اجماعی عقیدہ ہے۔ جیسا کہ امام قرطبی رحمہ اللہ نے بھی کہا ہے۔

② برزخی زندگی اور قبر کا ثواب اور عذاب برحق ہے۔ قرآن و سنت کی واضح عبارتوں سے ثابت ہے۔ قرآن مجید کی آیت ”اللہ تعالیٰ ایمانداروں کو قول ثابت کے ساتھ ثابت قدم رکھتا ہے.....“ [سورہ ابراہیم = ۱۴: ۲۷] بالخصوص عذاب قبر کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ تاہم شہداء کی زندگی اپنی خصوصیت کی وجہ سے ممتا زندگی ہے اور وہ جنت کے مخصوص مقام ”شہداء ہاؤس“ میں مقیم ہیں۔ لیکن شہداء کی زندگی کی حقیقت انسانی اور بشری شعور سے بالا ہے۔

③ شہداء کی زندگی کے بارے میں نازل شدہ سورۃ البقرہ کی آیت: ۱۵۴، سورۃ آل عمران کی آیات: (۱۶۹-۱۷۱) اور سورۃ الحديد کی آیت: (۱۹) اگرچہ اسباب نزول کے اعتبار سے شہداء بدر، شہداء احد یا شہداء بئر معونہ وغیرہ کے ساتھ خاص ہیں۔ لیکن ان آیات کا حکم قیامت تک تمام شہداء اسلام کے لئے عام ہے۔

- ④ شہداء جنت کا رزق پاتے ہیں اور خوشی و مسرت حاصل کرتے ہیں۔ جیسا کہ فرمان الہی ”وہ اس پر خوش ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل و کرم سے عطا فرمایا ہے۔“ [آل عمران=۱۷۰:۳] کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث مروی ہے۔ جس کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔
- ⑤ فرمان الہی ”وہ خوشخبری سناتے ہیں ان لوگوں کو جو ابھی ان کو ملے نہیں.....“ [آل عمران=۱۷۰:۳] کی تفسیر کے طور پر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی شہداء احد والی حدیث اور شہداء بدر معونہ والی حدیث ہے۔ جس کو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے۔
- ⑥ شہداء اسلام جنت میں اپنے لواحقین یعنی رشتہ داروں اور دینی بھائیوں کے لئے جہاد فی سبیل اللہ میں مشغول رہنے کی شدید خواہش رکھتے ہیں۔ تاکہ ان کی طرح یہ بھی جنت کے بلند مرتبوں میں ٹھکانہ بنا سکیں۔
- ⑦ اللہ تعالیٰ کے ساتھ آمنے سامنے (رو برو) اور بغیر کسی پردے کے ہمکلام ہونا قیامت سے پہلے صرف شہداء اسلام کا امتیاز ہے۔
- ⑧ آیت ”جو اللہ کے راستے میں شہید ہو جائیں ان کو مردے گمان نہ کرو.....“ بالخصوص شہداء احد کے متعلق نازل ہوئی۔ لیکن اس آیت کا حکم تمام شہداء کے لئے عام ہے۔
- ⑨ شہداء بدر معونہ کے قصے سے شہداء کا زندہ ہونا، جنت میں ان کا جنت کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانا اور کھانا پینا ثابت ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کا کمال ایفاء عہد، کفار کی غداری اور بد عہدی، قنوت نازلہ کا ثبوت، کفار پر لعنت کی دعا کا جواز ستر (۷۰) عالم اور قاری صحابہ کی دن اور رات کی مصروفیات، صحابہ کی جہاد فی سبیل اللہ میں رغبت اور استقامت۔ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہر چیز کا اختیار۔ نبی ﷺ کا اس بات پر سر تسلیم خم کر دینا کہ واقعی کسی کو عذاب دینے میں میرا کوئی عمل دخل نہیں اور سب کا سب معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اس جیسے بہت سے احکام ثابت ہوتے ہیں۔
- ⑩ حیات شہداء کے متعلق معتزلہ اور بعض گمراہ فرقوں کی تاویلیں قرآن و سنت کی واضح عبارتوں کے سراسر خلاف ہیں۔ اہل سنت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ ان کی زندگی حقیقی زندگی سے اور ان کی روحیں سبز برندوں کے جسموں میں بالکل جنت کے اندر داخل ہیں۔

⑪ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہما والی حدیث شہیدوں کی زندگی، شہیدوں کے درجات اور مرتبوں کے بارے جامع ترین روایت ہے۔ جس سے برزخی زندگی کے کچھ احکام اور مسائل کا بھی پتہ چلتا ہے۔

⑫ سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ والی حدیث: ”مومن کی روح ایک پرندہ ہے جو جنت کے درخت کے ساتھ لٹکتا رہتا ہے.....“^{۴۱} سے عام مسلمانوں کے لئے بھی خوشگوار اور پاکیزہ برزخی زندگی کا پتہ چلتا ہے۔ تاہم شہداء کی حیات مرتبہ میں اعلیٰ اور بلند ہے۔ جو صرف انہی کے ساتھ مخصوص ہے۔

((..... ❀❀❀❀❀.....))

باب: ۱۷

اخلاص نیت اور جہاد

نیت خالص قرآن کی روشنی میں:

[۸۹۷] ﴿وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا

الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ ۝﴾ [البينة=۵:۹۸]

”اور (اہل کتاب کو) بس یہی حکم دیا گیا تھا کہ بندگی کو اللہ کے لئے خاص کرتے ہوئے اللہ کی عبادت کریں حنیف بن کر (یعنی محض اللہ کی طرف الگ تھلگ ہو کر)۔ اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور یہی مضبوط دین ہے۔“

[۸۹۸] ﴿لَنْ يَنَالَ اللَّهُ لُحُومُهَا وَلَا دِمَآءُهَا وَلَكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ ۖ.....﴾

[الحج=۳۷:۲۲]

”اللہ کے پاس قربانیوں کا گوشت اور خون ہرگز نہیں پہنچے گا۔ لیکن اس کے ہاں تمہارا تقویٰ (پرہیز گاری) پہنچے گا۔.....“

[۸۹۹] ﴿إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَاعْتَصَمُوا بِاللَّهِ وَأَخْلَصُوا دِينَهُمْ لِلَّهِ

فَأُولَٰئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ۖ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ۝﴾

[النساء=۴:۱۴۶]

”بے شک منافقین جہنم کے سب سے نیچے والے طبقے میں ہونگے۔ اور ہرگز ان کا کوئی حامی و ناصر نہ ہوگا)۔ مگر جن لوگوں نے توبہ کر لی اور اپنا حال درست کر لیا اور اللہ تعالیٰ کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور اپنا دین یعنی تمام عبادات اللہ کے لئے خالص کر لیں (نہ کہ نمود و نمائش کے لئے) تو بس یہی لوگ مومنین کے ساتھ ہونگے اور عنقریب اللہ تعالیٰ مومنوں کو عظیم الشان اجر و ثواب (یعنی جنت) عطا فرمائے گا۔“

مذکورہ بالا آیات کی تفسیر:

ان آیات کی مزید تشریح کے لئے اللہ تعالیٰ کے درج ذیل ارشادات پیش نظر رکھیں تو حقائق اور بصیرتوں کی روشنیاں مردہ دلوں کو نئی زندگی بخشیں گی۔ سورہ آل عمران میں نیت و ارادہ کو اللہ

وحدہ لاشریک لہ کے لئے خاص کر لینے اور اجر و ثواب حاصل کرنے کے لئے تمام نیک اعمال بروئے کار لانے کی تلقین نازل فرمائی گئی ہے۔ فرمان باری تعالیٰ یوں ہے:

[۹۰۰] ﴿قُلْ إِنْ تَخْشَوْنَ مَا فِي صُدُورِكُمْ أَوْ تُبْذَوْنَ يَعْلَمُهُ اللَّهُ ط.....﴾ [آل عمران=۲۹:۳]

”اے نبی (ﷺ)! ان سے کہہ دو کہ تم اپنے دلوں کے خیالات اور ارادوں کو مخفی رکھو یا ظاہر کر دو، اللہ ہر حال میں ان کو جانتا ہے۔“

[۹۰۱] ﴿هُوَ الْحَيُّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ط.....﴾ [غافر=۶۵:۴۰]

”وہ اللہ ہمیشہ زندہ ہے اس کے سوا کوئی ذات عبادت کے لائق نہیں۔ لہذا تم بندگی اس کے لئے خاص کرتے ہوئے صرف اسی کو پکارو اور اسی کی بندگی کرو۔“

[۹۰۲] ﴿أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ ط.....﴾ [الرُّم=۳:۳۹]

”آگاہ رہو کہ ہر قسم کی عبادت و بندگی خالص اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔“

خاتم المرسلین (ﷺ) کو اسی عظیم قاعدہ کا سب سے پہلے ان الفاظ میں مکلف قرار دیا:

[۹۰۳] ﴿قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ ۝﴾ [الرُّم=۱۱:۳۹]

”اے نبی! ان کو بتلا دو کہ مجھے تو بس یہی حکم ملا ہے کہ میں صرف اللہ کے لئے عبادت کو خالص کرتے ہوئے اسی کی بندگی کرتا رہوں۔“

اسی بنیادی قاعدہ کا عام مسلمانوں کو بھی پابند کیا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

[۹۰۴] ﴿قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ ۖ وَأَقِيمُوا وُجُوهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَادْعُوهُ

مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ط.....﴾ [الأعراف=۲۹:۷]

”کہہ دیجیے کہ میرے پروردگار نے تو مجھے انصاف کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور تم ہر نماز کے وقت اپنے رخ (اللہ کی طرف) سیدھے کرلو اور ہر عبادت اس کے لئے خاص کرتے ہوئے اسی کو پکارو اور اس کی بندگی کرو۔“

مندرجہ بالا واضح نصوص سے معلوم ہوا کہ خالص نیت سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا تمام شریعتوں کی اصل اور بنیاد رہا ہے۔ نیک اعمال کی قبولیت کا دار و مدار اسی پر ہے۔ اللہ کے ساتھ شرک کرنا اس کا مفہوم مخالف ہے۔ شرک باللہ کی دو بنیادی قسمیں ہیں۔

شرک اکبر

1

شرک اصغر

2

شرک اکبر تو تمام گناہوں میں سے سب سے بڑا گناہ ہے۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

[۹۰۵] «أَلَا أُتَبِّحُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكِبَائِرِ؟» ثَلَاثًا قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ۔ قَالَ «الْإِشْرَاكُ بِاللَّهِ.....»^۱

کیا میں تم کو (اللہ کے ہاں) سب سے بڑے گناہ کی خبر نہ دوں؟ آپ نے تین دفعہ یہ بات دہرائی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: کیوں نہیں؟ اے اللہ کے رسول! ہمیں ضرور بتائیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک ٹھہرانا ہے۔“

شرک اکبر اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں اور اس کے تمام اسماء و افعال میں کسی مخلوق کو شریک ٹھہرانے اور کوئی بھی عبادت مثلاً: نماز، روزہ، صدقہ، زکوٰۃ، حج اور عمرہ وغیرہ غیر اللہ کے لئے ادا کرنے کا نام ہے۔ یہ چیز اللہ تعالیٰ کے خالص حق میں ناجائز مداخلت اور ظلم عظیم ہے۔ اسی وجہ سے ناقابل بخشش اور ناقابل معافی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۹۰۶] ﴿..... إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ [لقمان = ۱۳:۳۱]

”..... بلاشبہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔“

ایک اور مقام پر فرمایا:

[۹۰۷] ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ﴾

[النساء = ۴: ۴۸، ۱۱۶]

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس چیز کو معاف نہیں کرے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس کے علاوہ جس کے لئے چاہے گا گناہ بخش دے گا۔“

لہذا شرک اکبر ”إخلاص فی الدین“ کی بڑی اور بھاری ضد ہے۔

شرک اصغر اگرچہ قابل معافی ہے۔ لیکن اس کے نقصانات میں سب سے بڑا نقصان اس کا نیک اعمال کو ضائع اور برباد کر دینا ہے۔ شرک اصغر اخلاص فی الدین کی ہلکی ضد ہے اور اس کی بے شمار اقسام ہیں۔ سب سے بڑی اور نمایاں قسم ریا کاری اور نمود و نمائش ہے۔ اللہ تعالیٰ کا

فرمان ہے :

[۹۰۸] ﴿فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ

يُرَآءُونَ ۝ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ ۝﴾ [الماعون=۱۰۷:۴-۷]

”پس ان نمازیوں کے لئے (قیامت کے دن) خرابی و بربادی ہوگی جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔ جو (اپنے اعمال صالحہ) لوگوں کو دکھلاتے ہیں اور استعمال کی معمولی اشیاء سے منع رکھتے ہیں۔“

مزید ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

[۹۰۹] ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَبْطُلُوا صَدَقَتَكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَى ۚ كَالَّذِي يُنْفِقُ

مَالَهُ رِثَاءَ النَّاسِ﴾ [البقرة=۲:۲۶۴]

”اے ایماندارو! احسان جتلانے اور تکلیف پہنچانے کے ساتھ اپنے صدقات کو ضائع مت کرو۔

اس شخص کی طرح جو لوگوں کو دکھلانے (ریا کاری) کی غرض سے اپنا مال خرچ کرتا ہے.....“

شرک جیسے بڑے جرم اور ظلم عظیم کے ارتکاب سے باز رکھنے کے حکیمانہ اسلوب اور انداز پر

بنی حدیث قدسی ملاحظہ ہو۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

[۹۱۰] «أَنَا أَعْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشُّرْكِ - مَنْ عَمِلَ عَمَلًا أَشْرَكَ فِيهِ مَعِيَ غَيْرِي

تَرَكْتُهُ وَشُرَكَاءُ» ۱

”میں تمام شرکاء کے مقابلے میں شرک سے زیادہ مستغنی اور بے نیاز ہوں۔ لہذا جو شخص

کوئی نیک عمل کرے اور میرے سوا کسی غیر کو اس میں شریک اور حصہ دار ٹھہرائے (یعنی

اس عمل سے میرے علاوہ کسی دوسری ذات کا قرب حاصل کرے یا ریا کاری کرے) تو

میں اسے اس کے شرک سمیت چھوڑ دیتا ہوں۔ (یعنی اس کے اعمال مسترد کر دیتا ہوں۔)

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی متفق علیہ حدیث میں سیدنا جندب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۹۱۱] «مَنْ سَمِعَ سَمَعَ اللَّهُ بِهِ وَمَنْ يُرَائِي يُرَائِي اللَّهُ بِهِ» ۲

۱ صحیح مسلم = کتاب الزُّہد: باب تحريم الرياء، الحديث: ۲۹۸۵

۲ صحیح البخاری = کتاب الرِّقَاق: باب الرياء والسُّمعة، الحديث: ۶۱۳۴ + صحیح مسلم = کتاب الزُّہد والرِّقَاق:

”جو شخص ریا کاری کے لئے لوگوں کے سامنے اپنا عمل ظاہر کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو لوگوں کے سامنے رسوا کر دے گا اور اسی طرح جو لوگوں کو دکھلانے کے لئے کوئی نیک عمل کرے گا تو اللہ تعالیٰ سب لوگوں کے سامنے اس کا اصل پوشیدہ معاملہ ظاہر کر دے گا۔“

البتہ جس نیک عمل کرنے والے کی نیت خالص یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا ہو اور اس کے ذاتی ارادہ میں اللہ سے اجر طلب کرنے کے علاوہ کوئی بری غرض شامل نہ ہو۔ لیکن لوگ اس کے نیک اعمال کو دیکھ کر اس کے مومن اور متقی ہونے کی گواہی دیں یا تعریف و ثناء کے کلمات کہیں تو یہ ایک اچھی گواہی اور نیک نامی ہے، ریا کاری اور دکھاوا نہیں۔ بلکہ ان اچھی خوشخبریوں میں سے ہے جو اللہ کے نیک ولیوں اور مومنوں کو اسی دنیا میں نقد نصیب ہوتی ہیں۔ جیسا کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

[۹۱۲] «قِيلَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَرَأَيْتَ الرَّجُلَ يَعْمَلُ الْعَمَلَ مِنَ

الْخَيْرِ وَيَحْمَدُهُ النَّاسُ عَلَيْهِ؟ قَالَ "تِلْكَ عَاجِلُ بُشْرَى الْمُؤْمِنِ" ۵

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ آپ اس شخص کے متعلق کیا فرماتے ہیں جو خیر کا

کوئی عمل کرتا ہے تو لوگ اس پر اس کی تعریف و توصیف بیان کرتے ہیں۔ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: یہ تو مومن شخص کے لئے نقد خوشخبری ہے۔ یعنی اسی دنیا میں حاصل

ہونے والا اچھا اجر ہے (اچھی نعمت ہے)“

ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۹۱۳] «إِنَّ اللَّهَ إِذَا أَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرِيلَ فَقَالَ: إِنِّي أُحِبُّ فَلَانًا فَأَحِبَّهُ - قَالَ

فَيَحِبُّهُ جِبْرِيلُ ثُمَّ يُنَادِي فِي السَّمَاءِ فَيَقُولُ: إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ فَلَانًا فَأَحِبُّوهُ فَيَحِبُّهُ أَهْلُ

السَّمَاءِ - قَالَ ثُمَّ يُوضَعُ لَهُ الْقُبُولُ فِي الْأَرْضِ ۵

بلاشبہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتے ہیں تو جبریل کو بلا کر کہتے ہیں: میں فلاں

شخص سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر۔ پھر اس سے جناب جبریل علیہ السلام بھی

۵ صحیح مسلم = کتاب البرِّ والصَّلة : باب إِذَا أُتِنِيَ عَلَى الصَّالِحِ فَهِيَ بُشْرَى وَلَا تَضُرُّهُ ، الحديث: ۲۶۴۲ + سُنَن

الترمذی = أبواب الرُّهد : باب مَا جَاءَ فِي الرِّيَاءِ وَالسُّمْعَةِ

۵ صحیح مسلم = کتاب البرِّ والصَّلة والآداب : باب إِذَا أَحَبَّ اللَّهُ عَبْدًا حَبَبَهُ إِلَى عِبَادِهِ ، الحديث: ۲۶۳۷

محبت کرتے ہیں۔ پھر وہ آسمان میں آواز لگاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں سے محبت کرتے ہیں لہذا تم بھی اس سے محبت کرو۔ پھر اس سے تمام اہل آسمان محبت کرنے لگ جاتے ہیں۔ پھر اس کے لئے زمین میں قبولیت رکھ دی جاتی ہے۔“

نیت خالص احادیث کی روشنی میں:

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۹۱۴] « إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوَىٰ - فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ - وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ لِدُنْيَا يُصِيبُهَا أَوْ امْرَأَةٍ يَتَرَوُّهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ » ۱

”تمام اعمال کا دار و مدار نیت اور ارادہ پر ہے۔ یا تمام اعمال کی قبولیت اچھی نیت کے ساتھ وابستہ ہے۔ ہر شخص کو صرف وہی ملتا ہے جو اس کی نیت و مراد ہو۔ چنانچہ جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہوگی تو وہ ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہی شمار کی جائے گی۔ اور جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے یا کسی عورت کے ساتھ نکاح کرنے کی خاطر ہوگی تو اس کی ہجرت اسی کی طرف شمار ہوگی۔ (نہ کہ اللہ اور رسول کی طرف)“

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی تصنیف صحیح البخاری = کتاب الإیمان میں اس حدیث پر یہ عنوان قائم کرتے ہیں:

”بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ الْأَعْمَالَ بِالنِّيَّةِ وَالْحُسْبَةِ وَلِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوَىٰ“ فَدَخَلَ فِيهِ الْإِيمَانُ، وَالْوُضُوءُ، وَالصَّلَاةُ، وَالزَّكَاةُ، وَالْحَجُّ، وَالصَّوْمُ، وَالْأَحْكَامُ وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: [۹۱۵] «قُلْ كُلُّ يَعْمَلْ عَلَى شَاكِلَتِهِ» [الإسراء=۱۷: ۸۴] عَلَى نِيَّتِهِ - نَفَقَةُ الرَّجُلِ عَلَى أَهْلِهِ يَحْتَسِبُهَا صَدَقَةٌ - [۹۱۶] وَقَالَ (النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) «وَلَكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ» ۲

”تمام اعمال کا صحیح ہونا اور قابل قبول ہونا اچھی نیت اور ثواب حاصل کرنے کے لئے ہونے پر موقوف ہے۔ ہر شخص کو وہی ملتا ہے جو اس کی نیت اور مراد ہو، چنانچہ اس حکم میں ایمان، وضو،

نماز، زکوٰۃ، حج، روزہ اور تمام دینی احکام داخل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے نبی! کہہ دو ہر شخص اپنے اپنے طریقہ (یعنی نیت) پر عمل پیرا ہوتا ہے۔ اگر کوئی آدمی اپنے اہل و عیال پر اجر و ثواب حاصل کرنے کے لئے خرچ کرے تو یہ بھی صدقہ میں شمار ہے اور نبی ﷺ نے فرمایا: لیکن جہاد اور اس کے لئے نیت و ارادہ رکھنا فرض و واجب اور ہمیشہ قیامت تک باقی رہے گا۔“

امام مسلم رحمہ اللہ نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: [۹۱۷] «إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُورِكُمْ وَ أَمْوَالِكُمْ وَ لَكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَ أَعْمَالِكُمْ» ۱

”اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کی طرف نہیں بلکہ تمہارے دلوں اور عملوں کی طرف دیکھتا ہے۔“

© امام نووی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

”أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلَى أَعْظَمِ مَوْقِعِ هَذَا الْحَدِيثِ وَ كَثَرَةِ فَوَائِدِهِ وَ صِحَّتِهِ۔ قَالَ الشَّافِعِيُّ وَ آخَرُونَ هُوَ ثُلُثُ الْإِسْلَامِ إِلَى قَوْلِهِ سَائِرِ الْعِبَادَاتِ“ ۲

”اس پر اہل اسلام کا اجماع ہے کہ حدیث رسول ﷺ اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔“ بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔ اس حدیث رسول ﷺ سے بہت زیادہ فوائد حاصل ہوئے ہیں اور یہ صحیح حدیث ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ اور دیگر آئمہ کرام نے اس حدیث کو اسلام کا ایک تہائی (۱/۳) حصہ قرار دیا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ فقہ اسلامی کے ستر (۷۰) ابواب میں اس حدیث کا عمل دخل ہے۔ بعض آئمہ نے اسے اسلام کا ایک چوتھائی حصہ تسلیم کیا ہے۔ عبد الرحمن بن سعدی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ ہر مصنف کو اس حدیث سے کلام کا آغاز کرنا چاہئے تاکہ طالب علموں کو صحیح نیت کی اہمیت پر توجہ دلائی جاسکے اور بری نیت کے نقصانات پر تنبیہ کی جاسکے۔

۱ صحیح مسلم = کتاب البِرِّ وَ الصَّلَةِ وَ الْأَدَابِ: باب تحريم ظلم المسلم وَ خذله وَ احتقاره وَ دمه و عرضه وَ ماله،

الحدیث: ۲۰۶۴

۲ شرح النووی: ۲/۱۴۰

امام خطابی رحمہ اللہ نے تو مطلقاً تمام آئمہ کا یہی موقف نقل کیا ہے: امام بخاری رحمہ اللہ اور دیگر اہل اسلام نے اسی پر عمل کرتے ہوئے اس عظیم الشان حدیث سے اپنی اپنی تصنیف کی ابتداء کی ہے۔

عربی لغت اور فصاحت و بلاغت کا علم رکھنے والوں کے بقول ”إِنَّمَا“ کلمہ حصر ہے۔ کلمہ حصر کا مطلب ہے کہ یہ چیز صرف اس کے ساتھ خاص ہے۔ جو مذکورہ چیز کے وجود کو ثابت کرتا ہے اور غیر مذکور کی نفی کرتا ہے۔ لہذا حدیث کا معنی یہ ہوگا:

” (إِنَّ الْأَعْمَالَ تَحْسَبُ إِذَا كَانَتْ بِنِيَّةٍ وَلَا تَحْسَبُ إِذَا كَانَتْ بِلَا نِيَّةٍ“

”تمام اعمال نیت اور ارادہ کے ساتھ معتبر ہوتے ہیں اور بلا نیت غیر معتبر ہوں گے۔“

لہذا یہ حدیث اس امر پر پختہ دلیل ہے کہ وضو، غسل، تیمم، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، اعتکاف اور دیگر تمام عبادات صرف نیت اور ارادہ کے ساتھ ہی صحیح ہوں گی۔ وگرنہ باطل، فاسد اور بیکار ہوں گی۔“

خلاصہ کلام:

سابقہ گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ عبادات کو صرف اللہ کے لئے خاص کرنا، توحید ربوبیت، توحید الوہیت، توحید الاسماء والصفات، ایمان کے صحیح ہونے کے لئے شرط اور تمام اطاعتوں، فرمانبرداروں کی بنیاد ہے۔ توحید سے عاری اور محروم انسان اگر اپنے گمان کے مطابق مومن ہونے کا دعویٰ کرے پھر بھی گمراہ، گمراہی پھیلانے والا اور مشرک ہے۔ خالص نیت اور اللہ سے اجر و ثواب کے جذبے کے بغیر کوئی بڑے سے بڑا نیک عمل بھی منظور و مقبول نہیں ہو سکتا۔ لہذا مہاجر اور مجاہد فی سبیل اللہ کے لئے بطور خاص یہ لازمی اور ضروری ہے کہ ہجرت اور جہاد جیسے عظیم الشان نیک اعمال کو اچھی نیت اور خالص ارادے، اللہ کی رضا مندی طلب کرنے اور اجر و ثواب حاصل کرنے کی مضبوط بنیادوں پر قائم و استوار کرے۔ تاکہ میدان حشر میں بہت بڑے خسارے اور محنت کی بربادی سے بچ سکے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی قدر ہے:

[۹۱۸] ﴿..... فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ

رَبِّهِ أَحَدًا ۝﴾ [الكهف=۱۸:۱۱۰]

”.....جو کوئی اپنے رب کی ملاقات کا امیدوار ہے وہ عمل صالح کرتا رہے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔“

ریا کا رشتہ، عالم اور سخی کا انجام:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے خود سنا ہے:

[۹۱۹] «إِنَّ أَوَّلَ النَّاسِ يُقْضَىٰ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَيْهِ رَجُلٌ اسْتَشْهَدَ - فَأَتَىٰ بِهِ فَعَرَفَهُ نِعْمَهُ فَعَرَفَهَا - قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ قَاتَلْتُ فِيكَ حَتَّى اسْتَشْهَدْتُ - قَالَ كَذَبْتَ وَلَكِنَّكَ قَاتَلْتَ لِأَنْ يُقَالَ جَرِيٌّ - فَقَدْ قِيلَ - ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلَىٰ وَجْهِهِ حَتَّى أُلْقِيَ فِي النَّارِ - وَ رَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَ عَلَّمَهُ وَ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَأَتَىٰ بِهِ فَعَرَفَهُ نِعْمَهُ فَعَرَفَهَا - قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وَ عَلَّمْتُهُ وَ قَرَأْتُ فِيكَ الْقُرْآنَ - قَالَ كَذَبْتَ وَلَكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ الْعِلْمَ لِيُقَالَ عَالِمٌ وَ قَرَأْتَ الْقُرْآنَ لِيُقَالَ لِقَالٍ هُوَ قَارِئٌ - فَقَدْ قِيلَ - ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلَىٰ وَجْهِهِ حَتَّى أُلْقِيَ فِي النَّارِ - وَ رَجُلٌ وَسَّعَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَعْطَاهُ مِنْ أَصْنَافِ الْمَالِ كُلِّهِ - فَأَتَىٰ بِهِ فَعَرَفَهُ نِعْمَهُ فَعَرَفَهَا - قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ مَا تَرَكْتُ مِنْ سَبِيلٍ تُحِبُّ أَنْ يُنْفَقَ فِيهَا إِلَّا أَنْفَقْتُ فِيهَا لَكَ - قَالَ كَذَبْتَ وَلَكِنَّكَ فَعَلْتَ لِيُقَالَ هُوَ جَوَادٌ - فَقَدْ قِيلَ - ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلَىٰ وَجْهِهِ ثُمَّ أُلْقِيَ فِي النَّارِ» ۱۱

”قیامت کے روز سب سے پہلے جن کا فیصلہ کیا جائے گا۔ (وہ تین آدمی ہوں گے):

۱ وہ آدمی ہے جو شہید ہوا تھا۔ چنانچہ اسے لایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس کو اپنی نعمتوں کی پہچان کروائے گا۔ (یعنی وہ نعمتیں جو اللہ نے اس کو دنیا میں عطا کی ہوئی تھیں) وہ ان کا اعتراف اور اقرار کرے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے ان کا کیا حق ادا کیا؟ وہ کہے گا میں نے تیرے راستے میں جہاد و قتال کیا حتیٰ کہ شہید ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو جھوٹا ہے۔ (اور ترمذی کی روایت کے مطابق یہ ہے کہ اس موقع پر فرشتے بھی کہیں گے کہ تو جھوٹا ہے) بلکہ تو نے اس لئے قتال کیا کہ تجھے جرأت مند اور بہادر کہا جائے اور وہ کہا جا چکا ہے۔ پھر اس کے لئے حکم ہوگا اور اسے لٹے منہ کھینچ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

۱۱ صحیح مسلم = کتاب الإمارة: باب مَنْ قَاتَلَ لِلرِّيَاءِ وَالسَّمْعَةِ إِسْتَحَقَّ النَّارَ، الحديث: ۱۹۰۵ + صحیح الترمذی = باب أبواب الرُّهْد: باب مَا جَاءَ فِي الرِّيَاءِ وَالسَّمْعَةِ، الحديث: ۱۹۴۲ + صحیح الیسنائی = کتاب الجہاد: باب مَنْ قَاتَلَ لِيُقَالَ

۲

وہ آدمی ہے، جس نے علم حاصل کیا اور اس کی تعلیم دی اور قرآن پڑھا۔ چنانچہ اسے بھی لایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس کو اپنی نعمتوں کا تعارف کرائے گا۔ وہ اعتراف و اقرار کرے گا تو اللہ فرمائے گا: تو نے ان میں کیسا عمل کیا؟ وہ کہے گا: میں نے علم سیکھا، اس کی تعلیم دی اور تیری رضا مندی کے لئے قرآن پڑھا۔ اللہ فرمائے گا: تو جھوٹا ہے۔ ترمذی کی روایت کے مطابق یہ ہے کہ (فرشتے بھی کہیں گے کہ تو جھوٹا ہے) بلکہ تو نے علم اس لئے حاصل کیا تھا کہ تجھے عالم کہا جائے اور قرآن اس لئے پڑھا کہ تجھے قاری کے لقب سے پکارا جائے اور وہ کہا جا چکا ہے۔ پھر اس کے لئے حکم ہو گا اور اسے الٹے منہ گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

۳

وہ شخص ہے جس کو اللہ نے وسیع رزق دیا اور مال و دولت کی تمام اقسام میں سے اس کو حصہ عطا فرمایا تھا۔ چنانچہ اسے بھی پیش کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی عطا کردہ نعمتوں کی شناخت کرائے گا۔ وہ اس کا اعتراف و اقرار کرے گا تو اللہ فرمائے گا تو نے ان کا کیا حق شکر ادا کیا؟ وہ کہے گا: اے اللہ! ہر وہ راستہ جس میں مال خرچ کرنا تجھے پسند تھا، میں نے اس میں تیری رضا مندی کے لئے مال خرچ کر ڈالا۔ اللہ فرمائے گا: تو جھوٹا ہے (اور ترمذی کی روایت کے مطابق یہ ہے کہ اللہ کے فرشتے بھی کہیں گے کہ تو جھوٹا ہے) بلکہ تو نے ایسا اس لئے کیا کہ تجھے کہا جائے کہ تو بڑا سخی ہے اور وہ کہا جا چکا ہے۔ پھر اس کے لئے بھی حکم ہو گا حتیٰ کہ اسے گھسیٹ کر الٹے منہ جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔“

یہ الفاظ امام مسلم رحمہ اللہ و امام نسائی رحمہ اللہ کی روایت کے مطابق ہیں۔ لیکن امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس میں چند اضافے بھی نقل کئے ہیں۔ جو بہت زیادہ مفید ہونے کی بناء پر یہاں نقل کئے جاتے ہیں:

① ایک تابعی شُفَّیْ أَصْبَحَیْ روایت کرتے ہیں: ”میں مدینہ طیبہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا۔ وہ لوگوں کی ایک بڑی جماعت کو درس حدیث دے رہے تھے۔ درس کے اختتام پر میں نے ان سے کہا کہ میں آپ سے حق درحق کے ساتھ سوال کرتا ہوں کہ مجھے کوئی ایسی حدیث بیان کرو جو آپ نے بذات خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو، پھر

اسے خوب سمجھا ہو اور جانا ہو۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں بالکل ایسی ہی حدیث بیان کرتا ہوں جو خود رسول اللہ ﷺ نے مجھے بیان فرمائی، میں نے اس کو سمجھا اور اس کے مفہوم کو جانا ہے۔ اس کے بعد سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے سانس کھینچا اور چیختے ہوئے بیہوش ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد افاقہ ہوا تو پھر وہی کلمات دہراتے ہوئے چیختے ہوئے بیہوش ہو گئے۔ تیسری مرتبہ آپ پر پھر وہی کیفیت طاری ہوئی اور منہ کے بل زمین پر گر گئے۔ کافی دیر تک میں نے ان کو سہارا دیئے رکھا۔ حتیٰ کہ ان کے ہوش و حواس بحال ہوئے تو آپ نے مذکورہ حدیث تفصیل کے ساتھ بیان کی۔“ ۱۲

② ابو عثمان مدائنی روایت کرتے ہیں: ”یہی حدیث سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے سامنے بیان کی گئی تو آپ نے کہا: جب ایسے لوگوں (شہید، عالم اور سخی) کے ساتھ یہ سلوک ہوگا تو باقیماندہ انسانوں کا کیا حال ہوگا؟ یہ کہتے ہی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ زار و قطار رونے لگے۔ حتیٰ کہ ہمیں گمان ہونے لگا کہ آپ جاں بحق ہو جائیں گے۔ پھر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے حواس بحال ہوئے تو آنسو پونچھتے ہوئے فرمایا: «صَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ» اور یہ آیات تلاوت کیں:

[۹۲۰] ﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزَيَّنَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبِطُلَّ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ [ہود=۱۱:۱۶، ۱۷]

”جو لوگ دنیاوی زندگانی اور اس کی زینت و آرائش چاہتے ہیں۔ ہم دنیا میں ہی ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ ان کو دے دیتے ہیں اور ان کے لئے اس میں کوئی کمی و خسارہ نہیں ہوگا۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں جہنم کی آگ کے سوا کچھ نہ ہوگا اور دنیا میں جو نیک عمل کئے تھے وہ برباد ہو گئے اور جو کچھ بھی وہ کرتے رہے سب ضائع ہو گیا۔“ ۱۳

امام ترمذی اسی باب: ”مَا جَاءَ فِي الرِّيَاءِ وَالسَّمْعَةِ“ (ریا کاری اور شہرت حاصل کرنے کے بارے) میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ!

۱۲ صحیح الترمذی = أبواب الرُّدِّ : باب ما جاء في الرِّيَاءِ وَالسَّمْعَةِ، الحديث: ۱۹۴۲

۱۳ صحیح الترمذی = أبواب الرُّدِّ : باب ما جاء في الرِّيَاءِ وَالسَّمْعَةِ، الحديث: ۱۹۴۲

[۹۲۱] «الرَّجُلُ يَعْمَلُ الْعَمَلَ فَيَسِرُّهُ فَإِذَا أَطْلَعَ عَلَيْهِ أَعْجَبَهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَهُ أَجْرَانِ أَجْرُ السِّرِّ وَأَجْرُ الْعَلَانِيَةِ» ۱۴

”ایک آدمی کوئی عمل صالح کرتا ہے اور اس کو چھپاتا ہے۔ جب دوسرے لوگ اس پر مطلع

ہو جائیں تو یہ بات بھی اسے پسند آتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ایسے شخص کو دو اجر ملیں

گے ایک اجر پوشیدہ عمل کرنے کی وجہ سے اور دوسرا اجر اعلانیہ عمل کرنے کی وجہ سے۔“

بعض اہل علم نے اس حدیث کی تشریح یوں بیان کی ہے کہ لوگوں کی وہ تعریف اسے پسند

آئے جو لوگ اپنے آپ کرنے لگیں۔ جیسا کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

[۹۲۲] «أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللَّهِ فِي الْأَرْضِ» ۱۵

”تم زمین پر اللہ کے گواہ ہو۔“ نہ یہ کہ وہ خواہش رکھے کہ لوگ اس کے اچھے اعمال کو

معلوم کر کے اس کی عزت و احترام کریں یہ بلاشبہ ریا کاری ہے۔ ۱۶

بعض اہل علم نے اس کی یہ وضاحت اور شرح بیان کی ہے کہ لوگوں کے مطلع ہونے پر اس

کی پسندیدگی اور خوشی کی وجہ یہ ہے کہ دیکھنے والے بھی اسی طرح کا عمل کریں گے اور اس کے

برابر اسے مزید اجر و ثواب حاصل ہو جائے گا۔ تو امام ترمذی کہتے ہیں: ”فَهَذَا لَهُ مَذْهَبٌ آيْضًا“

یہ بھی ایک جائز طریقہ ہے۔ ۱۷

مسائل و احکام:

① صرف اللہ کے لئے ہر قسم کی عبادت بجا لانا (توحید ربوبیت، توحید الوہیت اور توحید

الاسماء والصفات) اور حَذِيفَت یعنی صرف اللہ کی طرف ہو جانا ایمان کے صحیح ہونے کی

شرط اولین ہیں۔ اس توحید کا بالمقابل اور مخالف شرک ہے، جو اکبر الکبار، ظلم عظیم، اور

ناقابل معافی جرم ہے۔ نیت کا خالص ہونا کسی بھی عمل کے صحیح ہونے اور مقبول ہونے کی

شرط اولین ہے۔ جس کی بالمقابل اور مخالف چیز ریا کاری اور دکھلاوا ہے۔ جو اعمال کو

۱۴ سنن الترمذی = أبواب الرُّهْد: باب ما جاء في الرِّياء والسُّمعة

۱۵ صحيح البخاری = كتاب الجنائز: باب ثناء الناس على الميت، الحديث: ۱۳۰۱ + صحيح مسلم = كتاب الجنائز:

باب فيمن يُتَنَّى عليه خيرٌ أو شرٌّ مِنَ المَوْتَى، الحديث: ۹۴۹

۱۶ سنن الترمذی = أبواب الرُّهْد: باب ما جاء في الرِّياء والسُّمعة

۱۷ سنن الترمذی = أبواب الرُّهْد: باب ما جاء في الرِّياء والسُّمعة

ضائع و باطل کر دینے والی ہے۔

② جہاد اور دیگر نیک اعمال میں جب عمل کرنے والوں کی اصل نیت خالص اللہ کی رضا اور ثواب حاصل کرنے کی ہے تو لوگوں کا اس پر حمد و ثناء بیان کرنا کوئی بری چیز نہیں۔ اسی طرح عمل کرنے والے کا حمد و تعریف کو سن کر خوش ہونا اس کے اعمال کو باطل نہیں کرتا۔ بلکہ یہ مومن کیلئے دنیا میں ہی بشارت مل جانے والی اچھی خوشخبری ہے۔

③ چھوٹے بڑے تمام اعمال خواہ وہ نیکی کی طرف لے جانے والے ہوں یا بذات خود نیک اعمال ہوں نیت و ارادے کے بغیر شرعی طور پر صحیح نہیں ہو سکتے۔ حتیٰ کہ ہجرت اور جہاد جیسے عظیم اعمال بھی جب خالص اللہ کی رضا کے لئے نہ ہوں تو غیر مقبول اور مردود ہوتے ہیں۔

④ رسول اللہ ﷺ کو اللہ نے بڑی جامع اور مختصر بات کرنے کی صلاحیت عطا فرمائی تھی۔ نیز احادیث رسول ﷺ بھی قرآن مجید کی طرح فصیح و بلیغ اور معجزانہ کلام ہے۔ البتہ اس کی فصاحت و بلاغت اور معجزانہ کلام ہونے پر قرآن کی طرح کافروں کو مقابلہ کا چیلنج نہیں کیا گیا۔ ”اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے.....“ بھی ایسی ہی جامع اور بلیغ کلام ہے۔ جسے علماء نے اسلام کا ایک تہائی ($\frac{1}{3}$) حصہ یا ایک چوتھائی ($\frac{1}{4}$) حصہ قرار دیا ہے۔

⑤ ریاکاری اور شہرت حاصل کرنے کی خواہش خالص نیت کی ضد اور نیک اعمال کو ضائع و برباد کرنے والی برائی ہے۔ حتیٰ کہ ریاکار شہید، قاری قرآن اور سخی بڑے بڑے عظیم الشان دینی اعمال کے باوجود سب سے پہلے جہنم میں پھینک دیئے جائیں گے۔

⑥ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اخلاص نیت کے مجسم نمونہ تھے۔ ریاکاری اور دکھلاوے سے سخت اجتناب کرنے والے تھے۔ نیز ریاکاری کے ساتھ اعمال ضائع ہونے سے ہمیشہ خوفزدہ رہتے تھے۔ اس وجہ سے وہ کبھی بے ہوش ہو جاتے اور کبھی زار و قطار روتے تھے۔

⑦ جب کوئی عمل کرنے والا اعلانیہ نیک کام کرنے میں یہ نیت رکھتا ہو کہ دیکھنے والے بھی اس پر عمل کریں اور اسے اس عمل کرنے والے کی طرح اجر حاصل ہو جائے۔ ایسی نیت

اور ارادہ جائز ہے۔ جیسا کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۹۲۳] «مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُنْقَصَ مِنْ أَجْرِهُمْ شَيْءٌ - وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُنْقَصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ»^{۱۸}

”جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ اختیار کیا اور اس کے بعد اس پر عمل کیا گیا تو عمل کرنے والوں کے اجر کے برابر ہی اس کے لئے بھی اجر لکھا جائے گا۔ لیکن ان عمل کرنے والوں کے اجر میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ جس نے اسلام میں کوئی برا راستہ اختیار کیا پھر اس پر عمل کر لیا گیا تو تمام برے عمل کرنے والوں کے برابر اس پر گناہ کا بوجھ لکھا جائے گا۔ لیکن برے اعمال کرنے والوں کے بوجھوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔“

① میدان قتال میں کافروں کے مقابلے میں بہادری اور جوانمردی کا اظہار اور باطل کے مقابلے میں عظمت و شوکت کا اعلان اخلاص نیت کے منافی نہیں۔ کیونکہ باطل کے مقابلے میں مفاخرت جائز ہی نہیں بلکہ ایک انتہائی بہترین اقدام تسلیم کیا گیا ہے۔ یہ شریعت اور عقل دونوں کا متفقہ فیصلہ ہے۔ جیسا کہ نبی ﷺ نے نعرہ لگایا:

[۹۲۴] «اللَّهُ أَكْبَرُ! خَرِبَتْ خَيْبَرُ»^{۱۹}

”اللہ اکبر! خیبر تباہ ہوا“ اسی طرح نبی ﷺ نے میدان جہاد میں فرمایا:

[۹۲۵] «أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبَ»..... «أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ»^{۲۰}

”میں اللہ کا نبی ہوں جھوٹا نہیں ہوں میں عبدالمطلب کا بیٹا (یعنی پوتا) ہوں۔“

② رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شہرت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو مشہور کر دیتا

۱۸ صحیح مسلم = کتاب الزکاة : باب الْحَبِّ عَلَى الصَّدَقَةِ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ أَوْ كَلِمَةِ طَبِيبَةٍ أَوْ أَنَّهَا حِجَابٌ مِنَ النَّارِ وَكِتَابُ الْعِلْمِ : باب مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً أَوْ سَيِّئَةً وَمَنْ دَعَا إِلَى هَذِي أَوْ ضَلَالَةٍ، الحديث: ۱۰۱۷ + صحیح الترمذی = أبواب العلم: باب فِيمَنْ دَعَا إِلَى هَذِي فَاتَّبِعَ أَوْ إِلَى ضَلَالَةٍ، الحديث: ۲۱۵۶

۱۹ تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقْمُ الْمُسْلَسِل: ۸۲۴

۲۰ صحیح البخاری = کتاب المغازی: باب قول الله تعالى ﴿وَيَوْمَ حُجَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ﴾، الحديث: ۴۰۶۱۔

ہے۔“ اس کی دیگر تشریحات حسب ذیل ہیں:

۱) جو لوگوں کے عیوب سن کر ان کی اشاعت کرے اللہ اس کے عیوب ظاہر کر دیتا ہے اور اس کو ذلیل و رسوا کر دیتا ہے۔

۲) جو نیک عمل کرنے والا اپنے نیک اعمال سے لوگوں میں نیک نامی اور شہرت کا طالب ہو اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں اس کا مطلوب عطا کرتا ہے۔ آخرت میں اس کے لئے محرومی اور بد نصیبی کے سوا کچھ نہیں حاصل ہوگا۔^{۲۱}

((..... ❁❁❁❁❁))

مجاہد فی سبیل اللہ کی حقیقت

قرآنی آیات کی روشنی میں:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۹۲۶] ﴿فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ ۚ وَمَنْ يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلْ أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۝﴾ [النساء: ۷۴]

”ان لوگوں کو اللہ کی راہ میں قتال کرنا چاہئے جو دنیاوی زندگی کو آخرت کے بدلے فروخت کر دیتے ہیں اور جو کوئی اللہ کی راہ میں قتال کرے گا پھر قتل ہو جائے یا غالب آجائے گا۔ (تو دونوں صورتوں میں) ہم اسے عظیم الشان اجر و ثواب عطا کریں گے۔“

[۹۲۷] ﴿الَّذِينَ آمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ فَقَاتِلُوا أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ ۚ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا ۝﴾ [النساء: ۷۶]

”جو لوگ ایمان لاتے ہیں وہ تو اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہیں۔ اور جو کافر ہیں وہ طاغوت (شیطانوں اور بتوں) کی خاطر لڑتے ہیں۔ سو ایماندارو! تم شیطان کے دوستوں سے قتال کرتے رہو۔ بلاشبہ شیطان کا مکر و فریب نہایت کمزور اور ضعیف ہے۔“

﴿فَيُقْتَلْ أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا﴾ کا مطلب:

مجاہد فی سبیل اللہ شہید ہو یا غالب اور غازی دونوں حالتوں میں یکساں طور پر اجر عظیم کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔ اس کی تفسیر و تشریح صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی متفق علیہ حدیث ہے:

[۹۲۸] ﴿تَضَمَّنَ اللَّهُ لِمَنْ خَرَجَ فِي سَبِيلِهِ لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا إِيمَانُ بِي وَتَصَدِيقُ بُرْسُلِي أَنْ أَرْجِعَهُ بِمَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ أَوْ غَنِيمَةٍ أَوْ أُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ ۝﴾^۱

”اللہ تعالیٰ اس شخص کا کفیل اور ضامن ہے جو اس کی راہ میں محض اللہ پر ایمان لاتے

ہوئے اور اس کے رسولوں کی تصدیق کرتے ہوئے جہاد کے لئے نکل پڑے تو اس کو (شہید ہونے کی صورت میں) جنت میں داخل کر دے گا اور (غازی ہونے کی صورت میں) اجر یا غنیمت میں سے کوئی ایک یا دونوں نعمتیں لازماً عطا فرمائے گا۔“ آیت کا ظاہری اور واضح معنی یہی ہے۔

مجاہد کا اجر پورا یا کم:

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۹۲۹] «مَا مِنْ غَازِيَةٍ أَوْ سَرِيَّةٍ تَغْزُو فَتَغْنَمُ وَ تَسْلُمُ إِلَّا كَانُوا قَدْ تَعَجَّلُوا ثَلَاثِي أَجُورِهِمْ وَمَا مِنْ غَازِيَةٍ أَوْ سَرِيَّةٍ تَخْفِقُ وَ تَصَابُ إِلَّا تَمَّ أَجُورُهُمْ» ۱

”جو جماعت یا چھوٹا لشکر اللہ کی راہ میں جہاد کرے اور مال غنیمت حاصل کر کے صحیح و سالم لوٹ آئے تو انہوں نے آخرت میں اپنے اجر و ثواب کا دو تہائی حصہ دنیا میں وصول کر لیا۔ (اور صرف ایک تہائی باقی رہ گیا) لیکن جو غازی جماعت یا چھوٹا لشکر حصول غنیمت میں ناکام رہے اور زخمی یا شہید ہو جائے تو ان کا اجر و ثواب آخرت میں کامل اور مکمل ہوگا۔“

دو مختلف احادیث کے درمیان مطابقت:

اوپر بیان کی گئی دو احادیث میں سے بخاری و مسلم کی مذکورہ بالا پہلی حدیث [۹۳۰] «تَضَمَّنَ اللَّهُ لِمَنْ خَرَجَ فِي سَبِيلِهِ.....» اور صحیح مسلم کی مذکورہ بالا دوسری روایت [۹۳۱] «مَا مِنْ غَازِيَةٍ أَوْ سَرِيَّةٍ.....» کے مفہوم میں بظاہر تعارض نظر آتا ہے۔ موافقت اور مطابقت کے لئے محدثین اور علماء نے مندرجہ ذیل دو صورتیں بیان کی ہیں:

۱ مسلم کی حدیث کا معنی درج ذیل تین وجوہ کی بنا پر درست نہیں۔ جبکہ بخاری اور مسلم کی پہلی حدیث کا معنی اس کے مقابلہ میں رائج اور صحیح ہے۔ اس کی درج ذیل تین وجوہ ہیں۔

۱ جنگ بدر میں شریک ہونے والے مجاہدین سب مجاہدوں سے افضل ہیں۔ اسی طرح کتاب و سنت کے دلائل کے مطابق بدر میں شہید ہونے والے یکے جنتی ہیں۔ بلکہ جنگ بدر میں شرکت کرنے والے تمام صحابہ بخشے ہوئے ہیں اور جنتی ہیں۔ حاطب بن ابی

بتعہ رضی اللہ عنہ والی روایت میں آتا ہے کہ [۹۳۲] «لَعَلَّ اللّٰهَ اَظْلَعَ عَلٰی اَهْلِ بَدْرٍ» ۲
جس کا مفہوم یہ ہے کہ شاید اللہ تعالیٰ نے اہل بدر پر جھانک کر کہہ دیا ہو کہ اگر آج کے
بعد تم کوئی نیک عمل بھی نہ کرو تو میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔ حالانکہ اہل بدر نے غنیمت
حاصل کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ جیسا کہ قرآن میں آتا ہے:

[۹۳۳] ﴿وَقَوِّدُونْ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشُّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُحِقَّ الْحَقَّ

بِكَلِمَتِهِ﴾ [الأنفال: ۷:۸]

”اور تم پسند کرتے تھے کہ تمہارا آئنا سامنا غیر مسلح اور غلہ والے قافلہ سے ہو اور اللہ چاہتا
تھا کہ اپنے کلمات (یعنی دعوت و جہاد) کے ذریعہ حق کو ثابت اور غالب کر دے۔“
لہذا صحیح مسلم میں یہ دوسری حدیث سورہ انفال کی مذکورہ آیت اور سورہ النساء کی آیت ۷۴
کے مفہوم کے مخالف ہونے کی وجہ سے ناقابل تسلیم ہے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی متفق علیہ حدیث اپنی شہرت، تواثر، اپنے مشہور راویوں اور متفق
علیہ ہونے کی وجہ سے نیز قرآنی آیات کے مطابق ہونے کی وجہ سے قابل ترجیح ہے۔
جبکہ صحیح مسلم کی حدیث اس کے بالمقابل قابل ترجیح نہیں۔

مسلم کی حدیث کا ایک راوی حمید بن ہانی مجہول ہے لہذا وہ ضعیف ہے۔
صحیح مسلم کی حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ مجاہدین جب صحیح سلامت لوٹیں اور مال غنیمت بھی
حاصل کر لیں۔ تو ان کا اجر و ثواب ان غازیوں کے مقابلہ میں ذرا کم ہو گا۔ جو زخمی یا
شہید ہو جائیں یا صحیح سالم لوٹیں مگر حصول غنیمت سے محروم رہیں۔ کیونکہ مال غنیمت بھی
جہاد کے اجر کا ایک حصہ ہے۔ لہذا جب وہ اجر و ثواب کا یہ حصہ وصول کر لیں گے تو گویا
انہوں نے دو تہائی اجر دنیا میں پالیا۔ مذکورہ احادیث کے مابین مطابقت کی یہ وجہ زیادہ
صحیح اور رائج ہے۔ بلکہ امام نووی رحمہ اللہ اور قاضی عیاض رحمہ اللہ نے اسی کو صحیح کہا
ہے۔ پہلی وجہ کو اسی طرح دیگر کئی وجوہات کو جو علماء نے پیش کی ہیں باطل اور غلط قرار
دیا ہے اور دونوں احادیث کو ہی صحیح قرار دیا ہے۔ حمید بن ہانی رحمہ اللہ ثقہ، مشہور اور مقبول
راوی ہے۔ لیث بن سعد رحمہ اللہ، ابن وہب رحمہ اللہ اور امام مسلم رحمہ اللہ جیسے ائمہ حدیث

نے اس سے روایت کیا ہے۔ نیز یہ توجیہ دیگر صحیح احادیث کے مفہوم اور معنی سے بھی مکمل مطابقت رکھتی ہے۔ مثلاً مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ والی درج ذیل حدیث جس کو بخاری، مسلم اور ترمذی وغیرہ نے خباب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

[۹۳۴] « قَالَ هَاجَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبْتَعِي وَجْهَ اللَّهِ - فَوَجَبَ أَجْرُنَا عَلَى اللَّهِ - فَمِنَّا مَنْ مَضَى أَوْ ذَهَبَ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنْ أَجْرِهِ شَيْئًا - كَانَ مِنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ لَمْ يَتْرُكْ إِلَّا نَمْرَةً كُنَّا إِذَا غَطَيْنَا بِهَا رَأْسَهُ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ وَإِذَا غُطِّيَ بِهَا رِجْلَاهُ خَرَجَ رَأْسُهُ - فَقَالَ لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «غُطُّوا بِهَا رَأْسَهُ وَاجْعَلُوا عَلَى رِجْلَيْهِ الْإِذْخَرَ» وَمِنَّا مَنْ أَبْعَثَ لَهُ ثَمَرَتُهُ فَهُوَ يَهْدِيهَا » ۵

”ہم نے (مکہ سے مدینہ کی طرف) رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صرف اللہ کی رضا کے لئے ہجرت اختیار کی اور ہمارا اجر و ثواب اللہ تعالیٰ کے ذمے ثابت ہو گیا۔ چنانچہ ہم میں سے بعض مہاجرین تو فوت ہو گئے اور اپنے اجر سے (دنیا میں) کوئی چیز نہ کھا سکے۔ ان میں سے ایک سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ وہ غزوہ احد میں شہید ہو گئے اور انہوں نے ایک چٹائی کے علاوہ کوئی چیز بطور ترکہ نہ چھوڑی۔ ہم لوگ جب اس کے ساتھ ان کا سر ڈھانپتے تو ٹانگیں نکلی ہو جاتیں اور جب ٹانگوں کو چھپاتے تو سر ننگا ہو جاتا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کا سر ڈھانپ دو اور پاؤں پر اذخر گھاس رکھ دو۔ ہم میں سے بعض کے پھل پک گئے تو وہ اپنے اجر سے (دنیا میں ہی) چن چن کر کھانے لگے۔“

اہل بدر بلاشبہ سب مجاہدین سے افضل ہیں اور بخشے ہوئے ہیں۔ جنگ بدر سے حاصل ہونے والا مال غنیمت یقیناً سب غنائم سے افضل ہے۔ لیکن اس پر لازم نہیں آتا کہ اگر وہ صحابہ ان غنائم کا ارادہ نہ کرتے تو ان کے درجات اور مراتب اس سے عظیم و جلیل نہ ہوتے۔“ ۵

جو اس لئے لڑا کہ اللہ کا دین سر بلند ہو:

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر عرض کرنے لگا:

۵ صحیح البخاری = کتاب المغازی: باب غزوة أحد، الحدیث: ۳۸۲۱ + صحیح مسلم = کتاب الجنائز: باب فی کفن المیت، الحدیث: ۹۴۰۔ اس حدیث کو امام الترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے۔

۵ خلاصہ کلام از شرح النووی: ۲/ ۱۴۰ + الجامع لأحكام القرآن للقرطبی: ۵/ ۱۷۹، ۱۸۰

[۹۳۵] « الرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِلْمَغْنَمِ وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِلدَّكْرِ وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِرَأْيِ مَكَانِهِ فَمَنْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ؟ قَالَ: «مَنْ قَاتَلَ لَتَكُونَ كَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ»^۱ ” (یا رسول اللہ!) ایک آدمی غنیمت حاصل کرنے کے لئے قتال کرتا ہے، ایک آدمی اپنی شہرت اور نیک نامی کے لئے قتال کرتا ہے اور ایک آدمی شجاعت و قوت میں اپنا مقام دکھانے کے لئے قتال کرتا ہے۔ ان میں مجاہد فی سبیل اللہ کون ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اس لئے قتال کرتا ہے کہ اللہ کا کلمہ سر بلند ہو وہ مجاہد فی سبیل اللہ ہے۔“
ایک روایت کے مطابق الفاظ یوں ہیں:

[۹۳۶] « سئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلُ يُقَاتِلُ شُجَاعَةً وَيُقَاتِلُ حَمِيَّةً وَيُقَاتِلُ رِبَاءً - أَيْ ذَٰلِكَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ قَاتَلَ لَتَكُونَ كَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ»^۲ ” رسول اللہ ﷺ سے ایک شخص کے بارے سوال کیا گیا جو اظہار شجاعت کے لئے یا قومی حمیت و عصیت کے لئے یا ریا کاری اور نمود و نمائش کے لئے قتال کرتا ہے۔ ان میں مجاہد فی سبیل اللہ کون ہے؟ آپ ﷺ نے جواباً فرمایا: جو اس لئے قتال کرتا ہے کہ اللہ کا کلمہ ہی سر بلند ہو تو وہ مجاہد فی سبیل اللہ ہے۔“

امام بخاری رحمہ اللہ نے اسی حدیث پر کتاب الجہاد میں دوسرا یہ عنوان قائم کیا ہے ”مَنْ قَاتَلَ لِلْمَغْنَمِ هَلْ يُنْقِصُ مِنْ أَجْرِهِ؟“ یعنی جو حصول غنیمت کے لئے جہاد کرے کیا اس کے اجر میں کمی ہوگی؟ حافظ ابن حجر تحریر کرتے ہیں: امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض یہ ہے کہ اللہ کے دین کی سر بلندی کے ساتھ ساتھ حصول غنیمت کا ارادہ کر لینا اجر و ثواب کے منافی اور اس کو کم کرنے والا نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے سوال کرنے والے کو یہ نہیں کہا کہ مال غنیمت وغیرہ کے لئے لڑنے والا مجاہد فی سبیل اللہ نہیں۔ بلکہ ایک جامع جملہ ارشاد فرمایا کہ اَعْلَاءَ كَلِمَةِ اللَّهِ کا ارادہ رکھنے والا ہی مجاہد فی سبیل اللہ ہے۔ خواہ اس کا ارادہ صرف یہی یعنی دین کی سر بلندی ہو

۱۔ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ الْمُسْلَسِل: ۱۷

۲۔ صحیح مسلم = کتاب الإمارة: باب من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا، الحديث: ۱۹۰۴۔ اس حدیث کو امام ترمذی، نسائی

اور ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے۔

یا اس کے ساتھ ساتھ حصول غنیمت کا خیال بھی شامل ہو جائے۔

◎ امام طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”إِذَا كَانَ أَصْلُ الْبَاعِثِ هُوَ الْأَوَّلُ (إِعْلَاءُ كَلِمَةِ اللَّهِ) لَا يَضُرُّهُ مَا عَرَصَ لَهُ بَعْدَ ذَلِكَ وَبِذَلِكَ قَالَ الْجَمْهُورُ“

”جب مجاہد کے قتال کا اصل باعث اور مقصود اعلائے کلمۃ اللہ ہی ہو تو اس کے ضمن میں شامل ہونے والی کسی غرض سے اسے کوئی نقصان نہ ہوگا۔ اکثر علمائے اسلام کا بھی یہی موقف ہے۔“

سنن نسائی میں حدیث ہے، جسے جید سند کے ساتھ روایت کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے سوال کیا:

[۹۳۷] «أَرَأَيْتَ رَجُلًا غَزَا يَلْتَمِسُ الْأَجْرَ وَالذِّكْرَ مَا لَهُ؟ قَالَ ”لَا شَيْءَ لَهُ“ ، فَأَعَادَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ يَقُولُ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ”لَا شَيْءَ لَهُ“ ثُمَّ قَالَ ”إِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبَلُ مِنَ الْعَمَلِ إِلَّا مَا كَانَ لَهُ خَالِصًا وَابْتِغَى بِهِ وَجْهَهُ“ ۵

”(یا رسول اللہ!) بتائیے کہ ایک شخص اجر اور نیک شہرت دونوں مقاصد کے لئے جہاد کرتا ہے۔ اسکو کیا حاصل ہوگا؟ فرمایا: اس کو کچھ نہیں ملے گا۔ اس نے تین بار اپنا سوال دہرایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو یہی جواب دیا کہ اس کو کچھ نہیں ملے گا“ پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ وہی عمل قبول کرتا ہے جو خالص اس کی رضا مندی کے لئے کیا جائے۔“

حافظ ابن حجر کہتے ہیں: یہ حدیث اکثر علماء کے موقف کے منافی نہیں کیونکہ ”لا شیء“ کا حکم اس وقت ہوگا۔ جبکہ مجاہد کی نیت میں اعلائے کلمۃ اللہ کا خیال غالب نہ ہو اور اصل مقصد وہ نہ ہو۔ بلکہ وہ دونوں مقصدوں کو اس مقصد کا درجہ دے بیٹھے۔ حاصل بحث یہ ہے کہ جنگ و قتال کے لئے ابھارنے والی تین قوتیں ہیں۔

۱ قوت عقلیہ: جس کا تعلق عقل سلیم اور مثبت سوچ کے ساتھ ہو۔

۲ قوت غضبانیہ: جس کا تعلق انسان کے غصے کی حالت سے ہو۔

۳ قوت شہوانیہ: جس کا تعلق انسان کی نفسانی خواہش یا لالچ وغیرہ سے ہو۔

فی سبیل اللہ وہی قتال ہوگا۔ جس کے لئے ابھارنے اور برا بھلا کرنے والی قوت عقلیہ (یعنی بغرض اعلائے کلمۃ اللہ) ہوگی۔ جبکہ جنگ کے اسباب اور مقاصد کل چھ ہیں:

- | | | | |
|---|-------------|---|-------------|
| ۱ | طلب اجر | ۲ | طلب غنیمت |
| ۳ | اظہار شجاعت | ۴ | عصیت و حمیت |
| ۵ | غضب | ۶ | ریاء و نمود |

ان میں طلب اجر کے سوا باقی تمام مقاصد بھی قابل تعریف اور کبھی قابل مذمت ہوتے ہیں۔ حدیث کے مطابق مجاہد فی سبیل اللہ وہی ہے، جس کا اصل مقصد فقط اعلاء کلمۃ اللہ ہو۔ اگرچہ ضمناً کوئی دوسری غرض بھی ساتھ شامل ہو جائے۔^۹

اللہ تعالیٰ کے لئے لڑنے والا اور شیطان کے لئے لڑنے والا:

گذشتہ بحث سے دلائل اور براہین کی روشنی میں یہ امر واضح ہو چکا ہے کہ اعلاء کلمۃ اللہ کے ساتھ ساتھ ضمنی طور پر کسی دوسری جائز غرض کا شامل ہو جانا نقصان دہ نہیں ہے۔ نہ ہی جہاد کو فی سبیل اللہ کے مفہوم سے خارج کرتا ہے۔

◎ امام صنعانی رحمہ اللہ امام طبری رحمہ اللہ کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

”قَالَ الطَّبْرِيُّ إِنَّهُ إِذَا كَانَ أَصْلُ الْمَقْصِدِ إِعْلَاءَ كَلِمَةِ اللَّهِ لَمْ يَضُرَّ مَا حَصَلَ مِنْ غَيْرِهِ ضَمْنًا وَ بِذَلِكَ قَالَ الْجَمْهُورُ وَالْحَدِيثُ يَحْتَمِلُ أَنَّهُ لَا يَخْرُجُ عَنْ كَوْنِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ مَعَ قَصْدِ التَّشْرِيكِ لِأَنَّهُ قَاتِلٌ لَتَكُونَ كَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا..... فَيَدْعُونَ اللَّهَ بِنَبِيلِهِ“^{۱۰}

”امام طبریؒ نے کہا ہے کہ جب مجاہد کا اصل مقصد اعلاء کلمۃ اللہ ہی ہو تو ضمناً کسی دوسری (جائز) غرض کا اس میں شامل ہو جانا کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ اکثر علمائے اسلام کا بھی یہ موقف ہے۔ حدیث مذکور میں بھی اس معنی کا احتمال موجود ہے۔ کہ کسی دوسری غرض کے ساتھ شامل ہو جانے سے جہاد کا مفہوم فی سبیل اللہ سے خارج نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس صورت میں بھی مجاہد نے اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جہاد کیا ہے۔“ اس کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ہوتی ہے:

[۹۳۸] ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ ط﴾ [البقرة=۲: ۱۹۸]

”تمہارے لئے کوئی حرج نہیں کہ (سفر حج میں) اپنے رب کا فضل (رزق) تلاش کرو۔“

چنانچہ جب دوران حج طلب رزق سے اس کی فضیلت میں کوئی کمی نہیں آتی تو دوران جہاد مال غنیمت کا طلب کرنا بھی قتال فی سبیل اللہ کے اجر و ثواب کے منافی نہیں ہوگا۔ بشرطیکہ مجاہد کا سب سے پہلا اور سب سے بڑا مقصد اللہ کے کلمہ کی سر بلندی ہی ہو۔ لیکن جب دونوں مقصد برابر ہوں تو اس میں کلام باقی ہے۔ چنانچہ مذکورہ بالا آیت اور حدیث کا ظاہر مفہوم تو یہی ہے کہ اس صورت میں بھی مجاہد کو کوئی حرج و نقصان نہیں ہوگا۔ البتہ امام نسائی نے ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی ایک درج ذیل حدیث روایت کی ہے۔ جو پہلے اسی باب میں گزر چکی ہے:

[۹۳۹] «جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَرَأَيْتَ رَجُلًا غَزَا يَلْتَمِسُ الْأَجْرَ وَالذِّكْرَ مَا لَهُ؟ قَالَ لَا شَيْءَ لَهُ - فَأَعَادَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ يَقُولُ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَا شَيْءَ لَهُ" ثُمَّ قَالَ إِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبَلُ مِنَ الْعَمَلِ إِلَّا مَا كَانَ لَهُ خَالِصًا وَابْتِغَى بِهِ وَجْهَهُ» ۱۱

”ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آ کر اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ بتلائیے کہ ایک آدمی جہاد کرتا ہے۔ اجر اور نیک نامی دونوں کا طلبگار ہے۔ اسے کیا ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔ سائل نے تین مرتبہ اسی سوال کو دہرایا اور آپ ﷺ نے ہر دفعہ ”لَا شَيْءَ“ کہہ کر جواب دیا۔ بعد ازاں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ صرف وہی عمل قبول فرماتا ہے۔ جو خالصتاً اللہ کی رضا کے لئے ہو۔“

چنانچہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جب مجاہد کے دونوں مقصد مساوی اور برابر ہونگے تو اجر و ثواب باطل ہو جائے گا۔ لیکن اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ نیک نامی کی طلب ریا کاری کے ہی ہم معنی ہے۔ جو نیک اعمال کو ضائع اور باطل کر دیتی ہے۔ (گویا وہ ناجائز غرض ہے) جبکہ مال غنیمت حاصل کرنے کی نیت کا اور معاملہ ہے کیونکہ وہ مقصد جہاد کے منافی نہیں۔ بلکہ جب مال غنیمت کے حصول سے ارادہ یہ ہو کہ مشرکین کو غیظ و غضب دلایا جائے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں رہ کر مال غنیمت سے فائدہ حاصل کرنا ہو تو یہ بذات خود اجر و ثواب کا باعث ہوگا۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

[۹۴۰] ﴿وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نِيْلًا إِلَّا أَكُتِبَ لَهُمْ بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ﴾ [التوبة=۹: ۱۲۰]

”اور وہ دشمن سے جو بھی کامیابی حاصل کرتے ہیں تو ان کے لئے اسکے بدلے نیک عمل لکھا جاتا ہے۔“

مذکورہ بالا آیت میں ”کامیابی“ سے مراد وہ کامیابی ہے جو جائز ہو۔ رسول اللہ ﷺ جنگ سے پہلے اور جنگ کے دوران یہ اعلان فرماتے:

[۹۴۱] «مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا لَهُ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ فَلَهُ سَلْبُهُ»^{۱۲}

”جو کسی کافر کو قتل کر دے گا تو اس کا چھینا ہوا مال اسی کو دیا جائے گا۔“

یہ حدیث اس بات کی واضح دلیل ہے کہ غنیمت کی خواہش مقصد قتال کے ہرگز منافی نہیں۔ بلکہ آپ نے یہ اعلان اپنے مجاہدین کو مشرکین کے قتال میں خوب محنت اور کوشش کرنے کے لئے اور رغبت دلانے کے لئے اور شوق پیدا کرنے کیلئے ہی فرمایا تھا۔ بالکل اسی مفہوم کی ایک دوسری متفق علیہ حدیث بھی ہے:

[۹۴۲] «إِن تَدَبَّ اللَّهُ لِمَنْ خَرَجَ فِي سَبِيلِهِ لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا إِيمَانٌ بِي وَتَصْدِيقٌ بِرُسُلِي

أَنْ أَرْجِعَهُ بِمَا نَالَ مِنْ أَجْرِ أَوْ غَنِيمَةٍ أَوْ أُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ»^{۱۳}

”اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے لے لیا ہے کہ جو اس کے راستے میں اللہ پر ایمان لاتے ہوئے اور اس کے رسولوں کی تصدیق کرتے ہوئے نکلے گا اس کو اجر و ثواب یا مال غنیمت (دونوں یا دونوں میں سے ایک) کے ساتھ واپس کرونگا۔ یا اس کو جنت میں داخل کروں گا۔“

اس میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ مذکورہ بالا صحیح احادیث کے معانی اور مفہیم سے قطعی طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ اعلاء کلمۃ اللہ کے ساتھ کوئی دوسری (شرعاً جائز) غرض شامل کرنا صحیح ہے۔ بلکہ مال غنیمت کو حاصل کرنے کی خواہش ایک ایسی جائز خواہش ہے کہ بعض اوقات کافروں اور مشرکوں کے ساتھ جہاد کا مقصد ہی صرف ان کے مال حاصل کرنا ہوتا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ غزوہ بدر میں تین سو تیرہ جانثاروں کے ساتھ شام سے واپس آنے والے مشرکین کے مال و اسباب سے لدے ہوئے قافلہ کی طرف اسی مقصد کے لئے روانہ ہوئے تھے

^{۱۲} صحیح البخاری = کتاب الجہاد / أبواب الخمس: باب مَنْ لَمْ يُخَمَّسِ الْأَسْلَابُ وَ مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا فَلَهُ سَلْبُهُ.....، الحدیث: ۲۹۷۳ + صحیح مسلم = کتاب الجہاد والسیر: باب استحقاق القاتل سلب القتیل، الحدیث: ۱۷۵۱۔ اس حدیث کو امام

ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے۔

^{۱۳} تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقَّة السلسل: ۹

اور یہ مقصد اعلاء کلمۃ اللہ کے منافی نہیں۔ بلکہ مال غنیمت کا حصول کلمۃ اللہ کی سر بلندی کے لئے تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے اس ارادہ کو جائز قرار دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

[۹۴۳] ﴿وَتَوَدُّونَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشُّوْكَةِ تَكُونُ لَكُمْ﴾ [الأنفال = ۷:۸]

”اور تم یہ پسند کرتے تھے کہ تمہارا آئنا سامنا ایک غیر مسلح قافلہ کے ساتھ ہو (جو غلہ بردار ہے)۔“

اللہ تعالیٰ نے ایسے ارادہ پر ان کی کوئی مذمت نہیں فرمائی۔ حالانکہ اس میں جنگ کے مقابلہ میں صحابہ کی مال کے ساتھ محبت کا اظہار بھی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ مشرکین کو خوفزدہ اور ہراساں رکھنا ان کے مال و مواشی پر قبضہ کرنا اور ان کے باغات اور جنگلات کو تاخت و تاراج کرنا: جیسے معاملات بھی اعلاء کلمۃ اللہ کے مفہوم میں شامل ہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث یوں ہے:

[۹۴۴] «إِنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! رَجُلٌ يُرِيدُ الْجِهَادَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَهُوَ يَبْتَغِي عَرَضًا مِنَ الدُّنْيَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «لَا أَجْرَ لَهُ» فَأَعْظَمَ ذَلِكَ النَّاسُ وَقَالُوا لِلرَّجُلِ أَعِدْ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَعَلَّكَ لَمْ تَفْهَمْهُ - فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! رَجُلٌ يُرِيدُ الْجِهَادَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَهُوَ يَبْتَغِي عَرَضًا مِنَ الدُّنْيَا؟ فَقَالَ «لَا أَجْرَ لَهُ» فَقَالُوا لِلرَّجُلِ: أَعِدْ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَقَالَ لَهُ الْفَالِئَةُ! فَقَالَ لَهُ «لَا أَجْرَ لَهُ» ۝۳

”ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ایک آدمی جہاد فی سبیل اللہ کا ارادہ رکھتا ہے۔ اور اس میں دنیا کا مال طلب کرتا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے لئے کوئی اجر نہیں۔ یہ بات صحابہ رضی اللہ عنہم پر بہت گراں گزری۔ انہوں نے پھر اسی شخص سے کہا: دوبارہ رسول اللہ ﷺ سے استفسار کریں، ممکن ہے آپ انہیں سمجھا نہ پائے ہوں۔ اس نے کہا: یا رسول اللہ! ایک آدمی جہاد فی سبیل اللہ دنیاوی غرض کی نیت کے ساتھ کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”اس کے لئے کوئی اجر نہیں“ صحابہ نے پھر اس شخص سے کہا: اپنا سوال دہراؤ۔“ اس نے تیسری بار سوال دہرایا۔ آپ نے پھر فرمایا: اس کے لئے کوئی اجر نہیں ہے۔“

تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جب مجاہد کی غرض محض طلب دنیا ہو۔ وگرنہ طلب غنیمت کو مقصد جہاد میں شامل کرنا صحابہ کرام کے ہاں ایک مشہور و معروف اور تسلیم شدہ امر تھا۔ اور وہ خود اللہ تعالیٰ سے اس کے لئے دعا کیا کرتے تھے۔ چنانچہ امام حاکم اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہما نے صحیح سند کے ساتھ یہ حدیث روایت کی ہے کہ غزوہٴ احد کے روز سیدنا عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے یہ دعا کی:

[۹۴۵] « اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ رَجُلًا شَدِيْدًا اُقَاتِلُهُ وَ يُقَاتِلُنِيْ ثُمَّ ارْزُقْنِيْ عَلَيْهِ الظَّفَرَ حَتّٰى اَقْتُلَهُ وَ اَخْذُ سَلْبَهُ » ۱۵

”اے اللہ! مجھے (مقابلے کے لئے) ایک قوی اور مضبوط آدمی عطا فرما جس سے میں لڑوں اور وہ مجھ سے لڑے۔ پھر مجھے اس کے مقابلے میں کامیابی نصیب فرما۔ حتیٰ کہ میں اس کو قتل کر ڈالوں اور اس کا چھینا ہوا مال حاصل کر لوں۔“ ۱۶

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی مذکورہ بالا ابو داؤد کی حدیث ناقابل استدلال ہے۔ جس میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! ایک شخص جہاد فی سبیل اللہ کا ارادہ رکھتا ہے اور اس میں دنیا کا مال بھی طلب کرتا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے لئے کوئی اجر نہیں۔ اس حدیث میں ابن کمرز مجہول راوی ہے۔ ایک شامی آدمی تھا اس سے زیادہ اس کا کوئی تعارف مذکور نہیں۔ لہذا وہ مجہول الحال شخص ہے۔ جیسا کہ امام منذری نے کہا ہے۔ ۱۷

لہذا صحیح احادیث کے مخالف ہونے کی صورت میں اس کا کوئی صحیح مفہوم متعین کرنا غیر ضروری ہے۔

طاغوت کے راستے میں قتال

طاغوت کا مفہوم:

الطَّاغُوتُ: عِبَارَةٌ عَنْ كُلِّ مُعْتَدٍ وَ كُلِّ مَعْبُودٍ مِنْ دُونِ اللّٰهِ وَ يَسْتَعْمَلُ فِي الْوَاحِدِ وَ الْجَمْعِ كَمَا قَالَ تَعَالٰی ﴿ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ — وَالَّذِينَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتِ — اَوْلِيَائُ هُمُ الطَّاغُوتُ — يُرِيدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْا اِلَى الطَّاغُوتِ — ﴾ سُمِّيَ

۱۵ سُنَنُ الْبَيْهَقِيِّ = كِتَابُ قِسْمِ الْفِيءِ وَالْغَنِيْمَةِ: بَابُ السَّلْبِ لِلْقَاتِلِ۔ (۳۰۵/۶)

۱۶ سُبُلُ السَّلَام: ۴/ ۸۸۰۸۷ + فَتْحُ الْبَارِي: ۶/ ۳۶۸

۱۷ مختصر سنن أبي داؤد للمندري = كتاب الجهاد: باب فيمن بغزو و يلتبس الدنيا الحديث: ۲۴۰۶

السَّاجِرَ وَالْكَاهِنَ وَالْمَارِدُ مِنَ الْجِنَّ - وَالصَّارِفُ عَنْ طَرِيقِ الْحَقِّ طَاغُوتًا»^{۱۸}

”طاغوت سے مراد ہر ظالم اور وہ معبود ہے جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جائے۔ یہ لفظ واحد اور جمع کے طور پر دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۹۴۶] ﴿فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝﴾ [البقرة=۲:۲۵۶]

”جو کوئی طاغوت (یعنی شیطان اور معبود من دون اللہ) کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو اس نے مضبوط رسی کو پکڑ لیا۔“

[۹۴۷] ﴿وَالَّذِينَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ أَنْ يَعْبُدُوهَا وَأَنَابُوا إِلَى اللَّهِ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ۝﴾ [الزمر=۳۹:۱۷]

”اور وہ لوگ جنہوں نے شیطان کو پوجنے سے اجتناب کیا اور اللہ کی طرف رجوع کیا۔ ان کے لیے بشارت ہے۔ اے نبی! تو میرے بندوں کو بشارت سنادے۔“

[۹۴۸] ﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَوْلِيَاءُ هُمُ الطَّاغُوتُ﴾ [البقرة=۲:۱۵۷]

”اور وہ لوگ جو کافر ہیں شیطان ان کے دوست ہیں.....“

[۹۴۹] ﴿يُرِيدُونَ أَنْ يُتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ﴾ [النساء=۴:۶۰]

”وہ ارادہ رکھتے ہیں کہ شیطان کی طرف اپنے فیصلے لے کر جائیں۔“

نسل انسانی میں موجود شیاطین، صراط مستقیم سے باز رکھنے والے، جادوگر، نجومی، سرکش جنات اور صراط مستقیم سے باز رہنے والے بھی طاغوت کہلاتے ہیں:

◎ مفسر قرآن امام قرطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”قَالَ أَبُو عُبَيْدَةَ وَالْكَسَائِيُّ: ”الطَّاغُوتُ“ يَذْكَرُ وَيُؤنَّثُ لَانَّهُمْ كَانُوا يُسَمَّوْنَ الْكَاهِنَ وَالْكَاهِنَةَ طَاغُوتًا. قَالَ أَبُو اسْحَق: الدَّلِيلُ عَلَى أَنَّهُ الشَّيْطَانُ قَوْلُهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿فَقَاتِلُوا أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ.....﴾“^{۱۹}

”ابو عبیدہ اور کسائی نے کہا ہے: طاغوت مذکر اور مؤنث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ کیونکہ اہل عرب کا ہن مرد اور کاہنہ عورت کو طاغوت کہتے ہیں۔ ابو اسحق نے کہا یہ آیت

”شیطان کے دوستوں سے جنگ کرو.....“ اس بات کی دلیل ہے کہ طاعوت سے مراد یہاں پر شیطان ہے۔ (لہذا سب سے بڑا طاعوت شیطان اور باطل معبود ہیں۔“)

اللہ پر ایمان اور طاعوت کا انکار:

طاعوت کا انکار اور اللہ پر ایمان نجات کیلئے مضبوط کڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۹۵۰] ﴿فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدْ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ.....﴾

”جو شیطان کا انکار کر دے اور اللہ پر ایمان لے آئے تو یقیناً اس نے ایک مضبوط کڑا تھام لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں ہے.....“

[۹۵۱] ﴿أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ.....﴾ [النحل=۱۶:۳۶]

”(ہم نے ہر امت کی طرف اس پیغام کے ساتھ ایک رسول بھیجا) کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور جھوٹے معبودوں یعنی بتوں سے کنارہ کش ہو جاؤ۔“

[۹۵۲] ﴿الَّذِينَ آمَنُوا يَفْعَلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُفَعِّلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ فَقَاتِلُوا أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ.....﴾

”ایماندار لوگ اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہیں اور کافر شیطان کے راستے میں لڑتے ہیں۔ سو تم شیطان کے دوستوں یعنی کفار و مشرکین کے ساتھ قتال کرتے رہو۔“

ہم گذشتہ اوراق میں دلائل کے ساتھ ثابت کر چکے ہیں کہ جہاد فی سبیل اللہ سے مراد ہر وہ جہاد و قتال ہے۔ جس کا سب سے بڑا مقصد کلمۃ اللہ کی سر بلندی اور دین حق کو غالب کرنا ہو۔ ہر وہ شخص مجاہد فی سبیل اللہ ہے جو اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جنگ و قتال کرے۔ خواہ اس عظیم ترین مقصد کے ساتھ دیگر جائز اور شرعی مقاصد (حصول غنیمت وغیرہ) شامل ہوں۔ لہذا فی سبیل اللہ کے مفہوم میں مال غنیمت کا حصول، مسلمانوں کے علاقوں کو کافروں کے ظلم اور پٹخے استبداد سے چھڑانا اور مظلوم، بے بس اور لاچار مسلمانوں کی مدد جیسی دینی اغراض داخل ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید کی بہت زیادہ واضح آیات اور بخاری و مسلم کی بہت زیادہ صحیح اور متواتر احادیث اس پر دلائل کے طور پر موجود ہیں۔ ہم ان کے ظاہری معانی سے استدلال کرتے ہوئے اس موضوع کو تحقیق کے اعلیٰ معیار پر ثابت کر چکے ہیں۔ یہ امر بھی واضح ہو چکا ہے کہ اکثر علمائے اسلام، محدثین اور فقہاء کا یہی موقف ہے۔ امام بخاری و مسلم اور دیگر کتب احادیث کے مصنفین اور فقہ اسلامی کے

فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے۔ تفصیل کے لئے متعلقہ ابواب کا مطالعہ کریں۔ لہذا صحیح بخاری کے درج ذیل عنوانات ملاحظہ کریں:

۱] مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا

۲] مَسْحُ الْغُبَارِ عَنِ الرَّأْسِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

۳] الْحَيْلُ لثَلَاثَةٍ

اسی طرح صحیح بخاری، صحیح مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابوداؤد اور مؤطا امام مالک وغیرہ میں کتاب الزکاۃ اور کتاب الجہاد کے وہ ابواب جن میں فی سبیل اللہ کے شرعی مفہوم کو آیات و احادیث سے استدلال کرتے ہوئے متعین کیا گیا ہے۔ تو یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی۔ بعض لوگوں کا موقف ہے کہ کمزوروں اور بے بسوں کے لئے جہاد کرنا، مال غنیمت کے حصول کے لئے لڑنا اور مسلم علاقوں کو کافروں کے قبضہ سے آزاد کرنا جہاد فی سبیل اللہ نہیں۔ یہ موقف درست نہیں۔ بلکہ بعض لوگ تو ان مقاصد کے لئے جہاد کرنے کو ”قتال فی سبیل اللہ الطاغوت“ قرار دیتے ہیں۔ یہ موقف قرآن و حدیث کی واضح عبارتوں میں تبدیلی کرنے کے مترادف، کھلی گمراہی اور کج روی ہے۔ جس کی اصل وجہ قرآن و سنت میں غور و فکر نہ کرنا، اندھی جہالت، بغاوت اور فساد کی فضا پیدا کرنا ہے۔ عین ممکن ہے کہ اس کا سبب شیطانی چالیں اور مکاریاں ہوں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اسکے بندوں کا یہ واضح دشمن بنی آدم کو گمراہ کرنے کا ارادہ کر چکا ہے۔ اس لئے وہ دینی فرائض کے ہر دروازے پر گھات لگائے بیٹھا ہے۔

شیطان کے دجل و فریب کا جال اور مومن کا یقین کامل:

اس خطرناک دشمن شیطان ملعون کی خفیہ کمین گاہوں کا نقشہ درج ذیل حدیث میں یوں کھینچا گیا ہے۔ سیدنا سُبْرہ بن ابی فاکہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

[۹۵۳] « إِنَّ الشَّيْطَانَ قَعَدَ لِلْبَّيْنِ آدَمَ بِأَطْرُقِهِ - فَقَعَدَ لَهُ بِطَرِيقِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ تَسْلِمُ وَ

تَذَرُ دِينَكَ وَ دِينَ آبَائِكَ وَأَبَاءِ أَيْكَ فَعَصَاهُ فَأَسْلَمَ - ثُمَّ قَعَدَ لَهُ بِطَرِيقِ الْهِجْرَةِ فَقَالَ

تُهَاجِرْ وَ تَدْعُ أَرْضَكَ وَسَمَائَكَ وَ إِنَّمَا مَثَلُ الْمُهَاجِرِ كَمَثَلِ الْفَرَسِ فِي الطَّوْلِ فَعَصَاهُ

فَهَاجَرَ - ثُمَّ قَعَدَ لَهُ بِطَرِيقِ الْجِهَادِ فَقَالَ تُجَاهِدُ فَهُوَ جَهْدُ النَّفْسِ وَ الْمَالِ فَتُقَاتِلُ فَتُقْتَلُ

فَتَنُكْحُ الْمَرْأَةَ وَ يُعَسِّمُ الْمَالَ فَعَصَاهُ فَجَاهَدَ - فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ أَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ وَمَنْ قُتِلَ كَانَ حَقًّا عَلَى
اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ أَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ - وَإِنْ غَرِقَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ أَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ أَوْ وَقَصَّتُهُ
دَابَّتُهُ كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ أَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ ۝

”شیطان ابن آدم کے تمام راستوں میں گھات لگائے بیٹھا رہتا ہے۔ چنانچہ اسلام کے
راستے میں بیٹھتا ہے۔ تو اسے کہتا ہے: تم اسلام لاؤ گے تو اپنے پیدائشی اور آبائی دین کو
چھوڑ بیٹھو گے۔ لیکن ابن آدم نے اس کی بات نہ مانی اور دین اسلام قبول کر لیا۔ پھر وہ
ہجرت کے راستے میں بیٹھ جاتا ہے اور اس کو بہکاتے ہوئے کہتا ہے: تم اگر ہجرت کرو گے
تو اپنی سر زمین اور اپنے آسمان کو خیر باد کہہ دو گے۔ مہاجر کی مثال تو رسی میں باندھے
ہوئے گھوڑے کی طرح ہے (یعنی حریت اور آزادی سے محروم ہو جاؤ گے اور ایک خاص
وطن میں مقید ہو کر رہ جاؤ گے)۔ لیکن ابن آدم اس کی نافرمانی کرتے ہوئے ہجرت اختیار
کر لیتا ہے۔ پھر شیطان اس کے لئے جہاد کے راستے میں گھات لگاتا ہے۔ اور اس کو
بہکاتا ہے کہ تم جہاد کرو گے۔ یہ تو جان و مال کی مشقت اور قربانی ہے۔ چنانچہ تم قتال کرو
گے تو موت آجائے گی پھر تمہاری عورت سے نکاح کر لیا جائے گا اور تمہارا مال وارثوں
میں تقسیم ہو جائے گا۔ مگر ابن آدم اس بار بھی اس کی مخالفت کرتے ہوئے جہاد کرتا ہے۔
چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو انسان ایسی عزیمت اور پختہ یقین کا مظاہرہ کرے گا۔
اللہ پر حق ہوگا کہ اس کو جنت میں داخل فرمائے اور جو (راہ جہاد میں) مارا جائے اللہ پر
حق ہوگا کہ اسے جنت میں داخل کر دے۔ اگر وہ اسی دوران غرق ہو جائے تو اللہ پر حق ہو
گا کہ اس کو جنت میں داخل کر دے۔ اگر اس کی سواری اسے گرا کر ہلاک کر دے تو اللہ پر
حق ہوگا کہ اسے جنت میں داخل فرمائے۔“

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

[۹۵۴] ﴿لَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخٰسِرُونَ﴾ [المجادلة = ۱۹:۵۸]

”آگاہ رہو کہ شیطان کا گروہ لازماً خسارہ پانے والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنی جماعت کے بارے میں ارشاد فرمایا:

[۹۵۵] ﴿الَاَ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝﴾ [المجادلة=۵۸:۲۲]

”آگاہ رہو کہ اللہ کی جماعت والے ہی بالآخر کامیاب ہونگے۔“

شیطان کے مکرو فریب کے بارے میں ارشاد فرمایا:

[۹۵۶] ﴿اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِیْفًا ۝﴾ [النساء=۴:۷۶]

”یقیناً شیطان کا مکرو فریب ضعیف و کمزور ہے۔“

سابقہ بحث سے ثابت ہوا:

① شہید اور غازی (زخمی ہو یا صحیح سالم) دونوں اجر عظیم کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ دونوں کے لئے دخول جنت یا اجر اور غنیمت کا ضامن ہے۔

② صحیح مسلم میں سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ”تحقیق انہوں نے اپنے اجر و ثواب کے دو حصے وصول کر لئے.....“ صحیح ہے اور سورۃ النساء کی آیت ۷۶: اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ضمانت و کفالت کے تذکرے والی حدیث کے مخالف نہیں ہے۔ بلکہ صحیح مسلم والی حدیث میں مجاہدین کے اجر و ثواب کے مختلف مراتب کی تفصیل ہے۔ اس کے باوجود وہ سب کے سب اجر عظیم کے مطلق طور پر حقدار ہیں۔

③ شہداء بدر یکے جنتی، سب سے افضل مجاہدین اور بخشے ہوئے مومن ہیں۔

④ مجاہد شہید ہو جائے تو بلا شک و شبہ جنتی اور مکمل اجر کا مستحق ہے۔

⑤ غنیمت پا کر صحیح سالم لوٹے تو $\frac{2}{3}$ (دو تہائی حصہ) اجر دنیا میں وصول کر چکا اور

$\frac{1}{3}$ (ایک تہائی حصہ) آخرت میں پالے گا۔

⑥ زخمی ہو کر غنیمت حاصل کر لے تو $\frac{1}{3}$ (ایک تہائی) حصہ اجر پا گیا $\frac{2}{3}$ (دو تہائی) حصہ کا آخرت میں حقدار ہوگا۔

⑦ اگر زخمی ہو کر غنیمت حاصل کئے بغیر لوٹے تو بھی ان شاء اللہ مکمل اجر و ثواب کا مستحق ہوگا۔

⑧ مذکورہ بالا تمام صورتیں اجر عظیم میں داخل ہیں اور مختلف دلائل میں موافقت پیدا کرنے کی صحیح صورت یہی ہے۔

⑨ مجاہد فی سبیل اللہ وہ ہے جو اللہ کے کلمہ کی سر بلندی کے لئے قتال کرے۔ (یعنی اس کا

سب سے بڑا مقصد یہی ہو) اگرچہ ضمنی طو پر وہ کوئی دوسری جائز غرض بھی رکھتا ہو۔ یہ مؤقف قرآن و سنت کی تمام عبارتوں کے عین مطابق ہے اور اکثر علمائے اسلام کا یہی مؤقف ہے۔

⑦ مال غنیمت کو حاصل کرنا، اسلامی علاقوں کو آزاد کروانا اور بے بس اور لاچار مظلوم مسلمانوں کی مدد کرنا وغیرہ جہاد کے شرعی اغراض و مقاصد ہیں۔ لیکن یہ تمام مقاصد اِعْلَاءِ کَلِمَةِ اللّٰہ کے ساتھ مشروط ہونگے۔

⑧ سفر حج میں روزی کی تلاش اسی طرح سفر جہاد میں مال غنیمت کی تلاش حج اور جہاد کے مقاصد کے منافی نہیں اور نہ ان کی تلاش انکے اجر عظیم میں کمی واقع کریں گی۔

⑨ ناجائز اور غیر شرعی مقصد جہاد سمیت تمام اعمال کو باطل کر دیتا ہے۔

⑩ سورۃ التوبہ کی آیت: ۱۲۰ اور صحیح حدیث ”جس نے کسی (کافر) کو قتل کیا، اس کے پاس اس کی دلیل بھی ہے تو اس مقتول سے چھینا ہوا مال اس (قاتل) کو ملے گا“ اس بات کی کے واضح دلائل ہیں کہ مال غنیمت کا حصول جہاد کا شرعی مقصد ہے۔ بلکہ عظیم مقصد ہے۔

⑪ ”طاغوت کے راستے“ سے مراد شیطانوں اور جھوٹے معبودوں کا راستہ ہے۔ سب سے بڑا

طاغوت شیطان ہے۔ جبکہ ”شیطان کے دوستوں“ سے مراد جھوٹے اور باطل معبود ہیں۔

⑫ ”فی سبیل اللہ“ کا مفہوم بڑا جامع اور وسیع ہے اور اللہ کے کلمہ کی سربلندی کے علاوہ بہت

سارے شرعی مقاصد مثلاً مال غنیمت کا حصول اور کمزور اور بے بس مسلمانوں کی مدد وغیرہ

جہاد فی سبیل اللہ کے اہداف و اغراض میں شامل ہیں۔

⑬ کمزوروں کی مدد کرنے اور مال غنیمت حاصل کرنے، جیسے شرعی اور جائز مقاصد کے لئے

جہاد کرنے کو ”قتال فی سبیل الطاغوت“ کہنا قرآن و سنت کے دلائل میں تحریف کرنے

کے مترادف اور واضح گمراہی ہے۔

⑭ دنیاوی نقصانات کے حوالے سے اسلام قبول کرنے، اللہ کی طرف ہجرت کرنے اور جہاد

فی سبیل اللہ سے منع کرنا شیطان العین کی مکروہ چال ہے۔ جبکہ غلبہ حق کی خاطر جانی و مالی

نقصان کو برداشت کرنا اہل حق اور مخلص مومنوں کا طرہ امتیاز ہے۔

سیدنا عمر و بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۹۵۷] «مَنْ شَابَ شَيْبَةً فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَانَتْ لَهُ نُورًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ»^{۲۱}

”جس شخص کے کچھ بال اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے سفید ہو گئے وہ قیامت کے روز اس کے لئے نور (روشنی) ثابت ہو گئے۔“

جبکہ ایک اور صحابی رسول سیدنا کعب بن مرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں یوں الفاظ ہیں:

[۹۵۸] «مَنْ شَابَ شَيْبَةً فِي الْإِسْلَامِ كَانَتْ لَهُ نُورًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ»^{۲۲}

”جس کے کچھ بال اسلام میں سفید ہو گئے۔ اس کے لئے قیامت کے دن ایک نور ہو گا۔“

اس حدیث میں ”فی الاسلام“ سے مراد جہاد ہی ہے۔ کیونکہ وہ اسلام کی چوٹی کی کوہان ہے۔ اسلام کل ہے اور جہاد سب سے بڑا جزء ہے۔ کل بول کر سب سے بڑا جزء مراد لیا گیا ہے۔ اس کو علم منطق اور علم کلام اور فصاحت و بلاغت کی رو سے مجاز مرسل کہا جاتا ہے۔ کلام عرب میں ایسا اکثر ہوتا ہے۔ سیدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ والی حدیث حسن صحیح ہے اور سیدنا کعب بن مرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث حسن ہے۔ اور حسن کے مقابلے میں صحیح قابل ترجیح ہوتی ہے۔ لہذا سیدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ والی حدیث کو ترجیح حاصل ہوگی۔ جس میں یہ ذکر ہے جو جہاد میں بوڑھا ہوا اس کے لئے قیامت کے روز روشنی ہوگی۔

جہاد گویا سب سے بڑا اسلامی عمل بلکہ عین اسلام ہے۔ اس لئے فی سبیل اللہ اور فی سبیل الاسلام جہاد کے معنی میں استعمال کئے گئے ہیں۔ یہ معجزانہ کلام جامع کلمات کے استعمال کی واضح مثال ہے۔ جامع کلمات کو استعمال کرنا نبی ﷺ کے خاصوں میں سے ایک خاصہ ہے۔^{۲۳}

۱۶) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

[۹۵۹] «وَفَدَّ اللَّهُ ثَلَاثَةً: الْغَازِي، وَالْحَاجُّ، وَالْمُعْتَمِرُ»^{۲۴}

۲۱) صحیح الترمذی = أبواب فضائل الجہاد: باب من شاب شبيبة في سبيل الله عز وجل ، الحديث: ۱۳۳۵ + صحيح

النسائي = كتاب الجہاد: باب ثواب من رمى بسهم في سبيل الله، الحديث: ۲۹۴۸، ۲۹۴۵

۲۲) صحیح الترمذی = أبواب فضائل الجہاد: باب من شاب شبيبة في سبيل الله عز وجل ، الحديث: ۱۳۳۴ + صحيح

النسائي = كتاب الجہاد: باب ثواب من رمى بسهم في سبيل الله، الحديث: ۲۹۴۷

۲۳) تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۶۹۱

۲۴) صحیح النسائي = كتاب مناسك الحج: باب فضل الحج ، الحديث: ۲۴۶۲ = كتاب الجہاد: باب الغزاة وفد الله تعالى ،

الحديث: ۲۹۲۴۔ اس حدیث کو امام بیہقی رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔

”اللہ تعالیٰ کا وفد (اس کی طرف جانے والے مسافر) تین قسم کے لوگ ہیں: (i) غازی (ii) حاجی (iii) عمرہ کرنے والا (کیونکہ یہ تینوں اہل و عیال اور وطن چھوڑ کر اللہ کی طرف ہجرت کرنے والے ہیں۔)

⑫ حج، عمرہ اور جہاد تینوں عبادات ہیں اور ان کے مقاصد مشترک ہیں۔ اللہ کی قابل احترام قرار دی ہوئی چیزوں کی تعظیم و تکریم، کلمۃ اللہ کی سر بلندی اور عظمت ان کا اصل سرمایہ ہے۔ جس کے فوائد اور اچھے نتائج دنیا میں دین اسلام کے قیام، زمین پر مومنوں کے اقتدار اور خلافت اسلامیہ کی شکل میں نمودار ہوتے ہیں۔ آخرت میں جنت کی لازوال و ابدی نعمتوں کے علاوہ اللہ کی خوشنودی، اللہ سے ملاقات کا حاصل ہو جانا اس کے ثمرات ہیں۔ اسی بناء پر رسول اللہ ﷺ نے یہ بشارتیں سنائیں:

[۹۶۰] «الْعُمْرَةُ إِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا وَالْحَجُّ الْمَبْرُورُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ» ۲۵

”ایک عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ کرنے تک درمیانی وقفہ اور عرصہ کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ جبکہ حج مبرور کی جنت کے سوا کوئی جزاء نہیں ہے۔“

نیز خواتین اسلام سے ارشاد فرمایا:

[۹۶۱] «جِهَادُكُنَّ الْحَجُّ» ۲۶

”تمہارا جہاد بیت اللہ کا حج ہے۔“

((..... ❀ ❀ ❀ ❀ ❀))

۲۵ صحیح البخاری = کتاب الحجّ / أبواب العمرة: باب وجوب العمرة و فضلها، الحديث: ۱۶۸۳ + صحیح مسلم =

کتاب الحجّ: باب فضل الحجّ والہجرة و يوم عرفة، الحديث: ۱۳۴۹

۲۶ تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۱۸۸

شہداء کے متعلق احکام

شہداء کی اقسام:

صداقت اور منافقت کے لحاظ سے شہید ہونے والوں کی درج ذیل تین قسمیں ہیں۔ سیدنا عتبہ بن عبد السلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۹۶۲] «الْقَتْلَى ثَلَاثَةٌ: رَجُلٌ مُؤْمِنٌ جَاهَدَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ حَتَّى إِذَا لَقِيَ الْعَدُوَّ قَاتَلَهُمْ حَتَّى يُقْتَلَ فَذَلِكَ الشَّهِيدُ الْمُمْتَحَنُ فِي خِيَمَةِ اللَّهِ تَحْتَ عَرْشِهِ وَلَا يَفْضُلُهُ النَّبِيُّونَ إِلَّا بِفَضْلِ دَرَجَةِ النَّبَوَةِ - وَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ قَرَفَ عَلَى نَفْسِهِ مِنَ الذُّنُوبِ وَالْخَطَايَا - جَاهَدَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ حَتَّى إِذَا لَقِيَ الْعَدُوَّ قَاتَلَ حَتَّى قُتِلَ فَتِلْكَ مُصْصِمَةً مَحَتْ ذُنُوبَهُ وَ خَطَايَاهُ إِنَّ السَّيْفَ مَحَاٌ لِلْخَطَايَا وَ أَذْخَلَ مِنْ أَى أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَاءَ - فَإِنَّ لَهَا ثَمَانِيَةَ أَبْوَابٍ وَلِجَهَنَّمَ سَبْعَةَ أَبْوَابٍ وَ بَعْضُهَا أَفْضَلُ مِنْ بَعْضٍ - وَ رَجُلٌ مُنَافِقٌ جَاهَدَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ حَتَّى إِذَا لَقِيَ الْعَدُوَّ قَاتَلَ حَتَّى قُتِلَ فَذَلِكَ فِي النَّارِ - إِنَّ السَّيْفَ لَا يَمْحُو النِّفَاقَ» ۱

”قتل ہونے والوں کی تین اقسام ہیں:

- ۱ پرہیزگار مومن شخص جس نے اپنی جان اور مال کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ حتیٰ کہ جب دشمن سے ٹکراؤ ہوا تو جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گیا۔ یہ شہید پاک صاف ہے۔
- ۲ عرش معلیٰ کے نیچے اللہ کے خیمے میں ہے۔ انبیاء علیہم السلام اس سے صرف درجہ نبوت میں بلند اور افضل ہیں (یعنی انبیاء کے بعد دوسرا درجہ اس پاک صاف شہید کو حاصل ہے) خطا کار مومن شخص جس نے بہت سے گناہوں اور خطاؤں کا ارتکاب کیا ہے۔ یہ اپنی جان و مال کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کرتا ہے۔ حتیٰ کہ دشمن کے مقابلے میں قتال کرتے ہوئے مارا جاتا ہے۔ پس یہ شہادت اس کو پاک صاف کرنے والی ہے جس نے

اس کے تمام گناہوں اور خطاؤں کو مٹا دیا ہے۔ کیونکہ بلاشبہ تلوار خطاؤں کو مٹا دینے والی ہے۔ یہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل کیا جائے گا کیونکہ جنت کے آٹھ اور جہنم کے سات دروازے ہیں اور جنت کے دروازوں میں سے بعض دروازے بعض سے افضل و برتر ہیں۔

وہ منافق شخص جو اپنی جان اور مال کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ میں شامل ہوتا ہے حتیٰ کہ دشمن سے لڑتے ہوئے مارا جاتا ہے یہ جہنم میں داخل ہوگا۔ کیونکہ تلوار منافقت کو ختم نہیں کر سکتی۔“

ایمان اور پرہیزگاری کے اعتبار سے شہداء کی اقسام:

ایمان اور پرہیزگاری کے اعتبار سے شہید ہونے والوں کی چار قسمیں ہیں۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

[۹۶۳] «الشَّهَدَاءُ أَرْبَعَةٌ: رَجُلٌ مُؤْمِنٌ حَبِيذُ الْإِيمَانِ لَقِيَ الْعَدُوَّ فَصَدَّقَ اللَّهُ حَتَّى قُتِلَ فَذَلِكَ الَّذِي يَرْفَعُ النَّاسُ إِلَيْهِ أَعْيُنُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ هَكَذَا وَرَفَعَ رَأْسَهُ حَتَّى وَقَعَتْ فَلَنْسُوْتُهُ — فَلَا أَدْرِي فَلَنْسُوْتُهُ عَمَرَ أَرَادَ أَمْ فَلَنْسُوْتُهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ — قَالَ وَرَجُلٌ مُؤْمِنٌ حَبِيذُ الْإِيمَانِ لَقِيَ الْعَدُوَّ فَكَانَ مَا خَرِبَ جِلْدُهُ بِشَوْكٍ طَلَحَ مِنَ الْجُبْنِ أَنَا هُ سَهُمْ غَرِبَ فَقَتَلَهُ فَهُوَ فِي الدَّرَجَةِ الثَّانِيَةِ - وَرَجُلٌ مُؤْمِنٌ خَلَطَ عَمَلًا صَالِحًا وَ آخَرَ سَيِّئًا لَقِيَ الْعَدُوَّ فَصَدَّقَ اللَّهُ حَتَّى قُتِلَ فَذَاكَ فِي الدَّرَجَةِ الثَّالِثَةِ - وَرَجُلٌ مُؤْمِنٌ أَسْرَفَ عَلَى نَفْسِهِ لَقِيَ الْعَدُوَّ فَصَدَّقَ اللَّهُ - حَتَّى قُتِلَ فَذَاكَ فِي الدَّرَجَةِ الرَّابِعَةِ» ۱

”شہداء کی چار اقسام ہیں:

۱۔ عمدہ ایمان والا مومن جس کا دشمن سے تصادم ہوا اور وہ اللہ کی تصدیق کرتے ہوئے شہید ہو گیا یہ وہ شخص ہے جس کی طرف قیامت کے روز لوگ اس طرح نگاہیں اٹھا کر دیکھیں گے اور آپ نے اپنا سرا پر اٹھایا حتیٰ کہ آپ ﷺ کی ٹوپی یا عمر رضی اللہ عنہ کی ٹوپی زمین پر گر گئی (یہ درجہ اول کا شہید ہے)

۲) عمدہ ایمان والا مومن جس کا دشمن سے تصادم ہوا تو اس نے ایسا محسوس کیا گویا اس کی جلد میں خار دار درخت کا کانٹا چھبویا گیا ہے۔ یعنی بزدلی کی وجہ سے۔ اسے ایک نامعلوم تیر نے قتل کر دیا یہ شہید درجہ دوم میں ہے۔

۳) خطا کار مومن جس کے اچھے اور برے مخلوط اعمال ہیں۔ یہ دشمن سے ٹکراتا ہے اور اللہ کی تصدیق کرتے ہوئے قتل ہو جاتا ہے یہ شہید درجہ سوم میں ہے۔

۴) بے حد گناہ گار مومن جس نے اپنے نفس پر گناہوں کے ساتھ ظلم اور زیادتی کر رکھی ہے یہ دشمن سے ٹکراتا ہے اور اللہ کی تصدیق کرتے ہوئے مارا جاتا ہے۔ یہ درجہ چہارم کا شہید ہے۔

مذکورہ بالا دونوں احادیث میں مطابقت کی صورت یہ ہے کہ عتبہ بن عبد السلمی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں تقسیم مبہم اور غیر واضح ہے۔ جس میں شہید فی سبیل اللہ کے دو مرتبے بیان فرمائے گئے ہیں۔ (i) عمدہ ایمان والا مومن (ii) خطا کار مومن۔ لیکن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ والی روایت میں تقسیم مفصل اور واضح ہے۔ عمدہ ایمان والے کی دو قسمیں ہیں اور اسی طرح خطا کار مومن کی بھی دو قسمیں ہیں۔ گویا کل چار اقسام ہوئیں۔ قتل ہونے والا منافق تو صرف دنیاوی شہید ہے جو آخرت میں بہت زیادہ نقصان کا شکار ہوگا۔

پہلی تقسیم قتل کے لحاظ سے ہے جس میں دو مقتول مطلق شہید اور دنیاوی شہید کا تذکرہ ہے۔ جبکہ دوسری تقسیم شہادت فی سبیل اللہ کے لحاظ سے اور ایمان و تقویٰ کے لحاظ سے ہے۔ جس میں عمدہ ایمان والا مومن اور خطا کار مومن شہید کا تذکرہ بیان کیا ہے۔ اس طرح جنت میں مختلف درجات و مراتب کی نہایت حکیمانہ انداز میں تقسیم بیان کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں مجاہدین کو ایمان و تقویٰ جرأت اور بہادری کے بلند اوصاف میں ممتاز مقام حاصل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ واضح ہو کہ مذکورہ چار شہداء دنیاوی شہداء اور اخروی شہداء کی اقسام ہیں۔ جن کو شہداء مطلق بھی کہا جاسکتا ہے۔ جبکہ شہید مقید یعنی صرف اخروی شہداء کی تقسیم آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔ خاتمہ اور احکام کے لحاظ سے شہید کی مندرجہ ذیل تین اقسام بیان ہو چکی ہیں۔

(i) شہید مطلق (دنیوی اور اخروی شہید):

یعنی دنیوی اور اخروی شہداء، یہ میدان جہاد میں ہونے والے شہید ہیں۔ جن کے دنیا میں

بھی مخصوص احکام ہیں اور جن کو آخرت میں بھی سب سے عالی قدر اور ممتاز درجات حاصل ہیں۔

(ii) شہید مقید (اخروی شہید):

یعنی اخروی شہید، جن کو اجر و ثواب کے لحاظ سے شہید قرار دیا گیا ہے لیکن دنیا میں ان کے لئے کوئی مخصوص احکام نہیں اور آخرت میں بھی یہ میدان جہاد میں شہید ہونے والوں سے بہت ہی کم درجہ والے ہیں۔ اگرچہ اجر و ثواب کے لحاظ سے ان کو شہید کا درجہ عطا کیا گیا ہے۔

(iii) دنیوی شہید:

مثلاً منافق اور ریاکار انسان وغیرہ، جو اگرچہ دنیا میں شہید کے مخصوص احکام حاصل کرے گا کیونکہ ہم ظاہری حالات کو دیکھ کر ان پر عمل کرنے کے پابند ہیں۔ لیکن آخرت میں وہ خائب و خاسر اٹھے گا۔ ۳

اخروی شہید کی بارہ قسمیں:

ذیل میں مذکورہ بالا تین اقسام میں سے صرف شہید مقید کی ایک مزید تقسیم کا بیان کیا جاتا ہے۔ چنانچہ صرف اخروی شہید کی موت کے سبب کے لحاظ سے کل بارہ اقسام ہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے پوچھا:

[۹۶۴] « مَا تَعْلَمُونَ الشَّهِيدَ فَيُكْفَمُ ؟ » قَالُوا : يَا رَسُولَ اللَّهِ مَنْ قُتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَهُوَ شَهِيدٌ۔ قَالَ « إِنَّ شُحْدَاءَ أُمَّتِي إِذَا لَقِيتُ » قَالُوا فَمَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ ! قَالَ « مَنْ قُتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَهُوَ شَهِيدٌ ، وَ مَنْ مَاتَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَهُوَ شَهِيدٌ ، وَ مَنْ مَاتَ فِي الطَّاعُونَ فَهُوَ شَهِيدٌ وَ مَنْ مَاتَ فِي الْبُطْنِ فَهُوَ شَهِيدٌ وَالْغَرِيقُ شَهِيدٌ » ۴

”تم اپنے درمیان شہید کسے شمار کرتے ہو؟ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! جو اللہ کی راہ میں قتل ہو جائے تو وہ شہید ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تب تو میری امت کے شہید بہت تھوڑے ہونگے۔ لوگوں نے عرض کیا: تو پھر شہداء کون کون ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو اللہ کی راہ میں قتل ہو جائے ① جو اللہ کے راستہ میں فوت ہو جائے ②

جو پیٹ کی بیماری میں مرجائے ﴿۲﴾

﴿۳﴾ جو طاعون میں مرجائے

﴿۵﴾ جو غرق ہو جائے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں یوں الفاظ ہیں:

[۹۶۵] «الشَّهَادَةُ خَمْسَةٌ: الْمَطْعُونُ شَهِيدٌ وَالْمَبْطُونُ شَهِيدٌ وَالْغَرِقُ وَصَاحِبُ

الْهَدْمِ وَالشَّهِيدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ» ۵

شہداء کی پانچ اقسام ہیں۔

﴿۱﴾ طاعون کی بیماری میں مرنے والا ﴿۲﴾ پیٹ کی بیماری سے مرنے والا

﴿۳﴾ غرق ہو کر مرنے والا ﴿۴﴾ عمارت کے نیچے دب کر مرنے والا

﴿۵﴾ اور اللہ کے راستہ میں شہید ہونے والا۔“

ابو داؤد، نسائی، احمد، مالک اور ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہم کی سیدنا جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت ہے جس کی طرف امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں ایک عنوان کے تحت اشارہ کیا گیا ہے۔ اخروی شہداء کی کل سات اقسام ہیں۔ چنانچہ سیدنا جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ سیدنا عبداللہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور وہاں پر ارشاد فرمایا:

[۹۶۶] «الشَّهَادَةُ سَبْعٌ سِوَى الْقَتْلِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ: الْمَطْعُونُ شَهِيدٌ، وَالْغَرِقُ

شَهِيدٌ، وَصَاحِبُ ذَاتِ الْجَنْبِ شَهِيدٌ، وَالْمَبْطُونُ شَهِيدٌ، وَصَاحِبُ الْحَرِيقِ شَهِيدٌ،

وَالَّذِي يَمُوتُ تَحْتَ الْهَدْمِ شَهِيدٌ، وَالْمَرْأَةُ تَمُوتُ بِجَمْعٍ شَهِيدَةٌ» ۶

شہید فی سبیل اللہ کے علاوہ شہادت کی سات اقسام ہیں:

﴿۱﴾ طاعون میں مرنے والا شہید ہے۔

﴿۲﴾ غرق ہونے والا شہید ہے۔

﴿۳﴾ ذات الجنب (نمونہ) کے مرض میں مرنے والا شہید ہے۔

﴿۴﴾ پیٹ کے مرض سے ہلاک ہونے والا شہید ہے۔

۵ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ السلسل: ۷۷۰

۶ صحیح أبوداؤد= کتاب الجنائز: باب فی فضل من مات فی الطاعون، الحدیث: ۲۶۶۸ + صحیح ابن ماجہ= کتاب

الجهاد: باب ما یرجى فیہ الشَّهادة، الحدیث: ۲۶۶۱ + صحیح البیہقی= کتاب الجهاد: باب مسئلة الشَّهادة

الحدیث: ۲۶۶۰۔ اس حدیث کو امام احمد اور امام مالک رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔

- ۵ آگ میں جل جانے والا شہید ہے۔
- ۶ عمارت کے نیچے دب کر ہلاک ہونے والا شہید ہے۔
- ۷ پیٹ میں بچہ ہو، اس حالت میں مرجانوالی عورت شہیدہ ہے۔

اخروی شہید کی مزید اقسام:

سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

[۹۶۷] « مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ وَ مَنْ قُتِلَ دُونَ دَمِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ وَ مَنْ قُتِلَ

دُونَ أَهْلِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ وَ مَنْ قُتِلَ دُونَ دِينِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ »

- ۱ اپنے مال کے دفاع میں قتل ہو جانے والا شہید ہے۔
- ۲ اپنی جان کے دفاع میں قتل ہو جانے والا شہید ہے۔
- ۳ اپنے اہل و عیال کے دفاع میں مارا جانے والا بھی شہید ہے۔
- ۴ اپنے دین کی حفاظت میں قتل ہو جانے والا شہید ہے۔“

اس حدیث کا پہلا جملہ جو اپنے مال کے دفاع میں قتل ہوا وہ بھی شہید ہے بخاری و مسلم میں ہے اور باقی ساری حدیث بھی صحیح سند کے ساتھ مروی ہے۔ اس میں شہید مقید کی مزید تین اقسام کا بیان ہے لہذا تمام صحیح احادیث میں بیان کردہ اخروی شہید کی کل دس (۱۰) اقسام بنتی ہیں، اختصار کے ساتھ یوں ہیں:

- | | | |
|--------------------------------|-------------------------------|--------------------------------|
| ۱ المَطْطُونُ | ۲ الغَرِيقُ | ۳ صَاحِبُ ذَاتِ الْجَنْبِ |
| ۴ المَبْطُونُ | ۵ صَاحِبُ الْحَرِيقِ | ۶ الْمَيِّتُ تَحْتَ الْهَدْمِ |
| ۷ الْمَيِّتُ بِجَمْعٍ | ۸ الْمَقْتُولُ دُونَ الْمَالِ | ۹ الْمَقْتُولُ دُونَ النَّفْسِ |
| ۱۰ الْمَقْتُولُ دُونَ الْآهْلِ | | |

علاوہ ازیں ۱۱ اللہ کی راہ میں مرجانے والا اور ۱۲ صدق دل سے شہادت کی تڑپ رکھنے والا بھی شہید ہے۔

اخروی شہید کے احکام :

- ① صدق دل سے شہادت کا طالب بھی شہداء کے مرتبوں کو پالیتا ہے اگرچہ بستر پر فوت ہو جائے۔
- ② شہید مقید اور شہید مطلق دونوں ہم مرتبہ ہر گز نہیں اور نہ ہی دنیا و آخرت میں ان کے احکام و درجے ایک جیسے ہیں۔
- ③ شہید مقید یعنی اخروی شہید اجر و ثواب کے لحاظ سے مقام شہادت پر فائز ہوتا ہے اور اسکی شہادت کے صحیح ہونے کیلئے بھی وہ شرائط ملحوظ ہونگی جو شہید مطلق یعنی اخروی اور دنیاوی شہید کے لئے مقرر ہیں۔ مثلاً ایمان، صبر اور اجر و ثواب کی نیت۔^۱
- ④ شہید مقید یعنی صرف اخروی شہید کو دنیا میں شہید مطلق یعنی دنیاوی اور اخروی شہید کے مخصوص احکام حاصل نہ ہونگے مثلاً غسل نہ دینا، خون شہادت سمیت دفن کر دینا وغیرہ۔
- ⑤ «مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ.....» کی تشریح یہ ہے کہ ڈاکوؤں، چوروں، ظالموں اور غاصبوں سے جان و مال اور عزت کے دفاع میں جنگ کرنا شہادت کا موجب ہے۔^۲
- ⑥ جان و مال اور عزت پر حملہ کرنے والا اگر کافر اور مشرک ہو تو اس کے دفاع میں جنگ فرض ہے اور یہ قتل ہونے والا پھر شہید مطلق ہوگا صرف شہید مقید ہی نہیں ہوگا۔ اگر حملہ آور مسلمان باغی اور ظالم ہو تو دفاع ایک بہتر اقدام ضرور ہے مگر فرض نہیں اور مظلوم شہید مقید یعنی اخروی شہید ہوگا۔^۳
- ⑦ مسلمان حکمرانوں اور خلفاء کے خلاف بغاوت صحیح احادیث کے مطابق ممنوع ہے جب تک ان سے واضح کفر صادر نہ ہو۔^۴
- ⑧ اندھے فتنے میں (جب جنگ کی وجہ اور سبب محض عصبیت ہو تو) قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں۔^۵ لیکن حق واضح ہو تو بغاوت کرنے والے گروہ کے ساتھ قتال واجب ہے۔

۱۔ ملاحظہ ہو صحیح مسلم = کتاب الإمارة: باب استحباب طلب الشہادة فی سبیل اللہ، الحدیث: ۱۹۰۸-۱۹۰۹

۲۔ فتح الباری: ۶/۴۸ + سُبُلُ السَّلَام: ۴/۷۹

۳۔ سُبُلُ السَّلَام: ۴/۷۹ + فتح الباری: ۶/۴۸

۴۔ ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب الفتن: باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم «سترون بعدی أمورا تنکرونها»،

الحدیث: ۶۶۴۷ + صحیح مسلم = کتاب الإمارة: باب وجوب طاعة الأمراء فی غیر معصیة.....، الحدیث: ۱۷۰۹

۵۔ تخریج آگے آرہی ہے ملاحظہ ہو لَقَمُ الْمَسْلُوس: ۹۸۱

⑨ اکثر علمائے اسلام کے موقف کے مطابق جان، مال اور عزت کے دفاع میں قتل کئے جانے والے کو غسل و کفن دیا جائے گا۔ لیکن فقہائے حنفیہ ایسے مقتول کو غسل اور کفن دینے کے قائل نہیں اور اسی طرح ہر اس مقتول کو غسل اور کفن دینے کے قائل نہیں جس کو ظلم کے ساتھ کسی تیز دھار آلہ قتل کے ساتھ قتل کر دیا جائے اور اس کے قتل پر دیت (خون بہا) نہ ہو بلکہ قصاص واجب ہو۔ البتہ جنازہ میں ان کا اختلاف معروف ہے کہ وہ میدان جنگ میں شہید ہونے والے کی نماز جنازہ بھی واجب قرار دیتے ہیں۔ امام احمد رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کے مقلد فقہائے سے بھی ایک روایت حنفیوں کے قول کی موافقت میں ملتی ہے۔ ۱۳

⑩ تاہم مذکورہ بالا شہداء کے علاوہ دیگر مقید شہداء یعنی اخروی شہداء کی نماز جنازہ فرض اور واجب ہونے پر فقہائے دین کا اجماع ہے۔ طاعون کی بیماری میں مرنے والا، پیٹ کی بیماری سے مرنے والا، غرق ہونے والا اور جل کر مرنے والا وغیرہ۔ ابن قدامہ رحمہ اللہ مغنی میں رقمطراز ہیں: ”فَإِنَّهُمْ يُغَسَّلُونَ وَيُصَلَّى عَلَيْهِمْ بِلَا خِلَافٍ“ ۱۴ ان کو غسل دیا جائے گا اور کفن پہنایا جائے گا۔

بحری جنگ اور سمندر میں شہید ہونے والا:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۹۶۸] «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْخُلُ عَلَى أُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ فَتُطْعِمُهُ وَكَانَتْ أُمُّ حَرَامٍ تَحْتَ عِبَادَةَ بَنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَدَخَلَ عَلَيْهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَاطْعَمَتْهُ - وَجَعَلَتْ تَغْلِي رَأْسَهُ - فَنَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ - قَالَتْ: فَقُلْتُ: مَا يَضْحَكُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: «نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي عَرَضُوا عَلَيَّ غُرَاةً فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَرْكَبُونَ تَبَجَ هَذَا الْبَحْرِ مُلُوكًا عَلَى الْإِسْرَةِ - أَوْ مِثْلَ الْمُلُوكِ عَلَى الْإِسْرَةِ» قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ! ادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ - فَدَعَا لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

۱۳ المنتقى مع المؤطا: ۲/۲۱۰ - باب العمل في غسل الشهداء + المغني لابن قدامة: ۲/۵۳۶ + الدر المختار مع ردِّ

المحتار: ۱/۸۴۸، ۸۴۹

۱۴ المغني لابن قدامة: ۲/۵۳۶ + المنتقى مع المؤطا: ۳/۲۱۱ + الدر المختار: ۱/۸۵۲

وَسَلَّمَ ثُمَّ وَضَعَ رَأْسَهُ ثُمَّ نَامَ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ فَقُلْتُ : وَ مَا يُضْحِكُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ؟ قَالَ « نَأْسٌ مِنْ أُمَّتِي عَرِضُوا عَلَيَّ غُرَاقَةً فِي سَبِيلِ اللَّهِ » كَمَا قَالَ فِي الْأَوَّلِ ، قَالَتْ : فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ! أَدْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ « أَنْتِ مِنَ الْأَوَّلِينَ » فَرَكِبَتِ الْبَحْرَ فِي زَمَنِ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ فَصُرِعَتْ عَنْ دَابَّتَيْهَا حِينَ خَرَجَتْ مِنَ الْبَحْرِ فَهَلَكَتْ ۝ ۱۵

”رسول اللہ ﷺ ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہ (جو ام سلیم انصاریہ کی ہمیشہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خالہ اور رسول اللہ ﷺ کی رضاعی خالہ تھیں) کے پاس تشریف لے جاتے تھے اور وہ آپ ﷺ کی کھانے سے تواضع کیا کرتی تھی۔ وہ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ ایک روز آپ ﷺ اس کے پاس تشریف لے گئے، اس نے آپ کو کھلایا پلایا اور پھر آپ ﷺ کا سر کھجانے بیٹھ گئیں، حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ سو گئے۔ جب آپ ﷺ بیدار ہوئے تو ہنس رہے تھے ام حرام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کے ہنسنے کا سبب کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے پیش کئے گئے ہیں جو اللہ کے دین کے غازی ہوئے اور سطح سمندر پر سوار ہوئے گویا وہ (دولت کی فراوانی اور افواج کی کثرت کی بنا پر) تخت نشین بادشاہوں کی طرح ہیں۔“ ام حرام رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ سے دعا کیجئے کہ مجھے بھی ان غازیوں میں شامل کر لیا جائے۔ آپ ﷺ نے ام حرام رضی اللہ عنہا کے لئے دعا کی اور پھر محو خواب ہو گئے۔ پھر اسی طرح ہنستے ہوئے بیدار ہوئے۔ سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کیوں ہنس رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے پیش کیے گئے ہیں جو اللہ کے دین کے غازی ہوں گے۔“ جس طرح آپ نے پہلی مرتبہ ارشاد فرمایا تھا۔ سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے حسب سابق دعا کی درخواست کی۔ چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا۔ تو اولین بحری بیڑے میں شامل ہوگی (یعنی پہلے پہل شامل ہونے والوں میں ہوگی) چنانچہ سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے دور میں ام حرام رضی اللہ عنہا (اپنے خاوند سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے ساتھ پہلے بحری بیڑے کے

ساتھ شامل ہوئیں اور واپسی پر جب وہ اپنی سواری پر سوار ہونے لگی تو خچر نے ان کو
پٹا کر نیچے گرا دیا۔ جس سے آپ کی موت واقع ہو گئی۔“

سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ نے بیان فرمایا:

[۹۶۹] «الْمَائِدُ فِي الْبَحْرِ الَّذِي يُصِيبُهُ الْقَيْءُ لَهُ أَجْرُ شَهِيدٍ وَ الْغَرِقُ لَهُ أَجْرُ شَهِيدَيْنِ» ۱۶

”سمندر میں چکر اور قئی آنے سے مرنے والے کو شہید کا اجر و ثواب حاصل ہوتا ہے اور
غرق ہونے والے کو دو شہیدوں کے برابر اجر حاصل ہوتا ہے۔“

مذکورہ بالا دونوں احادیث سے معلوم ہوا:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی متفق علیہ حدیث اور سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا سے مروی حسن
درجہ کی حدیث سے درج ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

- ① انبیاء علیہم السلام کے سچے خواب بھی وحی ہوتے ہیں۔
- ② ام حرام رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی رضاعی خالہ یا باپ کی خالہ ہونے کی بناء پر
آپ ﷺ کی محرم عورتوں سے تھیں۔ اس پر علماء کا اجماع ہے۔
- ③ سیدنا انس رضی اللہ عنہ والی حدیث ایک برحق نبی کی زبان سے امت کے لئے خوشخبریوں میں
سے ایک خوشخبری ہے اور پیش آنے والے واقعات کی اطلاعات میں سے ایک اطلاع کا
بہترین نمونہ ہے۔
- ④ ملت اسلامیہ کی خاتون بھی مجاہدہ، غازیہ اور شہیدہ کے بلند مقام پر فائز ہو سکتی ہے اور
کبھی مخصوص اسباب و حالات کے تحت جہاد ان پر بھی واجب ہوتا ہے۔
- ⑤ بری، بحری اور فضائی ہر قسم کا جہاد فرض ہے۔
- ⑥ سمندر کا جہاد پر خطر اور بہت زیادہ مصائب والا ہونے کی وجہ سے افضل و برتر ہے۔
- ⑦ امت محمدیہ جہاد کی بدولت بحر و بر (خشکی و تری) پر حکمرانی کا شرف حاصل کرے گی (فی
الواقع ایسا ہو چکا ہے اور ان شاء اللہ مستقبل میں بھی ہو کر رہے گا)
- ⑧ سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی امارت اور دور حکومت میں غزوہ قسطنطنیہ کے واقع
ہونے کا واقعہ ان کے عظیم الشان شرف و فضل کی روشن دلیل ہے۔

⑨ میدان جنگ اور معرکہ سے باہر جہادی سفر میں طبعی یا حادثاتی موت سے جاں بحق ہونے والا مجاہد بھی شہید ہے۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تو پہلے پہلے شہید ہونے والوں میں شامل ہے۔“ نیز نبی ﷺ کا فرمان ہے: [۹۷۰] «مَنْ مَاتَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَهُوَ شَهِيدٌ» ۱۷ «جو اللہ کی راہ میں (طبعی یا حادثاتی طور پر) وفات پا گیا وہ بھی شہید ہے۔» ۱۸

غزوہ ہند کے بارے احادیث رسول:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۹۷۱] «وَعَدَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ الْهِنْدِ فَإِنْ أَدْرَكْتُهَا أَنْفِقُ فِيهَا نَفْسِي وَ مَالِي وَإِنْ قُتِلْتُ كُنْتُ أَفْضَلَ الشَّهَدَاءِ وَإِنْ رَجَعْتُ فَأَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ الْمُحَرَّرُ» ۱۹

”رسول اللہ ﷺ نے ہمارے ساتھ غزوہ ہند کا وعدہ فرما رکھا ہے (یعنی اہل اسلام ہندوستان کو فتح کریں گے)۔ چنانچہ اگر میں نے اسے اپنی زندگی میں پالیا تو جان و مال اس کے لئے خرچ کر ڈالوں گا۔ اگر میں اس میں قتل ہو گیا تو میرا شمار افضل الشہداء میں ہو گا اور اگر غازی بن کر لوٹا تو (اس کے بعد) میں ابو ہریرہ الْمُحَرَّر (یعنی جہنم سے آزاد کیا گیا) ہوں گا۔“

انہوں نے اپنے آپ کو الْمُحَرَّر (جہنم سے آزاد کیا گیا) کیوں کہا؟ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کی ایک اور حدیث ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۹۷۲] «عِصَابَتَانِ مِنْ أُمَّتِي أَحْرَزَهُمَا اللَّهُ مِنَ النَّارِ عِصَابَةٌ تَغْزُو الْهِنْدَ وَ عِصَابَةٌ تَكُونُ مَعَ عِيسَى بْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ» ۲۰

۱۷ تحریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۹۶۴

۱۸ ملاحظہ ہو: فتح الباری: ۶/۴۱۶، ۴۱۷ + شرح السنوی: ۲/۱۴۲، ۱۴۱ + تحفة الأحوذی: ۳/۱۱۰، ۱۰۱ + منار

السبیل فی شرح الدلیل: ۹/۲۸۵ + إرواء الغلیل للألبانی: ۵/۱۶، ۱۷

۱۹ سنن النیسائی = کتاب الجہاد: باب غزوہ الہند۔ اس حدیث کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے۔

۲۰ صحیح النیسائی = کتاب الجہاد: باب غزوہ الہند، الحدیث: ۲۹۷۵۔ اس حدیث کو امام احمد نے مسند أحمد (۵/۲۷۸) میں اور امام بخاری نے تاریخ کبیر: ۳/۷۲ میں بھی روایت کیا ہے۔

”میری امت کی دو جماعتیں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے آتش دوزخ سے محفوظ کر لیا ہے۔ ایک وہ جماعت جو ہندوستان (ہندو کافروں کے ساتھ) جہاد کرے گی اور دوسری وہ جماعت جو عیسیٰ بن مریم کے ساتھ (جہاد میں مددگار) ہوگی۔“

مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا:

- ① ہندوستان سے جہاد والی حدیث جہادی خوشخبریوں کی بیش قیمت مالا ہے جسے چشم فلک نے رونما ہونے والی ایک حقیقت کی صورت میں عہد معاویہ رضی اللہ عنہ (۴۰ھ) میں پہلی بار اور ہندوستان کے فاتح محمود غزنوی رضی اللہ عنہ کے عہد (۴۰۰ھ) میں دوسری بار دیکھا۔^۱
- ② سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جیسے حدیث کے حافظ اور عالم صحابی رسول اللہ ﷺ بھی جہاد فی سبیل اللہ کے لئے جانی اور مالی قربانیاں پیش کرنے میں سبقت و اولیت رکھتے تھے۔
- ③ غزوہ ہند کا شہید سب سے افضل شہید ہے اور غزوہ ہند کا مجاہد آتش دوزخ سے محفوظ ہے۔ (ان شاء اللہ)
- ④ خلافت ہو یا صرف جماعت ہو دونوں صورتوں میں جہاد باقی اور جاری رہے گا۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میری امت کے دو گروہ (دو جماعتیں) ایسی ہوں گی.....“
- ⑤ معلوم ہوا کہ جہاد کیلئے خلافت کا ہونا ضروری نہیں۔ صرف جماعت اور جہادی گروہ ہونے کی صورت میں جہاد ہو سکتا ہے۔
- ⑥ غزوہ ہند کے شہداء اور غازی ان شاء اللہ العزیز جہنم کی آگ سے نجات پائیں گے۔
- ⑦ عہد قدیم سے ہندوستان فسق و فجور اور شرک و کفر کا مرکز بنا رہا ہے۔ اور دنیا کے تین مشہور شرکیہ مذاہب (ہندومت، بدھ مت اور سکھ مت) کی پیدائش بھی اسی سرزمین ہند پر ہوئی ہے۔ اسی بناء پر جہاد ہند کو زبان نبوت سے ملنے والی خوشخبریوں میں خصوصی اہمیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔
- ⑧ مذکورہ بالا صحیح احادیث علماء کی خصوصی توجہ کا تقاضا کرتی ہیں۔

دنیوی اور اخروی شہید کے احکام:

غسل، کفن، جنازہ اور تدفین کے مخصوص احکام درج ذیل ہیں۔ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۹۷۳] «كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أُحُدٍ فِي نَوْبٍ وَاحِدٍ ثُمَّ يَقُولُ: «أَيُّهُمْ أَكْثَرُ أَخَذًا لِلْقُرْآنِ» فَإِذَا أُشِيرَ لَهُ إِلَى أَحَدِهِمَا قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ وَقَالَ "أَنَا شَهِيدٌ عَلَى هَؤُلَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" وَأَمَرَ بِدَفْنِهِمْ فِي دِمَائِهِمْ وَلَمْ يُغَسِّلُوا وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ» ۲۲

”نبی ﷺ شہداء احد میں دو دو آدمیوں کو ایک کپڑے میں اکٹھا کفن دیتے اور پھر فرماتے تھے: ان میں قرآن کا زیادہ علم رکھنے والا کون ہے؟ جب ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا تو اس کو لحد میں (قبلہ کی طرف) پہلے رکھتے اور فرماتے: میں قیامت کے روز ان سب کا گواہ ہوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شہداء کو ان کے خونوں سمیت دفن کردینے کا حکم دیا۔ نہ انہیں غسل دیا گیا اور نہ ہی ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔“

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۹۷۴] «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا فَصَلَّى عَلَى أَهْلِ أُحُدٍ صَلَوَتَهُ عَلَى الْمَيِّتِ ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى الْمَنْبِرِ فَقَالَ: "إِنِّي فَرَطُ لَكُمْ وَأَنَا شَهِيدٌ عَلَيْكُمْ وَإِنِّي وَاللَّهِ لَأَنْظُرُ إِلَى حَوْضِي الْآنَ- وَإِنِّي أُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ خَزَائِنِ الْأَرْضِ — أَوْ مَفَاتِيحَ الْأَرْضِ — وَإِنِّي وَاللَّهِ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوا بَعْدِي وَلَكِنْ أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنَافَسُوا فِيهَا» ۲۳

”ایک روز نبی ﷺ (میدان یا مسجد کی طرف) تشریف لے گئے اور شہداء احد کی نماز جنازہ ادا فرمائی۔ بالکل اسی طرح جیسے آپ میت پر نماز جنازہ پڑھتے تھے۔ پھر آپ منبر کی طرف چلے گئے اور خطبہ ارشاد فرمایا: بلاشبہ میں (حوض کوثر پر) تمہارا پیش رو بن کر انتظار کروں گا اور میں تمہارے حق میں گواہ ہوں۔ اللہ کی قسم! میں یقیناً اس وقت اپنے حوض کوثر کی طرف دیکھ رہا ہوں۔ مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں (یا فرمایا زمین کی چابیاں)

عطا کردی گئیں ہیں۔ اللہ کی قسم! مجھے تمہارے متعلق یہ خوف نہیں ہے کہ تم میرے بعد شرک کرنے لگو گے۔ لیکن مجھے یہ اندیشہ ہے کہ (اے صحابہ رضی اللہ عنہم) تم دنیا میں رغبت کرنے لگو گے۔“ ایک روایت میں مندرجہ ذیل الفاظ کا اضافہ بھی ہے:

[۹۷۵] «صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أُحُدٍ بَعْدَ ثَمَانِي سِنِينَ كَالْمَوَدَّعِ لِلْأَحْيَاءِ وَالْأَمْوَاتِ.....» ۲۳

”رسول اللہ ﷺ نے آٹھ برس کے بعد شہداء احد کی نماز جنازہ ادا فرمائی۔ گویا کہ آپ ﷺ زندوں اور مردوں کو الوداع فرما رہے تھے۔۔۔۔۔“ امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

[۹۷۶] «أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِ أُحُدٍ أَنْ يُنَزَّعَ عَنْهُمْ الْحَدِيدُ وَالْجُلُودُ وَأَنْ يُدْفَنُوا بِدِمَائِهِمْ وَثِيَابِهِمْ» ۲۴

”شہداء احد کے ہتھیار اور زریں وغیرہ اتار کر انہیں خون اور کپڑوں سمیت دفن کرنے کا رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا۔“

مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا:

مندرجہ بالا صحیح احادیث سے شہدائے اسلام کے متعلق چند مخصوص اور امتیازی احکام معلوم ہوتے ہیں۔ ان میں شہید کی نماز جنازہ کے علاوہ درج ذیل احکام اکثر محدثین اور فقہاء کے درمیان تسلیم شدہ ہیں:

① شہید کو غسل نہیں دیا جائے گا جس کا سبب یہ ہے کہ وہ آخرت کے دن زنجی حالت میں خون آلودہ جسم کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ جس کے خون کا رنگ تو خون جیسا ہوگا جبکہ اس کی خوشبو کستوری جیسی ہوگی۔

② اس کی تکفین و تدفین اسی لباس میں ہی کردی جائے گی جس میں وہ قتل ہوا ہے البتہ جنگی آلات اور کفن کے لئے وہ لباس جس کی ضرورت نہیں علیحدہ کر دیئے جائیں۔ یہ اکثر علماء کا قول ہے۔

۲۳ صحیح البخاری = کتاب المغازی: باب غزوة أُحُد، الحديث: ۳۸۱۶۔ اس حدیث کو امام ابو داؤد اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہما نے بھی روایت کیا ہے

۲۴ سنن أبي داؤد = کتاب الجنائز: باب في الشہداء أن يغسل

- ۳) البتہ فقہائے مالکیہ کی رائے میں جنگی آلات کے علاوہ کوئی لباس شہید کے جسم سے نہ اتارا جائے۔ کیونکہ مقتول کا تمام لباس بالعموم خون آلودہ ہو جاتا ہے۔ صحیح بخاری کی حدیث بھی اس رائے کی تائید کرتی ہے۔
- ۴) ضرورت کے پیش نظر ایک سے زائد شہداء کو ایک قبر میں دفن کیا جاسکتا ہے۔ اس صورت میں قرآن کے بڑے عالم کو (قبلہ کی جانب) پہلے رکھا جائے۔ یہ دونوں حکم دیگر مردوں کے لئے بھی عام ہیں۔
- ۵) اسی طرح ضرورت کے وقت دو شہداء کو ایک ہی کفن میں لپیٹا جاسکتا ہے۔ یہ حکم بھی عام ہے۔
- ۶) مجاہد جنبی حالت میں بھی شہید ہو جائے تو اسے غسل نہیں دیا جائے گا۔ جمہور علمائے اسلام، امام شافعی، امام مالک، امام احمد، ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم اجمعین وغیرہ کا یہی مذہب ہے۔ جبکہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس موقف کی مخالفت کرتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سیدنا حنظلہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ جن کو فرشتوں نے غسل دیا تھا فرشتوں کا غسل انسانوں کے غسل سے بالکل ہی مختلف نوعیت کا معاملہ ہے۔ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے پابند ہیں نہ کہ فرشتوں کی اطاعت کے۔ علاوہ ازیں اس حدیث میں محدثین نے کلام کیا ہے۔“ ۲۶
- ۷) حائضہ اور نفاس والی عورت کو بھی شہید ہونے کی صورت میں غسل نہیں دیا جائے گا کیونکہ شہداء کو غسل نہ دینے والی حدیث عام ہے تخصیص کی کوئی دلیل نہیں۔ البتہ فقہاء کا اس میں اختلاف ہے لیکن غسل کو واجب قرار دینے والے اس پر کوئی صریح دلیل قائم نہیں کر سکے۔
- ۸) کافر و مشرک اسلام لاتے ہی جہاد میں شریک ہو جائے تو دیگر شہداء کی طرح وہ بھی غسل سے مستثنیٰ ہوگا۔ حدیث مذکور کے عموم کی وجہ سے اور حدیث برآء بن عازب رضی اللہ عنہ کی وجہ سے جن میں یہ بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نبیت کے ایک فرد کو تازہ تازہ اسلام لانے کے بعد شہید ہونے کی حالت میں دیکھا تو فرمایا:

[۹۷۷] «عَمِلَ قَلِيلًا وَ أُجِرَ كَثِيرًا» ۱۱

”اس نے عمل بہت تھوڑا کیا، مگر اجر بہت زیادہ لے گیا۔“

مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

فتح الباری شرح البخاری: ۴۵۶-۴۵۲/۳

مؤطا امام مالک مع المنتقى: باب العمل في غسل الشَّهْدَاء: ۲۱۱-۲۱۰/۳

القرطبي: ۱۷۳/۴

جامع الترمذی = کتاب الجنائز: ۱/۱۲۳

سُبُل السَّلام: ۱۹۸/۲

تہذیب السنن لابن القیم: ۴/۲۹۵ الحدیث: ۳۰۰۶

نیل الأوطار شرح منتقى الأخبار: ۴/۳۱-۳۴

المغنی لابن قدامة: ۲/۵۲۸-۵۳۴

المجموع النووي: ۱/۲۶۳-۲۶۵

رد المحتار لابن عابدين: باب الشَّهْدَاء: ۱/۸۴۹، ۸۴۸

شہید کی نماز جنازہ:

شہید مطلق جو جہاد فی سبیل اللہ میں قتل ہو جائے، جنگ ختم ہونے سے پہلے اس کی موت واقع ہو جائے۔ یا میدان جنگ سے زخمی حالت میں اٹھایا جائے اور دنیا کا کوئی فائدہ اٹھانے یعنی کھانے پینے وغیرہ سے پہلے ہی جاں بحق ہو جائے اس کی نماز جنازہ کے متعلق مختلف احادیث وارد ہونے کی وجہ سے علمائے اسلام کے درج ذیل تین موقف ہیں جن کو ہم ان کے دلائل کے ساتھ ذکر کرتے ہیں:

پہلا موقف:

شہید کا جنازہ نہ پڑھا جائے یہ اہل مدینہ، فقہائے مالکیہ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم کا مذہب ہے۔

◎ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا يُصَلَّى عَلَى الشَّهِيدِ وَ هُوَ قَوْلُ أَهْلِ الْمَدِينَةِ وَ بِهِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ وَ

أَحْمَدُ “ ۲۸

۲۸ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقم المسلسل: ۲۷۱

۲۸ سنن الترمذی = کتاب الجنائز: باب ما جاء في ترك الصَّلوة على الشَّهِيد

”بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ شہید کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔ اہل مدینہ، امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا یہی موقف ہے۔“

◎ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”عَنْ مَالِكٍ بَلَغَهُ عَنْ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّهُمْ كَانُوا يَقُولُونَ : الشَّهْدَاءُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يُغْسَلُونَ وَلَا يُصَلَّى عَلَى جَنَائِزِهِمْ وَأَنَّهُمْ يُدْفَنُونَ فِي الثِّيَابِ الَّتِي قُتِلُوا فِيهَا. وَتِلْكَ السَّنَةُ فَيَمْنُ قُتِلَ فِي الْمُعْتَرِكِ فَلَمْ يَدْرِكْ حَتَّى مَاتَ. وَأَمَّا مَنْ حُمِلَ مِنْهُمْ فَعَاشَ مَا شَاءَ اللَّهُ بَعْدَ ذَلِكَ فَإِنَّهُ يُغْسَلُ وَيُصَلَّى عَلَيْهِ كَمَا عُمِلَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَكَانَ شَهِيدًا“^{۲۹}

”امام مالک رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ مجھے اہل علم سے یہ بات پہنچی ہے کہ وہ شہداء فی سبیل اللہ کو غسل نہ دینے، ان کا جنازہ نہ پڑھنے اور انہیں اس لباس میں ہی دفن کر دینے کے قائل ہیں۔ جس میں وہ شہید ہوئے تھے۔ امام مالک رحمہ اللہ نے کہا کہ اس شخص کے لئے یہی طریقہ مسنون ہے۔ جو میدان قتال میں مارا جائے اور موت تک کوئی دنیاوی فائدہ حاصل نہ کرے۔ لیکن جو میدان سے اٹھا لیا جائے اور جس قدر اللہ چاہے زندہ رہے اس شخص کو غسل دیا جائے گا۔ اس کا جنازہ بھی پڑھا جائے گا جیسا کہ سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا گیا۔ حالانکہ آپ شہید تھے (آپ کا قاتل ابولؤلؤ نامی مجوسی غلام تھا)

اس موقف کی دلیل سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شہداء احد کو نہ غسل دیا نہ ان کا جنازہ پڑھا۔^{۳۰}

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں جو مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے آٹھ برس کے بعد شہداء احد کا جنازہ پڑھا۔ اس بات کا جواب شہید کی نماز جنازہ کے مخالفین یہ دیتے ہیں کہ آپ نے اپنی موت کے قریب ان شہداء کے لئے الوداعی دعاء اور استغفار فرمایا تھا۔ اس لحاظ سے گویا [۹۷۸] «فَصَلَّى عَلَى أَهْلِ أُحُدٍ» کا معنی ہے کہ ”احد والوں کے لئے دعا اور استغفار فرمایا“۔ لہذا یہ حدیث دو معنوں کا احتمال رکھنے کی وجہ سے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ثابت شدہ حکم کو منسوخ نہیں کر سکتی۔ جو مشہور اور متواتر سندوں سے مروی ہے۔ جیسا

۲۹ مؤطا امام مالک = کتاب الجہاد: باب العمل فی غسل الشہداء

۳۰ تخریج کے لئے دیکھئے اللہم المسلسل: ۸۶۳

کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”الام“ میں بھی یہی بات کہی ہے۔^{۳۱}

بعض نے یہ دلیل بھی بیان کی ہے کہ نماز جنازہ دعاء واستغفار اور میت کے لئے سفارش ہی تو ہوتی ہے۔ جبکہ شہید جنت میں زندہ ہوتا ہے، اس کو رزق مل رہا ہوتا ہے اور اس کے تمام گناہ بخشے ہوئے ہوتے ہیں اس وجہ سے شہید اس کا محتاج ہی نہیں۔

دوسرا موقف:

شہید کا جنازہ ضرور پڑھا جائے۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی سنت مطہرہ ہے۔ سفیان ثوری، اسحاق، حنفی فقہاء اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا یہ موقف ہے۔

◎ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وَقَالَ بَعْضُهُمْ يُصَلِّي عَلَى الشَّهِيدِ وَاحْتَجُّوا بِحَدِيثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ صَلَّى عَلَى حَمْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِيِّ وَأَهْلِ الْكُوفَةِ وَبِهِ يَقُولُ إِسْحَقُ“^{۳۲}

”بعض کا یہ کہنا ہے کہ شہید پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ انہوں نے نبی ﷺ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ نبی ﷺ نے سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کا جنازہ پڑھا۔ سفیان ثوری اہل کوفہ (امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ وغیرہ) اور اسحاق بن راہویہ کا یہی موقف ہے۔ اس موقف کے دلائل حسب ذیل ہیں:

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح حدیث ہے :

[۹۷۹] « خَرَجَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَصَلَّى عَلَى أَهْلِ أُحُدٍ صَلَوتَهُ عَلَى الْمَيِّتِ »^{۳۳}

”رسول اللہ ﷺ ایک روز میدان کی طرف نکلے اور شہداء احد پر ایسی نماز پڑھی جو آپ میت پر پڑھتے تھے۔“

یہ حدیث بھی حدیث جابر کی طرح صحیح، مشہور اور اپنے مفہوم میں واضح ہے۔ کیونکہ ”آپ نے ایسی نماز پڑھی جیسی آپ میت پر نماز پڑھتے تھے۔“ تک کا جملہ واضح اور صریح جملہ ہے کہ یہاں ”صَلَاةُ“ سے محض دعا اور استغفار مراد نہیں لیا جاسکتا۔ لہذا یہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ

۳۱ فتح الباری: ۳/۵۵۳

۳۲ سُنَنُ التِّرْمِذِيِّ = کتاب الجنائز: باب ترك الصَّلَاةِ عَلَى الشَّهِيدِ

۳۳ تَرْجِمَہُ کے لئے دیکھئے الرَّقْمُ الْمُسْلِسِل: ۹۷۴

سے مروی حدیث کے لیے ناخ ہو سکتی ہے۔ دونوں احادیث فعلی ہیں۔ جبکہ شہداء احد والی روایت تاریخی اعتبار سے بعد والی ہے کیونکہ یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے بالکل آخری حصے کا واقعہ ہے۔ نیز میت پر جنازہ پڑھنے کی عمومی اور مطلق احادیث بھی اس مذہب کی تائید کرتی ہیں۔

سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ پر جنازہ پڑھنے کی حدیث اگرچہ ضعیف (مرسل) ہے۔ مگر کثرت طرق (بہت زیادہ سندوں کے مل جانے) کی وجہ سے قابل استدلال ہے۔ جیسا کہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ آخری دلیل کا جواب یہ ہے کہ جنازہ اگرچہ دعا و استغفار ہے۔ لیکن وہ زندوں کے لئے بھی ہے اور مردوں کے لئے بھی۔ نہ کہ صرف میت کے لئے۔ پھر جن صحابہ کو زندگی میں جنتی ہونے کی بشارت دی گئی ان کے جنازے بھی پڑھے گئے، جنازہ دعا و استغفار بھی ہے اور اجر و ثواب میں اضافے کا باعث بھی۔^{۳۴}

تیسرا موقف:

شہید کا جنازہ پڑھنے اور اسے ترک کر دینے کے دونوں طریقے مسنون ہیں اور لوگوں کو ان میں سے کسی پر بھی عمل پیرا ہونے کا اختیار ہے۔ یہ بعض محدثین اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا موقف ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان بھی اسی قول کی طرف معلوم ہوتا ہے۔ اسی لئے انہوں نے شہید کی نماز جنازہ کے عنوان کے تحت دونوں طریقوں کو ثابت کرنے والی احادیث اکٹھی کی ہیں۔ ابن قیم رحمہ اللہ اور امام شوکانی رحمہ اللہ نے اس کو اصولی طور پر زیادہ صحیح قرار دیا ہے۔

◎ امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وَالصَّوَابُ فِي الْمَسْئَلَةِ أَنَّهُ مُخَيَّرٌ بَيْنَ الصَّلَاةِ عَلَيْهِمْ وَتَرْكِهَا لِمَجِيءِ الْآثَارِ بِكُلِّ وَاحِدٍ مِنَ الْأَمْرَيْنِ وَهَذَا إِحْدَى الرِّوَايَاتِ عَنِ الْإِمَامِ أَحْمَدَ وَهِيَ الْأَلْيَقُ بِأُصُولِهِ وَ مَذْهَبِهِ“^{۳۵}

”اس مسئلہ میں صحیح موقف یہ ہے کہ شہداء پر نماز جنازہ پڑھنے اور ترک کر دینے دونوں

۳۴ خلاصہ کلام از نیل الأوطار: ۴/۴۵-۴۸ + سُبُلُ السَّلَام: ۲/۱۹۹ + التَّهْذِيبُ لِابْنِ الْقَيْمِ: ۴/۲۹۵

۳۵ تَهْذِيبُ السُّنَنِ لِابْنِ الْقَيْمِ: ۴/۲۹۵ + الْمَغْنَى لِابْنِ قَدَامَةَ: ۲/۵۲۸ + الْعَدَّةُ شَرْحُ الْعَمْدَةِ: ۹۲ +

باتوں کا اختیار ہے۔ کیونکہ دونوں طریقوں کی تائید میں احادیث وارد ہیں اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے بھی یہی روایت ہے اور یہی روایت ان کے اصول اور موقف سے زیادہ مطابقت رکھتی ہے۔“

اپنے ہی وار سے شہید ہو جانے والا:

سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۹۸۰] «لَمَّا كَانَ يَوْمُ خَيْبَرَ قَاتَلَ أَخِي قِتَالًا شَدِيدًا فَأَرْتَدَّ عَلَيْهِ سَيْفُهُ فَقَتَلَهُ۔ فَقَالَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذَلِكَ۔ وَشَكُّوا فِيهِ: رَجُلٌ مَاتَ فِي سَلَاحِهِ وَشَكُّوا فِي بَعْضِ أَمْرِهِ..... فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ نَاسًا لَيَهَابُونَ الصَّلَاةَ عَلَيْهِ يَقُولُونَ: رَجُلٌ مَاتَ بِسَلَاحِهِ۔ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «كَذَبُوا، مَاتَ جَاهِدًا مُجَاهِدًا، فَلَهُ أَجْرُهُ مَرَّتَيْنِ» وَأَشَارَ بِإصْبَعِيهِ۔^{۳۶}

”غزوہ خیبر کے روز میرے بھائی (سیدنا عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ) نے زبردست جنگ کا مظاہرہ کیا۔ اچانک اس کی اپنی تلوار الٹی ہو کر اسے لگ گئی اور اسے قتل کر دیا۔ اس پر صحابہ نے شک و شبہ کا اظہار کیا کہ یہ آدمی اپنے ہی ہتھیار سے مارا گیا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کچھ لوگ اس کیلئے دعائے رحمت کرنے سے احتراز کر رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ جھوٹے ہیں یہ شخص تو جہاد اور سخت محنت کرتے ہوئے مارا گیا ہے۔ لہذا اس کو دہرا اجر حاصل ہوگا۔ آپ نے یہ بات دو انگلیوں سے اشارہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمائی۔“

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غلطی کی وجہ سے اپنے یا کسی دوسرے مسلمان کے ہتھیار سے مارا جانے والا بھی شہید ہے۔ اکثر علمائے اسلام کا یہی موقف ہے۔ جبکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف اکثر علمائے اسلام کے خلاف ہے۔^{۳۷}

^{۳۶} صحیح مسلم = کتاب الجہاد والسیر: باب غزوہ خیبر، الحدیث ۱۸۰۲ + صحیح البخاری = کتاب المغازی: باب غزوہ خیبر، الحدیث: ۳۹۶۰۔ اس حدیث کو امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔

باغیوں اور ڈاکوؤں کے ہاتھوں سے قتل ہونے والا :

اہل عدل و حق میں سے جو شخص حکومت اسلامیہ کے مخالف باغیوں کے خلاف قتال کرتا ہوا میدان قتال میں مارا جائے تو بلاشبہ وہ بھی شہید ہے۔ اس پر میدان جہاد کے شہداء کے احکام نافذ ہونگے۔ اس لئے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے حامی شہداء کو غسل نہیں دیا۔ سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ انہیں غسل نہ دیا جائے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے کہا کہ جنگ جمل کے شرکاء نے وصیت کی تھی کہ ہم آئندہ کل شہید ہو جانے والے ہیں لہذا ہمارے کپڑے نہ اتارنا اور ہمیں غسل نہ دینا۔^{۳۸}

باغیوں کے ہاتھوں قتل ہونے والا چونکہ وہ اسلامی شعائر اور دینی حرمت کا دفاع کرتے ہوئے اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر ہی جان قربان کرتا ہے۔ لہذا شہید کی تعریف میں جو عام دلائل وارد ہوئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ بھی میدان جنگ میں شہید ہونے والے کا معاملہ کیا جائے گا۔ حنفی فقہاء اور حنبلی فقہاء کا یہی موقف ہے۔^{۳۹}

جہاں تک اس حدیث کا تعلق ہے کہ

[۹۸۱] «الْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ»^{۴۰}

”قاتل اور مقتول (دونوں) آگ میں جائیں گے۔“

یا اس جیسی اور دوسری احادیث اس صورت پر محمول ہیں جس میں اندھا فتنہ ہو حق واضح نہ ہو یا دونوں محض دنیا طلب کرنے والے اور خاندانی حمیت کے لئے باہمی قتال کرنے والے ہوں۔ وگرنہ جماعت حقہ کی حمایت میں باغیوں کے ساتھ قتال واجب اور شرعی جہاد کا ہم مرتبہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۹۸۲] ﴿فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ﴾ [الحجرات=۴۹:۹]

”باغی جماعت کے ساتھ قتال کرو حتیٰ کہ وہ اللہ کے حکم کو قبول کر لیں۔“

حکومت اسلامیہ کے باغیوں کے ہاتھوں قتل ہونے والے کا یہ حکم ہے لیکن ڈاکوؤں اور

۳۸ المغنی لابن قدامة: ۶/۲۰۴ + تفسیر القرطبی: ۴/۱۷۴

۳۹ الدر المختار مع رد المحتار: ۱/۸۵۰ + المغنی لابن قدامة: ۶/۲۰۴

۴۰ صحیح البخاری = کتاب الإیمان: باب ﴿وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلَحُوا بَيْنَهُمَا﴾، الحدیث: ۳۱+

چوروں وغیرہ کے ہاتھوں قتل ہونے والا اگرچہ اجر و ثواب کے لحاظ سے شہید مقید (یعنی صرف اخروی اعتبار سے شہید) ہے۔ لیکن اس کا مقصد جنگ چونکہ جان و مال اور عزت کا دفاع ہے نہ کہ دین کا۔ لہذا اس کے لئے میدان جہاد کے شہید کے مخصوص احکام نہ ہونگے۔ یہی موقف صحیح ہے۔ اس لئے کہ قرآن و حدیث کے دلائل اس کی طرف راہنمائی کرتے ہیں نیز اکثر علمائے اسلام کا بھی یہی موقف ہے۔

شہید عورتوں اور بچوں کا حکم:

اگرچہ عورتوں پر عمومی حالات میں اور نابالغ بچوں پر تمام حالات میں جہاد فرض نہیں ہے۔ لیکن عورتیں مردوں کے ساتھ عہد نبوت میں جہاد و قتال کے معرکوں میں برابر شریک ہوتی رہی ہیں۔ زخمیوں کی خدمت، علاج معالجہ اور باقاعدہ عملی طور پر جنگ میں ان کی شمولیت صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ جیسا کہ ام سلیم، ام عطیہ اور ام حرام رضی اللہ عنہن کی احادیث سے ثابت ہے۔ اسی طرح نابالغ بچوں کی جہاد میں شرکت پر سیدنا انس اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی احادیث دلیل ہیں جن کو امام بخاری رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔

کیونکہ جب نابالغ کا اسلام مقبول اور معتبر ہے تو اس کے دیگر نیک اعمال بھی قابل اعتبار ہونگے۔ عورتوں اور بچوں کے جہاد کی اکثر احادیث بخاری و مسلم کی متفق علیہ روایات ہیں۔ ان کے جہاد کی تفصیل کے لئے صحیح البخاری کے عنوانات کی فہرست پر ایک نظر ڈالنا تحقیق کے لئے مفید اور معاون ہوگا۔

ملاحظہ ہوں کتاب الجہاد کے ابواب :

- | | | | |
|---|---------------------------------------|---|----------------------------------|
| ۱ | جہاد النِّساء، | ۲ | غزوة المرأة في البحر |
| ۳ | حمل الرجل امرأته في الغزو | ۴ | غزو النِّساء و قتالهن مع الرجال، |
| ۵ | حمل النِّساء القرب الى الناس في الغزو | ۶ | مداواة النِّساء الجرحى في الغزو |
| ۷ | ردُّ النِّساء الجرحى والقتلى | ۸ | فضل الخدمة في الغزو |
| ۹ | من غزا بصبي للخدمة | | |

میدان جہاد کے شہیدوں کے مخصوص احکام کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کے ارشادات عام اور مطلق ہیں۔ عورتوں اور بچوں کے لئے علیحدہ احکام کی کوئی دلیل موجود نہیں۔ لہذا شہید

عورتوں اور بچوں کے ساتھ بھی جہادی شہداء کا معاملہ کیا جائے گا۔ اکثر علماء کا بھی یہ موقف ہے جبکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اس موقف میں بھی اکثر علماء کی مخالفت کرتے ہیں۔^{۴۱} زیادہ تفصیل کے لئے اسی کتاب کے باب ۴: کے عنوان ”عورتوں کی جہاد میں شرکت“ کا مطالعہ کریں۔

میدان جہاد میں بغیر کسی نشان کے قتل ہونے والا :

اختتام جنگ پر میدان جنگ میں جو مقتول پایا جائے اور اس کے جسم پر قتل کے آثار ہوں تو بلاشبہ وہ میدان جہاد کے شہید کے احکام حاصل کرے گا۔ لیکن اگر ایسے مقتول کا جسم قتل کے کسی اثر سے خالی ہو تو اس میں علماء کے دو اقوال ہیں: چنانچہ شافعی فقہاء اور مالکی فقہاء ایسے مقتول کو ہر صورت میں شہید کے احکام دیتے ہیں۔ لیکن حنفی فقہاء اور حنبلی فقہاء صرف اس صورت میں اس کے قائل ہیں جبکہ اس کے جسم پر قتل کے آثار موجود ہوں۔^{۴۲}

قابل ترجیح اور دلائل پر مبنی موقف پہلا ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کے دور میں میدان قتال کے ہر مقتول کو بلا تفتیش اور قتل کے آثار کی شرط کے بغیر بالاتفاق میدان جہاد کے شہید کا مقام و مرتبہ عطا کیا جاتا رہا ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ لہذا قتل کے نشان کی موجودگی کی شرط بلا دلیل ہے۔

وہ شخص جو زخمی حالت میں کچھ دیر زندہ رہے

”المُرْتَّ“ کا لغوی معنی:

وہ شخص جو زخمی حالت میں کچھ مدت تک زندہ رہے ”مُرْتَّ“ کہلاتا ہے۔

”المُرْتَّ“ کا شرعی معنی:

شریعت میں اس کا معنی یہ ہے کہ وہ شخص جو زخمی حالت میں جنگ ختم ہونے کے بعد زندہ رہے اور زندگی کے فائدوں میں سے کوئی فائدہ مثلاً کھانا پینا اور کوئی وصیت کرنا وغیرہ حاصل کرے۔ اس کو عربی زبان میں ”مُرْتَّ“ اور ”مُدْرَك“ کہا جاتا ہے۔ البتہ جو زخمی جنگ کے ختم

۴۱ المغنی لابن قدامة: ۲/ ۵۳۱ + المجموع للنووی: ۵/ ۲۶۶

۴۲ المجموع للنووی: ۵/ ۲۶۷ + المغنی لابن قدامة: ۲/ ۵۳۲

ہونے پر جاں بحق ہو چکا ہو یا موت کی مدہوشیوں میں ہی کچھ عرصہ مبتلا رہے، وہ مرتث نہیں ہوگا۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وَتِلْكَ السُّنَّةُ فِي مَنْ قُتِلَ فِي الْمُعْتَرِكِ فَلَمْ يُدْرِكْ حَتَّى مَاتَ - وَآمَّا مَنْ حُمِلَ مِنْهُمْ فَعَاشَ مَا شَاءَ اللَّهُ بَعْدَ ذَلِكَ فَإِنَّهُ يُغَسَّلُ وَيُصَلَّى عَلَيْهِ كَمَا عُمِلَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَكَانَ شَهِيدًا“ ۴۳

”جو شخص میدان جنگ میں زخمی ہو اور وہیں پر جاں بحق ہو جائے تو ایسے شہید کے متعلق یہی سنت ہے (کہ بلا غسل اور بلا جنازہ دفن کیا جائے گا) لیکن جو زخمی میدان قتال سے اٹھا لیا جائے اور وہ جس قدر اللہ چاہے زندہ رہے تو اس کا غسل اور جنازہ ہوگا جیسا کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا گیا ہے۔“

◎ علامہ الباجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”إِلَّا مَا يَكُونُ مِنْهُ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ فَإِنَّهُ بِمَنْزِلَةِ مَنْ مَاتَ فِي الْمُعْتَرِكِ“ ۴۴
”البتہ جو زخمی موت کی سختیوں میں مبتلا رہ کر فوت ہو وہ میدان قتال میں مرنے والے کے حکم میں ہے۔“

زخمی حالت میں میدان جنگ میں پائے جانے والے شخص کے مذکورہ بالا احکام کا استدلال سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے متعلق منقول درج ذیل صحیح حدیث سے کیا گیا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

[۹۸۳] «أُصِيبَ سَعْدُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ رَمَاهُ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ يُقَالُ لَهُ حِبَّانُ بْنُ الْعَرِقَةِ - رَمَاهُ فِي الْأَكْحَلِ - فَضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْمَةً فِي الْمَسْجِدِ لِيَعُودَهُ مِنْ قَرِيبٍ فَأَنْفَجَرَتْ مِنْ لَبْتِهِ فَإِذَا سَعْدٌ يَغْدُو جُرْحُهُ دَمًا ، فَمَاتَ مِنْهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ۵۵

”غزوہ خندق میں سیدنا سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ کی اکھل (بازو کی رگ) میں تیر لگا۔

۴۳ المؤطَّلإِلَامَام مالک = كتاب الجهاد: باب العمل في غسل الشَّهِيد

۴۴ المنتقى شرح المؤطَّلإِلَامَام: ۲۱۱/۳ + المغنى لابن قدامة: ۵۳۴، ۵۳۳/۲ + المجموع للنووى: ۱/۲۶۱ + الدر المختار مع رد المحتار: ۱/۸۵۲، ۸۵۱

۴۵ صحيح البخارى = كتاب المغازى: باب مرجع النبي من الأحزاب و مخرجه إلى بني قُرَيْظَةَ الحديث: ۳۸۹۶ + صحيح مسلم = كتاب الجهاد والسير: باب جواز قتال من نقض العهد و جواز إنزال أهل الحصن على حكم حاكم

ایک قریشی جوان حبان بن عرقہ نے تیر مارا تھا۔ جس سے وہ زخمی ہو گئے۔ نبی ﷺ نے مسجد میں ان کے لئے ایک خیمہ نصب کر دیا۔ تاکہ آپ قریب سے ان کی تیمارداری فرما سکیں۔ پھر (سعد رضی اللہ عنہ کے دعا مانگنے پر) وہ زخم سینے کی طرف سے پھوٹ پڑا اور آپ کا زخم متواتر خون بہانے لگا۔ چنانچہ اس سے آپ کی موت واقع ہو گئی۔“

راہ حق میں زخم خوردہ سعد رضی اللہ عنہ کی وفات پر جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو ایک عجیب و غریب خوشخبری سنائی۔ جبکہ سعد رضی اللہ عنہ کا جنازہ سامنے رکھا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

[۹۸۴] « اِهْتَرَّ عَرْشُ الرَّحْمَنِ لِمَوْتِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ » ۴۶

”سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی موت پر رحمن کا عرش ہل گیا ہے۔“

جب سعد رضی اللہ عنہ کا جنازہ اٹھایا گیا تو منافقین نے بنو قریظہ کے خلاف ان کے عادلانہ اور منصفانہ فیصلہ کی وجہ سے (ظن کے طور پر) کہا: اس کا جنازہ کس قدر ہلکا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۹۸۵] « إِنَّ الْمَلَائِكَةَ كَانَتْ تَحْمِلُهُ » ۴۷

” (ہلکا اس لئے ہے) کہ اس کو اللہ کے فرشتوں نے اٹھا رکھا تھا۔“

اور امام مالک رحمہ اللہ نے مؤطا میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعہ سے میدان جنگ میں پائے جانے والے زخمی شخص کے احکام بیان کئے ہیں۔

درست موقف:

سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے غزوہ خندق میں زخمی ہو کر جاں بحق ہو جانے کے واقعہ کا لب لباب یہ ہے کہ وہ رگ بازو میں تیر لگنے سے زخمی ہوئے۔ تقریباً ایک ماہ یا اس سے زیادہ عرصہ تک مسجد نبوی میں رسول اللہ ﷺ کی زیر نگرانی ان کا علاج معالجہ ہوتا رہا۔ وہ بقائگی ہوش و حواس تمام منافع زندگی سے فائدہ اٹھاتے رہے اور بنو قریظہ کے پچیس روزہ محاصرہ کے بعد وہ بطور ثالث گدھے پر سوار ہو کر مدینہ سے کئی میل دور بنی قریظہ کے محلہ میں تشریف لائے اور فیصلہ کیا۔ واپس مسجد میں آئے اور دعا میں اپنی موت کی تمنا کا اظہار

۴۶ صحیح البخاری = کتاب فضائل الصحابة: باب مناقب سعد بن معاذ رضي الله عنه ، الحديث: ۳۵۹۲ + صحيح مسلم = کتاب فضائل الصحابة: باب من فضائل سعد بن معاذ رضي الله عنه ، الحديث: ۲۴۶۶ + صحيح الترمذی أبواب المناقب : باب مناقب سعد بن معاذ رضي الله عنه ، الحديث: ۳۰۲۳

۴۷ صحيح الترمذی = أبواب المناقب: باب مناقب سعد بن معاذ رضي الله عنه ، الحديث: ۳۰۲۴

کیا۔ پھر اس دعا کی قبولیت کے سبب وہ ملک عدم کے مسافر بنے۔^{۵۸}

مذکورہ بالا تمام امور حدیث کی کتابوں اور سیرت رسول میں ثابت شدہ ہیں۔ چنانچہ مذکورہ بالا واقعہ سے زیادہ سے زیادہ یہ استدلال کیا جاسکتا ہے کہ جو زخمی معرکہ حق و باطل کے بعد عرصہ دراز تک زندگی کے تمام فائدوں سے بھرپور استفادہ کرے، ان زخموں سے موت کی توقع اور امید ختم ہو جائے جہادی زخموں کی وجہ سے خود اس کی تمنا و آرزو رکھے اور اسی آرزو کی بناء پر وہ اللہ کے پاس حاضر کر لیا جائے۔ اس کے ساتھ میدان جہاد والے شہیدوں کا معاملہ نہ کیا جائے گا۔ بعینہ مذکورہ کیفیت سے ملتی جلتی کیفیت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعہ میں بھی پیش آئی۔

لہذا قرآن و حدیث کے واضح دلائل کے مطابق مندرجہ ذیل شہداء ”مرتت“ اور ”مُدرک“ کی تعریف میں شامل نہیں ہو سکتے۔ بلکہ ان کے ساتھ شہداء احد والا سلوک کرنا عین اتباع نبوی ہے۔
 جو شدید زخمی اور گہرے زخموں والا مجاہد معرکہ قتال سے اٹھایا جائے اور قلیل عرصے میں انہی زخموں کی بناء پر اس کی موت واقع ہو جائے۔ خواہ وہ زندگی کے فائدوں میں سے کچھ فوائد بھی حاصل کر چکا ہو۔

جو اپنے زخموں کے ساتھ بے ہوشی کی حالت میں میدان قتال سے باہر زندہ رہے خواہ طویل عرصہ تک اور خواہ اس کو غذا اور دوا کی سینکڑوں خوراکیں دے دی جائیں۔
 بہت سے علماء محققین نے اسی بات کو رائج قرار دیا ہے۔ کیونکہ یہ صحیح احادیث کے زیادہ مطابق اور عقل و نظر کے اعتبار سے زیادہ صحیح ہے۔ مثلاً حافظ ابن عبد البر، سخون، ابن قاسم مالکی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ۔^{۵۹}

مقروض اور خائن شہید:

شہید مقروض پر میدان جہاد کے شہیدوں کے تمام مخصوص احکام نافذ ہونگے۔ اگر وہ قرض کی ادائیگی کے لئے رقم چھوڑ گیا ہے یا تنگ حالی کی وجہ سے ادائیگی پر طاقت نہیں رکھتا تھا تو تمام علمائے اسلام کے نزدیک وہ شہید بخشا ہوا اور جنتی ہوگا۔ اگر ادائیگی پر قادر ہونے کے باوجود قرض کی ادائیگی کے لئے رقم نہیں چھوڑ گیا۔ تو صحیح موقف کے مطابق شہادت اس کے لئے گناہوں

کے کفارے کا باعث ثابت ہوگی۔ امیر المؤمنین یا خلیفۃ المسلمین پر لازم ہے کہ بیت المال سے اس کے قرضہ جات کی ادائیگی کا اہتمام کرے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۹۸۶] «أَنَا أُولَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ - فَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ وَ مَنْ تَرَكَ دَيْنًا أَوْ ضِيَاعًا فَإِنَّا أُولَىٰ بِهِ فَعَلَىٰ قَضَاءِ ۝» ۵۰

”میں مومنوں کے لئے ان کی جانوں سے بھی زیادہ ان کیلئے خیر خواہ ہوں۔ جس نے کوئی مال چھوڑا ہے تو وہ اس کے وارثوں کے لئے ہے اور جس پر کوئی قرض ہو یا اس کا کوئی نقصان ہو گیا ہو تو میں اس کی ادائیگی کا زیادہ حقدار ہوں۔ لہذا اس کی ادائیگی میرے ذمے ہے۔“

تاہم مجاہد پر لازم ہے کہ بغیر کسی اشد اور جائز ضرورت کے قرض نہ لے اور قرض لیتے ہوئے عدم ادائیگی کی نیت نہ ہو۔ بندوں کے تمام حقوق سے سبکدوش ہو کر جہاد فی سبیل اللہ کے لئے نکلے۔ ۵۱

خیانت اور بددیانتی کا ارتکاب کرنے والے مجاہد اور شہید کے متعلق اگرچہ صحیح احادیث میں سخت وعید آئی ہے۔ تاہم دنیا میں ظاہری حالات کے مطابق اس کے ساتھ دیگر شہداء کی طرح معاملہ کیا جائے گا۔ جیسا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

[۹۸۷] «صَلُّوا عَلَىٰ صَاحِبِكُمْ» ۵۲ ”اپنے ساتھی پر جنازہ پڑھ لو۔“

مقروض کی شہادت کے تفصیلی احکام اسی کتاب کے پانچویں باب میں زیر عنوان ”مقروض کا جہاد اور شہادت گناہوں کا کفارہ ہے“ میں ملاحظہ فرمائیں۔ جبکہ بددیانت شہید کی تفصیلات اسی کتاب کے باب ۲۶: کے عنوان ”مال غنیمت میں خیانت اور بددیانتی حرام ہے“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

دفن سے پہلے میت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا:

انسان کا قبل از موت شرعی طور پر کسی مقدس مقام میں دفن ہونے کی دعا اور تمنا کرنا مستحب

۵۰. تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۸۵۸

۵۱. ملاحظہ ہو تفسیر القرطبی: ۱۷۵/۴ + فتح الباری: ۷/۱۲ + شرح النووی: ۳۵/۲ + ترجمة الباب صحيح ابن

حبان: ۱۷۱/۸

۵۲. سنن أبی داؤد = کتاب الجہاد: باب فی تعظیم الغلول وصحیح أبی داؤد = کتاب البیوع: باب فی التَّشْدِيدِ فی الدِّینِ ، الحدیث: ۲۸۵۹ + سنن النِّسائی = کتاب الجنائز: باب الصَّلَاةِ علی من غَلَّ + سنن ابنِ ماجہ = کتاب الجہاد: باب

الغلول + المَطْلُ لِمَالِک = کتاب الجہاد: باب مَلَأَهُ فی الغلول،

ہے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے ارض مقدسہ کے قریب دفن ہونے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ ۵۳ اسی طرح سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اللہ سے دعا کرتے تھے:

[۹۸۸] «اللَّهُمَّ ارْزُقْنِي شَهَادَةً فِي سَبِيلِكَ وَاجْعَلْ مَوْتِي فِي بَلَدِ رَسُولِكَ» ۵۴

”اے اللہ! میں تیرے راستے میں شہید ہونے اور تیرے رسول کے شہر میں موت کی تجھ سے درخواست کرتا ہوں۔“ (الحمد للہ کہ آپ رضی اللہ عنہ کی دونوں دعائیں بہت ہی اچھے انداز میں منظور ہوئیں)

شہید کے علاوہ کسی دوسری عام میت کو دفن سے پہلے کسی دوسری جگہ منتقل کرنا اکثر اہل علم کے ہاں جائز ہے۔ مالکی، حنفی اور حنبلی فقہاء کا یہی موقف ہے۔ البتہ شافعی فقہاء نے اسے مکروہ قرار دیا ہے۔ دفن سے پہلے نقل میت کی ممانعت پر کوئی صریح شرعی دلیل قائم نہیں۔ البتہ جب اس کے نتیجے میں میت کو دفن کرنے میں زیادہ تاخیر ہو رہی ہو یا میت اور اہل میت کے لئے بلا شرعی جواز نقصان کا باعث ہو تو اس جیسے نقصانات کی بناء پر بالاتفاق ناجائز اور مکروہ ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث میں ہے:

[۹۸۹] «أَسْرِعُوا بِالْجَنَازَةِ.....» ۵۵ ”جنازہ لے جانے میں جلدی کرو۔“

دفن کے بعد کسی میت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا:

غیر شہید میت کو دفن کرنے کے بعد کسی ضرورت اور حاجت کے تحت قبر سے نکالنا اور پھر اس کو اس کی پہلی قبر میں ہی دفن کر دینا بالاتفاق جائز ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے عبد اللہ بن ابی منافق کو اس کے بیٹے ابن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی درخواست پر قبر کے گڑھے میں داخل کئے جانے کے بعد نکالنے کا حکم دیا اور اپنی ایک قمیض اتار کر اس کو پہنائی تاکہ عبد اللہ بن ابی منافق کا بیٹا جو مخلص مسلمان تھا اس کی دل جوئی ہو سکے اور اس کے احسان کا بدلہ بھی اس کو لوٹایا

۵۳ ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب الجنائز: باب من أَحَبَّ الدَّفْنَ فِي الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ أَوْ نَحْوِهَا، الحديث: ۱۲۷۴ +

صحیح مسلم = کتاب الفضائل : باب من فضائل موسیٰ صَلَّی اللہ علیہ وسلم، الحديث: ۲۳۷۲

۵۴ صحیح البخاری = کتاب فضائل المدينة: باب كراهية النَّبِيِّ صَلَّی اللہ علیہ وسلم أَنْ تُعْرَى الْمَدِينَةُ، الحديث: ۱۷۹۱ و کتاب الجہاد: باب الدُّعَاءُ بِالْجِهَادِ وَالشَّهَادَةِ لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ۔

۵۵ صحیح البخاری = کتاب الجنائز: باب السَّرْعَةِ بِالْجَنَازَةِ، الحديث: ۱۲۰۲ + صحیح مسلم = کتاب الجنائز: باب

جاسکے۔ کیونکہ اس نے مدینہ میں آمد کے وقت آپ ﷺ کے چچا سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو ایک قمیض پہنائی تھی۔ ۵۶

شہید کی لاش کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا:

شہید میت کو قبل از دفن موت کی جگہ سے منتقل کرنا ممنوع ہے بلکہ انہیں ان کی قتل گاہوں میں ہی دفن کرنے کا واضح شرعی حکم موجود ہے۔ جیسا کہ حدیث رسول ﷺ ہے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۹۹۰] «إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَنَا بِقَتْلَى أَحَدٍ أَنْ يُرَدُّوا إِلَى مَصَارِعِهِمْ وَكَانُوا نُقَلُّوهُ إِلَى الْمَدِينَةِ» ۵۷

”سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان شہداء احد کو ان کی قتل گاہوں میں واپس لوٹانے کا حکم صادر فرمایا جو مدینہ میں منتقل کر لئے گئے تھے۔“
یہ مسئلہ اکثر علماء و فقہاء کے مابین اتفاقی ہے۔ البتہ اسی حدیث سے شہید کو واپس قتل گاہ کی طرف لوٹانے کا وجوب اس صورت میں معلوم ہوتا ہے جبکہ وہ دوسری جگہ دفن نہ کر دیا گیا ہو۔ ۵۸
شہید کی لاش کو دفن کے بعد کسی شرعی ضرورت کے لئے قبر سے نکال کر اسی دفن میں دوبارہ دفن کر دینا جائز ہے۔ جیسا کہ جابر رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث میں ہے:

[۹۹۱] «ذُفِنَ مَعَ أَبِي رَجُلٌ فَلَمْ تَطْبُ نَفْسِي حَتَّى أَخْرَجْتُهُ فَجَعَلْتُهُ فِي قَبْرِ عَلَى حِدَةٍ بَعْدَ سِتَّةِ أَشْهُرٍ فَإِذَا هُوَ كَيَوْمٍ وَضَعْتُهُ هُنَيْئَةً غَيْرَ أَذْنِهِ» ۵۹

”میرے والد سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جو غزوہ احد میں شہید ہوئے ان کو ایک دوسرے شہید کے ساتھ دفن کر دیا گیا۔ لیکن میرے دل کو یہ بات اچھی نہ لگی حتیٰ کہ چھ ماہ بعد میں نے ان کو قبر سے نکالا اور ایک علیحدہ قبر میں دفن کر دیا۔ اس وقت ان کی میت صحیح و سالم

۵۶ ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب الجنائز: باب هل يخرج الميت من القبر واللحد لعله، الحديث: ۱۲۸۵۔ اس حدیث کو امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے۔

۵۷ صحیح النسائی = کتاب الجنائز: باب ان يدفن الشهيد، الحديث: ۱۸۹۳ + صحیح ابن ماجہ = کتاب الجنائز: باب ما جاء في الصلوة على الشهداء ودفنهم، الحديث: ۱۲۳۰ + صحیح الترمذی = أبواب الجهاد: باب الفرار من الزحف / باب منه، الحديث: ۱۴۰۱

۵۸ نیل الأوطار: ۱۲۱/۴ + زاد المعاد: ۲/۲۴۶

۵۹ صحیح البخاری = کتاب الجنائز: باب هل يخرج الميت من القبر واللحد لعله، الحديث: ۱۲۸۶، ۱۲۸۷

تھی۔ بالکل ایسے جیسے موت کے دن والی حالت پر تھی۔ البتہ کان میں تھوڑی سی تبدیلی موجود تھی۔“

موطا امام مالک میں متصل سند کے ساتھ مروی ہے کہ سیدنا عمرو بن جموح اور سیدنا عبداللہ بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہما (شہداء احد) ایک ہی قبر میں مدفون تھے جو سیلاب کے راستے پر تھی۔ چنانچہ سیلاب نے ان کی قبر اکھاڑ دی تو ان کو قبر تبدیل کرنے کے لئے نکالا گیا۔ وہ ایسی حالت میں پائے گئے گویا ابھی کل ہی فوت ہوئے ہوں۔ جسموں میں کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ غزوہ احد اور اس واقعہ میں 46 سال کا وقفہ تھا۔ ۱۰

حدیث جابر اور روایت مالک میں بظاہر تعارض نظر آتا ہے اور تعارض اور تضاد کو دور کرنے کی دو صورتیں ہیں۔ حافظ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ کے بقول یہ دو مختلف واقعات ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے بقول زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ موطا امام مالک والی روایت میں یہ ہے کہ ایک قبر سے مراد دو قریب قریب قبریں ہیں یا یہ کہ سیلاب نے دونوں قبریں اکھاڑ کر ایک قبر کی طرح بنا ڈالی تھیں۔ قبروں کو اکھاڑنے کا یہ واقعہ دو (۲) بار ہی پیش آیا۔ (ایک دفعہ عہد نبوت میں وفات کے چھ ماہ بعد دوسرا واقعہ عہد معاویہ رضی اللہ عنہ میں چھیالیس (46) سال بعد۔ ۱۱

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ والی روایت (جس کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے روایت کیا ہے) سے شہداء کی ایک مزید امتیازی خصوصیت کا علم ہوتا ہے کہ ان جاٹاران حق کو اپنے مقتل اور قربان گاہ میں ہی دفن کیا جائے تاکہ راہ حق میں قربانی پیش کرنے پر وہ اپنے دو عادل گواہوں (خون اور قتل کی سرزمین) کے ساتھ ہی مبعوث ہوں۔

نیز سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح بخاری کی روایت جس میں عہد نبوت کا ہی ایک واقعہ ہے۔ جو واقعہ سب لوگوں کے سامنے پیش آیا اور موطا امام مالک والی حدیث میں بھی یہ بات ہے کہ شہدائے اسلام کے جسم قبروں میں ہر قسم کے تغیر و تبدل سے محفوظ ہیں۔ ۱۲

غائبانہ نماز جنازہ:

میت شہید ہو یا غیر شہید اس کا غائبانہ نماز جنازہ بغیر کسی شرط کے اور بغیر کسی قید کے جائز

۱۰۔ الموطأ للإمام مالک = کتاب الجہاد: باب الدفن فی قبر واحد من ضرورة۔

۱۱۔ فتح الباری: ۳/ ۴۵۹، ۳/ ۲۲۵، المنقذی شرح الموطأ: ۳/ ۲۲۵، ۴/ ۱۲۲، ۱۲۱، ۱۲۲۔

۱۲۔ المنقذی شرح الموطأ: ۳/ ۲۲۵، ۳/ ۶۱۱۔

ہے۔ اور بعض صورتوں میں فرض اور واجب ہے۔ مثلاً اس وقت جب میت غیر شہید ہو اور موت کی جگہ پر جنازہ نہ پڑھا گیا ہو۔ سیدنا ابو ہریرہ، سیدنا جابر بن عبد اللہ اور سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں:

[۹۹۲] «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَى النَّجَاشِيَّ فِي الْيَوْمِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ۔ وَخَرَجَ بِهِمْ إِلَى الْمُصَلَّى۔ فَصَفَّ بِهِمْ وَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعَ تَكْبِيرَاتٍ» ۶۳

”جشہ کا بادشاہ نجاشی جس وقت فوت ہوا تو نبی ﷺ نے جس روز وہ فوت ہوا اسی روز اس کی وفات کی اطلاع دی اور صحابہ کے ساتھ مل کر جنازہ گاہ کی طرف تشریف لے گئے۔ ان کی صفیں درست کیں اور چار تکبیرات کے ساتھ نماز جنازہ ادا فرمائی۔“

ایک روایت کے یہ الفاظ ہیں:

[۹۹۳] «قَالَ إِنَّ أَخَا لَكُمْ مَاتَ فَقُومُوا فَصَلُّوا عَلَيْهِ قَالَ فَقُمْنَا فَصَفْنَا صَفَيْنِ» ۶۴

”آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا ایک بھائی فوت ہو گیا ہے۔ اٹھو اور اس کا نماز جنازہ ادا کرو۔ چنانچہ ہم اٹھ کھڑے ہوئے آپ ﷺ نے ہماری دو صفیں بنائیں۔“

مذکورہ بالا متواتر حدیث سے درج ذیل احکام معلوم ہوتے ہیں:

① مسلمان میت کے جنازے کا اعلان کرنا مستحب ہے تاکہ بکثرت لوگ اس میں شریک ہو کر اس کے لئے دعائے استغفار کر سکیں۔ لیکن جاہلیت کا وہ طریقہ جس کو ”نعی“ کہا جاتا ہے، جس میں میت کے اوصاف اور کارناموں کے تذکرے اور فخر و ریاء کا اظہار ہو، ممنوع ہے۔ ۶۵

② جنازہ میں چار تکبیرات مسنون ہیں۔ اس بارے میں بہت زیادہ احادیث ہیں جو صحیح سندوں کے ساتھ ثابت ہیں اور تاریخی اعتبار سے متاخر ہیں۔ اس بناء پر یہی رائج ہے اور اکثر

۶۳ صحیح البخاری = کتاب الجنائز: باب التَّكْبِيرِ عَلَى الْجَنَازَةِ أَرْبَعًا ، الحديث: ۱۲۶۸ + صحیح مسلم = کتاب الجنائز: باب فِي التَّكْبِيرِ عَلَى الْجَنَازَةِ ، الحديث: ۹۵۱۔ اس حدیث کو امام ترمذی، امام ابو داؤد، امام نسائی اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہم نے بھی روایت کیا ہے۔

۶۴ صحیح مسلم = کتاب الجنائز: باب فِي التَّكْبِيرِ عَلَى الْجَنَازَةِ ، الحديث: ۹۵۲، اس حدیث کو امام ابو داؤد، امام ترمذی اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہم نے بھی روایت کیا ہے۔

۶۵ صحیح الترمذی = کتاب الجنائز: باب مَاجَاةٌ فِي كِرَاهِيَةِ النَّعْيِ ، الحديث: ۷۸۶ + صحیح ابن ماجہ = کتاب الجنائز:

باب مَاجَاةٌ فِي النَّهْيِ عَنِ النَّعْيِ ، الحديث: ۱۲۰۳

صحابہ کا عمل بھی اس کے مطابق ہے۔ ۶۱

غائبانہ نماز جنازہ جائز ہے۔ بلکہ جب مسلمان پردیس میں فوت ہوا اور وہاں جنازہ نہ پڑھا جائے تو فرض اور واجب ہے۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں ایک عنوان قائم کیا ہے ”بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْمُسْلِمِ يَلِيهِ أَهْلُ الشَّرْكِ فِي بَلَدٍ آخَرَ“ اس کا مفہوم بھی یہی ہے کہ ایک ایسے مسلمان کا غائبانہ نماز جنازہ جہاں اہل شرک رہتے ہوں اور وہ پردیس میں فوت ہو۔

© حافظ ابن حجر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

”وَاسْتَدْلَّ بِهِ عَلَى مَشْرُوعِيَّةِ الصَّلَاةِ عَلَى الْمَيِّتِ الْغَائِبِ عَنِ الْبَلَدِ وَ بِذَلِكَ قَالَ الشَّافِعِيُّ وَ أَحْمَدُ وَ جَمَهُورُ السَّلَفِ حَتَّى قَالَ ابْنُ حَرَمٍ لَمْ يَأْتِ عَنْ أَحَدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ مَعْنَاهُ فَكَانَ غَائِبًا عَنِ الصَّحَابَةِ الَّذِينَ صَلَّوْا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ“
”اس حدیث سے شہر سے غائب میت پر جنازہ کے جواز کا استدلال کیا جاتا ہے۔ امام شافعی، احمد بن حنبل اور اکثر سلف صالحین اسی بات کے قائل ہیں۔ حتیٰ کہ ابن حزم رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ کسی ایک صحابی سے بھی اس کی ممانعت کا ثبوت نہیں ملتا۔ البتہ حنفی اور مالکی فقہاء کا اس میں اختلاف ہے۔ اور بعض علماء نے چند شرائط کے ساتھ اس کو جائز قرار دیا ہے۔“

غائبانہ نماز جنازہ سے روکنے والوں کے دلائل انتہائی کمزور ہیں۔ مثلاً یہ کہ نجاشی دوسرے علاقے میں فوت ہوا اور وہاں پر اس کا جنازہ نہیں پڑھا گیا۔ لیکن یہ محض ظن اور احتمال ہے اس کی کوئی دلیل موجود نہیں۔ اسی طرح یہ بھی انتہائی کمزور دلیل کہ نجاشی کی میت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے واضح کر کے سامنے لا کر رکھ دی گئی تھی۔ لیکن یہ بھی محض احتمال اور گمان ہے جو ثبوت کا محتاج ہے۔ علاوہ ازیں اگر وہ میت صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائی گئی تو صحابہ نے جنازہ کیوں پڑھا؟

مالکی فقہاء نے کہا ہے کہ غائبانہ نماز جنازہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف نجاشی کے لئے خاص عمل تھا۔ اس لئے کسی اور غیر موجود میت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ نہیں پڑھا۔ حالانکہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا قصہ مجموعی طرق (تمام سندوں) کے اعتبار سے صحیح اور قوی ہے۔ پھر خصوصیت کا دعویٰ دلیل کا محتاج ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حدیث کے الفاظ کسی غیر موجود میت پر نماز جنازہ

۶۱ ملاحظہ ہو صحیح الترمذی = أبواب الجنائز: باب التَّكْبِيرِ عَلَى الْجَنَازَةِ ، الحديث: ۸۱۵-۸۱۶ + معالم السنن

الخطابی: ۴/۳۳۳+۳۳۴ شرح النووی: ۱/۳۰۹ + فتح الباری: ۳/۴۴۵

کے جائز ہونے میں واضح اور صریح ہیں اور یہ الفاظ مذکورہ بالا تمام احتمالات کی نفی کرتے ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الجنائز میں اس صحیح اور متواتر حدیث پر مختلف مقامات پر بہت زیادہ عنوانات قائم کر کے بہت زیادہ فقہی مسائل بیان کئے ہیں۔ مثلاً **ملاحظہ ہوں** :

۱ "بَابُ الرَّجُلِ يَنْعَى إِلَى أَهْلِ الْمَيِّتِ بِنَفْسِهِ"

۲ "بَابُ مَنْ صَفَّ صَفِّينِ أَوْ ثَلَاثَةً عَلَى الْجَنَازَةِ"

۳ "بَابُ سُنَّةِ الصَّلَاةِ عَلَى الْجَنَازَةِ"

۴ "بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْجَنَائِزِ بِالْمُصَلِّيِّ وَالْمَسْجِدِ"

۵ "بَابُ التَّكْبِيرِ عَلَى الْجَنَازَةِ أَرْبَعًا"

قبر پر نماز جنازہ :

شہید میت کا جنازہ اگر پہلے ادا نہ کیا گیا ہو تو اس کی قبر پر غیر معینہ مدت تک نماز جنازہ پڑھنا جائز ہی نہیں بلکہ سنت رسول ﷺ ہے۔ یہ بھی جہاد فی سبیل اللہ کے شہداء کی امتیازی خصوصیات میں شامل ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ نے آٹھ برس بعد شہداء احد کی قبروں پر جا کر میت والی نماز جنازہ ادا فرمائی (نہ کہ محض دعا و استغفار کیا) ۶۸

غیر شہید میت کی تدفین کے بعد صحیح موقف کے مطابق ایک ماہ تک قبر پر نماز جنازہ ادا کرنا سنت سے ثابت ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت ہے :

[۹۹۴] « أَخْبَرَنِي مَنْ مَرَّ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى قَبْرِ مَنْبُودٍ فَأَمَّهُمْ وَ

صَلُّوا خَلْفَهُ » ۶۹

”ایک ایسے شخص نے مجھے خبر دی جو نبی ﷺ کے ساتھ ایک علیحدہ بنی ہوئی قبر کے پاس

سے گذرا۔ آپ ﷺ نے صحابہ کی امامت کروائی اور صحابہ نے آپ کے پیچھے نماز ادا کی۔“

ایک روایت میں یوں ہے :

[۹۹۵] « انْتَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى قَبْرِ رَطْبٍ فَصَلَّى عَلَيْهِ وَ

۶۸ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۹۷۵

۶۹ صحیح البخاری = کتاب الجنائز: باب الصَّلَاةِ عَلَى الْقَبْرِ بَعْدَ مَا يُدْفَنُ ، الحديث: ۱۲۷۱ + صحیح مسلم = کتاب

الجنائز: باب الصَّلَاةِ عَلَى الْقَبْرِ ، الحديث: ۹۵۴

صَفُّوا خَلْفَهُ وَكَبَّرَ أَرْبَعًا ۝۷

”تازہ بہ تازہ بنی ہوئی قبر کے قریب سے گزرے، صحابہ نے آپ کی اقتداء میں صفیں درست کیں اور آپ ﷺ نے چار تکبیرات کہیں۔“
سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

[۹۹۶] «أَنَّ امْرَأَةً سَوْدَاءَ كَانَتْ تَقُمُّ الْمَسْجِدَ أَوْ شَابًّا فَقَدَّهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَسَأَلَ عَنْهَا أَوْ عَنْهُ فَقَالُوا مَاتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ: «أَفَلَا كُنْتُمْ أَذْنُتُمُونِي قَالَ فَكَأَنَّهُمْ صَغَرُوا أَمْرَهَا أَوْ أَمْرُهُ قَالَ: «ذُلُّونِي عَلَى قَبْرِهِ» فَذُلُّوهُ فَصَلَّى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ هَذِهِ الْقُبُورَ مَمْلُوءَةٌ ظُلْمَةً عَلَى أَهْلِهَا وَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يُنَوِّرُهَا لَهُمْ بِصَلَاتِي عَلَيْهِمْ» ۱۷

”ایک سیاہ فام عورت (مرد) مسجد میں جھاڑو دیتا تھا آپ کو (چند دن) نظر نہ آیا تو آپ ﷺ نے صحابہ سے اس کے بارے دریافت کیا۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ فوت ہو چکا ہے۔ تو آپ نے فرمایا: تم نے مجھے کیوں نہ مطلع کیا؟ تو صحابہ نے گویا اس کے معاملہ کو نہایت معمولی قسم کا سمجھا۔ جس پر آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے اس کی قبر کی نشاندہی کرو۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کو قبر کی نشاندہی کر دی تو آپ ﷺ نماز جنازہ ادا فرمائی۔ بعد ازاں ارشاد فرمایا: یہ قبریں اپنے مردوں کے لئے ظلمت و تاریکی سے بھری ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ میرے جنازہ پڑھنے سے ان کو فوت شدگان کے لئے منور فرما دیتا ہے۔“

◎ امام ترمذی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

صحابہ رضی اللہ عنہم میں اکثر اہل علم کا یہی موقف ہے کہ قبر پر نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے۔ امام شافعی، احمد، اسحق، عبد اللہ بن مبارک کا بھی یہی موقف ہے۔ البتہ امام مالک رحمہ اللہ اس کے جواز کے قائل نہیں۔ احمد اور اسحق نے کہا ہے کہ زیادہ سے زیادہ ایک ماہ تک قبر پر جنازہ ادا کیا جاسکتا ہے۔ انہوں نے سعید بن مسیب سے مروی مرسل حدیث سے استدلال کیا ہے کہ نبی ﷺ نے ام سعد کی قبر پر ایک ماہ بعد نماز جنازہ پڑھا تھا۔ ۱۸

۱۷ صحیح مسلم = کتاب الجنائز: باب الصَّلَاةِ عَلَى الْقَبْرِ، الحديث: ۹۵۴

۱۸ صحیح مسلم = کتاب الجنائز: باب فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْقَبْرِ، الحديث: ۹۵۶ + صحیح البخاری = کتاب المساجد: باب

کنس المسجد والتقاط الخرق والقذى والعیدان، الحديث: ۴۴۶

۱۹ صحیح الترمذی = أبواب الجنائز: باب ما جاز في الصَّلَاةِ عَلَى الْقَبْرِ، الحديث: ۸۲۹

علی بن ابی طالب، ابو موسیٰ اشعری، ابن عمر، سیدہ عائشہ، ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے بھی قبر پر نماز جنازہ کا جواز منقول ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اس کے جواز کے قائل نہیں (مذکورہ بالا صحیح احادیث ان کے خلاف حجت ہیں) ۳

قبروں کی زیارت: (جواز کے دلائل اور اغراض و مقاصد)

زیارت قبور کا مسئلہ اگرچہ جہاد فی سبیل اللہ کے موضوع سے زیادہ تعلق نہیں رکھتا۔ لیکن یہ اہم ترین دینی معاملہ ہے جس میں غلو کی وجہ سے اکثر و بیشتر قبروں کی زیارت کرنے والے عبادت، بندگی، سجدہ، طواف، مجاور بن کر بیٹھنا، اعتکاف، دعا و مناجات، مدد طلب کرنا، فریاد کرنا، صدقہ و خیرات اور نذر و نیاز جیسے وہ اعمال جو خالص اللہ تعالیٰ کے حقوق ہیں یہ تمام اعمال اس کے فقیر و محتاج، نیاز مند اور عاجز بندوں کے لئے جائز بنا کر قبروں کے عبادت گزار بن چکے ہیں۔ اسی مناسبت سے ہم شہداء کے فضائل و احکام کے عنوان میں زیارت قبور کی شرعی حیثیت، اس کی اصل غرض و غایت اور اس کے ساتھ ہی قبروں کی عبادت کے خطرناک شرکیہ عقائد و اعمال پر تبصرہ کر رہے ہیں۔ چنانچہ سب سے پہلے تو رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں زیارت قبور پر جواز کے دلائل، اس کی حکمت اور غرض و غایت اختصار کے ساتھ بیان کی جاتی ہے۔ سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

[۹۹۷] «كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَرُؤُوهَا فَإِنَّهَا تَذَكِّرُكُمُ الْمَوْتَ» ۴

”کہ میں نے تمہیں زیارت قبور سے منع کر رکھا تھا۔ اب تم ان کی زیارت کیلئے جایا کرو

کیونکہ قبریں تمہیں موت کی یاد دلاتی ہیں۔“

ایک روایت میں یوں ہے:

[۹۹۸] «فَإِنَّهَا تَذَكِّرُ الْآخِرَةَ» ۵

”(یہ قبروں کی زیارت) فکر آخرت پیدا کرتی ہیں۔“

۳ معالم السنن للخطابی: ۳۳۲/۴

۴ صحیح مسلم = کتاب الجنائز: باب فی الذهاب إلى زیارة القبور / باب استئذان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ربّہ

عَزَّوَجَلَّ فی زیارة قبر اُمّہ، الحدیث: ۹۷۷

۵ صحیح الترمذی = أبواب الجنائز: باب الرخصة فی زیارة القبور: الحدیث: ۸۴۲ + صحیح ابن ماجہ = کتاب

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے :

[۹۹۹] «كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ إِلَى الْبَقِيعِ - فَيَقُولُ: "السَّلَامُ عَلَيْكُمْ ذَا رَقِومٍ مُؤْمِنِينَ وَيَرْحَمُ اللَّهُ الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنَّا وَالْمُسْتَأَخِرِينَ وَ إِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لِلْحَقِيقَةِ أَسْأَلُ اللَّهَ لَنَا وَلَكُمْ الْعَافِيَةَ» ۱۷

”نبی ﷺ رات کے آخری حصہ میں بقیع کے قبرستان کی طرف نکل جاتے اور کہتے: ”اے مومنو! ”السَّلَامُ عَلَيْكُمْ“ اللہ ہمارے پہلوں اور پچھلوں سب پر رحم فرمائے۔ ہم بھی ان شاء اللہ تمہارے پاس آملنے والے ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ سے اپنے اور تمہارے لئے عافیت کی دعا کرتا ہوں۔“

ابتدائے اسلام میں نوحہ، واویلا اور قبروں پر کئے جانے والے شرکیہ اعمال کی کثرت کی وجہ سے زیارت قبور سخت حرام تھی۔ پھر درج ذیل شرعی اغراض کیلئے اس کی اجازت دے دی گئی اور نبی ﷺ نے اپنے ارشادات کے ذریعے اور عملی طور پر ترغیب دلائی:

اہل ایمان قبروں والوں کے لئے دعا و استغفار۔

موت کی یاد دہانی اور فکر آخرت۔

دنیا میں بے رغبتی اور اس کی بے ثباتی کا یقین۔

عورتوں کے لئے قبروں کی زیارت کے حرام ہونے کا بیان:

سیدنا عبد اللہ بن عباس اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

[۱۰۰۰] «لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَائِرَاتِ الْقُبُورِ وَالْمُتَخَذِينَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالشُّرُجَ» ۱۸

”رسول اللہ ﷺ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں اور ان پر مسجد تعمیر کرنے والوں اور چراغ جلانے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔“

۱۷ صحیح مسلم = کتاب الجنائز: باب ما يُقَالُ عند دخول القبور والدُّعاء لِأهلها، الحديث: ۹۷۴، ۹۷۵۔ اس حدیث کو امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہم نے بھی روایت کیا ہے۔

۱۸ سنن أبی داؤد = کتاب الجنائز: باب فی زیارة النساء القبور + سنن الترمذی = أبواب الصلوة : باب ما جاء فی كراهية أن يُتَّخَذَ عَلَى القبر المسجد + سنن النسائي = کتاب الجنائز: باب التَّغْلِيظُ فِي اتِّخَادِ الشُّرَجِ عَلَى القبور +

◎ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے:

بعض اہل علم کے نزدیک یہ حکم زیارت قبور کی اجازت دینے سے پہلے کا تھا اور بعض نے اسے عورتوں کے بہت زیادہ رونے دھونے، جزع و فزع کرنے اور بے صبری کا مظاہرہ کرنے کی بناء پر قطعی حرام قرار دیا ہے۔ ۷۸

◎ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیا ہے:

عورتوں کے لئے قبروں کی زیارت کے مسئلہ میں علماء کے تین اقوال ہیں:

۱ **قطعی حرام**: مذکورہ صحیح احادیث کی وجہ سے قطعی حرام ہے۔

۲ **مکروہ**: ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث کی وجہ سے کہ ہمیں

جنازوں کے ساتھ آنے سے منع کیا گیا مگر سختی اور تاکید کے ساتھ نہیں۔

۳ **جائز**: زیارت قبور کی عام اور مطلق احادیث کی بناء پر جن کے عموم میں عورتیں

اور مرد سب شامل ہیں۔ اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی اپنے بھائی عبدالرحمن کی قبر پر

جانے کی حدیث کی وجہ سے۔ ۷۹

لیکن شرک کے ذرائع کی روک تھام اور ان احادیث کے مفہوم پر عمل کرنے کی وجہ سے جن

میں قبروں پر زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت کی گئی ہے۔ پہلا قول زیادہ رائج اور زیادہ صحیح

ہے۔ ۸۰ لہذا ثابت ہوا کہ درج ذیل تین برے اعمال اور افعال لعنت کے اسباب ہیں کیونکہ یہ

سب چیزیں شرک اکبر کے وسائل اور ذرائع ہیں:

۱ **عورتوں کیلئے قبروں کی زیارت**۔

۲ **قبروں پر مساجد تعمیر کرنا**۔

۳ **ان پر چراغ جلانا**۔

قبروں کی زیارت اور ان کی طرف سفر:

قبروں کی زیارت جائز ہے، ان قبروں کی طرف ثواب کی نیت سے سفر کرنا حرام ہے۔ سیدنا

۷۸ سنن الترمذی = أبواب الجنائز: باب كراهية زيارة القبور للنساء۔

۷۹ سنن الترمذی = أبواب الجنائز: باب ما جاء في زيارة القبور للنساء۔

۸۰ التَّهْذِيبُ لِابْنِ الْقَيِّمِ: ۴/ ۳۴۸-۳۵۰۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

[۱۰۰۱] « لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ الْمَسْجِدِ الرَّسُولِ وَ الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى »^۱

”تین مساجد کے سوا کسی مقام کی طرف کجاوے باندھ کر (یعنی اہتمام کے ساتھ) ثواب کی نیت سے سفر نہ کیا جائے۔“

ایک اور روایت کے مطابق الفاظ یوں ہیں:

[۱۰۰۲] « إِنَّمَا يُسَافَرُ إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ : مَسْجِدِ الْكُعْبَةِ ، وَ مَسْجِدِي وَ مَسْجِدِ إِبِلَاءَ »^۲

”سفر صرف تین مساجد کی طرف کیا جائے۔ (i) مسجد حرام (ii) مسجد نبوی (iii) مسجد اقصی۔“

زیارت قبور کی تعریف صحیح مسلم کی حدیث کے مطابق یہ ہے کہ کسی خاص مقبرہ کی زیارت کا ارادہ و اہتمام کئے بغیر مومنین کے قبرستان میں دعاء استغفار، موت کی یاد دہانی اور آخرت کے فکر کی خاطر جانا زیارت قبور ہے۔ چنانچہ ایسی زیارت مردوں کیلئے مستحب اور عورتوں کے لئے صحیح موقف کے مطابق حرام ہے۔ ”کجاوے باندھنا“ کا معنی اور مفہوم عربی لغت اور صحیح مسلم کی حدیث کے مطابق یہ ہے کہ ارادہ و اہتمام کے ساتھ ایسا سفر جو مذکورہ بالا تین مسجدوں کی طرف کیا جائے تو اللہ کے قرب کا باعث اور عبادت ہے۔ کسی دوسرے مقام یا مسجد کی طرف ایسا سفر کرنا شرعاً حرام ہے۔ محقق علمائے اسلام کا یہی موقف ہے۔^۳

قبروں پر مجاور بننا اور ان کی طرف رخ کر کے نمازیں پڑھنا:

سیدنا ابو مرشد غنوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

[۱۰۰۳] « لَا تُصَلُّوْا إِلَى الْقُبُورِ وَلَا تَجْلِسُوا عَلَيْهَا »^۴

”قبروں کی طرف رخ کر کے نماز نہ پڑھو اور نہ ہی ان پر (مجاور بن کر) بیٹھو۔“

۱۔ صحیح البخاری = کتاب التَّهَجُّد: باب فضل الصَّلَاةِ فِي مَسْجِدِ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ، الحديث: ۱۱۳۲ + صحیح مسلم = کتاب

الحجّ: باب لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ، الحديث: ۱۳۹۷

۲۔ صحیح مسلم = کتاب الحجّ: باب لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ، الحديث: ۱۳۹۷

۳۔ شرح النووی: ۱/۴۳۳ + معالم السُّنَنِ لِلْخَطَّابِي: ۲/۴۴۳ + نيل الأوطار: ۵/۱۰۱-۱۰۴ + فتح الباری:

۳/۳۰۸، ۳۰۷/۱: المنتقى شرح المؤطا: ۱/۲۰۲

۴۔ صحیح مسلم = کتاب الجنائز: باب فِي النَّهْيِ عَنِ الْجُلُوسِ عَلَى الْقَبْرِ وَالصَّلَاةِ إِلَيْهِ، الحديث: ۹۷۲

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۱۰۰۴] «لَا يَجْلِسَ أَحَدُكُمْ عَلَى جَمْرَةٍ فَتُحْرِقَ ثِيَابَهُ فَتَخْلُصَ إِلَى جِلْدِهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَجْلِسَ عَلَى قَبْرِ» ۵۵

”تم میں سے کوئی شخص دھکتے انگاروں پر بیٹھے اور اس کے تمام کپڑے جل جائیں پھر وہ آگ جلد تک سرایت کر جائے۔ تو یہ حالت اس کے لئے کسی قبر پر (مجاور بن کر) بیٹھ رہنے سے زیادہ بہتر ہے۔“

قبریں یا سجدہ گاہیں:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی مرض الموت میں (ڈرانے کے لئے) ارشاد فرمایا:

[۱۰۰۵] «لَعَنَ اللَّهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ» قَالَتْ: وَ لَوْ لَا ذَلِكَ لَأَبْرَزُوا قَبْرَهُ غَيْرَ آتَى أَحْشَى أَنْ يَتَّخَذَ مَسْجِدًا ۵۶

”یہود و نصاریٰ پر اللہ نے لعنت نازل فرمائی جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنا لیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ نبی ﷺ کی قبر مبارک کو سجدہ گاہ بنا لیا جائے گا تو اسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (حجرہ خاص کی بجائے) ظاہر و نمایاں رکھتے۔“

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ایک دوسری روایت کے مطابق یہ ہے:

[۱۰۰۶] «أَلَا وَ إِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوا يَتَّخِذُونَ قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ وَ صَالِحِيهِمْ مَسَاجِدَ أَلَا فَلا تَتَّخِذُوا الْقُبُورَ مَسَاجِدَ إِنِّي أَنُهَاكُمُ عَنْ ذَلِكَ» ۵۷

”آگاہ رہو کہ تم سے پہلی امتیں اپنے انبیاء اور بزرگوں کی قبور کو سجدہ گاہیں بنا لیتی تھیں لہذا تم قبروں کو سجدہ گاہوں میں تبدیل نہ کرنا، میں تمہیں اس سے منع کر رہا ہوں۔“

ام حبیبہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما (امہات المؤمنین) نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے سرزمین حبشہ

۵۵ صحیح مسلم = کتاب الجنائز: باب فی النهی عن الجلوس علی القبر والصَّلوةِ إلیه ، الحدیث: ۹۷۱

۵۶ صحیح البخاری = کتاب الجنائز: باب ما یُکره من إتيان المساجد علی القبور، الحدیث: ۱۲۶۵ + صحیح مسلم =

کتاب المساجد و مواضع الصَّلوة : باب النهی عن بناء المساجد علی القبور، الحدیث: ۵۲۹

۵۷ صحیح مسلم = کتاب الجنائز: باب النهی عن بناء المساجد علی القبور، الحدیث: ۵۲۲

میں دیکھے ہوئے ماریہ نامی ایک گرجے کا تذکرہ کیا اور اس میں موجود تصاویر کو بیان کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۱۰۰۷] «أُولَئِكَ قَوْمٌ إِذَا مَاتَ فِيهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلَى قَبْرِهِ مَسْجِدًا وَصَوَّرُوا

فِيهِ تِلْكَ الصُّوَرَ - أُولَئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللَّهِ» ۵۸

”وہ ایسی قوم ہے کہ جب ان میں کوئی نیک آدمی فوت ہو جاتا تو اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے اور اس میں یہ تصاویر آویزاں کر لیتے۔ یہ لوگ اللہ کے نزدیک ساری مخلوق میں سے بدترین ہیں۔“

مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا:

① قبروں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا مشرکین کے ساتھ مشابہت کی بنا پر حرام ہے۔ نیز اس لیے بھی کہ یہ وسیلہ شرک ہے۔ لیکن جب صاحب قبر کا تقرب مقصود ہو تو عین شرک اکبر ہے۔ تاہم قبر پر نماز جنازہ اور قبر کی طرف نماز پڑھنے میں واضح فرق ہے۔ جنازہ محض دعا اور استغفار ہے اس لئے رکوع اور سجدہ وغیرہ سے خالی ہے۔ جبکہ دیگر نمازیں خالصتاً اللہ کی عبادت کا مظہر ہیں۔

② قبروں پر مجاور بن کر بیٹھنا (نہ کہ محض بیٹھنا) شرعی طور پر حرام ہے اور دہکتی آگ میں جل کر کوئلہ ہو جانے سے زیادہ خطرناک اور نقصان دہ چیز ہے۔

③ یہود و نصاریٰ اپنے انبیاء علیہم السلام اور دیگر بزرگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لینے کی وجہ سے ملعون ٹھہرے لہذا امت محمدیہ کو بطور خاص اللہ کے غضب اور اللہ کی لعنت کے سبب سے روکا گیا۔ نیز شرک کی طرف لے جانے والے برے عمل سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا۔

④ قبروں پر مساجد تعمیر کرنا یا ان کو سجدہ گاہیں ٹھہرا لینا ایک ہی بات ہے۔ معنوی طور پر اور حکم کے اعتبار سے ان میں کوئی فرق نہیں۔ اسی طرح ان میں تصاویر آویزاں کرنا بھی حرام ہے۔ یہ تمام کام کرنے والے اللہ کے ہاں مخلوق میں سے سب سے بدترین لوگ

۵۸ صحیح البخاری = کتاب الصَّلَاة : باب الصَّلَاة فِي الْبَيْعَةِ، الْحَدِيث: ۴۲۴ + صحیح مسلم = کتاب المساجد و مواضع

ہیں اور یہ بدترین لوگوں کے برے اعمال کی مختلف صورتیں ہیں۔

⑤ قبروں کو مسجدوں میں تبدیل کر لینا، ان پر چراغ روشن کرنا اور عورتوں کا قبروں کی زیارت کے لئے جانا شرک اور شرک کے وسائل ہونے کی بناء پر اللہ کی لعنت کے اسباب ہیں۔

⑥ مذکورہ بالا مسائل میں سے اکثر مسائل و احکام کی راہنمائی رسول اللہ ﷺ نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث کے مطابق مرض الموت میں فرمائی۔ لہذا نہ تو ان کے منسوخ ہونے کا کوئی امکان ہے اور نہ اس میں کسی قسم کی تاویل کی گنجائش ہے۔

ابھری ہوئی نمایاں قبروں کو برابر کرنا:

ابو الھیاج الاسدی بیان کرتے ہیں کہ مجھے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا:

[۱۰۰۸] «أَلَا أَبْعَثُكَ عَلَى مَا بَعَثَنِي عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَا تَدْعَ

تَمْثَالًا إِلَّا لَطَمَسْتَهُ وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا إِلَّا سَوَيْتَهُ وَلَا صُورَةً إِلَّا لَطَمَسْتَهَا» ۵۹

”میں تجھے ایسے کام کی ذمہ داری سونپتا ہوں جس کیلئے مجھے رسول اللہ ﷺ نے مقرر فرمایا

تھا۔ ذی روح اشیاء کے تمام مجسمے اور صورتیں مٹا دو اور تمام اونچی قبروں کو ہموار کر ڈالو۔“

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۱۰۰۹] «نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُجَصَّصَ الْقَبْرُ وَأَنْ يُفْعَدَ

عَلَيْهِ وَأَنْ يُبْنَى عَلَيْهِ» ۶۰

”رسول اللہ ﷺ نے قبروں کو چونا گچ کرنے (یعنی ان کو پختہ بنانے) سے، ان پر بیٹھنے

اور کوئی عمارت تعمیر کرنے سے منع فرمایا ہے۔“

ترمذی اور نسائی کی روایت کے مطابق الفاظ یوں ہیں: ”اور قبروں پر کتبہ لگانے سے

آپ ﷺ نے منع فرمایا۔ ۶۱

۵۹ صحیح مسلم = کتاب الجنائز: باب فی طمس التمثال و تسوية القبر المشرف / باب الأمر بتسوية القبر، الحديث: ۹۶۹

۶۰ صحیح مسلم = کتاب الجنائز: باب النهی عن تجصيص القبور والقعود والبناء عليه، الحديث: ۹۷۰

۶۱ ملاحظہ ہو صحیح الترمذی = أبواب الجنائز: باب كراهية تجصيص القبور والكتابة عليها، الحديث: ۸۴۱ + صحیح

اور نسائی کی ایک روایت کے مطابق یہ الفاظ بھی ہیں کہ ان پر کوئی اضافہ کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔^{۹۲}

چنانچہ محدثین اور فقہاء اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ایک بالشت سے زیادہ بلند قبر بنانا، بلند قبروں کو اسی حالت میں برقرار رکھنا، مجسمہ سازی اور تصویر کشی، مجسموں اور تصویروں کا لٹکانا، گھروں میں رکھنا، قبروں کو قلعی کرنا، ان پر بیٹھنا، ان پر کوئی عمارت تعمیر کرنا، کتبے نصب کرنا اور کسی طرح کے اضافے کرنا یہ سب کام حرام اور شرک کے وسائل ہیں۔^{۹۳}

قبروں اور قبروں کی زیارت سے متعلق مذکورہ بالا تمام نبوی ارشادات اور احکام قرآن مجید کی ان تمام آیات کی تفسیر اور تشریح ہیں جن آیات میں اللہ وحدہ لا شریک لہ کی خالص عبادت اور ہر قسم کے شرک سے اجتناب کا حکم دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سلف صالحین میں تمام علماء اور فقہاء دین مذکورہ احکام کے صحیح اور درست ہونے پر متفق نظر آتے ہیں۔

۱ شرح النووی = کتاب الجنائز: ۱/ ۳۱۲-۳۱۴

ملاحظہ ہو

۲ معالم السنن و تہذیب السنن: ۴/ ۳۳۸-۳۴۱

۳

۳ نیل الأوطار: ۴/ ۸۹-۹۷، ۵/ ۱۰۱-۱۰۴، ۲/ ۱۳۷-۱۴۱

۴

۴ المغنی لابن قدامة الحنبلی: ۲/ ۴۲۱-۵۶۵

۵

۵ رد المحتار علی الدر المختار لابن عابدین الحنفی: ۱/ ۸۴۲-۸۴۴

۶

رسول اکرم ﷺ پر صلوة و سلام:

رحمة للعالمین، خاتم الانبیاء و المرسلین محمد رسول اللہ ﷺ کے اپنی امت پر بہت سے حقوق ہیں جن میں آپ کی مکمل اطاعت و فرمانبرداری، آپ کے اسوہ حسنہ اور آپ کے بتائے ہوئے ہدایت کے طریقوں کی پیروی اور اللہ تعالیٰ سے آپ کے لئے صلوة و سلام کی صورت میں رحمت طلب کرنا سرفہرست ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

[۱۰۱۰] ﴿ إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا

۹۲ صحیح أبو داؤد = کتاب الجنائز: باب فی البناء علی القبر: الحدیث: ۲۷۶۲ + صحیح النسائی = کتاب الجنائز: باب

الزیادة علی القبر، الحدیث: ۱۹۱۶

۹۳ شرح النووی: ۱/ ۳۱۲ + معالم السنن للخطابی: ۴/ ۳۳۸-۳۴۱ + تہذیب السنن لابن القیم: ۴/ ۳۳۸-۳۴۱

Free downloading facility of Videos, Audios & Books for DAWAH purpose only, From Islamic Research Centre Rawalpindi

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيمًا ﴿ [الأحزاب=۵۶:۳۳]

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر صلوة بھیجتے ہیں۔ اے ایماندارو! تم بھی آپ ﷺ پر درود و سلام بھیجو۔“

صحیح بخاری، صحیح مسلم، صحیح ابن خزيمة، سنن نسائی، جامع الترمذی، سنن ابی داؤد اور سنن ابن ماجہ کی حدیث کے مطابق صحابہ کے سوال پر نبی ﷺ نے نماز میں سلام یعنی التحیات کے ساتھ درود ابراہیمی پڑھنے کا لازمی حکم فرمایا۔ نیز نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۱۰۱۱] « مَنْ صَلَّى عَلَيَّ وَاحِدَةً، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ عَشْرًا » ۹۴

”جو شخص ایک بار مجھ پر درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اس پر دس بار رحمت نازل فرمائے گا۔“

نیز ارشاد فرمایا:

[۱۰۱۲] « الْبَخِيلُ الَّذِي مَنْ ذُكِرْتُ عَنْدهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ » ۹۵

”بخیل ہے وہ شخص جس کے پاس میرا تذکرہ ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔“

نیز فرمایا:

[۱۰۱۳] « إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ - فَاتَّكِرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِيهِ - فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ » فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَكَيْفَ تُعَرِّضُ صَلَاتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ أَرَمْتَ؟ قَالَ: « إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِمْ » ۹۶

”تمہارے لئے افضل ترین دن جمعہ کا دن ہے لہذا اس دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو۔ کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ہمارا درود آپ پر کیسے پیش ہوگا؟ جبکہ آپ کا جسم خاک میں مل جائے گا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے جواباً فرمایا: اللہ تعالیٰ نے انبیاء صلی اللہ علیہم کے جسم زمین پر حرام کر دیئے ہیں۔“

۹۴ صحیح مسلم = کتاب الصلوة: باب الصلوة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد التَّشَهُّد، الحدیث: ۴۰۸

۹۵ صحیح الترمذی = أبواب جامع الدعوات: باب مَا جَاءَ فِي فَضْلِ التَّوْبَةِ وَالِاسْتِغْفَارِ وَمَا ذُكِرَ مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ لِعِبَادِهِ / باب منه، الحدیث: ۲۸۱۱۔ اس حدیث کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے۔

۹۶ صحیح أبوداؤد = کتاب الصلوة: باب فِي الْإِسْتِغْفَارِ، الحدیث: ۱۳۵۰ / وَتَفْرِيعُ أَبْوَابِ الْجُمُعَةِ: باب فَضْلِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ

مزید فرمایا:

[۱۰۱۴] «لَا تَجْعَلُوا قَبْرِى عِيْدًا وَ صَلُّوا عَلَیَّ فَإِنَّ صَلَوَتَكُمْ تَبْلُغُنِیْ حَيْثُ كُنْتُمْ» ۹۷

”میری قبر کو عید کی طرح اجتماع گاہ نہ بنا لینا اور مجھ پر درود بھیجتے رہنا۔ یقیناً تمہارا درود جہاں بھی تم ہوں گے مجھے پہنچ جائے گا۔“

رسول اللہ ﷺ نے ایک نمازی کو اللہ کی حمد اور درود پڑھے بغیر دعا کرتے ہوئے سنا تو فرمایا:

[۱۰۱۵] « إِذَا صَلَّی أَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِتَحْمِيدِ رَبِّهِ جَلَّ وَعَزَّ وَالشَّاءِ عَلَیْهِ - ثُمَّ

يُصَلِّیْ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ - ثُمَّ يَدْعُوا بَعْدَ بِمَا شَاءَ » ۹۸

”جب تم میں سے کوئی نماز پڑھ لے تو اللہ کی حمد و ثناء سے ابتداء کرے پھر نبی پر درود بھیجے

اس کے بعد جو چاہے دعا مانگے۔“

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سوال کیا کہ ہم آپ پر کیسے درود بھیجیں تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد

فرمایا۔ یوں کہو:

[۱۰۱۶] « اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَی مُحَمَّدٍ وَ عَلَی آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَی اِبْرٰهِيْمَ

وَ عَلَی آلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلَی مُحَمَّدٍ وَ عَلَی آلِ مُحَمَّدٍ،

كَمَا بَارَكْتَ عَلَی اِبْرٰهِيْمَ وَ عَلَی آلِ اِبْرٰهِيْمَ، اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ » ۹۹

ملاحظہ ہو: [۱] مشکوٰۃ المصابیح مع تعلیق الألبانی: ۱/ ۲۹۶-۲۹۰،

[۲] التلخیص الحبیر: ۱/ ۲۶۸-۲۶۲،

[۳] سُبُل السَّلام: ۱/ ۳۸۹-۳۹۱،

[۴] نیل الأوطار: ۲/ ۲۹۴-۳۰۰،

(((..... ❀ ❀ ❀ ❀ ❀)))

۹۷ مسند احمد: ۲/ ۳۶۷ + المصنّف لإبن أبی شیبہ = کتاب الجنائز: باب من کره زیارة القبور + المصنّف لعبد

الرزاق الصنعانی = کتاب الجنائز: باب السَّلام علی قبر النَّبِیِّ۔

۹۸ صحیح ابوداؤد = کتاب الصَّلوة: باب الدَّعاء، الحديث: ۱۳۱۴ + صحیح الترمذی = أبواب جامع الدَّعوات / باب

منه، الحديث: ۲۷۶۷

۹۹ صحیح البخاری = کتاب الأنبياء: باب ﴿يَرْفُؤْنَ﴾ النَّسْلَانِ فِي الْمَشْيِ، الحديث: ۳۱۹۰ + صحیح مسلم = کتاب

الصَّلَاة: باب الصَّلَاة عَلَی النَّبِیِّ بَعْدَ التَّشَهُّدِ، الحديث: ۴۰۶، ۴۰۷

اسلامی اصول جنگ

اسلامی اور غیر اسلامی مقاصد:

اسلامی جنگ کا سب سے بڑا مقصد کلمۃ اللہ کی سر بلندی اور انسانی معاشرہ میں ایک نیک اور منصفانہ نظام کا قیام ہے۔ لہذا اس کی ابتداء اور انتہاء میں اس اصلی ہدف کو ملحوظ رکھنا نہایت ضروری ہے۔ اس حقیقت کو جہاد کے احکام سے متعلقہ آیات میں نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۰۱۷] ﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ﴾ [الانفال: ۸: ۳۹]

”اور تم کفار و مشرکین کے ساتھ قتال کرتے رہو۔ حتیٰ کہ کسی قسم کا فتنہ و فساد (اللہ کے ساتھ شرک اور مومنوں پر جبر و ظلم کا فتنہ) باقی نہ رہے۔ اور دین سارے کا سارا خالص اللہ کے لئے ہو جائے۔“

[۱۰۱۸] ﴿قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ﴾ [التوبة: ۹: ۲۹]

”اہل کتاب میں سے ان لوگوں کے ساتھ جنگ و قتال جاری رکھو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ اللہ اور اس کے رسول کی حرام کردہ اشیاء کو حرام نہیں جانتے اور دین حق کو اختیار نہیں کرتے یہاں تک کہ وہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھوں سے جزیہ ادا کرنے لگیں۔“

نبی ﷺ نے فرمایا:

[۱۰۱۹] « أَمَرْتُ أَنْ أَقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَيُعِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ عَصَمُوا مِنِّي دِمَائَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بَحْثَ الْإِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ » ۱

”مجھے اس کام کے لئے مامور کیا گیا ہے کہ (کفار) لوگوں کے ساتھ جنگ جاری رکھوں حتیٰ کہ وہ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ“ کی گواہی دینے لگیں، نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں، چنانچہ جب وہ ایسا کر لیں گے تو اپنے خون اور مال مجھ سے محفوظ کر لیں گے ماسویٰ کسی اسلامی حق کے۔ اور ان کا (اندرون خانہ) حساب اللہ کے ذمے ہے۔“

ایک روایت میں یوں الفاظ ہیں:

[۱۰۱۰] « وَأَنْ يَسْتَقْبِلُوا قِبَلَتَنَا وَأَنْ يَأْكُلُوا ذَبِیحَتَنَا وَأَنْ يُصَلُّوا صَلَوَتَنَا فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ حُرِّمَتْ عَلَيْنَا دِمَائُهُمْ وَأَمْوَالُهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا، لَهُمْ مَا لِلْمُسْلِمِينَ وَعَلَيْهِمْ مَا عَلَى الْمُسْلِمِينَ » ۲

”اور یہ کہ وہ ہمارے قبلہ کی طرف رخ کریں، ہمارا ذبیحہ کھائیں اور ہمارے جیسی نمازیں ادا کریں۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو انکے خون اور انکے مال ہم پر حرام ہوں گے، سوائے اسلام کے حق کے۔ ان کو مسلمانوں کے تمام حقوق حاصل ہونگے اور ان پر مسلمانوں جیسے تمام احکام نافذ ہونگے۔“

مذکورہ بالا کتاب و سنت کی نصوص میں بڑی صراحت اور وضاحت کے ساتھ اس بات کا اظہار اور اعلان ہے کہ جہاد اسلامی کا اصل مقصد اللہ کی طرف دعوت، دین الہی کا قیام، انسانی معاشرہ کی اصلاح اور ظلم و جبر کا خاتمہ ہے۔ اس کے برعکس قومی عصبیت، لسانی، نسلی اور ثقافتی بنیادوں پر برپا کی جانے والی قدیم اور جدید جنگوں کے مقاصد: قومیت، لسانیت، وطنیت، صوبائیت اور نسلیت کی بنیادوں پر قائم ہیں۔ جن کا مقصد نسل انسانی کی تقسیم، تفریق اور مختلف زبانوں اور مختلف کچھرز کے حوالے سے ان میں تخریب کاری اور فساد کی آگ بھڑکانا ہے۔ یہ محض دعویٰ نہیں ناقابل تردید تاریخی حقیقت ہے، جس کی مکمل سمجھ بوجھ کے لئے ہم اسی باب میں موقع و محل کی مناسبت سے اسلام کے سنہری جنگی اصولوں اور جہاد اسلامی کی اغراض و مقاصد اور نتائج کا تذکرہ کریں گے (ان شاء اللہ)۔ اس کے ساتھ ساتھ اقوام عالم کی مختلف جنگوں کا اختصار کے

۲ صحیح أبو داؤد = کتاب الجہاد: باب علی ما یقاتل المشرکون، الحدیث: ۲۳۰۰ + صحیح الترمذی = أبواب الإیمان: باب ((أُمِرْتُ أَنْ أَقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَيَقْبِلُوا الصَّلَاةَ))، الحدیث: ۲۱۰۳ + صحیح النسائی = کتاب

ساتھ موازنہ پیش کریں گے۔ تاکہ اس کتاب کے قارئین پر اسلامی جہاد کے خلاف کمیونسٹ لابی، لادین اہل مغرب کے مبصرین اور اسلام کے دوست نما دشمنوں (وکلایہ صفائی) کے جھوٹے اور مکروہ پروپیگنڈا کی قلعی کھل سکے۔

کافر، ملحد، کمیونسٹ، لادین اہل مغرب طبقہ نے جہاد اسلامی کو ظلم، وحشت، قتل اور غارتگری کی شکل میں پیش کر کے اسلام کے خلاف اپنے سینوں میں سلگتی ہوئی بغض و کینہ کی آگ ٹھنڈی کی۔ اس کے ساتھ ساتھ اسلام کے دوست نما دشمنوں اور صفائی کے وکیلوں نے جہاد اسلامی کو محض ”دفاعی جنگ“ قرار دے کر غلبہ اسلام اور کلمۃ اللہ کی سر بلندی کے لئے علمی تشفی اور اطمینان کا سامان فراہم نہ کیا۔ لیکن امت مسلمہ کو خلافت و امارت کے بلند و بالا عرش سے پستی اور ذلت کے فرش پر لٹے منہ گردانے میں بھرپور کردار ادا کیا۔

جنگ سے پہلے اسلام قبول کرنے کی دعوت:

قرآن و سنت کے واضح دلائل سے ظاہر و عیاں ہوتا ہے کہ کافروں اور مشرکوں کے ساتھ جنگ کا سب سے بڑا مقصد ان کو کفر و شرک کی ظلمتوں اور تاریکیوں سے نکال کر دین حق کی روشنی سے منور کرنا ہے۔ تاکہ وہ جہنم کی آگ کا ایندھن بننے کی بجائے جنت میں اللہ تعالیٰ کی غیر فانی ولاز وال نعمتوں میں ہمیشہ کی زندگی کے مزے لوٹ سکیں۔ اس لئے اسلام میں جنگ کے آغاز سے پہلے فریق مخالف تک قبول اسلام کی دعوت پہنچانا لازمی اور ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں اسلامی احکامات واضح ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے مبعوث نبی اور بشیر و نذیر پیغمبر مکہ مکرمہ میں تیرہ (۱۳) سال کی طویل مدت تک بحیثیت داعی الی اللہ، حق و ہدایت اور حکمت و موعظت کے موتی بکھیرتے رہے۔ مشرکین مکہ کی شدید مخالفت کے باوجود ان کی خیر خواہی اور دونوں جہانوں کی کامرانی کی خاطر ایک دیانت دار نصیحت کرنے والے کی طرح توحید و رسالت کی دعوت دیتے رہے۔ مکی دور کی دعوت و تبلیغ اور ایمانیات کے وہ اصول جن کی طرف نہایت مؤثر و بالغ طریقے سے لوگوں کو بلایا جاتا رہا، قرآن مجید کی مکی سورتوں میں ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔ حتیٰ کہ سابقہ انبیاء کی طرح آپ کو کلمہ حق کے اظہار اور دعوت الی اللہ کی پاداش میں بہت زیادہ آزرہ کیا گیا اور ظلم و ستم کا نشانہ بنایا گیا۔ یہاں تک کہ آپ بحکم الہی اسوۂ ابراہیمی اختیار کرتے

ہوئے دارالہجرت مدینہ منورہ میں جا گزرے ہوئے۔ پھر ہجرت مدینہ کے دوسرے ہی برس

مشرکین مکہ کے ساتھ جن پر تیرہ سالہ دعوت و تبلیغ کے ذریعہ سے حجت تمام ہو چکی تھی اللہ کے کلمہ کی سر بلندی کی خاطر غزوہ بدر کی صورت میں باقاعدہ جہاد کا آغاز ہو گیا۔

دوسری طرف رسول اللہ ﷺ پر اہل کتاب یہود و نصاریٰ کو دعوت دین پہنچانے کے لیے سورۃ البقرہ، آل عمران، النساء، اور مائدہ جیسی طویل اور مفصل سورتیں نازل کی گئیں۔ یہ وہ اہل کتاب تھے جو مدینہ اور اس کے آس پاس کے علاقوں میں انبیاء کے دین کی مسخ شدہ صورتوں اور تحریف کردہ آسمانی کتابوں کے حوالوں سے اللہ کی مخلوق کو گمراہی کے تاریک اور گہرے گڑھوں میں پھینک کر خود اپنی پرستش کروا رہے تھے اور ”اللہ کے سوا رب“ بنے بیٹھے تھے۔ لہٰذا مذکورہ بالا قرآنی سورتوں میں ان کو انبیاء علیہم السلام کے صحیح اور خالص دین توحید کی طرف نہایت حکیمانہ انداز میں دعوت دی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[۱۰۲۱] ﴿قُلْ يَاهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ﴾ [آل عمران=۳: ۶۴]

” (اے نبی! صاف) کہہ دو اے اہل کتاب! ایک ایسے کلمہ کی طرف آؤ (تاکہ اتحاد کر لیں) جو ہمارے اور تمہارے درمیان تسلیم شدہ ہے کہ ہم سب اللہ کے علاوہ کسی کی بندگی نہ کریں گے اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ ہمارے بعض افراد بعض افراد کو اللہ کے سوا رب نہ بنائیں گے۔ پس اگر وہ (قبول حق سے) روگردانی کر لیں تو ان کو بتاؤ کہ تم گواہ رہو کہ ہم اسلام پر قائم رہنے والے ہیں۔“

[۱۰۲۲] ﴿مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِي مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ كُونُوا رَبَّانِيِّنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُونَ﴾ [آل عمران=۳: ۷۹]

”کسی انسان کے لیے یہ جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو کتاب، حکمت اور نبوت عطا فرمائے۔ پھر وہ لوگوں کو یہ کہنے لگے کہ تم اللہ کے سوا میرے پرستار بن جاؤ (بلکہ وہ تو یہی کہے گا کہ) تم سب خالص رب کی بندگی کرنے والے بن جاؤ۔ کیونکہ تم اللہ کی کتاب کی تعلیم دیتے رہے اور اسے پڑھتے رہے ہو۔“

نبی اکرم ﷺ کے شاہانِ عالم کو دعوتی خطوط:

امام بخاری رحمہ اللہ اور امام مسلم رحمہ اللہ نے صحیحین میں اہل کتاب کے بادشاہوں اور سرداروں کی طرف رسول اللہ ﷺ کے دعوت نامہ ہائے گرامی قدر پر مشتمل صحیح اور متواتر درج ذیل احادیث بیان کی ہیں:

”سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قیصر روم کی طرف دعوت اسلام دیتے ہوئے (درج ذیل خط تحریر کیا):

[۱۰۲۳] «..... بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى هِرَقْلَ عَظِيمِ الرُّومِ - سَلَامٌ عَلَى مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى»
 أَمَّا بَعْدُ ! فَإِنِّي أَدْعُوكَ بِدَعَايَةِ الْإِسْلَامِ - أَسْلِمَ تَسْلَمَ - وَ أَسْلِمَ يُؤْتِكَ اللَّهُ أَجْرَكَ
 مَرَّتَيْنِ فَإِنْ تَوَلَّيْتَ فَفَعَلَيْكَ إِنَّهُمْ الْأَرِيسِيِّينَ - ﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ
 سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا﴾.....» ۲

”شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔“

از طرف محمد ﷺ جو اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول ہے، بنام شاہ روم!..... ہدایت کی اتباع کرنے والوں پر رحمت و سلامتی نازل ہو۔ اَمَّا بَعْدُ!

میں تمہیں قبول اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام لاؤ سلامتی پاؤ گے۔ اسلام لاؤ اللہ تمہیں دہرا اجر و ثواب عطا کرے گا۔ اگر روگردانی کرو گے تو تمام رعایا کے گناہ کا بوجھ بھی تم پر ہوگا۔ ”اے اہل کتاب ایسے کلمہ کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر تسلیم شدہ ہے۔ وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں.....“ (اسی حدیث میں قیصر روم اور ابوسفیان کے درمیان مکالمہ کا طویل قصہ بھی مذکور ہے۔)“

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۱۰۲۴] «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بِكِتَابِهِ إِلَى كِسْرَى.....

۲ صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب دعاء النبی یدعوہ إِلَى الْإِسْلَامِ وَالنَّبُوَّةُ.....، الحدیث: ۲۷۸۲ + صحیح مسلم = کتاب الجہاد: باب کتاب النبی صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى هِرَقْلَ، الحدیث: ۱۷۷۳ + صحیح الترمذی = أبواب

فَلَمَّا قَرَأَهُ كَسْرَىٰ خَرْقَةً فَحَسِبْتُ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ: فَدَعَا عَلَيْهِمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُمَزَّقُوا كُلُّ مُمَزَّقٍ ۝ ۴

”رسول اللہ ﷺ نے کسری (ایران کے بادشاہ) کی طرف اپنا (اسلام کی دعوت پر مشتمل) خط روانہ کیا۔ (جو بحرین کے گورنر کے ذریعے اس کو موصول ہوا) جب کسری نے مکتوب گرامی کو پڑھا تو بد بخت نے اسے پھاڑ دیا۔ سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ پھر نبی ﷺ نے ان سب پہ بد دعا فرمائی کہ وہ پوری طرح نیست و نابود کر دیئے جائیں۔“

صحیح مسلم میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کسری، قیصر، نجاشی اور ہر جبار حاکم کی طرف دعوت اسلام کے خط تحریر فرمائے۔ سوائے اس نجاشی کے جو مسلمان ہو گیا تھا۔ ۵

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ غزوہ خیبر کے طویل قصہ میں نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے (صحابہ کو فتح کی خوشخبری دیتے ہوئے) ارشاد فرمایا:

[۱۰۲۵] «لَأُعْطِينَ الرَّأْيَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَى يَدَيْهِ» فَقَالَ: «(أَيْنَ عَلِيٌّ) فَقِيلَ: يَشْتَكِي عَيْنَيْهِ. فَأَمَرَ فِدْعَى لَهُ فَبَصَقَ فِي عَيْنَيْهِ فَبَرَأَ مَكَانَهُ - حَتَّى كَانَهُ لَمْ يَكُنْ بِهِ شَيْءٌ فَقَالَ: نُقَاتِلُهُمْ حَتَّى يَكُونُوا مِثْلَنَا؟ فَقَالَ: «(عَلَى رِسْلِكَ حَتَّى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ، ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ - وَ أَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ - فَوَاللَّهِ! لَأَنْ يُهْدَى بِكَ رَجُلٌ وَاحِدٌ خَيْرٌ لَّكَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ)» ۱

”آئندہ کل میں پرچم جہاد (اللہ اور رسول ﷺ سے محبت کرنے والے اور ان کے محبوب) ایک ایسے شخص کو عطا کروں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح نصیب فرمائیں گے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور پرچم ان کے حوالے کر دیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے

۴ صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب دعوة اليهود والنصارى و على ما يُقاتلون عليه.....، الحديث: ۲۷۸۱ +

صحیح مسلم = کتاب الجہاد والسير: باب کتاب النبی ﷺ اللہ علیہ وسلم الی ہرقل، الحديث: ۱۷۷۴

۵ صحیح مسلم = کتاب الجہاد: باب کتاب النبی ﷺ الی ہرقل، الحديث: ۱۷۷۴ + صحیح الترمذی = أبواب

الاستئذان: باب فی مکاتبة المشرکین، الحديث: ۲۱۸۴

۱ صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب دعاء النبی ﷺ الی الاسلام والنبوۃ.....، الحديث: ۲۷۸۳ + صحیح مسلم =

کتاب الفضائل: باب من فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، الحديث: ۲۴۰۶

فرمایا: میری آنکھیں ٹھیک نہیں ہیں۔ آپ ﷺ نے ان کی آنکھوں میں تھوک ڈالا۔ آنکھیں بالکل درست ہو گئیں۔ جیسے کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔ اس وقت سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سوال کیا: کیا میں کفار کے ساتھ آخر دم تک لڑوں حتیٰ کہ وہ ہماری مثل مسلمان ہو جائیں؟“

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے دھیان چلتے رہو حتیٰ کہ انکے میدان میں اتر جاؤ، پھر ان کو قبول اسلام کی دعوت دو اور انہیں اسلام میں اللہ کے حقوق و فرائض سے آگاہ کرو۔ کیونکہ اللہ کی قسم ہے! اللہ تعالیٰ تمہاری وجہ سے ایک آدمی کو راہ ہدایت پر لگا دے تو یہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں کی دولت سے زیادہ بہتر ہے۔

(صحیح مسلم کی ایک روایت کے مطابق) سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ! [۱۰۲۶] «عَلَى مَاذَا أُقَاتِلُ النَّاسَ؟» «میں ان لوگوں کے ساتھ کس مقصد پر لڑوں؟» تو فرمایا: «قَاتِلْهُمْ حَتَّى يَشْهَدُوا.....» تم ان سے لڑتے رہو حتیٰ کہ وہ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ اور ”مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ“ کی شہادت دینے لگیں۔

اسلامی جنگ کے آداب:

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی بڑے لشکر یا کسی چھوٹے لشکر کا کسی شخص کو امیر مقرر فرماتے تو اسے وصیت فرماتے تھے کہ خاص طور پر اپنی ذات کے بارے اللہ عز و جل کا تقویٰ اختیار کرتے رہنا۔ اور اپنے رفقاء کار (مسلمانوں) کے ساتھ بھی خیر خواہی کرتے رہنا۔ نیز فرماتے:

[۱۰۲۷] «أَعِزُّوا بِسَمِ اللَّهِ، فِي سَبِيلِ اللَّهِ قَاتِلُوا مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ - أَعِزُّوا فَلَا تَغْلُوا وَلَا تَعْدُوا وَلَا تَمْتَلُوا وَلَا تَقْتُلُوا وَلِيْدًا - وَإِذَا لَقِيتَ عَدُوَّكَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَادْعُهُمْ إِلَى ثَلَاثِ خِصَالٍ (أَوْ خِلَالٍ) فَأَيَّتُهُنَّ مَا أَجَابُوكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ - ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ - فَإِنْ أَجَابُوكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ - ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى التَّحَوُّلِ مِنْ دَارِهِمْ إِلَى دَارِ الْمُهَاجِرِينَ - وَآخِبْهُمْ أَنَّهُمْ إِنْ فَعَلُوا ذَلِكَ فَلَهُمْ مَا لِلْمُهَاجِرِينَ - وَ عَلَى الْمُهَاجِرِينَ - فَإِنْ أَبَوْا أَنْ يَتَحَوَّلُوا مِنْهَا - فَآخِبْهُمْ أَنَّهُمْ يَكُونُونَ كَأَعْرَابِ الْمُسْلِمِينَ - يَجْرِي عَلَيْهِمْ حُكْمُ اللَّهِ الَّذِي يَجْرِي عَلَى الْمُؤْمِنِينَ - وَلَا يَكُونُ لَهُمْ فِي الْغَنِمَةِ وَالْفَيْءِ شَيْءٌ - إِلَّا أَنْ يُجَاهِدُوا مَعَ الْمُسْلِمِينَ - فَإِنْ هُمْ أَبَوْا

فَسَلِّهُمْ الْجَزِيَّةَ فَإِنْ هُمْ آجَبُوكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ - وَكُفَّ عَنْهُمْ فَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَاسْتَعِنَ بِاللَّهِ وَ قَاتِلْهُمْ عَلَى حُكْمِ اللَّهِ وَإِذَا حَاصِرْتَ أَهْلَ حِصْنٍ فَأَرَادُوكَ أَنْ تَجْعَلَ لَهُمْ ذِمَّةَ اللَّهِ وَ ذِمَّةَ نَبِيِّهِ فَلَا تَجْعَلْ لَهُمْ ذِمَّةَ اللَّهِ وَ ذِمَّةَ نَبِيِّهِ وَلَكِنْ اجْعَلْ لَهُمْ ذِمَّتَكَ وَ ذِمَّةَ أَصْحَابِكَ - فَإِنَّكُمْ أَنْ تُخْفِرُوا ذِمَّتَكُمْ وَ ذِمَّةَ أَصْحَابِكُمْ أَهْوَنُ مِنْ أَنْ تُخْفِرُوا ذِمَّةَ اللَّهِ وَ ذِمَّةَ رَسُولِهِ - وَإِذَا حَاصِرْتَ أَهْلَ حِصْنٍ فَأَرَادُوكَ أَنْ تُنْزِلَهُمْ عَلَى حُكْمِ اللَّهِ - فَلَا تُنْزِلَهُمْ عَلَى حُكْمِ اللَّهِ - وَلَكِنْ أَنْزِلْهُمْ عَلَى حُكْمِكَ - فَإِنَّكَ لَا تَدْرِي أَتُصِيبُ حُكْمَ اللَّهِ فِيهِمْ أَمْ لَا» ۱

اللہ کے نام کے ساتھ (یعنی بسم اللہ پڑھ کر) جہاد و قتال کا آغاز کرو۔

ہر اس شخص کے ساتھ جنگ کرو جس نے اللہ کا انکار کر رکھا ہے۔

قتال کرو اور اموال غنیمت میں خیانت نہ کرو۔

کسی ایسے شخص یا قبیلے کے ساتھ غداری، بدعہدی اور عہد شکنی نہ کرو، جس سے تم نے کوئی معاہدہ کر رکھا ہے۔

دشمن کے مردوں کا مثلہ نہ کرو (یعنی کافروں کی لاشوں کے اعضاء نہ کاٹو)

کسی نابالغ اور نو عمر بچے کو قتل نہ کرو۔

جب مشرک دشمن کے ساتھ تمہارا آنا سامنا ہو تو انہیں تین باتوں کی طرف دعوت دو۔ وہ جو بات بھی قبول کر لیں تم بھی اسے منظور کر لو اور ان کے ساتھ جنگ کرنے سے ہاتھ روک لو۔ چنانچہ پہلے نمبر پر مشرک دشمن کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دو۔ اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو تم اسے منظور کر کے لڑائی سے ہاتھ روک لو۔

پھر ان نو مسلموں کو اپنے گھروں سے دار ہجرت مدینہ طیبہ (یعنی مدینہ منورہ) کی طرف منتقل ہونے کی دعوت دو اور ساتھ ہی انہیں مطلع کر دو کہ اگر وہ مدینہ کی طرف ہجرت اختیار کر لیں گے۔ تو ان کو مہاجرین کے تمام حقوق حاصل ہونگے اور ان پر مہاجرین والے جملہ احکام نافذ ہونگے۔ اگر وہ ہجرت سے انکار کریں تو ان کو آگاہ کر دو کہ ان کا معاملہ غیر مہاجر بادیہ نشینوں اور دیہاتیوں کی طرح ہوگا کہ مومنین والے تمام احکام الہی ان پر جاری ہونگے۔ لیکن مال غنیمت اور مال فنی میں ان کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔ الا یہ کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر جہاد کریں۔

۹ اگر وہ مشرکین اسلام قبول کرنے سے انکاری ہوں تو (دوسرے نمبر پر) ان سے جزیہ (یعنی امن و امان دینے کا مالی معاوضہ) طلب کرو۔ چنانچہ اگر وہ ادائیگی جزیہ پر راضی ہوں تو اسے منظور کر لو اور جنگ سے ہاتھ روک لو۔

۱۰ اگر اس سے بھی انکار کریں تو (تیسرے نمبر پر) اللہ تعالیٰ سے فتح و نصرت کے لئے دعا کرو اور مدد طلب کرو۔

۱۱ اللہ کے حکم کے ساتھ ان سے جنگ کا آغاز کر دو۔

۱۲ جب تم کسی قلعہ بند قوم کا محاصرہ کرو اور وہ تم سے اللہ اور اس کے نبی ﷺ کا ذمہ (عہد و امان طلب کریں) تو ان کو یہ ذمہ مت دو۔ لیکن اپنا اور اپنے ساتھیوں کا ذمہ دے دو۔ کیونکہ تم اگر اپنے اور اپنے رفقاء کے معاہدوں میں عہد شکنی کر ڈالو گے تو یہ اللہ اور اس کے رسول کے عہد میں بد عہدی کرنے کی نسبت کم خطرناک ہے۔ (اگرچہ وعدہ پورا کرنا ہر صورت میں لازم اور عہد شکنی ہر صورت میں حرام ہے۔)

۱۳ کوئی قلعہ بند قوم تمہارے محاصرے کے درمیان مطالبہ کرے کہ اللہ کے حکم پر اتار لو (یعنی امان دے دو) اللہ کے حکم کی بجائے ان کو اپنے حکم پر امان دو۔ کیونکہ تمہیں معلوم نہیں کہ خاص اس معاملہ میں تمہارا فیصلہ اللہ کے حکم کے مطابق ہے یا نہیں۔

مذکورہ بالا حدیث میں شق نمبر (۸) امام شافعی رحمہ اللہ کے بقول قطعی اور غیر منسوخ ہے۔ لہذا مال غنیمت اور مال فئی میں غیر مجاہدین کا کوئی حق نہیں۔ امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے بقول مال غنیمت اور صدقات دونوں قسم کے اموال مستحق مجاہدین اور مستحق غیر مجاہدین میں تقسیم کئے جاسکتے ہیں۔ امام ابو عبیدہ رحمہ اللہ کے بقول یہ حکم شروع اسلام میں تھا۔ پھر قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت کے ساتھ منسوخ ہو گیا:

[۱۰۲۸] ﴿وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ﴾ [الأنفال: ۷۵]

”رشتہ دار ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔“

تاہم ابو عبیدہ کا موقف ناقابل تسلیم ہے۔ شق نمبر (۱۲) اور (۱۳) میں ممانعت حرمت کے لئے نہیں بلکہ محض احتیاط کرنے کی حد تک ہے۔ یعنی یہ نہی تحریمی نہیں بلکہ نہی تنزیہی ہے۔ جیسا

۵ کہ امام نووی رحمہ اللہ نے مسلم کی شرح میں یہی موقف اختیار کیا ہے۔

مذکورہ بالا حدیث کا مفہوم:

امام ترمذی رحمہ اللہ اور امام خطابی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: جنگ سے پہلے اسلام قبول کرنے کی دعوت کے بارے میں علماء اسلام کے مندرجہ ذیل تین اقوال ہیں:

① کافروں اور مشرکوں کے ساتھ اسلام کی دعوت، اطلاع یا اعلان جنگ سے قبل جنگ کا آغاز کرنا ناجائز اور حرام ہے۔ یہ مالک بن انس کا قول ہے۔ وہ حدیث بالا کے ظاہری معنی سے استدلال کرتے ہیں۔

② جنگ سے پہلے اعلان جنگ اور دعوت اسلام کے بغیر بھی جنگ کا آغاز کرنا جائز ہے۔ یہ موقف بہت ہی کمزور اور باطل ہے۔

③ جن کفار تک دعوت اسلام پہنچ چکی ہے ان کے ساتھ بلا اطلاع اور بغیر اعلان کے جنگ کا آغاز جائز ہے۔ اس کی دلیل نبی اکرم ﷺ کا وہ معرکہ اور کارروائی ہے جو آپ ﷺ نے قبیلہ بنی مصطلق میں فرمائی۔ جن تک دعوت نہیں پہنچی ان کے ساتھ اسلام کی دعوت سے پہلے جنگ کا آغاز ناجائز اور حرام ہے۔ تاہم اسلام کی دعوت پہنچ بھی چکی ہو پھر بھی دوبارہ دعوت دے دینا مستحب ہے۔ یہ سب سے زیادہ درست موقف ہے اور صحیح احادیث اس کی تائید کرتی ہیں۔ مثلاً سیدنا بریدہ والی روایت، کعب بن اشرف یہودی کے قتل کا واقعہ اور ابو حقیق یہودی کے قتل کا واقعہ وغیرہ۔

اکثر اہل علم مثلاً امام شافعی، احمد، سفیان ثوری، ابو حنیفہ، اسحاق رحمۃ اللہ علیہم کا یہی موقف ہے۔ یہی موقف قرآنی آیات، صحیح اور متواتر احادیث، رسول اللہ ﷺ کے متواتر عمل اور عقل و نظر کے عین مطابق ہے۔

◎ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ لَا دَعْوَةَ الْيَوْمِ وَقَالَ أَحْمَدُ لَا أَعْرِفُ الْيَوْمَ أَحَدًا يُدْعَى“

”بعض اہل علم کا قول ہے کہ اس وقت جنگ سے پہلے اسلام کی دعوت پیش کرنے کی کوئی حاجت نہیں۔“ (کیونکہ دعوت اسلام پوری دنیا میں عام ہو چکی ہے)۔ امام احمد رحمہ اللہ کا قول ہے: ”اس زمانے میں میرے نزدیک کسی کو دعوت دینے کی ضرورت نہیں۔“

یہ موقف قابل غور ہے۔ ہماری نظر میں یہ انتہائی کمزور اور ناقابل تسلیم موقف ہے۔ شرعی دلائل، حالات و واقعات اور عقل و نظر اس کی تائید کرتے نظر نہیں آتے۔^۹ (وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ)

﴿فَسَلِّهُمْ الْجَزِيَّةَ﴾ کا معنی:

اس کا ظاہری معنی یہ ہے کہ ادائیگی جزیہ کا مطالبہ ہر عربی شخص اور غیر عربی شخص، کتابی کافروں (یعنی یہودی اور عیسائی) اور غیر کتابی کافروں سے یکساں طور پر ہوگا۔ امام مالک، امام اوزاعی اور اہل علم کی ایک جماعت کا یہ موقف ہے۔ جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ کے نزدیک جزیہ کا مطالبہ صرف مشرک اہل کتاب اور آتش پرستوں سے ہوگا۔ سورۃ التوبہ کی آیت: (۲۹) کی بناء پر۔

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے الفاظ [۱۰۲۹] «عَدُوَّكَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ» سے اسی بات کی طرف اشارہ ہو رہا ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف یہ ہے کہ جزیہ صرف غیر عربی مشرکوں سے قبول کیا جائے گا نہ کہ عرب کے کافروں اور مشرکوں سے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا موقف قرآن و سنت کے دلائل کے زیادہ مطابق ہے۔ کیونکہ کسی عجمی قوم کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معرکہ آرائی نہیں ہوئی۔ لہذا یہ غیر عربی مشرکین والی تخصیص حدیث کے بالکل خلاف ہے۔ علامہ خطابی رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔^{۱۰}

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث کے باقی ماندہ مسائل اور احکام کی تشریح آئندہ صفحات میں متعلقہ ابواب کے تحت پیش کی جائے گی۔ (ان شاء اللہ)

۹. سُنَنُ التِّرْمِذِيِّ = أَبْوَابُ السَّيْرِ: باب ما جاء في الدَّعْوَةِ قَبْلَ الْقِتَالِ + معالمُ السُّنَنِ لِلخَطَّابِيِّ: ۳/ ۴۱۶ + المنْتَقَى شرح المَوْطَأ: ۳/ ۱۷۱ + شرح النُّوْي: ۲/ ۸۱

۱۰. معالمُ السُّنَنِ لِلخَطَّابِيِّ: ۳/ ۴۱۹، ۴۲۰ + شرح النُّوْي: ۲/ ۸۲ + سُبُلُ السَّلَام: ۴/ ۹۲، ۹۳ + نِيلُ الْأَوْتَارِ شرح

مذہبِ عالم کے جنگی مقاصد اور نظریات

۱۔ یہودیت:

موجودہ تورات اگرچہ تبدیل شدہ ہے۔ تاہم اس میں بڑی کثرت سے جنگوں کے احکامات اور ان کی تفصیلات ملتی ہیں۔ اسلامی جہاد کے برعکس یہودی جنگوں کا مقصد قتل و غارتگری اور ملک گیری کو ٹھہرایا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

اور خداوند نے ”مواب“ کے میدانوں میں یرون کے کنارے یرموٰ کے مقابل موسیٰ علیہ السلام کو خطاب کر کے فرمایا: بنی اسرائیل کو خطاب کر اور انہیں کہہ جب تم یرون سے پار ہو کر زمین کنعان میں داخل ہو تو تم ان سب کو جو اس زمین کے باشندے ہیں اپنے سامنے سے بھگاؤ۔ ان کی موتیں فنا کر دو اور ان کے ڈھالے ہوئے بتوں کو توڑ دو اور ان کے سب اونچے مکانوں کو ڈھا دو اور ان کو جو اس زمین کے بسنے والے ہیں خارج کر دو اور وہاں آپ بسو۔ کیونکہ میں نے وہ سرزمین تم کو دی ہے تم اس کے مالک بنو۔^{۱۱}

وہ تورات جو عربی میں ہے اس کے سفروں کے بیان میں سفر التثیۃ ۱/ اصحاح: ۲۰/ عدد: ۱۰: میں تحریر ہے:

”حِينَ تَقْرُبُ مِنْ مَدِينَةٍ لِّكَ تَحَارِبُهَا اسْتَدْعُهَا إِلَى الصُّلْحِ - فَإِنْ أَجَابَتْكَ إِلَى الصُّلْحِ وَ فَتَحَتْ لَكَ فَكُلْ الشَّعْبَ الْمَوْجُودَ فِيهَا يَكُونُ لَكَ بِالتَّسْخِيرِ وَ يَسْتَعْبِدُ لَكَ. وَإِنْ لَمْ تُسَالِمَكَ بَلْ عَمِلْتَ مَعَكَ حَرْبًا فَحَاصِرْهَا. وَإِذَا دَفَعَهَا إِلَيْكَ إِلَى يَدِكَ فَاضْرِبْ جَمِيعَ ذُكُورِهَا بِحِذِّ السَّيْفِ - وَ أَمَّا النِّسَاءُ وَ الْأَطْفَالُ وَ الْبَهَائِمُ وَ كُلُّ مَا فِي الْمَدِينَةِ كُلُّ غَنِيمَتِهَا فَتَغْنِمُهَا لِنَفْسِكَ وَ تَأْكُلْ غَنِيمَةَ أَعْدَائِكَ الَّتِي آعطَاكَ الرَّبُّ إِلَهُكَ. هَكَذَا تَفْعَلُ بِجَمِيعِ الْمُدُنِ الْبَعِيدَةِ مِنْكَ جِدًا. الَّتِي لَيْسَتْ مِنْ مُدُنٍ هُوَ لِأَمِّ هُنَا - وَ أَمَّا مُدُنٌ هُوَ لِأَمِّ الشُّعُوبِ الَّتِي يُعْطِيكَ الرَّبُّ إِلَهُكَ نَصِيبًا فَلَا تَبْقَى مِنْهَا نَسَمَةٌ مَا بَلْ تَحَرِّمُهَا تَحْرِيمًا الْحَيْثِيِّينَ وَ الْأُمُورِيِّينَ وَ الْكِنَعَانِيِّينَ وَ الْقَرِيزِيِّينَ“^{۱۲}

”جب تم جنگ کی غرض سے کسی شہر کے قریب جاؤ تو پہلے ان کو صلح کی دعوت دو۔ اگر وہ

صلح قبول کر لیں اور شہر تمہارے لئے کھول دیں تو اس میں موجود عام قومیں تمہارے تابع اور غلام بن جائیں گے۔ اگر وہ صلح پر آمادہ نہ ہوں بلکہ تمہارے ساتھ جنگ کرنے لگیں تو ان کا محاصرہ کرلو۔ جب تمہارا الہ ان کو تمہارے قبضے میں دے دے تو ان کے تمام مردوں کو تلوار کی دھار سے اڑا دو۔ البتہ عورتیں، بچے، جانور اور جو کچھ شہر میں موجود ہو ان کو اپنے لئے مال غنیمت بنا لو۔ اپنے دشمن کا تمام مال غنیمت ہڑپ کرلو جو تمہارے معبود پروردگار نے تم کو عطا کیا ہے۔ جو شہر تم سے بہت زیادہ دور واقع ہیں، ان سب کے ساتھ یہی سلوک روا رکھو۔ البتہ ان قوموں کے شہر جو تیرے معبود رب نے تمہارے نصیب میں کئے ہیں سو ان کے ایک جاندار کو بھی نہ چھوڑنا بلکہ ان (مثلاً حیثین، اموریین، کنعانیین، قرزین وغیرہ) کو حرام کیجیے۔ (یعنی مذکورہ تمام اقوام کو صفحہ ہستی سے مٹا دو اور زندہ رہنے کا حق صرف اپنے لئے محفوظ رکھو۔)

۲۔ عیسائیت:

اس وقت دنیا میں قرآن مجید ہی ایک ایسی کتاب ہے جسے صحیح معنوں میں اللہ کی طرف سے نازل شدہ کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ یہ نزول، جمع و ترتیب اور تدوین ہر لحاظ سے ایسی سچی اور ٹھوس اخبار کے ساتھ ثابت شدہ صحیفہ ہے جن کی تکذیب عقل و نظر کے اعتبار سے ممکن ہی نہیں۔ جن پر نازل ہوئیں یعنی صاحب الکتاب نبی مبعوث محمد ﷺ کو دوست اور دشمن سب نے بالاتفاق صادق و امین تسلیم کیا ہے۔ پھر یہ اللہ تعالیٰ کے سابقہ رسولوں کی کتابوں اور صحیفوں کے تمام اصولوں اور مبادیات کی پوری پوری تصدیق کرتا ہے۔ جبکہ تورات و انجیل وغیرہ کو یہود و نصاریٰ نے اپنے خود ساختہ نظریات کے مطابق تبدیل کر ڈالا۔ چنانچہ اس وقت جس مجموعے کو ہم انجیل کہتے ہیں وہ چار بڑے صحیفوں پر مشتمل ہے۔ (۱) متی (۲) مرقس (۳) لوقا (۴) یوحنا۔ یہ صحائف دراصل عیسیٰ علیہ السلام کے نہیں۔ بلکہ ان سے ملاقات نہ کرنے والے چار حواریوں کی تحریری کاوشیں ہیں۔ چونکہ حواریوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی لائی ہوئی شریعت کو رہبانیت اور صوفیت میں تبدیل کر دیا تھا۔ لہذا اس تبدیل شدہ انجیل کے مجموعوں میں بھی خالص محبت، دنیا سے کنارہ کشی اور جہاد فی سبیل اللہ کی مخالفت کے اسباق ہی ملتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

”میں تم سننے والوں سے کہتا ہوں کہ اپنے دشمن سے محبت رکھو۔ جو تم پر لعنت کریں انکا بھلا

چاہو جو تمہاری بے عزتی کریں ان کے لیے دعا مانگو۔ جو تیرے ایک گال پر طمانچہ مارے اسکے سامنے دوسرا بھی پھیر دے۔ جو تیرا چونہ لے اسے کرتے لینے سے بھی منع نہ کر۔“ ۱۳

دراصل عیسائی مذہب کی روح صوفیت اور دنیا سے کنارہ کشی ہے جس کا کوئی دستور، کوئی شریعت اور کوئی ضابطہ اور قانون وضع نہیں کیا گیا۔ لہذا سمیں مظلوم کی مدد و حمایت کرنے اور ظالم کا ہاتھ روکنے کا کوئی تصور ہی نہیں۔ بلکہ دنیاوی معاملات سے مکمل بیزاری اور قرابتداروں سے اظہار نفرت ہی اس کا اصل اصول ہے۔ یسوع مسیح فرماتے ہیں:

اگر کوئی میرے پاس آئے اور اپنے ماں باپ، بیوی، اولاد، بھائیوں، بہنوں بلکہ اپنی جان سے بھی نفرت نہ رکھے تو وہ میرا شاگرد نہیں ہو سکتا۔ ۱۴

”تم نے مفت پایا مفت دے دو۔ نہ سونا اپنے کیسے میں رکھو نہ چاندی نہ پیتل۔ اپنے سفر کے لئے نہ جھولی لو۔ نہ دو دو کڑتے نہ جو تیاں اور نہ لاٹھی۔“ ۱۵

اگر تو کامل ہونا چاہتا ہے تو جا اپنا مال اسباب بیچ کر غریبوں کو دے دے اور میرے پیچھے ہو لے، تجھے آسمان پر خزانہ ملے گا۔ ۱۶

مذکورہ بالا تمام تعلیمات دنیا سے مکمل بائیکاٹ اور علیحدگی کے راہبانی فلسفہ پر مبنی ہیں۔ تاہم موجودہ تبدیل شدہ انجیلوں میں جہاد فی سبیل اللہ کا تصور بھی ملتا ہے۔ ملاحظہ ہو:

”یہ گمان نہ کرو کہ میں زمین پر صلح و سلامتی کے لئے آیا ہوں بلکہ تلوار کے ساتھ مبعوث ہوں۔ ایک انسان کو اس کے باپ اور بیٹی کو اس کی ماں سے علیحدہ کر دوں۔ انسان کے دشمن خود اس کے اہل خانہ ہوتے ہیں۔ جو ماں باپ کے ساتھ مجھ سے زیادہ محبت رکھے گا۔ وہ میرا حق دار نہیں ہوگا۔“ ۱۷

موجودہ انجیلوں کی ایک دوسرے سے متضاد تعلیمات سے اور قرآن مجید کے دلائل و شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے اصل دین میں جہاد فی سبیل اللہ کا اصل تصور شامل تھا۔ لیکن بعد کے لوگوں نے عیسائیت کو محض اخلاقیات اور صوفیانہ اقدار کا مجموعہ بنا کے رکھ دیا اور انسان کے

۱۳ متی: ۵/۳۸-۴۴ + لوقا: ۶/۲۷-۳۲

۱۴ انجیل لوقا: ۱۴/۲۶

۱۵ انجیل متی: ۱۰/۸-۱۱

۱۶ انجیل متی: ۱۹/۲۱

۱۷ انجیل متی: ۱۰/۲۴

اجتماعی تمدنی و معاشرتی مسائل سے تعلق توڑ لیا۔ ظاہر ہے کہ ایسا مذہب جس میں محض دنیا سے بے رغبتی برتا اور درویش بننا ہی انسانیت کا کمال قرار دیا گیا ہو۔ دین کامل کا درجہ اختیار نہیں کر سکتا۔

۳۔ ہندو مذہب:

ہندو مذہب کی بنیاد بت پرستی پر قائم ہے اور اس کی مذہبی تعلیمات کا ماخذ مندرجہ ذیل تین کتابیں ہیں:

۱ چاروید

۲ گیتا

۳ منوسرتی

چاروید درج ذیل ہیں:

۱ رگ وید

۲ یجروید

۳ سام وید

۴ اتھروید

ذیل میں ہم ان کتابوں کے چند اقتباسات حوالہ جات کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ جن سے ہندو قوم کے جنگی نظریات و مقاصد پر بخوبی روشنی پڑتی ہے:

اے روشن آگ! تو جس پر متبرک تیل ڈالا جاتا ہے۔ ہمارے دشمنوں کو جلا دے جن کی حفاظت خبیث روحیں کرتی ہیں۔^{۱۸}

ہر بدگو کو قتل کر دے اور جو کوئی ہمیں خفیہ طریقوں سے تکلیف پہنچائے اسے برباد کر دے۔ اے اندر! ہم کو خوبصورت گھوڑے اور گائیں دلوا، ہزاروں کی تعداد میں۔ اے بڑے دولت مند!^{۱۹}

طاقنور اندر راجہ نے اپنے حسین رنگ دوستوں کے ساتھ مل کر زمین فتح کی۔ سورج کی روشنی اور پانیوں کو فتح کیا۔ اندر ہمارا محافظ ہو اور ہم بے خوف و خطر مال لوٹیں۔^{۲۰}

اے اگنی! ہماری مزاحمت کرنے والی جماعتوں کو مغلوب کر۔ ہمارے دشمنوں کو بھگا دے۔ اے رجیت! دیوتاؤں کو نہ ماننے والے حریفوں کو قتل کر اور اپنے پجاری کو عظمت

۱۸ رگ وید: ۱/۱۲: ۵

۱۹ رگ وید: ۱/۲۹: ۷

۲۰ رگ وید: ۱/۱۸: ۱۰

۱۱۔ وشوکت نصیب کر۔^{۲۱}

اے اندر! تو اپنی طاقت کے لئے مشہور ہے۔ مضبوط اور زبردست لڑنے والا ہے۔
شہزور و خونخوار ہے۔ فتح مند اور ہر ایک کو زیر کرنے والا ہے۔ فتح و کامرانی کا بیٹا ہے۔
گائیں لوٹنے والا ہے۔ اپنی فتح کی گاڑی پر سوار ہو اور ہمارے دشمنوں کو حواس باختہ
کر دے۔^{۲۲}

اے دیوتاؤں کے محبوب! اپنے اچھے مسرت بخش رس کے ساتھ اہل۔ بد ذات پاپیوں کو
قتل کرتے ہوئے دشمنوں کو ان کی نفرت سمیت ہلاک کرتے ہوئے روز بروز زور پکڑتے
اور مال غنیمت حاصل کرتے ہوئے اہل۔ تو گھوڑوں اور گائیوں کو حاصل کرنے والا ہے۔^{۲۳}
اے اگنی! تو یا تو دھانوں (دشمنوں کو) یہاں باندھ کر اور پھر اپنی کڑک سے ان کے
سروں کو پاش پاش کر دے۔^{۲۴}

اے سوم رس پینے والے! یا تو دھانوں کی آل اولاد کو کھینچ لا اور ہلاک کر دے۔ اقراری
گناہ گاروں کی دونوں آنکھیں سر سے باہر نکال لے۔^{۲۵}

ہندو مذہب کے ممتاز پیشوا سری کرشن کی تصنیف گیتا کا مرکزی موضوع ہی جنگ ہے۔ یہ
کتاب عقیدہ تناخ اور دشمنوں کی قتل و غارت کی تعلیمات سے بھری پڑی ہے۔ درج ذیل
اقتباسات ملاحظہ ہوں:

پے پاتھ! ایسا نامرد نہ بن یہ تیری شان کے شایان نہیں۔ دل کی کمزوری چھوڑ اور کھڑا ہو
جا۔^{۲۶}

اگر تو سب پاپیوں سے زیادہ پاپ کرنے والا ہو تب بھی اس گیان کی کشتی سے ہی تو پاپوں
کو پار کر جائیگا۔ جس طرح روشن کی ہوئی آگ ایندھن کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے۔ اسی
طرح اے ارجن! یہ گیان روپ کی آگ بھی سب کاموں کی نیکی و بدی کی قیود کو جلا

۲۱۔ یجر وید = ۳۷:۹

۲۲۔ یجر وید = ۳۸:۳۷:۱۷

۲۳۔ سام وید = ۱:۲ = ۲۱:۱۰

۲۴۔ اتھر وید = ۷:۷

۲۵۔ اُتھر وید = ۳:۸

۲۶۔ گیتا = ۳:۳:۲

ڈالتی ہے۔ ۲۷

(یہی فلسفہ بالکل عیسائیوں کا عقیدہ حلول اور کفارہ اور صوفیاء کا عقیدہ وحدت الوجود ہے) پے ارجن! یہ جنگ ایک سورگ کا دروازہ ہے جو تیرے لئے خود بخود کھل گیا ہے۔ ایسا موقعہ خوش قسمت کشتریوں کو ہی ملا کرتا ہے۔ لہذا تو اگر اپنے دھرم کی پیروی میں جنگ نہ کرے گا تو اپنے دھرم اور شہرت کو برباد کر کے پاپ جمع کرے گا۔ بلکہ سب لوگ تیری کبھی ختم نہ ہونے والی مذمت کے گیت گاتے رہیں گے۔ یہ مذمت و بدنامی انسان کے لئے موت سے بدتر ہے۔ ۲۸

اگر تو مر گیا تو سورگ کو جائے گا اور اگر فحیاب ہو تو دنیا کے راج کو بھوگے گا۔ اس لئے جنگ کرنے کا مستقل ارادہ کر کے اٹھ۔ ۲۹ (یعنی تناخ ارواح کی وجہ سے موت تیرے لئے حیات ابدی کا پیغام ہے)

منوکی دھرم شاستر ہندوؤں کے مذہبی و سیاسی قوانین کا مسلمہ مجموعہ ہے۔ چنانچہ منوجی مقاصد جنگ پر روشنی ڈالتے ہوئے رقمطراز ہیں:

روئے زمین کے جو حکمران ایک دوسرے کو نیچا دکھانے (یا قتل کرنے کی) خواہش سے اپنی تمام قوت کے ساتھ جنگ کرتے ہیں اور کبھی منہ نہیں موڑتے وہ مرنے کے بعد سیدھے بہشت کی طرف جاتے ہیں۔

جس راجہ کی فوجیں ہر وقت جنگ کے لئے تیار رہتی ہیں۔ اس سے تمام دنیا مرعوب اور خوف زدہ رہتی ہے۔ پس ایسے راجہ کو اپنی مستعد فوج کے ساتھ تمام مخلوقات کو اپنا تابع فرمان بنانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ ۳۰

اس طرح فتح کی تیاری کرنے کے بعد اپنے تمام مخالفین کو یا تو صلح و رضا کے ساتھ اپنا تابع فرمان بنانا چاہئے۔ یا دوسرے ذرائع اختیار کرنے چاہئے۔ یعنی رشوت، توڑ جوڑ، جنگی طاقت۔ کامیابی کے ان چاروں ذرائع میں سے عقل مند لوگ سلطنت کی توسیع کے

۲۷ گیتا=۳۶:۴-۳۷

۲۸ گیتا کرشن جی ۲:۳۲-۳۴

۲۹ گیتا=۳۵:۲-۳۷

۳۰ منوسمرتی=۷:۸۹-۷:۹۰

لئے صلح و رضا اور جنگی طاقت کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔^{۳۱}

اس طرح جب راجہ دھرم (مذہب) کے مقرر کئے ہوئے تمام فرائض ادا کرے تو اس کو ان علاقوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کرنی چاہئے جو ابھی تک اس کے قبضے میں نہ آئے ہوں۔ (دھرم کے مطابق عمل کرنے والے) راجہ کا خاص فرض یہ ہے کہ وہ ممالک فتح کرے اور جنگ سے کبھی نہ ٹلے۔^{۳۲}

یہودیت کے مقاصدِ جنگ:

یہودی مذہب کی مسلمہ دینی کتاب تورات کے پیش کردہ حوالہ جات سے جنگ کرنے کے جو مقاصد سامنے آتے ہیں۔ انکا اختصار کے ساتھ تذکرہ درج ذیل ہے:

① دیگر اقوام کے مقبوضہ ممالک پر بلا جواز اور بلا مقصد جنگ کے ذریعے قابض ہو جانا۔ ان کے اصل باشندوں کو بلا جرم قتل و غارتگری سے نیست و نابود کر دینا — جبکہ اسلام ایسے مقاصد کے لئے جنگ کرنے کو ”قتال فی سبیل الطّاغوت“ قرار دیتا ہے اور اس کی نظر میں جہاد صرف وہ ہے جس کی بنیاد اللہ کے دین کی سر بلندی اور ظلم و فساد کے خاتمے پر ہو۔

② ایک ملک کے باشندوں کو بزورِ شمشیر مغلوب کرنا اور طاقت کی بناء پر انکے مال و املاک پر ناجائز قابض ہو جانا — جبکہ اسلام طاقت اور قوت کے استعمال کو صرف اس وقت جائز رکھتا ہے۔ جب کافر اور مشرک حق قبول کرنے سے صاف انکار کریں یا اہل حق پر ظلم و زیادتی کا خود آغاز کر ڈالیں۔ نیز مسلمان کی تلوار ظلم و زیادتی کے خاتمہ اور اعلاء کلمۃ اللہ کے بعد میان میں بند ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۰۳۰] ﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةً وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ ۚ﴾ [الأنفال: ۸=۳۹]

”اور ان سے جنگ کرو اس وقت تک کہ فتنہ و فساد ختم ہو جائے اور دین سارے کا سارا

اللہ کے لیے ہو جائے۔“

③ تحریف شدہ توریت زمین کی وراثت کا حقدار صرف قوم بنی اسرائیل کو قرار دیتی ہے۔ اس کے حصول کا طریقہ ظلم و جبر اور قہر و تسلط تجویز کرتی ہے۔ گویا یہودی مذہب کے جنگی

مقاصد میں ایک خاص نسل اور قوم کو دنیا پر جبر ناراوا کے ساتھ مسلط کر کے باقی تمام اقوام عالم کو بہ دل ناخواستہ یا بہ طیب خاطر ان کی غلامی قبول کرنے پر مجبور کرنا ہے۔ علاوہ ازیں دنیا بھر سے بنی آدم کی تمام نسلوں کو بنی اسرائیل کے سوا قتل و غارت کے ذریعے نیست و نابود کر دینا ہے۔ ۳۳

جبکہ قرآن مجید روئے زمین کا اصل مالک اللہ تعالیٰ کو اور اس کی عطا کردہ خلافت و حکومت کا جائز وارث صرف اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو قرار دیتا ہے۔ خواہ وہ عربی ہوں یا عجمی، رومی ہوں یا ایرانی، ایشیائی ہوں یا افریقی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۰۳۱] ﴿إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۖ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ۝﴾

[الأعراف=۷:۱۲۸]

”یقیناً یہ سرزمین اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے اور اچھا انجام صرف پرہیزگاروں کے لئے خاص ہے۔“

[۱۰۳۲] ﴿أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ۝﴾ [الأنبياء=۲۱:۱۰۵]

”اس سرزمین کے وارث میرے صالح بندے ہوں گے۔“

② تورات کے مذکورہ بالا حوالہ کے آخری الفاظ قابل غور ہیں۔ جن میں بنی اسرائیل کے سوا باقی ہر قوم و نسل کے انسانوں کو ان کے مقبوضہ ممالک چھیننے کے بعد صفحہ ہستی سے مکمل طور پر مٹا دینے کی ہدایات جاری کی گئی ہیں۔

جبکہ اسلام نے خطرناک جنگی مجرموں کے علاوہ جنگی قیدیوں کے لئے — بالخصوص عورتوں اور بچوں کے لئے — عدل و انصاف اور رحمت و شفقت کے وہ اصول اور قوانین وضع فرمائے ہیں جن کے پر شفقت سائے میں دنیا کی مختلف اقوام نے دائمی بقاء کی لازوال نعمت حاصل کی۔ بلکہ اسلام نے رنگ و نسل کے ہر فرق کو مٹا کر بنی آدم کے تمام شعبوں اور قبیلوں کو ایک ہی انسانی شجرہ کے پتے اور شاخیں قرار دیا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

[۱۰۳۳] ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَ أُنْثَىٰ وَ جَعَلْنَكُمْ شُعُوبًا

وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتَقْوَمُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ۝﴾

[الحجرات=۹:۱۳]

”اے لوگو! درحقیقت ہم نے تمہیں ایک مذکر (آدم) اور ایک مؤنث (حوا) سے پیدا کیا ہے۔ اور ہم نے تمہیں کنبوں اور قبیلوں میں محض باہمی تعارف کے لئے تقسیم کر دیا ہے۔ یقیناً اللہ کے ہاں تم میں سے سب سے زیادہ معزز وہی ہوگا جو زیادہ پرہیزگار ہوگا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ علم رکھنے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔“

عیسائیوں کا جنگی نقطہ نظر:

عیسائی مذہب کے ہاں مسلمہ چار انجیلوں کے مستند حوالہ جات کو ملحوظ نظر رکھتے ہوئے مسیحیوں کا جنگی نقطہ نظر درج ذیل الفاظ میں پیش کیا جاسکتا ہے:

① مسیحیت کی تبدیل شدہ تعلیمات میں رہبانیت کی بنیاد پر زیادہ تر محبت، عفو و درگزر، ذلت و رسوائی برداشت کرنے اور عاجزی و انکساری پر زور دیا گیا ہے۔ دنیا بھر میں رونما ہونے والے ظلم و زیادتی، جبر و تشدد اور ہر جبر کا علاج صرف جابر اور ظالم کے سامنے ذلیل و رسوا ہو کر رہنا اور اس کا ہر قصور معاف کر دینا تجویز کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

”اگر تم آدمیوں کے قصور معاف کرو گے تو تمہارا آسمانی باپ بھی تمہیں معاف کرے گا اور اگر تم آدمیوں کے قصور معاف نہیں کرو گے تو تمہارا باپ بھی تمہیں معاف نہیں کرے گا۔“ ۳۴

لہذا دنیا میں امن کے قیام، عدل و انصاف کی حکومت اور انسانیت کو ظلم و جبر کے تسلط سے نجات دلانا مسیحیت کے منشور اور اس کے دائرہ عمل سے خارج ہے۔ بلکہ عیسائی مذہب کی اصل بنیاد صرف محبت، صوفیت اور دنیا سے کنارہ کشی کے ذریعے آسمانی بادشاہت کا حصول ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسا مذہب ایک عالمگیر دین (عالمی مذہب) کی حیثیت کبھی اختیار نہیں کر سکتا۔ جو اہل عالم کے تمام تمدنی، اجتماعی، اقتصادی اور سیاسی مسائل سے اپنے آپ کو یکسر الگ تھلک کرے۔ بھلا وہ عالمی مذہب کا کیسے دعویدار ہو سکتا ہے۔ جو مظلوموں، مجبوروں کو حق و انصاف دلانے کے لئے، ظالموں اور جابروں کے لئے ظلم و جبر کا ہاتھ روکنے کے لئے اس کے پاس سوائے معافی کے اور کوئی قابل عمل تجویز موجود نہ ہو۔ بلکہ وہ ظلم و جبر کے سامنے مجسمہ ذلت اور درماندگی ہو۔

② اگرچہ موجودہ انجیل کی زیادہ تر تعلیمات جہاد و قتال کے برعکس ذلت و رسوائی قبول کر کے صوفیانہ زندگی کے ساتھ آسمانی بادشاہت کے حصول کی ترغیب پر مشتمل ہیں۔ تاہم ان

میں جہاد فی سبیل اللہ کی دعوت بھی ملتی ہے۔ ۳۵ مثلاً

ان دشمنوں کو جنہوں نے نہ چاہا کہ میں ان پر بادشاہی کروں یہاں لا کر میرے سامنے قتل کر دو۔ اس نے ان سے کہا کہ اب جس کے پاس بٹوا ہو وہ اسے لے اور اسی طرح جھولی بھی۔ اور جس کے پاس نہ ہو وہ اپنی پوشاک بیچ کر تلوار خریدے..... انہوں نے کہا اے خداوند! دیکھ یہاں دو تلواں ہیں۔ اس نے کہا بہت ہیں۔ ۳۶

۳) عیسائیت دراصل موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کی اصلاح، تکمیل اور اس میں پائے جانے والے تشدد اور سختی کی بجائے نرمی، مہربانی اور وسیع الظرفی پر مشتمل ایک اصلاحی دعوت تھی۔ اس لئے اس میں معاشرتی و تمدنی مسائل کی بجائے عبادات، اخلاقیات اور دنیاوی امور و مشاغل سے روگردانی پر بہت زیادہ زور دیا گیا۔ قوم یہود میں بغض، نفاق، تکبر، غرور، بخل، بددیانتی اور دوسری قوموں کی تحقیر و تذلیل وغیرہ بہت زیادہ اخلاقی بیماریاں پائی جاتی ہیں۔

جبکہ مسیح علیہ السلام نے محبت، اخلاص، عاجزی، انکساری، امانت، سخاوت اور دوسروں کی تعظیم و تکریم کا درس دیا۔ ان سب کے باوجود عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات جہاد فی سبیل اللہ کی دعوت سے خالی نہ تھیں۔ بلکہ شریعت عیسوی میں تبدیلی کرنے والے بد بخت جانشینوں نے محض اخلاقی تعلیمات کو ہی مسیح علیہ السلام کی اصل دعوت قرار دینا شروع کر دیا اور مسیح علیہ السلام کی جہادی تعلیمات سے مجرمانہ چشم پوشی برتی۔

یہود و نصاریٰ قرآن کی نظر میں:

قرآن مجید کے مطالعہ سے یہ حقیقت نصف النہار کے سورج کی طرح واضح ہوتی ہے کہ موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام دونوں جلیل القدر رسول، توحید خالص اور جہاد فی سبیل اللہ کے داعی تھے۔ مگر ان کی امتوں نے بعد میں تحریفوں اور تبدیلیوں کے ذریعے توحید کی بجائے حلول، ابنیت (اللہ کے لیے بیٹا ہونے کا دعویٰ کرنا)، تثلیث (تین خداؤں کا عقیدہ) اور بت پرستی کے شرکیہ نظریات اور عقائد ایجاد کر لئے۔ جہاد کی حقیقت کو یہود نے تو قتل و غارت، ظالمانہ قبضہ جات، توسیع پسندی، استعماریت، محض ملک گیری اور بے لگام سلطنت میں بدل دیا۔ جبکہ نصاریٰ نے دوسری انتہاء کے کنارے پر کھڑے ہو کر دنیا سے روگردانی اور رہبانیت کو ہی آسمانی بادشاہت کا

وسیلہ قرار دے دیا۔ انسانیت کے تمدنی اور سیاسی مسائل کے حل سے اپنا دامن جھاڑ لیا۔ اصل حقیقت کتاب مبین قرآن مجید کے الفاظ میں ملاحظہ ہو: فرمان رب قدوس ہے:

[۱۰۳۴] ﴿ قَالَ رَجُلَيْنِ مِنَ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۖ فَإِذَا دَخَلْتُمُوهُ فَانْكُمُ غُلَبُونَ ۚ وَ عَلَى اللَّهِ فَتَوَكَّلُوا إِن كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ قَالُوا يَمُوسَى إِنَّا لَنَدْخُلُهَا أَبَدًا مَا دَامُوا فِيهَا فَادْهَبْ أَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ ۝ قَالَ رَبِّ إِنِّي لَا أَمْلِكُ إِلَّا نَفْسِي وَ أَخِي فَأَفِرْقْ بَيْنَنَا وَ بَيْنَ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ۝ ﴾ [المائدة: ۲۳-۲۵]

”اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے دو آدمیوں نے جن پر اللہ کا انعام ہوا تھا یوں کہا: (یکبارگی حملہ کر کے) ان کے دروازے میں داخل ہو جاؤ۔ پس جب تم داخل ہو جاؤ گے تو تم ہی غالب رہو گے اور صرف اللہ پر بھروسہ رکھو، اگر تم ایماندار ہو۔ وہ کہنے لگے: اے موسیٰ! ہم کبھی وہاں داخل نہ ہونگے جب تک وہ لوگ (عماقہ) بیت المقدس میں موجود ہیں۔ پس تم اور تمہارا رب خود جاؤ اور ان کے ساتھ جنگ کرو ہم تو یہیں پر بیٹھے رہیں گے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! میں اپنی جان اور اپنے بھائی کے سوا کسی پر اختیار نہیں رکھتا لہذا ہمارے اور نافرمان قوم کے درمیان علیحدگی پیدا کر دے۔“

[۱۰۳۵] ﴿ قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلْقُوا بِاللَّهِ كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝ وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَ جُنُودِهِ قَالُوا رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَ ثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۝ فَهَزَمُوهُمْ بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ وَ قَتَلَ دَاوُدُ جَالُوتَ وَ اتَّهَ اللَّهُ الْمَلِكَ وَ الْحِكْمَةَ وَ عَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ ۖ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلَكِنَّ اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ ۝ ﴾ [البقرة: ۲۴۹-۲۵۱]

”.....جن لوگوں کو یقین تھا کہ وہ اللہ سے ملنے والے ہیں انہوں نے کہا: بہت سی کم تعداد والی جماعتیں زیادہ تعداد والے لشکروں پر اللہ کے حکم سے غالب آ جاتی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ پھر جب وہ (طالوت کے ساتھی) جالوت اور اس کی فوجوں کے بالمقابل نکلے تو کہنے لگے: ہمارے رب! ہم پر صبر اتار دے اور ہمیں ثابت قدم رکھ اور کفار کی قوم پر فتح عطا فرما۔ چنانچہ انہوں نے اللہ کے حکم سے جالوت کے لشکر

کو شکست دے دی اور داؤد نے جالوت کو قتل کر ڈالا اور اللہ نے اس کو بادشاہت اور

حکمت عطا فرمائی اور جو چاہا سکھایا۔ اور اگر اللہ بعض لوگوں کی بعض لوگوں سے مدافعت نہ کرتا تو روئے زمین فساد پذیر ہو جاتی۔ لیکن اللہ تعالیٰ تمام اہل عالم پر بڑا فضل و کرم کرنے والا ہے۔“

[۱۰۳۶] ﴿ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكُرَّةَ عَلَيْهِمْ وَآمَدْنَاكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَجَعَلْنَاكُمْ أَكْثَرَ نَفِيرًا ۚ إِنْ أَحْسَنْتُمْ أَحْسَنْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ ۖ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا ۗ﴾

[بنی اسرائیل = ۶: ۱۷، ۷]

”پھر ہم نے تم (بنی اسرائیل) کو ان پر غلبہ عطا کر دیا اور مالوں اور بیٹوں کے ساتھ تمہیں مدد فراہم کی اور تمہیں زیادہ تعداد والے بنا دیا۔ اگر تم بھلائی کرو گے تو اپنی ذات کے لیے کرو گے اور اگر برائی اختیار کرو گے تو بھی اپنے لئے کرو گے۔“

[۱۰۳۷] ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنْصَارَ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لَلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ ۖ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ فَأَمْنَتْ طَائِفَةٌ مِّنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ وَكَفَرَتْ طَائِفَةٌ ۚ فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَىٰ عَدُوِّهِمْ فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ ۝﴾ [الصف = ۶۱: ۱۴]

”اے ایماندارو! اللہ کے دین کے مددگار بن جاؤ۔ جیسا کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے حواریین (یعنی اپنے خاص شاگردوں اور دوستوں سے) کہا تھا: اللہ کی طرف میرا مددگار کون ہے؟ تو حواریوں نے کہا: ہم اللہ کے لیے مددگار ہیں۔ چنانچہ بنی اسرائیل کا ایک گروہ ایمان لے آیا اور دوسرے نے کفر اختیار کیا پھر ہم نے ایماندار گروہ کو ان کے دشمنوں پر مدد عطا کی اور وہ غالب ہو گئے۔“

مذکورہ بالا قرآنی آیات سے بڑی وضاحت کے ساتھ ثابت ہوتا ہے کہ توحید، جہاد فی سبیل اللہ اور اس کے مقاصد میں تمام آسمانی ادیان کے درمیان مکمل یکسانیت اور اتحاد کا راستہ پایا جاتا ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر جہاد کرنے پر ہر آسمانی دین متفق ہے۔

ہندو مذہب کا فلسفہ جنگ:

① عقیدے کے اعتبار سے ہندو لوگ بت پرست اور بے شمار خود ساختہ دیوتاؤں اور دیوتیوں کی پجاری قوم ہے۔ لہذا وہ اپنے ان خداؤں سے، جن کو وہ اپنے گمان کے مطابق خدا سمجھتے ہیں، اپنے دشمنوں کی مکمل تباہی اور بربادی کی ہمیشہ خواستگار رہتے ہیں۔ ۷۷

- ۲) کرشن جی نے گیتا میں چونکہ تناسخ (آواگون) کے عقیدے کو قتل و غارتگری کے لئے جواز بنایا ہے۔ جس کی بنیاد پر انسان ایک دفعہ مر کر پھر دوسرے جنم میں آجاتا ہے۔ لہذا ہندو عقیدہ میں بے گناہ انسانوں کا بلا درلغ قتل عام کرنا کوئی جرم اور پاپ کی بات نہیں ہے۔^{۳۸}
- ۳) بلکہ عقیدہ تناسخ نے ہندو دھرم کے ذہنوں سے نیکی اور بدی کی تمیز کو یکسر ختم کر کے انہیں اچھائی اور برائی کی پابندیوں سے آزاد کر رکھا ہے۔ لہذا وہ اپنے دشمنوں کو جنگ یا دوسرے ذرائع سے نیست و نابود کرنے میں سب سے زیادہ بے باک قوم نظر آتی ہے۔^{۳۹}
- ۴) نسل اور قومی امتیاز ہندو مذہب میں جنگ کی بڑی بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے۔ ملک گیری، دیگر قوموں کے علاقوں پہ بلا وجہ قبضہ کرنا اور اپنی مخالف نسل کی اقوام کا قتل عام اس کے خاص مقاصد جنگ ہیں۔
- ۵) عقیدہ تناسخ، حلول اور بے شمار بتوں اور دیوتاؤں کی پرستش کی بناء پر ہی رسول اللہ ﷺ نے ہندو مشرکوں کے ساتھ جہاد کرنے والے غازیوں اور شہیدوں کو خصوصی اور امتیازی خوشخبریوں کے ساتھ نوازا ہے۔“^{۴۰}

۴۔ بودھ مذہب:

- بودھ مذہب کی بنیاد نفس کشی، دنیا سے کنارہ کشی اور تمام دنیاوی لذتوں اور تعلقات سے مکمل طور پر اجتناب کرنا ہے۔ انسان اپنے تمام جذبات، احساسات اور خواہشات کو کلی طور پر فنا کر کے وجود کی قید سے نکل کر عدم یا فناء کی حالت میں چلا جائے۔ یہی اصل کامیابی، نجات اور بدھ مذہب کی اصطلاح میں نروان ہے۔ بودھ نے نروان تک رسائی حاصل کرنے کے لئے یہ طریقہ کار تجویز کیا ہے جس کی آٹھ شقیں ہیں۔ جو درج ذیل ہیں:
- ۱) صحیح عقیدہ: یعنی انسان کی زندگی ایک مصیبت ہے اور اس سے نجات حاصل کرنا ہی کامیابی اور نروان ہے۔
- ۲) صحیح ارادہ: یعنی لذتوں اور خواہشات کو چھوڑ دینے کا مصمم فیصلہ اور دوسروں کو تکلیف

۳۸ ملاحظہ ہوں گیتا کے سابقہ حوالہ جات

۳۹ ملاحظہ ہوں گیتا کرشن جی = ۴: ۳۶: ۳۷

۴۰ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ الْمَسْلُوسُ: ۹۷۲

پہنچانے اور ذی روح اشیاء کو تکلیف دینے سے مکمل پرہیز۔

صحیح گفتار: یعنی بد زبانی، بیہودہ گوئی، غیبت اور جھوٹ سے احتراز

صحیح کردار: یعنی بدکاری، قتل نفس اور خیانت سے اجتناب

صحیح معیشت: یعنی جائز طریقہ سے روزی حاصل کرنا۔ اور ناجائز ذرائع سے مکمل اجتناب۔

صحیح جدوجہد: دھرم یعنی مذہب کے احکام کے مطابق عمل کرنا۔

صحیح حافظہ: یعنی اپنے گذشتہ اعمال کو یاد رکھنا اور محاسبہ کرتے رہنا۔

صحیح تخیل: یعنی راحت و مسرت سے بے نیاز ہو کر صرف فنا (زوان) کی طرف

دھیان لگانا۔^{۳۱}

مذکورہ بالا طریقہ کار کی آٹھ شقوں کو عملی شکل دینے کے لئے بودھ نے درج ذیل دس اخلاقی

احکام دیئے ہیں:

- ۱ کسی کی جان نہ لو۔
- ۲ چوری نہ کرو۔
- ۳ زنا نہ کرو۔
- ۴ نشہ آور اشیاء سے پرہیز کرو۔
- ۵ کھیل تماشوں اور گانے بجانے سے پرہیز کرو۔
- ۶ مقررہ وقت کے سوا کھانا نہ کھاؤ۔
- ۷ عطر اور خوشبو وغیرہ سے احتراز کرو۔
- ۸ اچھے اور نرم بستروں پر سونے سے پرہیز کرو۔
- ۹ سونا چاندی اپنے پاس مت رکھو۔^{۳۲}

مذہبِ اربعہ اور اسلام:

جنگ و قتال کے مسئلہ میں ہم نے دنیا کے چار بڑے مذاہب یہودیت، عیسائیت، ہندو مذہب اور بودھ مذہب کے نظریات گذشتہ اوراق میں پیش کر دیئے ہیں۔ ان میں سے یہودیت اور ہندو مذہب جنگ و قتال کو جائز اور درست سمجھتے ہیں۔ جبکہ عیسائیت و بودھ مذہب جنگ کے مخالف ہیں۔ گویا مذاہب عالم کے جنگی نقطہ نظر کے اعتبار سے دو گروہ ہیں:

۳۱ وارن بودھ ازم (مترجم) صفحہ: ۳۷۳

۳۲ وی نایا شکشن جلد: ۸، ص: ۲۱۱

۱ جنگ اور قتال کی اجازت دینے والے

۲ جنگ و قتال سے منع کرنے والے۔

لیکن یہ دونوں گروہ ہی افراط و تفریط کے مختلف اور متضاد نمونے پیش کرتے ہیں۔ مثلاً جنگ کو جائز قرار دینے والوں کا نقطہ نظر یہ ہے :

۱ انسان کو اپنی نسل اور قوم کے تحفظ، بقاء اور اپنے ملک و وطن کے دفاع کے علاوہ دوسری عالمی اقوام کے مقبوضہ ممالک اور ان کے اموال و مواصلاتی ہڑپ کرنے کے لئے ان پر جنگ مسلط کرنا جائز ہے۔ وہ اپنے ہی ہم جنس انسانوں کے لئے ملک گیری اور جبر و استبداد کی ناجائز نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لئے قتل و غارت کے بازار گرم کر دیتے ہیں۔

۲ ان کی جنگوں کا کوئی مذہبی یا اخلاقی نصب العین نہیں ہے اور نہ کسی اعلیٰ مقصد کی تکمیل کے لئے وہ جنگ کرتے ہیں۔ بلکہ ان کی جنگ خالصتاً حیوانوں اور جنگلی جانوروں کی عکاسی کرتی ہے۔ کہ بے لگام ہو کر اپنے ہم جنس افراد پر جب چاہیں اور جس غرض کے لئے چاہیں دست درازی کر ڈالیں۔

۳ جنگ کرنے کے لئے ان کی کوئی اخلاقی حدود و قیود نہیں۔ بلکہ مفتوحہ قوموں کے ہر ذی روح فرد کو جائز یا ناجائز طور پر قتل کر کے ان کی نسل کو ختم کرنا اور ان کے اموال و مواصلاتی پر دائمی قبضہ کرنا ہی ان کا مقصد حیات بن جاتا ہے اور اس جیسے مذموم مقاصد کی تکمیل ہی ان کا سب سے بڑا ضابطہ اخلاق ہے۔

جبکہ انتہاء کے دوسرے کنارے پر کھڑے جنگ سے منع کرنے والے ہیں۔ وہ اس بارے بہت زیادہ تفریط کا شکار ہیں۔ چنانچہ وہ کسی انسان کو قتل کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔ خواہ وہ خود سینکڑوں ہزاروں انسانوں کو ذبح کر ڈالیں۔ بلکہ بودھ مذہب تو دنیا کے کیڑوں مکوڑوں تک کے احترام میں اس حد تک مبالغہ آرائی کا شکار ہے کہ موسم برسات میں زمین پر چلنا بھی اس کے ہاں سخت حرام اور قتل نفس کے برابر ہے۔ افراط و تفریط کے ان دو انتہائی نقطوں کے درمیان اسلام نے میانہ روی اور اعتدال کا سیدھا راستہ تجویز کیا ہے۔ جو انسانی فطرت، ضرورت اور اس میں پیدا کردہ

تمام جذبات و احساسات کو ملحوظ نظر رکھتے ہوئے فلاح و نجات کا واحد ذریعہ ”صراط مستقیم“ ہے۔

چنانچہ اسلام پوری دنیا میں ہدایت الہی کی تعلیم عام کرنے، کفر و ضلالت کی ظلمتوں کو نور توحید کے ساتھ مٹانے اور ہر قسم کے فتنہ و فساد کا روئے زمین سے قلع قمع کرنے جیسی نیک اغراض کے لئے جنگ کو جائز ہی نہیں بلکہ لازمی قرار دیتا ہے۔ دنیا بھر کے فرعونوں، ظالموں، جابروں اور قاہروں کے ساتھ جنگ کو واجب ٹھہراتا ہے اور اسی جنگ کا نام جہاد فی سبیل اللہ تجویز کرتا ہے۔ جنگ کے لئے اسلام عدل و انصاف کے تقاضوں کے عین مطابق ایسے اصول و آداب مقرر کرتا ہے جن کی پابندی اور التزام سے مجاہدین اسلام مقاصد جہاد کے دائرہ کار میں محدود رہتے ہوئے ظلم و زیادتی کی تمام امکانی لغزشوں سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔

چنانچہ جنگ و قتال کے موضوع پر جہاد اسلامی کا ضابطہ ایک ایسا مکمل ضابطہ اور قانون ہے۔ جس کی مثال اسلام کے علاوہ دنیا کے کسی دین اور مذہب میں نہیں ملتی۔ اسلام نے باقاعدہ جہاد و قتال کے طریقے اور مقاصد کی وضاحت کی ہے اور اسے دنیا بھر کے انسانوں کے لیے ہدایت کا مینار قرار دیا ہے۔ چنانچہ اسلامی جہاد کو اختیار کر کے دنیا سے کفر و شرک سرکشی و ضلالت اور ہر قسم کے ظلم و زیادتی کا خاتمہ کیا جاسکتا ہے۔ اس جہاں کو عدل و انصاف کا گہوارا بنایا جاسکتا ہے۔ کیونکہ دین اسلام کا قیام، عدل و انصاف پر مبنی معاشرے کی حکمرانی، فتنہ و فساد کا خاتمہ، ظلم و زیادتی کی روک تھام، امن و امان کا قیام، رحمت و برکت کا پھیلاؤ، ظالم کی مخالفت اور مظلوم کا دفاع اور ہر کمزور اور بے بس کی حمایت جہاد اسلامی کے بڑے بڑے اہداف ہیں۔

امت مسلمہ پر جہاد اسلامی کے اثرات کا بالاختصار نقشہ:

① مظلوم، مجبور، ضعیف اور مقہور حق پرستوں سے ظلم و جور اور جبر و استبداد کا خاتمہ۔

[النساء=۷۵:۴+الحج=۳۹:۲۲]

② مومنین کی جانچ پڑتال، چھانٹی اور کفار و مشرکین کی تباہی و بربادی۔ [آل عمران=۱۱:۳]

③ جان و مال، اہل و عیال اور عزت و آبرو کا دفاع۔ نیز کمزوروں اور بے کسوں کی مدد۔

[النساء=۷۵:۴+الأنفال=۸:۷۲-۷۴]

④ باطل کا خاتمہ اور حق کا غلبہ۔ [الاسراء=۸۱:۱۷+الفتح=۲۸:۴۸]

⑤ صلح حدیبیہ کی شکل میں اسلام کی واضح فتح اور دعوت حق کے لئے آزادی کا حصول۔

⑨ مومنین کی جماعت حقہ کو منافقین کے ناسور وجود سے پاک صاف کرنا اور خبیث اور طیب کے درمیان تمیز اور فرق کرنا۔ [آل عمران=۱۷۹:۳ + التوبة=۴۲:۹-۸۷]

⑩ کمزور ایمان والے دیہاتی مسلمانوں کی آزمائش اور امتحان سے اسلامی معاشرے کی اصلاح۔ [التوبة=۹۰:۹-۱۰۰]

⑪ سرکش منافقین کے لئے ڈانٹ، عذاب اور ان کے بالمقابل مخلص مومنین کے لئے توبہ کی قبولیت اور ثواب کا موقعہ فراہم کرنا۔ [التوبة=۱۰۱:۹-۱۱۲]

⑫ مجاہدین اسلام کے لئے شہادت فی سبیل اللہ، دخول جنت اور گناہوں کے کفارے کے عالی قدر انعامات۔ [التوبة=۱۱۱:۹ + الصف=۱۰:۶۱-۱۳]

⑬ جماعت اسلامیہ میں اتحاد، تنظیم، یقین محکم، اخوت و موافقت، محبت بھرے جذبات اور بھائی چارے کا حصول۔ [الأنفال=۷۲:۸-۷۴ + الحجرات=۹:۳۹-۱۳]

⑭ سخاوت اور ایثار جیسی عمدہ صفات کے حصول سے مسلم معاشرہ کا تزکیہ۔

[الدھر=۷:۷۶+۹+الحشر=۱۰:۵۹]

⑮ زمین کے اقتدار، خلافت و امارت اور عدل و انصاف کا حصول۔

[النور=۵۵:۲۴ + الحج=۴۱:۲۲]

غیر مسلم اقوام کے لئے جہاد اسلامی کے ثمرات و برکات:

① جہاد کا سب سے بڑا مقصد دعوت حق ہے۔ جو غیر مسلم اقوام کے لئے عظیم ترین جہادی پھل اور بیش قیمت تحفہ ہے۔ [البقرة=۲:۱۹۳]

② جنگ میں عدل و انصاف کے علاوہ عورتوں، بچوں، کمزوروں اور راہبوں کا مکمل تحفظ۔

③ اسلام قبول کرنے یا پھر جزیہ ادا کرنے کا معاہدہ جنگ سے رکاوٹ بن جاتا ہے اور امان

طلب کرنے والے کے تحفظ کی ضمانت۔ [التوبة=۲۶:۹-۲۹]

④ جنگی قیدیوں بالخصوص بچوں اور عورتوں کے لئے عدل و انصاف پر مبنی انسانی حقوق کی

ضمانت۔ [الأنفال=۷۱:۷۰+محمد=۴:۴۷]

⑤ جنگ نہ کرنے والے کافروں اور صلح طلب کرنے والوں کے لئے ان کی جانوں اور ان

کے مالوں کا تحفظ اور قبولیت صلح کی بشارت۔ [الأنفال=۸:۶۰+۶۱+الممتحنة=۸:۶۰]

۶) امن طلب کرنے والے کے علاوہ مستقل ذمیوں کے لیے جان و مال اور اہل و عیال کی

حفاظت۔ [التوبة=۹:۲۹]

۷) ذمیوں کے لئے مذہبی آزادی اور شخصی آزادی کی نعمت اور عدل و انصاف کا حصول۔

[المائدة=۵:۴۲ + التوبة=۹:۲۹]

۸) جنگی قیدیوں کے لئے غلامی کا لازمی طوق منسوخ کرنے اور انسانی وقار قائم کرنے کے

تمام حقوق بحال کرنے کے مواقع۔ [محمد=۴۷:۴]

۹) غلاموں کے لیے نہایت منصفانہ انسانی حقوق اور مکاتب اور ام ولد کے لیے آزادی کی

گارنٹی۔ [النور=۲۴:۳۲، ۳۳]

۱۰) عالمی امن و امان کا قیام اور ہر مظلوم و مجبور کا دفاع۔ [البساء=۴:۷۵ + الحج=۲۲:۴۱]

۱۱) کافروں سے معاہدہ کرنے والوں کے لئے شخصی آزادی کے علاوہ معاشی کفالت کی

ضمانت۔ ۴۳

((..... ❀ ❀ ❀ ❀ ❀))

باب: ۲۱

حالت جنگ میں اللہ تعالیٰ سے مجاہدین کا خصوصی رابطہ

قال فی سبیل اللہ کی اصل بنیاد چونکہ اللہ پر ایمان اور رسولوں کی تصدیق ہے۔ اللہ پر ایمان کی حقیقت یہ ہے کہ مومن اس کو وحدہ لا شریک لہ مانتے ہوئے اس کے تمام اسماء و صفات پر یقین حاصل کرے اور دین و دنیا کے تمام معاملات میں اسی سے دعاء اور مدد طلب کرتے ہوئے ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ۝﴾ کی مجسم تصویر بن جائے۔ بالخصوص مصائب و مشکلات، خوف و خطرات کے اوقات میں فقیر و محتاج بندوں کا اپنے بے پرواہ، تعریف کیے ہوئے اور دعاؤں کو قبول کرنے والے پروردگار کے ساتھ تعلق قائم کرنا اور اس سے دعا و فریاد رسی کی درخواست کرنا نہایت ضروری ہو جاتا ہے۔ غزوہ بدر کا نقشہ کھینچتے ہوئے رب کریم نے ارشاد فرمایا:

[۱۰۳۸] ﴿إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ بِالْفِ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ

مُرْدِفِينَ ۝﴾ [الأنفال = ۹:۸]

”یاد کرو کہ جب تم اپنے رب سے فریادیں کر رہے تھے پس اس نے تمہاری دعا قبول کی اور فرمایا: میں تمہیں لگا تار آنے والے ایک ہزار فرشتوں کی مدد پہنچانے والا ہوں۔“
مزید فرمایا:

[۱۰۳۹] ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ

تُفْلِحُونَ ۝﴾ [الأنفال = ۴۵:۸]

”اے ایماندارو! جب کسی (دشمن) جماعت کے ساتھ تمہارا آنا سامنا ہو تو ثابت قدم ہو جاؤ اور کثرت کے ساتھ اللہ کا ذکر کرتے رہو۔ تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔“

چنانچہ رسول اللہ ﷺ اور مجاہد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ یہی تھا کہ وہ جنگ و قتال کے موقع پر اور سخت خوف و ہراس کے عالم میں اپنے رب کریم سبحانہ و تعالیٰ سے مدد طلب کرتے اور اسی کے حضور دعا اور فریاد پیش کرتے تھے۔ اس لیے کہ انہیں قرآن کی بتائی ہوئی یہ حقیقت سمجھ آ گئی تھی :

[۱۰۴۰] ﴿وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدَ اللَّهِ ۝﴾ [الأنفال = ۱۰:۸]

”فتح اور مدد صرف اللہ ہی کی طرف سے حاصل ہوتی ہے۔“

جنگوں میں ختم الرسل ﷺ کا اللہ تعالیٰ سے خصوصی رابطہ:

پہلی مثال: ۲۔ ہجری غزوہ بدر میں رسول اللہ ﷺ میدان قتال میں صفیں درست کرنے کے بعد اپنے رب کریم و رحیم سے یوں دعا گو ہیں:

[۱۰۴۱] «اللَّهُمَّ إِنِّي أَنشُدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ - اللَّهُمَّ إِن شِئْتَ لَمْ تُعَبِّدْ - فَأَخَذَ أَبُو

بَكْرٍ بِيَدِهِ فَقَالَ حَسْبُكَ فَخَرَجَ وَهُوَ يَقُولُ ﴿سَيُهِزُّمُ الْجَمْعُ وَيُولُونُ الدُّبُرَ ۝﴾

۱۔ ((القمر= ۵۴: ۴۵))

”اے اللہ! میں تجھ سے تیرے عہد اور تیرے وعدے کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ! اگر تو چاہے تو آج کے بعد تیری روئے زمین پر عبادت نہ کی جائے گی۔ اس پر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور عرض کی: یا رسول اللہ! بس کیجئے! آپ کے لیے یہ دعا کافی ہوگی۔ چنانچہ آپ ﷺ اپنے خیمہ سے سورۃ القمر کی یہ آیت پڑھتے ہوئے باہر نکلے“

غزوہ بدر کی دعا کو امام مسلم رحمہ اللہ نے کتاب الجہاد اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے ”أبواب التفسير“ میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما پھر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ قبلہ رخ ہو کر دونوں ہاتھ پھیلانے ہوئے اپنے رب کریم کو یوں پکارنے لگے:

[۱۰۴۲] «اللَّهُمَّ أَنْجِزْ لِي مَا وَعَدْتَنِي - اللَّهُمَّ آتِ مَا وَعَدْتَنِي - اللَّهُمَّ إِنَّكَ إِنْ تُهْلِكَ

هَذِهِ الْعَصَابَةِ مِنْ أَهْلِ الْإِسْلَامِ لَا تُعَبِّدْ فِي الْأَرْضِ - فَمَا زَالَ يَهْتِفُ بِرَبِّهِ مَاذَا يَدْرِيهِ مُسْتَقْبَلِ الْقَبْلَةِ حَتَّى سَقَطَ رِدَائُهُ عَنْ مَنْكِبِهِ فَاتَاهُ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَأَخَذَ رِدَائَهُ فَأَلْقَاهُ عَلَى مَنْكِبِهِ ثُمَّ التَزَمَهُ مِنْ وَّرَائِهِ وَقَالَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ كَفَاكَ مُنَاشَدَتَكَ رَبِّكَ فَإِنَّهُ سَيُجْزِلُكَ مَا وَعَدَكَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ: ﴿إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَبَ لَكُمْ أَنِّي مُُمِدُّكُمْ بِالْفِ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ ۝﴾ [الأنفال= ۸: ۹] فَأَمَدَّهُمُ اللَّهُ مِنَ الْمَلَائِكَةِ ۝ ۲

۱۔ صحیح البخاری = کتاب المغازی: باب قول الله تعالى ﴿إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَبَ لَكُمْ﴾ الحديث: ۳۷۳۷ + صحیح

مسلم = کتاب الجہاد والسير: باب استجاب الدعاء بالنصر عند لقاء العدو، الحديث: ۱۷۴۳

۲۔ صحیح مسلم = کتاب الجہاد والسير: باب الإمداد بالملائكة في غزوة بدر وإباحة الغنائم، الحديث: ۱۷۶۳ +

”اے اللہ! میرے ساتھ کیے ہوئے اپنے وعدوں کو پورا فرما۔ اے اللہ! مجھے وہ عطا فرما جس کا تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے۔ اے اللہ! (اہل اسلام کی) یہ جماعت اگر تو نے ہلاک کر دی تو روئے زمین پر تیری عبادت نہ کی جائے گی۔ پھر آپ ﷺ دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے قبلہ رخ ہو کر مسلسل اپنے رب کو پکارتے رہے۔ حتیٰ کہ آپ کے کندھوں سے چادر گر گئی۔ پھر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے قریب آئے اور چادر مبارک اٹھا کر کندھوں پر ڈال دی اور آپ کو پشت کی طرف سے چٹ کر عرض کرنے لگے: یا نبی اللہ! اپنے رب سے آپ کی یہ دعا و پکار کافی ہوگی۔ پس یقیناً وہ آپ سے کیے ہوئے وعدے پورے فرمائے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورہ انفال کی آیت: ”جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے.....“ نازل فرما دی۔ اور ملائکہ کے ذریعے بدر میں اللہ نے آپ ﷺ کی مدد و نصرت فرمائی۔“

غزوہ بدر میں اللہ تعالیٰ کے حضور اس کے رسول مقبول ﷺ کی مندرجہ بالا آہ و زاری دعا کے درج ذیل آداب پر مشتمل ہے:

بلا واسطہ اللہ کریم سے درخواست۔ یعنی اَللّٰهُمَّ اور رَبَّنَا جیسے الفاظ کیساتھ براہ راست مخاطب ہونا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا میں قبولیت پر پورے وثوق اور یقین کے الفاظ کا استعمال۔

اللہ کے وعدوں اور اس کے عہد و میثاق کا واسطہ دعا کی قبولیت کا عظیم وسیلہ ہے۔

رب العلمین سے درخواست و دعا میں اسی کے اسماء و صفات قبولیت کے بہترین وسیلے ہیں۔

دعاء میں صبر و یقین کے لگاتار اور مسلسل جملے بولنا۔

رب کریم کو التجا کے ساتھ، گڑ گڑانے کے ساتھ اور بار بار پکار کے ساتھ منانا۔

دعا میں ہاتھ اٹھانے میں خوب مبالغہ کرنا اور دست سوال پھیلا کر مانگنا۔

دعا کے وقت قبلہ رخ ہونے کا اہتمام کرنا۔

دوسری مثال: ۵۔ ہجری غزوہ احزاب میں جب یہ کیفیت تھی :

[۱۰۴۳] ﴿ اِذْ جَاؤُكُمْ مِنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلِ مِنْكُمْ وَ اِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَ

بَلَّغْتَ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ ۝ [الاحزاب ۱۰:۳۳]

”جب کفار کی جماعتیں تمہارے اوپر اور نیچے کی طرف سے تم پر چڑھ آئیں اور جب نظریں پتھرا گئیں اور دل حلقوں تک پہنچ گئے۔“

شروع میں آپ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مل کر خندق کھودتے ہیں۔ بھاری بھر کم پتھر اٹھاتے ہیں اور سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے رجزیہ اشعار میں یوں دعا گو ہیں:

اَللّٰهُمَّ لَوْ لَا اَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا
وَلَا تَصَدَّقْنَا وَ لَا صَلَّيْنَا

”اے اللہ تیری توفیق نہ ہوتی تو ہم ہدایت نہ پاتے — نہ صدقہ و خیرات کرتے اور نہ نمازیں پڑھتے۔“

فَاَنْزِلُنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا
وَ ثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَا قِيْنَا

”سو ہم پر اپنی رحمت اور سکون نازل فرما — اور دشمن سے ٹکراؤ ہو تو ہمیں ثابت قدم رکھ۔“

اِنَّ الْاٰلِيَ قَدْ بَعَوْا عَلَيْنَا
وَ اِنْ اَرَادُوْا فِتْنَةً اَيِّنَا ۝

”یقیناً انہی لوگوں نے ہم پر بغاوت کی ہے — اور جب بھی فساد کرنا چاہیں گے ہم (بھگنے سے) انکار کریں گے۔“

اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے کفار کے لشکروں پر یوں بددعا فرمائی:

[۱۰۴۴] « اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ سَرِّبِ الْحِسَابِ الْهَزِمِ الْاَحْزَابِ - اَللّٰهُمَّ اِهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ » ۵

”اے اللہ! کتاب کو نازل کر نیوالے، جلد حساب لینے والے، ان (کفار کی) جماعتوں کو

۳ صحیح البخاری = کتاب المغازی: باب غزوة الخندق و هی الأحزاب، الحدیث: ۳۸۸۰ + صحیح مسلم = کتاب الجہاد والسیر: باب غزوة الاحزاب و هی الخندق، الحدیث: ۱۸۰۳

۴ صحیح البخاری = کتاب المغازی: باب غزوة الخندق و هی الأحزاب، الحدیث: ۳۸۸۹ + صحیح مسلم = کتاب الجہاد والسیر: باب کراہیة تمنی لقاء العدو والأمر بالصبر عند اللقاء و باب إستحباب الدعاء بالنصر عند لقاء العدو،

شکست دے۔ اے اللہ! انہیں شکست خوردہ کر اور اٹکو ڈمگا دے۔“

تیسری مثال.....: غزوہ حنین ۸ ہجری میں آپ ﷺ اپنی سفید خچر پر سوار تھے اور ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب لگام تھامے آگے چل رہے تھے۔ جب گھمسان کا رن پڑا اور حالت یہ ہوئی:

[۱۰۴۵] ﴿لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَ يَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَ ضَاقَتْ عَلَيْكُمْ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُم مُّدْبِرِينَ ۝﴾ [التوبة: ۹: ۲۵]

”اور اللہ تعالیٰ بہت زیادہ مقامات پر اور حنین کے روز بھی تمہاری مدد کر چکا ہے۔ جب تم اپنی افرادی قوت پر بہت خوش تھے۔ لیکن افراد کی کثرت نے تمہیں کوئی کفایت نہ کی اور زمین تم پر تنگ ہو گئی باوجود اس کے کہ وہ کشادہ تھی۔ پھر تم پیٹھ موڑ کر بھاگے۔“

اس موقع کی عکاسی کرتے ہوئے سیدنا برآء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

[۱۰۴۶] ﴿فَنَزَلَ وَدَعَا وَاسْتَصَصِرَ وَهُوَ يَقُولُ: اَللّٰهُمَّ نَزِلْ نَصْرَكَ ۝﴾

اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبُ

اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ

”نبی ﷺ خچر سے اترے، اللہ سے دعا اور مدد طلب کی۔ اس وقت آپ فرما رہے تھے میں سچا نبی ہوں جھوٹا نہیں۔ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ اے اللہ! اپنی مدد نازل فرما۔“

چنانچہ دعاؤں کو قبول کرنے والی ذات اللہ تعالیٰ نے فوراً حالت جنگ کی اس عاجزانہ، دردمندانہ اور خشوع و خضوع سے کی جانے والی دعا کو شرف قبولیت بخشا۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

[۱۰۴۷] ﴿ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْزَلَ جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا ط وَ ذَلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ۝﴾ [التوبة: ۹ = ۲۶]

”پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ اور تمام مؤمنین پر اطمینان اور سکون کی کیفیت نازل فرما دی۔ اور ایسے لشکروں کو اتارا جنہیں تم نے نہیں دیکھا۔ اور کفر کرنے والوں کو عذاب

میں مبتلا کیا اور کافروں کی یہی سزا ہے۔“
دعا کی قبولیت اور نصرت الہی پر اعتماد و یقین کا منظر بھی قابل دید ہے:
سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۱۰۴۸] « قَالَ فَلَمَّا عَشَوْا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ عَنِ الْبُعْلَةِ ثُمَّ قَبَضَ قَبْضَةً مِنْ تُرَابٍ مِنَ الْأَرْضِ ثُمَّ اسْتَقْبَلَ بِهِ وُجُوهُمْ فَقَالَ: «شَاهَتِ الْوُجُوهُ» فَمَا خَلَقَ اللَّهُ مِنْهُمْ إِنْسَانًا إِلَّا مَلَأَ عَيْنَيْهِ تُرَابًا بِتِلْكَ الْقَبْضَةِ فَوَلَّوْا مُدْبِرِينَ - فَهَزَمَهُمُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَفَسَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنَائِمَهُمْ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ » ۱

”جب دشمنوں نے رسول اللہ ﷺ کو چاروں طرف سے گھیر لیا تو آپ ﷺ خچر سے اترے اور مٹی کی ایک مٹھی بھری۔ پھر ان کے چہروں کی طرف پھینک دی اور یہ دعا کی: ”چہرے بگڑ جائیں“ پھر کیا ہوا کہ ان میں سے ہر انسان کی آنکھیں اس مٹھی بھر مٹی سے بھر گئیں اور وہ پیٹھ موڑ کر بھاگ نکلے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ ان کو شکست فاش دی۔ اور رسول اللہ ﷺ نے ان سے حاصل شدہ مال غنیمت مسلمانوں میں تقسیم فرمایا۔“

چوتھی مثال:..... غزوہ خیبر ۷ ہجری میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔
آفتاب خوب روشن ہونے پر ہم وادی خیبر میں پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے با واز بلند نعرہ لگاتے ہوئے فرمایا:

[۱۰۴۹] « اللَّهُ أَكْبَرُ خَرَبْتُ خَيْبَرُ إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ » ۲
”اللہ سب سے بڑا ہے۔ خیبر تباہ و برباد ہو گیا۔ ہم جب کسی قوم کے صحن میں اترتے ہیں تو پھر ڈرائے گئے لوگوں کی صبح بہت بری ہوتی ہے۔“ انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پھر اللہ تعالیٰ نے خیبر کے یہود کو شکست فاش دی۔

جنگ و قتال کے معرکوں میں اور ان سے واپسی پر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے جانشینوں کی عام عادت یہ تھی کہ بلندیوں پر چڑھتے ہوئے ”اللہ اکبر“ اور پست وادیوں میں اترتے ہوئے ”سُبْحَانَ اللَّهِ“ کے ذکر سے اپنی زبانوں کو ہمیشہ تر رکھتے تھے۔ ۳

۱ صحیح مسلم = کتاب الجہاد والسیار: باب فی غزوۃ حنین، الحدیث: ۱۷۷۷

۲ تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۸۲۴

۳ صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب التسییح اذا هبط وادیاء، الحدیث: ۲۸۳۱ و باب التکبیر اذا علا شرقاً،

امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ نے آپ کے غزوات کے موقع پر خصوصی دعاؤں میں درج ذیل دعا بھی روایت کی ہے:

[۱۰۵۰] «اللَّهُمَّ أَنْتَ عَصْدِي وَنَصِيرِي بِكَ أَحُولُ وَبِكَ أَصُولُ وَبِكَ أَقَاتِلُ»^۹

”اے اللہ! تو میرا سہارا اور مددگار ہے۔ میں تیری ہدایت سے ہی ہر تدبیر اور حرکت کروں گا، تیری قوت کے ساتھ ہی دشمن پر حملہ آور ہوں گا اور فقط تیری توفیق سے ہی جہاد اور قتال کروں گا۔“

دشمن کے ساتھ ملاقات میں ثابت قدمی اور صبر کا مظاہرہ:

جب دشمن سے آمنہ سامنا ہو جائے تو مجاہد کے لیے قدم جما کر لڑنا، صبر اور ثابت قدمی اختیار کرنا لازم ہے۔ میدان جنگ سے بھاگنا بالکل حرام ہے۔ الا یہ کہ وہ کسی جنگی چال یا اپنی جماعت کے ساتھ ملنے کے لیے بطور تدبیر ایسا کرے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۰۵۱] ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا.....﴾ [الأنفال = ۸: ۴۵]

”اے ایماندارو! جب تمہارا کسی دشمن کے ساتھ آمنہ سامنا ہو جائے تو ثابت قدم رہا کرو۔“

[۱۰۵۲] ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحَفًا فَلَا تَوَلَّوْهُمْ الْأَذْبَارَ

وَمَنْ يُؤَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبرَهُ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَىٰ فِئَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِّنَ

اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ^ط وَبِئْسَ الْمَصِيرُ﴾ [الأنفال = ۸: ۱۵، ۱۶]

”اے ایماندارو! جب کافروں کے ساتھ میدان جنگ میں لڑائی کے وقت تمہاری مدد بھیڑ ہو

جائے تو ان کو پیٹھ نہ دکھاؤ اور جو شخص اس دن ان کو پشت دکھائے گا — الا یہ کہ وہ

لڑائی کے لیے ایک طرف کو جانے والا ہو، یا اپنی جماعت کے ساتھ جگہ بنانے والا ہو

— تو وہ یقیناً اللہ کا غضب لے کر لوٹتا ہے۔ اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ جو لوٹنے کی بہت

بری جگہ ہے۔“

اسی کتاب کے باب: ۳ کے عنوان ”۲۔ جب دشمن سے آمنہ سامنا ہو جائے“ میں وہ صحیح احادیث ملاحظہ کی جائیں جن میں دشمن سے ملاقات کی حالت میں میدان جنگ سے راہ فرار

۹ صحیح ابوداؤد = کتاب الجہاد : باب ما یدعی عند اللقاء، الحدیث: ۲۲۹۱ + صحیح الترمذی = أبواب الدعوات :

اختیار کرنے کو سات مہلک کبیرہ گناہوں میں شمار کیا گیا ہے۔^{۱۰}

﴿إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ﴾ کا معنی:

”الّا یہ کہ وہ جنگ کے لیے کوئی چال چلنے والا ہو۔“ کی تفسیر یہ ہے کہ مجاہد جنگی تدابیر اور چالوں کے طور پر ایک طرف ہو جائے۔ نہ کہ میدان جنگ سے شکست خوردہ ہو کر بھاگ نکلے۔

﴿أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَىٰ فِتْنَةٍ﴾ کا معنی:

”یا جماعت اور اپنے گروہ کی طرف ملنے والا ہو۔“ کا مفہوم یہ ہے کہ مسلمانوں کی کسی جماعت کے ساتھ قوت حاصل کرنے کے لیے مل جائے نہ کہ شکست کھا کر بھاگ جائے۔“
صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں غزوہ حنین کے خنزیر معرکہ میں سیدنا برآء بن عازب رضی اللہ عنہ کی درج ذیل حدیث مذکور ہے :

[۱۰۵۳] «لَا وَاللَّهِ ! مَا وَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَكِنَّهُ خَرَجَ شُبَّانُ أَصْحَابِهِ وَ أَخْفَاءُ هُمْ خُسْرًا لَيْسَ عَلَيْهِمْ سِلَاحٌ فَلَقُوا قَوْمًا رُمَاءً..... فَأَقْبَلُوا هُنَاكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ»^{۱۱}

”نہیں اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ غزوہ حنین کے روز میدان قتال سے فرار نہیں ہوئے۔ لیکن صورتحال یہ تھی کہ آپ ﷺ کے نوجوان اور عجلت پسند صحابہ رضی اللہ عنہم غیر مسلح نکل کھڑے ہوئے۔ اور ان کا سامنا ایک تیر انداز قوم کے ساتھ ہو گیا۔ چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف آ ملنے اور جمع ہونے کے لیے متوجہ ہو گئے۔“

گویا آیت قرآنی کے الفاظ ”پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے۔“ [التوبة=۹: ۲۵] کا اطلاق صحابہ کی ساری جماعت پر نہیں۔ علاوہ ازیں یہ پیٹھ پھیرنا، میدان جہاد سے منہ موڑنا، بزدلی، موت کے ڈر اور میدان جہاد سے بھاگنے کے طور پر نہیں تھا۔ بلکہ یہ تو اپنے امیر کی طرف ملنے اور جمع ہونے کے طور پر تھا۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس بات پر کوئی ڈانٹ اور ملامت نہیں فرمائی۔^{۱۲}

۱۰. تخریج کے لئے دیکھیے الرقم المسلسل: ۱۰۲

۱۱. صحیح مسلم = کتاب الجہاد: باب فی غزوہ حنین، الحدیث: ۱۷۷۶ + صحیح البخاری = کتاب المغازی: باب قول

اللہ تعالیٰ ﴿وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذَا أَعْلَجْتُمْ كَثَرْتُكُمْ.....﴾ (التوبة=۹: ۲۵-۲۷)، الحدیث: ۴۰۶۲، ۴۰۶۱

۱۲. تفسیر القرطبی: ۷/۲۴۲

جب دشمن کی تعداد دوگنا سے زیادہ ہو:

جب دشمن کی تعداد دوگنا سے زیادہ ہو تو بھاگنا جائز مگر ڈٹے رہنا اور جان قربان کر دینا افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے پہل تو مسلمانوں پر یہ فرض قرار دیا تھا کہ وہ اپنے سے دس گنا دشمن کے ساتھ قتال کریں۔ اس پر فتح و نصرت عطاء کرنے کا وعدہ بھی کیا گیا۔ جیسا کہ ارشاد رب العالمین ہے:

[۱۰۵۴] ﴿إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتِينَ ۚ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ

مِائَةٌ يَغْلِبُوا أَلْفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ۝﴾ [الأنفال = ۸: ۶۵]

”اگر تم میں بیس (۲۰) صبر کرنے والے (یعنی ڈٹ کر لڑنے والے مجاہد) ہونگے تو دوسو پر غالب رہیں گے اور اگر ایک سو (۱۰۰) ہونگے تو ایک ہزار (۱۰۰۰) کفار پر غالب رہیں گے۔ کیونکہ وہ نہ سمجھنے والی بے عقل قوم ہے۔“

پھر اللہ کریم نے اس حکم میں یہ تخفیف فرمائی:

[۱۰۵۵] ﴿الَّذِينَ خَفَّفَ اللَّهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفًا ۚ فَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ

صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ ۚ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ أَلْفٌ يَغْلِبُوا أَلْفَيْنِ بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ مَعَ

الصَّابِرِينَ ۝﴾ [الأنفال = ۸: ۶۶]

”رب تعالیٰ نے تمہارے لیے آسانی فرمادی ہے۔ وہ جانتا ہے کہ تمہارے اندر کمزوری اور ناتوانی موجود ہے۔ پس اگر تم میں ایک سو (۱۰۰) کی تعداد میں ڈٹ کر لڑنے والی جماعت ہوگی تو وہ دوسو (۲۰۰) پر غالب رہیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“

لہذا ایک سو مسلمانوں کے لیے دوسو کافروں کے مقابلہ سے فرار اختیار کرنا حرام کر دیا گیا۔^{۱۳}

تاہم جب مقابلہ میں دشمن کی تعداد دوگنا سے زیادہ ہو تو اگرچہ اس حالت میں صبر اور ثابت قدمی دکھانا اور میدان قتال میں جمع رہنا فرض نہیں۔ لیکن شہادت فی سبیل اللہ کی تمنا اور دنیاوی زندگی کے بدلے جنت الہی کا سودا کرنا اللہ کے ہاں نہایت محبوب اور بیش قیمت عمل ہے۔ ایسی جانی قربانی کا بدلہ یقینی طور پر جنت اور گناہوں کی بخشش ہے۔

۱۳۔ ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب التفسیر / تفسیر سورة الأنفال: باب ﴿الَّذِينَ خَفَّفَ اللَّهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ

ضَعْفًا﴾، الحدیث: ۳۷۶۔ اس حدیث کو امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔

جیسا کہ اسی کتاب کے باب: ۱۵ میں شہادت فی سبیل اللہ کے فضائل میں ہم قرآن و سنت سے اس کے مفصل دلائل بیان کر چکے ہیں۔ خود رسول اللہ ﷺ کا اللہ کی راہ میں بار بار شہید ہونے کی آرزو اور تمنا کرنا، بہت زیادہ جانثار صحابہ کا عملی طور پر بدر، احد، خندق اور حنین وغیرہ کے معرکوں میں حصول جنت کے لیے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرنا اور خون ریز معرکوں میں دل کے پورے خالص ارادے اور بڑے اہتمام کے ساتھ داخل ہو کر راضی خوشی جام شہادت نوش کرنا تاریخ اسلام کے ناقابل تردید اور انمٹ حقائق ہیں۔

دشمن سے مقابلے کی تمنا: (ایک اعتراض اور اس کا جواب)

سیدنا عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۱۰۵۶] «يَا أَيُّهَا النَّاسُ لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ وَسَلُّوْا اللَّهَ الْعَافِيَةَ ، فَإِذَا لَقِيتُمْهُمْ فَاصْبِرُوا وَاعْلَمُوا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ الشُّيُوفِ» ۱۴

”سیدنا عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! دشمن کی ملاقات کی تمنا نہ کرو اور اللہ سے عافیت کا سوال کرو۔ لیکن جب تم دشمن سے ملو تو جم جاؤ اور یقین رکھو کہ جنت تلواروں کے سایوں تلے ہے۔“

بظاہر اس حدیث سے دشمن کی ملاقات (جوشہادت کا راستہ ہے) کی تمنا کرنا کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ جبکہ شہادت فی سبیل اللہ کی آرزو قرآن و سنت کے دلائل سے ثابت ہے۔ لہذا شہادت کی تمنا کرنا مذکورہ بالا حقیقت یعنی دشمن سے ملاقات کی تمنا کے برعکس اور متضاد ہے۔ یہ ایک اعتراض ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دشمن سے ٹڈبھیڑ کی تمنا بعض اوقات فخر و غرور، اپنی قوت پر اعتماد اور اپنی طاقت پر بھروسے کی بنیاد پر بھی کی جاتی ہے (جیسا کہ قومی عصبيت پر مبنی جنگوں اور انسانی جنگوں کا معمول ہے۔ رسول اللہ ﷺ دراصل ایسی ہی تمنا سے منع فرما رہے ہیں۔ کیونکہ یہ تو جہاد فی سبیل اللہ کی اصل غرض و غایت: اعلاء کلمۃ اللہ اور اللہ کی نصرت پر مکمل اعتماد و توکل کے صریحاً منافی ہے اور احتیاط کے مخالف ہے۔

۱۴ صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ، الحدیث: ۲۸۶۱، ۲۸۶۲ + صحیح مسلم = کتاب الجہاد: السیر: باب کراهة تمنی لقاء العدو والأمر بالصبر عند اللقاء، الحدیث: ۱۷۴۱ + صحیح ابی داؤد = کتاب الجہاد:

دوسرا جواب یہ ہے کہ دشمن سے ملاقات کی تمنا کی ممانعت ایک خاص صورت میں کی گئی ہے۔ جب وہ مصلحت اور موقع محل کی مناسبت کے خلاف ہو۔ لیکن حدیث کے آخری الفاظ ”اللہ سے عافیت کا سوال کرو“ اس کے خلاف اور پہلے جواب کی تائید کرتے ہیں۔^{۱۵}

حاصل کلام یہ ہے کہ دشمن سے جنگ کی تمنا شہادت فی سبیل اللہ کے سچے جذبہ کے ساتھ ہو تو یقیناً جائز ہے ورنہ ناجائز ہے۔

ظاہری حالت پر اعتماد:

سیدنا مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا:

[۱۰۵۷] « أَرَأَيْتَ إِنْ لَقِيتُ رَجُلًا مِنَ الْكُفَّارِ فَقَاتَلَنِي فَضَرَبَ إِحْدَى يَدَيَّ بِالسَّيْفِ فَقَطَعَهَا ثُمَّ لَازِمَنِي بِشَجَرَةٍ فَقَالَ: «اسْلُمْتُ لِلَّهِ» أَفَأَقْتُلُهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ! بَعْدَ أَنْ قَاتَلَهَا؟ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَقْتُلُهُ» فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّهُ قَدْ قَطَعَ يَدَيَّ ثُمَّ قَالَ ذَلِكَ بَعْدَ أَنْ قَطَعَهَا أَفَأَقْتُلُهُ؟ قَالَ: «لَا تَقْتُلُهُ فَإِنْ قَتَلْتَهُ فَإِنَّهُ بِمَنْزِلَتِكَ قَبْلَ أَنْ تَقْتُلَهُ وَإِنَّكَ بِمَنْزِلَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ كَلِمَتَهُ الَّتِي قَالَ »^{۱۶}

”یہ بتلائیے! اگر میں کسی کافر مرد سے ملوں اور وہ مجھ سے جنگ کرتے ہوئے تلوار کے ساتھ میرا ایک بازو کاٹ ڈالے اور پھر ایک درخت کی پناہ لے کر یہ کہے کہ میں تو اللہ کے لیے اسلام لے آیا ہوں۔ کیا میں اسے قتل کر ڈالوں جبکہ وہ یہ کلمہ کہہ چکا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اسے قتل نہ کر“۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اس نے میرا ایک بازو کاٹ ڈالا ہے اور اس کے بعد یہ کلمہ کہا ہے، کیا میں اس کو قتل کر دوں؟ تو فرمایا: اسے مت قتل کر۔ اگر تو اسے قتل کر دے گا تو وہ تیرے اس مقام پر ہوگا جس پر تو اس کو قتل کرنے سے پہلے تھا اور تو اس کے اس مقام پر ہوگا جس پر وہ یہ کلمہ کہنے سے پہلے تھا۔“

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۱۰۵۸] «بَعَثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَرِيَّةٍ فَصَبَحْنَا الْحُرَقَاتِ مِنْ

۱۵ شرح النووی: ۲/ ۸۴

۱۶ صحیح مسلم = کتاب الإيمان : باب تحريم قتل الكافر بعد أن قال : لا إله إلا الله ، الحديث: ۹۵ + صحیح البخاری =

کتاب المغازی = باب شهود الملائكة بدرًا ، الحديث: ۳۷۹۴ و کتاب الذبائح فی آوازہ ، الحديث: ۶۴۷۲

Free downloading facility of Videos, Audios & Books for DAWAH purpose only. From Islamic Research Centre Rawalpindi

جُہینَہ فَادْرُکْتُ رَجُلًا فَقَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَطَعَنْتُهُ فَوَقَعَ فِي نَفْسِي مِنْ ذَلِكَ فَذَكَرْتُهُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَقَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَقَتْلْتَهُ» قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّمَا قَالَهَا خَوْفًا مِنَ السَّلَاحِ قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «أَفَلَا شَقَقْتُ عَنْ قَلْبِهِ حَتَّى تَعْلَمَ» «أَقَالَهَا أَمْ لَا» فَمَا زَالَ يُكْرِرُهَا عَلَيَّ حَتَّى تَمَنَيْتُ أَنِّي أَسْلَمْتُ يَوْمَئِذٍ ۝ ۱۸

”ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ایک چھوٹے جہادی قافلے میں جہاد کے لیے روانہ فرمایا۔ تو ہم نے جہینہ قوم کی ایک شاخ ”حرقات“ پر صبح کے وقت حملہ کر دیا۔ پھر میں نے ایک آدمی کو جالیا۔ جب میں نے اس پر قابو پا لیا تو اس نے کہا: ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“۔ لیکن میں نے اسے اپنا نیزہ مارا اور قتل کر دیا۔ میرے دل میں یہ بات کھٹکنے لگی (کہ کہیں میں نے ایک مسلمان کو تو قتل نہیں کر دیا) میں نے نبی ﷺ سے اس بات کا تذکرہ کیا۔ نبی ﷺ نے (ڈانٹ پلاتے ہوئے) فرمایا: اس نے لا الہ الا اللہ کہا اور تو نے اس کو قتل کر دیا؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ!) اس نے یہ کلمہ ہتھیاروں کے خوف سے پڑھا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھ لیا؟ تاکہ تجھے معلوم ہو جاتا کہ اس نے دل سے کلمہ پڑھا تھا کہ نہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ مسلسل یہ جملہ دہراتے رہے حتیٰ کہ میں نے آرزو کی کہ کاش میں آج سے قبل مسلمان نہ ہوتا“ (یعنی آج ہی اسلام لاتا) تاکہ اتنا بڑا گناہ میرے اعمال میں نہ لکھا جاتا۔)

مذکورہ بالا صحیح احادیث اور دعوت الی اللہ کے عنوان کے تحت ذکر کردہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی احادیث جن میں جہاد و قتال کا اصل مقصد واضح کیا گیا ہے — مثلاً

[۱۰۵۹] «أُمِرْتُ أَنْ أَقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ..... وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ» ۱۸

”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ پڑھ

۱۸۔ صحیح مسلم = کتاب الإيمان : باب تحريم قتل الكافر بعد أن قال : لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ، الحديث : ۹۶ + صحيح البخاری = کتاب

المغازي: باب بعث النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ إِلَى الْحَرَقَاتِ مِنْ جُهَيْنَةَ ، الحديث : ۴۰۲۱

۱۸۔ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل : ۱۳

لیں۔ ان کا اندرون خانہ معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔“

— اس قسم کے دلائل اس بارے میں وضاحت کرتے ہیں کہ اسلامی احکام ظاہری حالت کے مطابق جاری ہوتے ہیں۔ اور اندرونی حالات اور پوشیدہ معاملات کا معاملہ اور حساب اللہ کے ذمے ہے۔ اور ہر کلمہ گو مسلمان کو جب تک وہ اسلامی اصول اور ارکان اسلام میں سے کسی رکن کا انکار نہ کرے تمام اسلامی حقوق اور اسلامی معاشرے کی مراعات حاصل ہوں گی۔

مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: [۱] شرح مسلم للنووی

[۲] معالم السنن للخطابی: ۳/۴۳۴، ۴۳۵

[۳] فتح الباری شرح صحیح البخاری: ۲/۱۵۹، ۱۶۰

[۴] وتفسیر القرطبی: (۵/۲۱۶-۲۱۹)

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ایک شخص (عامر بن الاضبط) اپنے ریوڑ کے ساتھ موجود تھا کہ مسلمانوں کی ایک جماعت اس کے پاس جا پہنچی۔ اس نے جماعت کو ”السَّلَامُ عَلَیْکُمْ“ کہا (اور کلمہ توحید پڑھا) لیکن مسلمانوں نے اس کو قتل کر دیا (قاتل محم بن جثامہ تھا)۔ اس کا تمام ریوڑ قبضے میں کر لیا۔ اس موقع پر مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی:

[۱۰۶۰] ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَبَيَّنُوا وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ

أَلْقَى إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتُ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُونَ عَرَصَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ فَعِندَ اللَّهِ مَغَانِمُ

كَثِيرَةٌ ۚ كَذَٰلِكَ كُنْتُمْ مِّن قَبْلُ ۚ فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوا ۖ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا

تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ۝ [النساء: ۹۴]

”اے ایماندارو! جب تم اللہ کی راہ میں (جہاد کے لیے) سفر کرو تو تحقیق کیا کرو اور جو شخص

تم پر ”السَّلَامُ عَلَیْکُمْ“ کہے (یا کلمہ توحید پڑھے) تو اسے مت کہو کہ تو مومن نہیں ہے۔ تم

دنیا کا ساز و سامان چاہتے ہو تو اللہ کے پاس بہت زیادہ اموال غنیمت ہیں۔ پہلے تم خود بھی

ایسے ہی تھے۔ پھر اللہ نے تم پر احسان کیا۔ (اسلام کو عزت بخشی اور تم مسلمان ہوئے) لہذا

تحقیق کر لیا کرو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی خبر رکھنے والا ہے۔“ ۱۹

۱۹ ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب التفسیر / تفسیر سورة النساء: باب ﴿ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَى إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتُ

مندرجہ بالا بحث سے معلوم ہوا:

① قاتل اور مقتول کے ناموں کا پتہ سیر ابن اسحاق، سنن ابی داؤد اور ابن عبد البر کی کتاب ”الاستیعاب“ سے چلتا ہے۔ نیز مذکورہ کتابوں میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مقتول کے ورثاء کو ریوڑ واپس دلایا اور قتل کی دیت ادا کی۔

② سورة النساء کی آیت: ۹۴ میں الفاظ [۱۰۶۱] ﴿الْقَتْلُ إِلَيْكُمُ السَّلَامُ﴾ کا معنی ”الْسَّلَامُ عَلَيْكُمْ“ یا قبول اطاعت ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۰۶۲] ﴿الَّذِينَ تَتَوَفَّيْهُمْ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ ۖ فَأَلْقُوا السَّلَامَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوءٍ ط بَلَىٰ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝﴾ [النحل=۱۶:۲۸]

”(کافر وہ لوگ ہیں کہ) جب فرشتے ان کو فوت کریں گے۔ اس حال میں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے۔ تو وہ اس وقت مطیع و فرمانبردار بن جائیں گے۔ (ساتھ ساتھ کہیں گے) ہم تو برے عمل نہیں کیا کرتے تھے۔ ہاں! جو تم عمل کیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے۔“

③ جس کافر سے کوئی معاہدہ نہیں ہوا اس کافر کا قتل جائز ہے۔ لیکن اگر کسی طرح اپنے اسلام کا اظہار کرے تو اس کی ظاہری حالت پر اعتماد کرنا واجب ہوگا اور اس کا مال و جان محفوظ ہو جائے گا۔ اس کے بعد قتل کرنے کی صورت میں قتل کی دیت ادا کرنا واجب ہوگی۔ کیونکہ احکام کا تعلق ظاہری حالات کے ساتھ ہے۔ نہ کہ پوشیدہ رازوں اور مخفی باتوں کے ساتھ۔

④ ایمان (۱) زبان کے ساتھ اقرار (۲) دل کے ساتھ تصدیق (۳) اعضاء کے ساتھ عمل کے مجموعہ کا نام ہے۔ لیکن تصدیق قلبی کا حال معلوم نہیں ہو سکتا۔ لہذا زبان کے ساتھ اقرار پر اعتماد ضروری ہے۔ ۱۰

⑤ دل کا اعتقاد اور تصدیق پختہ ہو کر زبان کے ساتھ اقرار صحیح طور پر نہ ہو سکے تو جلد بازی میں کسی جنگی کارروائی کی قطعاً کوئی اجازت نہیں۔ بلکہ تحقیق اور تمیُّن ضروری ہے۔ اس کی دلیل سیدنا خالد بن ولیدؓ کی وہ حدیث ہے۔ جس کو امام بخاریؒ نے روایت کیا ہے۔ ۱۱

۱۰ تفسیر القرطبی: ۵/۲۱۶-۲۱۹ + تفسیر ابن کثیر: ۱/۵۹۱-۵۹۳

۱۱ ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب المغازی: باب بعث النبی ﷺ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِلَى

جنگ ایک دھوکہ ہے:

مندرجہ بالا عنوان (جنگ ایک دھوکہ اور چال ہے) کے تحت ان جنگی اصولوں کا ذکر کیا جائیگا جو دشمن پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے انتہائی ضروری اور تمام اقوام عالم کے ہاں بالا اتفاق مسلم ہیں۔ جن کو رسول اللہ ﷺ نے بھی ان کی بہت زیادہ افادیت کے پیش نظر اپنی جنگی کارروائیوں میں بطور خاص استعمال فرمایا ہے۔ اسی سے تمام اصولوں کو درج ذیل تین عنوانات کے تحت بیان کیا جاسکتا ہے:

۱۔ اصل مقصد اور حالت چھپانا:

سیدنا ابو ہریرہ اور سیدنا جابر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۱۰۶۳] «الْحَرْبُ خُدْعَةٌ» ۲۲

”جنگ مکر و چال اور حیلہ سازی کا نام ہے۔“

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:.....

[۱۰۶۴] «لَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيدُ غَزْوَةً إِلَّا وَرَى بِغَيْرِهَا

حَتَّى كَانَتْ تِلْكَ الْغَزْوَةُ.....» ۲۳

”رسول اللہ ﷺ جب کسی غزوے کا ارادہ فرماتے تھے۔ تو اس میں دوسری طرف کا اشارہ فرماتے۔ (یعنی اصل مقصد اور سمت پوشیدہ رکھتے) حتیٰ کہ غزوہ تبوک کا واقعہ پیش آیا (تو آپ ﷺ نے اس میں اصل منزل چھپا کر کسی دوسری منزل کی طرف اشارہ کرنے کی بجائے منزل مقصود کا صاف اظہار فرما دیا۔ تاکہ مسلمان اس لمبے سفر اور زیادہ تعداد والے دشمن کیلئے مکمل تیاری کریں۔“)

۲۔ جاسوسی اور خبر رسانی کا نبوی نظام:

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ احزاب کے موقع پر ارشاد فرمایا:

۲۲ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۸۳۵

۲۳ صحیح البخاری = کتاب المغازی: باب حدیث کعب بن مالک و قول اللہ عَزَّوَجَلَّ ﴿ وَ عَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ..... ﴾

(التَّوْبَةُ: ۹: ۱۱۸) ، الحدیث: ۴۱۵۶ + صحیح مسلم = کتاب التَّوْبَةِ: باب حدیث توبۃ کعب بن مالک و صَاحِبِیْہِ،

الحدیث: ۲۷۶۹۔ اس حدیث کو امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔

[۱۰۶۵] «مَنْ يَأْتِينَا بِخَبَرِ الْقَوْمِ؟» قَالَ الزُّبَيْرُ: أَنَا - ثُمَّ قَالَ: «مَنْ يَأْتِينَا بِخَبَرِ الْقَوْمِ؟» فَقَالَ الزُّبَيْرُ: أَنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا وَحَوَارِيَ الزُّبَيْرُ» ۲۴

”ہمارے پاس مخالف قوم کے حالات کی خبر کون لائے گا؟ تو زبیر رضی اللہ عنہ بولے: میں لاؤنگا۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا: ہمارے پاس مخالف قوم کے حالات کی خبر کون لائے گا؟ تو زبیر رضی اللہ عنہ بولے: میں لاؤں گا۔ حتیٰ کہ تیسری بار فرمایا: ہمارے پاس مخالف قوم کے حالات کی خبر کون لائے گا؟ تو پھر بھی زبیر رضی اللہ عنہ ہی بولے کہ میں لاؤں گا۔ اس موقع پر نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ ہر نبی کا ایک حواری (حامی و ناصر) ہوتا ہے اور میرا حواری زبیر ہے۔“

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں غزوہ احزاب کی رات رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: [۱۰۶۶] «أَلَا رَجُلٌ يَأْتِينِي بِخَبَرِ الْقَوْمِ جَعَلَهُ اللَّهُ مَعِيَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ» «فَسَكُنَّا فَلَمْ يُجِبْهُ مِنَّا أَحَدٌ - ثُمَّ قَالَ: «أَلَا رَجُلٌ يَأْتِينَا بِخَبَرِ الْقَوْمِ جَعَلَهُ اللَّهُ مَعِيَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ» «فَسَكُنَّا فَلَمْ يُجِبْهُ مِنَّا أَحَدٌ فَقَالَ: «فُمْ يَا حَذِيفَةُ! فَاتِنَا بِخَبَرِ الْقَوْمِ» فَلَمَّا أَتَيْتُهُ فَاخْبَرْتُهُ بِخَبَرِ الْقَوْمِ وَفَرَعْتُ فَلَبَسَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فَضْلِ عَبَاةٍ كَانَتْ عَلَيْهِ يُصَلِّي فِيهَا فَلَمْ أَزَلْ نَائِمًا حَتَّى أَصْبَحْتُ نَائِمًا فَلَمَّا أَصْبَحْتُ - قَالَ: «فُمْ يَا نَوْمَانُ» ۲۵

”سنو! جو آدمی میرے پاس مخالف قوم کی خبر لائے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے میرے ساتھ (جنت) میں مقام دے گا ہم خاموش رہے۔ ہم میں سے کسی نے بھی کوئی جواب نہ دیا۔ آپ ﷺ نے (دوبارہ) فرمایا: کافروں کی خبر جو شخص بھی میرے پاس لائے گا قیامت کے روز وہ میرے ساتھ ہوگا۔ ہم پھر خاموش رہے۔ ہم میں سے کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ آپ ﷺ نے (سہ بارہ) فرمایا: ”جو شخص ان کافروں کی خبر میرے پاس لائے گا قیامت کے روز وہ میرے ساتھ ہوگا۔“ لیکن ہم میں سے کسی نے آپ کو جواب نہ دیا۔ آپ ﷺ نے مجھے مخاطب ہو کر فرمایا: ”اے حذیفہ! تم اٹھو اور

۲۴ صحیح البخاری = کتاب المغازی: باب غزوة الخندق و هي الأحزاب، الحديث: ۳۸۸۷ + صحیح مسلم = کتاب فضائل الصحابة: باب من فضائل طلحة والزبير رضي الله عنهما، الحديث: ۲۴۱۵ + صحیح الترمذی = أبواب المناقب: باب مناقب الزبير بن العوام رضي الله عنه / باب منه، الحديث: ۴۱۰

ہمارے پاس مخالف قوم کے حالات کی خبر لاؤ..... (چنانچہ تعمیل حکم میں میں اٹھا) کافروں کے لشکر کے حالات کی جاسوسی کر کے آپ کے پاس حاضر ہوا اور آپ ﷺ کو دشمن قوم کے حالات سے آگاہ کیا۔ تو آپ ﷺ نے اپنے اوپر اوڑھے ہوئے کمبل کا زائد حصہ جس میں آپ ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے۔ مجھے پہنا دیا۔“ (کیونکہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سردی کی شدت سے ٹھٹھڑے ہوئے تھے۔) پھر میں صبح تک سویا رہا حتیٰ کہ جب صبح کا وقت ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے بیدار کرتے ہوئے فرمایا: ”اے بہت زیادہ سونے والے! اب اٹھ جائیے۔“

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۱۰۶۷] «بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُسَيْسَةَ عَيْنًا يَنْظُرُ مَا صَنَعَتْ عِيرُ أَبِي سُفْيَانَ..... فَأَنْطَلَقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاصْحَابُهُ حَتَّى سَبَقُوا الْمُشْرِكِينَ إِلَى بَدْرٍ»^{۲۶}

”رسول اللہ ﷺ نے بسیسہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو جاسوسی کیلئے روانہ فرمایا۔ تاکہ وہ ابو سفیان کے لشکر کے حالات کا پتہ لگائے۔ اس نے واپس آ کر آپ ﷺ کو حالات بیان کیے تو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم روانہ ہو گئے۔ حتیٰ کہ مشرکین کے قافلے کی آمد سے پہلے مقام بدر پر جا پہنچے۔“

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ابن صیاد کا درج ذیل قصہ منقول ہے:

[۱۰۶۸] ((انْطَلَقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذَلِكَ وَابْنُ بُنْ كَعْبٍ [الْأَنْصَارِيُّ] رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِلَى النَّخْلِ الَّتِي فِيهَا ابْنُ صَيَّادٍ حَتَّى إِذَا دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّخْلَ طَفِقَ يَتَقَى بِجُدُوعِ النَّخْلِ وَهُوَ يَخْتَلُ أَنْ يَسْمَعَ مِنْ ابْنِ صَيَّادٍ شَيْئًا قَبْلَ أَنْ يَرَاهُ ابْنُ صَيَّادٍ..... فَأَرَأْتُ أُمَّ ابْنِ صَيَّادٍ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَتَقَى بِجُدُوعِ النَّخْلِ، فَقَالَتْ لِابْنِ صَيَّادٍ: يَا صَافٍ! وَهُوَ اسْمُ ابْنِ صَيَّادٍ — هَذَا مُحَمَّدٌ، فَتَارَ ابْنُ صَيَّادٍ۔ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۲۶ صحیح مسلم = کتاب الإمارة : باب ثبوت الجنة للشهيد ، الحديث: ۱۹۰۱ + صحیح ابو داؤد = کتاب الجهاد: باب فی بعث العیون، الحديث: ۲۲۷۹۔ اس حدیث کو امام احمد رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔

۲۷ بسیسہ صحابی رسول ہیں۔ ان کا اصل نام بسیس بن عمرو یا بسیمہ بن عمرو ہے۔ جبکہ بسیمہ ان کا لقب ہے = ملاحظہ ہو المعجم المفہرس

لَوْ تَرَكَتُهُ بَيْنَ ۝ ۲۸

رسول اللہ ﷺ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اس نخلستان کی طرف گئے جس میں ابن صیاد (جو امت محمدیہ کیلئے ایک فتنہ تھا اور اس پر دجال مسیح ہونے کا شبہ تھا) مقیم تھا۔ جب آپ نخلستان میں داخل ہو گئے تو آپ ﷺ اپنے جسم اطہر کو بڑی احتیاط کے ساتھ کھجور کے تنوں میں چھپا رہے تھے۔ تاکہ ابن صیاد کے دیکھ لینے سے پہلے آپ ﷺ اس کی کوئی بات سن سکیں..... لیکن ابن صیاد کی ماں نے آپ ﷺ کو دیکھ لیا اور اپنے بیٹے ابن صیاد کو آپ کی آمد سے مطلع کر دیا۔ وہ ہوشیار ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر یہ اس کو باخبر نہ کرتی تو ابن صیاد کی اصل حقیقت کا انکشاف ہو جاتا۔ (کیونکہ وہ ہماری آمد سے بے خبر اپنے حال میں مشغول تھا)

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ حدیث کتاب الجہاد میں مختصراً ذکر کر کے اس حدیث پر یہ عنوان قائم کیا ہے: ”بَابُ مَا يَجُوزُ مِنَ الْإِحْتِيَالِ وَالْحَذَرِ مَعَ مَنْ تَخْشَى مَعْرَتَهُ“ اس شخص کے ساتھ احتیاط اور حیلہ سازی جائز ہے جس کے شر، فساد اور فتنہ کا خطرہ عام ہو۔ (گویا چال اور حیلہ سازی کا استعمال صرف مکار اور عیار دشمنوں کے ساتھ جائز ہوگا)

۳۔ جھوٹ اور حیلہ سازی:

سیدہ ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۱۰۶۹] «لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِي يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ وَيَقُولُ خَيْرًا وَيَنْمِي خَيْرًا» قَالَتْ وَلَمْ أَسْمَعْهُ يُرَخِّصْ فِي شَيْءٍ مِمَّا يَقُولُ النَّاسُ إِلَّا فِي ثَلَاثٍ: الْحَرْبُ وَالْإِصْلَاحُ بَيْنَ النَّاسِ وَحَدِيثُ الرَّجُلِ امْرَأَتَهُ وَحَدِيثُ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا» ۲۹

”وہ شخص جھوٹا نہیں ہے، جو لوگوں کے درمیان مصالحت کراتا ہے۔ خیر کی بات کہتا ہے اور ایک شخص کی بات دوسرے شخص کے آگے بھلائی طلب کرنے اور اصلاح کیلئے بات پہنچاتا

۲۸ صحیح مسلم = کتاب الفتن وأشراف السّاعة: باب ذكر ابن صياد، الحديث: ۲۹۳۱ + صحيح البخاری = كتاب الجهاد:

باب ما يجوز من الإحتيال والحذر مع من تخشى معرفته، الحديث: ۲۸۶۹

۲۹ صحیح مسلم = كتاب البرّ والصّلة والآداب: باب تحريم الكذب وبيان المباح منه، الحديث: ۲۶۰۵ + صحيح البخاری

= كتاب الصّلة: باب ليس الكاذب الذي يصلح بين الناس، الحديث: ۲۵۴۶ + صحيح الترمذی = أبواب البرّ والصّلة:

باب ما جاء في إصلاح ذات البين، الحديث: ۱۵۸۲ + صحيح ابوداؤد = كتاب الادب: باب في إصلاح ذات البين،

ہے۔ نیز فرماتی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو اس بات میں جسے لوگ بطور جھوٹ بولتے ہیں تین موقعوں کے علاوہ کسی حالت میں رخصت و گنجائش دیتے ہوئے کبھی نہیں سنا۔ (۱)
حالت جنگ میں دشمن کے ساتھ۔ (۲) لوگوں کے درمیان مصالحت کرانے کیلئے۔ (۳) مرد کی اپنی بیوی اور بیوی کی اپنے خاوند کے ساتھ گفتگو میں (اچھے برتاؤ اور باہمی مصالحت قائم رکھنے کے لئے)

امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الجہاد میں درج ذیل عنوانات قائم کئے ہیں:
”الْكَذِبُ فِي الْحَرْبِ“ (جنگ میں جھوٹ بولنا)

”الْفَتْكُ بِأَهْلِ الْحَرْبِ“ (اہل حرب کا فر کو حالت خواب میں رات کے وقت قتل کر ڈالنا)
”قَتْلُ الْمُشْرِكِ النَّائِمِ“ (سوئے ہوئے مشرک کو قتل کر دینا۔)

ان عنوانات کو ذکر کر کے کعب بن اشرف اور عبداللہ بن ابی حقیق کے قتل کئے جانے کی احادیث ذکر کی ہیں۔ ان سے استدلال کیا ہے کہ جھوٹ اور حیلہ سازی اگرچہ انتہائی برے اور قابل مذمت افعال ہیں۔ لیکن لوگوں کی بھلائی اور لوگوں کے درمیان اصلاح کی خاطر جائز ہیں۔ اسی طرح انسانیت اور اہل حق کے لیے فتنہ و فساد برپا کرنے والے دشمن کے خلاف بالکل درست ہیں۔ پوری مخلوق الہی کو امن و امان کی ضمانت فراہم کرنے کے لیے اس جھوٹ اور حیلہ سازی کو ذریعے اور وسیلے کے طور پر استعمال کرنا بالکل جائز اور مباح ہے۔

یہ جائز جھوٹ خلاف واقعہ اور سفید جھوٹ کی صورت میں بھی ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ حدیث کے ظاہری الفاظ سے عیاں ہے۔ اسی طرح جناب ابراہیم علیہ السلام کی تین باتیں ہیں۔

① [۱۰۷۰] ﴿بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ﴾ [الأنبياء=۶۳:۲۱]

”بلکہ یہ (بتوں کے توڑنے کا کام) ان بتوں میں سے بڑے نے کیا ہے۔“

② [۱۰۷۱] ﴿إِنِّي سَقِيمٌ﴾ [الصافات=۸۹:۳۷]

”بے شک میں بیمار ہوں۔“

③ [۱۰۷۲] ﴿إِنَّهَا أُخِيتِ﴾ ۳۰

”بے شک یہ (سیدہ سارہ رضی اللہ عنہا) میری بہن ہے۔“

۳۰ صحیح البخاری = کتاب الأنبياء : باب قول الله تعالى ﴿ وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا ﴾ (النساء = ۱۲۵:۴)

ان تینوں باتوں سے بھی یہی مفہوم سامنے آ رہا ہے یا پھر اس کے لیے تو یہ اور کنا یہ ضروری ہو جاتا ہے۔ اس بارے علمائے اسلام کے یہ دو قول ہیں:

تو یہ و تعریض سے یہ مراد ہے کہ ایسے الفاظ استعمال کرے جس میں دو معنوں کا احتمال ہو۔ اور اپنی نیت اور ارادے میں صحیح اور سچ مفہوم کا تصور رکھے محتاط موقف یہی ہے کہ ذومعنی الفاظ کے ساتھ اشارہ اور توریہ کرتے ہوئے اپنا مقصد حاصل کرے اور واضح جھوٹ سے اجتناب کرے۔

مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو:

١	شرح النووى: ٢/ ٣٢٥	٢	رياض الصّالحين: ٤٥٩
٣	معالم السنن: ٧/ ٢٣٦	٤	تهذيب السنن لابن القيم: ٧/ ٢٣٧
٥	فتح البارى: ٦/ ٤٩٦-٥٠٠		

فخر و تکبر کا اظہار:

سیدنا جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بلاشبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے:

«[١٠٧٣] مِنَ الْغَيْرَةِ مَا يُحِبُّ اللَّهُ وَ مِنْهَا مَا يُبَغِّضُ اللَّهُ - فَأَمَّا الَّتِي يُحِبُّهَا اللَّهُ فَالْغَيْرَةُ فِي الرَّيَّةِ - وَأَمَّا الْغَيْرَةُ الَّتِي يُبَغِّضُ اللَّهُ فَالْغَيْرَةُ فِي غَيْرِ الرَّيَّةِ - وَإِنَّ مِنَ الْخِيَلِ مَا يُبَغِّضُ اللَّهُ وَ مِنْهَا مَا يُحِبُّ اللَّهُ - فَأَمَّا الْخِيَلُ الَّتِي يُحِبُّ اللَّهُ فَاخْتِيَالُ الرَّجُلِ نَفْسَهُ عِنْدَ الْقِتَالِ وَ اخْتِيَالُهُ عِنْدَ الصَّدَقَةِ - وَأَمَّا الَّتِي يُبَغِّضُ اللَّهُ فَاخْتِيَالُهُ فِي الْبُعْثِ» ٣١

”غیرت دو قسم کی ہے: ایک وہ غیرت جسے اللہ پسند کرتا ہے اور دوسری وہ جس کو اللہ ناپسند کرتا ہے۔ جو غیرت اللہ کے ہاں محبوب اور پسندیدہ ہے وہ شک و شبہ کی جگہ غیرت کھانا ہے۔ جو اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ ہے وہ یہ ہے کہ شک و شبہ کے بغیر غیرت کھائے۔ اسی طرح فخر بھی دو قسم پر مشتمل ہے: اللہ کے نزدیک پسندیدہ اور اللہ کے ہاں ناپسندیدہ۔ اللہ کے نزدیک محبوب اور پسندیدہ فخر و تکبر وہ ہے جو دشمن کے ساتھ قتال کے وقت کیا جائے یا صدقہ کے وقت (ترغیب دلانے کی غرض سے نہ کہ ریاکاری سے) کیا جائے۔ ناپسندیدہ فخر

٣١ صحيح ابوداؤد = كتاب الجهاد: باب في الخِيَلَاء في الحرب، الحديث: ٢٣١٦ + صحيح النسائي = كتاب الزَّكَاة: باب

الاختیار، فی الصدقة، الحديث: ۲۳۹۸۔ اس حدیث کو امام احمد رحمہ اللہ اور امام حاکم رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔

وہ ہے جو ظلم و بغاوت میں اختیار کیا جائے۔“

◎ امام خطابی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

صدقہ کے وقت فخر کا معنی یہ ہے کہ احسان جتلانے اور تکلیف دینے کے بغیر دل کی خوشی اور ذہنی اطمینان کے ساتھ سخاوت کرے۔ جنگ کے وقت فخر کا مفہوم یہ ہے کہ دشمن کے مقابلے میں ہو، دل کی مکمل رضا اور اطمینان کے ساتھ آگے بڑھے نہ کہ بزدلی اور ذلت سے۔^{۳۲}
غزوہ حنین کے تذکرے میں بیان ہو چکا ہے کہ جب دشمن نے رسول اللہ ﷺ کا قریب سے محاصرہ کر لیا تو ایک طرف آپ نہایت عاجزی اور انکساری کے ساتھ رب کریم سے عرض گزار ہیں:

[۱۰۷۴] «اللَّهُمَّ نَزِلْ نَصْرَكَ»^{۳۳}

”اے اللہ! اپنی مدد اور نصرت نازل فرما۔“

دوسری طرف اسی لمحہ اور اسی موقع پر ہمت قلبی اور الجمعی کے ساتھ نہایت جراتمندانہ اور دلیرانہ جنگی فخر پر مشتمل اعلان کرتے ہیں:

[۱۰۷۵] «أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبُ۔ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ۔ اللَّهُمَّ نَزِلْ نَصْرَكَ»^{۳۴}

”میں سچا نبی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں۔ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ یا اللہ! اپنی مدد اور نصرت نازل فرما۔“

گویا آپ ﷺ دشمنوں کو سنا رہے ہیں کہ نتیجہ کچھ بھی ہو میدان نہیں چھوڑوں گا۔ مجھے اللہ نے جرات مند قوم قریش میں پیدا کیا ہے اور پھر میرا اللہ کی نصرت پر مکمل اعتماد ہے۔
غزوہ احد کے اختتام پر قریش مکہ کا قائد اور سپہ سالار ابوسفیان بلند مقام پر کھڑا ہو کر مجاہد صحابہ سے مخاطب ہوتا ہے۔ وہ مجاہد جو بظاہر شکست خوردہ ہیں۔ زخموں سے چور ہیں۔ مگر حقیقت میں اللہ پر یقین و اعتماد کے مجسم پہاڑ ہیں۔ ان جہادی شیروں سے بڑے متکبرانہ اور فاتحانہ انداز میں خطاب کرتا ہے اور اپنی عارضی فتح کے نشہ میں مخمور ہو کر تکبر و غرور کا یوں مظاہرہ کرتا ہے:

[۱۰۷۶] «أَغْلُ هُبُلُ» ”اے ہبل! (مشرکین مکہ کا ایک مشہور بت) تو بلند ہو تیرے لیے

۳۲ معالم السنن للخطابی: ۴/ ۸۰۷

۳۳ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۱۰۳۶

۳۴ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۱۰۳۶

عظمت ہے۔“ مگر رسول اللہ ﷺ صحابہ کو اس کے جواب میں توحید کے ساتھ فخر کا سبق پڑھا رہے ہیں۔ چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے نعرہ بلند کیا: ((اَللّٰهُ اَعْلٰی وَ اَجَلُّ)) ”اللہ سب سے بلند اور بزرگ تر ہے۔“ اس کے بعد مشرکین کا طاعوت کہتا ہے: ((لَنَا الْعِزَّةُ وَلَا عُزَّى لَكُمْ)) ”ہمارے لیے عزّی (بت) ہے اور تمہارا کوئی عزّی نہیں۔“ تو اس کے جواب میں بھی رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے رب پر فخر کی ہی تعلیم دیتے ہیں: ((اَللّٰهُ مُوَلَانَا وَلَا مُوَلٰی لَكُمْ)) ۳۵

”اللہ ہمارا حامی و ناصر ہے اور تمہارا کوئی حامی و ناصر نہیں ہے۔“

◎ امام نووی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

”قَالَ الطَّبْرِيُّ إِنَّمَا يَجُوزُ مِنَ الْكُذِبِ فِي الْحَرْبِ الْمَعَارِضُ دُونَ حَقِيقَةِ الْكُذِبِ فَإِنَّهُ لَا يَجِلُّ وَالظَّاهِرُ إِبْلَاحُهُ حَقِيقَةُ نَفْسِ الْكُذِبِ لَكِنَّ الْإِخْتِصَارَ عَلَى التَّعْرِضِ أَفْضَلُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ“ ۳۶

”امام طبری کا قول ہے کہ جنگ و قتال میں ذومعنی الفاظ کے ساتھ اشارے کرنا جائز ہے نہ کہ صاف جھوٹ کیونکہ وہ تو حرام ہے۔ (امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں:) احادیث کے ظاہری معنی کے مطابق جھوٹ کا مباح ہونا ثابت ہوتا ہے۔ لیکن اشاروں کنایوں پر اکتفاء کرنا افضل ہے۔“ (واللہ اعلم)

◎ امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وَالْكَذِبُ فِي الْحَرْبِ هُوَ أَنْ يُظْهَرَ مِنْ نَفْسِهِ قُوَّةٌ وَيَتَحَدَّثُ بِمَا يَشْخَذُ بِهِ بِصِيرَةٍ أَصْحَابِهِ وَيَقْوَى مُنْتَهُمٌ وَيَكِيدُ بِهِ عَدُوَّهُمْ فِي نَحْوِ ذَلِكَ مِنَ الْأُمُورِ [۱۰۷۷] وَقَدْ رَوَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((الْحَرْبُ خُدْعَةٌ)) [۱۰۷۸] وَكَانَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَثِيرًا مَّا يَقُولُ فِي حُرُوبِهِ ”صَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ“ فَيَتَوَهَّمُ أَصْحَابُهُ أَنَّهُ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ۔“ [۱۰۷۹] وَكَانَ يَقُولُ: ”إِنَّمَا أَنَا رَجُلٌ مُحَارِبٌ“ ۳۷

”جنگ میں جھوٹ کا مفہوم یہ ہے کہ مجاہد اپنی پوری طاقت کا اظہار کرے اور ایسی باتیں

۳۵ صحیح البخاری = کتاب المغازی: باب غزوة احد ، الحديث: ۳۸۱۷

۳۶ شرح النووی: ۲/ ۸۳

۳۷ معالم السنن للخطابی: ۷/ ۲۳۷

کرے جن سے اس کے ساتھیوں کی قلبی بصیرت زیادہ تیز ہو۔ ان کے عزائم پختہ اور مضبوط ہوں اور دشمن کے ساتھ کسی مکر اور چال کا فائدہ حاصل ہو۔ نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ ”جنگ ایک مکرو چال اور حیلہ سازی ہے۔“ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنی جنگوں میں بکثرت یوں فرماتے: ”اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا ہے۔“ جس سے آپ کے ساتھیوں کو گمان ہوتا کہ شاید وہ نبی ﷺ کی حدیث بیان کر رہے ہیں۔ حالانکہ وہ شجاعت پیدا کرنے کی غرض سے کنایہ کر رہے ہوتے تھے۔ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کہتے: ”میں ایک جنگجو آدمی ہوں۔“

فاتح خیبر سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ خیبر کے یہودی سردار مرحب کے فخریہ اشعار کا یوں جواب دیتے:

أَنَا الَّذِي سَمَّيْتَنِي أُمِّي حَيْدَرَةً
كَلَيْتُ عَابَاتٍ كَرِيهَ الْمُنْظَرَةُ
أَوْفِيهِمْ بِالصَّاعِ كَيْلَ السُّنْدَرَةِ ۳۸

”میں وہ شخص ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر (رُشیر) رکھا ہے۔“..... ”جو جنگوں کے شیر کی طرح خطرناک خوفناک منظر والا ہے۔ میں انہیں صاع کے بدلے نیزے کی ناپ پوری دوں گا۔“

پھر تلوار کے ایک ہی وار سے مرحب کو ڈھیر کر کے نبی ﷺ کی بشارت کے مطابق ”فاتح خیبر“ کا لقب حاصل کر لیتے ہیں۔ یہودیوں کے طاغوت کعب بن اشرف کے قتل کا واقعہ ۳۹ بھی مذکورہ باب کے تمام مسائل کی مضبوط ترین دلیل ہے۔

تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو:

۱ شرح مسلم للنووی: ۱۱۱/۲

۲ فتح الباری شرح صحیح البخاری = کتاب المغازی: ۳۴۲/۸-۳۴۳

۳ نیل الأوطار شرح منتقى الأخبار: ۲۷۰-۲۷۲

۳۸ صحیح مسلم = کتاب الجہاد والسیر: باب غزوة ذی قرد وغیرہا، الحدیث: ۱۸۰۷

۳۹ ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب المغازی: باب قتل کعب بن أشرف، الحدیث: ۳۸۱۱ + صحیح مسلم = کتاب

الجہاد، باب قتل کعب بن أشرف، طاغوت الیہود، الحدیث: ۱۸۰۷

چند مسائل و احکام:

① انسانی زندگی کی تمام مشکلات اور مصائب میں صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے ہی دعا و فریاد کرنی چاہئے اور مدد مانگنی چاہئے۔ کیونکہ وہی کائنات کا حقیقی پروردگار اور خالق و مالک ہے۔ وہی فریادوں کو سننے والا، انسان کی حالتوں کو جاننے والا، سب کی خبر رکھنے والا، سب کو دیکھنے والا اور دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے۔ لہذا ہر مشکل میں اس سے دعا اور فریاد بندوں پر لازم ہے۔ حق تعالیٰ اپنے بندوں کی دعائیں سنتا اور قبول فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۰۸۰] ﴿قَالَ رَبُّكُمْ اِذْغُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ.....﴾ [الغافر=۴۰:۶۰]

”تمہارے رب نے کہا ہے کہ مجھے پکارو میں تمہاری پکار کو قبول کروں گا۔“

② بالخصوص جنگ و قتال کے خون ریز اور دلفگار معرکوں میں ثابت قدمی کے لیے کثرت سے ذکر و استغفار جہاد کے دیگر فرائض کی طرح ضروری اور نہایت تاکید حکم ہے۔ بلکہ جنگ میں ثابت قدمی اور صبر کا مظاہرہ اور کثرت کے ساتھ اللہ کے ذکر میں مشغول رہنا ہی فتح و نصرت کے وسائل ہیں۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

[۱۰۸۱] ﴿فَاْتَبَتُوْا وَاذْكُرُوْا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ [الأنفال=۸:۴۵]

”پس ثابت قدم رہو اور اللہ کا بہت زیادہ ذکر کرو۔ تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔“

③ تمام انبیاء کی طرح عام مومنین بلا واسطہ اللہ ہی سے دعا اور فریاد کرتے تھے۔ لہذا براہ راست اللہ تعالیٰ سے دعا اور فریاد کرنا قرب الہی کا اصل ذریعہ اور رحمت الہی کے نزول اور فتح و کامرانی کے حصول کا بنیادی سرمایہ ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

[۱۰۸۲] ﴿اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَبْ لَكُمْ.....﴾ [الأنفال=۸:۹]

”جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے تو اس نے تمہاری پکار کو قبول کیا۔“

④ غزوہ بدر، غزوہ احد، غزوہ احزاب، غزوہ خیبر اور غزوہ حنین میں رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ دعائیں فرمائیں۔ اللہ کے ذکر اور اللہ سے دعا کا مسئلہ سمجھنے کے لئے وہ دعائیں قابل مطالعہ ہیں۔

⑤ غزوہ حنین میں نبی ﷺ سمیت تمام صحابہ رضی اللہ عنہم میدان قتال میں ثابت قدم رہے۔

وقتی اور عارضی طور پر صحابہ کا میدان جنگ چھوڑنا، میدان جہاد سے بھاگنا نہیں بلکہ امام اور امیر کی طرف جمع ہونا تھا۔ اسی وجہ سے اس پر کوئی وعید اور ڈانٹ نازل نہیں ہوتی۔

⑥ دشمن کے ساتھ مڈ بھیڑ کی حالت میں صبر اور ثابت قدمی واجب اور میدان جنگ سے بھاگنا حرام ہے۔ البتہ جنگی چال کے طور پر دشمن کے سامنے سے ایک طرف ہو جانا یا اہل اسلام کی جماعت میں آ ملنا اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔

⑦ دو گنا دشمن کے مقابلے سے بھاگنا حرام ہے۔ اگر دشمن دو گنا سے زیادہ ہو تو بھاگنے کی گنجائش ہے۔ لیکن حصول جنت کے لئے دشمن سے ٹکرا کر قربان ہو جانا اللہ کے ہاں انتہائی محبوب، پسندیدہ اور جنت میں داخلے کا سب سے بڑا وسیلہ ہے۔ صحابہ کا یہی طرز عمل تھا اور خاتم الانبیاء ﷺ کی یہی تمنا اور آرزو تھی۔

⑧ اسلامی احکام کے نفاذ میں ظاہری حالت پر اعتماد ضروری ہے۔ پوشیدہ معاملات اور در پردہ چیزیں اللہ تعالیٰ کے ذمے ہیں۔ لہذا کلمہ گو مسلمان جب تک اصول دین اور ارکان اسلام میں سے کسی اصل اور رکن کا صاف انکار نہ کرے اسے تمام اسلامی حقوق حاصل ہونگے اور اس پر تلوار اٹھانا حرام ہوگا۔

⑨ جنگ ایک چال اور دھوکہ ہے۔ یہ ایک مسلمہ بین الاقوامی جنگی اصول ہے۔ لہذا امیر جہاد اور جہادی فوج کے سپہ سالار کیلئے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے مجاہد صحابہ کی طرح اس اصول کی مکمل واقفیت حاصل کرنا لازم ہے۔ نیز جہاد فی سبیل اللہ میں مناسب موقعوں پر اس کے استعمال سے فائدہ اٹھانا اشد ضروری ہے۔

⑩ اپنی جنگی قوت اور اپنے جنگی حالات کو دشمن سے مکمل طور پر چھپا کر رکھنا، مستقبل کے عزائم کے متعلق ضرورت کے مطابق اشارہ کنایہ کرنا، ظاہری حالات کے برعکس جملے بولنا اور کبھی مصلحت کی خاطر ان کا صاف اظہار کرنا رسول اللہ ﷺ کی جہادی سنت ہے۔

⑪ حالات اور دشمن کی خبروں سے پوری واقفیت اور جاسوسی نہایت اہم جنگی قاعدہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود اس مفید ترین قاعدے کے استعمال پر عمل پیرا تھے۔ آپ ﷺ نے چند صحابہ رضی اللہ عنہم مثلاً حواری رسول سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ، سیدنا حذیفہ بن

یہمان رضی اللہ عنہ اور سیدنا بسیمہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو اس عظیم ذمہ داری کے لئے مقرر فرمایا۔

(۱۲) جھوٹ اور حیلہ سازی بھی مسلمہ جنگی تدبیر ہے۔ تاہم رسول اللہ ﷺ نے اس کو اچھے اصلاحی مقاصد مثلاً لوگوں کے درمیان صلح کرانے، میاں بیوی کے درمیان اچھی خوش کن زندگی قائم کرنے اور حالت جنگ میں دشمن کو ورغلانے کیلئے جائز رکھا ہے۔ باقی موقعوں پر بالکل حرام قرار دیا۔ جبکہ بے دین قوموں نے اس کا بے دریغ استعمال کر کے بے شمار معاشروں کو تخریب کاری اور فساد کا شکار بنا ڈالا۔

(۱۳) فخر و مباہات کا استعمال عین میدان جنگ میں کام آنے والی ایک نفع بخش اور مفید ترین جنگی تدبیر ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ نے ماہر اور تجربہ کار جنگی جرنیلوں کی طرح اس تدبیر سے بھی بھرپور فائدہ اٹھایا۔

جہاد اسلامی اور قومی جنگیں، تحقیقی و تاریخی موازنہ:

گذشتہ صفحات میں بیان کردہ جنگ کے اسلامی آداب سے بڑی وضاحت کے ساتھ یہ معلوم ہوتا ہے کہ جہاد اسلامی اللہ کے دین کو زمین پر قائم کرنے اور ظلم و فساد کا خاتمہ کرنے کے لئے ہے۔ اللہ سے دعا اور فریاد کرتے ہوئے صبر و استقلال اور ہمت و عزیمت کے ساتھ دشمنان اسلام سے ٹکرا جانے کا نام ہے۔ اس کے مقاصد اور اسباب اللہ کے دین کی سر بلندی اور فتنہ و فساد کے خاتمے کے سوا کچھ اور نہیں۔ لیکن اس کے بالمقابل ذرا انسانوں کی ان جنگوں کا حال ملاحظہ فرمائیں۔ جو خالص قومی، علاقائی، صوبائی اور لسانی عصبیت کی خاطر لڑی گئیں۔ تاکہ موازنہ کرنے سے ظلمت و نور کا فرق واضح ہو جائے۔

قومی جنگوں کے بڑے محرکات اور مقاصد ملک گیری، مال لوٹنا، انتقامی جذبہ اور فخر کا اظہار وغیرہ ہیں۔

لوٹ مار اور قتل و غارت کے لئے جنگیں:

دور جاہلیت کا ایک قومی شاعر مال لوٹنے کے جذبے کی عکاسی کرتے ہوئے کہتا ہے:

فَلَنْ يُبْقِيَتْ لَازِجُلْنَ بِغَزْوَةٍ
تَحْوِي الغنائم أَوْ يَمُوتُ كَرِيمٌ

”اگر میں زندہ رہا تو ایک ایسی جنگ پر جاؤں گا۔ جو مال غنیمت سمیٹ لائے گی۔ یا پھر

ایک معزز انسان لڑتے ہوئے مارا جائے گا۔“

◎ ایک دوسرا شاعر کہتا ہے کہ ہم دشمنوں سے کچھ نہ پائیں تو مال غنیمت کیلئے اپنے بھائیوں اور قوم قبیلہ والوں پر بھی غارتگری سے باز نہیں آتے:

وَ أَحْيَانًا عَلَى بَكْرِ أَخِينَا
إِذَا مَا لَمْ نَجِدْ إِلَّا أَخَانًا

”جب ہمیں لوٹ مار کے لئے کوئی اور نہ ملے تو خود اپنے بھائیوں بنی بکر پر حملہ آور ہو جاتے ہیں۔“

◎ کوئی قبیلہ جنگ و قتال کے لئے نکلتا تو گھریلو عورتیں اپنے مردوں کو قتل و غارت اور مال غنیمت کے بغیر واپس نہ لوٹنے کی قسمیں دیا کرتیں۔ چنانچہ عمرو بن کلثوم کہتا ہے:

أَخَذَنَ عَلَى بَعُولَتِهِنَّ عَهْدًا
إِذَا لَاقُوا كَنَائِبَ مُعَلِّمِينَا
لِكِي يَسْلُبْنَ أَفْرَاسًا وَ بَيْضًا
وَ أَسْرَى فِي الْحِبَالِ مُقَرَّنِينَ

”انہوں نے اپنے شوہروں سے پختہ عہد لیا ہے کہ جب وہ دیر دشمن کے لشکروں سے ملیں تو گھوڑے، صیقل شدہ تلواروں اور رسیوں میں باندھے ہوئے قیدیوں (لوٹڈیوں اور غلام) کو چھین کر واپس لوٹیں۔“

◎ مشہور عرب شاعر زہیر آل ربیعہ پر اپنی فتح یابی کا قصہ یوں بیان کرتا ہے:

وَ سَبِينَا مِنْ تَغْلَبَ كُلِّ بَيْضَاءَ
رَقُودَ الضُّحَى بِرُودِ الرُّضَابِ

”ہم بنی تغلب سے تمام گوری گوری سفید رنگ کی لڑکیاں لوٹ لائے ہیں۔ جو وقت چاشت تک محو خواب رہتی ہیں۔ اور جن کا لعاب دہن ٹھنڈک پہنچانے والا ہے۔“

بہادری اور شجاعت کے اظہار کے لئے جنگیں:

جرات و بہادری کا اظہار جاہلی اقوام کے لئے بہت بڑا جنگ کا مقصد اور محرک تھا۔ عرب شاعری کے دیوان جرات و بہادری والی شاعری سے بھرے پڑے ہیں۔ نمونہ کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

© سموأل بن عاديا رقطراز ہیں:

إِنَّا لَقَوْمٌ مَا نَرَى الْقَتْلَ سُبَّةً

إِذَا مَا رَأَتْهُ عَامِرٌ وَ سَلُولٌ

”ہم ایسی قوم ہیں کہ جنگ میں قتل ہو جانا کوئی عیب و عار نہیں سمجھتے۔ جبکہ بنی عامر اور بنی سلول اس کو عار سمجھتے ہیں۔“

وَ مَا مَاتَ مِنَّا سَيِّدٌ حَتْفَ أَنْفِهِ

وَ لَا طَلٌّ مِنَّا حَيْثُ كَانَ قَتِيلٌ

”ہمارا کوئی سردار طبعی موت نہیں مرتا اور نہ ہی ہمارے مقتول کا خون رائیگاں جاتا ہے۔“

تَسِيلٌ عَلَى حَدِّ الضُّبَاتِ نُفُوسُنَا

وَ لَيْسَتْ عَلَى غَيْرِ الضُّبَاتِ تَسِيلٌ

”ہمارے خون شمشیروں کی دھار پر بہتے ہیں اور کسی چیز پر نہیں بہتے۔“

وَ نُنْكِرُ إِنْ شِئْنَا عَلَى النَّاسِ قَوْلَهُمْ

وَ لَا يُنْكِرُونَ الْقَوْلَ حِينَ نَقُولُ

”ہم اگر چاہیں تو تمام لوگوں کی بات ٹھکرا دیتے ہیں۔ لیکن ہماری بات کا کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔“

© ایک دوسرا شاعر اپنے قومی مفاخر اس طرح بیان کرتا ہے:

وَ قَدْ عَلِمَ الْقَبَائِلُ مِنْ مَعَدٍ

إِذَا قُبْتُ بِأَبْطَحِهَا بُنَيْنَا

”بنی معد کے تمام قبائل جانتے ہیں جب سے کہ زمین پر ان کی عمارتیں بنائی گئیں ہیں۔“

بِأَنَّا الْمَانِعُونَ لِمَا أَرَدْنَا

وَ أَنَّا النَّازِلُونَ بِحَيْثُ شِئْنَا

”کہ ہم جس چیز کو چاہتے ہیں روک دیتے ہیں۔ اور ہم جہاں چاہیں قیام کرتے ہیں۔“

وَ أَنَّا التَّارِكُونَ إِذَا سَخِطْنَا

وَ أَنَّا الْآخِذُونَ إِذَا رَضِينَا

”اور جب ہم کسی چیز کو ناپسند کریں تو بلا خوف چھوڑ دیتے ہیں۔ اور جب کوئی شے ہمیں پسند آجائے تو اسے حاصل کر لیتے ہیں۔“

◎ حجر بن خالد ثعلبی فخریہ لہجہ میں کہتا ہے:

مَنْعَنَا حِمَانًا وَ اسْتَبَاحَتْ رِمَاحُنَا
حِمَى كُلِّ قَوْمٍ مُسْتَجِيرٍ مَرَاتِعَهُ

”ہم نے اپنی چراگاہ سے سب لوگوں کو روک رکھا ہے۔ لیکن ہمارے نیزوں نے ہر قسم کی چراگاہ کو، جس کی فصلیں محافظوں کی پناہ میں ہوتی ہیں، اپنے لئے مباح کر لیا ہے۔“

عرب کے حالات کے مطالعہ سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ دور جاہلیت کی اکثر و بیشتر ہولناکیاں ایک دوسرے پر فخر کرنے کا ہی نتیجہ تھیں۔ بنی تغلب اور بنی بکر کے درمیان 40 سال جاری رہنے والی مشہور جنگ ”جنگ بسوس“ کا سبب بنی تغلب کے سردار کلیب بن ربیعہ کی چراگاہ میں بنی بکر کی ایک اونٹنی کا داخل ہو جانا تھا۔ اس پر جنگ کی ایسی آگ بھڑکی جس نے دونوں قبائل کے ہزاروں افراد جلا کر راکھ کر ڈالے۔^{۴۱}

انصار مدینہ کے دو قبیلے اوس اور خزرج کی مشہور لڑائیاں جن کا سلسلہ ایک صدی پر محیط ہے۔ ان کا سبب بھی فخر و مباہات کا ایک حقیر سا واقعہ ہے۔ چنانچہ بنو سعد، بنو اوس اور بنو خزرج کے درمیان ایک شخص کی محض زبانی فخر بازی نے دونوں قبائل کو میدان جنگ میں جھونک دیا۔ حتیٰ کہ اگر اسلام جیسا دین رحمت نازل نہ ہوتا تو یہ قبائل باہمی جنگوں میں کلی طور پر فنا ہو جاتے۔^{۴۲}

وحشیانہ انتقام کے لئے جنگیں:

انتقام کا جذبہ بھی عہد جاہلیت کی تاریخ کو خون سے رنگین کرنے کا بہت بڑا اور اہم سبب تھا۔ جس کی اصل بنیاد عہد جاہلیت کے شرکیہ نظریات پر قائم تھی۔ مقتول کے متعلق یہ نظریہ عام تھا کہ اس کی روح ایک پرندہ کی شکل میں اڑ جاتی ہے۔ جب تک اس کا انتقام نہ لیا جائے وہ پکارتی رہتی ہے: ”إِسْقُونِي إِسْقُونِي“ (مجھے پلاؤ۔ مجھے پلاؤ)۔ عرب کی اصطلاح میں اس پرندہ کو

”ہامہ“ یا ”صدآء“ کہا جاتا ہے اور اس عقیدہ کو ”ثأر“ (یعنی انتقام) کہا جاتا ہے۔ ۴۲

◎ کبشتہ بنت معدیکرب اپنے بھائی عبد اللہ کے انتقام پر ابھارتی ہوئی کہتی ہے:

أَرْسَلَ عَبْدُ اللَّهِ إِذْ حَانَ وَقْتُهُ
إِلَى قَوْمِهِ لَا تَعْقِلُوا لَهُمْ دَمِي

”عبد اللہ (مقتول) نے آخری وقت میں (زبان حال سے) اپنی قوم کو پیغام دیا میرے خون کی دیت قبول نہ کرنا۔“

وَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُمْ إِخَالًا وَ لَا أَبْكَرًا
وَ أَتْرُكُ فِي بَيْتٍ بِصُعْدَةِ مُظْلَمٍ

”اور قاتلوں سے بچے اور جوان اونٹ وصول نہ کرنا۔ اس حال میں کہ میں صعدہ مقام کی ایک تاریک قبر میں پڑا ہوں۔“

◎ بنو اسد قبیلے کا ایک شاعر اپنے قبیلہ کو وصیت کرتا ہے:

فَلَا تَأْخُذُوا عَقْلًا مِّنَ الْقَوْمِ إِنِّي
أَرَى الْعَارَ يَبْقَى وَالْمَعَاقِلُ تَذْهَبُ

”دشمن قوم سے میرے خون کی دیت وصول نہ کرنا۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ عار باقی رہ جاتی ہے اور دیت کا مال ختم ہو جاتا ہے۔“

لیکن اسلام نے انتقام کے محرک اس فاسد عقیدہ کا رد کرتے ہوئے قصاص کے ساتھ ساتھ دیت اور عفو و احسان کے بہت زیادہ نفع بخش عدل و انصاف کے قوانین مقرر فرمائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۱۰۸۳] ﴿وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ﴾ [البقرہ ۲: ۱۷۹]

”اے عقلمندو! تمہارے لئے قتل کے بدلے قتل کے قانون میں ایک زندگی ہے۔“

اس سے پہلی آیت میں ارشاد فرمایا:

[۱۰۸۴] ﴿فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتَّبَاعُ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ

بِإِحْسَانٍ ۚ ذَٰلِكَ تَخْفِيفٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ۖ﴾ [البقرہ ۲: ۱۷۸]

”پس جس (قاتل) کو اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معاف کر دیا جائے تو (معاف کرنے والا) معروف طریقہ کے مطابق دیت وصول کرے اور قاتل اچھے طریقے سے اس کی ادائیگی کرے۔ (درگزر اور دیت کا یہ حکم) تمہارے رب کی طرف سے ایک سہولت ہے اور بڑی رحمت ہے۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۱۰۸۵] «لَا عَدْوَى وَلَا طَيْرَةَ وَلَا صَفَرَ وَلَا هَامَّةَ وَلَا غَوْلَ» ۴۳

”بیماریوں میں متعدی ہونا نہیں ہے، نہ کسی بری فال کا اعتقاد درست ہے، نہ پیٹ کے کیڑوں (جو بھوک میں ہيجان پیدا کرتے ہیں اور بسا اوقات آدمی کے قاتل بن جاتے ہیں) کا اعتقاد درست ہے، نہ مقتول کی روح کے پرندہ بن کر قصاص کے لئے پکارنے کا عقیدہ صحیح ہے۔ اور نہ مختلف اشکال میں ڈرانے والے بھوتوں کا تصور درست ہے۔ (یعنی نفع و نقصان پر اللہ کے سوا کسی کو کوئی قدرت حاصل نہیں۔)“

[۱۰۸۶] «لَا يُورَدُ مُمَرِّضٌ عَلَى الْمُصْحَحِ» ۴۴

(کوئی بیماری متعدی تو نہیں البتہ احتیاط کے طور پر) کوئی بیمار جانور تندرست جانور کے پاس نہ لایا جائے۔“

[۱۰۸۷] «يُعْجِبُنِي الْفَالُ (الصَّالِحُ) الْكَلِمَةُ الْحَسَنَةُ الْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ» ۴۵

”(بری فال تو درست نہیں البتہ) اچھی فال مجھے پسند ہے۔ وہ اچھی فال اچھا کلمہ اور پاکیزہ بات ہے۔“

مرض اور صحت بھی اس کی طرف سے نازل ہوتی ہے۔ کوئی چیز بغیر حکم الہی اثر انداز نہیں ہو سکتی۔ الغرض اس بحث سے معلوم ہوا کہ مقتول کی روح کے پرندہ بن کر قصاص کے لئے پکارنے کا جاہلی عقیدہ باطل اور فاسد ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی یہ احادیث عہد جاہلیت کے بہت سے غلط نظریات کی نفی کرتی ہیں۔ جن کی بنیاد پر انسانی معاشرہ میں بے شمار اخلاقی جرائم جنم لے چکے تھے۔ اس کے علاوہ یہ

۴۳ صحیح مسلم = کتاب السلام: باب لا عدوی ولا طیرۃ..... الحدیث: ۲۲۲۰-۲۲۲۱ + صحیح البخاری = کتاب الطب:

باب الجذام، الحدیث: ۵۳۸۰

۴۴ صحیح مسلم = کتاب السلام: باب لا عدوی ولا طیرۃ..... الحدیث: ۲۲۲۱

۴۵ صحیح مسلم = کتاب السلام: باب لا عدوی ولا طیرۃ..... الحدیث: ۲۲۲۱

احادیث انسانوں کی درست اور واقعاتی انداز کے مطابق درست عقیدہ کی طرف راہنمائی کرتی ہیں۔^{۵۶}

”**① عَذْوَى ② طَبْرَةَ ③ اَعْوَال ④ هَامَات**“ جیسے شریک عقائد دین توحید کے خلاف اور اللہ تعالیٰ پر ایمان اور یقین رکھنے والی قوموں کے دل و دماغ کو ہلاک کر دینے والے ناسور کی طرح لاعلاج بیماریاں ہیں۔ افسوس کہ دنیا کے مشرقوں اور مغربوں پر حکمرانی کا سکہ چلانے والی امت محمدیہ کے نااہل جانشین دلوں سے ایک رب کا خوف اور ڈر کھو بیٹھے ہیں۔ اس نے بے شمار اماموں اور درویشوں کو اللہ کے سوا رب ٹھہرانے کے علاوہ ضعیف الاعتقادی کی انتہاء کر دی ہے۔ طوطوں، کوؤں جیسے لاشعور پرندوں کو عالم الغیب قرار دے ڈالا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ پوری دنیا پر بلا شرکت غیر حکمرانی کرنے والے ماتحت غلام اور اپنی ہی تابع فرمان قوموں کی غلامی کا طوق پہنے ہوئے ہیں۔

اللہ وحدہ لا شریک لہ کے علاوہ کسی ہستی سے نہ ڈرنے والے اللہ کے ساتھ شرک کرنے اور جہاد چھوڑنے کی وجہ سے سر کی جوؤں اور پاؤں کی چیونٹیوں سے خوف کھا رہے ہیں۔ عقل و خرد سے محروم اور بے شعور حیوانوں کو اپنے نفع و نقصان کا مالک بنائے بیٹھے ہیں۔ حق کے داعیوں اور امت کی اصلاح کے ذمہ داروں کے لئے اس موذی اور مشکل العلاج بیماری سے شفایابی کا ایک ہی نسخہ کیمیا ہے۔ یہ کہ ان شرک کے مریضوں کو قرآن کے مطالعہ کا عادی بنایا جائے اور جہاد فی سبیل اللہ کی ٹریننگ اور تیاری کے ساتھ ان کے دلوں سے غیر اللہ کا خوف ختم کرنے کی جدوجہد کی جائے۔ حتیٰ کہ اللہ کے بندے، بندوں کے پروردگار کے مطیع اور غلام بن جائیں اور صرف اسی سے ڈرنے والے بن جائیں۔۔۔ جیسا کہ حکم باری تعالیٰ ہے:

[۱۰۸۸] ﴿وَإِيَّائِي فَارْهَبُونِ﴾ [البقرة=۲:۴۰]

”صرف اور صرف مجھ سے ہی ڈرو۔“

[۱۰۸۹] ﴿وَإِيَّائِي فَاتَّقُونِ﴾ [البقرة=۲:۴۱]

”صرف اور صرف میرا تقویٰ اختیار کرو۔“

[۱۰۹۰] ﴿فَاِتَّقُواْ اللّٰهَ يَوْمَ تَكُوْنُ السَّاعَةُ﴾ [العنكبوت=۲۹:۵۶]

”صرف اور صرف میری ہی عبادت کرو۔“

اگر ہم اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنا یہ عقیدہ پیش کریں گے تو اللہ تعالیٰ بھی اپنا وعدہ پورا فرمائے گا۔ جو اس نے حکمت و دانائی سے لبریز اپنی کتاب میں اپنے بندوں سے کیا ہوا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

[۱۰۹۱] ﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ

فِي الْأَرْضِ﴾ [النور=۵۵:۲۴]

”اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے، ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں کہ ان کو زمین میں خلافت عطا کرے گا۔“

((..... ❀❀❀❀❀.....))

انسانی حقوق اور عدل و انصاف

جہاد اسلامی چونکہ قومی، عصییتی اور لسانی جنگوں کے برعکس انتہائی پاکیزہ اور اعلیٰ مقاصد کیلئے کیا جاتا ہے۔ کلمۃ اللہ کی سر بلندی عدل و انصاف کا قیام اور ظلم و جبر کا خاتمہ اس کے بڑے بڑے مقاصد ہیں۔ لہذا دین اسلام میں عورتوں، بچوں، نہایت ضعیف اور بوڑھے مردوں، دینی راہبوں اور عابدوں کو جان بوجھ کر قتل کرنا حرام قرار دیا گیا ہے۔ انسانیت کے احترام کے پیش نظر لاشوں کا مثلہ کرنا اور زندہ انسانوں کو نذر آتش کرنا ممنوع ہے۔ بلا ضرورت اور بلا حاجت آبادیوں اور فصلوں کو اجاڑنا اور جلانا بھی حرام ہے۔ حتیٰ کہ حیوانات کو بھی آگ میں جلانے سے نہایت سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے۔ کیونکہ جہاد انسانوں کے اندر موجود نفس کی بیماریوں، کفر و شرک اور ظلم و زیادتی کے علاج کے لیے ایک آپریشن ہے اور عقل و دانش کا تقاضا یہ ہے کہ آپریشن میں بلا ضرورت بیماری کی جگہ سے تجاوز نہ کیا جائے۔ ہم ذیل میں اسلام کے ایسے ہی بلند مقصد اور بھلائی پر مبنی جنگی اصول اور جنگی آداب کو درج ذیل عنوانات کے تحت تقسیم کر کے اختصار کے ساتھ لیکن دلائل کے ساتھ بیان کریں گے۔ (ان شاء اللہ)

۱۔ عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور مذہبی پیشواؤں کے قتل کی ممانعت:

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

[۱۰۹۲] «وُجِدَتْ امْرَأَةٌ مَقْتُولَةٌ فِي بَعْضِ مَغَازِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَنَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالصَّبِيَّانِ»^۱

”نبی اکرم ﷺ کی جنگوں میں سے ایک جنگ میں ایک مقتول عورت پائی گئی تو رسول

اللہ ﷺ نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرما دیا۔“

^۱ صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب قتل النساء فی الحرب، الحدیث: ۲۸۵۲+ صحیح مسلم = کتاب الجہاد والسیر: باب تحریم قتل النساء والصبیان فی الحرب، الحدیث: ۱۷۴۴+ صحیح ابی داؤد = کتاب الجہاد: باب فی قتل النساء، الحدیث: ۲۳۳۳+ صحیح الترمذی = کتاب السیر: باب ما جاء فی النهی عن قتل النساء والصبیان،

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

[۱۰۹۳] «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَقْتُلُ الصَّبِيَّانَ فَلَا تَقْتُلِ الصَّبِيَّانَ۔

إِلَّا أَنْ تَكُونُ تَعْلَمُ مِنْهُمْ مَا عَلِمَ الْخَضِرُ مِنَ الصَّبِيِّ الَّذِي قَتَلَ» ۴

”رسول اللہ ﷺ بچوں کو قتل نہ کرتے لہذا تم بھی بچوں کو مت قتل کرو۔ الا یہ کہ تمہیں ان کے بارے میں کوئی ایسی بات معلوم ہو جائے جیسی خضر علیہ السلام کو معلوم ہوئی اس بچے کے بارے میں جس کو انہوں نے قتل کر دیا تھا۔“

ایک جگہ لوگوں کے مجمع کو رسول ﷺ نے دیکھا تو ایک صحابی کو بھیج کر صورت حال کا پتہ کروایا۔ تو معلوم ہوا کہ کچھ لوگ ایک مقتول عورت کے پاس جمع ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

[۱۰۹۴] « مَا كَانَتْ هَذِهِ لِيُقَاتَلَ » «وَبَعَثَ رَجُلًا فَقَالَ: «قُلْ لِحَالِدٍ لَا

يَقْتُلَنَّ امْرَأَةً وَلَا عَسِيفًا» ۵

”یہ تو قتال کرنے والی نہ تھی اور خالد بن ولید (جو لشکر کے اگلے حصہ کی قیادت کر رہے تھے) کی طرف قاصد روانہ فرمایا کہ ان کو یہ پیغام دے کہ وہ کسی عورت اور اجرت پر کام کرنے والے کسی ماتحت شخص کو ہرگز قتل نہ کرے۔“

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث میں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۱۰۹۵] «أَعْزُوا بِسْمِ اللَّهِ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَفَاتِلُوا مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ - أَعْزُوا وَلَا تَعْدِرُوا

وَلَا تَعْلُوا وَلَا تُمَثِّلُوا وَلَا تَقْتُلُوا وَلِيدًا» ۶

”اللہ کا نام لے کر اللہ کی راہ میں جہاد کرو، اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے والے ہر کافر کے ساتھ جہاد کرو، غداری نہ کرو، خیانت نہ کرو، لاشوں کا مثلہ نہ بناؤ اور کسی نوعمر بچے کو قتل نہ کرو۔“

سیدنا سمیرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۱۰۹۶] «أَقْتُلُوا شُيُوخَ الْمُشْرِكِينَ وَاسْتَبْقُوا شَرَحَهُمْ» ۷

۴ صحیح مسلم = کتاب الجہاد والسیر: باب النِّسَاءِ الْغَارِيَّاتِ يَرْضَخُ لَهُنَّ وَلَا يَسْهَمُ وَالنَّهْيُ عَنْ قَتْلِ صَبِيَّانِ أَهْلِ الْحَرْبِ،

الحدیث: ۱۸۱۲

۵ صحیح ابی داؤد = کتاب الجہاد: باب فی قتل النِّسَاءِ، الحدیث: ۲۳۲۴ + صحیح سنن ابن ماجہ = کتاب الجہاد:

باب الْغَارَةِ وَالْبِيَّاتِ وَقَتْلُ النِّسَاءِ وَالصَّبِيَّانِ، الحدیث: ۲۲۹۴

۶ تخریج کے لیے دیکھئے الرِّقْمُ الْمُسْلَسِل: ۵۲

۷ تخریج کے لیے دیکھئے الرِّقْمُ الْمُسْلَسِل: ۵۵

”مشرکین کے شیوخ قتل کر ڈالو اور ان کے نو عمر بچوں کو چھوڑ دو۔“

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا:

- ① نابالغ بچوں اور عورتوں کو ارادۂ قتل کرنا حرام ہے۔ بشرطیکہ وہ بذات خود جنگ میں حصہ لینے والے نہ ہوں۔ وگرنہ دوسرے کافروں کی طرح انہیں بھی قتل کر دیا جائے گا۔ کیونکہ عورتیں عام طور پر کمزور ہوتی ہیں اور جنگ میں حصہ نہیں لیتیں اور بچے غیر مکلف ہیں۔ امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ”اکثر فقہاء کا یہی موقف ہے۔“ امام نووی بھی فرماتے ہیں کہ: ”اکثر علماء کا یہی موقف ہے۔“^۱
- ② بوڑھے اور مذہبی پیشوا اگر مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شریک ہوں یا ان کی فکری یا سیاسی قیادت کر رہے ہوں تو وہ ان کی طرح بدستور دین اسلام کے مجرم ہیں۔ لہذا انہیں قتل کر دینا ضروری ہے۔ تمام علماء اور فقہاء کا اس پر اجماع ہے۔ لیکن اگر وہ جنگ میں حصہ لینے والے نہ ہوں یا ان کو گائیڈ لائن دینے والے نہ ہوں تو امام شافعی، امام احمد اور اکثر علماء کے نزدیک وہ واجب القتل ہیں۔ جیسا کہ سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ والی حدیث میں گزرا ہے کہ مشرکین کے شیوخ کو قتل کر دو۔.....^۲ امام مالک اور اہل الرائے کا موقف یہ ہے کہ انہیں قتل نہ کیا جائے۔ جیسا کہ ایک روایت میں ہے: ”کسی انتہائی بوڑھے شخص کو قتل نہ کرو“، لیکن یہ حدیث ضعیف ہے۔^۳
- ③ تمام کافروں اور مشرکوں کے ساتھ جنگ و جہاد کے واجب ہونے کی آیات واضح اور عام حکم رکھتی ہیں۔ مثلاً:

① [۱۰۹۷] ﴿أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا.....﴾^۴

”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں، یہاں تک کہ وہ گواہی دیں۔.....“

② [۱۰۹۸] ﴿قَاتِلُوا مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ.....﴾^۵

۱۔ شرح النووی: ۸۴/۲ + فتح الباری: ۴۸۹/۶ + معالم السنن: ۴۱۹/۳

۲۔ تخریج کے لیے دیکھئے الرِّقْم المسلسل: ۰۰

۳۔ شرح النووی: ۱۱۷، ۸۴/۲ + معالم السنن: ۴۱۹/۳ + المنقذی: ۱۶۹/۳

۴۔ تخریج کے لیے دیکھئے الرِّقْم المسلسل: ۱۳

۵۔ تخریج کے لیے دیکھئے الرِّقْم المسلسل: ۵۲

”قال کرو اس سے جو اللہ کا انکار کرے.....“

اس جیسی بہت زیادہ صحیح احادیث کا مفہوم بھی یہی ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ اور دیگر محدثین کا موقف بھی یہی ہے اور کوئی صحیح دلیل ایسی نہیں جو اس عام حکم کو خاص کرنے والی ہو۔ (واللہ اعلم)

۴) اہل الرائے کے نزدیک کفار کے راہبوں، عابدوں، نہایت ضعیف اور نادینا افراد کو بھی قتل کرنا جائز نہیں۔ بشرطیکہ وہ خود جنگ میں حصہ لینے والے افراد میں شامل نہ ہوں اور نہ ان کی فکری، سیاسی یا مالی امداد فراہم کرتے ہوں جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ کا موقف یہ ہے کہ سب کے سب کافر و مشرک ہونے کی وجہ سے واجب القتل ہونگے۔ ۱۱

۲۔ اچانک حملوں اور شب خون کارروائیوں میں عورتوں اور بچوں کو قتل کرنا:

رسول اللہ ﷺ نے کافروں کے طاغوتوں اور مسلسل ظلم و زیادتی کرنے والی قوموں پر (مظلوم انسانیت کو ان ظالموں کے ظلم و جبر سے محفوظ کرنے کے نیک عزائم سے) شب خون مارے اور بغیر اطلاع اور اعلان جنگ کے حملے کیے۔ جن میں بلا ارادہ عورتوں اور بچوں کا قتل ہو جانا ایک لازمی امر ہے۔ مگر یہ امر ایک اتفاقی حادثہ ہے۔ ذیل میں اس سلسلہ کی احادیث ملاحظہ کریں:

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

[۱۰۹۹] سَأَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَهْلِ الدَّارِ يُبَيِّنُونَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَيَصَابُ مِنْ نِسَائِهِمْ وَذُرَارِيَّتِهِمْ قَالَ: «هُمْ مِنْهُمْ» ۱۲

”رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ مشرکین کے کسی قبیلہ پر شب خون مارا جائے اور اس میں ان کے بچے اور عورتیں بھی قتل ہو جائیں تو اس بارے میں کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”وہ بھی انہیں میں سے ہیں۔“

ایک روایت میں یوں الفاظ ہیں:

[۱۱۰۰] «هُمْ مِنْ آبَاءِهِمْ» ۱۳

۱۱ المنقذی شرح المؤطا: ۱۶۹، ۱۶۷/۳ + معالم السنن: ۴۱۹/۳ + نیل الأوطار: ۷/۲۶۲، ۲۶۱

۱۲ صحيح البخاری = كتاب الجهاد : باب أهل الدار يُبَيِّنُونَ فَيَصَابُ الْوَلَدَانِ وَالذَّرَارِيُّ ، الحديث: ۲۸۵۰ + صحيح

مسلم = كتاب الجهاد: باب جواز قتل النساء والصبيان في البيات من غير تعمّد ، الحديث: ۱۷۴۵

”وہ بچے اپنے آباء و اجداد کی نسل سے ہی ہیں۔“

سیدنا ابن عمر اور سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

[۱۱۰۱] «إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعَارَ عَلَى بَنِي الْمُصْطَلِقِ وَهُمْ غَارُونَ وَ أَنْعَامُهُمْ تُسْقَى عَلَى الْمَاءِ فَقَتَلَ مُقَاتِلَهُمْ وَ سَبَى ذَرَارِيَهُمْ وَ أَصَابَ يَوْمَئِذٍ جُورِيَّةً ۝ ۱۲»
 ”نبی ﷺ نے قبیلہ بنو مصطلق پر چھاپہ مار کارروائی کی، جبکہ وہ غافل اور بے خبر تھے۔ ان کے مویشی کو چشمہ (مَرِيسِج) پر پانی پلایا جا رہا تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ان کے جنگجوؤں کو قتل کر ڈالا اور ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنا لیا۔ اسی غزوہ میں آپ کو سیدہ جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا حاصل ہوئیں۔“

سیدنا سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۱۱۰۲] «أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَعَزَّوْنَا نَاسًا مِّنَ الْمُشْرِكِينَ فَبَيَّتْنَهُمْ نَقَتْنَاهُمْ - وَكَانَ شِعَارُ نَا تِلْكَ اللَّيْلَةِ ”أَمْتُ أُمْتُ“ ، قَالَ سَلَمَةُ فَقَتَلْتُ بِيَدَيَّ تِلْكَ اللَّيْلَةَ سَبْعَةَ أَهْلِ أَبْيَاتٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ ۱۵»
 ”رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ایک چھوٹے لشکر کا امیر مقرر فرمایا۔ چنانچہ ہم نے مشرکین کے ایک گروہ سے جنگ کی اور ان پر شب خون مار کر انہیں قتل کر ڈالا۔ اس رات ہمارا شعار (باہمی تعارف کی علامت یعنی سرُّ اللیل) ”أَمْتُ أُمْتُ“ (مارو مارو) تھا۔ سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ”میں نے اپنے ہاتھ سے اس رات سات گھر والوں کو قتل کیا۔“

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا:

① رسول اللہ ﷺ کا عام طور پر جنگی اصول یہی تھا کہ آپ کسی قوم پر بے خبری کی حالت میں بلا اطلاع اور بلا اعلان جنگ حملہ نہ کرتے تھے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی

صحیح البخاری = کتاب العتق: باب من مَلَكَ مِنَ الْعَرَبِ رَقِيْقًا فَوَهَبَ وَ بَاعَ وَ جَامَعَ وَ قَذَى وَ سَبَى الذَّرِيَّةَ ، الحديث:

+۲۴۰۳ صحیح مسلم = کتاب الجہاد والسير: باب جواز الإغارة عَلَى الْكُفَّارِ الَّذِينَ بَلَغَتْهُمْ دَعْوَةُ الْإِسْلَامِ ، الحديث:

+۱۷۳۰ صحیح ابی داؤد = کتاب الجہاد: باب فِي دُعَاءِ الْمُشْرِكِينَ ، الحديث: +۲۲۹۲ نیل الأوطار: +۵/۸ ابن

ہشام: +۲۸۹/۲ مسند احمد ، الحديث: +۴۸۵۷/۴۸۷۵۰ بشرح احمد شاکر

صحیح ابی داؤد = کتاب الجہاد: باب فِي الْبَيَاتِ ، الحديث: +۲۲۹۷ صحیح ابن ماجہ = کتاب الجہاد: باب الْغَارَةِ

وَالْبَيَاتِ وَ قَتْلُ النَّسَاءِ وَالصِّبَا ، الحديث: +۲۲۹۲۔ اگرچہ کہ امام احمد رحمہ اللہ اور امام زبیر رضی اللہ عنہما نے بھی روایت کیا ہے

بخاری اور مسلم کی درج ذیل صحیح حدیث اس کی واضح دلیل ہے:

[۱۱۰۳] «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى خَيْبَرَ لَيْلًا وَكَانَ إِذَا أَتَى قَوْمًا لَيْلًا لَمْ يُقْرِبْهُمْ حَتَّى يُصْبِحَ فَلَمَّا أَصْبَحَ خَرَجَتِ الْيَهُودُ بِمَسَاجِيهِمْ وَ مَكَاتِلِهِمْ - فَلَمَّا رَأَوْهُ قَالُوا مُحَمَّدٌ وَاللَّهِ ، مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيسُ - فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((اللَّهُ أَكْبَرُ! خَرَبْتُ خَيْبَرَ إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ)) ۱۷

”رسول اللہ ﷺ رات کے وقت وادی خیبر میں وارد ہوئے اور آپ ﷺ جب رات کو کسی قوم کے پاس پہنچتے تو صبح ہونے سے قبل ان کے قریب نہ جاتے تھے۔ چنانچہ جب صبح روشن ہو گئی اور خیبر کے یہودی اپنے زرعی آلات (ہلوں اور سہاگوں) کے ہمراہ باہر نکلے تو آپ ﷺ کو دیکھتے ہی پکار اٹھے: یہ تو محمد ﷺ ہیں اللہ کی قسم یہ محمد ﷺ ہیں۔ لشکر سمیت آچکے ہیں۔ اس موقع پر نبی کریم ﷺ نے نعرہ تکبیر بلند کیا: ”اللَّهُ أَكْبَرُ“ اور خوشخبری سنائی۔ خیبر برباد ہو چکا ہے۔ ہم جب کسی قوم کے صحن میں اترتے ہیں تو ڈرائے گئے لوگوں کی صبح نہایت بری ہوتی ہے۔“

۲) نبی ﷺ اسلامی شعائر کے اظہار میں ظاہری حالت پر مکمل اعتماد فرماتے اور جہادی قافلوں اور لشکروں کے امیروں کو اس پر عمل کی خاص طور پر وصیت کرتے۔ جیسا کہ درج ذیل دو احادیث سے واضح ہوتا ہے:

(i) [۱۱۰۴] «كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا غَزَا قَوْمًا لَمْ يُغِرْ حَتَّى يُصْبِحَ - فَإِنْ سَمِعَ أَذَانًا أَمْسَكَ وَإِنْ لَمْ يَسْمَعْ أَذَانًا أَغَارَ بَعْدَ مَا يُصْبِحُ» ۱۸

”رسول اللہ ﷺ جب کسی قوم کی طرف جہاد کے لیے جاتے تو صبح سے قبل حملہ آور نہ ہوتے۔ پھر اگر اذان کی آواز سن لیتے تو حملہ کرنے سے باز رہتے وگرنہ صبح کے بعد حملہ کر دیتے۔“

(ii) [۱۱۰۵] «كَانَ إِذَا بَعَثَ جَيْشًا أَوْ سَرِيَّةً يَقُولُ لَهُمْ إِذَا رَأَيْتُمْ مَسْجِدًا أَوْ سَمِعْتُمْ مُؤَذِّنًا فَلَا تَقْتُلُوا أَحَدًا» ۱۹

۱۷ تخریج کے لیے دیکھئے الرِّقْم المسلسل: ۸۲۴

۱۸ صحیح البخاری = کتاب الجہاد : باب دَعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْإِسْلَامِ وَالنُّبُوَّةِ وَ أَنَّ لَا يَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ ، الحديث : ۲۷۸۴ - اس حدیث کو امام احمد رحمہ اللہ نے بھی منہ احمد میں روایت کیا ہے۔

۱۹ سنن الترمذی = أبواب السَّيْرِ : باب مَا جَاءَ فِي الدَّعْوَةِ قَبْلَ الْقِتَالِ ، بَابٌ وَهُوَ - اس حدیث کو امام ترمذی نے حسن قرار دیا ہے جبکہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ دیکھئے ضعیف السنن الترمذی ، الحديث : ۲۶۷ + ضعیف أبی داؤد ، الحديث

”رسول اللہ ﷺ جب کوئی بڑا لشکر یا چھوٹا لشکر روانہ کرتے تو ان کو وصیت کرتے کہ جب تم کوئی مسجد دیکھ لو یا مؤذن کی آواز سن لو تو وہاں کسی کو مت قتل کرو۔“

(۳) جب دشمن مکار اور دغا باز ہو اور اس کے ظلم و زیادتی اور مکر و فریب سے مستقبل میں امن و سلامتی کو خطرات لاحق ہوں یا وہ اپنی دیسہ کاریوں، فریب کاریوں اور درپردہ سازشوں سے جبر و تشدد کا بازار گرم کیے ہوئے ہو تو ان خصوصی حالات کے تقاضوں اور مصلحتوں کی بناء پر آپ ﷺ نے چھاپہ مار کارروائیاں کی ہیں اور شب خون مارے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ان نتیجہ خیز اور تباہ کن جنگی طریقوں کو بھی استعمال فرمایا اور ان سے بھرپور فائدہ اٹھایا ہے۔ واضح ہو کہ بنی مصطلق قبیلہ کا سردار حارث بن ابی ضرار مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کے لیے بالکل تیار بیٹھا تھا اور اس سے قبل بھی خلاف اسلام سازشوں کا جال بچھا چکا تھا۔ لہذا وہ اور اس کی قوم اپنے ہی برے اعمال کی سزا پا کر کیفر کردار کو پہنچے۔

جمہور علماء اسلام کے موقف کے مطابق مندرجہ بالا تفصیل کے مطابق اچانک حملے اور شب خون کارروائیاں نہ صرف جائز بلکہ مفید ترین حربی تدابیر اور جہادی سنتیں ہیں۔^{۱۹} امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حدیث رسول ﷺ کے ان الفاظ ”آپ ﷺ صبح سے قبل حملہ نہ کرتے تھے۔“^{۲۰} میں رات یا دن کو حملہ آور ہونے کی ممانعت کا کوئی مفہوم موجود نہیں ہے۔ اس کا صاف معنی یہ ہے کہ آپ صبح کا انتظار اس لیے فرماتے کہ مجاہدین خوب بصیرت کے ساتھ جنگ کر سکیں۔ ان پر کسی دشمن کی کمین گاہ سے لاشعوری میں حملہ نہ ہو سکے، بے خبری کے عالم اور اندھیرے میں دونوں لشکروں کے خلط ملط ہونے کی بناء پر مسلمان آپس میں ہی ایک دوسرے کو نہ مار ڈالیں۔

رسول اللہ ﷺ کا قبیلہ بنی مصطلق پر ان کی بے خبری میں حملہ آور ہونا اور نبی ﷺ کی زندگی میں ہی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قیادت میں قبیلہ بنی ہوازن پر شب خون مارنا یہ دونوں واقعات امام شافعی رحمہ اللہ کے موقف کو تقویت پہنچاتے ہیں۔ بالخصوص ہمارے زمانے کا مکار، عیار

۱۹ ملاحظہ ہو سنن الترمذی: أبواب السیر : باب مَا جَاءَ فِي الدَّعْوَةِ قَبْلَ الْقِتَالِ + فتح الباری: ۶/ ۴۸۷، ۴۸۸ + شرح

النووی: ۸۴/۲ + معالم السنن: ۳/ ۴۳۲ + سبل السلام: ۴/ ۹۰ + نیل الأوطار: ۷/ ۲۶۰

۲۰ تخریج کے لیے دیکھئے الرقم المسلسل: ۱۱۰۴

اور دسیسہ کار دشمن تو اسی جنگی سلوک کے لائق ہے اور یہی حربہ اسے مغلوب کرنے کے لیے زیادہ فائدہ مند ثابت ہو سکتا ہے۔^{۲۱}

⑤ غزوہ بنی مصطلق کے واقعہ^{۲۲} اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث^{۲۳} سے ثابت ہوتا ہے کہ عورتوں و بچوں وغیرہ کو جان بوجھ کر قتل کرنا ناجائز ہے۔ بشرطیکہ وہ خود جنگجو نہ ہوں۔ لیکن اچانک حملے اور شب خون کا رروائیوں کے درمیان بلا ارادہ ان کے قتل ہو جانے میں کوئی قباحت نہیں۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان کہ ”وہ ان میں سے ہیں“^{۲۴} اس بات کی واضح اور کھلی دلیل ہے۔“^{۲۵}

⑥ مذکورہ بالا احادیث سے یہ بھی استدلال کیا جاتا ہے کہ جنگ کا آغاز کرنے سے قبل نئے سرے سے دعوت دینا غیر ضروری ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ عربی قیدیوں کو غلام بنانا جائز ہے۔ کیونکہ بنی مصطلق اور بنی ہوازن عرب قبائل سے تھے۔ جمہور علماء کا یہی موقف ہے۔ امام مالک، انکے ساتھیوں، امام ابو حنیفہ اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہم کا بھی یہی موقف ہے۔^{۲۶}

⑦ نبی کریم ﷺ کی مندرجہ بالا احادیث اللہ کے درج ذیل فرمان کی روشن تفسیر ہیں:

[۱۱۰۶] ﴿فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَأَحْصُرُوهُمْ وَأَقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصِدٍ ۚ فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ [التَّوْبَةُ=۹:۵]

” (عہد اور امان کے مہینے پورے ہو جائیں تو) مشرکین کو جہاں بھی پاؤ قتل کر ڈالو، ان کو قیدی بناؤ، ان کا محاصرہ کرو اور ان کے لیے ہر کمین گاہ میں بیٹھو۔ پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور

۲۱ معالم السنن للخطابی: ۳/۴۳۲ (الحديث: ۲۵۱۹)

۲۲ تخریج کے لیے دیکھئے الرِّقْم المسلسل: ۱۱۰۱

۲۳ تخریج کے لیے دیکھئے الرِّقْم المسلسل: ۱۰۹۳

۲۴ تخریج کے لیے دیکھئے الرِّقْم المسلسل: ۱۰۹۹

۲۵ شرح النووی: ۲/۸۴ + معالم السنن: ۳/۴۳۲ + نیل الأوطار: ۷/۲۶۱، ۲۶۲

۲۶ فتح الباری: ۶/۹۵ + سنن السلام: ۴/۹۰

نماز قائم کر کے زکوٰۃ ادا کرنے لگیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو یقیناً اللہ بڑا بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے۔)

غور کیجئے کہ یہ تنہا آیت، جہاد کے اغراض و مقاصد اور اس کے تمام ممکن طریقوں کو کس طرح واضح کرتی ہے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد مسلمانوں کے حقوق کا احترام کرنے اور ان کے درپردہ معاملات کو اللہ کے سپرد کرنے کی ہدایات کا بہترین مجموعہ ہے۔

۳۔ مثلہ کرنے، آگ لگانے اور تباہی مچانے کی ممانعت:

عہد جاہلیت کی قومی اور لسانی جنگوں میں انتقام کے جوش اور غیض و غضب کی آگ ٹھنڈی کرنے کے لیے دشمن کی بے حس و حرکت لاشوں کا مثلہ کرنا، ان کے اعضاء کاٹ کر انہیں ناقابل شناخت بنا ڈالنا۔ مردہ دشمنوں کے کلیجے چبا ڈالنا، حتیٰ کہ احترام آدمیت کی تمام مسلمہ اقدار کو بالائے طاق رکھ دینا، معمول کی ایک عام کارروائی تھی۔ بلکہ فخر و غرور کے اظہار کا مقبول ترین طریقہ تھا۔ جیسا کہ ہم آئندہ صفحات میں اسلامی جہاد اور قومی جنگوں کا موازنہ کرتے ہوئے اس کو دلائل کے ساتھ بیان کریں گے۔

اسی طرح زندہ دشمن کی زخموں سے چور اور قریب المرگ لاشوں کو نذر آتش کر ڈالنا بھی جاہلیت کے جنگی قواعد و ضوابط میں سے ایک مکروہ ترین اور قبیح ترین جنگی قاعدہ و ضابطہ تھا۔ باوجودیکہ وہ انتقامی کارروائیوں کا لازمی حصہ تھا۔ لیکن رحمۃ للعالمین اور مشفق و مہربان رسول جناب محمد ﷺ نے مذکورہ بالا غیر انسانی اور بدترین آداب جنگ کے کلی طور پر خاتمے کا اعلان کیا۔ جہاد اسلامی کو اس کے اصل مقاصد اور تقاضوں کے مطابق مذکورہ بالا اور ان جیسے تمام ظالمانہ اور وحشیانہ جنگی قواعد سے پاک فرمایا۔ مثلہ کرنے، انسانوں اور حیوانوں کو نذر آتش کرنے کے متعلق آپ ﷺ کے احکامات ملاحظہ ہوں۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۱۱۰۷] «بَعَثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْثٍ فَقَالَ إِنَّ وَجَدْتُمْ فَلَانًا وَ فَلَانًا فَاحْرِقُوهُمَا بِالنَّارِ۔ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ أَرَدْنَا الْخُرُوجَ: «إِنِّي أَمَرْتُكُمْ أَنْ تَحْرِقُوا فَلَانًا وَ فَلَانًا۔ وَ إِنَّ النَّارَ لَا يُعَذِّبُ بِهَا إِلَّا اللَّهُ فَإِنْ

وَجَدْتُمُوهُمَا فَاقْتُلُوهُمَا ۝۲۸

”ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ایک جہادی قافلہ میں روانہ فرمایا اور حکم دیا کہ ”اگر تم فلاں، فلاں کو پالو تو انہیں آگ سے جلا ڈالنا۔ پھر ہم روانہ ہونے لگے تو ارشاد فرمایا: ”میں نے تمہیں حکم دیا تھا کہ فلاں فلاں شخص کو آگ سے جلا ڈالنا“ (مگر اب نیا حکم سنو) اللہ کے سوا آگ کے ساتھ عذاب دینے کا کوئی شخص حق نہیں رکھتا۔ لہذا اگر تم ان دونوں کو پالو تو انہیں قتل کر ڈالنا۔“

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

[۱۱۰۸] «أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَرَّقَ قَوْمًا فَلَبَّغَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ: لَوْ كُنْتُ أَنَا لَمْ أَحْرِقْهُمْ لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا تُعَذِّبُوا بِعَذَابِ اللَّهِ» وَلَقَتَلْتَهُمْ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ بَدَّلَ دَيْنَهُ فَاقْتُلُوهُ» ۝۲۹

”جب سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے (مرتدین کی) ایک جماعت کو آگ میں جلا ڈالا۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ رضی اللہ عنہما نے فرمایا اگر میں (مسند اقتدار پر فائز) ہوتا تو انہیں آگ میں نہ جلاتا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: ”اللہ کے عذاب (آگ) کے ساتھ کسی کو سزا نہ دو۔“ البتہ میں انہیں قتل کر ڈالتا۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ”جو شخص اپنا دین (اسلام) بدل لے اسے قتل کر ڈالو۔“

جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کی اطلاع ملی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”وہ سچ کہتے ہیں۔“ ۲۹

چنانچہ مذکورہ بالا صحیح احادیث کے مطابق علماء کرام کا یہی موقف ہے کہ انسانوں بلکہ حیوانوں کو بھی اپنے ارادے اور اختیار کے ساتھ نذر آتش کرنا حرام ہے۔ الا یہ کہ کوئی مجبوری پیدا

۲۷ صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب لا یُعَذَّبُ بِعَذَابِ اللَّهِ، الحدیث: ۲۸۵۳ + صحیح ابی داؤد = کتاب الجہاد: باب فی کراہیۃ حرق العدو بالنار، الحدیث: ۲۳۲۷۔ اس حدیث کو امام نسائی، امام ترمذی اور امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہم نے بھی روایت کیا ہے۔

۲۸ صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب لا یُعَذَّبُ بِعَذَابِ اللَّهِ، الحدیث: ۲۸۵۴ + صحیح ابی داؤد = کتاب الحدود: باب الحكم فیمن ارتد، الحدیث: ۳۶۵۷ + صحیح الترمذی = أبواب الحدود: باب فی المرتد، الحدیث: ۱۱۷۹ + صحیح ابن ماجہ = کتاب الحدود: باب المرتد عن دینہ، الحدیث: ۲۰۵۴

۲۹ ملاحظہ ہو، صحیح الترمذی = أبواب الحدود: باب فی المرتد۔ الحدیث: ۱۱۷۹

ہو جائے۔ مثلاً دشمن قلعہ بند ہے یا میدان جنگ میں مد مقابل موجود ہے۔ تو اس کو کمزور، ناتواں اور مغلوب کرنے کے لیے ہر قسم کے اسلحہ کا استعمال جائز ہے۔ ہاں جب وہ اپنے قابو میں ہو اور اسے ارادہ اور پورے اختیار کے ساتھ قتل کرنا ہو تو آگ کا استعمال ناجائز ہے۔^{۳۰}

خلق عظیم کا فقید المثل مظاہرہ:

مثلاً کرنے کے متعلق مروی احادیث صحیح، مشہور اور متواتر ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا غزوات میں ذاتی عمل اس کی حرمت کی واضح اور بین دلیل ہے۔ سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

[۱۱۰۹] « لَا تَغْلُوا وَلَا تَغْدِرُوا وَلَا تُمَثِّلُوا »^{۳۱}

”مال غنیمت میں خیانت نہ کرو، عہد میں غداری نہ کرو اور لاشوں کا مشلہ مت بناؤ۔“

احترام انسانیت کا یہ بے مثال مظاہرہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ بدر کے اختتام پر ایک زبردست، غالب، فاتح اور سپہ سالار ہوتے ہوئے بھی کیا۔ آپ ﷺ نے اپنے شقی القلب دشمنوں کے ساتھ جو حسن سلوک فرمایا، صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کو یوں بیان کیا ہے:

[۱۱۱۰] « أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ يَوْمَ الْبَدْرِ بِأَرْبَعَةٍ وَعِشْرَيْنَ رَجُلًا مِنْ صَنَادِيدِ قُرَيْشٍ فَقَدِفُوا فِي طَوِيٍّ مِنْ أَطْوَأِ بَدْرِ حَبِيبٍ »^{۳۲}

”نبی کریم ﷺ نے غزوہ بدر کے روز چوبیس (۲۴) قریشی سرداروں کی لاشوں کو میدان بدر کے کسی رذیل اور خبیث گڑھے میں پھینک دینے کا حکم صادر فرمایا۔“

جس پر عمل درآمد کیا گیا (تاکہ وہ پیوند خاک ہو جائیں اور خونخوار درندوں کے لیے ترنوالہ نہ بنیں)۔ کائنات ایسے کسی مہربان، شفیق، فاتح اور جرنیل کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ جس نے اپنے خون کے پیاسوں، تیرہ (۱۳) سال تک عرصہ حیات تنگ کرنے والوں، شہداء اسلام کے خونی دشمنوں اور سنگدل انسان نما درندوں، شہداء کی پاکیزہ میتوں کے حلیے بگاڑنے

۳۰ ملاحظہ ہو معالم السنن: ۴/۱۰۵، ۱۶ + فتح الباری: ۶/۴۹۱ + سنن الترمذی = أبواب الحدود: باب ما جاء في المرتدة

۳۱ تخریج کے لیے دیکھئے الرقم المسلسل: ۵۲

۳۲ صحيح البخاری = كتاب المغازی: باب قتل أبي جهل، الحديث: ۳۷۵۷ + صحيح مسلم = كتاب الجنة و صفة نعيمها

وَأَهْلًا: باب عَرْضِ مَقْعِدِ الْمَيْتِ مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ عَلَيْهِ وَافْتَاتِ عَذَابِ الْقَبْرِ وَالتَّعَوُّنُ مِنْهُ، الحديث: ۲۸۷۵

Free downloading facility of Videos, Audios & Books for DAWAH purpose only; From Islamic Research Centre Rawalpindi

والوں اور اپنے بے رحم مخالفین کی لاشوں کے ساتھ انسانی احترام و تکریم کا ایسا حسن سلوک روا رکھا ہو۔ (اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَأَزْوَاجِهِ أَجْمَعِينَ)

۴۔ مکانات اور فصلوں کو تباہ کرنا اور نذر آتش کرنا:

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

[۱۱۱۱] «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرَّقَ نَخْلَ بَنِي النَّضِيرِ وَقَطَعَ وَهِيَ الْبُيُوتُ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى ﴿مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لَيْنَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَى أُصُولِهَا فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيُخْزِيَ الْفَاسِقِينَ﴾ [الحشر: ۵۹: ۵۹]» ۳۳

”نبی ﷺ نے قبیلہ بنی نضیر کے یہودیوں کے کھجوروں کے درختوں کو نذر آتش کیا اور اس کے درخت کاٹے جو مقام ”بوبرہ“ میں واقع تھے۔ تو اسی موقع پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحشر میں یہ آیت نازل فرمائی: ”تم نے بنی نضیر کے جو کھجور کے درخت کاٹ ڈالے ہیں یا ان کو ان کی جڑوں پر کھڑا چھوڑ دیا ہے تو یہ سب اللہ کے حکم سے تھا۔ تاکہ اللہ نافرمانوں کو ذلیل و خوار کر دے۔“

سیدنا جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ارشاد فرمایا:

[۱۱۱۲] «أَلَا تَرِيحُنِي مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ؟» فَقُلْتُ: بَلَى - قَالَ: فَانْطَلَقْتُ فِيْ خَمْسِينَ وَمِائَةِ فَارِسٍ مِنْ أَحْمَسَ وَكَانُوا أَصْحَابَ خَيْلٍ..... وَكَانَ ذُو الْخَلَصَةِ بَيْنَا بِالْيَمَنِ لِحَنَعَمَ وَبَجِيلَةَ فِيْهِ نُصُبٌ تُعْبَدُ - يُقَالُ لَهُ ”الْكُعْبَةُ“ - قَالَ فَاتَانَاهَا فَحَرَّقَهَا بِالنَّارِ وَكَسَرَهَا..... ثُمَّ بَعَثَ جَرِيرٌ رَجُلًا مِنْ أَحْمَسَ يُكْنَى أَبَا أَرْطَاةَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَشِّرُهُ بِذَلِكَ - فَلَمَّا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا جِئْتُ حَتَّى تَرَكْتُهَا كَانَتْهَا جَمَلٌ أَجْرُبُ - قَالَ فَبَرِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى خَيْلٍ أَحْمَسَ وَرَجَالِهَا خَمْسَ مَرَّاتٍ ۳۴

”کیا تم مجھے ”ذوالخلصہ“ نامی بت خانہ کے بارے میں راحت نہیں پہنچاؤ گے؟ سیدنا

۳۳ صحیح البخاری = کتاب التفسیر / تفسیر سورۃ الحشر: باب ﴿مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لَيْنَةٍ﴾ ، الحدیث: ۴۶۰۲ + صحیح

مسلم = کتاب الجہاد والسیر: باب جواز قطع أشجار الکفار وتحريقها ، الحدیث: ۱۷۴۶

۳۴ صحیح البخاری = کتاب المغازی: باب غزوة ذي الخلفة ، الحدیث: ۴۰۹۹ + صحیح مسلم = کتاب فضائل الصحابة:

باب من فضائل جرير بن عبد الله رضي الله عنه ، الحدیث: ۲۴۷۶

جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے عرض کیا: کیوں نہیں؟ پھر میں قبیلہ 'احمس' کے ڈیڑھ سو (۱۵۰) شہسواروں کو ہمراہ لے کر چل پڑا، جو گھوڑوں پر سوار تھے..... قبیلہ 'خشم' اور قبیلہ 'بحیلہ' کا یمن میں ایک بت خانہ تھا جس کو "ذوالخلصہ" کہا جاتا تھا۔ جس میں بہت سے بت موجود تھے اور ان کی پرستش کی جاتی تھی۔ اس بت خانہ کو (یمنی) "کعبہ" کے نام سے بھی یاد کیا جاتا تھا۔ چنانچہ سیدنا جریر رضی اللہ عنہ نے وہاں پہنچ کر بت نذر آتش کیا اور توڑ پھوڑ ڈالا..... سیدنا جریر رضی اللہ عنہ نے وہاں سے ایک آدمی کو روانہ کیا۔ جو قبیلہ 'احمس' سے تعلق رکھتا تھا اور اس کی کنیت ابوارطاة تھی۔ اس آدمی کو اس غرض سے روانہ کیا کہ وہ آپ کو اس معاملے کی خوشخبری سنائیں۔ جب وہ نبی ﷺ کے پاس آیا تو اس نے آ کر بتایا: یا رسول اللہ! اس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! میں واپس نہیں لوٹا جب تک کہ میں نے اس بت خانہ کو خارش اونیٹ کی طرح (بے نام و نشان) نہیں کر ڈالا۔ چنانچہ نبی ﷺ نے قبیلہ 'احمس' کے شہسواروں اور پیادوں کے لیے پانچ مرتبہ خیر و برکت کی دعا فرمائی۔

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

[۱۱۱۳] « اَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهَدَ إِلَيْهِ فَقَالَ : اغْرِ عَلَى ابْنِي صَبَاحًا وَحَرِّقْ » ۳۵

”سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ نے عہد لیا (یعنی حکم دیا) کہ تم ”ابنی“ نامی بستی میں صبح کے وقت جا کر حملہ کرو اور اسے نذر آتش کر ڈالو۔ (ابنی مقام پر کفار کی کھجوروں کا ایک باغ تھا۔)

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا:

① سورة الحشر کی مذکورہ بالا آیت اور مندرجہ بالا صحیح احادیث سے وضاحت کے ساتھ معلوم ہوتا ہے کہ دشمن اسلام کے مکانون، رہائش گاہوں، باغوں اور کھیتوں کو بالخصوص جو شرک کے مراکز ہوں، انہیں نذر آتش کرنا اور مسمار کر دینا جہاد کا حصہ اور اللہ کے حکم کے عین مطابق ہے اور اس پر عمل نہ صرف جائز بلکہ بعض اوقات دشمن کو عاجز، کمزور، اور مغلوب

۳۵ سنن أبی داؤد = کتاب الجہاد: باب فی الحرق فی بلاد العدو + سنن ابن ماجہ کتاب الجہاد: باب التحریق بأرض العدو۔

اس حدیث کو شیخ البانی رحمہ اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے ضعیف أبی داؤد، الحدیث: ۵۶۶۲ + ضعیف ابن ماجہ، الحدیث: ۶۲۴

Free downloading facility of Videos, Audios & Books for DAWAH purpose only; From Islamic Research Centre Rawalpindi

کرنے کے لئے واجب ٹھہرتا ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”اور جو تم نے درخت کاٹے یا جڑوں پر کھڑے رہنے دیئے وہ اللہ کے حکم سے تھا تاکہ وہ فاسقوں کو ذلیل اور رسوا کرے۔“ [الحشر=۵:۵۹]

۲) اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے سیدنا جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے یہ سوال کیا تھا: ”کیا آپ مجھے ”ذوالخلصہ“ نامی بت خانہ کو گرا کر راحت نہیں پہنچاؤ گے؟“ ۳۱

۳) تاہم بلا ضرورت تباہی مچانا اور آگ لگانا درست نہیں۔ کیونکہ یہ مال کو خراب کرنا اور مستقبل میں امت محمدیہ کی متوقع مصلحتوں کے حق میں نہایت ضرر رساں ہے۔ لہذا دشمن کو عاجز کرنے اور ہلاک کرنے کی کوئی جنگی ضرورت درپیش نہ ہو تو ایسی عمارات اور املاک کو نقصان پہنچانے سے گریز کیا جائے۔ جیسا کہ سورہ حشر میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”اور جن درختوں کو تم نے تنوں پر کھڑا رہنے دیا یعنی انہیں کاٹنے سے گریز کیا تو یہ بھی اللہ کے حکم کے مطابق تھا۔“ [الحشر=۵:۵۹] کیونکہ انہیں کاٹنے کی کوئی ضرورت درپیش نہیں تھی۔

۴) اکثر علماء اسلام کا موقف مذکورہ بالا تشریح کے مطابق ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ سنن ترمذی میں اور امام خطابی رحمہ اللہ معالم السنن میں رقمطراز ہیں۔ (جس کا خلاصہ یہ ہے کہ) ضرورت و حاجت کے وقت تمام اہل علم کے نزدیک درخت وغیرہ برباد کرنے اور جلا ڈالنے کا مذکورہ عمل جائز بلکہ امام اسحاق کے بقول آگ لگانا سنت ہے۔ مگر اس وقت جب دشمن کو زیر دست کرنے کا موجب بنتا ہو۔ امام شافعی رحمہ اللہ احمد رحمہ اللہ و امام مالک رحمہ اللہ اور اہل الرائے کا بھی یہی قول ہے۔ تاہم بلا ضرورت و حاجت اس کو مکروہ ہی سمجھا گیا ہے۔ ۳۲ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف لشکر روانہ کرتے ہوئے امیر لشکر کو درج ذیل دس (۱۰) نصیحتیں فرمائیں:

[۱۱۱۴] « (۱) لَا تَقْتُلَنَّ امْرَأَةً (۲) وَلَا صَبِيًّا (۳) وَلَا كَبِيرًا هَرِمًا (۴) وَلَا تَقْطَعَنَّ

شَجَرًا مُثْمِرًا (۵) وَلَا تَخْرِبَنَّ عَامِرًا (۶) وَلَا تَعْقِرَنَّ شَاةً وَلَا بَعِيرًا إِلَّا لِمَا كَلِبِهِ (۷) وَلَا

۳۲ ملاحظہ ہو سنن أبی داؤد = کتاب الجہاد : باب فی الحرق فی بلاد العدو۔

۳۳ ملاحظہ ہو سنن الترمذی = أبواب السیر : باب فی البیات والغارات + معالم السنن ۳/ ۴۱۹-۴۲۰

Free downloading facility of Videos, Audios & Books for DAWAH purpose only, From Islamic Research Centre Rawalpindi

تُحَرِّقَنَّ نَحْلًا (۸) وَلَا تُغْرِقَنَّهٗ (۹) وَلَا تَغْلُلْ (۱۰) وَلَا تَجْنُبَنَّ (۱۱)

۱ کسی عورت کو قتل نہ کرنا۔ ۲ کسی بچے کو قتل نہ کرنا۔

۳ کسی بہت بوڑھے کو قتل نہ کرنا۔ ۴ کسی پھل دار درخت کو نہ کاٹنا۔

۵ کسی عمارت کو برباد نہ کرنا۔ ۶ کسی اونٹ یا بکری کو کھانے کی غرض کے سوا نہ کاٹنا۔

۷ کھجوروں کے کسی باغ کو آگ نہ لگانا۔ ۸ نہ اسے پانی میں غرق کرنا۔

۹ خیانت نہ کرنا۔ ۱۰ بزدلی اختیار نہ کرنا۔

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان دس نصیحتوں میں جو درختوں کو کاٹنے سے منع کیا ہے تو یہ بلا ضرورت و حاجت کی صورت پر محمول ہے۔ وگرنہ صحابی کا قول کتاب اللہ کی نص اور رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں حجت نہیں۔ ویسے بھی صحابی کے قول کو قرآن و سنت کے مقابلے میں پیش کرنا۔ استدلال کے بنیادی اصولوں کے بھی خلاف ہے۔ ۱۱

جنگ کے خصوصی آداب:

چونکہ اسلام تمام عالم انسانی کے لئے ہدایت کا داعی و علمبردار ہے۔ امت مسلمہ کو اللہ کی طرف سے اس ہدایت کی بین الاقوامی طور پر تبلیغ و دعوت کا فریضہ سونپا گیا ہے۔ امت محمدیہ کے لئے بہترین امت ہونے کا اعزاز ہی اس لئے دیا گیا ہے کہ یہ لوگوں کو نیکی کا حکم کرتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں۔ جہاد فی سبیل اللہ فریضہ دعوت کی ادائیگی اور تکمیل کا ہی ایک اہم مرحلہ ہے۔ لہذا اس اہم ہدف کے حصول کے لئے اسلام نے میدان جنگ کے حالات کیلئے بھی چند قواعد اور اصول مقرر کئے ہیں۔ تاکہ جنگ کا دائرہ کار اپنے اچھے مقاصد تک ہی محدود ہو اور مقصد کے حصول کے بغیر اس عملِ جراحی یعنی آپریشن کو ختم نہ کیا جائے۔ یا اس جہاد کو اس کی ضد یعنی فساد میں تبدیل نہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۱۱۵] ﴿فَلَاتِهِنُوا وَ تَدْعُوا إِلَى السَّلَامِ ۖ وَ أَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ ۖ وَاللَّهُ مَعَكُمْ وَلَنْ

يَبْرِكُمْ أَعْمَالَكُمْ ۝﴾ [محمد=۴۷:۳۵]

”(تو اے مسلمانو! قتال میں) سستی نہ کرو اور اپنی طرف سے صلح کی دعوت نہ دو اور تم ہی

غالب رہو گے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے۔ وہ ہرگز تمہارے اعمال میں کوئی کمی نہیں کرے گا۔“

۲۸ مؤطاً امام مالك = كتاب الجهاد : باب النهي عن قتل النساء والولدان في الغزو

لہذا مندرجہ بالا آیت اور دیگر آیات کی رو سے مجاہدین اسلام کو درج ذیل خصوصی آداب سکھائے گئے:

جب کفار کے ساتھ جنگ برپا ہو تو صبر و استقلال سے مقابلہ کرتے رہو اور اپنی طرف سے صلح کی پیش کش نہ کرو کیونکہ صلح کی دعوت بزدلی، کمزوری اور ناتوانی پر محمول ہوگی۔ البتہ مخالف اگر صلح کی درخواست کریں تو اسے قبول کر سکتے ہو۔ ملاحظہ ہو سورۃ الانفال آیت: ۶۱۔ گویا صلح کی دعوت سے ممانعت اور صلح کی درخواست قبول کرنے کا حکم دو الگ الگ اور مختلف معاملے ہیں اور مختلف حالات کے اعتبار سے ہیں۔ ان میں کوئی بھی ناخ یا منسوخ نہیں۔ ۱

آخر کار غالب رہنے، اللہ کے ساتھ ہونے اور مدد کرنے کا وعدہ ایمان پر قائم رہنے کے ساتھ مشروط ہے۔ یعنی اللہ پر اپنا یقین اور اعتماد مکمل رکھو تمہارے ایمان میں کوئی ڈگمگاہٹ، جھول اور کمزوری پیدا نہ ہو تو پھر اللہ کی نصرت اور مدد کے ساتھ غلبہ تمہارا مقدر ہوگا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۱۱۶] ﴿فَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝﴾ [آل عمران = ۳: ۱۳۹]

”نہ سست پڑو، نہ غم کرو، اگر تم مومن ہو تو تم ہی غالب ہو؟۔“

بزدلی، سستی، پست ہمتی اور نقصانات کا غم جیسی چیزیں حالت جنگ میں فتح و نصرت سے محروم اور مقاصد جہاد سے دور کر دینے کے اسباب ہیں۔

غزوہ بدر میں مجاہدین اسلام (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کو دشمن سے لڑنے کا طریقہ سکھاتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

[۱۱۱۷] ﴿..... فَاصْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاصْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ۝ ذَالِكُمْ بِأَنَّهُمْ

شَاقُّوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۝.....﴾ [الأنفال = ۸: ۱۳۰، ۱۳۱]

”..... (کفار) کی گردنوں پر مارو اور ان کے ہر جوڑ اور پور پر مارو۔ کیونکہ انہوں نے اللہ

اور اس کے رسول کے ساتھ محاذ آرائی کی ہے۔.....“

عین حالت جنگ میں بھی کافر اگر اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دے تو مقصد جہاد حاصل ہو جانے کی وجہ سے فوراً ہاتھ روک لینے کا حکم دیا گیا۔ بلکہ اسلام کے اظہار کے بعد اعتماد

نہ کرنے اور دست درازی کرنے پر سخت ڈانٹ پلائی گئی۔^۴

⑥

شہادت یا گرفتاری: اس موضوع پر صحیح بخاری اور سنن ابوداؤد وغیرہ میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ کا ایمان افروز واقعہ اصل دلیل ہے۔ جس میں رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کی امارت میں دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کو کفار کی جاسوسی کے لئے روانہ فرمایا تھا۔ سفر کے دوران قبیلہ بنو ندیل کے کافروں کے ایک سو (۱۰۰) پیادہ تیر اندازوں کے ساتھ ان کا ٹکڑاؤ ہو گیا۔ چنانچہ کفار کی طرف نے امن و امان کے وعدہ پر گرفتاری پیش کر دینے کی تجویز پر امیر جماعت سیدنا عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ نے جواباً اعلان فرمایا: [۱۱۸] ”اَمَّا اَنَا فَلَا اَنْزِلُ فِيْ ذِمَّةِ كَافِرٍ“ ”میں کسی طور کافر کا عہد و امان قبول نہیں کرتا۔“

چنانچہ عاصم رضی اللہ عنہ سمیت سات صحابہ کو دشمنوں نے تیروں کا نشانہ بنا کر موقع پر ہی شہید کر دیا۔ سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ سمیت تین صحابہ رضی اللہ عنہم ان کے عہد و امان پر گرفتار ہو گئے۔ مگر مکار کافروں نے غداری کرتے ہوئے ان تین میں سے ایک کو موقع پر ہی شہید اور باقی ماندہ دو صحابہ خبیب اور زید رضی اللہ عنہما کو گرفتار کر کے مکہ ساتھ لے گئے اور خبیب رضی اللہ عنہ کو اذیت ناک طریقہ سے تختہ دار پر لٹکا کر شہید کر دیا۔

سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ نے مشرکین سے موت سے قبل دو رکعت نماز ادا کر لینے کا موقع طلب کیا۔ دو رکعت سے فراغت پر یہ تاریخی اشعار پڑھے:

وَلَسْتُ اُبَالِي حَيِّنَ اُقْتُلُ مُسْلِمًا
عَلَى اَيِّ شَيْءٍ كَانَ لِلّٰهِ مَصْرَعِيْ

”میں حالتِ اسلام میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں تو مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ اللہ کے لئے مرتے وقت کس پہلو پر گروں گا۔“

وَ ذَالِكَ فِیْ ذَاتِ الْاِلٰهِ وَ اِنْ يَّشَاءُ
يُبَارِكْ عَلَى اَوْصَالٍ شَلُوْ مُمَزَّعٍ

”اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے ہے۔ وہ اگر چاہے گا تو میرے ٹکڑے کئے

ہوئے جسم کے جوڑوں میں برکتیں نازل فرمائے گا۔“ ۴۲

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمان مجاہد کے لئے کافر کے عہد و امان پر اعتماد نہ کرنا اور جام شہادت نوش کر لینا یا اعتماد کر لینا دونوں طریقے ہی شرعی طور پر جائز اور مسنون ہیں۔ ۴۳ مسنون اس لئے ہیں کہ یہ واقعہ عہد نبوت میں پیش آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے دونوں گروہوں یعنی کافروں کے عہد و امان پر اعتماد کرنے والوں اور نہ کرنے والوں میں سے کسی گروہ پر اعتراض نہیں فرمایا۔ تاہم اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ اختیار کی یہ گنجائش صرف اسی حالت میں ہوگی جبکہ معاملہ بظاہر ناممکن نظر آئے۔ ورنہ یہ اعتماد کرنا لڑائی سے فرار کی تعریف میں شامل ہوگا۔ جس کی حرمت اور ممانعت پر اسی کتاب میں مدلل اور مفصل بحث موجود ہے۔ ۴۴

④ دوران جنگ اگر کوئی مشرک اور کافر امن و امان کا طلب گار ہو تو اسے امان فراہم کرنا ضروری ہے۔ لشکر کے امیر سے لے کر لشکر اسلام کے عام مجاہد اور سپاہی تک ہر مرد اور عورت کو امان دینے کا اختیار حاصل ہے۔ اس مسئلہ کی تفصیلی بحث باب: ۲۵ کے عنوان ”پناہ دینے کا معاہدہ اور جان بخشی کی اپیل“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

اسلامی آداب جنگ اور جاہلی و قومی جنگیں

جنگ میں حصہ نہ لینے والوں پر زیادتی:

اسلام نے جنگ میں حصہ نہ لینے والی عورتوں، بچوں، بوڑھوں، مذہبی پیشواؤں، مریضوں اور زخمیوں پر زیادتی کو ناجائز قرار دیا ہے۔ لیکن اس کے برعکس جاہلی اور قومی جنگوں میں جنگی معاملات کا دائرہ تمام طبقوں اور جماعتوں پر یکساں سمجھا جاتا تھا۔ دشمن قوم کی تذلیل و توہین کی خاطر بے گناہ اور معصوم بچوں کو بے دریغ قتل کر دیا جاتا۔ مفتوحہ اقوام کی عورتوں کی پردہ دری اور بے حرمتی کی جاتی۔ اس جیسے وحشیانہ اور ظالمانہ کام فاتح قوم کے لئے باعث صد افتخار ہوتے تھے۔ چنانچہ عامر بن طفیل جنگ ”قیف الریح“ میں اپنے قبیلے کی فتح کا ذکر اس طرح کرتا ہے:

۴۲ ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب المغازی: باب غزوة الرّجیع و رعلٍ و ذکوان و بئر معونة ، الحدیث: ۳۸۵۸ + صحیح ابی داؤد = کتاب الجہاد: باب فی الرّجلِ یُسْتَأْسرُ ، الحدیث: ۲۳۱۷۔ اس حدیث کو امام نسائی رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔

۴۳ مختصر السنن للمذری: ۹/۴

۴۴ ملاحظہ ہو نیل الأوطار: ۷/۲۶۹

بَقَرْنَا الْحَبَالِي مِنْ شَنْوَةَ بَعْدَ مَا
خُبِطْنَ بِفَيْفِ الرِّيحِ نَهْدًا وَخُتْعَمًا

”ہم نے ”فیف الریح“ میں نھد اور خُتْعَم قبیلہ پر ضرب کاری لگانے کے بعد فتح کے نشہ میں حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کر ڈالے۔“

ایک عرب شاعر عورتوں کی بے حرمتی کو قومی فخر میں شمار کرتا ہے:

وَعَقِيلَةٌ يَسْعَى عَلَيْهَا قَيْمٌ
مَتَغَطَّرَتْ أَبْدَيْتُ عَنْ خِلْخَالِهَا

”بہت سی شریف اور پاکدامن عورتیں جنگے غیرت مند شوہر ان کی حفاظت کی پوری کوشش کرتے ہیں میں نے (جنگ میں) ان کے پازیب کھول دیئے۔“

اسی طرح کا ایک رزمی شاعر کہتا ہے:

فَالَهُمُّ بِيَضَاتِ الْخَدِ وَ
رَهْنَاكَ لَا النِّعْمُ الْمُرَاخُ

”اس وقت (جنگ میں) اصل مقصود گورے رخسار والی عورتیں ہوتی ہیں۔ نہ کہ چراگاہ سے واپس ہونے والے اونٹ۔“

عمر بن کثوم جنگ میں بے جگری کے ساتھ لڑنے کی وجہ یوں بیان کرتا ہے:

عَلَى آثَارِنَا بِيَضُ حِسَانٍ
نُحَاذِرُ أَنْ تُقْسَمَ أَوْ تَهُونَا

”ہمارے پیچھے گوری سفید عورتیں ہیں۔ ہمیں خوف ہے کہ وہ تقسیم یا ذلیل نہ کی جائیں۔“^{۵۵}

قتل و غارت گری اور شب خون کارروائیاں:

اسلام نے انتہائی مکار، عیار، دغا باز اور غدار دشمنوں کے شر سے انسانیت کو محفوظ رکھنے کے چند مخصوص حالات کے علاوہ غارت گری اور غفلت میں اچانک چھاپہ مار کارروائی کرنے کو عام طور پر ناجائز رکھا ہے۔ جس کی تفصیل اسی باب کے عنوان ”اچانک حملوں اور شب خون کارروائیوں میں عورتوں اور بچوں کو قتل کرنا“ کے تحت بیان ہو چکی ہے۔ لیکن جاہلی اور قومی جنگوں

میں اس طرح کی غارت گری اور شب خون کارروائی کو پسندیدہ جنگی چالوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ چنانچہ قرہ بن زید اس کی ترجمانی کرتے ہوئے کہتا ہے:

فَصَبَّحَهُمُ بِالْحَيْشِ قَيْسُ بْنُ عَاصِمٍ
فَلَمْ يَجِدُوا إِلَّا الْأَسِنَّةَ مَصْدَرًا

”قیس بن عاصم صبح کے وقت بے خبری میں ان پر لشکر لے کر حملہ آور ہوا مگر انہوں نے وہاں اس کے سوا کچھ نہ پایا کہ نیزوں کی انیاں سینوں سے پار ہو رہی تھیں۔“
عباس بن مرداس سلمی کہتا ہے:

فَلَمْ أَرَ مِثْلَ الْحَيِّ حَيًّا مُصْبِحًا
وَلَا مِثْلَنَا يَوْمَ التَّقِينَا فَوَارِسًا

”میں نے اس قبیلے جیسا کوئی قبیلہ نہیں دیکھا، جس پر صبح کے وقت حملہ کیا گیا اور نہ ہم جیسا کوئی تھا جب ہم نے شاہسواروں کا مقابلہ کیا۔“

چنانچہ اہل عرب دور جاہلیت کی اسی صبح کے وقت کارروائی اور شبنون کارروائی کے خوف سے اپنے دوستوں کو دعا دیتے تھے: « صَبَّحَكُمْ اللَّهُ بِالْخَيْرِ » ”تمہاری صبح اللہ بہتر کرے۔“
عنترہ بن شداد اپنی محبوبہ سے مخاطب ہے:

يَا ” دَارَ عَبَلَةَ “ بِالْجَوَاءِ تُكَلِّمِي
وَعَمِي صَبَاحًا دَارَ عَبَلَةَ وَأَسْلَمِي

”اے دار عبیلہ! جو مقام ”جوا“ میں ہے کچھ بول۔ اور اے دار عبیلہ! تو صبح کے وقت غارت گروں سے محفوظ و سلامت رہے۔“

عرب کے جاہلی دور میں دشمنوں کے سرداروں کو حالت خواب میں رات کے وقت قتل کر ڈالنا بھی مشہور و معروف جنگی دستور تھا۔ جس کا نام انہوں نے ”الْفَتْكُ“ رکھا ہوا تھا۔ جو لوگ یہ کارروائی کرتے انہیں ”فَتَاكُ“ کہا جاتا تھا۔ براض بن قیس الکنانی، سلیک بن سلک، تابط شر اور حارث بن ظالم المری عرب کے مشہور و معروف فتاک گزرے ہیں۔ ایک شاعر کہتا ہے:

غُلَامٌ إِذَا مَا هَمَّ بِالْفَتْكِ لَمْ يُيَالِ
أَلَا مَتَّ قَلِيلًا أَمَ كَثِيرًا عَوَاذُهُ

”وہ ایسا نوجوان ہے کہ جب کسی کو رات کے وقت سوئے ہوئے اچانک مارنے کی ٹھان لیتا ہے تو پھر یہ پرواہ نہیں کرتا کہ ملامت گر عورتوں نے ملامت تھوڑی کی ہے یا زیادہ۔“

مقتولین کی تحقیر، تذلیل اور مشلہ:

جوش انتقام میں دشمن کی مردہ لاشوں کی تذلیل، تحقیر، ان کے اعضاء کو کاٹنا، لاشوں کا مثلہ کرنا اور اس جیسی دیگر وحشیانہ حرکتیں جاہلی اور قومی جنگوں کا عام معمول تھیں۔ ایک شاعر بنی جدیدہ کو مخاطب کر کے فخر کے طور پر کہتا ہے:

فَإِنْ تَبْغِضُونَا بُغْضَةً فِى صُدُورِكُمْ
فَإِنَّا جَدَعْنَا مِنْكُمْ وَ شَرَيْنَا

”اگر تم اپنے سینوں میں ہمارے خلاف بغض رکھتے ہو تو بے جا نہیں کیونکہ ہم نے تمہارے ناک کان کاٹے اور تم کو پکڑ کر بیچا ہے۔“

جاہلی جنگوں میں دشمن کی لاشوں کو مردے کھانے والے جانوروں کا تر نوالہ بنایا جاتا تھا۔ چنانچہ عمرترہ کہتا ہے:

إِنْ يَفْعَلَا وَ لَقَدْ تَرَكَتْ أَبَاهُمَا
حِزْرَ السَّبَاعِ وَكُلَّ نَسْرِ قَشَعِمَ

”اگر وہ دونوں مجھے گالی گلوچ کرتے ہیں تو بے جا نہیں۔ کیونکہ میں نے ان کے باپ کو خونخوار درندوں اور گدھوں کا لقمہ بننے کیلئے چھوڑ دیا ہے۔“

عاتکہ بنت عبدالمطلب حرب فجار کے واقعات پر فخر کرتے ہوئے کہتی ہے:

وَ مُجَدَّلًا غَادَرْنَهُ
بِالْقَاعِ تَنْهَسُهُ ضَبَاعُهُ

”ہمارے شاہسواروں نے مالک کو زمین پر پڑا چھوڑ دیا۔ اسے بھونچ بھونچ کر کھا رہے تھے۔“

ابوسرہ سنہسی ایسے بدترین افعال پر فخر کرتے ہوئے کہتا ہے:

نَخْصِفُ بِالْأَذَانِ مِنْكُمْ نَعَالَنَا
وَ نَشْرَبُ كَرْهًا مِنْكُمْ فِى الْجَمَاعِمِ

”ہم تمہارے کان کاٹ کاٹ کر اپنے جوتوں میں پیوند لگاتے ہیں۔ اور ہم (کبھی خوش خوشی

اور) کبھی نہ چاہتے ہوئے تمہاری کھوپڑیوں میں شراب پیتے ہیں۔“
مہابہل ”حرب بسوس“ کا نقشہ کھینچتے ہوئے کہتا ہے:

قَتَلَى تَعَاوَرُهَا النُّسُورُ اَكْفَهَا
يُنْهَشُنَهَا وَ حَوَاجِلُ الْعُرْبَانِ

”ان مقتولوں پر گدھوں اور کوؤں کے غول بار بار آتے ہیں اور ان کے ہاتھوں کو نوچ نوچ کر کھاتے ہیں۔“

غزوۃ الرجز میں عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ عہد شکن اور غدار کافروں کا مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے تو قریش مکہ نے شہید عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مردہ جسم کا کوئی حصہ تلاش کرنے کے لئے باقاعدہ ایک گروہ کو روانہ کیا۔ کیونکہ عاصم رضی اللہ عنہ نے غزوۃ بدر میں قریش کا ایک سردار قتل کر دیا تھا۔ جس کا انتقام وہ لاش کی بے حرمتی کی صورت میں لینا چاہتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے شہید کی عزت اور وقار کے لئے شہد کی نرکھیوں کا بادل نما لشکر انکی لاش پر پھیلا دیا جس نے اس گروہ سے لاش کی حفاظت کی اور وہ کوئی چیز حاصل کرنے پر قادر نہ ہو سکے۔ ۴۶

غزوۃ احد میں قریشی مردوں اور عورتوں نے شہدائے اسلام کا نہایت حقارت آمیز اور شرمناک طریقہ سے مثلہ کیا۔ شہیدوں کی شرمگاہیں اور ناک کان وغیرہ کاٹ کر انکے ہار بنائے۔ حتیٰ کہ ہند بنت عتبہ نے حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ چاک کر ڈالا اور منہ میں ڈال کر چبایا اور نگلنا چاہا لیکن نگل نہ سکی تو تھوک دیا اور کٹے ہوئے کانوں اور ناکوں کا پازیب اور ہار بنایا۔ ۴۷

دوسری طرف اسلام کے سنہری جنگی اصول اور دشمن کی لاشوں کے ساتھ بھی آدمیت کے احترام کا اعلیٰ حسن سلوک ملاحظہ کیجئے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے مردہ جسموں کی تحقیر و تذلیل اور ان کا مثلہ کرنے سے صاف منع فرمادیا۔ ۴۸

آپ ﷺ نے فرمایا: [۱۱۹] « وَلَا تُمَثِّلُوا » ”لاشوں کا مثلہ نہ کرو۔“ علاوہ ازیں غزوۃ بدر میں اپنے سنگدل اور شقی القلب دشمنوں کی لاشوں کو خونخوار درندوں کا لقمہ بنانے کی

۴۶ ملاحظہ ہو اسی باب کا حاشیہ: ۴۲

۴۷ تاریخ ابن ہشام: ۲/۹۰

۴۸ تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقْمُ الْمُسْلَسِل: ۵۲

بجائے بدر کے ایک کنویں میں پھینکوا دیا۔ ۴۹

آگ میں جلانے کی سزا:

اسلام نے تو دشمن انسانوں بلکہ حیوانوں اور کیڑے مکوڑوں تک کو آگ میں جلانے کی ممانعت فرمادی اور اس کی وجہ یہ بیان کی کہ [۱۱۲۰] ”إِنَّ النَّارَ لَا يُعَذَّبُ بِهَا إِلَّا اللَّهُ“ ۵۰
 ”یعنی آگ کے ساتھ عذاب دینے کا حق صرف اللہ کو حاصل ہے۔“ مگر کافروں اور مشرکوں نے جنگی حالات کے علاوہ امن پسند ایمانداروں کو محض اللہ پر ایمان لانے کی وجہ سے انتقام کی آگ کا نشانہ بنایا۔

چنانچہ تاریخ انسانی کا تسلیم شدہ، مشہور اور معروف واقعہ ہے کہ یمن کے یہودی بادشاہ یوسف ذنواس حمیری نے نبی اکرم ﷺ کی تشریف آوری سے تقریباً چالیس (۴۰) برس قبل سینکڑوں توحید پرست عیسائیوں کو بڑے بڑے گڑھوں میں دہکتی آگ کے اندر جلا کر راکھ کر دیا تھا۔ اسی معروف و مشہور تاریخی قصہ کو قرآن یوں بیان کرتا ہے:

[۱۱۲۱] ﴿ قُتِلَ أَصْحَابُ الْأُخْدُودِ ۝ النَّارِ ذَاتِ الْوُقُودِ ۝ إِذْ هُمْ عَلَيْهَا

قُعُودٌ ۝ وَهُمْ عَلَى مَا يَفْعَلُونَ بِالْمُؤْمِنِينَ شُهُودٌ ۝ وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ

الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ۝ ﴾ [البروج = ۸۵: ۴-۸]

”کھانیوں والے کافر تباہ و برباد ہو گئے۔ جو بڑی ایندھن والی آگ جلانے والے تھے۔

جس وقت وہ اس کے اوپر بیٹھے تھے۔ اور ایمانداروں پر جو ظلم و ستم ڈھا رہے تھے اس

کا اپنی آنکھوں سے نظارہ کر رہے تھے۔ اور ایمانداروں میں انہوں نے اس کے سوا کوئی

عیب نہیں پکڑا کہ وہ غالب اور تعریف والے اللہ پر ایمان لا چکے تھے۔“ ۵۱

منذر بن امرأ القیس نے جنگ اوارہ میں بنی شیبان پر فتح یاب ہو کر ان کی عورتوں کو زندہ جلانا شروع کر دیا۔ اعشیٰ شاعر اسی واقعہ پر فخر کا اظہار کرتا ہے:

۴۹ تخریج کے لیے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۱۱۱۰

۵۰ تخریج کے لیے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۱۱۰۷

۵۱ ملاحظہ ہو صحیح مسلم = کتاب الرُّهْدِ وَالرَّقَائِقِ: باب قِصَّةِ الْأَخْدُودِ وَالسَّاجِرِ وَالرَّاهِبِ وَالْغَلَامِ، الحديث: ۳۰۰۵ + صحیح الترمذی = أبواب تفسیر القرآن: باب سورة البروج، الحديث ۲۶۶۱ + تفسیر القرطبی: ۱۸۹/۱۹ + تفسیر

سَبَايَا بَنِي شَيْبَانَ يَوْمَ أُورَاةٍ

عَلَى النَّارِ إِذْ تَجْلَىٰ بِهِ فِتْيَانُهَا

”جنگ اُوراءہ کے روز اس نے بنی شیبان کے اسیروں کی جان بخشی کرائی۔ جبکہ ان کی نوجوان لڑکیوں پر آگ بھڑکائی جا رہی تھی۔“

غدارِی اور بدعہدی:

وفائے عہد اور غدارِی کی حرمت اسلام کا ایک سنہری اور مسلمہ جنگی دستور ہے۔ لیکن کافروں اور مشرکوں کی حالت قرآن کی سچی زبان سے ملاحظہ کیجئے:

[۱۱۲۲] ﴿لَا يَرْفُقُونَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلَّا وَلَا ذِمَّةً ۖ وَّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ۝﴾ [التوبة=۹: ۱۰۹]

”(وہ مشرکین) کسی مومن کے بارے میں کسی طرح کی قرابت اور عہد کا پاس نہیں کرتے اور وہی لوگ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔“

تاریخی اور واقعاتی حقائق کی نظر میں صورتحال یہ ہے کہ مدینہ کے مشہور یہودی قبائل بنو قبیقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے باقاعدہ معاہدے ہو چکے تھے۔ لیکن تینوں قبائل نے عین موقع پر عہد شکنی اور غدارِی کا ارتکاب کرتے ہوئے اپنے ساتھ عہد میں شامل حلیف مسلمانوں کے خلاف قریش مکہ کی علی الاعلان حمایت کی۔ بنو نضیر نے خود رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کی سازش کی۔ بنو قریظہ نے غزوہ احزاب میں اعلانیہ مجاہدین اسلام کے خلاف جنگ میں کافروں کا ساتھ دیا اور بنو قبیقاع نے قریش کے بھڑکانے پر سب سے پہلے اعلان جنگ کیا۔^{۵۲}

عرب کے مشہور قبائل رعل اور ذکوان نے رسول اللہ ﷺ سے خود ہی امداد طلب کی۔ یا اسلام کی تعلیم اور تدریس کے لئے چند معلمین اور مدرسین کا مطالبہ کیا۔ لیکن بزمِ معونہ پر غدارِی کرتے ہوئے ستر (۷۰) علماء صحابہ رضی اللہ عنہم کو نہایت بے دردی کے ساتھ

^{۵۲} ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب المغازی: باب حدیث بنی النضیر و مخرج رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِمْ فِي دِيَةِ رَجُلَيْنِ..... الحديث: ۳۸۰۴ وَ بِابِ مَرْجِعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْأَحْزَابِ وَ مَخْرَجِهِ إِلَى بَنِي قُرَيْظَةَ وَ مُحَاصَرَتِهِ إِلَيْهِمْ، الحديث: ۳۸۹۱، ۳۸۹۶ + صحيح مسلم = كتاب الجهاد والسير: باب إجلاء اليهود من الحجاز،

وحشیانہ انداز میں شہید کر دیا۔^{۵۳}

بنولحیان نے مقام رجب میں دس (۱۰) افراد پر مشتمل ایک چھوٹے لشکر پر ایک سو (۱۰۰) تیر اندازوں کے ساتھ اچانک حملہ کر کے سات کو موقع پر شہید کر دیا اور تین صحابہ خبیث، زید، اور عبد اللہ بنی النہد کو عہد و امان دیکر گرفتار کر لیا۔ مگر بد عہدی کرتے ہوئے ایک کو موقع پر شہید کر دیا اور دو (۲) کو مکہ لے جا کر فروخت کر دیا۔^{۵۴}

سلطنتِ روم اور سلطنتِ ایران کے جنگی اصول

زمانہ جاہلیت کے عرب شہری بود و باش، رہن سہن اور تہذیب و تمدن سے عاری، علوم و فنون سے نا آشنا سمجھے جاتے اور وحشی اقوام میں سرفہرست شمار ہوتے تھے۔ اس لئے ان میں درندگی اور وحشیانہ جنگی انداز کا موجود ہونا کچھ زیادہ تعجب انگیز بات نہیں۔ مگر دنیا کی تاریخ گواہ ہے اس زمانہ کی دو مشہور مہذب و متمدن علوم و فنون سے واقف اور شہری رہن سہن سے آراستہ قوموں کا حال بھی ان وحشیوں اور بدویوں سے مختلف نہ تھا۔ لڑائیوں میں حصہ لینے والے جنگجو اور حصہ نہ لینے والے امن پسندوں کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا جاتا تھا۔ دشمن قوم کا ہر فرد (حتی کہ عورتیں، بچے، بوڑھے، زخمی، عابد و زاہد اور مذہبی پیشوا الغرض ہر ایک کو) واجب القتل اور گردن اتار دیئے جانے کے قابل تصور کیا جاتا تھا۔ دشمن کی رہائشی آبادیوں، کھیتوں اور فصلوں کو تباہ و برباد اور نذر آتش کر دیا جاتا۔ جنگی قیدیوں کے ساتھ وحشیانہ سلوک کیا جاتا۔ ان کو قتل کر دینا یا غلام بنا لینا قومی اور جاہلی جنگوں کا عام دستور تھا۔ سفیروں کا قتل، غداری و بد عہدی اور مذہبی چپقلش کی بنا پر عبادت خانوں اور متبرک مقامات کی بے حرمتی ان کا عام معمول تھا۔ مذہبی پیشواؤں کی شرمناک حد تک تذلیل و تحقیر اور ان کی قتل و غارت گری قدیم دور اور زمانہ جاہلیت کی سب سے زیادہ مہذب سلطنتوں: سلطنتِ روم اور سلطنتِ ایران کی جنگی شان و شوکت میں شمار ہوتے تھے۔

۵۳ تخریج کے لیے دیکھئے الرِّقْم المسلسل: ۸۱۲

۵۴ تخریج کے لیے دیکھئے اسی باب کا حاشیہ نمبر: ۴۲

مذہبی مظالم:

روم اور ایران سیاسی اور مذہبی اعتبار سے دو مختلف قسم کی سلطنتیں تھیں۔ ایرانی آتش پرست اور رومی عیسائی مذہب کے پیروکار تھے۔ ان کی باہمی جنگوں میں مذہبی چپقلش کی بنا پر تشدد اور وحشیانہ افعال کے چند نمونے ملاحظہ فرمائیں:

قباد کے زمانہ ۵۰۱ء تا ۵۳۱ء میں جب حکومت ایران کے اشارہ سے حیرہ کے بادشاہ منذر نے شام پر حملہ کیا اور فتح یاب ہوا۔ اس نے انطاکیہ میں چار سو (۴۰۰) راہب (ہر وقت عبادت میں مشغول رہنے والی) عورتوں کو پکڑ کر عڑی کے بت پر بھینٹ چڑھا دیا۔ یعنی ان کو اس پر چڑھاوے کے طور پر ذبح کر ڈالا۔ ۵۵

خسرو پرویز نے قیصر مارلیس کا انتقام لینے کے بہانے سلطنت روم کے خلاف اعلان جنگ کیا تو اپنی مملکت کی حدود میں مسیحیوں کے کلیسا (گرجے) مسمار کرادیئے۔ نذر و نیاز کے تمام مال لوٹ لئے اور صلیب پوجنے پر مجبور کیا۔ ۶۱۵ء میں جب اس نے بیت المقدس کو فتح کیا تو وہاں کے سب سے بڑے مذہبی پیشوا ”ذکریا“ کو گرفتار کر لیا۔ اصلی صلیب کو چھین لیا۔ قسطنطین، سینٹ، ہلدیا کے عظیم الشان گرجوں کو نذر آتش کیا۔ تین سو (۳۰۰) سالہ مذہبی یادگاروں پر قبضہ کیا اور نذر و نیاز کے بیش قیمت مالوں کو لوٹا۔ (۹۰) نوے ہزار عیسائیوں کو قتل اور قید کیا۔ جوابی اقدام کے طور پر ہرقل روم نے ایران پر حملہ کیا تو مجوسیوں کے آتش کدوں کو برباد کرایا۔ زرتشت کے وطن ”ارمیاہ“ کو پیوند خاک کر دیا اور مجوسی مذہب کی توہین و تذلیل میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی۔ ۵۶

سفیروں پر زیادتی اور بد عہدی کا مظاہرہ:

سفیروں کا احترام کرنا بین الاقوامی طور پر مسلمہ قانون و دستور ہے۔ لیکن نوشیروان جیسے ممتاز بادشاہ کے دربار میں جب ایلخان اتراک کے سفیر ایک دوسرے کے حلیف اور معاون بننے کی تجویز لے کر آئے تو اس نے اقرار یا انکار کی صورت میں صاف جواب دینے کی بجائے خاموشی کیساتھ ان کو زہر دے کر ہلاک کرادیا۔ ۵۷

۵۵۔ ہسٹری آف پرسیا سافکس ج: ۱ ص: ۴۸۲

۵۶۔ گبن رومن ایمپائر، ج: ۱، باب: XLV

خسرو پرویز نے جب براعظم ایشیاء اور براعظم افریقہ میں رومی سلطنت کا تقریباً خاتمہ کر دیا۔ تو ہرقل روم نے صلح کی التجا کے لئے اپنے سفیر بھیجے۔ مگر خسرو نے سفیروں کی کمیٹی کے چیئرمین اور امیر کی زندہ ہونے کی حالت میں کھال کھینچوا ڈالی۔ باقی ارکان کو قید کر دیا اور ہرقل کو ایک جواب میں تحریری طور پر ڈانٹ پلائی جس کا عنوان درج ذیل تھا۔

”خسرو خداوند بزرگ فرماں روائے عالم کی جانب سے اس کے احمق اور کمینے غلام ہرقل کے نام۔“ ۵۸

عہد و پیمان بھی مذکورہ بالا نام نہاد مہذب اقوام کے نزدیک کوئی قابل احترام چیز نہ تھی۔ چنانچہ وہ ضرورت اور مفاد کے پیش نظر غداری و بدعہدی میں کوئی عار محسوس نہ کرتے تھے۔ تاریخ عالم ایسی بیسیوں مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ خود نوشیروان اور جسٹینین، جو ایرانی اور رومی تہذیب کے بہترین نمائندے تھے۔ بدعہدوں کی فہرست میں نمایاں نظر آتے ہیں۔ چنانچہ نوشیروان نے ضرورت کے وقت جسٹینین کی پیشکش فوراً قبول کر کے باقاعدہ معاہدہ پر دستخط ثبت کر دیئے۔ مگر جب اٹلی میں روم کی طاقت کو ابھرتے دیکھا تو حیرہ سے غسان پر حملہ کر دیا۔ اور پھر حیرہ کی مدد کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔ تاکہ روم بھی اپنے حلیف غسان کی امداد کرنے پر مجبور ہو جائے۔ دوسری طرف جب ۳۵۷ء میں اہلخاں اتراک نے نوشیروان سے ناراض ہو کر جسٹینین سے اتحاد کرنے کی خواہش کی تو اس نے بھی دولت ایران کو نیچا دکھانے کے لیے موقع غنیمت سمجھتے ہوئے۔ معاہدہ صلح کو توڑ کر ۳۷۲ء میں نوشیروان کے خلاف جنگ چھیڑ دی۔ ۵۹

حالت جنگ میں وحشیانہ طریقے:

۳۷۷ء میں ٹیڈوس رومی نے جب بیت المقدس کو فتح کیا لمبے لمبے قد والی حسین و جمیل دوشیزائیں فاتح کے لئے چن لی گئیں۔ سترہ (۱۷) سال سے زائد عمر کے کئی ہزار آدمیوں کو پکڑ کر مصری کانوں میں مشقت کرنے کے لیے روانہ کر دیا گیا۔ چند ہزار انسانوں کو گرفتار کر کے سلطنت کے مختلف شہروں میں بھیجا گیا۔ تاکہ تھیٹروں اور کلوسیسوں میں ان کو جنگلی جانوروں کا لقمہ بنانے اور شمشیر زنوں سے کٹوانے یا خود آپس میں ایک دوسرے کو کاٹنے کے کام میں لایا جا

سکے۔ دوران جنگ ستانوں (۹۷) ہزار آدمی گرفتار کئے گئے۔ جن میں سے گیارہ ہزار صرف اس وجہ سے لقمہ اجل بن گئے کہ ان کے محافظوں نے انہیں کھانے کو کچھ نہیں دیا۔ ان کے علاوہ جنگ اور قتل عام میں ہلاک ہونے والوں کی مجموعی تعداد ایک لاکھ تینتیس ہزار سات صد انچاس (۷۴۹، ۳۳۱) بیان کی جاتی ہے۔^{۱۰}

روم و ایران کی باہمی جنگوں میں بھی اس قسم کی وحشیانہ اور درندگانہ حرکات ان نام نہاد مہذب اقوام کا سرمایہ صد افتخار تھا۔ ۵۴۰ء میں نوشیروان نے شام پر حملہ کیا تو اس کے دارالحکومت انطاکیہ کی اینٹ سے اینٹ بجادی، باشندوں کا قتل عام کیا، عمارتوں کو مسمار کر ڈالا اور بالآخر اپنے غیض و غضب کو ٹھنڈا کرنے کے لئے شہر کو نذر آتش کر دیا۔ ۵۶۲ء میں نوشیروان دوبارہ سلطنت شام پر حملہ آور ہوا۔ خامیا اور انطاکیہ وغیرہ کو لوٹا اور جلایا۔ دو لاکھ بانوے ہزار شاہمیوں کو گرفتار کر کے ایران روانہ کیا۔ بہت سی حسین و جمیل لڑکیاں منتخب کر کے اہلیاں اتراک کے پاس بھیجیں تاکہ اس کی دلجوئی ہو سکے۔ اخیر زمانہ میں خسرو پرویز نے سلطنت روم، شام، فلسطین اور ایشیاء کو چک سمیت بہت زیادہ علاقوں پر زبردست اور قیامت نما حملہ کیا۔ بیت المقدس اور ملک شام کے دیگر شہروں میں جو ظلم و ستم ڈھائے۔ ان کا تذکرہ گذشتہ اوراق میں ہو چکا ہے۔^{۱۱}

یہ ہیں عرب کے دور جاہلیت کی وحشی و بدوی اقوام اور آسمان تہذیب و تمدن کے چمکتے ستاروں روم و ایران کے جنگی اصول اور آداب کا مختصر خاکہ۔ جب آپ اس کا موازنہ اسلام کے بامقصد اور امن عالم کے قیام کے ضامن جہاد فی سبیل اللہ کے ساتھ کریں گے تو اہل مغرب کے اس مکارانہ شور و غوغا کی حقیقت واضح اور طشت از بام ہو جائے گی۔ جو انہوں نے شور مچا رکھا ہے کہ اسلام قتل و غارت گری کا داعی اور خونریزی اور دہشت گردی کا حامی ہے۔ ہمارے پیش کردہ حقائق و شواہد سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کچھ مشکل نہیں کہ اسلام پر یہ الزام دراصل دہشت گردی و غارت گری کی ذمہ دار قوموں کی اپنے جرائم پر پردہ ڈالنے کی مکر وہ کوشش ہے۔

متفرق آداب جنگ:

[۱]

اسلام کے وہ معاملات اور امور جن کے بارے قرآن و سنت میں کوئی واضح حکم نہیں مثلاً جنگی معاملات ان کے لئے نبی کریم ﷺ اور آپ کے خلفاء راشدین اپنے رفقاء کے ساتھ مشورہ کرتے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۱۲۳] ﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ﴾ [آل عمران=۱۵۹:۳]

”اے نبی! اپنے صحابہ سے اے نبی! کسی خاص معاملہ میں مشورہ لے لیا کر۔“
لیکن درست بات واضح ہو جانے کے بعد اور پختہ عزم کر لینے کے بعد اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے۔ جیسا کہ اسی آیت میں فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ﴾ [آل عمران=۱۵۹:۳]

”جب پختہ عزم کر لیں تو اللہ پر توکل کریں۔“

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نبی ﷺ کے بعد خلفاء راشدین رحمہم اہل علم اور امانتداروں سے مشورہ کرتے۔ جب کتاب و سنت کے مطابق مسئلہ واضح ہو جاتا تو وہ نبی ﷺ کی طرح اس کو آگے کسی اور کی طرف نہیں چلاتے تھے۔^{۱۲}

[۲]

رسول اللہ ﷺ اسلام اور جہاد فی سبیل اللہ کے لئے اپنے صحابہ سے بیعت لیتے تھے۔ صحابہ رحمہم فرماتے ہیں: ”رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی راہ میں موت قبول کرنے، جہاد سے راہ فرار اختیار نہ کرنے اور ثابت قدم رہنے کی بیعت بھی لیتے تھے۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: [۱۱۲۴] ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ.....﴾ [الفتح=۴۸:۱۸] ”البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ ان مومنوں سے خوش ہو گیا ہے جو درخت کے نیچے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے.....“

اس آیت میں اللہ کے راستہ میں قربان ہونے جنگ میں ثابت قدم رہنے اور راہ فرار اختیار نہ کرنے کی بھی بیعت مذکور ہے۔^{۱۳}

^{۱۲} ملاحظہ ہو صحیح البخاری= کتاب الإعتصام بالكتاب والسنة: باب قول الله تعالى ﴿وَأَمْرُهُمْ شُورَى بَيْنَهُمْ﴾ [الشورى=۳۸:۴۲]+ سنن الترمذی= کتاب الجہاد: باب مَا جَاءَ فِي الْمَشُورَةِ.

^{۱۳} ملاحظہ ہو صحیح البخاری= کتاب الجہاد: باب البيعة في الحرب أن لا يفروا و قال بعضهم على الموت، الحديث: ۲۸۰۲، ۲۷۹۸ و کتاب المغازی= باب غزوة الحديبية، الحديث: ۳۹۳۴، ۳۹۳۶+ صحیح مسلم= کتاب الإمارة: باب

استحباب مبايعة الإمام الجيش عند إرادة القتال و بيانبيعة الرضوان تحت الشجرة، الحديث: ۱۸۵۸، ۱۸۵۹، ۱۸۶۱

۳ جس بڑی جنگ یا چھوٹی کارروائی میں نبی ﷺ بذات خود شریک نہ ہوتے تو لازماً اس کا امیر مقرر فرماتے۔ امیر کی بات سننے اور ماننے کا حکم فرماتے۔ آپ ارشاد فرماتے:

[۱۱۲۵] «الَسَّمْعُ وَالطَّاعَةُ حَقٌّ مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ فَإِذَا أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ» ۳۲

” (ہر مسلمان شخص پر) امیر کی بات سننا اور ماننا واجب ہے بشرطیکہ اللہ کی نافرمانی کا حکم نہ دیا جائے اور جب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا حکم دیا جائے تو پھر نہ بات سننا ضروری ہے اور نہ ماننا۔“

۴ اختیاری حالات میں نبی اکرم ﷺ جمعات کے دن سفر کرنا نہایت پسند فرماتے غزوہ تبوک کا سفر اسی روز کیا۔ ۳۵

۵ اسی طرح آپ ﷺ اختیاری حالت میں جب کوئی ہنگامی صورت حال نہ ہوتی تو دن کے پہلے حصے (First Time) میں لشکروں اور قافلوں کو روانہ فرماتے۔ اور دن کے پہلے حصے میں ہی جنگ کا آغاز پسند فرماتے۔ بصورت دیگر سورج غروب ہونے، ہواؤں کے چلنے اور اللہ کی مدد نازل ہونے کا انتظار فرماتے۔ ۳۶

۶ اسلامی لشکروں کے لئے عسکری پرچم استعمال کرنا نبی کریم ﷺ کی سنت مبارکہ ہے۔ غزوہ خیبر، غزوہ موتہ وغیرہ میں ایسے پرچموں کا وضاحت کے ساتھ ذکر موجود ہے۔ ۳۷

۷ نبی اکرم ﷺ کے فوجی اور جہادی جھنڈوں اور (پرچموں) کا رنگ سیاہ اور سفید تھا۔ سیدنا برآء بن عازب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے جھنڈے کے بارے ارشاد فرماتے ہیں: [۱۱۲۶] «كَانَتْ سَوْدَاءَ مُرْبَعَةً مِنْ نَمِرَةٍ» رسول اللہ ﷺ کا جھنڈا سیاہ

۳۲ تخریج کے لیے دیکھئے الرقم المسلسل: ۳۶۴

۳۵ ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب من أراد غزوة فَوَرَى بِغَيْرِهَا وَمَنْ أَحَبَّ الْخُرُوجَ يَوْمَ الْحَمِيسِ۔

۳۶ ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا لَمْ يَفْأَتِلْ أَوَّلَ النَّهَارِ أَخَّرَ الْقِتَالَ حَتَّى

تَزُولَ الشَّمْسُ، الحديث: ۲۸۰۴ + صحيح أبي داود = كتاب الجهاد: باب في الابتكار في السفر، الحديث: ۲۲۷۰

۳۷ ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب مَا قِيلَ فِي لَوَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، الحديث: ۲۸۱۱۔۲۸۱۳ وَ

بَابُ مَنْ تَأَمَّرَ فِي الْحَرْبِ مِنْ غَيْرِ إِمْرَةٍ إِذَا خَافَ الْعَدُوَّ، الحديث: ۲۸۹۸ وَ كِتَابُ الْمَغَازِي: باب غزوة خیبر، الحديث:

۳۹۷۲، ۳۹۷۳ + صحيح مسلم = كتاب فضائل الصحابة: باب من فضائل علي بن ابي طالب رضي الله عنه،

الحديث: ۲۴۰۶

لائسوں والا اور سفید دھاری دار تھا۔^{۶۸} پرچم ہمیشہ امیر لشکر کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔^{۶۹} ”الرَّأْيَةُ“ اس بڑے پرچم کو کہتے ہیں جو جنگ میں لہرایا جائے۔ ”اللَّوَاءُ“ اس چھوٹے پرچم کو کہتے ہیں جو نیزے پر لپیٹا ہوا ہوتا۔^{۷۰}

شب خون کار روایوں اور رات کی دیگر لڑائیوں میں اسلامی فوج کا شعار (باہمی تعارفی کلمہ، اپنے ساتھی کو رات کے اندھیرے میں پہچاننے کے لئے سِرُّ اللَّيْلِ) ﴿حَمَّ لَا يُنْصَرُونَ﴾ (حم۔ وہ کافر مدد نہیں کئے جائیں گے) اور اِمْتُ . اِمْتُ (مارو۔ مارو) ہوتا تھا۔^{۷۱}

رسول اللہ ﷺ جہادی لشکروں اور ٹیموں کو ان کلمات کے ساتھ الوداع فرماتے تھے:

[۱۱۲۷] «أَسْتَوْدِعُ اللَّهَ دِينَكُمْ، وَأَمَانَتَكُمْ وَخَوَاتِيمَ أَعْمَالِكُمْ»^{۷۲}

”میں تمہارے دین اور تمہاری امانت کو اور تمہارے خاتمہ اعمال کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔“

رسول اللہ ﷺ نے دشمن کی سرزمین میں قرآن مجید ہمراہ لے جانے سے منع فرمایا۔ اس اندیشہ سے کہ دشمن اس کو پا کر بے حرمتی نہ کر ڈالے۔^{۷۳}

مجاہدین کی خدمت، مریضوں اور زخمیوں کے علاج معالجہ اور باقاعدہ عملاً جنگ کرنے کیلئے عورتوں کو اپنے ہمراہ لے جانا بھی آپ ﷺ کی جہادی سنتوں میں شامل ہے۔^{۷۴}

نبی کریم ﷺ اور آپ کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فخر، تکبر اور خود پسندی پر مبنی شور و غل اور بلند آوازوں کو ناپسند کرتے تھے۔ بلکہ اللہ کا ذکر، اللہ سے دعائیں کرنا اور اللہ سے

۶۸ ملاحظہ ہو صحیح الترمذی= أبواب الجهاد: باب فی الرّایات ، الحدیث: ۱۳۷۳، ۱۳۷۴+ صحیح أبی داؤد= کتاب الجهاد: باب فی الرّایات والألویة ، الحدیث: ۲۲۵۸، ۲۲۵۹+ صحیح ابن ماجہ= کتاب الجهاد: باب الرّایات والألویة، الحدیث: ۲۲۷۲، ۲۲۷۴

۶۹ تخریج کے لیے ملاحظہ ہو اس باب کا حاشیہ نمبر: ۶۷

۷۰ نیل الأوطار: ۷/۲۵۱

۷۱ ملاحظہ ہو صحیح أبی داؤد= کتاب الجهاد: باب فی الرّجل ینادی بالّشّعار ، الحدیث: ۲۲۶۱، ۲۲۶۲+ صحیح الترمذی= أبواب الجهاد: باب ما جاء فی بالّشّعار، الحدیث: ۱۳۷۵۔ اس حدیث کو امام نسائی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہما نے بھی روایت کیا ہے۔

۷۲ صحیح أبی داؤد= کتاب الجهاد: باب فی الدّعاء عند الوداع ، الحدیث: ۲۲۶۶، ۲۲۶۵+ صحیح الترمذی= أبواب الدّعات: باب ما یقول إذا ودّع انساناً، الحدیث: ۲۷۳۸+ صحیح ابن ماجہ= کتاب الجهاد: باب تشیيع الغزاة و وداعهم، الحدیث: ۲۲۷۹

۷۳ ملاحظہ ہو صحیح البخاری= کتاب الجهاد: باب کراهیة السّفر بالمصاحف إلى أرض العدو ، الحدیث: ۲۸۲۸+ صحیح مسلم= کتاب الإمارة: باب النّهی أن یسافر بالمصحف إلى أرض الکفّار ، الحدیث: ۱۸۶۹

۷۴ تخریج کے لیے ملاحظہ ہو: الدّعاء المسبیل: ۱۹۷

مدد طلب کرنا ان کا خاص شعار تھا۔ ۷۵

رسول اللہ ﷺ صفوں کو مرتب کرتے، قرآن مجید کی اس آیت پر عمل کرتے ہوئے کہتے:

[۱۱۲۸] ﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَانَهُمْ بُنْيَانٌ

مَرْصُوصُونَ﴾ [الصف = ۴:۶۱]

”بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت رکھتا ہے جو اللہ کے راستہ میں صف بستہ ہو کر لڑائی کرتے ہیں، ایسے جیسے وہ چونا گچ کی ہوئی دیوار ہیں۔“
نیز آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

[۱۱۲۹] ﴿خَيْرُ الصَّحَابَةِ أَرْبَعَةٌ وَخَيْرُ السَّرَايَا أَرْبَعُ مِائَةٍ وَخَيْرُ الْجُيُوشِ أَرْبَعَةُ آلَافٍ

وَلَا يُغْلَبُ اثْنَا عَشَرَ أَلْفًا مِنْ قَلِيلَةٍ﴾ ۷۶

”بہترین دوستوں کا گروہ چار کا ہوتا ہے، بہترین چھوٹی جہادی ٹیم چار سو افراد پر مشتمل ہوتی ہے اور بہترین لشکر چار ہزار کا ہوتا ہے۔ اور بارہ ہزار کا لشکر کم تعداد کی وجہ سے کبھی مغلوب نہیں ہوتا ہے۔“

علاوہ ازیں صحیح بخاری میں مذکور ہے ﴿ثُمَّ صَفَّ أَصْحَابَهُ﴾ (پھر رسول اللہ ﷺ نے حنین کے روز) اپنے صحابہ کی صف بندی کرائی۔“ ۷۷

رسول اللہ ﷺ امت کے نیک اور کمزور کے ذریعے جنگ میں فتح اور مدد طلب فرماتے
نیز ارشاد فرماتے:

[۱۱۳۰] ﴿إِبْغُونِي فِي ضِعْفَائِكُمْ فَإِنَّمَا تَرْزُقُونَ وَتُنْصَرُونَ بِضِعْفَائِكُمْ﴾ ۷۸

۷۵ ملاحظہ ہو صحیح ابی داؤد = کتاب الجہاد : باب فیما یؤمر بہ الصمت عند اللقاء ، الحدیث : ۲۳۱۴۔ نیز دیکھئے الرِّقْم

المسلسل: ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۶، ۱۰۱۸، ۱۰۲۱

۷۶ صحیح الترمذی = أبواب السیر : باب السرایا ، الحدیث: ۱۲۵۹ + صحیح ابی داؤد = کتاب الجہاد: فیما یُسْتَجَبُ مِنَ الجیوش والرِّقْمَاءِ وَالسَّرَايَا ، الحدیث: ۲۲۷۵

۷۷ ملاحظہ ہو کتاب الجہاد: باب من صف أصحابہ عند الهزيمة وَ نَزَلَ عَنْ ذَاتِهِ وَ اسْتَنْصَرَ ، الحدیث: ۲۷۷۲ + صحیح مسلم = کتاب الجہاد : باب فی غزوة حنین ، الحدیث: ۱۷۷۶

۷۸ صحیح الترمذی = أبواب الجہاد: باب الاستفتاح بصعاليك المسلمين، الحدیث : ۱۳۹۲ + صحیح ابی داؤد = کتاب الجہاد : باب فی الانتصار بِرُذُلِ الْخِيلِ وَ الضَّعْفَةِ ، الحدیث: ۲۲۶۰ + صحیح النِّسائی = کتاب الجہاد: باب الانتصار بالضعیف - الحدیث: ۲۹۷۹، ۲۹۷۸ + صحیح البخاری = کتاب الجہاد : باب مَنِ اسْتَعَانَ بِالضَّعْفَاءِ

وَالصَّالِحِينَ فِي الْحَرْبِ ، الحدیث: ۲۷۳۹

”مجھے اپنے ضعیفوں اور ناتوانوں میں تلاش کیا کرو۔ کیونکہ تمہیں انکی بدولت، روزی اور فتح و نصرت عطا کی جاتی ہے۔“

نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ایسا وقت آئے گا جب اسلامی لشکر، صحابہ، پھر تابعین اور پھر تبع تابعین کے وجود کی بدولت فقیاب ہوں گے۔“^{۷۹}

جراۓ تندی اور بہادری میں سبقت لے جانا نبی کریم ﷺ کا خاص وصف تھا اور آپ بزدلی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب فرماتے تھے۔^{۸۰}

رسول اللہ ﷺ عام جنگ کے آغاز سے قبل جنگوں کے معروف اور مقبول طریقے ”مبارزت“ (یعنی دونوں طرف کے افراد کا فرداً فرداً مقابلہ) پر بھی عمل پیرا ہوتے تھے۔ لہذا تمام علمائے اسلام انفرادی (one to one) مقابلوں کو سنت نبویہ قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ غزوہ بدر کے آغاز میں سیدنا حمزہ، سیدنا علی، سیدنا عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کا عتبہ، شیبہ اور ولید کے ساتھ آپ ﷺ کے حکم سے مقابلہ ہوا۔^{۸۱}

دوران جنگ نبی اکرم ﷺ جرات اور بہادری پیدا کرنے اور حوصلہ افزائی کے لیے اعلان فرماتے: [۱۱۳۱] ”مَنْ قَتَلَ كَافِرًا لَهُ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ فَلَهُ سَلْبُهُ“^{۸۲} ”جو کسی کافر کو قتل کر دے گا اور اس کے پاس اس کا ثبوت ہو تو اس کا چھینا ہوا مال قاتل کو دیا جائے گا۔“

رسول اللہ ﷺ جہاد میں عام طور پر مشرکین کا تعاون قبول نہ کرتے اور فرماتے تھے: [۱۱۳۲] ”فَلَنْ أَسْتَعِينَنَّ بِمُشْرِكٍ“^{۸۳} ”میں کسی مشرک کی مدد ہرگز نہیں لوں گا۔“ ایک

۷۹۔ ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب مَنْ اسْتَعَانَ بِالضُّعْفَاءِ وَالصَّالِحِينَ فِي الْحَرْبِ، الحديث: ۲۷۴۰ +

صحیح مسلم = کتاب فضائل الصَّحَابَةِ : باب فضل الصَّحَابَةِ ثُمَّ الَّذِينَ يُلُوتُهُمْ، الحديث: ۲۵۳۲

۸۰۔ ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب مبادرة الامام عند الفزع، الحديث: ۲۸۰۶ و باب السَّيْرَةِ وَالرَّكُضِ فِي الْفَزَعِ، الحديث: ۲۸۰۷، و باب الشُّجَاعَةِ فِي الْحَرْبِ وَالْجَبَنِ، الحديث: ۲۶۶۵، ۲۶۶۷، و باب مَا يَتَعَوَّذُ مِنَ الْجَبَنِ، الحديث: ۲۶۶۷، ۲۶۶۸ + صحیح مسلم = کتاب الذِّكْرِ وَالْذِّعَا وَالتَّوْبَةِ، باب التَّعَوُّذُ مِنَ الْعِزِّ وَالْكَسَلِ وَغَيْرِهِ، الحديث: ۲۷۰۶

۸۱۔ ملاحظہ ہو صحیح ابی داؤد = کتاب الجہاد: باب في المبارزة، الحديث: ۲۳۲۱

۸۲۔ تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقْمُ الْمُسْلَسِل: ۹۴۱

۸۳۔ صحیح مسلم = کتاب الجہاد: باب كراهة الإستعانة في الغزو بكافر، الحديث: ۱۸۱۷ + صحیح الترمذی = أبواب

السَّيْرِ: باب ما جاء في أهل الذِّمَّةِ يغزون مع المسلمين هل يُسَهَّمُ لَهُمْ، الحديث: ۱۲۶۲

روایت میں الفاظ یوں بھی ہیں: [۱۱۳۳] «إِنَّا لَا نَسْتَعِينُ بِمُشْرِكٍ» ^{۵۴} ہم کسی مشرک کی مدد نہیں حاصل کرتے۔“

رسول اللہ ﷺ معاہدہ کرنے والوں کے ساتھ باہمی تعاون جائز قرار دیتے اور معاہدہ کو پورا کرنا ضروری ٹھہراتے تھے۔ چنانچہ صلح حدیبیہ میں بنو خزاعہ آپ ﷺ کے عہد و پیمان میں داخل ہو گئے اور ان کے ساتھ باہمی تعاون صلح کی شرائط کے مطابق ضروری قرار پایا۔ باوجود اس کے کہ وہ مشرکین تھے۔ ^{۵۵} رسول اللہ ﷺ نے ایسا کام قرآن مجید کی اس آیت پر عمل کرتے ہوئے کیا:

[۱۱۳۴] ﴿وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ﴾ [الأنفال=۸:۶۱]

”اگر وہ صلح کے معاہدے کے لئے آمادہ ہو جائیں تو آپ بھی آمادہ ہو جایا کریں اور اللہ تعالیٰ پر توکل کریں۔“

چنانچہ خود نبی اکرم ﷺ نے یہود کی ایک قوم کو جنگ میں تعاون کرنے کے بعد مال غنیمت سے حصہ عطا فرمایا۔ ^{۵۶} اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

[۱۱۳۵] «سُتَصَالِحُونَ الرُّومَ صَلَاحًا امْنًا وَ تَغْزُونَ أَنْتُمْ وَ هُمْ عَدُوًّا مِنْ وَرَائِكُمْ» ^{۵۷}

”عنقریب تم رومیوں کے ساتھ ایک پر امن صلح کرو گے اور پھر تم اور وہ مل کر اپنے مشترکہ دشمن کے ساتھ جنگ کرو گے۔“

مشرکوں کے ساتھ صلح کے لئے محمدی دستور اور ضابطہ یہ تھا:

[۱۱۳۶] «لَا يَسْتَلُونَنِي خُطَّةً يُعْظَمُونَ فِيهَا حُرْمَاتِ اللَّهِ إِلَّا أَعْطَيْتُهُمْ إِيَّاهَا» ^{۵۸}

^{۵۴} صحیح ابی داؤد = کتاب الجہاد: باب فی المشرک یشہم لہ ، الحدیث: ۲۳۷۲ + صحیح ابن ماجہ = کتاب الجہاد: باب الاستعانة بالمُشْرِكِينَ، الحدیث: ۲۲۸۴

^{۵۵} ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب الصلح : باب الصلح مع المشرکین ، الحدیث: ۲۵۵۳-۲۵۵۵ و کتاب الشروط: باب الشروط فی الجہاد والمصالحة مع أهل الحرب و کتابة الشروط ، الحدیث: ۲۵۸۱-۲۵۸۲ + صحیح مسلم = کتاب الجہاد والسير: باب صلح الحديبية فی الحديبية، الحدیث: ۱۷۸۳

^{۵۶} ملاحظہ ہو صحیح الترمذی = أبواب السير : باب ما جاء فی أهل الذمة یغزون مع المسلمين هل یُسہم لہم ، الحدیث: ۱۲۶۳ + صحیح ابی داؤد = کتاب الجہاد: باب فیمن جاء بعد الغنیمۃ لا سہم لہ ، الحدیث: ۲۳۶۶

^{۵۷} صحیح ابی داؤد = کتاب الجہاد: باب فی صلح العدو ، الحدیث: ۲۴۰۵ + صحیح ابن ماجہ = کتاب الفتن: باب الملاحم، الحدیث: ۳۳۰۲

^{۵۸} صحیح البخاری = کتاب الشروط: باب الشروط فی الجہاد والمصالحة مع أهل الحرب و کتابة الشروط ، الحدیث: ۲۵۸۱
Free downloading facility of Videos, Audios & Books for DAWAH purpose only, From Islamic Research Centre Rawalpindi

” (مشرکین مکہ) اللہ کی حرمتوں کی تعظیم برقرار رکھتے ہوئے مجھ سے جو بھی مطالبہ یا شرط چاہیں گے میں پوری کر دوں گا۔“

چنانچہ ضرورت اور حاجت کے وقت اور دینی مصلحت کی بناء پر رسول اللہ ﷺ نے مشرکوں سے تعاون لینے کو جائز رکھا اور صلح اور باہمی تعاون کے سنہری اصول مقرر فرمائے۔ اکثر علماء اسلام کا یہی موقف ہے۔ ۵۹

دوران جنگ کوئی کافر اور مشرک امان طلب کرتا تو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی کے مطابق آپ ﷺ اس کو امان دے دیتے:

[۱۱۳۷] ﴿وَإِنْ أَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّى يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ.....﴾ [التوبة = ۶: ۹]

”اور اگر مشرکوں میں سے کوئی بھی آپ سے امان طلب کرے (امن کی درخواست پیش کرے) تو آپ اس کو امن دے دیا کریں۔ تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام سن لے۔“
علاوہ ازیں رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

[۱۱۳۸] ﴿ذِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ وَاحِدَةٌ يَسْعَى بِهَا أَدْنَاهُمْ﴾ ۶۰

”تمام مسلمانوں کا عہد و امان ایک ہی حکم میں ہے اور ادنیٰ مسلمان (مرد و عورت) بھی عہد و امان دے سکتا ہے۔“

نقداری اور عہد شکنی کو رسول اللہ ﷺ حرام قرار دیتے ہوئے، ارشاد فرماتے ہیں:

[۱۱۳۹] ﴿فَمَنْ أَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ﴾ ۶۱

”جو کسی بھی مسلمان کے عہد و پیمان کو توڑے گا اس پر اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور تمام انسانوں کی طرف سے لعنت ہے اس کا کوئی فرض اور نفل قبول نہیں کیا جائے گا۔“

قاصدوں اور سفیروں کو قتل کرنا بین الاقوامی مسلمہ اصولوں کے خلاف ہے۔ آپ ﷺ اس کا مکمل احترام فرماتے۔ مسلمہ کذاب کے قاصدوں کو ارشاد فرمایا:

۵۹ ملاحظہ ہو صحیح الترمذی = أبواب السير : باب مَا جَاءَ فِي أَهْلِ الذِّمَّةِ يَغْزُونَ مَعَ الْمُسْلِمِينَ هَلْ يُسَهَّمُ لَهُمْ + سنن ابی داؤد = کتاب الجہاد: باب فی صلح العدو

۶۰ صحیح البخاری = کتاب الجہاد / أبواب الجزية والموادعة: باب اثم من عاهد ثم غدر ، الحديث: ۳۰۰۸ + صحیح مسلم = کتاب الحج: باب فضل المدينة و دعاء النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بالبركة..... ، الحديث: ۱۳۷۰

[۱۱۴۰] ”أَمَّا وَاللَّهِ! لَوْلَا أَنَّ الرُّسُلَ لَا تُقْتَلُ لَضَرَبْتُ أَعْنَاقَكُمْ“ ۹۲

”اللہ کی قسم! اگر یہ بات نہ ہوتی کہ قاصد و سفیر قتل نہیں کئے جاتے تو میں تمہاری گردنیں اڑا دیتا۔“

رسول اللہ ﷺ ایک ماہر اور مدبر سپہ سالار کی طرح جب دشمن پر غالب آجاتے تو تین روز تک میدان جنگ میں قیام فرماتے۔ ۹۳

رسول اکرم ﷺ عمدہ ایمان کے حامل، اللہ پر توکل کرنے والے اور بھیجے ہوئے نبی کی حیثیت سے تمام دینی اور دنیاوی معاملات کی طرح جہاد اور قتال کا آغاز اللہ کے ذکر، دعاؤں اور اللہ سے فریاد اور مدد طلب کرتے ہوئے فرماتے۔ اور ارشاد فرماتے:

[۱۱۴۱] ”أَغْزُوا بِسْمِ اللَّهِ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَ قَاتِلُوا مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ.....“ ۹۴

”اللہ کے نام سے ابتداء کرتے ہوئے اللہ کی راہ میں ہر کافر کے ساتھ جنگ کرو۔“

جنگ کے اختتام میں بالآخر فتیاب ہونے کے باوجود فخر و غرور اور کبر و نخوت کی بجائے اپنے رب قدر کی حمد و ثناء اور تسبیح و تہلیل کرتے ہوئے واپس لوٹتے۔ چنانچہ جہاد، حج اور عمرہ سے واپسی پر ہر بلندی پر درج ذیل ذکر کے ساتھ رطب اللسان رہتے۔

[۱۱۴۲] ”اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ

اَلْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ اَيُّوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ۔ صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدُهُ وَ نَصَرَ عَبْدَهُ وَ هَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهُ“ ۹۵

”اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کے لئے بادشاہی ہے۔ اسی کے لئے تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ہم واپس پلٹنے والے ہیں، توبہ کرنے والے ہیں،

۹۲ صحیح ابی داؤد = کتاب الجہاد: باب فی الرُّسل، الحدیث: ۲۳۹۹، ۲۴۰۰

۹۳ ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب من غَلَبَ الْعَدُوَّ فَأَقَامَ عَلَى عَرَصَتِهِمْ ثَلَاثًا، الحدیث: ۲۹۰۰ + صحیح

مسلم = کتاب الْجَنَّةِ وَصِفَةِ نَعِيمِهَا وَاهْلِهَا: باب عرض مقعد الميِّتِ مِنَ الْجَنَّةِ أَوْ النَّارِ عَلَيْهِ، الحدیث: ۲۸۷۵ + صحیح

ابی داؤد = کتاب الجہاد: باب فی الامام یقیم عند الظُّهور عَلَى الْعَدُوِّ بِعَرَصَتِهِمْ، الحدیث: ۲۳۴۴

۹۴ تخریج کے لیے دیکھئے الرِّقْم المسلسل: ۵۲

۹۵ صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب التَّكْبِيرِ إِذَا عَلَا شَرَفًا، الحدیث: ۲۸۳۳ + صحیح مسلم = کتاب الْحَجِّ: باب ما

يقول إِذَا قَفَلَ مِنْ سَفَرِ الْحَجِّ وَغَيْرِهِ، الحدیث: ۱۳۴۴

عبادت کرنے والے ہیں سجدہ کرنے والے ہیں، اور اپنے رب کی تعریف کرنے والے ہیں۔ اللہ نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا، اپنے بندے کی مدد فرمائی اور تمام لشکروں کو اس اکیلے پروردگار نے شکست سے دو چار کر دیا۔

رسول اکرم ﷺ ایک ماہر تجربہ کار سپہ سالار کی جنگی سیاست استعمال کرتے ہوئے دشمن کی عسکری، فوجی اور اقتصادی قوت کو بے اثر اور بیکار کرنے اور اپنی قوت کے بلا ضرورت استعمال سے منع فرماتے اور کم از کم استعمال کا مشورہ دیتے، صحابہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ہمیں بدر کے دن ارشاد فرمایا:

[۱۱۴۳] «إِذَا أَكْتَبُوكُمْ فَأَرُّوهُمْ وَاسْتَبِقُوا نَبْلَكُمْ» ۹۶

”غزوہ بدر میں (جب صحابہ رضی اللہ عنہم صف بندی کر چکے تو) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب دشمن تمہارے قریب آجائیں تو تیر اندازی کرو اور اپنے تیر ضائع ہونے سے بچاؤ۔“ کسی سخت ضرورت کے بغیر رسول اللہ ﷺ نے کسی قیدی کو باندھ کر قتل کرنے سے منع فرمایا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے عقبہ بن ابی معیط اور نصر بن حارث کو باندھ کر قتل کروایا۔ عقبہ بن ابی معیط کے قتل کا واقعہ سنن ابی داؤد میں یوں مروی ہے:

”ضحاک بن قیس نے مسروق کو عامل (حکومتی عہدہ دار) بنانا چاہا تو عقبہ بن ابی معیط کے بیٹے عمارہ نے اس سے کہا: ”تم ایسے شخص کو عامل بنانا چاہتے ہو جو کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں میں سے ہے۔“ مسروق نے اس سے کہا: ”کہ مجھے سیدنا عبد اللہ بن مسعود نے حدیث بیان کی ہے اور ہم لوگوں میں بہت معتبر آدمی تھے۔“ (حدیث یوں ہے کہ) جب رسول اللہ ﷺ نے تمہارے والد عقبہ بن ابی معیط کو (باندھ کر) قتل کرنے کا ارادہ فرمایا تو اس نے کہا میرے بچوں کی کون خبر گیری کرے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”آگ۔“ اسی طرح نصر بن حارث کو بھی باندھ کر قتل کیا گیا۔ ۹۸

جبکہ سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

۹۶ صحیح البخاری = کتاب المغازی: باب فضل من شہد بدراً، الحدیث: ۳۷۶۳ + صحیح ابی داؤد = کتاب الجہاد: باب فی الصُّفوف، الحدیث: ۲۳۲۰

۹۷ ملاحظہ ہو صحیح ابی داؤد = کتاب الجہاد: باب فی قتل الأسیر صبراً، الحدیث: ۲۳۳۶

[۱۱۴۴] « سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى عَنْ قَتْلِ الصَّبْرِ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ كَانَتْ دَجَاجَةٌ مَا صَبَرْتُهَا » ۹۹

” میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ باندھ کر قتل کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔ پس اس کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر مرغی بھی ہو تو میں اسے باندھ کر قتل نہ کرونگا۔“

فتح مکہ کے روز رسول اللہ ﷺ نے اعلان فرمایا:

[۱۱۴۵] « لَا يُقْتَلُ قَرْشِيٌّ صَبْرًا بَعْدَ هَذَا الْيَوْمِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ » ۱۰۰
 ” آج کے بعد تا قیامت کوئی قریشی باندھ کر قتل نہ کیا جائے گا۔“

عام حالات میں (جب جہاد فرض عین نہ ہوتا) نبی اکرم ﷺ جہاد کی طرف نکلتے ہوئے اور لوگوں کو نکالتے ہوئے لوگوں کی ضرورتوں اور مصلحتوں پر بالخصوص نظر رکھتے تھے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے ایک (سابق) نبی برحق کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ انہوں نے جہاد پر جاتے ہوئے اپنے ساتھیوں کی مجبوریوں کو ملحوظ رکھا۔ مثلاً ایک شخص کی سہاگ رات کا موقع تھا۔ انہوں نے اس کو گھر رہنے کی اجازت دے دی..... ایک شخص کا مکان تعمیر کے آخری مراحل میں تھا۔ انہوں نے اسے بھی گھر رہنے کی اجازت دے دی..... اسی طرح ایک شخص کی اونٹنیاں اور بکریاں حاملہ تھیں اور بچے جننے کے قریب تھیں اللہ کے اس نبی نے اس کو بھی جہاد سے مستثنیٰ قرار دے دیا۔ ۱۰۱

لیکن جہاد جب فرض عین ہو تو پھر جہاد سے پیچھے رہنے کو اسلام نے منافقت کی علامت قرار دیا ہے۔ ۱۰۲

مذکورہ بالا حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اہم ترین دینی امور فارغ البال، پر عزم اور محتاط

۹۹ سنن أبی داؤد = کتاب الجہاد: باب فی قتل الأسیر بالنبل + زاد المعاد: ۱۱۲/۳ بتحقیق شعیب الارناؤوط و عبد القادر الارناؤوط

۱۰۰ صحیح مسلم = کتاب الجہاد والسیر: باب لا یقتل قرشی صبراً بَعْدَ الفتح، الحدیث: ۱۷۸۲۔ نیز ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب قتل الأسیر و قتل الصبر

۱۰۱ تخریج کے لیے دیکھئے الرقم المسلسل: ۳۷۷

۱۰۲ دیکھئے سورۃ التہ کی آیات ۹۳، ۹۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱،

لوگوں کے سپرد کئے جانے چاہئے۔ کیونکہ ذہنی اور قلبی طور پر مشغول آدمی عزم و ہمت اور بھرپور توجہ سے عاری ہوتا ہے۔^{۵۳}

جنگی قیدیوں میں سے کوئی قیدی اگر قبل از گرفتاری اسلام قبول کر لینے کا مدعی ہوتا اور اس دعویٰ پر کوئی ایک شہادت پیش کر دیتا تو اسے اسلامی برادری میں شامل فرما کر قتل، فدیہ اور غلامی سے مستثنیٰ قرار دیتے۔ جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بدر کے دن بدر کے قیدیوں کے بارے میں فرمایا:

[۱۱۴۶] « لَا يَنْفَلَتَنَّ أَحَدٌ مِنْهُمْ إِلَّا بِفِدَاءٍ أَوْ ضَرْبِ عُنُقٍ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ مَسْعُودٍ إِلَّا سُهَيْلَ ابْنَ بَيْضَاءَ قَدْ سَمِعْتُهُ يَذْكُرُ الْإِسْلَامَ قَالَ فَسَكَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ فَمَا رَأَيْتُنِي فِي يَوْمٍ أَخَوْفَ أَنْ تَقَعَ عَلَى حِجَارَةٍ مِنَ السَّمَاءِ مِنِّي فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ حَتَّى قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا سُهَيْلَ ابْنَ بَيْضَاءَ وَ نَزَلَ الْقُرْآنُ ﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَى . حَتَّى يُشْخِنَ فِي الْأَرْضِ﴾ [الأنفال=۶۷:۸-۶۹] ^{۵۴}

”نہیں بچے گا کوئی قیدی ان بدر کے قیدیوں میں سے مگر فدیہ ادا کر کے یا پھر اس کی گردن اڑا دی جائے گی۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”میں نے کہا سوائے سہیل بن بیضاء کے کہ میں نے سنا ہے وہ اسلام (قبول کرنے) کا تذکرہ کیا کرتا تھا۔ آپ ﷺ خاموش ہو رہے۔ میں نے خود کو اس دن سے پہلے کبھی اتنا خوفزدہ محسوس نہیں کیا۔ مجھے اس سے زیادہ ڈر لگ رہا تھا کہ آسمان سے میرے اوپر پتھر برسیں۔ حتیٰ کہ بالآخر رسول اللہ ﷺ بولے اور آپ نے فرمایا: سوائے سہیل بن بیضاء کے۔ پھر قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی جو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے موقف کے موافق تھی کہ ”نبی کے لیے یہ مناسب نہیں کہ اس کے ہاتھ قیدی آئیں اور وہ ان کو خون بہائے بغیر چھوڑ دے.....“

((..... ❀ ❀ ❀ ❀ ❀))

۵۳ شرح النّووی: ۲/۸۵

۵۴ سنن الترمذی = أبواب تفسیر القرآن : باب سورة الأنفال + مسند احمد: ۱/۳۸۳ + نیل الأوطار: ۸/۳ اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے حسن کہا ہے۔ جبکہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے ضعیف الترمذی ،

جنگی قیدی

بدر کے قیدیوں کی رہائی فدیہ اور احسان کے ساتھ:
اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۱۴۷] ﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُفْخِنَ فِي الْأَرْضِ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝﴾ [الأنفال: ۶۷-۶۹]

”کسی نبی کے لئے مناسب نہیں کہ اس کے پاس جنگی قیدی ہوں (اور وہ ان کو چھوڑ دے) جب تک وہ زمین میں (کافروں) کی خوب خون ریزی نہ کر لے۔ تم دنیا کا مال و اسباب چاہتے ہو اور اللہ تمہارے لئے آخرت کا ثواب چاہتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ غالب اور حکیم ہے۔ اگر اللہ کی طرف سے ایک فیصلہ نہ لکھا ہوتا تو جو کچھ تم نے (قیدیوں سے) لیا تھا اس پر تمہیں بہت بڑا عذاب پکڑ لیتا۔ پس جو مال تم نے (فدیہ میں) حاصل کیا ہے اسے بطور حلال اور پاکیزہ کھاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے۔“

[۱۱۴۸] ﴿فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا أَثْخَتْتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَتَاقَ ۚ فَمَا مِنَّا بَعْدُ ۚ وَإِنَّا فِدَاءٌ حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا ۚ.....﴾

[سورہ محمد=۴۷:۴]

”پس جب تم (اے مسلمانو!) کافروں سے بھڑ جاؤ تو بے فکر ہو کر گردنیں اڑاؤ حتیٰ کہ جب تم ان کی خوب خون ریزی کر چکو تو ان کو بیڑیوں میں مضبوط باندھ لو (گرفتار کر لو)۔ پھر

اس کے بعد بطور احسان چھوڑ دو یا فدیہ وصول کر کے (چھوڑ دو)۔ یہاں تک کہ جنگ

اپنے ہتھیار ڈال دے۔“

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے:

[۱۱۴۹] «لَمَّا أَسْرُوا الْأَسَارَى قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا بَى بَكْرٍ وَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا - مَا تَرَوْنَ فِي هَؤُلَاءِ الْأَسَارَى - فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ : يَا نَبِيَّ اللَّهِ هُمْ بَنُو الْعَمِّ وَالْعَشِيرَةِ أَرَأَى أَنْ تَأْخُذَ مِنْهُمْ فِدْيَةً - فَتَكُونُ لَنَا قُوَّةٌ عَلَى الْكُفَّارِ - فَعَسَى اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُمْ لِسُلَامٍ - فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَرَى يَا ابْنَ الْخَطَّابِ ! قُلْتُ لَا وَاللَّهِ ! مَا أَرَى الَّذِي رَأَى أَبُو بَكْرٍ - وَلَكِنِّي أَرَى أَنْ تُمَكِّنَّا فَنَضْرِبَ أَعْنَاقَهُمْ - فَمُتَّكِنَ عَلِيًّا مِنْ عَقِيلٍ فَيَضْرِبَ عُقْنَهُ - وَ تُمَكِّنِي مِنْ فُلَانٍ (نَسِيبًا لِعُمَرَ) فَأَضْرِبَ عُقْنَهُ - فَإِنْ هَؤُلَاءِ أَيْمَةُ الْكُفْرِ وَ صَنَادِيدُهَا - فَهَوَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَلَمْ يَهْوَى مَا قُلْتُ - فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ جِئْتُ فَإِذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ أَبُو بَكْرٍ قَاعِدَيْنِ يَبْكِيَانِ - قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ! أَخْبِرْنِي مِنْ أَى شَيْءٍ تَبْكِي أَنْتَ وَ صَاحِبُكَ - فَإِنْ وَجَدْتُ بُكَاءً بَكَيْتُ - وَإِنْ لَمْ أَجِدْ بُكَاءً تَبَاكَيْتُ لِبُكَائِكُمَا - فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَبْكِي لِلَّذِي عَرَضَ عَلَى أَصْحَابِكَ مِنْ أَخْذِهِمُ الْفِدَاءَ - لَقَدْ عَرَضَ عَلَى عَذَابُهُمْ أَذْنَى مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ (شَجَرَةِ قَرِيْبَةٍ مِنْ نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) وَ أَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ : ﴿ مَا كَانَ لِنَبِيِّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَى حَتَّى يُنْجِنَ فِي الْأَرْضِ فَكُلُّوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا ﴾ فَأَحَلَّ اللَّهُ الْغَنِيْمَةَ لَهُمْ ۝ ۱۰۰

”جب کافروں کے قیدیوں کو صحابہ نے قید کر لیا تو رسول اللہ ﷺ نے (مشورہ کے طور پر) ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا تم ان قیدیوں کے بارے کیا رائے دیتے ہو؟ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یا نبی اللہ! وہ ہمارے چچا زاد اور قبیلے والے ہیں۔ میں تو یہ رائے دیتا ہوں کہ آپ ان سے فدیہ (تاوان جنگ) وصول کر لیں جو ہمارے لیے کفار کے خلاف قوت کا باعث ہوگا۔ اس بات کا بھی امکان ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اسلام کی طرف رہنمائی کر دے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اے ابن خطاب! تیری کیا رائے ہے؟ میں نے کہا: ”اللہ کی

قسم! میری رائے تو اس سے مختلف ہے۔ میری وہ رائے نہیں جو ابو بکر کی ہے۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ آپ ہمیں ان کی گردنیں اڑانے کی اجازت دیں۔ عقیل (علی کا بھائی) علی کے سپرد کریں وہ اس کی گردن اڑائے۔ میرا فلاں رشتہ دار میرے سپرد کریں میں اس کی گردن اڑاؤں۔ یہ کفر کے سردار اور سرکردہ افراد ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا میلان ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رائے کی طرف ہوا اور میری رائے کی طرف نہ ہوا۔ (لہذا آپ نے فدیہ لے کر قیدی چھوڑ دیئے) جب اگلا دن ہوا میں آیا تو رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر بیٹھے رو رہے تھے۔ میں نے کہا: اللہ کے رسول کیا بات ہے کہ آپ اور آپ کا ساتھی ابو بکر رو رہے ہیں؟ اگر اس میں کوئی رونے کی بات ہوئی تو میں بھی روؤں گا۔ اگر رونے کی بات نہ بھی ہوئی تو میں کم از کم رونے والی شکل ہی بنا لوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں اس بات کی وجہ سے رو رہا ہوں جو تیرے ساتھیوں نے مجھے فدیہ لینے کے بارے میں مشورہ دیا تھا۔ مجھ پر ان کا عذاب پیش کیا گیا۔ جو اس درخت سے بھی قریب آ پہنچا تھا۔ (آپ نے ایک ایسے درخت کی طرف اشارہ کیا جو آپ کے بالکل قریب تھا) اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں ”نبی کے لیے مناسب نہیں کہ اس کے ہاتھ قیدی آئیں اور وہ زمین میں ان کا خون بہائے بغیر ان کو آزاد کر دے۔..... پس تم اس مال غنیمت کو کھاؤ جو حلال اور پاکیزہ ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے مال غنیمت کو حلال کر دیا۔“

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے :

[۱۱۵۰] « أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ جَعَلَ فِدَاءَ أَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ يَوْمَ بَدْرٍ أَرْبَعِمِائَةٍ » ۱

”رسول اللہ ﷺ نے غزوہ بدر کے ان پڑھ قیدیوں کا فی کس چار سو درہم فدیہ مقرر فرمایا۔“

سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بدر کے قیدیوں کے بارے فرمایا:

[۱۱۵۱] « لَوْ كَانَ الْمُطْعَمُ ابْنُ عَدِيٍّ حَيًّا ثُمَّ كَلَّمَنِي فِي هَؤُلَاءِ النَّسِيِّ لَتَرَكْتُهُمْ لَهُ » ۲

”اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا پھر ان خبیثوں کے متعلق مجھ سے سفارش کرتا تو میں اس کی

خاطر انہیں (بلا فدیہ) آزاد کر دیتا ————— کیونکہ مطعم بن عدی نے طائف سے واپسی

پر رسول اللہ ﷺ کو مکہ میں داخل ہونے کے لیے امان فراہم کیا تھا اور قریش کے

۱ صحیح ابی داؤد = کتاب الجہاد : باب فی فداء الأسیر بالمال، الحدیث: ۲۳۴۰، اس حدیث کو امام نسائی رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔

۲ صحیح البخاری = کتاب الجہاد / أبواب الخمس : باب ما منَّ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى الْأَسَارِيِّ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُخَمَّسَ ، الحدیث:

۲۹۷۰ + صحیح ابی داؤد = کتاب الجہاد : باب فی فداء الأسیر بغیر فداء، الحدیث: ۲۳۳۸ + مسند احمد: ۸۰ / ۴

بایکاٹ کی تجویز کو پھاڑ دیا تھا۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

[۱۱۵۲] «بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْلًا قَبْلَ نَجْدٍ فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِي حَنِيفَةَ يُقَالُ لَهُ ثُمَامَةُ بْنُ أُثَالٍ فَرَبَطُوهُ بِسَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ - فَخَرَجَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ «مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ!» فَقَالَ عِنْدِي خَيْرٌ يَا مُحَمَّدُ - إِنْ تَقْتُلْنِي تَقْتُلْ ذَا دِمٍّ وَإِنْ تُنْعِمَ تُنْعِمَ عَلَيَّ شَاكِرٍ - وَإِنْ كُنْتَ تُرِيدُ الْمَالَ فَسَلْ مِنْهُ مَا شِئْتَ - فَتَرَكَ حَتَّى كَانَ الْغَدُ - ثُمَّ قَالَ لَهُ «مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ» فَقَالَ مَا قُلْتُ لَكَ إِنْ تَقْتُلْ تَقْتُلْ ذَا دِمٍّ إِنْ تُنْعِمَ تُنْعِمَ عَلَيَّ شَاكِرٍ - فَتَرَكَهُ حَتَّى كَانَ بَعْدَ الْغَدِ - فَقَالَ «مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ» فَقَالَ عِنْدِي مَا قُلْتُ لَكَ - فَقَالَ «أَطْلِقُوا ثُمَامَةَ» فَاَنْطَلَقَ إِلَى نَخْلٍ قَرِيبٍ مِنَ الْمَسْجِدِ - فَاعْتَسَلَ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ - يَا مُحَمَّدُ! وَاللَّهِ مَا كَانَ عَلَى الْأَرْضِ وَجْهٌ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ وَجْهِكَ - فَقَدْ أَصْبَحَ وَجْهُكَ أَحَبَّ الْوُجُوهِ إِلَيَّ - وَاللَّهِ مَا كَانَ مِنْ دِينٍ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ دِينِكَ فَأَصْبَحَ دِينُكَ أَحَبَّ الدِّينِ إِلَيَّ - وَاللَّهِ مَا كَانَ مِنْ بَلَدٍ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ بَلَدِكَ - فَأَصْبَحَ بَلَدُكَ أَحَبَّ الْبِلَادِ إِلَيَّ - وَإِنْ خَيْلِكَ أَخَذْتَنِي وَآنَا أُرِيدُ الْعُمْرَةَ - فَمَاذَا تَرَى؟ فَبَشَّرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَآمَرَهُ أَنْ يَعْتَمِرَ - فَلَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ قَالَ لَهُ قَائِلٌ صَبَوْتَ - قَالَ لَا - وَلَكِنْ أَسْلَمْتُ مَعَ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا وَاللَّهِ! لَا يَأْتِيكُمْ مِنَ الْيَمَامَةِ حَبَّةٌ حِنْطَةٍ حَتَّى يَأْذَنَ فِيهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ» ۳

”نبی ﷺ نے گھر سواروں کا ایک دستہ نجد کی طرف روانہ کیا۔ وہ دستہ بنی حنیفہ قبیلہ کے ایک شخص کو پکڑ لایا۔ جس کو ثمامہ بن اثال کہا جاتا تھا۔ انہوں نے لا کر اس کو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا۔ نبی ﷺ اس کے پاس گئے جا کر کہا: ثمامہ! تمہارا کیا خیال ہے؟ (یعنی اسلام قبول کرتے ہو یا نہیں؟) اس نے کہا: اے محمد! میرا خیال بہت اچھا ہے۔ اگر آپ مجھے قتل کریں گے تو ایک ایسے شخص کو قتل کریں گے جس کے خون کا بدلہ لیا جائے گا۔ اگر آپ مجھ پر احسان کرتے ہوئے آزاد کر دیں گے تو

۳ صحیح البخاری = کتاب المغازی : باب وفد بنی حنیفہ ، و حدیث ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ ، الحدیث : ۴۱۱۴ + صحیح مسلم = کتاب الجہاد والسیر : باب ربط الأسیر و حبسہ و جواز المّ علیہ ، الحدیث : ۱۷۶۴ + صحیح أبی

ایک ایسے شخص کو آزاد کریں گے جو احسان فراموش نہیں بلکہ احسان کا قدر دان ہے۔ اگر آپ مال چاہتے ہیں تو جس قدر چاہتے ہو میرے مال سے لے لو۔ آپ نے اس کو اس کے حال پر اگلے دن تک کے لیے چھوڑ دیا۔ جب اگلا دن ہوا تو آپ نے پھر اسی طرح فرمایا: کیا خیال ہے ثمامہ! اس نے کہا: میرا وہی موقف ہے جو میں نے کل آپ سے کہہ دیا تھا۔ اگر مجھے قتل کرو گے تو ایسے آدمی کو قتل کرو گے جس کے خون کا بدلہ لیا جائے گا اگر آپ احسان کریں گے تو ایک قدر دان پر احسان کریں گے۔ آپ نے مزید ایک دن تک کے لیے اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ اس سے اگلے دن فرمایا: اب آپ کا کیا خیال ہے؟ اس نے جواب دیا وہی جو میں نے آپ سے کہہ دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ثمامہ کو آزاد کر دو۔ وہ ایک نخلستان میں چلا گیا، جو مسجد کے قریب ہی تھا۔ وہاں اس نے غسل کیا پھر مسجد میں داخل ہوا اور پکار اٹھا: ”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں اور محمد ﷺ اس کے سچے رسول ہیں۔“ اے محمد! اللہ کی قسم ہے اس زمین پر آپ کے چہرے سے زیادہ ناپسندیدہ چہرے میرے لیے کوئی نہیں تھا۔ جبکہ اب آپ کا چہرہ اقدس میرے لیے تمام چہروں سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ اللہ کی قسم! آپ کا دین میرے لیے تمام دینوں سے برا تھا۔ جبکہ اب آپ کا دین تمام ادیان سے زیادہ پسندیدہ ہو گیا ہے۔ اللہ کی قسم! کوئی شہر آپ کے شہر سے زیادہ برا نہیں لگتا تھا جبکہ اب آپ کا شہر تمام شہروں سے پیارا لگتا ہے۔ آپ کے گھڑ سوار دستے نے مجھے پکڑ لیا۔ اب میں عمرہ کرنا چاہتا ہوں۔ آپ کا کیا مشورہ ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے اس کو خوشخبری سنائی اور حکم دیا کہ آپ عمرہ کر آئیں۔ جب وہ مکہ آیا۔ اس کو کسی کہنے والے نے کہا تو ”صابی“ (بد مذہب) ہو گیا ہے۔ اس نے کہا ہر گز نہیں۔ میں تو محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لا کر مسلمان ہو چکا ہوں۔ اللہ کی قسم! اب کے بعد یمامہ سے تمہارے پاس گندم کا ایک دانہ بھی نہیں آیا کرے گا حتیٰ کہ اس کے بارے اللہ کے رسول ﷺ اجازت دیں۔“

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

[۱۱۵۳] » اَنَّ ثَمَانِينَ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ هَبَطُوا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ جَبَلِ التَّعِيمِ مُتَسَلِّحِينَ . يُرِيدُونَ غِرَّةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابِهِ .

فَاحْذَهُمْ سَلْمًا فَاسْتَحَبُّهُمْ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ : ﴿ وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَ

اَيَّدِيكُمْ عَنْهُمْ بِطَنٍ مَّكَهَ مِنْ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ط..... ﴿[الفتح=۴۸: ۲۴]﴾ ۵

” (صلح حدیبیہ کے موقع پر) اہل مکہ کے اسی افراد مسلح ہو کر جبل متعمیم کے راستہ سے نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ پر اچانک حملہ آور ہوئے۔ وہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کو دھوکہ سے بے خبری میں قتل کرنا چاہتے تھے۔ لیکن آپ نے ان کو گرفتار کر لیا اور پھر زندہ چھوڑتے ہوئے آزاد کر دیا۔ اسی موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: ”وہی اللہ ہے جس نے عین بطن مکہ میں کافروں کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک لیے۔ اس کے بعد کہ اللہ نے تمہیں ان پر کامیابی عطا کر دی تھی۔“ (اور صلح ہو گئی) ایک روایت میں یہ الفاظ بھی مروی ہیں:

[۱۱۵۴] «عِنْدَ صَلَوةِ الصُّبْحِ وَهُمْ يُرِيدُونَ اَنْ يَقْتُلُوهُ فَاُخِذُوا اَخِذًا فَاَعْتَقَهُمْ» ۶

”صبح کی نماز کے وقت وہ آپ کے صحابہ پر حملہ آور ہوئے۔ وہ آپ کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ صحابہ نے ان کو پکڑ لیا اور ان کو آزاد کر دیا۔“

رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے روز بیت اللہ میں موجود تین سو ساٹھ باطل معبودوں کو اور بے جان بتوں کو اپنی لاٹھی سے ضرب لگاتے جاتے اور ساتھ ساتھ پڑھتے جاتے:

[۱۱۵۵] «جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا» ﴿[الإسراء=۱۷: ۸۱]﴾

”حق آ گیا اور باطل مٹ گیا بلاشبہ باطل مٹنے والی ہی چیز ہے“ اسی دوران سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہا: «الْيَوْمَ يَوْمَ الْمَلْحَمَةِ: الْيَوْمَ تَسْتَحِلُّ الْكُعْبَةَ» ”آج خونریز لڑائی کا دن ہے۔ آج کعبۃ اللہ میں جنگ حلال ہوگی۔“ تو فاتح مکہ رحمۃ اللعالمین ﷺ نے جواباً فرمایا: «كَذَبَ سَعْدٌ وَلَكِنْ هَذَا يَوْمٌ يُعَظَّمُ اللَّهُ فِيهِ الْكُعْبَةُ وَ يَوْمٌ تُكْسَى فِيهِ الْكُعْبَةُ» ۷ ”سعد نے جھوٹ کہا ہے آج تو اللہ تعالیٰ کعبہ کی عزت و عظمت کو چار چاند لگا دے گا اور آج کعبۃ اللہ کو غلاف پہنایا جائے گا۔“

۵ صحیح مسلم = کتاب الجہاد والسیر : باب قول اللہ تعالیٰ «وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ» ، الحدیث: ۱۸۰۸ + صحیح أبی داؤد = کتاب الجہاد : باب فی المَنِّ عَلَى الْأَسِيرِ بِغَيْرِ فِدَاءٍ ، الحدیث: ۲۳۳۷ + صحیح الترمذی = أبواب تفسیر القرآن : باب سورة الفتح ، الحدیث: ۲۶۰۲

۶ صحیح الترمذی = أبواب تفسیر القرآن : باب الفتح ، الحدیث: ۲۶۰۳

۷ ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب المغازی : باب أين ركز النبي صلى الله عليه وسلم الرؤية يوم الفتح ، الحدیث: ۴۰۳۰ + صحیح مسلم = کتاب الجہاد والسیر : باب إزالة الأصنام من حول الكعبة ، الحدیث: ۱۷۸۱ +

ایک روایت میں یوں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل مکہ کو مخاطب کر کے فرمایا:

[۱۱۵۶] « اِذْهَبُوا فَانْتُمُ الطُّلُقَاءُ » ۱ « جاؤ آج تم آزاد کردیے گئے ہو۔ »

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

[۱۱۵۷] « اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ فَذَى رَجُلَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ بِرَجُلٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ » ۲

” بلاشبہ نبی ﷺ نے دو مسلمان قیدیوں کے بدلے ایک مشرک قیدی کو فدائی کے طور

پر آزاد کر دیا۔“

قیدی کو قتل کرنا:

نبی ﷺ نے بعض حالات میں مفسد، ظالم، خبیث، شریر قسم کے جنگی قیدیوں کو قتل کرنے کا حکم بھی دیا ہے۔ چنانچہ فتح مکہ میں غلاف کعبہ سے چٹھے ہوئے دشمن اسلام ابن حنظل کے متعلق فرمایا:

[۱۱۵۸] « اُقْتُلُوهُ » ۳ « اسے مار ڈالو۔ »

غزوہ احد کے ایک جنگی قیدی ابو عزہ حمی کو بدر میں احسان کے طور پر بلا معاوضہ آزاد کر دیا گیا۔ اس نے احسان فراموشی کی اور خلاف اسلام عناد اور کینہ سے لبریز اشعار کہے۔ اس کو اس پاداش میں قتل کیا گیا۔ اس طرح گندی فطرت کے حامل افراد اور شیطان صفت بدر کے قیدیوں نصر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط کو مار ڈالا گیا۔ ۴

فتح مکہ کے موقع پر معافی کے اعلان عام سے چھ افراد کو مستثنیٰ رکھا گیا اور ان کے قتل کا حکم دیا گیا۔ جن میں چار مرد اور دو گلوکارائیں شامل تھیں۔ تاہم مردوں میں عبد اللہ بن ابی سرح اور ایک گلوکارہ نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ ۵

۱ اس کی تخریج کے لیے دیکھئے الرِّقْم المسلسل: ۱۱۷۹

۲ صحیح الترمذی = أبواب السَّير : باب ما جاء في قتل الأسارى والفداء الحديث: ۱۲۷۳ + صحيح مسلم = كتاب النذر: باب لا وفاء لنذر في معصية الله ولا فيما لا يملك العبد، الحديث: ۱۶۴۱ + مسند احمد: ۴/ ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۳۲

۳ صحیح البخاری = كتاب الحجّ / أبواب الإحصار ، و جزاء الصَّيد: باب دخول الحرم و مكّة بغير إحرام ، الحديث: ۱۷۴۹ + صحيح مسلم = كتاب الحجّ: باب جواز دخول مكّة بغير إحرام ، الحديث: ۱۳۵۷

۴ کے لیے دیکھئے الرِّقْم المسلسل: ۱۰۰، ۱۰۱

۵ ملاحظہ ہو صحیح أبی داؤد = كتاب الجهاد: باب في قتل الأسير ولا يعرض عليه الإسلام ، الحديث: ۲۳۳۴ + زاد

المعاد بتحقيق شعيب الأرنؤوط و عبد القادر الأرنؤوط - اس حدیث کو امام نسائی رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔

مذکورہ بالا آیات اور احادیث سے معلوم ہوا:

① سورہ انفال کی آیات: ۶۷-۶۹ اور سورہ محمد کی آیت: ۴ میں سے کوئی آیت بھی منسوخ نہیں۔ لہذا جنگی قیدیوں کے متعلق امیر کو (i) قتل کر دینے (ii) احسان کے طور پر آزاد کر دینے (iii) مالی یا جانی فدیہ لیکر آزاد کر دینے کا اختیار ہے۔ وہ مسلمانوں کی بہتری یا کسی بھی ضرورت کے تحت مذکورہ بالا تینوں اختیارات میں سے جو اختیار چاہے استعمال کر سکتا ہے۔

② بعض علماء و فقہاء کے قول کے مطابق مندرجہ بالا آیات منسوخ ہیں اور ان کو منسوخ کرنے والی درج ذیل آیات ہیں:

[۱۱۵۹] ﴿فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ﴾ [التوبة=۹: ۵۰]

”اور مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو۔“

[۱۱۶۰] ﴿فَإِمَّا تَثَقَّفْنَهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَارِدُوهُمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ﴾ [الأنفال=۸: ۵۷]

”پس اگر آپ ان (کافروں) کو جنگ میں پالیں تو ان کے مارنے کے سبب پیچھے والوں کو بھی بھگا دو۔“

[۱۱۶۱] ﴿وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً﴾ [التوبة=۹: ۳۶]

”سب مل کر مشرکوں سے قتال کرو۔“

یہ موقف مجاہد، قتادہ، ضحاک، ابن جریج اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ کا ہے لہذا اس موقف کے مطابق جنگی قیدیوں کو احسان اور فدیہ لے کر آزاد کرنے کی بجائے کفر و شرک کی وجہ سے قتل کر دینا واجب ہے، عورتوں اور بچوں کے علاوہ۔ الا یہ کہ وہ قیدی اسلام قبول کر لیں۔ لیکن اکثر علماء کا موقف یہی ہے کہ امام کو قتل کرنے، احسان کے طور پر آزاد کرنے یا بغیر فدیہ لیے آزاد کرنے کے تینوں اختیارات حاصل ہیں۔ وہ اہل اسلام کی مصلحت میں جو اختیار بھی مفید تصور کرے استعمال کر سکتا ہے۔

امام قرطبی رحمہ اللہ اور امام ترمذی رحمہ اللہ یہ رقمطراز ہیں کہ یہی موقف زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ اور آپ کے خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کا یہی معمول رہا ہے۔ لہذا امیر اور خلیفہ بغیر فدیہ لیے صرف احسان کے طور پر قیدی آزاد کر سکتا ہے۔ اور قیدی کو قتل بھی کروا سکتا ہے اور کچھ فدیہ

لے کر آزاد کرنے کا اختیار بھی رکھتا ہے۔ امام قرطبی رحمہ اللہ مزید تحریر کرتے ہیں کہ مذکورہ بالا آیات کو منسوخ قرار دینے کی کوئی دلیل موجود نہیں۔ لہذا یہ حکم جس کو منسوخ کہا گیا ہے خاص حالت کے لئے ہے اور جس کو نسخ تصور کیا جاتا ہے وہ عام حالات کے لئے ہے۔ عبد اللہ بن عباس، ابن عمر رضی اللہ عنہما، حسن بصری، عطاء، امام مالک، شافعی، سفیان ثوری، احمد بن حنبل اور ابو عبیدہ رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ سے یہی موقف ملتا ہے۔ جبکہ اہل الرائے کے بارے مشہور موقف یہ ہے کہ وہ اس مذکورہ بالا موقف کے خلاف ہیں۔^{۳۱}

۳۱) اہل الرائے کا موقف یہ ہے کہ امام جنگی قیدیوں کو قتل کرنے، فدیہ کے ساتھ آزاد کرنے یا غلام بنالینے کا اختیار رکھتا ہے۔ لیکن احسان کرتے ہوئے بغیر فدیہ لئے آزاد نہیں کر سکتا۔ یہ برتاؤ کافروں کو طاقتور کرنے اور ان کی دشمنی اور بغض میں اضافہ کا باعث ہوگا۔ علاوہ ازیں یہ اختیار صرف نبی ﷺ کے لئے خاص طور پر حاصل تھا۔ جبکہ امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”کہ شرعی احکام میں کسی عام حکم کو بغیر دلیل کے خاص کرنے کا کوئی تصور نہیں۔ سورہ محمد کی آیت نمبر ۴ میں حکم عام ہے:

[۱۱۶۲] ﴿فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا أَتَخْتَمُواهُمْ فَشُدُّوا الْوُثَاقَ ۖ فِيمَا مَنَّا بَعْدُ ۖ وَإِمَّا فِدَاءً حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا ۚ﴾

[سورہ محمد = ۴۷: ۴]

”اے مسلمانو! جب کفار سے بھڑ جاؤ تو (بلا جھک) انکی گردنیں اڑاؤ حتیٰ کہ جب تم ان کی خوب خون ریزی کر چکو تو ان کو بیڑیوں میں مضبوط باندھ لو۔ (یعنی گرفتار کر لو) اس کے بعد یا تو بطور احسان چھوڑ دیا پھر فدیہ لے کر آزاد کر دو۔ یہاں تک کہ جنگ اپنے ہتھیار ڈال دے۔“

مذکورہ بالا آیت میں خطاب عام ہے۔ اس میں قیامت تک کے مسلمان مراد ہیں۔ نبی ﷺ اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے دور کے واقعات و تجربات گواہ ہیں کہ قتل کرنے اور غلام بنانے کے مقابلہ میں بطور احسان آزاد کر دینا اسلام کو مضبوط کرنے اور اسلام کے دشمنوں کے لئے دائرہ اسلام میں داخل ہونے کا زیادہ بڑا سبب ثابت ہوتا ہے۔^{۳۲}

۳۱ القرطبی: ۱۶/ ۱۵۱

۳۲ معالم السنن ۴: ۲۶، ۲۵/ نیز ملاحظہ ہو تفسیر القرطبی: ۸/ ۳۳، ۳۰/ ۱۶، ۱۵۰/ ۱۵۲ + تفسیر ابن کثیر: ۲/ ۳۵۹

④ سورہ انفال کی آیت نمبر ۶۸ کے الفاظ: ”اگر اللہ کی طرف سے پہلے ہی فیصلہ لکھا ہوا نہ ہوتا۔“ ہیں۔ اللہ کی طرف سے اس لکھے ہوئے فیصلے سے یہی مراد ہے ”ان کو احسان کے طور پر بھی چھوڑا جاسکتا ہے اور فدیہ لے کر بھی چھوڑا جاسکتا ہے۔“ ۱۵

⑤ سورہ انفال کی آیت نمبر ۶۷ کے الفاظ: ”یہاں تک کہ نبی زمین میں خون ریزی کرے۔“ سے ثابت ہوتا ہے کہ کفار کا اچھی طرح خون بہا لینے اور ان کو نیم مردہ کرنے سے پہلے گرفتاری اور قید و بند کا عمل شروع نہ کیا جائے۔ اس کی مزید وضاحت اور تفسیر سورۃ محمد کی آیت نمبر ۴ میں یوں ہے: ”یہاں تک کہ جب تک خوب خون بہا لو تو انہیں مضبوطی سے باندھ لو۔“ مشہور تابعی سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے بھی یہی بات کہی ہے۔ ۱۶

⑥ سورہ محمد کی آیت ۴ کے الفاظ ہیں: [۱۱۶۳] ﴿حَتَّى تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا﴾ ”یہاں تک کہ جنگ اپنے ہتھیار رکھ دے۔“

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے اترنے پر کفر اور اسلام کا معرکہ ختم ہوگا۔ تمام مذاہب کے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں گے۔ اور عالمی طور پر امن و امان قائم ہو جائے گا اور سارے کا سارا دین اللہ کیلئے قائم ہو جائے گا تو اس وقت جنگ اپنے ہتھیار رکھے گی۔ مجاہد، ابن جنید، حسن بصری اور کلبی نے بھی یہی بات کہی ہے۔ یہاں تک کہ جنگ اپنے ہتھیار پھینک دے۔ یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہے کہ کافر جنگجو اپنے ہتھیار پھینک دیں گے۔ شکست قبول کرتے ہوئے یا صلح کی دعوت کے ساتھ۔ جبکہ تقابلی طور پر پہلا مطلب اور موقف زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے اور وہ ان شرعی نصوص اور دلائل سے موافقت بھی رکھتا ہے۔ جن میں یہ وضاحت ہے کہ جہاد دین اسلام کے مکمل غلبہ تک اور ساری ملتوں کے خاتمے تک جاری رہے گا۔ جس طرح کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

[۱۱۶۴] ﴿حَتَّىٰ أَنْ يُقَاتِلَ آخِرُ أُمَّتِي الْمَسِيحَ الدَّجَالَ﴾ ۱۷

”یہاں تک کہ میری امت کا آخری شخص دجال سے لڑائی کرے گا۔“ ۱۸

۱۵ تفسیر القرطبی: ۸/۳۴۰۳۳

۱۶ تفسیر القرطبی: ۱۶/۱۰۱

۱۷ تخریج کے لیے دیکھئے الرِّقْم الملسلس: ۶۶

۱۸ تفسیر القرطبی: ۱۶/۱۵۲

④ جنگی قیدیوں کا فدیہ مالی اور جانی دونوں صورتوں میں وصول کرنا جائز اور درست ہے۔

جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس اور سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہما کی حدیث سے واضح ہوتا ہے۔^{۱۹} اور یہ حدیث اس موقف کے خلاف ہے کہ فدیہ صرف جانی لیا جائے۔ صرف جانی فدیہ لینے کا موقف امام مالک رحمہ اللہ سے مروی ہے۔^{۲۰}

⑤ رسول اللہ ﷺ نے دو ایک خبیث الفطرت اور شیطان صفت انسانوں کے علاوہ بدر کے اکثر جنگی قیدیوں کو معمولی فدیہ کے عوض اور بعض کو محض احسان کے طور پر اپنی قید سے آزاد کر دیا۔ یہ برتاؤ بین الاقوامی جنگی اصولوں اور آداب میں ایک روشن اور سنہری باب کا اضافہ ہے اور اسلام کی اخلاقی برتری کا باعث ہے۔ جس سے اسلام کی دعوت کو زبردست تقویت اور قبولیت حاصل ہوتی ہے۔

⑥ حدیث ثمامہ رضی اللہ عنہ سے بہت سارے احکام اور جہادی مسائل ثابت ہوتے ہیں: مثلاً جنگی قیدی کو باندھنا، مسجد میں داخل کرنا، اس کے ساتھ معاملات میں حسن سلوک اختیار کرنا، موثر اور احسن طریقے سے اس کو اسلام کی دعوت پیش کرنا۔ نیز قبول اسلام سے اعراض اور انکار کے باوجود اس کو بلا معاوضہ آزاد کر دینا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ کافر و مشرک اہل کتاب ہوں یا کوئی اور اجازت کے بعد مساجد میں داخل ہو سکتے ہیں، یہ موقف امام شافعی کا ہے۔ صرف اہل کتاب داخل ہو سکتے ہیں، یہ موقف امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے۔ کوئی کافر مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا، یہ عمر بن عبدالعزیز، قتادہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہم کا موقف ہے۔ جن کے پاس قرآن مجید کی درج ذیل آیت دلیل ہے۔

[۱۱۶۵] ﴿إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ﴾ [التَّوْبَةُ = ۲۸:۹]

”سوائے اس کے نہیں مشرک پلید ہیں اور وہ مسجد حرام کے قریب نہ آئیں۔“

اس حکم کے ہر مسجد کے لیے عام ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔ لہذا امام شافعی رحمہ اللہ کا موقف زیادہ صحیح اور مدلل ہے۔^{۲۱}

⑦ سیدنا ثمامہ رضی اللہ عنہ والے واقعہ کی بعض روایات میں یہ اضافہ بھی ہے کہ صحابہ کو اس کی خوب خدمت اور تواضع کرنے کا حکم دیا اور خونی دشمن کے ساتھ خلق عظیم کا مظاہرہ کرتے ہوئے

۱۹ تخریج کے لیے دیکھئے الرِّقْمُ السَّلسِل: ۱۱۵۰، ۱۱۵۷

۲۰ معالم السنن: ۲۶/۴

۲۱ شرح النووی: ۹۳/۲ + فتح الباری: ۱۵۱/۹

ارشاد فرمایا:

[۱۶۶] « قَدْ عَفَوْتُ عَنْكَ وَأَعْتَقْتُكَ يَا ثُمَامَةُ »

”اے ثمامہ! میں نے تمہیں معاف کر دیا اور آزاد کر دیا ہے۔“

نتیجہ ظاہر ہے کہ خون کا پیاسا جان و مال بکھیرنے لگا۔ اس احسان اور نیک برتاؤ کے آبِ حیات نے دل سے بغض و عداوت کی ساری کدورت دھو کر اس میں محبت و ایثار کا نور بھر دیا۔ یہ واقعہ ظالم و بدخواہ کے ساتھ عفو و کرم کی فضیلت کو بیان کرتا ہے۔ اسلام کے خواہشمندوں کے ساتھ محبت اور نرمی کی ترغیب دیتا ہے۔^{۲۲}

⑪ غزوہ بنی مصطلق میں سیدہ جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا (ایک جنگی خاتون قیدی) کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا رشتہ ازدواج قبیلہ بنو مصطلق کے ایک سو گھرانوں کی بلا فدیہ آزادی کا باعث ٹھہرا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کے سسرالی خاندن سے ایک درہم وصول کرنے کو بھی مناسب نہ سمجھا۔ یہ خاندان مسلمان ہو چکا تھا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ”سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر اپنی قوم کیلئے خیر و برکت کا باعث بننے والی کوئی عورت مجھے معلوم نہیں ہے۔“^{۲۳}

⑫ تمام علماء اسلام کا اس مسئلے پر اتفاق ہے کہ قیدی عورتوں اور نابالغ بچوں کو قتل کرنا حرام ہے۔ الا یہ کہ وہ بذات خود جنگ میں حصہ لینے والے ہوں یا ان جنگ کرنے والوں کا تعاون کرنے والوں میں شامل ہوں۔ لہذا ان کے حق میں امام کے لئے بہتری اور ضرورت کے مطابق (i) غلام بنانے، (ii) فدیہ لے کر آزاد کرنے یا (iii) بلا معاوضہ صرف احسان کرتے ہوئے آزاد کرنے کے تین اختیارات حاصل ہیں۔^{۲۴}

⑬ قیدی اگر اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دے تو اہل اسلام کی ملکیت اور غنیمت میں بدستور باقی رہے گا۔ البتہ ظاہری حالت پر اعتماد کرتے ہوئے اس کا جان و مال و عزت محفوظ

۲۲ فتح الباری: ۹/۱۵۱

۲۳ تخریج کے لیے دیکھئے الرِّقْم المسلسل: ۱۱۷۵

۲۴ ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب الشَّہادات: باب بلوغ الصِّبیان وشہاداتہم ، الحدیث ۲۵۲۱ + صحیح مسلم = کتاب الإمارة: باب بیان سنِّ البلوغ ، الحدیث: ۱۸۶۸ + صحیح الترمذی = أبواب الأحکام: باب ما جاء فی حدِّ بلوغ الرَّجُل

والمرأة ، الحدیث: ۱۰۹۷ و أبواب الجہاد باب ما جاء فی حدِّ بلوغ الرَّجُل و مَنی یَفْرَضُ لَهُ ، الحدیث: ۱۳۹۸

Free downloading facility of Videos, Audios & Books for DAWAH purpose only, From Islamic Research Centre Rawalpindi

ہو جائیں گے۔ البتہ مخصوص حالات میں مثلاً یہ کہ وہ مرتد ہو کر دوبارہ اسلام میں داخل ہونا چاہے یا کسی بھی مضبوط دلیل کی بنیاد پر امام کی نظر میں اس کی حالت مشتبہ اور مشکوک ہو تو امیر اس کے متعلق صحیح اجتہاد سے کوئی بھی فیصلہ کر سکتا ہے لیکن عام لوگوں پر یہ لازم ہے کہ ہتھیار روک لیں اور اسے امیر کے حوالے کر دیں۔ مذکورہ بالا موقف اختیار کرنے سے اس بارے میں منقول تمام احادیث میں موافقت پیدا ہو جاتی ہے۔ مثلاً

۱) نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا ابن نطل اگرچہ کعبہ کے پردوں کے ساتھ لٹکا ہوا ہے۔ اس کو قتل کر دو۔^{۲۵}

۲) جب فتح مکہ کا دن تھا رسول اللہ ﷺ نے تمام لوگوں کو امن فراہم کیا۔ سوائے چار مردوں اور دو عورتوں کے۔ آپ نے ان کا نام بھی لیا۔ ان میں ابن ابی سرح بھی تھا۔ ابن ابی سرح سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر روپوش ہو گیا۔ جب لوگوں کو رسول اللہ ﷺ نے بیعت کے لیے بلایا تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ابن ابی سرح رضی اللہ عنہ کو لے آئے اور رسول اللہ ﷺ کے روبرو کھڑا کر دیا۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ! عبد اللہ سے بیعت لے لیں۔ آپ نے تین دفعہ اس کی طرف سر اٹھا کر دیکھا ہر دفعہ انکار کرتے رہے۔ تین دفعہ کے بعد اس سے بیعت لے لی۔ پھر اپنے صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

[۱۱۶۷] «أَمَّا كَانَ فِيكُمْ رَجُلٌ رَشِيدٌ يَقُومُ إِلَى هَذَا حَيْثُ رَأَى كَفَفْتُ يَدِي عَنْ يَبْعِيهِ فَيَقْتُلُهُ، فَقَالُوا مَا نَذَرِي يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا فِي نَفْسِكَ - أَلَا أَوْ مَاتَ إِلَيْنَا بِعَيْنِكَ - قَالَ إِنَّهُ لَا يَنْبَغِي لِنَبِيِّ أَنْ تَكُونَ لَهُ خَائِنَةً الْأَعْيُنِ»^{۲۶}

”تم میں کوئی ایسا سمجھدار آدمی نہ تھا جو اس (عبد اللہ بن ابی سرح) کی طرف کھڑا ہوتا جب کہ وہ دیکھ بھی رہا تھا کہ میں اس سے بیعت لینے سے ہاتھ کھینچ رہا ہوں۔ وہ اس کو قتل

۲۵ تخریج کے لیے دیکھئے الرقم المسلسل: ۵۸

۲۶ صحیح ابی داؤد = کتاب الجہاد: باب قتل الأسیر و لا یعرض علیہ الإسلام، الحدیث: ۲۳۴ و کتاب الحدود: باب الحكم فیمن ارتد، الحدیث: ۳۶۶۴، ۳۶۶۳ + صحیح البیہقی = کتاب تحريم الذم: باب الحكم فی المرتد، الحدیث: ۳۷۹۱ و باب توبة المرتد، الحدیث: ۳۷۹۳ + المستدرک علی الصحیحین = کتاب المغازی: باب استجارة عبد الله بن أبي

سرح عند عثمان و شفاعته عند النبي صلى الله عليه وسلم (۴۵/۳) المطبوعة دار الكتب العربي - بيروت - لبنان

Free downloading facility of Videos, Audios & Books for DAWAH purpose only, From Islamic Research Centre Rawalpindi

کردیتا۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ہمیں کیا معلوم تھا کہ آپ کے دل میں کیا بات ہے؟ آپ ہمیں اپنی آنکھ سے اشارہ کر دیتے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”نبی کے شایان شان نہیں کہ کن انکھیوں سے اشارہ کرتا پھرے۔“

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک قیدی سے کہا جب اس نے اسلام قبول کرنا چاہا:

[۱۱۳۶۸] «لَوْ قُلْتَهَا وَ أَنْتَ تَمْلِكُ أَمْرَكَ أَفَلَحْتَ كُلَّ الْفَلَاحِ»^{۲۷}

”اگر تو یہ کلمہ اس وقت پڑھتا جب تو اپنے معاملے کا آپ مالک تھا تو مکمل کامیاب ہو جاتا۔“

اسلام بلند اخلاق اور اچھے برتاؤ کا دین ہے۔ لہذا اس میں بلا تمیز ہر قیدی کے ساتھ نیکی اور احسان اور قیدی کو آزاد کرنے اور کرانے کی بھرپور طریقہ سے ترغیب دلائی گئی۔ جبکہ اس کے بالمقابل جاہلیت کی قومی اور لسانی جنگوں میں غیض و غضب کی بھڑکتی ہوئی آتش کو ٹھنڈا کرنے کی ناپاک غرض سے قیدیوں کے ساتھ ظلم و ستم اور وحشت کی انتہاء کر دی جاتی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۱۶۹] «وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا» إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ

لُوجِهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا» [الذہر=۷۶:۸، ۹]

”نیک اور مومن بندے مسکین، یتیم اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ اللہ کی محبت اور رغبت کی وجہ سے۔ اور کہتے ہیں ہم تو محض اللہ کی رضا کے لیے تمہیں کھانا کھلاتے ہیں اور ہم تم سے کبھی صلہ یا شکرگزاری کی خواہش نہیں رکھتے۔“

صحیح اور پسندیدہ موقف کے مطابق ان آیات میں اسیر سے مراد ہر قسم کے قیدی ہیں۔^{۲۸} نبی ﷺ کا فرمان ہے:

[۱۱۷۰] «فُكُّوا الْعَانِي عَنِ الْأَسِيرِ، وَاطْعِمُوا الْجَائِعَ وَاعْوُدُوا الْمَرِيضَ»^{۲۹}

”قیدی کو آزادی دلاؤ، بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور مریض کی عیادت کرو۔“

۲۷ صحیح مسلم = کتاب النذر: باب لا وفاء لِنَذَرٍ فِي مَعْصِيَةِ اللَّهِ وَ لَا فِيمَا لَا يَمْلِكُ الْعَبْدُ ، الحديث: ۱۶۴۱ + نیل الأوطار: ۷/۳۲۶۔۳۱۹۔ اس حدیث کو امام احمد رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔

۲۸ تفسیر القرطبی: ۱۹/۸۴ + تفسیر ابن کثیر: ۴/۴۸۱

۲۹ صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب فکاک الأسیر، الحديث: ۲۸۸۱

اسلام میں غلامی کا تصور

لغوی اور اصطلاحی معنی:

لغت میں ”الرَّق“ کئی معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جن میں سے ایک معنی ”مَلِكُ الْعَبِيد“ یعنی ”غلاموں کی ملکیت“ بھی ہے۔ رقیق کا معنی غلام ہے اور استرقاق کا معنی ”غلام بنانا“ ہے۔ اسی طرح ”عَبَدٌ يَعْبُدُ عُبودِيَّةً وَ عِبَادَةً“ کا معنی اپنی ذلت اور عاجزی کا اظہار کرنا ہے۔ لیکن ”عِبَادَةً“ میں زیادہ مبالغہ کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ جس کا معنی ہے ”غَايَةُ التَّذَلُّلِ“ یعنی حد درجہ کا اظہار ذلت۔ یہ صرف اسی ذات کے لئے لائق ہے جس کا فضل اور انعام بھی حد درجہ کا ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات باری تعالیٰ ہے۔ اسی لئے وہ فرماتا ہے:

[۱۱۷۱] ﴿ وَ قَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ﴾ [الإسراء=۱۷: ۲۳]

”اور تیرے رب نے فیصلہ فرمایا ہے کہ تم صرف اور صرف اس کی عبادت کرو۔“

پھر ”عَبَدٌ“ دو قسم پر مشتمل ہے۔ ”عبد“ عابد کے معنی میں یعنی بندگی کرنے والا۔ وہ بندگی مسخر کرنے کی وجہ سے ہو یا اپنے ارادہ اور اختیار کی بناء پر۔ اسکی جمع ”عِبَادٌ“ ہے۔ اس معنی میں کوئی بھی عبد صرف اللہ کا ”عبد“ ہو سکتا ہے کسی اور کا نہیں۔ ”عَبَدٌ“ رقیق کے معنی میں بھی ہے یعنی ”غلام“۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۱۷۲] ﴿ ضَرَبَ اللَّهُ عَبْدًا مَّمْلُوكًا لَا يَقْدِرُ عَلَىٰ شَيْءٍ ﴾ [النمل=۱۶: ۷۵]

”اللہ تعالیٰ ایک ایسے غلام کی مثال بیان کرتا ہے جو کسی کی ملکیت میں ہے اور کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا.....“

”استعباد“ کا معنی ہے (غلام بنانا) اس اعتبار سے ”عَبَدٌ“ کی جمع ”عَبِيدٌ“ آتی ہے۔ یعنی وہ انسان جس کی خرید و فروخت ہو سکتی ہے۔ وہ مالک کی ملکیت ہوتا ہے اور اس کی خدمت کرتا ہے۔ اپنی مرضی اور اختیار سے کوئی کام سرانجام نہیں دے سکتا۔ اپنے مالک اور سید کی اجازت سے ہی محنت و مزدوری یا تجارت کر سکتا ہے۔ اس صورت میں کمایا ہوا تمام مال غلام کا نہیں بلکہ مالک اور سید کا ہی ہوگا۔ ۵۰

اسلام میں غلاموں کی اقسام:

عہد جاہلیت میں تو غلام انسانوں کی بس ایک قسم تھی جس میں غلام محض ایک آلہ کار کے طور پر استعمال ہوتا اور مالک کے ظلم و ستم کی چکی میں پستارہتا تھا۔ حتیٰ کہ لونڈیوں کی عزت و آبرو بھی برسر بازار فروخت ہو کر مالکوں کے لئے مال و دولت جمع کرنے کا سامان بنتی تھی۔ لیکن اسلام نے اپنے عادلانہ اصولوں کے پیش نظر غلاموں کو حسب ذیل چار اقسام میں تبدیل کر دیا:

۱۔ **رقیق:** وہ غلام ہے جس پر مالک کی مکمل ملکیت ہوتی ہے وہ اس کی خرید و فروخت بھی کر سکتا ہے۔ دراصل عہد جاہلی والا یہی مکمل غلام ہے۔ اسلام نے جس کا وجود تقریباً تقریباً ختم کر دیا ہے۔

۲۔ **مکاتب:** وہ غلام ہے جس کو مالک ایک مقررہ رقم کی ادائیگی پر آزادی کا پروانہ لکھ دے۔ مکاتب غلام کے اختیارات رقیق کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ یہ اپنی مرضی اور اختیار سے محنت، مشقت اور خرید و فروخت کر سکتا ہے۔ جب یہ طے شدہ رقم ”بدل کتابت“ ادا کر دے گا تو آزاد ہو جائے گا۔

۳۔ **مدبر:** وہ غلام ہے جس کو مالک یہ کہے ”أَنْتَ حُرٌّ بَعْدَ مَوْتِي أَوْ أَنْتَ مُدَبَّرٌ“ ”تم میری موت کے بعد آزاد ہو یا تم ”مدبر“ ہو۔ چنانچہ ایسا غلام اپنے مالک کی موت پر آزاد تصور ہو گا۔ بشرطیکہ غلام کی قیمت مرنے والے آقا کے چھوڑے ہوئے مال کی ایک تہائی سے زیادہ نہ ہو۔

۴۔ **ام ولد:** ایسی لونڈی کو کہا جاتا ہے جس کے بطن سے مالک کے نطفہ سے کوئی اولاد پیدا ہو جائے۔ ام ولد لونڈی کا یہ شرعی حق ہے کہ وہ مالک کی موت پر بغیر کسی رکاوٹ اور شرط کے آزاد ہو جائے گی۔ اسی وجہ سے مالک زندگی میں بھی اس کی ملکیت کو منتقل کرنے کے جملہ حقوق مثلاً ”فروخت کرنے یا ہبہ وغیرہ کرنے سے محروم ہو جاتا ہے۔

اگر کوئی مالک زندگی میں اپنے غلام کو یا کسی کے غلام کو قیمت ادا کر کے آزاد کر دے تو اس آزاد کرنے کو ”العِتْق“ یا ”الإِعْتَاق“ کہتے ہیں۔ جبکہ آزادی پانے والا غلام ”عَتِيق“، مُعْتَق اور مَوْلٰی کہلاتا ہے۔ ان الفاظ کی جمع بالترتیب عَتَقَاءُ، مُعْتَقُونَ اور مَوَالِی ہے۔ آزاد کرنے والا ”مُعْتِق“ اور مَوْلٰی کہلاتا ہے۔ صرف ”مُعْتِق“ اور ”مَوْلٰی“ کو ہی ”حق الولاء“ حاصل ہوتا

[۱۱۷۳] « إِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ » ”حق ولاء آزاد کرنے والے کا حق ہے۔“^۳

غلامی تاریخ کے آئینے میں:

٣١ صحيح مسلم = كتاب العتق: باب إِمَّا الْوَلَاءَ لِمَنْ أَعْتَقَ ، الحديث: ١٥٠٤ + صحيح البخارى = كتاب العتق : باب بيع الولاء وهبته ، الحديث: ٢٣٩٩

٣٢ مسلم مع شرح النووي: ٤٩١/١، ٥٤٠/٢، صحيح البخارى = كتاب العتق و كتاب المكاتب + المغنى لابن

پہلے غلام بنانے اور پھر اسلامی ترامیم کا تفصیل سے تذکرہ کیا جاتا ہے۔

نبی ﷺ کے دور اقدس میں قیدیوں کا غلام بنایا جانا:

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۱۱۷۴] «أَغَارَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى بَنِي الْمُصْطَلِقِ وَهُمْ عَارُونَ فَقَتَلَ مُقَاتِلَتَهُمْ وَ سَبَى ذَرَارِيَهُمْ وَأَصَابَ يَوْمَئِذٍ جُويرية»^{۳۳}

”رسول اللہ ﷺ نے عرب قبیلہ بنو مصطلق پر ان کی بے خبری میں چھاپہ مارا۔ چنانچہ ان کے جنگجوؤں کو قتل کر ڈالا، عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا۔ اسی روز رسول اللہ ﷺ نے جویریہ رضی اللہ عنہا کو حاصل کیا۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

[۱۱۷۵] «وَقَعَتْ جُويرية بنتُ الحارثِ بنتُ المُصْطَلِقِ في سَهْمِ ثَابِتِ بْنِ قَيْسِ بْنِ شِمَاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَوْ ابْنِ عَمٍّ لَهُ فَكَاتَبَتْ عَلَى نَفْسِهَا وَكَانَتْ امْرَأَةً مَلَا حَةً تَأْخُذُهَا الْعَيْنُ، قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: فَجَاءَتْ تَسْأَلُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي كِتَابَتِهَا - فَلَمَّا قَامَتْ عَلَى الْبَابِ فَرَأَيْتُهَا كَرِهْتُ مَكَانَهَا - وَ عَرَفْتُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيَرَى مِنْهَا مِثْلَ الَّذِي رَأَيْتُ - فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَنَا جُويرية بنتُ الحارثِ وَ إِنَّمَا كَانَ مِنْ أَمْرِي مَا لَا يَخْفَى عَلَيْكَ وَ إِنِّي وَقَعْتُ فِي سَهْمِ ثَابِتِ بْنِ قَيْسِ بْنِ شِمَاسٍ - وَ إِنِّي كَاتَبْتُ عَلَى نَفْسِي فَجِئْتُكَ أَسْأَلُكَ فِي كِتَابَتِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

«فَهَلْ لَكَ إِلَى مَا هُوَ خَيْرٌ مِنْهُ؟» قَالَتْ وَ مَا هُوَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: «أَوْدَى عَنْكِ كِتَابَتُكَ وَ أَتَزَوَّجُكَ قَالَتْ: قَدْ فَعَلْتُ»

قَالَتْ فَتَسَامَعَ — تَعْنِي النَّاسُ — أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ تَزَوَّجَ جُويرية فَأَرْسَلُوا مَا فِي أَيْدِيهِمْ مِنَ السَّبْيِ فَأَعْتَقُوهُمْ - وَ قَالُوا أَصْهَارُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فَمَا رَأَيْنَا امْرَأَةً كَانَتْ أَعْظَمَ بَرَكَهً عَلَى قَوْمِهَا مِنْهَا - أُعْتِقَ فِي سَبَبِهَا مِائَةُ أَهْلِ بَيْتٍ مِنْ بَنِي الْمُصْطَلِقِ»^{۳۴}

۳۳ تخریج کے لیے دیکھئے الرِّقْم المسلسل: ۱۱۰۱

۳۴ صحیح ابی داؤد = کتاب العتق: باب فی بیع المکاتب إذا فسخت الكتابة، الحدیث: ۲۳۲۷ + مسند احمد: ۶/۲۷۷، الحدیث: ۴۸۵۷، ۸۷۵ بشرح احمد شاکر + نیل الأوطار: ۵/۸ + ابن هشام: ۲/۲۸۹، ۲۹۵، اس حدیث کو امام

”سیدہ جویریہ بنت حارث بن مصطلق رضی اللہ عنہا سیدنا ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ یا ان کے چچا زاد بھائی کے حصے آئیں۔ سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا نے آزادی کی رقم ادا کر کے آزادی حاصل کرنے کی بات سیدنا ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ سے طے کر لی۔ سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا بڑی خوبصورت خاتون تھیں جو نظروں کو بھاتی تھیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس اس غرض سے حاضر ہوئیں کہ آپ آزادی کی رقم بالاقساط ادا کرنے میں اس کا تعاون کریں۔ جب وہ آ کر دروازے پر کھڑی ہوئی تو مجھے اس کا آنا ناگوار گزرا۔ (مبادا آپ اس سے نکاح کر لیں) میں نے پہچان لیا کہ رسول اللہ ﷺ اس سے وہی محسوس کریں گے جو میں نے دیکھا۔ اس نے کہا: ”یا رسول اللہ! میں جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا ہوں۔ میری جو پہلے حالت تھی (کہ ایک سردار کی بیٹی ہوں) وہ آپ پر مخفی نہیں۔ اب میں ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے حصے میں چلی گئی ہوں۔ میں نے اس سے آزادی کی رقم ادا کرنے کے بدلے آزادی حاصل کرنے کی بات طے کر لی ہے۔ آپ کے پاس اس غرض سے حاضر ہوئی ہوں کہ اس رقم کی ادائیگی میں میری معاونت فرمائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تجھے اس سے بہتر صورت نہ بتاؤں؟ وہ کہنے لگی: وہ کیا یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں تیری طرف سے رقم ادا کر کے آپ سے شادی کر لوں گا۔ وہ فرمانے لگی: مجھے یہ معاملہ منظور ہے۔

سیدہ عائشہ فرماتی ہیں: جب لوگوں نے یہ معاملہ سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے جویریہ سے شادی کر لی ہے تو انہوں نے گرفتار شدہ غلاموں کو آزاد کر دیا۔ انہوں نے کہا: ”یہ تو رسول اللہ ﷺ کے سسرالی رشتہ دار ہیں۔ ہم نے نہیں دیکھا کہ کوئی عورت اپنے قبیلے کے لیے اس قدر برکت والی ثابت ہوئی ہو جس قدر سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا اپنی قوم کے لیے مبارک ثابت ہوئیں۔ ان کی وجہ سے بنی مصطلق کے سو گھرانوں کو آزادی کی نعمت نصیب ہوئی۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۱۱۷۶] « مَا زِلْتُ أَحِبُّ بَنِي تَمِيمٍ مُنْذُ ثَلَاثٍ : سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِيهِمْ - سَمِعْتُهُ يَقُولُ : هُمْ أَشَدُّ أُمَّتِي عَلَى الدَّجَالِ - قَالَ وَجَاءَتْ صَدَقَاتُهُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذِهِ صَدَقَاتُ قَوْمِنَا - وَكَانَتْ

سَبِيَّةٌ مِنْهُمْ عِنْدَ عَائِشَةَ فَقَالَ أَعْتَقِيهَا فَإِنَّهَا مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ» ۳۵

”میں بنی تمیم کے ساتھ ہمیشہ محبت کرتا رہتا ہوں جب سے میں نے ان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے تین باتیں سن رکھی ہیں۔ ان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (۱) وہ (بنی تمیم) دجال کے مقابلے میں میری امت کے مضبوط ترین لوگ ہیں۔ (۲) ایک دفعہ ان کے صدقات کا مال نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ ہماری قوم کے صدقات ہیں۔ (۳) بنی تمیم کی ایک جنگی قیدی خاتون سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ملکیت میں موجود تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس کو آزاد کر دیجئے کیونکہ یہ اولاد اسماعیل سے ہے۔“

بنو ہوازن کی لونڈیاں اور خلق عظیم کا مظاہرہ:

سیدنا مروان اور سیدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

[۱۱۷۷] «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، حِينَ جَاءَهُ وَفَدُ هَوَازُ فَسَأَلُوهُ أَنْ يَرُدَّ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَ سَبِيَّهُمْ - فَقَالَ : «مَعِيَ مَنْ تَرَوْنَ وَ أَحَبُّ الْحَدِيثِ إِلَيَّ أَصْدَقُهُ - فَاحْتَارُوا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ - إِمَّا الْمَالَ وَ إِمَّا السَّبْيَ - وَ قَدْ كُنْتُ اسْتَأْنَيْتُ بِهِمْ» وَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْتَظِرُهُمْ بِضِعَ عَشْرَةِ لَيْلَةٍ حِينَ قَفَلَ مِنَ الطَّائِفِ - فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرَ رَادٍّ إِلَيْهِمْ إِلَّا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ - قَالُوا فَإِنَّا نَحْتَارُ سَبِيْنَا -

فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ - فَأَتْنِي عَلَى اللَّهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ - ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ! فَإِنَّ إِخْوَانَكُمْ قَدْ جَاؤُونَا تَائِبِينَ - وَ إِنِّي رَأَيْتُ أَنْ أَرُدَّ إِلَيْهِمْ سَبِيَّهُمْ فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يُطِيبَ ذَلِكَ فَلْيَفْعَلْ - وَ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَكُونُ عَلَى حَظِّهِ حَتَّى نُعْطِيَهُ إِيَّاهُ مِنْ أَوَّلِ مَا يَفِيءُ اللَّهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ - فَقَالَ النَّاسُ طَيِّبْنَا ذَلِكَ..... فَهَذَا الَّذِي بَلَغَنَا عَنْ سَبْيِ هَوَازٍ» ۳۶

۳۵ صحیح البخاری = کتاب العتق: باب من مَلَكَ مِنَ الْعَرَبِ رَقِيقًا الحديث: ۲۴۰۰ + صحیح مسلم = کتاب فضائل

الصَّحَابَةِ : باب من فضائل غفار و أسلم ، الحديث: ۲۵۲۵

۳۶ صحیح البخاری = کتاب العتق: باب من مَلَكَ مِنَ الْعَرَبِ رَقِيقًا فَوَهَبَ وَ بَاعَ وَ جَامَعَ وَ قَذَى وَ سَبَى الذَّرِيَّةَ ، الحديث:

۲۴۰۲ + صحیح مسلم = کتاب العتق: باب من مَلَكَ مِنَ الْعَرَبِ رَقِيقًا فَوَهَبَ وَ بَاعَ وَ جَامَعَ وَ قَذَى وَ سَبَى الذَّرِيَّةَ ، الحديث: ۲۴۰۲

”غزوہ طائف کے بعد قبیلہ ہوازن کا وفد مسلمان ہو کر رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ سے اپنے غنیمت میں لئے ہوئے مال اور قیدیوں کی واپسی کی درخواست کی۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”میرے پاس جو لوگ ہیں انہیں تم دیکھ ہی رہے ہو اور مجھے سچی بات زیادہ پسند ہے۔ لہذا تم دو چیزوں میں سے ایک کا انتخاب کر لو۔ قیدی یا مال۔ میں نے تو قیدیوں کو تقسیم کرنے میں اسی لیے تاخیر کی (کہ شاید تم آ جاؤ)۔ آپ نے طائف سے واپسی پر (بحرانہ کے مقام پر) سترہ (۱۷) روز انتظار فرمایا۔ (مال غنیمت تقسیم نہیں کیا)۔ جب ان کے سامنے یہ بات واضح ہو گئی کہ دونوں میں سے کوئی ایک چیز ہی واپس ہوگی تو وفد ہوازن نے عرض کیا: ”ہم اپنے قیدی واپس لینا چاہیں گے۔“

چنانچہ نبی کریم ﷺ نے لوگوں میں کھڑے ہو کر اللہ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا: تمہارے بھائی ہوازن قبیلہ کے لوگ ہمارے پاس تائب اور مسلمان ہو کر آ گئے ہیں۔ میں نے ان کے تمام قیدی واپس کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ لہذا جو شخص دل کی خوشی سے ایسا کرنا چاہے تو کر دے۔ اور جو یہ پسند کرتا ہو کہ اپنے حصہ پر قائم رہے حتیٰ کہ ہم اس کو اللہ کی طرف سے حاصل ہونے والے سب سے پہلے مال غنیمت میں سے اس کا بدل عطا کر دیں۔ تو وہ ایسا بھی کر سکتا ہے۔ اس پر تمام لوگوں نے عرض کیا۔ ہم دل کی خوشی سے قیدیوں کی واپسی کا فیصلہ قبول کرتے ہیں۔.....

قبیلہ ہوازن کے بارے میں ہمیں یہی خبر موصول ہوئی ہے۔

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا:

(۱) ”السَّبْيُ“ کا معنی جنگی قیدی ہے، اس کی جمع ”سَبَايَا“ ہے۔ یہ لفظ باب ”سَبَى يَسْبِي سَبًى“ سے تعلق رکھتا ہے۔ بنی مطلق عرب کے بنی خزاعہ قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ لہذا غزوہ بنی مطلق والی حدیث کے صریح الفاظ ہیں: [۱۱۷۸] ((سَبَى ذَرَارِئَهُمْ)) اور ((وَ أَصَابَ يَوْمَئِذٍ حُرَيْرِيَّةٌ)) (ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا..... اور.....”سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا بھی اسی روز رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہوئیں)۔“ ان الفاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ امام کو جنگی قیدیوں کے بارے چار اختیارات حاصل ہیں (۱) قتل کرنا (۲) غلام بنانا (۳) تاوان جنگ لے کر آزاد کرنا (۴) فدیہ لیے بغیر فقط احسان اور نیکی کے طور پر آزاد کر دینا۔

لیکن جنگی قیدی اگر نابالغ بچے اور عورتیں ہوں تو قتل کے سوا باقی تین اختیارات حاصل ہونگے۔

② عرب و عجم دونوں قوموں کے قیدیوں کو غلام بنایا جاسکتا ہے۔ کیونکہ بنی مصطلق اور بنی ہوازن عرب قبائل ہیں۔ جن کو رسول اللہ ﷺ نے غلام بنایا اور فتح مکہ کے روز آپ نے اہل مکہ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

[۱۱۷۹] «إِذْهَبُوا فَأَنْتُمْ الطَّلَقَاءُ» عتہ ”جاؤ تم آزاد ہو۔“

اس حکم کے ختم ہونے یا صرف اہل مکہ کے لیے خاص ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔ سیدنا ابوبکر اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما سمیت اکثر صحابہ کرام اور علماء امت کا یہی موقف ہے۔ البتہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور بعض علماء کرام اہل عرب کو غلام بنانے کے قائل نہیں۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”لَا أَذْهَبُ إِلَى قَوْلِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَيْسَ عَلَى عَرَبِيَّ مِلْكٌ وَقَدْ سَبَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْعَرَبِ وَابُوبَكْرٍ وَعَلِيٌّ.“ ۳۸

”میں تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے موقف کو اختیار نہیں کرتا کہ کسی عربی پر ملکیت نہیں ہو سکتی۔ جبکہ نبی ﷺ سیدنا ابوبکر اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما نے بہت سے عربوں کو غلام بنایا۔“

③ سیدہ جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا نکاح ایک عظیم الشان حکیمانہ تدبیر تھی۔ جس کی بدولت عرب کے ایک طاقتور قبیلہ کے ایک سو گھرانوں کو آزادی کی نعمت نصیب ہوئی۔ جس کے بعد وہ ہمیشہ کے لیے اسلام کے جانثار اور وفا دار سپاہی بن گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی اکثر شادیوں میں یہی حکمت آموز مصلحت کار فرماتی تھی۔ جس کے ثمرات اور برکات سے ایک عالم نے فائدہ اٹھایا۔

④ قبیلہ بنی ہوازن کے واقعہ میں قیدیوں کی بلا معاوضہ واپسی کے لیے صحابہ کے اظہار رضا مندی کے بعد نبی ﷺ نے لوگوں کو اپنے ناظمین امور کے ذریعہ قطعی فیصلہ کرنے کا حکم دیا۔ اس سے درج ذیل مسائل ثابت ہوتے ہیں (۱) ناظمین امور کا تقرر جائز ہے۔ (۲) انتظامی سہولت کے لیے یہ مؤثر طریقہ ہے۔ (۳) رضا مندی کا اظہار محض

جذباتی نہیں بلکہ غور و فکر پر مبنی ہونا ضروری ہے۔^{۲۹}

اسلام میں غلاموں کے حقوق:

فاتح اقوام کے لیے شکست خوردہ قوموں کے جنگی قیدیوں کو غلام بنا لینے کا مسلمہ حق رکھنے کے باوجود اسلام نے ایک طرف تو اس کے ذرائع اور اسباب کو نہایت محدود رکھا۔ دوسری طرف غلاموں کو آزاد کرنے کے بہت سے بھلائی کے دروازے کھول دیئے۔ ان کے ساتھ نیکی و احسان اور حسن سلوک کو بہت بڑی عبادت کا درجہ عطا کیا۔ ذیل میں غلاموں کے چند حقوق و فرائض کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

۱۔ نیکی و احسان:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۱۱۸۰] ﴿وَاَعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنبِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۚ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَلًا﴾ [النساء: ۳۶: ۴]

”اور اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو اور اسی طرح قربانداروں، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اور قریبی اور غیر قریبی ہمسایہ کے ساتھ، اپنے رفیق، ساتھی اور مسافر کے ساتھ اور اپنے غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو متکبر اور خود پسند ہیں۔“

۲۔ [۱۱۸۱] هُمْ (الْعَبِيدُ) إِخْوَانُكُمْ:

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”غلام تمہارے بھائی ہیں۔ (لہذا انہیں بھائی ہی سمجھو انہیں حقیر اور اپنے سے کمتر مت سمجھو۔“

۳۔ جَعَلَهُمُ اللَّهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ:

ان کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے قبضے اور ملکیت میں دیا ہے۔ (یعنی غلاموں کو اللہ تعالیٰ کی نعمت تصور کرتے ہوئے اس کا شکر ادا کرو اور ان کے ساتھ حسن سلوک اختیار کرو۔)

۴۔ فَأَطْعِمُوهُمْ مِمَّا تَأْكُلُونَ:

جو خود کھاتے ہو اسی میں سے ان کو کھلاؤ۔

۵۔ وَالْبَسُواهُمْ مِمَّا تَلْبَسُونَ:

جیسا خود پہنتے ہو ویسا ہی ان کو پہناؤ (یعنی خوراک اور لباس میں اپنے حقیقی بھائیوں کی طرح غلاموں کے ساتھ مساوات کو ملحوظ رکھو اور ان کی تحقیر اور تذلیل مت کرو۔)

۶۔ وَلَا تَكْلِفُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ:

ان کی طاقت اور ہمت سے زیادہ ان کو کسی کام کے لیے مکلف نہ ٹھہراؤ۔

۷۔ فَإِنْ كَلَفْتُمُوهُمْ فَأَعِينُوهُمْ:

اگر (شدید ضرورت میں) ایسا کرو تو خود بھی اس میں ان کی معاونت کرو۔

۸۔ حَقَارَتِ آمِيزِ الْفَاظِ كِي مَمَانَعَتِ:

رسول اللہ ﷺ نے غلاموں کے لیے حقارت آمیز الفاظ استعمال کرنے سے منع فرمایا۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

[۱۱۸۲] « لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ عَبْدِي وَ أَمَتِي كُلُّكُمْ عِبِيدُ اللَّهِ وَ كُلُّ نِسَاءٍ كُفَّ إِمَاءُ اللَّهِ وَ لَكِنَّ لَيْقُلُ غُلَامِي وَ جَارِيتِي وَ فَتَايَ وَ فَتَاتِي »^۱

”تم میں سے کوئی اپنے غلام کو ”میرے غلام اور میری لونڈی“ مت کہے۔ تم سب مرد اللہ کے غلام اور تم سب عورتیں اللہ کی لونڈیاں ہو۔ بلکہ ”میرے بچے، میری بچی اور میرے بیٹے اور میری بیٹی“ وغیرہ کے الفاظ استعمال کرے۔“

۹۔ لونڈی کی تعلیم و تربیت اور آزادی و نکاح:

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

[۱۱۸۳] « مَنْ كَانَتْ لَهُ جَارِيَةٌ فَعَلَّمَهَا فَأَحْسَنَ إِلَيْهَا ثُمَّ أَعْتَقَهَا وَ تَزَوَّجَهَا كَانَ لَهُ

۱۰۔ صحیح مسلم = کتاب الایمان: باب إطعام المملوك مِمَّا يَأْكُلُ وَالْبَاسَةُ مِمَّا يَلْبَسُ وَ لَا تَكْلَفُهُ مَا يَغْلِبُهُ ، الحديث: ۱۶۶۱ + صحیح البخاری = کتاب العتق: باب قول النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَبْدُ إِخْوَانُكُمْ فَأَطْعِمُوهُمْ مِمَّا تَأْكُلُونَ ، الحديث: ۲۴۰۷

۱۱۔ صحیح مسلم = کتاب الْأَلْفَاظِ مِنَ الْأَدَبِ وَغَيْرِهَا: باب حكم اطلاق لفظة العبد وَالْأَمَةِ وَالْمَوْلَى وَالسَّيِّدِ ، الحديث: ۲۲۴۹ + صحیح البخاری = کتاب العتق: باب كراهية التَّطَاوُلِ عَلَى الرَّقِيقِ وَ قَوْلُهُ عَبْدِي أَوْ أَمَتِي ، الحديث: ۲۳۱۴

اَجْرَانِ»^{۴۳}

”جس کے پاس کوئی لونڈی ہو، وہ اس کا خرچہ برداشت کرے پھر اس کے ساتھ حسن سلوک برتے پھر اسے آزاد کر کے نکاح کر لے تو اسے دہرا اجر و ثواب ہوگا۔“

۱۰۔ غلام کے لیے دہرا اجر و ثواب:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۱۱۸۴] «الْعَبْدُ إِذَا نَصَحَ سَيِّدَهُ وَ أَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهِ كَانَ لَهُ أَجْرُهُ مَرَّتَيْنِ»^{۴۴}

” غلام جب اپنے مالک کا خیر خواہ ہو اور اپنے رب تعالیٰ کی اچھے طریقے سے عبادت کرے تو اس کو بھی دہرا اجر و ثواب حاصل ہوگا۔ (یعنی ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کا اور ایک مالک کی خدمت کا۔)

۱۱۔ غلام کو ناکردہ گناہ پر سزا کا کفارہ:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۱۱۸۵] «مَنْ ضَرَبَ غُلَامًا لَهُ حَدًّا لَمْ يَأْتِهِ أَوْ لَطَمَهُ فَإِنَّ كَفَّارَتَهُ أَنْ يُعْتِقَهُ»^{۴۵}

”جو مالک اپنے غلام کو نہ کردہ گناہ پر کوئی سزا دے یا اسے طمانچہ رسید کرے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ اسے آزاد کر دے۔“

۱۲۔ ایک غلام کو مارنے والے آقا کو رسول اللہ ﷺ کی سرزنش:

ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ اپنے ایک غلام کو چھڑی سے مار رہے تھے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے

تنبیہاً فرمایا:

[۱۱۸۶] «إِعْلَمُ أَبَا مَسْعُودٍ! اللَّهُ أَقْدَرُ عَلَيْكَ مِنْكَ عَلَى هَذَا الْغُلَامِ - قَالَ: فَقُلْتُ: لَا

أَضْرِبُ مَمْلُوكًا بَعْدَهُ أَبَدًا»^{۴۶}

” یاد رکھو اے ابو مسعود! اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر اس سے زیادہ قادر ہے جتنا تم اس غلام

^{۴۳} صحیح البخاری= کتاب العتق: باب مَنْ أَدَبَ جَارِيَتَهُ وَعَلَّمَهَا، الحديث: ۲۴۰۶

^{۴۴} صحیح البخاری= کتاب العتق: باب الْعَبْدُ إِذَا أَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهِ وَ نَصَحَ سَيِّدَهُ، الحديث: ۲۴۰۸ + صحیح مسلم=

کتاب الأیمان: باب ثواب العبد وَ أَجْرِهِ إِذَا نَصَحَ لِسَيِّدِهِ وَ أَحْسَنَ عِبَادَةَ اللَّهِ، الحديث: ۱۶۶۴

^{۴۵} صحیح مسلم= کتاب الأیمان: باب صحبة المماليك وَ كَفَّارَةُ مَنْ لَطَمَ عَبْدَهُ، الحديث: ۱۶۰۷

^{۴۶} صحیح البخاری= کتاب الأیمان: باب صحبة المماليك وَ كَفَّارَةُ مَنْ لَطَمَ عَبْدَهُ، الحديث: ۱۶۰۷

پر ہو۔ تو میں نے عرض کیا: میں آج کے بعد کسی غلام کو ہرگز نہیں مارونگا۔“

ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ! وہ اللہ کی رضا کے لیے آزاد ہے۔ (یعنی میں اس کو آزاد کرتا ہوں) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

[۱۱۸۷] «أَمَّا لَوْ لَمْ تَفْعَلْ لَلْفَحْتِكَ النَّارَ أَوْ لَمَسْتِكَ النَّارَ» ۴۶

”اگر تم اسے آزاد نہ کرتے تو آگ تمہیں جھلسا دیتی یا آگ تجھے چھو لیتی۔“

۱۳۔ نیک غلام اور سیدنا ابو ہریرہ کی خواہش:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۱۱۸۸] « لِلْعَبْدِ الْمَمْلُوكِ الصَّالِحِ أَجْرَانِ (فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ) وَالَّذِي

نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ لَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْحَجَّ وَبِرُّ أُمِّي لَأَحْبَبْتُ أَنْ أَمُوتَ وَأَنَا مَمْلُوكٌ » ۴۷

”نیک اور خیر خواہ مملوک غلام کو دہرا اجر حاصل ہوگا۔ (تو یہ سن کر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے:) اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر جہاد فی سبیل اللہ، حج اور والدہ کی خدمت (کے دینی مشاغل) نہ ہوتے تو میں غلام کی حیثیت سے مرنے کو ترجیح دیتا۔“

۱۴۔ آزادی کا پروانہ دینے کے فضائل:

اسلام نے غلاموں کی آزادی کے لیے بہت زیادہ بھلائی کے دروازے کھولے ہیں اور اس پر عظیم الشان اجر و ثواب کا وعدہ دے کر غلامی کے وجود کو تقریباً ختم کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۱۸۹] ﴿فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۚ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ ۚ فَكُ رَقَبَةً ۚ﴾

[البلد = ۹۰: ۱۱-۱۳]

”پس انسان نے گھائی عبور نہ کی اور تجھے کیا معلوم وہ گھائی کیا ہے؟ وہ گردن کا آزاد کرنا ہے۔“

[۱۱۹۰] ﴿وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ﴾ [التوبة = ۶: ۹]

”(صدقات کا مال) گردنوں کے آزاد کرانے اور مقروض کے لئے بھی ہے۔“

۴۶ تخریج کے لیے دیکھیے الرِّقَم المسلسل: ۱۱۸۶

۴۷ صحیح البخاری = کتاب العتق: باب العبد إذا أحسن عبادة ربه ونصح سيده، الحديث: ۲۴۱۰ + صحيح مسلم =

كتاب الإيمان: باب ثواب العبد وأجره إذا نصح لسيده وأحسن عبادة الله، الحديث: ۱۶۶۵

Free downloading facility of Videos, Audios & Books for DAWAH purpose only, From Islamic Research Centre Rawalpindi

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۱۱۹۱] «مَنْ أَعْتَقَ رَقَبَةً مُسْلِمَةً أَعْتَقَ اللَّهُ بِكُلِّ عَضْوٍ مِنْهُ عَضْوًا مِنَ النَّارِ حَتَّىٰ فَرَجَهُ بِفَرْجِهِ»^{۵۸}

”جو شخص کسی مسلمان غلام کو آزاد کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر عضو کے بدلے اس کا ہر عضو جہنم سے آزاد کر دے گا۔ حتیٰ کہ شرمگاہ کے بدلے شرمگاہ کو (بھی آزاد کر دے گا)۔“

۱۵۔ آزادی کی رقم ادا کرنے اور آزادی حاصل کرنے کا حق:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۱۹۲] ﴿وَالَّذِينَ يَبْتَغُونَ الْكِتَابَ مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا ۚ وَآتُوهُمْ مِّنْ مَّالِ اللَّهِ الَّذِي آتٰكُمْ ۚ وَلَا تَكْرَهُوا ۚ فَتَيْبِتْكُمْ عَلَى الْبُعَاۤءِ إِنْ أَرَدْتُمْ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ﴾ [النور=۳۳:۲۴]

”تمہارے غلام یا لونڈیاں آزادی کی رقم ادا کر کے آزاد ہونا چاہیں تو انکو یہ آسانی فراہم کر دو۔ اگر تم ان میں خیر دیکھو اور اللہ کے عطا کردہ مال میں سے ان کو بھی دیا کرو اور اپنی لونڈیوں کو بدکاری پر مجبور مت کرو۔ جبکہ وہ پاکدامن رہنا چاہیں۔ تاکہ دنیاوی زندگی کا سامان و اسباب اکٹھا کر لو۔“

اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور علماء اسلام کے نزدیک غلام یا لونڈی کے مطالبے پر اسے آزادی کی رقم ادا کر دینے کے بعد آزادی کا حق دینا واجب ہے۔ لہذا ہر غلام اور لونڈی پر آزادی کا معاوضہ ادا کرنے سے مکمل آزادی حاصل کر لینے کا دروازہ ہمیشہ کے لئے کھلا ہے۔“^{۵۹}

۱۶۔ آزاد کئے گئے غلام کے چھوڑے ہوئے مال کا حق:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

[۱۱۹۳] «إِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ»^{۶۰} ”رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو کسی غلام کو آزاد کرے گا وہی اس کی آزادی کا مالک ہو گا۔“

۵۸ صحیح البخاری= کتاب کفارات الأيمان: باب قول الله تعالى ﴿أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ﴾ [المائدة=۸۹:۵] وَ آيِ الرِّقَابِ أَزْكٰى ،

الحديث: ۶۳۳۷+ صحیح مسلم= کتاب العتق باب فضل العتق، الحديث: ۱۵۰۹

۵۹ ملاحظہ ہو صحیح البخاری= کتاب العتق، الحديث: ۲۴۶۱-۲۴۶۲+ تفسیر القرطبی: ۱۸/۱۶۲

۶۰ تخریج کے لئے دیکھئے الرِّقَمُ الْمُسْلِمِل: ۱۱۷۳

[۱۱۹۴] « وَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْوَلَاءِ وَهَيْبَةَ ۱۵ »
 ”رسول اللہ ﷺ نے حق ولاء کو کسی کے ہاں فروخت کرنے اور اس کو ہبہ کرنے (تحفہ کے طور پر دینے) سے بھی منع فرمایا۔“

۱۷۔ حق ولاء اور نسبی قرابت:

[۱۱۹۵] « الْوَلَاءُ لِحُمَةٍ كُلُّ حُمَةٍ النَّسَبُ لَا يُبَاعُ وَلَا يُوهَبُ ۱۶ »
 ”آزاد کردہ غلام پر ولاء کا حق نسبی قرابت کی مثل ہے۔ اس کو فروخت نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی وہ ہبہ ہو سکتا ہے۔“

۱۸۔ ماں بن جانے والی لونڈی کے لیے پروانہ آزادی:

سیدنا عمرو بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں:
 [۱۱۹۶] « مَا تَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ مَوْتِهِ دِرْهَمًا وَلَا دِينَارًا وَلَا عَبْدًا وَلَا أَمَةً وَلَا شَيْئًا إِلَّا بَغَلْتَهُ الْبَيْضَاءَ وَ سَلَاحَهُ وَأَرْضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً ۱۷ »
 ”رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات کے وقت دنیا میں کوئی ترکہ نہ درہم، نہ دینار، نہ غلام، نہ لونڈی اور نہ کوئی دوسری چیز ہی چھوڑی ہے۔ آپ کی سفید نچر، جہادی اسلحہ اور خیر کی زمین کے علاوہ وہ زمین بھی آپ ﷺ نے فی سبیل اللہ صدقہ کر دی تھی۔ (اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی ام ولد لونڈی ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا آپ کی وفات کے ساتھ ہی آزاد ہو گئی)۔ ۱۸

۱۹۔ آزادی اور قرابت کا حق:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

۱۵۔ صحیح البخاری = کتاب العتق: باب بیع الولاء وَهَيْبَتِهِ ، الحديث: ۲۳۹۸ + صحیح مسلم = کتاب العتق: باب النهي عن بيع الولاء وَهَيْبَتِهِ ، الحديث: ۱۵۰۶
 ۱۶۔ الإحسان فی تقریب صحیح ابن حبان = کتاب البيوع: باب البيع المنهي عنه / ذكر العلة التي من أجلها نهى عن بيع الولاء وَعَنْ هَيْبَتِهِ ، الحديث: ۴۹۵۰ (۳۲۵/۱) بتحقيق شعيب الأرنؤوط + المستدرک علی الصحیحین = کتاب الفرائض ، الحديث: ۷۹۹ (۳۷۹/۴) بتحقيق عبد القادر الأرنؤوط + مسند الشافعی = کتاب العتق: باب فی المكاتب وَ الولاء۔ اس کی سند صحیح ہے۔ دیکھئے الإحسان فی تقریب صحیح ابن حبان ، الحديث: ۴۹۵۰ + سُبُلُ السَّلَام: ۴/۳۷۸
 ۱۷۔ صحیح البخاری = کتاب الوصايا: باب الوصايا و قول النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((وَصِيَّةُ الرَّجُلِ مَكْتُوبَةٌ)) عندہ ، الحديث: ۲۵۸۸

[۱۱۹۷] « لَا يَجْزِي وَلَدًا إِلَّا أَنْ يَجِدَهُ مَمْلُوكًا فَيَشْتَرِيَهُ فَيُعْتَقَهُ » ۵۵

”کوئی بچہ اپنے والد کے احسانات کا بدلہ ادا نہیں کر سکتا الا یہ کہ وہ اسے غلامی کی حالت میں پائے اور خرید کر آزاد کر ڈالے۔“

اکثر علماء اسلام کے نزدیک آباؤ اجداد، بیٹوں اور پوتوں کو خرید لینے سے وہ خریدنے والے مالک کی طرف سے آزاد کیے بغیر خود بخود ہی آزاد ہو جائینگے۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”اسی طرح بھائیوں اور بہنوں کو خرید لینے سے بھی خود بخود آزادی نصیب ہو جاتی ہے۔ جبکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں ہر قریبی محرم کو خریدنے سے آزادی خود بخود مل جاتی ہے۔ ۵۶

۲۰۔ بعض گناہوں کے کفاروں کی صورت میں آزادی:

غلام کی آزادی کو درج ذیل گناہوں میں کفارہ کی حیثیت سے سر فہرست رکھا گیا۔ تاکہ دنیا میں موجود تمام غلام بالآخر آزادی کی نعمت سے فیض یاب ہو جائیں۔

۱۔ قتل خطا کا کفارہ ایک مومن کی گردن کو آزاد کرنا مقرر کیا گیا ہے۔ [النسا=۴: ۹۲]

۲۔ قسم توڑنے کا کفارہ ایک گردن آزاد کرانے کو ٹھہرایا گیا۔ [المائدہ=۵: ۸۹]

۳۔ ظہار کر بیٹھنے (یعنی بیوی کو ماں کہہ دینے) کا کفارہ بیوی کو چھونے سے پہلے پہلے

ایک گردن آزاد کرنے کو متعین کیا گیا۔ [المجادلہ=۵۸: ۳]

۴۔ رمضان کے روزوں میں روزے کی حالت میں حق زوجیت ادا کر دینے کا کفارہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق ایک گردن کے آزاد کرنے کو مقرر کیا گیا ہے۔ ۵۷

۲۱۔ مدبر غلام کی آزادی:

مدبر وہ غلام ہے جس کو اس کا مالک اپنی موت پر آزادی کا وعدہ دے دے۔ اس عمل کو

تَدْبِيرُ مالک کو مُدَبِّرٌ (اسم فاعل) اور غلام کو مُدَبَّرٌ (اسم مفعول) کہتے ہیں۔ گویا کہ مدبر غلام کا

۵۵۔ صحیح مسلم = کتاب العتق : باب فضل عتق الوالد ، الحديث : ۱۰۰۱ + صحيح الترمذی = أبواب البر والصلة :

باب ما جاء في حقِّ الوالدین ، الحديث : ۱۰۰۶ + صحيح ابن ماجه = كتاب الأدب : باب برِّ الوالدین ،

الحديث : ۲۹۵۲ + صحيح أبي داود = كتاب الأدب : باب في برِّ الوالدین ، الحديث : ۴۲۸۳

۵۶۔ سبل السلام ۴/ ۲۷۶-۲۷۷

۵۷۔ ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب الصوم : باب المجامع فی رمضان هل يطعم أهله من الكفارة إذا كانوا محاربين ،

الحديث : ۱۸۳۵ + صحيح مسلم = كتاب الصيام : باب تغليظ تحريم الجمار في نهار رمضان ، ، الحديث : ۱۱۱۱

Free downloading facility of Videos, Audios & Books for DAWAH purpose only, From Islamic Research Centre Rawalpindi

مالک دنیا اور آخرت کے فوائد جمع کر لینے کی تدبیر کر لیتا ہے۔ مدبر غلام کو فروخت کرنے کے جواز و عدم جواز میں علماء کے دو قول ہیں۔ صحیح اور مدلل بات یہ ہے کہ ضرورت کے تحت اس کی بیع جائز ہے۔ جیسا کہ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۱۱۹۸] « اَعْتَقَ رَجُلٌ مِّنَّا عَبْدًا لَهُ عَنْ دُبُرٍ (وَلَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُ) فَدَعَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَاعَهُ » ۵۹

”سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہمارے ایک (انصاری) شخص نے اپنا ایک غلام اپنی موت پر آزاد کرنے کا اعلان کر دیا (اور اس کے پاس کوئی اور مال موجود نہ تھا) تو نبی ﷺ نے اسے طلب کر کے فروخت کر دیا (تاکہ مالک کی ضرورت پوری ہو جائے۔) غلاموں کے حقوق اور آزادی دینے کے فضائل کے بارے مفصل اور مدلل مطالعہ کے لیے ملاحظہ

فرمائیں: ۱ تفسیر القرطبی: ۱۸/۱۵۹-۱۶۹

۲ تفسیر ابن کثیر: ۳/۳۱۱-۳۱۸

۳ صحیح البخاری = کتاب العتق والمکاتب: ۱/۳۴۲-۳۴۹

۴ صحیح مسلم = کتاب العتق: ۱/۴۹۱-۴۹۵ و کتاب الإیمان: ۲/۵۱-۵۴

۵ سنن الترمذی: ۱/۱۸۶، ۱۴۶ و ۲/۳۴

۶ سنن أبی داؤد: ۵/۳۸۳-۳۲۶

۷ سنن النسائی: ۲/۱۵۲

۸ المؤطا لمالك = کتاب العتق والمکاتب: ۲۴۹-۲۲۴

اسیران جنگ اور غیر مسلم اقوام:

جنگی قیدیوں کے ساتھ اسلام کے عادلانہ اور مشفقانہ حسن سلوک اور ان کو غلام بنا لینے کی صورت میں ان کے لیے نہایت عالی قدر حقوق و فرائض کا تعین بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے۔ اب اس کے بالمقابل غیر مسلم اقوام کا وہ وحشیانہ اور تذلیل و تحقیر پر مبنی سلوک کا مختصر خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔ جو وہ شکست خوردہ قوموں کے جنگی قیدیوں کے ساتھ روا رکھتے ہیں۔ تاکہ جنگی عدل و انصاف اور ظلم و جور میں فرق و امتیاز معلوم کیا جاسکے۔

۵۹ صحیح البخاری = کتاب العتق: باب بیع المدبر، الحدیث: ۲۳۹۷ و کتاب الخصومات: باب من ردَّ أمر السَّفیه وَالضَّعیف العقل وَإِنْ لَمْ یکن حَجَرَ عَلَیْهِ الْإِمَام، الحدیث: ۲۲۸۴ + صحیح مسلم = کتاب الزَّکَاة: باب الإبتداء فی

غزوۃ الردج میں دس صحابہ پر مشتمل جاسوسی کے لیے جانے والا ایک چھوٹا سا لشکر عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کی امارت میں روانہ کیا جاتا ہے۔ تو مقام ردج پر ایک سو (۱۰۰) تیر اندازوں کے ساتھ مقابلہ میں سات صحابہ شہید ہو جاتے ہیں تین صحابہ سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ، سیدنا زید بن زمعہ رضی اللہ عنہ اور ایک تیسرے شخص کو عہد و امان دے کر گرفتار کر لیا جاتا ہے۔ پھر بد عہدی اور غداری کرتے ہوئے تیسرے صحابی کو اس وقت شہید کر دیا۔ سیدنا خبیب اور سیدنا زید رضی اللہ عنہما کو مکہ لے جا کر فروخت کر دیا گیا۔ سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ کو آہنی زنجیروں میں قید رکھ کر نہایت وحشیانہ اور غیر انسانی سلوک روا رکھا گیا۔ بالآخر مکہ سے باہر وادی ”تنعیم“ میں لے جا کر نہایت اذیت ناک طریقہ سے انہیں تختہ دار پر لٹکا دیا گیا۔^{۵۹}

عکس اور عینہ کے کچھ افراد کا مسلمان ہو کر مرتد ہو جانے والا واقعہ صحیح اور متواتر احادیث میں مذکور ہے یہ احسان فراموش اسلام سے مرتد ہو کر نبی ﷺ کے صدقہ والے اونٹوں کو ہانک لے گئے۔ ان اونٹوں کے چرواہوں کو ان ظالموں نے گرفتار کر لیا۔ ان کی آنکھیں پھوڑیں، اعضاء کاٹے اور تڑپا تڑپا کر مارا۔ بالآخر یہ ظالم اور سفاک خونخوار درندے گرفتار ہوئے۔ ان کے ساتھ قصاص کے طور پر وہی سلوک کیا گیا ہے۔^{۶۰} اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق:

[۱۱۹۹] ﴿إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ

فَسَادًا.....﴾ [المائدة: ۵ = ۳۳]

”جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے لڑائی کریں اور زمین میں فساد پھیلائیں ان کی یہی سزا ہے کہ انہیں قتل کر دیا جائے۔“

جنگ اُوارہ کا مشہور واقعہ ہے کہ منذر بن امرؤ القیس نے بنی شیبان کے جنگی قیدیوں کو ”جبل اُوارہ“ کی چوٹی پر بٹھا کر قتل کرانا شروع کیا۔ نیز اعلان کیا کہ جب تک قیدیوں کا خون بہہ کر پہاڑ کی جڑ تک نہ پہنچ جائے قتل کا سلسلہ منقطع نہ کروں گا۔ بالآخر جب قتل ہونے والوں کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہو گئی تو اس نے مجبوراً اپنی نذر کو پورا کرنے کیلئے خون پر پانی ڈلویا جو بہہ کر پہاڑ کی جڑ تک پہنچ گیا۔^{۶۱}

۵۹. تخریج کے لیے دیکھئے اسی کتاب کا باب: ۲۲، حاشیہ: ۴۲

۶۰. تخریج کے لیے دیکھئے الرِّقْم السلسل: ۱۲۱۹

۶۱. ابن اثیر: ۴۰۹/۱

امراؤ القیس کا باپ حجر بن حارث قبیلہ بنی اسد پر حملہ آور ہوا۔ فتح یاب ہو کر تمام جنگی قیدیوں کو قتل کر دیا اور حکم دیا کہ ان کو تلواروں سے نہیں بلکہ ڈنڈوں سے مار مار کر ہلاک کیا جائے۔^{۷۲}

روم و ایران کے اسیران جنگ:

قدیم رومیوں اور یونانیوں کے نزدیک سب سے زیادہ بدتر اور ذلت آمیز سلوک کی حقدار جنگی قیدیوں کی جماعت تھی۔ وہ اپنے سوا دوسری قوموں کو وحشی اور درندے تصور کرتے تھے اور ان کے قانون میں اس بد قسمت مخلوق کیلئے قتل یا غلامی کی زنجیروں کے علاوہ کوئی تیسری صورت موجود ہی نہ تھی چنانچہ ارسطو جیسا معلم اخلاق بلا تکلف کہتا ہے کہ غیر یونانی جنگی قیدیوں کو قدرت نے محض غلامی کیلئے پیدا کیا ہے۔^{۷۳}

یہی ارسطو دولت حاصل کرنے کے جائز اور معزز طریقے شمار کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ان قوموں کو غلام بنانے کے لئے جنگ کرنا ہی حصول مال و زر کے معزز طریقوں میں شامل ہے۔ جنہیں قدرت نے اسی غرض کے لئے تخلیق فرمایا ہے۔^{۷۴}

روم کی طرح ایران میں بھی جنگی قیدی کسی قسم کی رعایت یا انسانی حقوق کے مستحق نہ تھے۔ معمولی قیدی تو درکنار خود قیصر روم ”والیریان“ جب شاہ پوراؤل کے ہاتھ قید ہوا تو اسے پابند سلاسل کر کے شہر میں گشت کرایا گیا۔ عمر بھر اس سے غلاموں کی طرح خدمت لی گئی اور موت کے بعد اس کی کھال کھینچوا کر اس میں بھس بھر دیا گیا۔^{۷۵}

شاہ پوراؤل اکتاف کا واقعہ مشہور ہے کہ بحرین اور الحساء کے اہل عرب جنگی قیدیوں کے متعلق اس نے حکم دیا تھا کہ ان کے شانوں میں سوراخ کر کے ان میں رسیاں پروئی جائیں اور پھر سب کو ملا کر اکٹھا باندھ دیا جائے اسی بناء پر تاریخ میں وہ ”ذوالاکتاف“ (کندھوں والا) کے لقب سے مشہور ہے۔^{۷۶}

فرعون مصر اپنی مومنہ بیوی آسیہ رضی اللہ عنہا کے جسم میں محض اللہ پر ایمان لانے کی پاداش میں

۷۲ ابن اثیر: ۱/ ۲۷۶

۷۳ پولیٹیکس بک، جلد: ۱، باب: ۲، (vi-ii)

۷۴ ایڈ بک، جلد: ۱، باب: (viii) (۸)

۷۵ سائکس، جلد: ۱

۷۶ سائکس، جلد: ۱

آہنی میخیں ٹھونک کر اسے ہلاک کرنے کی وجہ سے ”ذُو الْأَوْتَاد“ (یعنی میخوں والا) کے سفاکانہ لقب سے مشہور ہوا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: [۱۲۰۰] ﴿وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ﴾ [الفجر = ۱۰: ۹۱] (اور کیا آپ نے نہیں دیکھا تیرے رب نے کیا سلوک کیا) ”فرعون کے ساتھ جو میخوں والا تھا۔“ ۷۷

رسول اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں خسرو پرویز نے (اپنے ایک گورنر) نعمان بن منذر کی حسین و جمیل بیٹی کو جبراً اپنے شاہی حرم میں داخل کرنا چاہا۔ نعمان بن منذر نے عربی غیرت کی بناء پر اس سے انکار کیا تو خسرو نے ”حیرہ“ کی ریاست کو نعمان کے ہاتھوں سے واپس لینے اور نعمان کو گرفتار کرنے کا حکم صادر کر دیا۔ اس کے نتیجے میں دونوں فریقوں میں ”ذُو قَار“ کے مقام پر ایک خونریز جنگ برپا ہوئی جس میں دونوں طرف کے ہزاروں افراد قتل ہو گئے۔ ایک بادشاہ کی ناجائز خواہش پر انسانی خون کی ندیاں بہہ گئی۔

مذکورہ بالا تاریخی حقائق اور واقعات کی روشنی میں یہ امر نصف النہار کے سورج کی طرح واضح ہوتا ہے کہ غیر مسلم اقوام وہ جاہلی ہوں یا مہذب و متمدن ان کے ہاں جنگ کی کوئی اخلاقی حدود، جنگ کرنے والوں کے حقوق و فرائض، عین حالت جنگ میں عدل و انصاف، جنگی قیدیوں کے ساتھ منصفانہ انسانی سلوک اور عہد و پیمان کی پاسداری کا کوئی تصور موجود نہ تھا۔ جنگ کا مفہوم صرف اور صرف قتل و غارت، فتنہ و فساد، ظلم و زیادتی، قوت و جبروت کا اظہار اور لوٹ مار کرنے کے سوا کچھ نہ تھا۔ جبکہ اسلام نے جہاد فی سبیل اللہ کے مقاصد اور اسلامی جنگ کے عادلانہ اصول و آداب متعین کر کے جنگ جیسی خوفناک چیز کو عالم انسانیت کے لئے عدل و انصاف حق و ہدایت کا سرچشمہ بنا دیا اور ظالم و مظلوم دونوں کے لئے عدل و انصاف کا یکساں میزان ٹھہرایا۔

((..... ❀ ❀ ❀ ❀ ❀))

بغاوت کرنے والوں اور فساد پھیلانے والوں سے جنگ

باغی، فسادی اور خارجی کے بارے احکام:

لفظ ”بُغَاة“ جمع ہے۔ اس کا واحد ”باغی“ ہے۔ اطاعت امام سے کسی کفر بواح کے صادر ہونے کے بغیر نکلنے والا اور بغاوت کرنے والا باغی اور خارجی کہلاتا ہے۔ جن کی جمع بالترتیب بغاۃ اور خوارج ہے۔ چونکہ اجتماعی اور اسلامی زندگی کی بنیاد جماعت اور اطاعت امیر پر ہے۔ لہذا امت مسلمہ کے درمیان اخوت، موَدّت، تنظیم اور اتحاد کے تعلقات اور روابط کو مضبوط رکھنے کے لئے جماعت اور امیر کے باغیوں اور خارجیوں کے ساتھ قتال فرض کیا گیا۔ تاکہ وہ عدل اور اجتماعی زندگی کی طرف رجوع کر لیں۔ باغیوں سے جنگ کے مخصوص اصول اور آداب ہیں جن کا مختصر تذکرہ حسب ذیل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۲۰۱] ﴿وَإِنْ طَائِفَتَيْنِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَاصْلَحُوا فَأَصْلَحُوا بَيْنَهُمَا ۚ فَإِنْ بَغَتْ أَحَدُهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّىٰ تَفِيَّءَ ۚ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ ۚ فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلَحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۝ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلَحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝﴾ [الحجرات = ۹: ۱۰۹]

”اور اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرادو پھر اگر ایک جماعت دوسری پر ظلم و زیادتی اور بغاوت کرنے لگے۔ (یعنی حکم الہی قبول نہ کرے) تو باغی جماعت کے ساتھ قتال کرو حتیٰ کہ وہ حکم الہی کی طرف رجوع کر لے۔ پس اگر وہ حکم الہی کو قبول کر لے تو ان کے درمیان عدل و انصاف کے ساتھ صلح کرادو اور انصاف قائم رکھو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ تمام مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ لہذا تم اپنے دونوں بھائیوں کے درمیان صلح کرادو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ

تم برحرم کہا جائے۔“

جماعت سے علیحدگی اختیار کرنے والا اور نکلنے والا:

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

[۱۲۰۲] «سَيُخْرَجُ قَوْمٌ فِي آخِرِ الزَّمَانِ الْأَسْنَانِ سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ يَقُولُونَ مِنْ قَوْلِ خَيْرِ الْبَرِيَّةِ لَا يُحَاوِرُ إِيْمَانَهُمْ حَنَاجِرُهُمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَةِ فَأَيْنَمَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ فَإِنَّ فِي قَتْلِهِمْ أَجْرًا لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ»^۱

”عنقریب آخر زمانے میں نوعمر بیوقوف لوگوں کا گروہ نکلے گا جو کائنات میں سے سب سے بہترین ہستی کے کلام (قرآن اور حدیث) سے بات کریں گے، ان کا ایمان ان کے حلق سے آگے نہ بڑھا ہوگا۔ وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جس طرح تیر اپنے نشانہ سے پار ہو جاتا ہے۔ تم جہاں بھی ان کو پاؤ قتل کر ڈالو۔ بلاشبہ روز قیامت ان کے قاتل کے لئے اجر و ثواب ہوگا۔“

ایک روایت میں الفاظ یوں ہیں:

[۱۲۰۳] «يَكُونُ فِي أُمَّتِي فِرْقَتَيْنِ فَيَخْرُجُ مِنْ بَيْنَهُمَا مَارِقَةٌ يَلِي قَتْلَهُمْ أَوْلَاهُمْ بِالْحَقِّ»^۲

”میری امت دو فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی پھر ان کے درمیان میں سے ایک گروہ نکلے گا جس کو وہ جماعت قتل کرے گی جو حق کے سب سے زیادہ قریب ہوگی۔“

[۱۲۰۴] «فَمَنْ أَرَادَ أَنْ يَفْرِقَ أَمْرَ هَذِهِ الْأُمَّةِ وَهِيَ جَمِيعٌ فَاضْرِبُوهُ بِالسَّيْفِ كَأَنَّا مَنْ كَانَ»^۳

”جو شخص اس امت کے متحدہ اور یکجہتی والے معاملے (یعنی خلافت و امارت) میں پھوٹ پیدا کرنا چاہے اس کو تلوار کے ساتھ اڑا دو خواہ کوئی بھی ہو۔“

ایک روایت میں الفاظ یوں ہیں:

۱۔ صحیح البخاری = کتاب استتابة المرتدين والمعاندين: باب قتل الخوارج والملحدین بعد اقامة الحجة علیہم، الحدیث: ۶۵۳۱ + صحیح مسلم = کتاب الزکوة: باب التحریض علی قتل الخوارج، الحدیث: ۱۰۶۶۔ اس حدیث کو امام ابوداؤد، امام نسائی اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہم نے بھی روایت کیا ہے۔

۲۔ صحیح مسلم = کتاب الزکوة: باب ذکر الخوارج وصفاتهم، الحدیث: ۱۰۶۵

۳۔ صحیح مسلم = کتاب الإمارة: باب حکم من فرق أمر المسلمین وَ هُوَ مجتمِع، الحدیث: ۱۸۵۲ + صحیح أبی داؤد = کتاب السنّة: باب فی قتل الخوارج، الحدیث: ۳۹۸۴ + صحیح البخاری = کتاب الدیّات: باب النفس بالنفس

[۱۲۰۵] «مَنْ أَتَاكُمْ وَأَمْرُكُمْ جَمِيعٌ عَلَى رَجُلٍ وَاحِدٍ يُرِيدُ أَنْ يَشُقَّ عَصَاكُمْ أَوْ يَفْرِقَ جَمَاعَتَكُمْ فَاقْتُلُوهُ» ۴

”جب تمہارا اجتماعی معاملہ ایک شخص کی قیادت پر متفق ہو اور کوئی شخص آ کر تمہاری متحدہ لاٹھی (یعنی قوت) کو توڑنا چاہے اور جماعت میں تفریق ڈالے تو اسے قتل کر ڈالو۔“
ایک حدیث کے الفاظ یوں ہیں:

[۱۲۰۶] «إِذَا بُوِيعَ لِخَلِيفَتَيْنِ فَاقْتُلُوا الْآخَرَ مِنْهُمَا» ۵
”جب دو خلیفوں کی بیعت لی جائے تو آخر والے (جو متفقہ امیر اور خلیفہ کے بعد بیعت لے رہا ہے) کو قتل کر دو (کیونکہ وہ ایک متحد اور متفق جماعت میں تفرقہ اور انتشار کا ذمہ دار ہے)

مذکورہ بالا آیات اور احادیث سے معلوم ہوا:

① سورۃ الحجرات کی مذکورہ بالا آیات کے شان نزول میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ سب سے زیادہ صحیح قول جسے امام بخاری و مسلم نے بیان کیا ہے کہ عبد اللہ بن ابی رئیس المنافقین نے شان رسالت میں جب گستاخی کی۔ اس پر انصار اور عبد اللہ بن ابی کی قوم کے درمیان مکوں، جو توں اور چھڑیوں کا تبادلہ ہوا اور اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

② باہم لڑنے والی دونوں مسلم جماعتیں اگر گمراہی، بغاوت یا جاہلی عصبیت پر جنگ کر رہی ہوں تو ایسے قتال میں شرکت اور کسی ایک کی نصرت و حمایت حرام ہوگی۔ البتہ ان کے درمیان صلح کرانا اور قرآن و سنت پر فیصلہ کی دعوت دینا واجب ہے۔ اگر دونوں انکاری ہوں تو ان کے ساتھ قتال کر کے فتنہ و فساد کی آگ بجھانا ضروری ہوگا۔ کیونکہ یہ اندھا اور گمراہ فتنہ ہے۔ اس میں قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں۔ ۶

جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

[۱۲۰۷] «سَبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَ قِتَالُهُ كُفْرٌ» ۷

۴ صحیح مسلم = کتاب الإمارة : باب حکم من فرق أمر المسلمين وهو مجتمع ، الحدیث: ۱۸۵۲

۵ صحیح مسلم = کتاب الإمارة باب إذا بويع لخليفتين ، الحدیث: ۱۸۵۳

۶ ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب الصلح : باب ما جاء في الإصلاح بين الناس.....، الحدیث: ۲۵۴۵

۷ صحیح البخاری = کتاب الفتن : باب قول النبي ﷺ ((لا ترجعوا بعدي كفاراً يضرب بعضكم رقاب بعض))، الحدیث:

”مسلمان کو گالی دینا گناہ کا کام ہے اور اس کو قتل کرنا کفر ہے۔“

نیز فرمایا:

[۱۲۰۸] «لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ»^۵

”تم میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ تم میں سے بعض بعض کی گردن اڑانے لگ جائے۔“

۳) اگر ایک جماعت دوسری جماعت پر ظلم و بغاوت کر رہی ہو تو ایسی صورت میں مظلوم کی نصرت و حمایت کرنا اور ظالم و باغی جماعت کے ساتھ جنگ کرنا فرض ہے۔ یہاں تک کہ وہ ظلم اور بغاوت سے باز آجائے اور تائب ہو جائے۔ پھر ان کے درمیان اپنے معاملات کی اصلاح بمطابق قرآن و سنت ضروری ہے۔ جن کی وجہ سے جھگڑا ہوا ہے۔ اس لئے کہ اللہ کا فرمان ہے: ”دونوں کے درمیان صلح کرادو۔“ [الحجرات=۹:۴۹]

اگر دونوں جماعتوں میں شکوک و شبہات اور غلط فہمیوں کی وجہ سے جنگ برپا ہو جائے اور حق کسی طرف بھی واضح نہ ہو تو دلائل کے ساتھ شبہات کا ازالہ کرنا ضروری ہے۔ اگر اس کے باوجود دونوں گروہ حق قبول کرنے سے انکار کریں۔ منہ موڑیں تکبر و غرور کا راستہ اختیار کریں تو یہ اندھا فتنہ ہوگا۔ جو فرمان رسول ﷺ: ”میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں اڑانے لگ جاؤ۔“ کے مصداق کفر کی حدود میں داخل کر دے گا۔^۹

۴) سورة الحجرات کے الفاظ: [۱۲۰۹] ﴿فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي﴾ ”پس تم قتال کرو اس سے جو زیادتی کر رہی ہے۔“ [الحجرات=۹:۴۹] سے معلوم ہوتا ہے کہ باغی جماعت کے ساتھ حق بات قبول کرنے تک جنگ فرض ہے۔ وہ امام کے خلاف خروج اور بغاوت کی مرتکب ہو یا کسی فرد اور جماعت کے خلاف۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

[۱۲۱۰] «فِتْنَةُ الْمُؤْمِنِ كُفْرٌ» ”مومن کو قتل کرنا کفر ہے۔“^{۱۰}

اس صورت میں مومن کو قتل کرنے سے مراد فرمانبردار مومن کا قتل ہے باغی اور سرکش مومن

۵ صحیح البخاری = کتاب الفتن : باب قول النبی ﷺ ((لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ)) الحدیث،

۶۶۶۶ + صحیح مسلم = کتاب الإیمان : باب بَيَانِ مَعْنَى قول النبی ﷺ ((لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا))، الحدیث: ۶۶

۹ القرطبی: ۱۶/۲۰۸ + شرح النووی: ۲/۳۸۹، ۳۹۰ + تفسیر ابن کثیر: ۴/۲۲۳، ۲۲۴ + سُبُل السَّلام: ۳/۵۲۱، ۵۲۴

+ نیل الأوطار: ۷/۱۶۶ = ۱۷۲ + نیل المرام لصديق حسن: ۳۱۸، ۳۱۷

۱۰ تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقْمُ الْمَسْلُوس: ۱۲۰۷

کو قتل کرنا کفر نہیں ہوگا۔

اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

[۱۲۱۱] «الْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ كِلَاهُمَا فِي النَّارِ» ۱؎ ”قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں۔“

اس حدیث سے بھی مراد یہ ہے کہ جب قاتل اور مقتول باغی ہوں۔ جاہلی عصیت اور اندھے فتنے میں مبتلا ہو کر جنگ کریں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں۔ اس سے وہ قاتل مراد نہیں ہوگا جو حق کی مدد کرے اور خارجیوں اور باغیوں کے ساتھ جنگ کرے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کا اس بارے اتفاق اور اجماع ہے۔ ۲؎

⑤ سورة الحجرات کی آیت نمبر ۹ کے الفاظ: [۱۲۱۲] ﴿حَتَّى تَفِيَّءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ﴾ کا مفہوم یہ ہے کہ باغی جماعت جب حق قبول کرنے کے لئے آمادہ ہو جائے تو ان سے ہاتھ روکنا ضروری ہو جائے گا۔ علاوہ ازیں کافروں کے ساتھ جنگ اور باغیوں کے خلاف جنگ میں درج ذیل چند باتوں میں فرق ہے۔ جن کا ملحوظ رکھنا لازمی اور ضروری ہے۔

① کسی پیٹھ پھیر کر بھاگنے والے باغی کو قتل نہ کیا جائے۔

② کسی زخمی پر حملہ نہ کیا جائے۔

③ ہتھیار پھینک دینے والے اور دروازہ بند کر لینے والے کو امن و امان دیا جائے۔

④ باغیوں کے مال کو غنیمت نہ بنایا جائے۔

⑤ کسی قیدی کو قتل نہ کیا جائے۔ جیسا کہ سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا علی بن ابی

طالب رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔ ۳؎

نبی ﷺ کا فرمان ہے:

[۱۲۱۳] «لَا يُجَهَّزُ عَلَى جَرِيحٍهَا وَلَا يُقْتَلُ أَسِيرُهَا وَلَا يُطْلَبُ هَارِبُهَا وَلَا يُقَسَّمُ فَيْئُهَا» ۴؎

”باغیوں کے زخمیوں پر حملہ نہ کیا جائے، قیدیوں کو قتل نہ کیا جائے، بھاگنے والوں کا پیچھا نہ کیا جائے اور باغیوں کے مال کو مال غنیمت کے طور پر تقسیم نہ کیا جائے۔“ (علاوہ ازیں

۱؎ تخریج کے لیے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۹۸۱

۲؎ القرطبی: ۱۶/۲۰۸ + شرح النووی: ۲/۳۸۹/۱ + فتح الباری: ۱۲/۲۳۳-۲۳۵

۳؎ نیل الأوطار: ۷/۱۷۹ + تفسیر: ۱۶/۲۰۸

ان کے بچوں اور عورتوں کو کفار کی طرح قیدی اور غلام نہ بنایا جائے۔)

② اطاعت امیر سے نکلنا کبیرہ گناہ ہے لیکن کفر نہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید کی آیت ہے:

[۱۲۱۴] ﴿وَإِنْ طَائِفَتَيْنِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ افْتَضَلُوا.....﴾ [الحجرات=۹:۴۹]

”اور اگر مومنوں کی دو جماعتیں ایک دوسرے سے لڑ پڑیں.....“

گویا اس آیت میں ان دو لڑنے والی جماعتوں کو مومن کہا گیا ہے۔ اس لئے اہل حق اور اہل بغاوت دونوں جماعتوں کے ساتھ اہل اسلام کا معاملہ کرنا ضروری ہے۔ مذکورہ بالا آداب اسی بنیادی نظریہ کی چند شقیں ہیں۔ تعجب اور حیرت کی بات ہے کہ اس موجودہ زمانہ کے مصنف فضیلۃ الشیخ السید سابق رحمہ اللہ نے اسلامی جہاد کو محض دفاعی جنگ ثابت کرنے کی لاکھلا حاصل اور نا تمام کوشش میں ان تمام مذکورہ بالا شقوں: قیدی کو قتل نہ کرنے، مالوں کو تقسیم نہ کرنے، وغیرہ کو قتال بالکفار کے آداب و اصول میں شامل کر دیا ہے۔^{۱۵} یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں توفیق دے دی ہو کہ انہوں نے موت سے قبل اس موقف سے رجوع کر لیا ہو۔

④ ”اس جماعت سے لڑو جو زیادتی کر رہی ہے“ اس حکم کے تحت اگرچہ باغیوں سے جنگ کرنا ایک شرعی فریضہ ہے۔ لیکن دلوں میں محبت و الفت پیدا کرنے کیلئے اسے مصلحت کے طور پر متروک، ملتوی اور مؤخر رکھا جاسکتا ہے عبد اللہ بن ذی الخویصرہ تمیمی والی حدیث کی بناء پر۔ جس میں اس نے کہا تھا:

[۱۲۱۵] «إِعْدِلْ يَا رَسُولَ اللَّهِ! فَقَالَ: «وَيْلَكَ وَمَنْ يَعْدِلُ إِذَا لَمْ أَعْدِلْ» فَقَالَ عُمَرُ

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِذْذَنْ لِي فَأَضْرِبَ عُنُقَهُ۔ قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «دَعُهُ فَإِنَّ لَهُ

أَصْحَابًا.....»^{۱۶}

”اللہ کے رسول! انصاف کیجئے“ تو جواباً آپ ﷺ نے فرمایا: ”تجھ پر افسوس ہے اگر میں انصاف نہیں کروں گا تو کون انصاف کرے گا؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کے

۱۴۔ كشف الأستار عن زوائد البراء على الكتب السيئة = كتاب أهل البغي: باب كيف قتال البغاة، الحديث: ۱۸۴۹۔ اس روایت کو امام حاکم نے المستدرک علی الصحیحین میں، امام طبرانی نے المعجم الأوسط میں اور امام ابن ابی شیبہ نے المصنف میں روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں کوثر بن حکیم ضعیف راوی ہے۔ جبکہ یہ روایت مستدرک حاکم اور ابن ابی شیبہ کی سند کے ساتھ موقوف صحیح ہے۔

۱۵۔ فقہ السنۃ: باب الرحمة فی القتال: ۱۶۴/۳

۱۶۔ صحیح البخاری = کتاب استتابة المرتدین والمعاندین: باب من ترک قتال الخوارج للتألف ولئلا ینفرو الناس عنه، الحديث: ۶۵۳۴ + صحیح مسلم = کتاب الزکوة: باب ذکر الخوارج و صفاتهم، الحديث: ۱۰۶۴ + فتح الباری:

رسول! مجھے اجازت دیں میں اس کی گردن اتار دوں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس کو رہنے دے اس کے کچھ اور ساتھی بھی ہیں۔“
گویا آپ ﷺ نے اس کے قتل کا ارادہ ترک کر دیا۔

⑧ صحیح بخاری کی حدیث کے الفاظ ہیں: [۱۲۱۶] «فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ» ۱۷ ”جب تم ان کو ملو تو ان کو قتل کر دو۔“

اس حدیث میں خارجیوں اور باغیوں کے ساتھ جنگ کرنے کا واضح حکم موجود ہے۔ علماء امت کا اجماع ہے کہ خارجی، باغی اور تمام اہل بدعت جب خلیفہ المسلمین کے خلاف بغاوت اختیار کریں تو انہیں اس کے انجام سے ڈراؤ، حجت پوری کر دینے اور حق قبول کرنے کی دعوت کے بعد ان کے ساتھ قتال واجب ہے۔

وہ خروج و بغاوت اختیار نہ کریں تو جنگ نہیں۔ بلکہ تلقین و نصیحت، باطل اور غلط عقائد سے توبہ اور حق کی طرف پلٹ آنے کی دعوت ضروری ہوگی۔ تاہم خارجی اور بدعتی اگر کفریہ عقائد کے حامل ہوں تو ان کے ساتھ کافروں اور مشرکوں کی طرح جہاد واجب ہوگا۔ اور ان پر مرتد ہونے والوں کے تمام احکام نافذ ہونگے۔ ۱۸

⑨ اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور علماء اسلام کا موقف ہے کہ خارجیوں اور باغیوں کے خلاف جنگ کرنا اور فتنوں میں باغیوں کے خلاف اہل حق کی حمایت کرنا واجب ہے۔ علماء امت کا اس پر اتفاق ہے۔ خلفاء راشدین کا عمل بھی بالکل اس کے مطابق ہے۔ فتنوں میں صبر کرنے، خلوت اختیار کرنے اور کوشش ترک کر دینے والی صحیح احادیث اس صورت پر محمول ہیں کہ جب دونوں جماعتیں ظالم اور باغی ہوں اور حق کسی کی طرف بھی واضح نہ ہو۔ کیونکہ یہ جنگ اور لڑائی، اندھے فتنے اور جاہلی تعصب پر مبنی ہوگی۔ وگرنہ تو اہل بغاوت اور باطل پرست اپنی فتنہ و فساد کی شرانگیزیوں سے امت کے اتحاد اور یکجہتی کو پارہ پارہ کر ڈالیں گے۔ اس کے نتیجے میں توحید، اجتماعی عدل و انصاف کے مقاصد کا حصول ناممکن ہو جائے گا۔ ۱۹

۱۷ کے لیے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۱۲۰۲

۱۸ شرح النووی: ۳۴۲/۲ + القرطبی: ۲۱۰-۲۰۸/۱۶ + نیل الأوطار: ۱۸۰-۱۷۷/۷ + سُبُلُ السَّلَام: ۳/ ۵۲۶، ۵۲۵

+ فتح الباری: ۲۵۲/۱۲ + مراتب الإجماع لابن حزم: ۱۲۴

۱۹ ملاحظہ ہو فتح الباری: ۲۴۲-۲۳۸/۱۲ + شرح النووی: ۳۸۹/۲ + نیل الأوطار: ۱۶۸-۱۶۶/۷ + مراتب الإجماع

⑩ خارجیوں، ملحدوں اور باغیوں کے ساتھ حجت پوری کر دینے اور اعتراضات کا ازالہ کر دینے کے بعد قتال جائز ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۲۱۷] ﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ إِذْ هَدَاهُمْ حَتَّىٰ يُبَيِّنَ لَهُمْ مَا يَتَّقُونَ﴾

[التوبة=۹:۱۱۵]

”اللہ تعالیٰ کسی قوم کو ہدایت دینے کے بعد گمراہی میں نہیں ڈالتا جب تک انہیں وہ امور بیان نہ کر دے جن سے وہ اجتناب کریں گے۔“

لہذا ان کے درمیان صلح کروانا دلیل اور حجت پوری کرنے، شبہات کا ازالہ اور حالات کو درست کرنے کا پہلا مرحلہ ہے۔^{۲۱}

⑪ خارجیوں اور باغیوں کے سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کی مذکورہ احادیث واضح معجزات ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے جس طرح آنے والے ان حالات کی خبر دی بالکل اسی طرح وقوع پذیر ہوئے۔ مذکورہ بالا تمام احادیث میں امت مسلمہ کے دو حصوں میں تقسیم ہونے کی اطلاع ہے۔ خارجیوں کے نمودار ہونے کے بعد ان کے مقابلے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کا حق کے سب سے قریب ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ مذکورہ بالا احادیث سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کرنے والوں کا گروہ باغیوں کا گروہ ہوگا۔ مگر وہ اہل اسلام کا ہوگا، وہ تاویل کرنے والے ہوں گے۔ اسلام کے حقوق دونوں کو حاصل ہوں گے۔ بالخصوص صحابہ کے عدل و انصاف، عقیدہ و ایمان کی گواہی اور حق و صداقت کو دل و جان سے قبول کرنے کے واضح احکام و مسائل ان احادیث میں موجود ہیں۔^{۲۲}

عوام الناس کو خاک و خون میں لت پت کرنے والے دہشت گرد:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۲۱۸] ﴿إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ

۲۱ ملاحظہ ہو فتح الباری: ۱۲/۲۳۸-۲۴۰ + شرح النووی: ۱/۳۴۲

۲۲ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو القرطبی: ۱۶/۲۰۷-۲۱۲ + تفسیر ابن کثیر: ۴/۲۲۲-۲۲۳ + فتح الباری: ۱۲/۲۳۸-۲۵۶ + شرح النووی: ۱/۳۳۹-۳۴۳ + ۳۸۸، ۱۲۸/۳۹۰ + أبو داؤد مع معالم السنن: ۷/۱۴۸-۱۵۷ + نیل الأوطار: ۷/۱۶۶-۱۸۱ + سُبُل السَّلام: ۳/۵۲۱-۵۲۲ + بداية المجتهد: ۱/۵۵۷-۵۶۲ + العدة شرح

العمدة: ۴۸۷-۴۸۹ + الروضة النَّدْبِيَّة: ۲/۳۵۸-۳۶۰ + مراتب الإجماع لابن حزم: ۱۲۴-۱۲۹

فَسَادًا أَنْ يُقْتَلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ۚ ذَٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا ۗ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ لَا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ قَبْلِ أَنْ تَقْدِرُوا عَلَيْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

[المائدة=۵: ۳۳، ۳۴]

”جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ کرتے ہیں اور روئے زمین میں فتنہ و فساد پھیلانے کے لئے تگ و دو کرتے ہیں۔ ان کی سزا یہ ہے کہ قتل کر دیئے جائیں یا سولی پر لٹکائے جائیں یا ان کے ہاتھ پاؤں مختلف اطراف سے (مثلاً داہنا ہاتھ اور بائیں پاؤں) کاٹ دیئے جائیں یا قید کر لئے جائیں یا جلا وطن کئے جائیں۔ یہ ان کے لیے دنیا کی ذلت و رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔ البتہ وہ لوگ جو تمہارے قابو میں آنے سے پہلے ہی توبہ کر لیں تو یہ جان لو کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑا صاحب مغفرت اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔“

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۱۲۱۹] « أَنْ رَهْطًا مِنْ عُكْلٍ ثَمَانِيَّةٍ ، قَدِمُوا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاجْتَوَوْا الْمَدِينَةَ۔ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِبْعِنَا رَسُولًا فَقَالَ: «مَا أَجِدَ لَكُمْ إِلَّا أَنْ تَلْحَقُوا بِالدَّوْدَ» فَانْطَلَقُوا فَشَرِبُوا مِنْ أَبْوَالِهَا وَالْبَانِهَا حَتَّى صَحُّوا وَسَمِنُوا وَفَتَلُوا الرَّاعِيَ وَاسْتَأْفَقُوا الدَّوْدَ وَكَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ فَأَتَى الصَّرِيخُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ فَبَعَثَ الطَّلَبَ فَمَا تَرَ جَلَّ النَّهَارُ حَتَّى أَتَى بِهِمْ فَقَطَّعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ۔ ثُمَّ أَمَرَ بِمَسَامِيرَ فَأُحْمِيَتْ فَكَحَلَهُمْ بِهَا وَطَرَحَهُمْ بِالْحَرَّةِ۔ يَسْتَسْقُونَ فَمَا يَسْقُونَ حَتَّى مَاتُوا ۚ ۲۲

”بلاشبہ آٹھ افراد کا ایک گروہ نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوا (اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا) مدینہ کی آب و ہوا انہیں موافق نہ آئی۔ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہمیں دودھ پلائیں۔ آپ نے فرمایا: میں تمہارے لیے دودھ کا کہاں سے انتظام کروں؟ ہاں البتہ صدقے کے کچھ اونٹ ہیں وہاں چلے جاؤ۔ وہ وہاں چلے گئے انہوں نے وہاں جا کر ان

۲۲ صحیح البخاری= کتاب الجہاد: باب إِذَا حَرَّقَ الْمُشْرِكُ الْمُسْلِمَ هَلْ يُحَرِّقُ ، الحديث ۲۸۵۵ + صحیح مسلم= کتاب القسامة والمحاربين والقصاص والديات: باب حكم المحاربين والمتردين ، الحديث: ۱۶۷۱ + صحیح ابی داؤد= کتاب

الحدود: باب في المحاربة، الحديث: ۳۶۶۸ + صحیح الترمذی= أبواب الطهارة: باب بول ما يوكل لحمه، الحديث: ۶۲

Free downloading facility of Videos, Audios & Books for DAWAH purpose only, From Islamic Research Centre Rawalpindi

اونٹوں کا پیشاب پیا اور دودھ پیا۔ وہ خوب صحت مند ہو گئے اور موٹے تازے ہو گئے۔ انہوں نے رسول ﷺ کے مقرر کیے ہوئے چرواہے (سیدنا یسار رضی اللہ عنہ) کو قتل کیا اور صدقہ کے اونٹ ہانک کر چل پڑے اور اسلام سے بھی مرتد ہو گئے۔ ایک فریاد کرنے والا رسول ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ اس نے آکر صورت حال بیان کی۔ آپ ﷺ نے ان مرتدین کی تلاش میں کچھ لوگ روانہ کر دیئے۔ ابھی دن بھی نہ چڑھا تھا کہ ان کو گرفتار کر کے لایا گیا۔ آپ نے ان کے ہاتھوں اور پاؤں کو مخالف سمت سے کاٹنے کا حکم دے دیا۔ (انہوں نے چونکہ اس چرواہے کی آنکھوں میں گرم سلائیاں ڈالی تھیں اس لیے) آپ نے سلائیاں گرم کرنے کا بھی حکم دیا وہ گرم کی گئیں پھر وہ ان کی آنکھوں میں پھیری گئیں اور آپ ﷺ نے ان کو ریتلی زمین پر پھینک دیا وہ پانی طلب کرتے مگر انہیں پانی نہ دیا جاتا یہاں تک کہ وہ اسی حالت میں مر گئے۔“

چند احکام و مسائل کا بیان:

① ”الْجَرَابَةُ“ یا ”الْمُحَارَبَةُ“ کا لغوی معنی جنگ و قتال ہے اور شرعی معنی: ”إِشْهَارُ السَّلَاحِ وَ قُطْعُ السَّبِيلِ فِي خَارِجِ الْحَصْرِ أَوْ دَاخِلِهِ“ (اندرون شہر یا بیرون شہر ہتھیار لہرانا، چوری یا ڈاکہ زنی کرنا۔) یہ اکثر علماء کے نزدیک متفقہ تعریف ہے۔ اس جیسے برے فعل کا ارتکاب کرنے والے کو مُحَارِبُ اور قَاطِعُ الطَّرِيقِ کہتے ہیں۔ ”مُحَارِبُ“ کی جمع ”مُحَارِبِينَ“ ہے اور ”قَاطِعُ الطَّرِيقِ“ کی جمع ”قُطَاعُ الطَّرِيقِ“ ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”محارب کا قوت و شوکت والا ہونا شرط ہے، تعداد شرط نہیں۔“ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”محارب کا شہر سے باہر ہونا شرط ہے شہر کے اندر کی کارروائی جنگ نہیں بلکہ ڈاکہ زنی اور لوٹ مار ہوگی۔ علاوہ ازیں محاربہ (یعنی دنگ فساد والی جنگ) میں نہتے عوام کے خلاف جنگ کیلئے کھلم کھلا سامنے آنا بھی ایک ایسی شرط ہے جس پر سب کا اتفاق ہے۔ لاکار نے اور کھلم کھلا سامنے آئے بغیر کارروائی ”محاربہ“ نہیں بلکہ ”سرقہ“، یعنی چوری کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۲۲۰] ﴿وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا﴾ [المائدة: ۳۳] ۲۳

”وہ زمین میں فساد پھیلانے کیلئے تگ و دو کرتے ہیں۔“

② بلا تہتیار لہرائے کسی کو اچانک قتل کر دینے والا یا مال لوٹ لینے والا بھی ”محارب“ کی مثل ہے۔ اس جیسی کارروائیاں کرنے والا کوئی ایک فرد ہو یا جماعت، طاقت و شوکت والے ہوں یا کمزور و ذلیل، مسلح ہوں یا غیر مسلح یہ سب کے سب ”محاربین“ (یعنی نہتے عوام سے جنگ کرنے والے اور ڈاکے مارنے والے) ہی شمار ہونگے۔ یہ تمام قسم کے لوگ ہی آیت کے عام معنی میں داخل ہیں۔ لہذا تمام شرائط بلا جواز ہیں۔ ابن منذر نے بھی یہی بات کہی ہے۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس بات کو ذکر کیا ہے۔ امام مالک اور ابن حزم رحمۃ اللہ علیہما کا بھی یہی موقف ہے۔^{۲۳}

③ فساد پھیلانے والے جنگجو اور ڈاکو مسلم ہوں یا کافر و مرتد، دونوں پر مذکورہ حدود کا نفاذ ہوگا۔ تاہم ایسے کافر، جن سے کوئی معاہدہ نہیں، اور مرتد کے لیے قتل اور سولی سے کم کسی حد پر اکتفا نہیں کیا جائے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

[۱۲۲۱] «مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهُ فَاقْتُلُوْهُ»^{۲۴} ”جو اپنے دین کو تبدیل کر دے اس کو قتل کر دو۔“

اس حدیث کے مطابق وہ واجب القتل ہونگے تاہم مذکورہ آیات کا سبب نزول قبائل عکل اور عرینہ کے مرتد اور فسادی جنگجوؤں سے متعلق ہے۔^{۲۵}

④ سورہ مائدہ کی آیت: ۳۴ کے الفاظ ہیں ”مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کر لی.....“ اس استثنائی صورت حال کی بناء پر علماء کا اس بات پر اجماع ہے۔ کہ مشرکین اگر گرفتاری سے قبل مسلمان ہو جائیں تو ان کا خون محفوظ ہوگا۔ ان کو قتل کرنا حرام ہے۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

[۱۲۲۲] ﴿قُلْ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنْ يَنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ﴾ [الأنفال = ۸: ۳۸]

”کہہ دیجئے ان لوگوں سے جو کافر ہیں کہ اگر وہ کفر سے باز آجائیں تو ان کے پہلے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔“

لہذا قبل از اسلام کے جرائم پر کوئی حد اور سزا نافذ نہ ہوگی۔ اسی طرح مسلمان اور وہ مخالفین جن سے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ ہو۔ وہ بھی اگر قبل از گرفتاری توبہ کا اعلان کر دیں تو ان پر کوئی

^{۲۳} القرطبی: ۶/۹۹ + المنقذی شرح المؤطا: ۷/۱۶۹ + مراتب الإجماع: ۱۲۸

^{۲۴} تخریج کے لیے دیکھئے الرِّقم المسلسل: ۱۱۰۸

^{۲۵} القرطبی: ۶/۹۸، ۹۷ + تفسیر ابن کثیر: ۲/۵۵ نیز ملاحظہ ہو: الرِّقم المسلسل: ۱۲۱۹

مواخذہ نہ ہو گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور علماء کرام کا موقف بھی اس موقف کے مطابق ہے۔ کیونکہ اس بارے آیات مسلم اور غیر مسلم جنگ کرنے والوں کے لیے عام ہیں۔ اگرچہ سبب نزول خاص ہے۔ البتہ چھینا ہوا مال واپس ہو گا۔ قصاص اور دیت کے احکام بھی نافذ ہونگے۔^{۲۷}

⑤ سورہ مائدہ کی آیات ۳۳، ۳۴ میں فساد پھیلانے والوں اور ڈاکوؤں کے لیے مذکور سزاؤں اور حدود کا حکم اب تک باقی ہے۔ وہ منسوخ نہیں ہوا۔ خلفاء راشدین کا عمل اور علماء امت کا اجماع اس کی واضح اور بین دلیل ہے۔^{۲۸}

⑥ قبائل عکل اور عرینہ پر نافذ کی گئی حدود اور سزائیں مثلاً مثلہ کی صورت میں جسم کے اعضاء کاٹنا، آنکھوں میں گرم سلائیں ڈالنا، تکلیف اور اذیت کے ساتھ مارنا، زخم بند نہ کرنا اور پانی نہ پلانا بطور قصاص اور بدلہ تھیں۔ کیونکہ ان مرتد ہونے والوں نے اونٹوں کے چرواہوں کے ساتھ مذکورہ بالا تمام افعال کا ارتکاب کیا تھا۔ لہذا بدلے اور قصاص کے طور پر سزائیں عین عدل و انصاف کے تقاضوں کے مطابق تھیں۔ یہ حکم تا حال باقی ہے اور قیامت تک رہے گا۔

حدیث رسول ﷺ میں مذکور ہے:

[۱۲۲۳] «لَا تَنْهَمُ سَمَلُوا أَعْيَنَ الرُّعَاةِ»^{۲۹}

”اس لیے کہ انہوں نے چرواہوں کی آنکھیں پھوڑ ڈالیں تھیں۔

⑦ ابن سیرین وغیرہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے یہ سزائیں حدود نازل ہونے اور محاربہ والی آیات نازل ہونے سے پہلے جاری فرمائیں۔ لہذا حدود کے نزول کے بعد منسوخ ہو گئیں۔^{۳۰} لیکن صحیح اور حق بات یہی ہے کہ مذکورہ بالا سزائیں بطور قصاص اور بدلہ نازل ہوئیں جو عین عدل و انصاف ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۲۲۴] «وَالْجُرُوحُ قِصَاصٌ» [المائدہ: ۴۵: ۵] ”اور سب زخموں کا بدلہ ہے۔“ اس بارے

۲۷ القرطبی: ۶/ ۹۸ + تفسیر ابن کثیر: ۲/ ۵۹ + المنتقی شرح المؤطا: ۷/ ۱۷۴

۲۸ صحیح البخاری= کتاب التفسیر/ تفسیر سورة المائدة: باب ﴿إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا﴾ [المائدة: ۳۳: ۵]، الحديث: ۴۳۴ + شرح النووي: ۲/ ۵۷

۲۹ صحیح مسلم= کتاب القسامة والمحاربين والقصاص والذبيات: باب حكم المحاربين والمرتبدين، الحديث: ۱۶۷۱

۳۰ ملاحظہ ہو سنن الترمذی= أبواب الطهارة: باب بول ما يؤكل لحمه + سنن أبي داود= کتاب الحدود: باب في المحاربة.

اللہ تعالیٰ کا یہ بھی فرمان ہے: [۱۲۲۵] ﴿فَمَنْ اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ.....﴾ [البقرة: ۲: ۱۹۴] ”جو کوئی تم پر زیادتی کرے تم بھی اس پر اس کے مثل زیادتی کر سکتے ہو.....“

⑧ سورة المائدہ کی آیت: ۳۳ کے الفاظ [۱۲۲۶] ﴿أَنْ يُقْتَلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا﴾ میں کلمہ ”أَوْ“ لغوی طور پر اختیار کے لیے مستعمل ہے۔ جبکہ یہ ترتیب کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ یہاں کونسا معنی مراد ہے، ترتیب والا یا اختیار والا؟ علماء کے اس بارے دو اقوال ہیں: پہلا قول: ”أَوْ“ ترتیب کے لیے مستعمل ہے۔ لہذا امیر المؤمنین کے پاس اختیار نہیں۔ بلکہ جرائم کے مطابق سزا دے گا۔ مثلاً اس طرح کہ قاتل کے لیے قتل کی سزا، مال لوٹنے والے کے لیے ہاتھ کاٹنے کی سزا وغیرہ۔ وہ شخص جو قاتل بھی ہے اور مال لوٹنے کا مرتکب بھی ہوا ہے۔ اس کے لیے ہاتھ کاٹنے اور سولی پر لٹکانے کی دونوں سزائیں ہوں گی۔ وہ شخص جو محض ڈراتا، دھمکاتا رہا اور راہگیروں پر خوف طاری کرتا رہا۔ اس کے لیے جلا وطنی یا پھر قید ہوگی۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، ابو جہل، نخعی اور عطا وغیرہ کا یہی موقف ہے۔ شافعیوں، حنفیوں اور حنبلیوں کا بھی یہی موقف ہے۔ عمر بن عبد العزیز، مجاہد اور امام مالک وغیرہ سے بھی یہی موقف منقول ہے۔ دوسرا قول: کلمہ ”أَوْ“ اپنے حقیقی معنی یعنی اختیار والے معنی کے لیے استعمال ہوا ہے۔ لہذا امام صاحب کو اختیار ہے۔ فساد پھیلانے والوں اور ڈاکوؤں کے لیے وہ اپنے اجتہاد کے ساتھ اور مصلحت کے تقاضوں کے مطابق قتل، سولی، ہاتھ کاٹنے اور جلا وطنی میں سے جو چاہے سزا تجویز کر سکتا ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک قول یہ بھی مروی ہے۔ سعید بن مسیب، عمر بن عبد العزیز، مجاہد اور امام مالک وغیرہ سے بھی یہی موقف منقول ہے۔ دوسرا مفہوم آیت کے ظاہری معنی کے عین مطابق ہے۔ قرآن مجید میں اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۲۲۷] ﴿فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسْكِ.....﴾ [البقرة: ۲: ۱۹۶]

”جو شخص بیماری یا سر میں کسی تکلیف کی بناء پر سر منڈائے تو اس کے بدلے روزے رکھے یا صدقہ دے یا قربانی کرے۔“

[۱۲۲۸] ﴿فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشْرَةِ مَسَاكِينَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعَمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ

كَسْبَتْهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ.....﴾ [المائدة: ۵: ۸۹]

” (پچھتہ قسم توڑ دینے کا کفارہ ہے کہ) دس مسکینوں کو درمیانے درجے کا کھانا کھانا جو تم

اپنے اہل و عیال کو کھلاتے ہو یا ان کو کپڑے دینا یا ایک غلام آزاد کرنا۔“

چنانچہ مذکورہ آیات میں کلمہ ”او“ سے اختیار والا معنی مراد ہے نہ کہ ترتیب والا۔ تاہم اکثر علماء کرام پہلے قول کے قائل ہیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۲۲۹] ﴿وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا﴾ [الشُّورٰی=۴۶:۴۰]

”برائی کا بدلہ تو اسی طرح کی برائی ہے۔“

لہذا اس آیت کی روشنی میں جرم کے مطابق سزا تجویز کی جائے گی۔^{۳۱}

⑨ سورہ مائدہ کی آیت: ۳۳ کے الفاظ ہیں: [۱۲۳۰] ﴿يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ.....﴾

”وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں.....“ اس سے معلوم ہوا کہ جنگ کرنے والے اور روگردانی کرنے والے اجتماعی اسلامی معاشرے کے امن و امان کو تباہ اور زمین پر فساد کرنے کی بناء پر بالواسطہ طور پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے میں مصروف ہوتے ہیں۔ لہذا ان کی سزائیں حدود کے مرتبے میں ہیں جن کا سرپرست اور نافذ کرنے والا خلیفۃ المسلمین ہے۔ مقتول کے وارثوں کو درگزر کرنے یا معاف کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔^{۳۲}

⑩ سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۳۳ کے آخری الفاظ ہیں: [۱۲۳۱] ﴿وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ

عَظِيمٌ﴾ ”اور ان کے لیے آخرت میں بہت بڑا عذاب ہوگا۔“

دنیا کی ذلت و رسوائی تو تمام جنگ کرنے والوں کے لئے ہوگی۔ مسلم اور مشرک اس میں مساوی ہیں۔ کیونکہ نہتے عوام کے خلاف جنگ نہایت فبیح جرائم میں سے ہے۔ لیکن آخرت کا عذاب عظیم (ہمیشہ آگ میں رہنے والا) مشرک کے لئے ہر حالت میں ہوگا اور مومن کے لئے اس صورت میں ہوگا کہ وہ دنیا میں سزا اور بدلہ نہ پائے۔ ورنہ تو حدود اور سزائیں مومن کے لئے کفارہ ہیں۔ علاوہ ازیں مومن کے لئے ”عذاب عظیم“ ”عذاب شدید“ کے معنی میں ہے۔ کیونکہ

۳۱ القرطبی: ۱۰۰، ۹۹/۶ + تفسیر ابن کثیر: ۵۸/۲ + نیل الأوطار: ۱۶۵، ۱۶۶/۷ + بداية المجتهد: ۵۰۹/۲

العدة شرح العمدة: ۴۸۴ + المنتقى شرح المؤطا: ۱۷۰/۷-۱۷۳

۳۲ القرطبی: ۱۰۲/۶ + المنتقى شرح المؤطا: ۱۷۳/۷ + الإجماع لابن المنذر: ۱۱۱

ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہنا کفار کے لیے مخصوص ہے۔ ۳۳

① وہ باغی اور جنگ کرنے والے جو کسی تاویل کا سہارا لینے والے ہوں۔ یعنی بری نیت سے نہیں بلکہ کسی تاویل اور شبہ کی بناء پر جماعت حقہ کے ساتھ جنگ و قتال کے لیے آمادہ ہوں۔ ان کے ساتھ شبہات کا ازالہ کرنے اور دلیل و حجت قائم کرنے سے پہلے جنگ کا آغاز جائز نہیں۔ نہ ہی ان پر کفر و فسق کے فتوے لگانا جائز ہے۔ کیونکہ وہ جھٹلانے والے نہیں بلکہ تاویل کرنے والے ہیں۔ اس موقف کی دلیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی باہمی چپقلش اور لڑائیاں ہیں۔ چنانچہ تمام صحابہ کتاب و سنت کے دلائل کے مطابق مومن، متقی، صادق اور عادل ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری کی کتاب المرتدین کے تحت عنوان قائم کیا ہے۔ ”مَاجَاءَ فِي الْمُتَأَوِّلِينَ“ (تاویل کرنے والوں کے بارے) اس عنوان کے تحت اختلاف قرأت کی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث لائے ہیں۔

[۱۲۳۲] «إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَى سَبْعَةِ حُرُوفٍ فَاقْرَأْهُ وَمَا تَبَيَّرَ مِنْهُ» ۳۴

”بلاشبہ یہ قرآن سات قرأتوں میں نازل ہوا ہے۔ تمہیں، جو قرأت آسان لگتی ہے اس قرأت میں قرآن پڑھ لو۔“

نیز امام بخاری رحمہ اللہ سیدنا مالک بن دشن رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث لائے ہیں جس کے الفاظ یوں ہیں:

[۱۲۳۳] «إِلَّا حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ النَّارَ» ۳۵

(جب سیدنا مالک بن دشن رضی اللہ عنہ پر نفاق کا الزام لگا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پڑھ لیتا ہے) تو اللہ تعالیٰ اس پر جہنم کی آگ کو حرام قرار دے دیتا ہے۔“
علاوہ ازیں امام بخاری رحمہ اللہ سیدنا حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کی حدیث لائے ہیں:

۳۳ القرطبی: ۱۰۳/۶ + تفسیر ابن کثیر: ۵۹/۲

۳۴ صحیح البخاری = کتاب استتابة المرتدین والمعادین : باب ما جَاءَ فِي الْمُتَأَوِّلِينَ ، الحديث: ۶۵۳۷ + صحیح مسلم = کتاب صلوة المسافرين وقصرها: باب بيان أَنَّ الْقُرْآنَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرَفٍ ، الحديث: ۸۱۸

۳۵ صحیح البخاری کتاب استتابة المرتدین والمعادین: باب ما جاء في المتأولين، الحديث: ۶۵۳۹ + صحیح مسلم =

[۱۲۳۴] «وَمَا يُذَرِّكَ لَعَلَّ اللَّهَ اَطَّلَعَ عَلَيْهِمْ۔ فَقَالَ اَعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ اَوْجَبْتُ لَكُمْ الْجَنَّةَ» ۳۶

”جب سیدنا حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے اسلامی مملکت و ریاست کا ایک خفیہ راز آؤٹ کر دیا۔ اس کے رد عمل کے طور پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اس کو قتل کرنے کی اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے عمر! تجھے کیا معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر پر جھانک کر کہہ دیا ہے کہ اب تم جو بھی عمل کرو میں نے تم پر جنت واجب کر دی ہے۔“ ان تمام احادیث سے اسلام کے اس مسلمہ و متفقہ قاعدہ کا استدلال کیا گیا ہے کہ جو لوگ تاویل کرنے والے ہوں جھٹلانے والے نہ ہوں ان کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ ۳۷

مبارین کے تفصیلی احکام معلوم کرنے کے لئے ملاحظہ ہو:

- | | | | |
|----|--|----|-----------------------------------|
| ۱ | فتح الباری: ۹۱/۱۲-۹۴ | ۲ | شرح مسلم للنووی: ۵۷/۲ |
| ۳ | تفسیر القرطبی: ۹۷/۶-۱۰۳ | ۴ | تفسیر ابن کثیر: ۵۳/۲-۶۰ |
| ۵ | معالم السنن مع التہذیب: ۲۰۳-۲۰۷ | ۶ | سُبُل السَّلام: ۵۲۱/۳-۵۲۷ |
| ۷ | المنتقى مع النیل: ۱۶۱-۱۶۶ | ۸ | الرَّوْضَةُ النَّدِيَّةُ: ۲۸۶-۲۸۹ |
| ۹ | بداية المجتهد: ۵۵۷/۲-۵۶۲ | ۱۰ | المغنی لابن قدامة: ۲۹۸/۸-۲۱۳ |
| ۱۱ | الهداية لابى الحسن الفرغانى: ۵۵۵/۲-۵۵۸ | | |
| ۱۲ | وأيضاً معالم السنن للخطابی: ۱۹۴-۱۹۵ | | |
| ۱۳ | المنتقى شرح المؤطا: ۱۶۹/۷-۱۷۵ | | |

اسلام قبول کرنے کے بعد مرتد ہو جانے والے کے قتل کا حکم

مرتد کی تعریف اور اس کو قتل کرنے کی حکمت:

کسی مسلمان کا دین اسلام سے کسی دوسرے باطل دین مثلاً یہودیت اور نصرانیت وغیرہ کی طرف یا بے دینی مثلاً الحاد اور کمیونزم کی طرف عاقل اور با اختیار ہوتے ہوئے منحرف ہونا ”مرتد ہونا“ کہلاتا ہے۔ جس کا ارتکاب کرنے والے کو مرتد کہتے ہیں۔ لفظ ”مرتد“ کی جمع مرتدین

۳۶ تخریج کے لیے دیکھئے الرِّقم المسلسل: ۳۰۷

۳۷ بداية المجتهد: ۵۶۲/۲

ہے۔ باغیوں اور فساد یوں کے ابواب میں مذکورہ دلائل اور مسائل پر غور و فکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام عدل و انصاف اور حق و صداقت پر قائم ایک نہایت متحد و منظم اور امن و امان کا ضامن معاشرہ قائم کرنا چاہتا ہے۔ لہذا وہ اندرونی اور بیرونی طور پر حق و انصاف اور امن و امان کے کسی مخالف کو برداشت نہیں کرتا۔ کافروں اور مشرکوں کی طرح فساد پھیلانے والے باغیوں اور ڈاکوؤں کے ساتھ جہاد فرض ہونے کے پس پردہ یہی حکمت کار فرما ہے۔ اسی اجتماعی اور عالمی امن کو برقرار اور مضبوط رکھنے کے لئے حق و صداقت اور عدل و انصاف کے علمبردار دین اسلام سے منحرف ہونے والوں کو واجب القتل قرار دیا گیا۔ تاکہ مسلمانوں کی اجتماعی زندگی سے افتراق، انتشار اور فرقہ بندی کی دراڑیں پڑنے سے قبل ہی اس فتنہ کو جڑ سے اکھاڑ دیا جائے۔^{۳۸}

اللہ تعالیٰ نے جہاد کے فرض ہونے کی حکمت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

[۱۲۳۵] ﴿وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّىٰ يَرُدُّوكُمْ عَنْ دِينِكُمْ إِنِ

اسْتَطَاعُوا.....﴾ [البقرة: ۲=۲۱۷]

” (شُرک اور فساد کا فتنہ قتل سے زیادہ بڑا ہے) اور کفار ہمیشہ تمہارے ساتھ جنگ و قتال

جاری رکھیں گے تا آنکہ تمہیں اپنے دین سے منحرف کر ڈالیں گے اگر ان سے ہوسکا“

[۱۲۳۶] ﴿كَيْفَ يَهْدِي اللَّهُ قَوْمًا كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ وَ شَهِدُوا أَنَّ الرَّسُولَ

حَقٌّ وَ جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ط وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝﴾ [آل عمران: ۳=۸۶]

” اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو کیونکر ہدایت دے گا جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے۔ حالانکہ یہ

شہادت دے چکے تھے کہ محمد ﷺ رسول برحق ہیں اور ان کے پاس واضح نشانیاں بھی

آچکی تھیں۔ اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا“

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۱۲۳۷] ﴿مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ﴾^{۳۹}

”جو شخص اپنا دین (اسلام) تبدیل کر لے تو اسے قتل کر ڈالو۔“

[۱۲۳۸] ﴿لَا يَحِلُّ دَمُ رَجُلٍ مُّسْلِمٍ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ أَنَّنِي رَسُولُ اللَّهِ إِلَّا

يَا حُذَى ثَلَاثٌ: النَّفْسُ بِالنَّفْسِ وَ النَّيْبُ الزَّانِي وَ الْمَفَارِقُ لِدَيْنِهِ النَّارُكَ لِلْجَمَاعَةِ^{۴۰}
 ”کسی مسلمان کا خون بہانا حلال نہیں ہے۔ جو ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ کی شہادت دیتا ہو۔ مگر تین اسباب میں سے کسی ایک سبب کے ساتھ۔ جان کے بدلے جان، شادی شدہ زانی اور دین اسلام سے علیحدہ ہونے والا یعنی جماعت حقہ کو ترک کرنے والا۔“
 سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب پتہ چلا کہ ایک شخص اسلام قبول کرنے کے بعد یہودی ہو گیا ہے تو انہوں نے فرمایا:

[۱۲۳۹] «أَجْلِسْ حَتَّى يُقْتَلَ فَضَاءُ اللَّهِ وَ رَسُولُهُ فَأَمَرَ بِهِ فُقْتُلَ^{۴۱}

”میں نہیں بیٹھوں گا حتیٰ کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ یہ اللہ اور اس کے رسول کا فیصلہ ہے۔ چنانچہ اس کے قتل کا حکم جاری کر دیا گیا اور وہ قتل کر دیا گیا۔“

(ابوداؤد کی روایت میں یہ اضافہ ہے) کہ پہلے اُسے توبہ کرائی گئی تھی۔^{۴۲} ایک روایت میں ہے: ”تقریباً اسے بیس روز تک توبہ کرائی گئی۔ لیکن وہ ارتداد پر قائم رہا تو قتل کر دیا گیا۔“^{۴۳}

مرتد کے احکام:

- ① فتنہ ارتداد کے اصل محرک جنگ کرنے والے کافر اور مشرک ہیں۔ لہذا فتنہ کے ازالہ کیلئے بدلہ کے طور پر اور سزا کے طور پر مرتد، ملحد اور کمیونسٹ دھریہ کو واجب القتل قرار دیا گیا۔ تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے۔^{۴۴}
- ② اکثر علماء اسلام کا موقف یہ ہے کہ قبل از قتل حق کی طرف رجوع کرنے اور توبہ کرنے کی دعوت دینا واجب ہے۔ اہل ظاہر اور حسن بصری وغیرہ توبہ کی دعوت دینے کو غیر ضروری قرار دیتے ہیں۔ توبہ کر لینے کی مدت تین روز سے تیس (۳۰) ایام تک ہو سکتی ہے۔^{۴۵}
- ③ مرتد مرد اور عورت دونوں ہی واجب القتل ہیں، اگر توبہ کی مہلت کے باوجود توبہ کر کے

۴۰ صحیح البخاری = کتاب الایات: باب قول اللہ تعالیٰ ﴿ اِنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ ﴾ [المائدہ = ۴۵/۵]

الحديث: ۶۴۸۴ + صحیح مسلم = کتاب القسامۃ: باب ما یباح به دم المسلم، الحديث: ۱۶۷۶

۴۱ صحیح لبخاری = کتاب استتابة المرتدین والمعاندين: باب حکم المرتد والمترتة و استتابتهم، الحديث: ۶۵۲۵ +

صحیح أبی داؤد = کتاب الحدود: باب الحكم فيمن ارتد، الحديث: ۳۶۶۰

۴۲ صحیح أبی داؤد = کتاب الحدود: باب الحكم فيمن ارتد، الحديث: ۳۶۶۱

۴۳ صحیح أبی داؤد = کتاب الحدود: باب الحكم فيمن ارتد، الحديث: ۳۶۶۲

۴۴ الإجماع لابن المنذر: ۱۲۲

۴۵ فتح الباری: ۱۲/۲۲۶، ۲۲۵ + معالم السنن: ۶/۱۹۵ + سنن السلام: ۲/۳۰

اسلام میں داخل نہ ہوں۔ کیونکہ حدیث کے الفاظ ہیں: [۱۲۴۰] «مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ»^{۴۶} ان الفاظ میں کلمہ ”مَنْ“ عام ہے۔ جو مذکر اور مؤنث دونوں کو شامل ہے۔ یہ اکثر فقہاء کا موقف ہے۔ جبکہ احناف اس بات کی مخالفت کرتے ہیں۔ عورتوں کو قتل کرنے سے منع کرنے والی حدیث کی بناء پر وہ مرتد عورت کے لئے قتل کی بجائے قید کرنے اور کوئی مناسب سزا کے قائل ہیں۔ جب تک وہ توبہ نہ کر لے۔ اکثریت کے ہاں یہ استدلال بالکل کمزور ہے۔ کیونکہ عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع کرنے والی حدیث کا حکم کافر عورت کے ساتھ خاص ہے۔ مرتد عورت اس میں شامل نہیں۔^{۴۷}

۴۶ آزاد شخص کی طرح غلام بھی اگر مرتد ہو جائے تو واجب القتل ہوگا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ﴿إِذَا أَبَقَ الْعَبْدُ إِلَى الشَّرِكِ فَقَدْ حَلَّ دَمُهُ﴾^{۴۸}

”جب غلام شرک کی طرف چلا گیا۔ یعنی مرتد ہو گیا تو اس کا خون جائز ہے۔“

۴۷ حدیث کے الفاظ: [۱۲۴۲] «الْمُفَارِقُ لِدِينِهِ النَّارُكَ لِلْجَمَاعَةِ»^{۴۹} سے ثابت ہوتا ہے کہ مرتد کی طرح باغی اور خارجی کا خون بہانا بھی جائز ہے۔ الا یہ کہ وہ توبہ کر لیں اور حق کی طرف رجوع اختیار کر لیں۔^{۵۰}

۴۸ مرتد اگر دلائل کے خلط ملط ہونے کا شکار ہو اور معاملہ شک و شبہ میں پڑا ہو تو نہایت حکمت و دانائی، اچھی نصیحت اور قوت دلائل کے ساتھ اسے اسلام کی طرف لوٹنے کی

۴۹ تخریج کے لیے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۱۱۰۸

۵۰ فتح الباری: ۱۲/۲۲۴، ۲۲۵ + نیل الأوطار: ۷/۲۰۳ + سُبُلُ السَّلَام: ۳/۳۶۷

۴۸ سُنُّنُ أَبِي دَاوُدَ = کتاب الحدود: باب الحكم فيمن ارتد، اس حدیث کے بارے میں امام خطابی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس حدیث کو امام مسلم رحمہ اللہ اور امام نسائی رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ کا حوالہ ذکر کرنے سے بالخصوص اس حدیث کی صحت کی طرف اشارہ ہے۔ دیکھئے معالم السنن: ۶/۱۹۹۔ جبکہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ضعیف ابی داؤد، الحدیث: ۹۳۶ اور ضعیف النسائی، الحدیث: ۷۵۰ کے تحت ضعیف قرار دیا ہے۔ امام خطابی رحمہ اللہ نے جن احادیث کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ان کا مفہوم یہ ہے کہ جو غلام اپنے آقا کے پاس سے بھاگ جائے وہ کافر ہو جاتا ہے، اس کی نماز قبول نہیں ہوتی یا اس سے اسلام کا مال اور جان کی حفاظت کا ذمہ ختم ہو جاتا ہے۔ یعنی اس میں صرف غلام کے بھاگ جانے کا تذکرہ ہے۔ اس مفہوم والی احادیث کو شیخ البانی رحمہ اللہ بھی صحیح قرار دیتے ہیں دیکھئے صحیح النسائی، الحدیث: ۳۷۸۰ + صحیح مسلم، الحدیث: ۶۸، جبکہ البانی رحمہ اللہ نے مذکورہ بالا جس حدیث کو ضعیف کہا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ جو غلام مرتد ہو جائے اس کا خون بہانا جائز ہے۔ واللہ اعلم بالصواب (ابوعمار بن عبد الجبار)

۴۹ تخریج کے لیے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۱۲۳۸

۵۰ شرح النووی: ۲/۶۰ + المنقذی شرح المؤطا: ۷/۱۷۰

دعوت دی جائے یعنی توبہ کرانے اور توبہ کی مہلت میں سختی اور شدت کا استعمال ممنوع اور نقصان دہ ہے۔ ۵۱

④ مرتد اور اس کے مسلمان ورثاء کے درمیان وراثت تقسیم نہ ہوگی اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے - [۱۲۴۳] «لَا يَرِثُ الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ وَلَا الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ» ۵۲
 ”مسلمان کافر کا وارث اور کافر مسلمان کا وارث نہیں بن سکتا ہے۔“ موت کے بعد اس کے ساتھ کافروں جیسا معاملہ کیا جائے گا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۲۴۴] «وَلَا تَصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِّنْهُمْ.....» [التوبة=۹: ۸۴]

”آپ (ان ایمان لانے کے بعد کفر کرنے والوں میں سے) کسی کا جنازہ نہ پڑھیں۔“

⑤ [۱۲۴۵] «وَمَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فِيمَتٌ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ»

[البقرة=۲: ۲۷۸]

”تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے پھر وہ کافر ہونے کی حالت میں مر جائے۔ پس یہی لوگ ہیں کہ ان کے اعمال دنیا و آخرت میں ضائع ہو گئے۔ یہی لوگ دوزخ کی آگ والے ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔“

اس آیت سے ثابت ہوا کہ مرتد ہونے کی حالت میں موت اعمال کو ضائع کرنے اور جہنم میں ہمیشہ رہنے کا باعث ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام کی طرف پلٹ آنا اور توبہ کر لینا قابل قبول ہے۔

صریحاً ارتداد والے اقوال و افعال:

کسی مسلمان کی طرف سے مندرجہ ذیل عقائد، اقوال اور اعمال کا اظہار بھی صریحاً ارتداد ہے اور اس کے مرتکب پر مرتد کے احکام نافذ ہونگے۔ ۵۳

① اللہ تعالیٰ کا انکار کرنا۔

۵۱. نیل الأوطار: ۷/ ۲۰۲

۵۲. صحیح البخاری = کتاب الفرائض: باب لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ وَلَا الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ، الحديث: ۶۳۸۳ + صحیح مسلم =

کتاب الفرائض، (فی أوّلِهِ) الحديث: ۱۶۱۴

۵۳. تفصیل احکام کے لئے ملاحظہ ہو: القسط: ۳/ ۲۲، ۲۳، ۲۴ + فتح الباری: ۱۱/ ۲۲۸، ۲۲۹ + نیل الأوطار: ۷/ ۲۰۲، ۲۰۳

۲ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات یا اسماء و افعال میں کسی کو اللہ کا شریک بنانا۔

۳ اللہ تعالیٰ یا اللہ کی کتاب کو جھٹلانا۔

۴ اللہ تعالیٰ یا رسول اکرم ﷺ کو معاذ اللہ گالی گلوچ کرنا۔

۵ کسی رسول یا فرشتے کا انکار کرنا۔

۶ اسلام کے پانچ ارکان کا انکار کرنا یا متفقہ شرعی فرائض میں سے کسی فریضہ کا انکار کرنا۔

۷ یوم آخرت یا تقدیر الہی کا انکار کرنا۔

۸ آسمانی کتابوں کا کلی طور پر یا جزوی طور پر انکار کرنا۔

۹ شرعی طور پر متفقہ حرام چیزوں میں سے کسی کو حلال یا جائز قرار دینا۔

۱۰ دینی فرائض اور شعائر کی تحقیر اور تذلیل کرنا۔

۱۱ قیامت کے روز جسمانی طور پر قبروں سے اٹھنے اور اللہ کی طرف لوٹنے یا آخرت کی

حقیقت کا انکار کرنا۔

۱۲ ختم نبوت کا انکار کرنا۔ ۵۳

دلائل کے لیے درج ذیل آیات و احادیث کا بالخصوص مطالعہ مفید ہوگا:

[۱۲۴۶] ﴿آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ.....﴾ [البقرة=۲: ۲۸۵]

”رسول (بھی) ایمان لایا اس پر جو اس کی طرف نازل کیا گیا اس کے رب کی طرف سے اور تمام مومن بھی (ایمان لائے).....“

[۱۲۴۷] ﴿قُلْ أَبِاللَّهِ وَ آيَاتِهِ وَ رَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُونَ لَا تَعْتَدِرُوا قَدْ

كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ.....﴾ [التوبة=۹: ۶۶، ۶۵]

”کہہ دیجئے کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ، اس کی آیات کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ تم مذاق کرتے ہو۔ کوئی معذرت نہ کرو تحقیق تم نے ایمان قبول کرنے کے بعد کفر کا ارتکاب ہے.....“

نبی ﷺ کا فرمان ہے:

[۱۲۴۸] ﴿أُمِرْتُ أَنْ أَقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا.....﴾ ۵۵

۵۴ تخریج کے لیے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۱۳

۵۵ فتح الباری: ۱۲/ ۲۳۲- ۲۳۵ + شرح النووی: ۱/ ۳۷- ۴۰ + العُدَّة شرح العمدة: ۴۹۰- ۴۹۳ + نیل الأوطار:

”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ گواہی دیں.....“

کتاب و سنت اور اجماع امت سے ثابت شدہ مزید عقائد:

علاوہ ازیں درج ذیل عقائد اور ایمان و اسلام کے اصول کتاب و سنت اور اجماع امت سے ثابت ہیں۔ ان کے انکار سے انسان بالاتفاق ملحد اور مرتد ہو جاتا ہے:

۱ اللہ سبحانہ و تعالیٰ وحدہ لا شریک لہ ہے اور ہر چیز کا خالق ہے۔

۲ وہ ذات باری تعالیٰ ہمیشہ سے وحدہ لا شریک کے طور پر موجود ہے کوئی دوسری ہستی اس کے ساتھ نہ تھی۔

۳ بعد ازاں اس نے تمام اشیاء کو جیسے چاہا تخلیق فرمایا۔

۴ نفس، عرش، تمام عالم اور پوری کائنات مخلوق ہے۔

۵ پوری مخلوق کو اس نے پیدا کیا ہے۔ وہ پھر اس کو مارنے کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا۔ نبی ﷺ کے فرمان کے مطابق:

[۱۲۴۹] «كَانَ اللَّهُ وَ لَمْ يَكُنْ شَيْءٌ غَيْرُهُ» ۵۶

”جب کچھ نہیں تھا تو اس وقت بھی اللہ تعالیٰ تھا۔“

۶ نبوت و رسالت اللہ تعالیٰ کی طرف سے برحق ہے۔

۷ بہت زیادہ نبی اور رسول مبعوث ہوئے۔ بعض کا ذکر تو قرآن میں ہے اور بعض کا ذکر قرآن میں نہیں۔

۸ محمد بن عبد اللہ القریشی الهاشمی مکہ مکرمہ میں رسول بنا کر مبعوث کئے گئے پھر انہوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور قیامت تک تمام جنوں اور انسانوں کی طرف اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

۹ روئے زمین پر صرف اسلام ہی اللہ تعالیٰ کا دین ہے جو اپنے سے ماقبل تمام دینوں کو ختم کرنے والا ہے۔ دین اسلام کا مخالف اور منکر کافر ہے اور ہمیشہ جہنم کا مستحق ہے۔

۱۰ جنت برحق اور اللہ تعالیٰ کی تیار کی ہوئی اور کبھی ختم اور فنا نہ ہونے والی نعمت ہے۔ اہل جنت ہمیشہ ہمیشہ جنت میں باقی رہیں گے۔ یہ جنت اہل اسلام، پہلے انبیاء اور ان

۵۶ صحیح البخاری = کتاب بدء الخلق: باب ما جاء في قول الله تعالى: ﴿وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ

کے پیروکاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

جہنم بھی برحق ہے اور کبھی نہ ختم ہونے والا عقوبت خانہ ”ٹارچنگ سیل“ (Tarching Cell) ہے۔ اہل جہنم ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں باقی رہیں گے۔ جہنم ہر کافر، اسلام کے مخالف اور سابقہ انبیاء کے منکرین کے لئے تیار کی گئی ہے۔

قرآن مجید جو مشرق سے لے کر مغرب تک لوگوں کے ہاتھوں میں موجود ہے اس کی ابتداء سورۃ الفاتحہ کی پہلی آیت [۱۲۵۰] ﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ سے ہوتی ہے اور اس کی انتہاء سورۃ الناس کی آخری آیت [۱۲۵۱] ﴿مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ﴾ سے ہوتی ہے یہ پورا قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کی وحی ہے جو محمد ﷺ خاتم النبیین پر نازل کیا گیا ہے۔

محمد ﷺ خاتم الانبیاء اور پیغمبر آخر الزمان ہیں۔ آپ ﷺ کے ساتھ یا بعد قیامت تک کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا اور نہ ہوگا۔

اکثر اہل اسلام قیامت سے قبل نزول عیسیٰ علیہ السلام کے قائل ہیں اور یہی عقیدہ برحق ہے۔ قرآن مجید میں مذکور تمام انبیاء علیہم السلام مثلاً جناب آدم، ادریس، نوح، ہود، صالح علیہم السلام وغیرہ کی نبوت پر پوری امت کا اجماع ہے۔ جبکہ مریم، ام موسیٰ اور ام اسحاق کی نبوت میں اختلاف ہے۔ اکثر علماء اسلام ان کی نبوت کے قائل نہیں۔

عیسیٰ علیہ السلام کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ بغیر باپ کے پاکباز اور پاکدامن مریم علیہا السلام کے بطن سے پیدا کئے گئے ہیں۔

اللہ کے فرشتوں کا وجود برحق ہے۔ جبرائیل اور میکائیل علیہما السلام اللہ تعالیٰ کے معزز، مقرب اور عظیم قاصد ہیں اور تمام فرشتے اللہ کے مومن و مطیع بندے اور غلام ہیں۔ جنات اللہ کی مخلوق اور دنیا میں موجود ہیں اور ابلیس اللہ کا نافرمان، شیطان ملعون اور مردود ہے۔

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا معجزانہ کلام ہے۔ اہل عرب اس کی مثال لانے سے عاجز و قاصر رہے اور جو کچھ اس میں موجود ہے وہ سب برحق ہے۔ جو شخص روایت شدہ اور محفوظ قرأتوں کے علاوہ دیدہ و دانستہ اس میں ایک حرف کی بھی کمی بیشی یا رد و بدل کرے گا وہ کافر ہے۔

قرآن کے ساتھ غیر قرآن کا لکھنا حرام ہے۔ اس پر پوری امت کا اتفاق ہے اور سورۃ النمل میں موجود [۱۲۵۲] ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ قرآنی آیت ہے۔

سورۃ النمل کے علاوہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کے آیت قرآنی ہونے میں اختلاف ہے اور سورۃ التوبہ کے علاوہ ہر سورت کی ابتداء میں لکھی جائے گی۔

محمد رسول اللہ ﷺ کی وفات پر دین کامل اور مکمل ہو چکا اور وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے۔ لہذا وحی کی دلیل کے بغیر دین میں کوئی اضافہ یا ترمیم جائز نہیں اور اس کا مرتکب صریحاً کافر ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث کو قبول کرنا اور اس کی اتباع کرنا واجب ہے۔

کتاب و سنت سے ثابت شدہ کسی عقیدہ اور عمل کو ترک کرنا حرام ہے۔

اور کسی کے لئے از خود کسی چیز کے حرام یا حلال ہونے کا حکم لگانا اور قرآن و سنت یا اجماع و قیاس کی دلیل کے بغیر کسی چیز کو واجب کرنا جائز نہیں۔

اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء و صفات جو قرآن مجید اور احادیث سے ثابت ہیں ان پر ایمان لانا واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ علیم، خبیر، سمیع، بصیر، خالق، رازق، آمر (حکم دینے والا) ناہی (منع کرنے والا) قادر مطلق ہے۔ وہ تمام عیبوں مثلاً کمزوری، عاجزی، جہالت اور بھولنا وغیرہ سے پاک ہے۔

مرنے کے بعد جینا برحق ہے، خیر و شر کی جزا و سزا اور ثواب و عذاب برحق ہے۔

جسمانی طور پر قبروں سے اٹھنا اور میدان حشر میں جمع ہونا برحق ہے۔

موت کے آثار نمودار ہونے سے پہلے پہلے کفر، شرک اور تمام کبیرہ گناہوں سے توبہ قبول ہے۔ مظالم اور حقوق العباد کے علاوہ۔ (اَلَا اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ)

جنت کی تمام نعمتیں، اشیاء خورد و نوش، پاک صاف بیویاں، لباس اور لذتیں صحیح اور برحق ہیں اور دنیاوی نعمتوں سے قطعی مختلف ہیں۔

تمام مومن اپنے جسموں اور روحوں سمیت جنت میں اور مجرم اپنے جسموں اور روحوں سمیت جہنم میں داخل ہوں گے۔

مذکورہ بالا تمام عقائد ثابت ہیں۔ ان پر پوری امت اسلامہ کا اتفاق ہے۔ ان کا منکر کافر

ہے۔ ان کے علاوہ چند اور عقائد بھی اکثر اہل اسلام اور علماء اہل سنت والجماعت کے نزدیک صحیح اور ثابت ہیں۔ ان پر ایمان لانا بھی واجب ہے۔ جن کی تفصیل سلفی عقائد پر مشتمل کتابوں اور شروحات سے معلوم کی جاسکتی ہے۔ ۷۵

شاتم رسول ﷺ کی سزا:

عقل و دانش اور مہذب و متمدن انسانیت کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ ہر دین و مذہب کی اساس و بنیاد اس کی قابل احترام چیزیں، ہستیاں اور دینی شعائر ہی ہوا کرتے ہیں۔ لہذا ان حرمت اور شعائر کی تعظیم اس مذہب کے پیروکاروں کے لئے ایمان کی اصل بنیاد اور دین کے ستون کا درجہ رکھتی ہے۔ بنا بریں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم ﷺ کے لئے گالی گلوچ، عیب جوئی، بد کلامی، غلیظ اور لچر گفتگو کا ارتکاب نہایت قبیح حرکت ہی نہیں ہے بلکہ کفر اور ارتداد قرار پائے گا۔ کوئی بھی مسلمان اس کے دیدہ و دانستہ اور بغیر کسی عذر اور مجبوری کے ارتکاب کرنے سے مرتد اور واجب القتل ٹھہرے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۲۵۳] ﴿وَمِنْهُمْ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ ط قُلْ أُذُنٌ خَيْرٌ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَ يُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ وَ رَحْمَةً لِلَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ ط وَ الَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝﴾ [التوبة=۹: ۶۱]

”اور ان منافقین میں سے بعض ایسے ہیں جو نبی (ﷺ) کو ایذا دیتے ہیں اور کہتے ہیں وہ تو محض کان (یعنی کانوں کا کچا) ہے۔ کہہ دیجئے کہ وہ کان ہے تو تمہاری بھلائی کیلئے۔ وہ اللہ تعالیٰ اور مومنوں کی بات کا یقین رکھتا ہے۔ اور جو لوگ تم میں سے ایمان لائے ہیں ان کے لئے رحمت ہے۔ اور جو لوگ رسول اللہ (ﷺ) کو ایذا پہنچاتے ہیں ان کیلئے درد ناک عذاب ہے۔“

[۱۲۵۴] ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَ رَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَ أَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا ۝﴾ [الأحزاب=۳۳: ۵۷]

”بلاشبہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں (یعنی ان کے لیے بدزبانی، بدکلامی اور عیب جوئی کرتے ہیں) اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت میں ان پر لعنت ڈال دی

ہے اور ان کے لئے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔“

[۱۲۵۵] ﴿وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تُنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ

أَبَدًا ۚ إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا﴾ [الاحزاب= ۳۳: ۵۳]

”(اے ایماندارو!) تمہیں یہ حق نہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) کو ایذا پہنچاؤ اور نہ یہ کہ آپ کی وفات کے بعد کبھی بھی آپ کی بیگمات کے ساتھ نکاح کرو۔ یقیناً تمہارا ایسا کرنا اللہ کے نزدیک بہت بڑا جرم ہوگا۔“

امت کے ذمہ نبی ﷺ کے حقوق:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ ذیل حقوق کی ادائیگی امت پر واجب ہے:

- ۱) نبی ﷺ پر ایمان لانا۔
 - ۲) اطاعت اور اتباع کرنا۔
 - ۳) ساری کائنات سے بڑھ کر آپ ﷺ سے محبت کرنا۔
 - ۴) عزت و احترام کرنا۔
 - ۵) مدد اور حمایت کرنا۔
 - ۶) نبی ﷺ پر درود و سلام پڑھنا۔
 - ۷) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی سے باز رہنا۔
- شاتم رسول ﷺ کے لئے قتل کی سزا:

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

[۱۲۵۶] «إِنَّ أَعْمَىٰ كَانَتْ لَهُ أُمٌّ وَلِدَتْ شَيْمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقَعُ فِيهِ فَيَنْهَاهَا فَلَا تَنْتَهِي وَيَزُجُّهَا فَلَا تَنْزَجُرُ، قَالَ: فَلَمَّا كَانَتْ ذَاتَ لَيْلَةٍ جَعَلَتْ تَقَعُ فِي النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَشْتِمُهُ فَآخَذَ الْمِغُولَ فَوَضَعَهُ فِي بَطْنِهَا، وَاتَّكَأَ عَلَيْهَا فَفَقَتَلَهَا فَوَقَعَ بَيْنَ رَجُلَيْهَا طِفْلٌ فَلَطَّخَتْ مَا هُنَاكَ بِالْدَّمِ - فَلَمَّا أَصْبَحَ ذُكِرَ ذَٰلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فَجَمَعَ النَّاسَ فَقَالَ:

«أَنْشُدُ اللَّهَ رَجُلًا فَعَلَ مَا فَعَلَ، لِي عَلَيْهِ حَقٌّ، إِلَّا قَامَ فَقَامَ الْأَعْمَىٰ يَتَخَطَّى النَّاسَ وَ

هُوَ يَنْزِلُ، حَتَّىٰ قَعَدَ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَنَا صَاحِبُهَا، كَانَتْ

تَشْتُمُكَ وَ تَقْعُ فِيكَ فَأَنهَاهَا فَلَا تَنْتَهِي ، وَ أَزْجُرْهَا فَلَا تَنْزَجِرُ ، وَلِي مِنْهَا ابْنَانِ مِثْلُ
اللُّؤْلُؤَيْنِ ، وَ كَانَتْ بِي رَفِيقَةً ، فَلَمَّا كَانَتِ الْبَارِحَةَ جَعَلْتُ تَشْتُمُكَ وَ تَقْعُ فِيكَ ، فَأَخَذْتُ
الْمُغُولَ ، فَوَضَعْتُهُ فِي بَطْنِهَا وَ اتَّكَأْتُ عَلَيْهَا حَتَّى قَتَلْتُهَا ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ: «لَا أَشْهَدُوكَ أَنَّ دَمَهَا هَذَرٌ» ۵۸

”ایک نابینے شخص کی ایک لونڈی تھی جو ام ولد تھی۔ وہ نبی ﷺ کو گالیاں دیتی اور آپ کے بارے میں نازیبا کلمات کہتی تھی۔ وہ شخص اس کو بہت منع کرتا رہتا لیکن وہ باز نہ آتی وہ اس کو ڈانٹتا مگر اس کی ڈانٹ کا اس پر کوئی اثر نہ ہوتا۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک رات یوں ہوا کہ وہ حسب معمول نبی ﷺ کو گالیاں دینے لگ گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نامناسب کلمات کہنے لگ گئی۔ اس شخص نے ایک چھرا پکڑا اور اس کو اس کے پیٹ پر رکھ کر اس پر سارا وزن ڈال دیا اور اس کو قتل کر ڈالا۔ اس عورت کے دونوں پاؤں کے درمیان ایک بچہ آگرا۔ وہاں جو خون گرا ہوا تھا اس کی وجہ سے وہ خون میں لت پت ہو چکی تھی۔ جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس بات کا تذکرہ کیا گیا۔ آپ نے لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا:

جس شخص نے بھی یہ کام کیا ہے اس کو میں اللہ کی قسم دیتا ہوں اگر اس پر میرا کوئی حق ہے تو وہ کھڑا ہو جائے۔ وہ نابینا شخص کھڑا ہو گیا۔ لوگوں کو پھلانگتا ہوا اور کانپتا ہوا حاضر ہوا۔ آکر رسول اللہ ﷺ کے روبرو بیٹھ گیا۔ کہنے لگا: یا رسول اللہ! میں اس کو قتل کرنے والا ہوں۔ یہ آپ کو گالیاں دیا کرتی تھی۔ آپ کے بارے میں نازیبا کلمات کہتی تھی۔ میں اس کو منع کرتا تھا مگر یہ منع نہ ہوئی۔ میں اس کو ڈانٹتا تھا مگر بلا سود۔ اس لونڈی سے میرے دو موتیوں جیسے بچے ہیں اور میری یہ بہترین دوست تھی۔ لیکن جب شام ہوئی وہ حسب معمول گالیاں دینے لگ گئی اور آپ کے بارے میں بکواس بکنے لگ گئی۔ میں نے ایک چھرا پکڑا اس کے پیٹ پر رکھ کر اس پر میں نے اپنا وزن ڈال دیا اور یوں اس کو قتل کر ڈالا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”لوگو! گواہ رہو اس کا خون رائیگاں ہے۔ اس کا کوئی قصاص

نہیں ہے۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

[۱۲۵۷] «لَمْ يُقْتَلْ مِنْ نِسَاءِ هِمُ تَعْنِي بَنِي قُرَيْظَةَ إِلَّا امْرَأَةً أَنَّهَا لَعْنَدِي تُحَدِّثُ تَضْحَكُ ظَهْرًا وَبَطْنًا وَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْتُلُ رِجَالَهُمْ بِالسُّيُوفِ إِذْ هَفَفَ هَاتِفٌ بِاسْمِهَا : أَيْنَ فَلَانَةُ ؟ قَالَتْ : أَنَا ، قُلْتُ وَ مَا شَأْنُكَ ؟ قَالَتْ حَدَّثَ أَحَدُنَّهُ» ۵۹

” (غزوہ بنی قریظہ میں) ایک عورت کے علاوہ بنو قریظہ کی کسی عورت کو قتل نہیں کیا گیا، جو میرے پاس بیٹھی تھی۔ وہ باتیں کرتی رہی اور لوٹ پوٹ ہو کر ہنستی رہی۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ ان کے مردوں کو قتل کر رہے تھے۔ اچانک منادی کرنے والے نے اس کا نام پکارا: ”اے فلاں عورت! اس نے کہا: ”میں ہوں۔“ میں نے اسے کہا: ”تیرا کیا معاملہ ہے؟ تو کہنے لگی: میں نے ایک انوکھے کام کا ارتکاب کیا ہے۔“

” قَالَ الْخَطَّابِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ : يُقَالُ إِنَّهَا كَانَتْ تَشْتُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ هُوَ الْحَدَّثُ الَّذِي أَحَدَنَتْهُ “ ۶۰

” امام خطابی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: کہا جاتا ہے کہ وہ نبی ﷺ پر گالی گلوچ کرتی تھی اور یہی اس کا ”نیا کام“ تھا۔“

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

[۱۲۵۸] «أَنَّ يَهُودِيَّةً كَانَتْ تَشْتُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ تَقَعُ فِيهِ فَخَنَفَهَا رَجُلٌ حَتَّى مَاتَتْ فَأَبْطَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَمَهَا » ۶۱

” بلاشبہ ایک یہودی عورت نبی ﷺ پر گالی گلوچ کرتی تھی اور آپ کی عیب جوئی کرتی تھی۔ چنانچہ ایک شخص نے اس کا گلا گھونٹ دیا حتیٰ کہ وہ مر گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کا خون باطل اور رائیگاں قرار دیا۔“

۵۹ صحیح ابی داؤد = کتاب الجہاد: باب فی قتل النساء، الحدیث: ۲۳۶۵

۶۰ معالم السنن: ۴/ ۱۴

۶۱ سنن ابی داؤد = کتاب الحدود: باب الحكم فیمین سب النبی ﷺ۔ اس حدیث کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے ضعیف کہا ہے۔ دیکھئے

ضعیف ابی داؤد: ۹۳۷

مذکورہ بالا آیات و احادیث سے معلوم ہوا کہ:

- ① رسول اللہ ﷺ کی ایذا رسانی، بدگوئی اور عیب جوئی منافقین کا خاص وطیرہ اور المناک عذاب کا موجب ہے۔ لہذا اس فعل کا مرتکب دائرہ اسلام سے خارج قرار پائے گا۔
- ② اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی ایذا رسانی دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت اور رسوا کن عذاب کا سبب ہے اور کسی مسلمان کے لئے اس برے فعل کا ارتکاب عظیم ترین جرم ہے۔
- ③ شاتم رسول ﷺ واجب القتل ہے اور اس کا خون رائیگاں ہے۔ جس کا کوئی قصاص وغیرہ نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو گالی گلوچ کرنا واضح طور پر کافر اور مرتد ہونا ہے۔ امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وَلَا أَعْلَمُ أَحَدًا مِّنَ الْمُسْلِمِينَ اخْتَلَفَ فِي وُجُوبِ قَتْلِهِ“ ۶۲

”مسلمانوں میں سے کسی کے متعلق میں نہیں جانتا کہ کسی نے شاتم رسول ﷺ کے واجب

القتل ہونے کے بارے اختلاف کیا ہو (لہذا اس پر تمام اہل اسلام کا اجماع و اتفاق ہے۔)

- ④ امام خطابی رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں: مذکورہ صحیح احادیث شاتم رسول ﷺ کے واجب القتل ہونے کے بارے واضح اور صریح دلائل ہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ ”ایسے مرتد کی توبہ غیر مقبول ہے۔ چنانچہ اندلس کے امیر اور قاضی اس کے مطابق فیصلے کرتے تھے۔“ ۶۳

- ⑤ علامہ ابن منذر رحمہ اللہ اور ابو بکر فارسی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ شاتم رسول ﷺ کے واجب القتل ہونے پر اہل اسلام کا اتفاق ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ، ابن بطل رحمہ اللہ اور اندلس کے علماء اسے واجب القتل قرار دیتے ہیں اور اس کی توبہ کو غیر مقبول کہتے ہیں۔ جبکہ امام اوزاعی اور امام لیث رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ بھی واجب القتل قرار دیتے ہیں لیکن اس کی توبہ کو مقبول کہتے ہیں۔ ۶۴

- ⑥ شاتم رسول ﷺ اگر غیر مسلم ذمی ہو تو وہ واجب القتل ہے۔ اس کو امان اور رسالتی

۶۲ معالم السنن: ۶/۱۹۹

۶۳ معالم السنن: ۴/۱۴

۶۴ فتح الباری= ۱۲/۲۳۶ + سُبُلُ السَّلَام: ۳/۵۳۷ + نيل الأوطار: ۷/۲۰۰ + الإجماع لابن المنذر: ۱۲۲+

فراہم کرنے کا معاہدہ کا عدم ہو گا۔ مالک بن انس، احمد بن حنبل، شافعی، اسحق، اوزاعی رحمۃ اللہ علیہم اور اکثر علماء اسلام کا یہی موقف ہے۔ جس کی دلیل شیطان صفت یہودی کعب بن اشرف کے قتل کا واقعہ ہے، جو بخاری اور مسلم میں مروی ہے۔^{۶۵}

④ البتہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ذی شاتم رسول ﷺ واجب القتل نہیں ہے۔ کیونکہ وہ پہلے ہی کفر و شرک پر قائم ہے، لہذا اس پر تعذیر واجب ہے۔ یعنی اس کو اس کے جرم کی مناسبت سے قاضی سزا سنائے گا۔ مندرجہ ذیل روایت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ”السَّامُ عَلَيْكَ“ (تجھ پر موت ہو) کہنے والے یہودی کو قتل کرنے کی اجازت نہیں دی۔ بلکہ ”وَعَلَيْكَ“ سے جواب دینے کا حکم فرمایا۔^{۶۶}

⑤ اکثر علماء اسلام امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے استدلال کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہودی نے (السَّامُ عَلَيْكَ) کے جملے سے گالی گلوچ کی تصریح نہیں کی۔ بلکہ یہ ایک اشارہ اور کنایہ ہے۔ علاوہ ازیں اس وقت قلبی تالیف کی مصلحت بھی پیش نظر تھی۔ لہذا قتل کی اجازت نہ دی گئی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں عنوان قائم کیا ہے:

”إِذَا عَرَّضَ الذِّمِّيَّ وَغَيْرَهُ بِسَبِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يُصَرِّحْ نَحْوَ قَوْلِهِ
السَّامُ عَلَيْكَ“

”جب کوئی ذمی غیر مسلم اشارۂ گالی دے اور واضح لفظوں میں گالی نہ دے مثلاً یوں کہے:

السَّامُ عَلَيْكَ“ یعنی تجھ پر موت ہو تو (اس بارے شریعت کا کیا حکم ہو گا؟)“

علاوہ ازیں ”السَّامُ عَلَيْكَ“ موت کی دعا ہے اور موت ایک ناقابل تردید حقیقت ہے نہ کہ گالی گلوچ۔ لہذا علماء کے بقول ذمی نبی ﷺ کو گالی دینے کی بناء پر واجب القتل ٹھہرے گا۔
إِلَّا یہ کہ وہ مسلمان ہو جائے۔^{۶۷}

۶۵ ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب المغازی: باب قتل کعب بن الأشرف، الحدیث: ۳۸۱۱ + صحیح مسلم = کتاب الجہاد والسیر: باب قتل کعب بن الأشرف طاغوت الیہود، الحدیث: ۱۸۰۱ + معالم السنن: ۶/۱۹۹ + فتح الباری: ۱۲/۲۳۶

۶۶ ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب استتابة المرتدین والمعاندين: باب اذا عَرَّضَ الذِّمِّيَّ وَغَيْرَهُ - بِسَبِّ النَّبِيِّ ﷺ وَلَمْ يُصَرِّحْ نَحْوَ قَوْلِهِ "السَّامُ عَلَيْكَ" الحدیث: ۶۵۲۷ - ۶۵۲۹ + صحیح مسلم = کتاب السَّلام: باب النَّهْيُ عَنْ ابْتِدَاءِ أَهْلِ

⑨ غیر مسلم ذمیوں کے بارے دین اسلام میں نہایت عادلانہ اور منصفانہ حقوق مقرر ہیں۔ جن کی بناء پر غیر مسلم اقلیتوں کو اسلامی ممالک اور علاقہ جات میں جان و مال کے تحفظ کے علاوہ مذہبی اور فکری آزادی بھی حاصل ہے۔ لیکن ہم نے ان کے ساتھ بے لگام ہو کر مسلمانوں کی عقیدت کے مرکز اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ جیسی پاکیزہ ہستیوں پر آزادانہ گالی گلوچ کرنے کا کوئی معاہدہ نہیں کیا۔ لہذا ایسے سنگین جرم کا ارتکاب ہر معاہدے کو باطل ٹھہرائے گا۔ وگرنہ تو جس دارالاسلام میں خود رب العالمین اور صاحب اسلام جناب محمد ﷺ کی عزت و ناموس محفوظ نہ ہوگی وہاں عام مسلمانوں کے لیے کیونکر اور کیسے عزت و ناموس کی حفاظت اور حقوق کی پاسداری کی ضمانت دی جاسکتی ہے۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ساتھیوں نے اس پہلو کی طرف توجہ ہی نہیں دی۔ یہاں تک کہ انہوں نے اپنے امام کی طرف ایک ایسی بات منسوب کر دی ہے جس کو ایک ایسا شخص بھی برا محسوس کرے گا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو۔ ۶۸

⑩ شاتم رسول کے بارے تمام احکام کا نفاذ اس صورت میں ہو گا جبکہ وہ وضاحت اور صراحت کے ساتھ گالی گلوچ کا ارتکاب کرے، نہ کہ اشارے اور کنایہ کے ساتھ۔ علاوہ ازیں وہ جانتے بوجھتے عاقل با اختیار ہو کر ایسا کرے نہ کہ اچانک بھول چوک کی وجہ سے۔ کیونکہ قبول اسلام اور اسلام کے تمام احکام میں جبر و اکراہ اور خطاء و نسیان کے تمام کام معاف ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۲۵۹] ﴿إِلَّا مَن أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ﴾ [النحل=۱۶:۱۰۶]

(جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے وہی لوگ اللہ پر افتراء باندھتے ہیں اور جھوٹے ہیں۔) اس کے علاوہ جو ایمان لانے کے بعد اللہ کا انکار کرے۔ بجز اس کے کہ جس پر جبر کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر برقرار ہو۔ (وہ افتراء باندھنے والے اور جھوٹے نہیں ہیں۔)

[۱۲۶۰] ﴿لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ط﴾ [البقرہ=۲:۱۸۶]

”اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔“

[۱۲۶۱] ﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَسِينَا اَوْ اَخْطَاْنَا﴾ [البقرة=۲: ۲۸۶]

”اے ہمارے پروردگار! اگر ہم بھول جائیں یا خطا کر جائیں تو ہمارا مواخذہ نہ کرنا۔“

[۱۲۶۲] ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُمْ بِهِ﴾ [الاحزاب=۳: ۵]

”تم پر کوئی گناہ نہیں اس بارے میں جو تم خطا سے کوئی گناہ کر بیٹھو۔“

[۱۲۶۳] ﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ﴾ [البقرة=۲: ۲۲۵+المائدة=۵: ۸۹]

”نہیں مواخذہ کرے گا اللہ تعالیٰ تمہاری فضول قسموں کے بارے میں۔“

سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کے بارے میں سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایک واقعہ بیان کرتے ہیں:

[۱۲۶۴] «بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِلَى

جَزِيمَةَ - فَدَعَا هُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ - فَلَمْ يُحْسِنُوا أَنْ يَقُولُوا أَسْلَمْنَا - فَجَعَلُوا يَقُولُونَ

صَبَانًا صَبَانًا - فَجَعَلَ خَالِدٌ يَقْتُلُ مِنْهُمْ وَيَأْسِرُ وَدَفَعَ إِلَى كُلِّ رَجُلٍ مِّنَّا أَسِيرَةً - حَتَّى إِذَا

كَانَ يَوْمَ أَمَرَ خَالِدٌ أَنْ يَقْتُلَ كُلَّ رَجُلٍ مِّنَّا أَسِيرَةً - فَقُلْتُ وَاللَّهِ لَا أَقْتُلُ أَسِيرِي - وَلَا

يَقْتُلُ رَجُلٌ مِّنْ أَصْحَابِي أَسِيرَةً حَتَّى قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْنَاهُ

لَهُ - فَرَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ فَقَالَ: «اللَّهُمَّ إِنِّي أَبْرَأُ إِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ خَالِدٌ

مَرَّتَيْنِ» ۶۹

”نبی ﷺ نے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بنی جزیمہ کی طرف روانہ کیا۔ انہوں نے ان کو

اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے اچھی طرح یہ جملہ نہ کہا کہ ہم نے اسلام قبول کیا۔ بلکہ

انہوں نے کہا: ”ہم صابی ہوئے، ہم صابی ہوئے۔“ (اس کا معنی تھا کہ ہم نے پہلا

مذہب چھوڑا اب تمہارے مذہب میں آئے) لیکن خالد رضی اللہ عنہ ان کو قتل کرنے لگ گئے اور

قیدی بنانے لگ گئے۔ ہم میں سے ہر شخص کو اس کے حصے کا قیدی بھی تقسیم کر دیا۔ یہاں

تک ایک دن انہوں نے حکم دیا: ہر شخص اپنے قیدی کو قتل کر دے میں نے کہا: میں تو اپنے

قیدی کو ہرگز قتل نہیں کروں گا اور نہ ہی میرا کوئی ساتھی اپنے قیدی کو قتل کرے گا۔ جب ہم

نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ہم نے اس بات کا تذکرہ کیا۔ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے اور دو مرتبہ فرمایا: ”یا اللہ! خالد رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا ہے میں اس سے بری الذمہ ہوں۔“

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا یہ کام خطا و نسیان کی بناء پر تھا لہذا ان کو قصاصاً قتل وغیرہ نہیں کیا گیا۔

((..... ❀❀❀❀❀.....))

فریقین کے مابین صلح کا معاہدہ

تعریف، اہمیت اور حکمت:

فریقین کا آپس میں جنگ نہ کرنے پر معاہدہ کرنے کو ”صلح اور مہادنت“ کہا جاتا ہے۔ وہ معاہدہ ایک معینہ مدت کے لیے ہو یا مستقل طور پر ہو۔ دین اسلام میں کافروں سے جہاد کرنے کا اصل مقصد چونکہ دین قائم کرنا، عدل و انصاف فراہم کرنا اور امن و امان برپا کرنا ہے، نہ کہ سفاکی اور خونریزی۔ اسی حقیقت کی بنیاد پر جنگ شروع کرنے سے قبل حق قبول کرنے کی دعوت دینے کا حکم ہے اور اس دعوت کو قبول کر لینے پر جاری جنگ کو فی الفور ختم کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یعنی جہاد و قتال دین حق کے غلبہ، ظلم و فساد کے ازالہ اور امن و امان کی بقاء کے محض وسائل ہیں مقاصد نہیں۔ عقل سلیم کا مسلمہ و متفقہ فیصلہ ہے کہ وسائل کا استعمال مقاصد کے حصول تک محدود رہنا چاہئے۔ اسی حکمت بالغہ کے پیش نظر اسلام نے مسلمانوں کے باہمی اختلافات سمیت غیر مسلمین کے ساتھ صلح کر لینے کو بڑی اہمیت عطا کی ہے۔ بالخصوص اس وقت جب کفار صلح جوئی اور مصالحت کی طرف از خود راغب ہوں۔ اجتماعی انسانی معاشرہ میں اس صلح کے نہایت بلند اور مضبوط فوائد و ثمرات کی طرف راہنمائی فرمائی گئی ہے۔

اقوام عالم کی سلامتی کونسل سے ہمارا ایک سوال ہے۔ کیا وہ قرآن حکیم کے نہایت جامع اور فصیح و بلیغ ایک جملہ: [۱۲۶۵] ﴿وَالصُّلْحُ خَيْرٌ﴾ [النساء: ۴: ۱۲۸] ”اور صلح بہترین عمل ہے۔“ کا کسی ہادی، راہنما، عالمی لیڈر اور مفکر کی کلام میں کوئی نعم البدل موجود پاتے ہیں؟ صلح کی پیش کش قبول کرنا اور نہ کرنا:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۲۶۶] ﴿وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ

الْعَلِيمُ ۝ وَإِنْ يُرِيدُوا أَنْ يَخْدَعُوكَ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللَّهُ ۖ.....﴾ [الأنفال: ۸: ۶۱، ۶۲]

”اور اگر (کفار) صلح کی طرف مائل ہو جائیں تو تم بھی صلح کی طرف مائل ہو جاؤ اور اللہ پر توکل کر لو یقیناً وہی سننے والا اور جاننے والا ہے اور اگر وہ (صلح کی شکل میں) تیرے ساتھ فریب کا ارادہ رکھتے ہوں تو تمہارے لیے اللہ کافی ہے۔“

[۱۲۶۷] ﴿فَإِنْ اعْتَرَفْتُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوكُمْ وَالْقُوا إِلَيْكُمْ السَّلَامَ فَمَا جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيلًا ۝ سَتَجِدُونَ آخَرِينَ يُرِيدُونَ أَنْ يَأْمَنُوكُمْ وَيَأْمَنُوا قَوْمَهُمْ كُلَّمَا رُدُّوا إِلَى الْفِتْنَةِ أُرْكِسُوا فِيهَا ۚ فَإِنْ لَمْ يُعْتَرَفْ لَكُمْ وَالْقُوا إِلَيْكُمْ السَّلَامَ وَ يَكْفُوا أَيْدِيَهُمْ فَخُذُوهُمْ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ تَقِفْتُمُوهُمْ ۚ وَأُولَئِكَ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا مُبِينًا﴾ [النساء=۴: ۹۱، ۹۰]

”پھر اگر (ایسے منافقین) تم سے ایک طرف ہو جائیں تمہارے ساتھ جنگ و قتال نہ کریں اور تمہاری اطاعت قبول کر لیں یا پیغام صلح دیں تو (ایسی صورت میں) اللہ نے تمہارے لیے ان پر کوئی (جنگ و قتال کا) راستہ نہیں رکھا۔ تم کچھ اور لوگوں کو بھی پاؤ گے جن کی (بظاہر) چاہت ہے کہ تم سے بھی امن میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی امن میں رہیں لیکن جب کبھی وہ فتنہ انگیزی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں تو اوندھے منہ اس میں ڈال دیئے جاتے ہیں۔ پس اگر وہ تم سے ایک طرف نہ ہوں، قبولِ اطاعت نہ کریں اور اپنے ہاتھ (جنگ سے) نہ روکیں تو انہیں پکڑو اور جہاں بھی پاؤ مار ڈالو۔ ایسے لوگوں کے خلاف ہم نے تمہارے لیے واضح دلیل (یا مکمل غلبہ) عطا کیا ہے۔“

[۱۲۶۸] ﴿وَلَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۝﴾ [الممتحنة=۶۰: ۸]

”کفار میں سے جو لوگ تمہارے ساتھ نہیں لڑتے اور نہ انہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے باہر نکالا اللہ تعالیٰ تمہیں اس بات سے منع نہیں کرتا کہ تم ان کے ساتھ نیکی، احسان اور انصاف کرو۔ درحقیقت اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔“

[۱۲۶۹] ﴿فَلَا تَهِنُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلَامِ وَ أَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ وَاللَّهُ مَعَكُمْ وَ لَنْ يَبْتَزَّكُمْ أَعْمَالُكُمْ ۝﴾ [سورۃ محمد=۴۷: ۳۵]

”پس کمزوری نہ دکھاؤ اور صلح کی دعوت نہ دو اور تم ہی غالب رہو گے اور اللہ تمہارے ساتھ

ہے۔ وہ تمہارے اعمال میں کمی نہیں کرے گا۔“

معاہدہ صلح حدیبیہ:

سیدنا مسور بن مخرمہ اور مروان بن حکم رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

[۱۲۷۰] «أَنَّهُمْ أَصْطَلَحُوا عَلَى وَضْعِ الْحَرْبِ عَشْرَ سِنِينَ يَأْمَنُ فِيهِنَّ النَّاسُ»

”قریش نے اس پر مصالحت کی کہ دس سال تک جنگ موقوف رہے گی اس زمانے میں

لوگ امن و امان سے رہیں گے۔“^۱

سیدنا مسور بن مخرمہ اور سیدنا مروان بن حکم رضی اللہ عنہما سے ہی روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں: (کہ جب صلح حدیبیہ کا معاہدہ طے پانے لگا، کافروں کی طرف سے سہیل بن عمرو سفیر بن کر آیا۔ اس معاہدہ میں یہ بھی تھا:

[۱۲۷۱] «هَذَا مَا قَاضَى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سُهَيْلُ:

وَاللَّهِ! لَوْ كُنَّا نَعْلَمُ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا صَدَدْنَاكَ عَنِ الْبَيْتِ وَلَا

قَاتَلْنَاكَ. وَلَكِنْ أَكْتُبُ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ «فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:» (وَاللَّهِ

إِنِّي لِرَسُولِ اللَّهِ وَإِنْ كَذَّبْتُمُونِي، أَكْتُبُ «مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ» قَالَ الزُّهْرِيُّ وَذَلِكَ

لِقَوْلِهِ لَا يَسْأَلُونِي خُطَّةً يُعْظَمُونَ فِيهَا حُرْمَاتِ اللَّهِ إِلَّا أَعْطَيْتُهُمْ إِيَّاهَا - فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «عَلَى أَنْ تُخْلَوْا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْبَيْتِ فَتُطَوَّفَ بِهِ» فَقَالَ سُهَيْلُ!

وَاللَّهِ لَا، تَتَحَدَّثُ الْعَرَبُ أَنَّا أُحْذِنَا ضُغْطَةً وَلَكِنْ ذَالِكَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ - فَكُتِبَ

- فَقَالَ سُهَيْلُ وَعَلَى أَنَّهُ لَا يَأْتِيكَ مِنَّا رَجُلٌ وَإِنْ كَانَ عَلَى دِينِكَ إِلَّا رَدَدْتَهُ إِلَيْنَا. قَالَ:

الْمُسْلِمُونَ: سُبْحَانَ اللَّهِ كَيْفَ يُرَدُّ إِلَى الْمُشْرِكِينَ وَقَدْ جَاءَ مُسْلِمًا..... فَقَالَ عُمَرُ بْنُ

الْخَطَّابِ فَأَتَيْتُ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: أَلَسْتَ نَبِيَّ اللَّهِ حَقًّا؟ قَالَ «

بَلَى» قُلْتُ أَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وَعَدُّوْنَا عَلَى الْبَاطِلِ؟ قَالَ «بَلَى» قُلْتُ: فَلِمَ تُعْطَى الدِّينَةَ

فِي دِينِنَا إِذَا قَالَ: «إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ وَلَسْتُ أَعْصِيهِ وَهُوَ نَاصِرِي.....»^۲

”رسول اللہ ﷺ نے یوں معاہدہ لکھوایا: ”یہ محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے معاہدہ کی

۱۔ صحیح ابی داؤد= کتاب الجہاد: باب فی صلح العدو، الحدیث: ۲۴۰۴

۲۔ صحیح البخاری= کتاب الشُّروط: باب الشُّروط فی الجہاد والمصالحة مع أهل الحرب، وكتابة الشروط، الحدیث:

دستاویز ہے۔ سہیل بن عمرو نے کہا: ”اگر ہمیں یہ معلوم ہو کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کو کعبہ سے روکیں نہ آپ سے جنگ کریں۔ آپ صرف اتنا لکھئے ”محمد بن عبد اللہ“۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کی قسم! میں البتہ اللہ کا رسول ہوں۔ خواہ تم میری تکذیب ہی کرتے ہو۔ چلیں آپ لکھ لیں ”محمد بن عبد اللہ“

امام زہری رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے یہ ساری نرمی اور رعایت آپ ﷺ کے اس فرمان عالی شان کا نتیجہ تھی جو کہ آپ ﷺ پہلے چکر لگا کر جانے والے کافروں کے ایک سفیر بدیل بن ورقاء سے فرما چکے تھے۔ وہ فرمان یہ تھا کہ قریش مجھ سے جو بھی ایسا مطالبہ کریں گے۔ جس سے اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کی تعظیم مقصود ہوگی تو میں ان کے مطالبے کو ضرور مان لوں گا۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے سہیل سے یہ فرمایا: ”محمد بن عبد اللہ“ ہی لکھ لو۔“ (اس میں کوئی شک نہیں کہ محمد ﷺ نسب کے اعتبار سے محمد بن عبد اللہ ہی تھے۔) بعد ازاں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”معاہدہ صلح میں یہ بات بھی ہوگی کہ تم ہمیں بیت اللہ کے طواف کے لیے مکہ میں جانے دو گے۔“ سہیل بن عمرو نے کہا: ”اللہ کی قسم! ہم اس سال ایسا نہیں کرنے دیں گے۔ ورنہ عرب کہیں گے کہ ہم ان کے سامنے مغلوب ہو گئے تھے۔ (اس لیے ہم نے اجازت دے دی) البتہ آئندہ سال تمہیں طواف کرنے کی اجازت ہوگی۔“ چنانچہ یہ بات بھی لکھ لی گئی۔

پھر سہیل بن عمرو نے کہا: ”یہ شرط بھی معاہدہ میں رکھئے کہ ہماری طرف کا جو آدمی بھی آپ کے ہاں جائے گا۔ خواہ وہ آپ کے دین پر ہی کیوں نہ ہو۔ آپ اُسے ہمارے ہاں واپس کر دیں گے۔“ مسلمانوں نے (یہ شرط سن کر) کہا: ”سبحان اللہ! ایسے شخص کو مشرکوں کے حوالے کس طرح کیا جاسکتا ہے جو مسلمان ہو کر آیا ہے۔“..... سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، کیا یہ ایک مسلمہ حقیقت نہیں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں؟“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیوں نہیں۔“ میں نے پھر عرض کیا: ”کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں۔“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیوں نہیں؟“ میں نے پھر عرض کیا پھر ہم اپنے دین کے معاملہ میں کیوں ذلت اور رسوائی برداشت کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں اللہ کا رسول ہوں۔ میں اس کی حکم عدولی نہیں کر سکتا اور وہی میرا حامی و مددگار ہے۔“ (چنانچہ اس موقع پر سورۃ الفتح نازل ہوئی، جس میں نتائج و ثمرات کے اعتبار سے صلح حدیبیہ کو فتح مبین

قرار دیا گیا۔)

اہل روم سے صلح:

نبی ﷺ نے آئندہ رونما ہونے والی خوشخبریوں میں سے ایک خوشخبری سنائی:

[۱۲۷۲] « سَتَصَالِحُونَ الرُّومَ صُلْحًا اِمْنًا فَتَغْزُونَ اَنْتُمْ وَ هُمْ عَدُوًّا مِنْ وَّرَائِكُمْ فَتَنْصَرُونَ وَ تَغْنَمُونَ وَ تَسْلُمُونَ فَتَغْدِرُ الرُّومُ وَ تَجْمَعُ لِلْمَلْحَمَةِ فَيَقْتَتِلُونَ » ۳

”مسلمانو! تم عنقریب اہل روم کے ساتھ پر امن صلح کرو گے۔ تم اور رومی مل کر اپنے مشترکہ دشمن کے ساتھ جنگ کرو گے۔ چنانچہ تم فتح یاب ہو گے اور غنیمت پا کر صحیح و سالم واپس لوٹو گے۔ پھر رومی غداری کا ارتکاب کریں گے اور خونریز جنگ کے لیے جمع ہو جائیں گے۔ (چنانچہ دونوں فریق باہم جنگ و قتال کریں گے اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی ایک جماعت کو شہادت سے سرفراز فرمائے گا۔ یہ روایت یہاں اختصار کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔)“

صلح کی شرائط اور احکام:

[۱۲۷۳] ﴿وَ اِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا.....﴾ [الأنفال=۸: ۶۱]

[۱۲۷۴] ﴿فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ.....﴾ [التوبة=۹: ۵۰]

[۱۲۷۵] ﴿وَلَا تَهِنُوا وَ تَدْعُوا اِلَى السَّلْمِ.....﴾ [سورة محمد=۷: ۳۵]

مندرجہ بالا تینوں آیات اور ان جیسی دیگر آیات محکم ہیں یعنی ان کا حکم تا حال باقی ہے۔ اور ان میں کوئی تعارض اور تضاد نہیں۔ بلکہ یہ مختلف حالات، مختلف مواقع اور مسلمانوں کی مختلف مصلحتوں پر محمول ہیں۔ چنانچہ مسلمان صاحب قوت و شوکت ہوں تو پھر نہ تو صلح ہوگی نہ صلح کی شرائط پیش کی جائیں گی۔ اگر کسی نقصان کو روکنا یا کسی فائدہ کا حصول مقصود ہو تو دشمن کے ساتھ صلح جائز ہے۔ علاوہ ازیں اہل اسلام کی طرف سے صلح کی دعوت دینا ممنوع ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

”تم سست نہ پڑو اور نہ ہی صلح کی پیش کش کرو۔“ [سورة محمد=۷: ۳۵]

لیکن کفار اگر صلح کی طرف مائل ہوں تو کسی مصلحت کے پیش نظر صلح کی پیش کش قبول کر لینا لازم ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ ”تو آپ بھی صلح کے لیے مائل ہو جائیں۔“ [الأنفال=۸: ۶۱] ۴

۲..... امام نووی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

”فِي هَذِهِ الْأَحَادِيثِ دَلِيلٌ لِحُجُوزِ مَصَالِحَةِ الْكُفَّارِ إِذَا كَانَ فِيهَا مَصْلَحَةٌ وَهُوَ مُجْمَعٌ عَلَيْهِ عِنْدَ الْحَاجَةِ.....“

”مذکورہ احادیث میں کفار سے صلح کرنے کے جواز کی واضح دلیل ہے۔ بشرطیکہ اس میں مصلحت ہو اور بوقت ضرورت اس کے جواز پر اہل اسلام کا اجماع ہے۔“

البتہ امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ اس کی مدت دس سال سے زائد نہ ہو۔ بعض نے کہا ہے کہ تین چار یا ایک سال سے زائد نہ ہو اور جبکہ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”یہ امام کی رائے پر موقوف ہے۔“ ۵

۳..... غلبہ وقوت اور عزت و شوکت کی موجودگی میں جہاد جاری رکھتے ہوئے اللہ کے دین کو سر بلند کرنا فرض اور واجب ہے اور کافروں سے صلح کے معاہدے کرنا حرام ہے۔ لہذا مدت صلح کو مصلحت اور ضرورت کے ساتھ مقید رکھنا ضروری ہے۔ البتہ اہل ذمہ کے ساتھ مستقل طور پر صلح ہو سکتی ہے۔ اس شرط پر کہ وہ جزیہ ادا کریں گے اور صلح کے معاہدے کو نہیں توڑیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۲۷۶] ﴿حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ ۝﴾ [التوبة=۹: ۲۹]

”یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں اور وہ پست ہو کر رہیں۔“

۴..... صلح حدیبیہ رسول اللہ ﷺ کا واضح معجزہ تھا اور درحقیقت اسلام کی فتح مبین تھی جس کے بے شمار ثمرات و فوائد کے نتیجے میں اسلام کی دعوت اور تبلیغ عام ہوئی۔ عوام الناس فوج در فوج حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے۔ مسلم اور غیر مسلم کے عام ملنے جلنے اور اکٹھا ہونے سے ہر شخص اسلامی تعلیمات سے متعارف ہوا۔ رسول اللہ ﷺ کے معجزات اور نبوت کی نشانیوں سے آپ کی سیرت طیبہ و اخلاق عالیہ کا چہار دانگ عالم میں عام شہرہ و تعارف ہوا۔ بالآخر تین سال کے بعد کفار ہی کی طرف سے غداری اور معاہدے کی خلاف ورزی کے سبب مضبوط اور طاقتور مسلمانوں کا لشکر جرار کفار مکہ سے جا ٹکرایا اور فتح مکہ سے اسلام اور عالم اسلام کو عالمی سطح پر عزت و شوکت سے ہمکنار کر دیا۔ ۶

۵ تفسیر القرطبی ۸: ۲۷ + تفسیر ابن کثیر / تفسیر سورة الأنفال ۸: ۶۱ + شرح النووی ۲/ ۱۰۴ + نیل الأوطار:

۵..... رسول اللہ ﷺ نے صلح حدیبیہ کی تیسری شرط میں مردوں اور عورتوں کو شامل رکھا تھا۔ جسے اللہ تعالیٰ نے سورۃ الممتحنہ کی آیت نمبر ۱۰ سے منسوخ کر دیا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۲۷۷] ﴿فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ ط﴾ [الممتحنہ=۶۰:۱۰]

”اگر تم جان لو کہ یہ عورتیں ایمان لانے والیاں ہیں تو ان عورتوں کو کافروں کی طرف واپس نہ کرو۔“

لہذا اسی طرح ایمان لانے والی اور ہجرت کرنے والی عورت کی مشکلات کا حل میسر آیا۔ بعض علماء کا قول ہے کہ عورتیں صلح نامہ میں شامل ہی نہ تھیں۔ جیسا کہ صلح نامہ کی عبارت میں ہے کہ [۱۲۷۸] ﴿لَا يَأْتِيكَ مِنَّا رَجُلٌ.....﴾ ۷ ”نہیں آئے گا آپ کے پاس ہماری طرف سے کوئی مرد مگر آپ اس کو واپس کریں گے۔“ اس عبارت میں «رَجُلٌ» یعنی ”مرد“ کا لفظ تھا «امْرَأَةٌ» یعنی ”عورت“ کا لفظ نہیں تھا۔ لہذا عورت معاہدہ میں شامل ہی نہ تھی۔ یہ دوسرا موقف ہی زیادہ درست ہے۔ ۸

۶..... مشرکین کے جاسوسوں اور مخبروں سے اپنے حالات پوشیدہ رکھنا، اچانک حملہ کرنے کے لیے اپنے لشکروں کو حرکت میں لانا بہت بڑی جنگی حکمت عملی ہے اور سنن الہدیٰ یعنی ہدایت کے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے۔ ۹

۷..... صلح حدیبیہ کے سال مکہ میں موجود بہت زیادہ کمزور مومنوں کو جنگ و قتال کے نقصانات سے محفوظ رکھنا بھی صلح حدیبیہ کی حکمتوں اور مصلحتوں میں شامل تھا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۲۷۹] ﴿وَلَوْ لَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُونَ وَ نِسَاءٌ مُّؤْمِنَاتٌ لَّمْ تَعْلَمُوهُمْ أَنْ تَطَؤُوهُمْ

فَتُصِيبُكُم مِّنْهُمْ مَّعْرَةٌ بَغِيرِ عِلْمٍ ط﴾ [الفتح=۴۸:۲۰]

”اگر ایسے مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں نہ ہوتیں (جو کہ مکہ میں مسلمان ہو کر قید و بند کی بے بس زندگی گزار رہے تھے۔ جیسے ابو جندل رضی اللہ عنہ وغیرہ) جن کو تم نہیں جانتے ہو اگر تم ان کو پامال کر دیتے تو تم کو ان کی طرف سے بے خبری میں نقصان پہنچ جاتا۔ (تو ابھی

۱. ملاحظہ ہو صحیح البخاری= کتاب المغازی: باب آئین رَكَزَ النَّبِيُّ ﷺ الرَّايَةَ يوم الفتح ، الحديث: ۴۰۳۶+ صحیح

مسلم= کتاب الجہاد والسير: باب فتح مکة، الحديث: ۱۷۸۰+ شرح النووی: ۱۰۵/۲

۷. تخریج کے لیے دیکھیے الرقم المسلسل: ۱۳۷

۸. معالم السنن: ۷۹/۴+ منتقى الأخبار مع نیل الأوطار: ۴۱/۷

۹. فتح الباری: ۶/۲۶۰

تمہارے ہاتھ سے فتح ہو جاتی۔“

۸..... جہاد کی بیعت، جنگ سے نہ بھاگنے کی بیعت، اللہ کے راستہ میں موت کو خندہ پیشانی سے قبول کرنے کی بیعت اور ان کے نتیجے میں رضائے الہی کا حصول، اللہ کی طرف سے رحمت اور سکون کا نزول صلح حدیبیہ کے بہترین آثار اور مبارک ثمرات ہیں۔ ۱۱

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۲۸۰] ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾ [الفتح=۴۸:۲۰]

”البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا ان مومنوں سے جو آپ کے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے.....“

۹..... کفار مکہ کی طرف سے آنے والے ایک قاصد عروہ بن مسعود ثقفی کا بیان ہے:

[۱۲۸۱] «وَاللَّهِ! إِنْ يَنْتَحِمُ نَحْمَةً إِلَّا وَقَعْتُ فِيْ كَفْرِ رَجُلٍ مِنْهُمْ فَذَلِكَ بِهَا وَجْهَةٌ وَجِلْدَةٌ.....» ۱۲

”اللہ کی قسم! اگر رسول اللہ ﷺ بلغم بھی تھوکتے تو کسی نہ کسی آدمی کے ہاتھ پر پڑتا۔ اور وہ اس کو اپنے چہرے اور جسم پر مل لیتا.....“

اسی طرح ایک اور قاصد بنی کنانہ کے حلیس بن علقمہ کا بیان ہے:

[۱۲۸۲] «سُبْحَانَ اللَّهِ! مَا يَنْبَغِيْ لَهُؤُلَاءِ أَنْ يُصَدُّوا عَنِ الْبَيْتِ» ۱۳

”سبحان اللہ! ان جیسے لوگوں کو بیت اللہ سے روکنا ہرگز مناسب نہیں ہے۔“

کفار کے قاصدوں کے یہ بیانات مشرکین مکہ کی طرف سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اپنے رسول، امام اور قائد کے لیے بے مثال محبت و اطاعت، توقیر و تعظیم کے اعتراف کے منہ بولتے ثبوت ہیں۔ جن میں اطاعت و محبت کا بے نظیر اسوہ حسنہ ہے۔ عربی زبان کا ایک جملہ ہے: ”الْفَضْلُ مَا شَهِدْتَ بِهِ الْأَعْدَاءُ“ ”فضیلت والی بات یہ ہے کہ دشمن بھی اس کی گواہی دیں۔“

۱۰..... صلح حدیبیہ والی حدیث بہت زیادہ حکمتوں اور احکام کی جامع احادیث میں سے ایک ہے۔

۱۰ ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب المغازی: باب غزوة الحديبية، الحديث: ۳۹۱۶، ۳۹۱۹، ۳۹۲۰ + صحيح مسلم = كتاب الإمامة: باب إستحباب مبايعة الإمام الجيش عند إرادة القتال و بيانبيعة الرضوان تحت الشجرة، الحديث: ۱۸۵۶

۱۱ صحيح البخاری = كتاب الشروط: باب الشروط فى الجهاد والمصالحة مع أهل الحرب و كتابة الشروط ، الحديث: ۲۵۸۱، ۲۵۸۲

جس میں جہاد فی سبیل اللہ کی فضیلت صلح کی شرائط اور صلح کے اصولوں کا بیان محبت اور اطاعت رسول ﷺ کا تذکرہ حج اور عمرہ کی ادائیگی سے متعلق بہت سے احکام و آداب جمع ہیں۔^۳

احترام والے مہینے اور عام معافی کا اعلان:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۲۸۳] ﴿إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۖ﴾ [التَّوْبَةُ: ۹-۳۶]

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک سال کے مہینوں کی تعداد اللہ کی کتاب میں بارہ (۱۲) ماہ ہے۔ اس روز سے (یہ تعداد کتاب اللہ یعنی لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے) جس روز سے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا۔ ان میں سے چار مہینے احترام والے ہیں۔ (ذوالحجہ، ذوالقعدہ محرم اور رجب)۔“

[۱۲۸۴] ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ ۖ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ وَصَدٌّ عَنْ

سَبِيلِ اللَّهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ

اللَّهِ﴾ [البقرة: ۲۰-۲۱۷]

”(اے محمد ﷺ!) لوگ تم سے عزت والے مہینوں کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ ان میں لڑائی کرنا کیسا ہے؟ کہہ دیجئے ان میں لڑائی کرنا بہت بڑا (گناہ) ہے (لیکن) اللہ کی راہ سے روکنا، اس کا انکار کرنا، اور مسجد حرام سے (منع کرنا) اور وہاں کے رہنے والوں کو وہاں سے نکالنا اللہ کے نزدیک اس سے بھی بڑا گناہ ہے۔“

اکثر علماء کا موقف ہے کہ حرمت والے مہینوں میں جنگ کے حرام ہونے کا حکم منسوخ ہے۔

اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا درج ذیل عام حکم اس کو منسوخ کرتا ہے:

[۱۲۸۵] ﴿وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً﴾ [التَّوْبَةُ: ۹-۳۶] ”سب مل کر مشرکین سے قتال کرو۔“

لیکن امام عطاء رحمہ اللہ وغیرہ محقق علماء کے بقول مذکورہ آیت کا حکم غیر منسوخ ہے لہذا حرمت والے مہینوں میں جنگ کا آغاز حرام ہے۔ البتہ ابتداء کفار کی طرف سے ہو یا جنگ پہلے سے جاری ہو تو دفاعی جنگ اور جہاد کو جاری رکھنا اور باقی رکھنا ضروری ہے۔ جب تک کہ جہاد کا

مقصد حاصل نہ ہو جائے یا پھر کافروں کی طرف سے جنگ بند کرنے اور صلح کرنے کی پیش کش نہ ہو۔“ ۱۴

(۱۲) مذکورہ شرائط و قیود کے ساتھ کافروں سے صلح کرنے کا حکم غیر منسوخ اور قیامت تک باقی ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل واضح دلیل ہے۔ علاوہ ازیں صلح کی عام اور واضح نصوص کے علاوہ نبی ﷺ کی وہ حدیث واضح دلیل ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا: عفریب رومیوں سے صلح کرو گے، پھر تم اور رومی مل کر اپنے مشترکہ دشمن پر حملہ کرو گے۔ چنانچہ تم فتح یاب ہو گے۔ ۱۵

پناہ دینے کا معاہدہ اور جان بخشی کی اپیل:

جب کوئی بھی جنگ کرنے والا کافر جان بخشی و پناہ کا طلبگار ہو تو اس کی درخواست قبول کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اسی معاملہ کو عقدِ امان اور ایسے کافر کو ﴿مُسْتَأْمِن﴾ (جان بخشی کا خواہشمند) کہا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۲۸۶] ﴿وَإِنْ أَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّى يَسْمَعَ كَلِمَ اللَّهِ

ثُمَّ ابْلِغْهُ أَمَانَهُ ۖ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْلَمُونَ ۝﴾ [التوبة=۹:۶]

”اگر مشرکین میں سے کوئی آپ سے امان طلب کرے تو اس کو امان (پناہ) دے دیجئے۔

تاکہ وہ اللہ کا کلام سن لے۔ پھر اسے اس کے ٹھکانے پر پہنچا دیجئے۔ یہ حکم اس لیے ہے کہ

وہ ایسی قوم (میں سے) ہے جو (حق کا) علم نہیں رکھتے۔“

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

[۱۲۸۷] ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ ۖ﴾ [المائدة=۵:۱۰]

”اے ایمان والو! اپنے عہدوں کو پورا کیا کرو۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

۱۴ القرطبی: ۳/ ۳۲۲ + تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۲۷۱-۲۷۲ + صحیح البخاری = کتاب التفسیر / تفسیر سورة البقرة:

باب قوله تعالى ﴿إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ

ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ﴾ [التوبة=۹:۳۶]، الحديث: ۴۳۸۵

۱۵ تخریج کے لیے دیکھئے الرَّم السلسل: ۱۱۳۵

[۱۲۸۸] « ذِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ وَاحِدَةٌ يَسْعَى بِهَا أَدْنَاهُمْ فَمَنْ أَحْضَرَ مُسْلِمًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ »^{۱۷}

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تمام مسلمانوں کا عہد ایک جیسا ہے۔ ادنیٰ ترین مسلمان بھی عہد کا ذمہ اٹھا سکتا ہے۔ لہذا جو شخص کسی مسلمان کے عہد و ذمہ کو توڑے گا تو اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی طرف سے لعنت ہے۔ اس کا کوئی نفل اور فرض قبول نہیں کیا جائے گا۔“

فتح مکہ کے روز رسول اللہ ﷺ نے ام ہانی رضی اللہ عنہا کو ارشاد فرمایا:

[۱۲۸۹] « قَدْ أَجَرْنَا مَنْ أَجَرْتَ يَا أُمُّ هَانِيٍّ »^{۱۸}

”اے ام ہانی! جسے تو نے امان دیا ہے، اس کو ہم نے بھی امان بخش دیا ہے۔“

رسول اللہ ﷺ نے مزید فرمایا:

[۱۲۹۰] « لِكُلِّ غَادِرٍ لَوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَمَةِ يُرْفَعُ لَهُ بِقَدَرِ غَدْرِهِ۔ أَلَا وَ لَا غَادِرٍ أَعْظَمُ غَدْرًا مِنْ أَمِيرٍ عَامَّةٍ »^{۱۹}

”قیامت کے دن ہر غدار (اور عہد شکن) کے لیے مخصوص پرچم ہوگا۔ وہ پرچم اس کے غدر کے مطابق سر بلند ہوگا۔ اور امیر عام سے بڑھ کر کوئی بڑا غدار نہیں ہو سکتا ہے۔ (کیونکہ امیر عام کا غدر پوری ملت کی بدنامی اور رسوائی کا موجب ہے۔)“

مندرجہ بالا بحث سے حاصل شدہ احکام و مسائل:

- ① امان کے طلبگار کافر کو اس غرض سے امان عطا کرنا واجب ہے کہ وہ کتاب اللہ کے مضامین کی سمجھ بوجھ حاصل کرے اور مشرف باسلام ہو جائے۔ پھر اگر وہ اسلام قبول کر لے تو مسلم معاشرے کا جزو لا ینفک کہلائے گا۔ وگرنہ امام بمطابق مصلحت مناسب

۱۷ تخریج کے لیے دیکھئے الرِّقْم السلسل: ۱۱۳۸

۱۸ صحیح البخاری= کتاب الجزية: باب أمان اللِّسَاء و جوارهنَّ، الحديث: ۳۰۰۰ + صحیح مسلم= کتاب صلوة المسافرين و قصرها: باب إستحباب صلوة الضُّحَى وَ أَنَّ أَقْلَهَا رَكْعَتَانِ وَ أَكْمَلُهَا ثَمَانِ رَكْعَاتٍ وَ أَوْسَطُهَا أَرْبَعُ رَكْعَاتٍ وَ أَوْ سَبْعٌ وَ الْحَدِيثُ عَلَى الْمُحَافَظَةِ عَلَيْهَا، الحديث: ۷۱۹۔ اس حدیث کو امام ابو داؤد، امام ترمذی اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہم نے بھی روایت کیا ہے۔

۱۹ صحیح مسلم= کتاب الجهاد و السَّيْر: باب تحريم الغدر، الحديث: ۱۷۳۸ + صحیح البخاری= کتاب الحَيْل: (باب) وَ لِكُلِّ غَادِرٍ لَوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، الحديث: ۶۵۶۵۔ اس حدیث کو امام ابو داؤد اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہما نے بھی روایت کیا ہے۔

مدت کے بعد اسے اس کے ٹھکانے ”ذَارُ الْكُفْرِ“ میں واپس پہنچا آئے۔ یعنی عقد و امان دائی نہیں۔ بلکہ عارضی مدت کے لیے ہو سکتا ہے۔ الا یہ کہ پناہ طلب کرنے والا اہل الذمہ کی شرائط مثلاً جزیہ کی ادائیگی وغیرہ پوری کر کے مستقل ذمی قرار پائے۔ اس بات پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔^{۱۹}

② ہر مسلمان عاقل، بالغ خواہ مذکر ہو یا مؤنث، غلام ہو یا آزاد امان دے سکتا ہے اور اس کے عہد و امان کی پاسداری امام سمیت تمام مسلمانوں پر لازم ہے۔ اس بارے اکثر مسلمانوں کا اتفاق ہے۔^{۲۰}

③ مسلمانوں کے افراد کی طرف سے ایک یا چند کفار کے ساتھ عہد و امان تسلیم کیا جائے گا لیکن کسی قوم یا اہل علاقہ کے لیے عہد و امان کا عام اختیار صرف امام اور خلیفہ کو حاصل ہے۔ وگرنہ یہ عمل جہاد کے اختتام کا موجب بن سکتا ہے۔^{۲۱}

④ اسلام میں قاصد اور پیغام رساں بھی پناہ طلب کرنے والے کی طرح محفوظ و مامون تسلیم کیا گیا ہے حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے مسیلمہ کذاب کے دو قاصدوں کو بھی امان بخشا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۱۲۹۱] «أَمَّا وَاللَّهِ لَوْ لَا أَنَّ الرُّسُلَ لَا تُقْتَلُ لَصَرَبْتُ أَعْنَاقَكُمْ»^{۲۲}

”اللہ کی قسم اگر قاصدوں کو قتل نہ کرنے کا مسلّمہ اصول نہ ہوتا میں تمہاری گردنیں اڑا دیتا۔“

⑤ پناہ طلب کرنے والا کافر جب اہل اسلام کی جاسوسی کرنے لگے تو اس کا عہد و پیمان ختم اور وہ واجب القتل ٹھہرے گا اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے جاسوسی کرنے والے پناہ کے طالب کافر کے بارے سیدنا ابن اکوع سے مروی حدیث میں ارشاد فرمایا:

[۱۲۹۲] «الْأُطْبُوءُ وَافْتُلُوهُ»^{۲۳} ”اسے تلاش کرو اور اسے قتل کر دو۔“

⑥ وعدوں اور معاہدوں کا احترام اور ان کی وفا داری کا حکم اور عہد توڑنے اور غداری

۱۹ القرطبی: ۴۹/۸ + معالم السنن للخطابی: ۶۳/۴ + شرح النووي: ۸۳/۲ + نیل الأوطار: ۳۱/۷ + المغنی: ۳۹۹/۸

۲۰ المغنی: ۳۹۶/۸ + بدایة المجتہد: ۱/۴۴۰-۴۴۱

۲۱ الروضة الندیة: ۳۵۳/۲

۲۲ تخریج کے لیے دیکھئے الرّقم المسلسل: ۱۱۴۰

۲۳ صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب الحرّی إذا دخل دار الإسلام بغير أمان، الحدیث: ۲۸۸۶ + صحیح مسلم =

کتاب الجہاد والسنبر: باب استحقاق القاتل سلب القتل، الحدیث: ۱۷۵۴ - یہ حدیث سنن ابی داؤد میں بھی ہے۔

کرنے کی شدید ممانعت اسلامی تعلیمات کی خوبیوں کا آفتاب فروزاں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان عالی شان ہے۔

[۱۲۹۳] ﴿وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا ۝﴾ [الاسراء=۱۷:۳۴]

”اور وعدہ کو پورا کیا کرو (کیونکہ) بلاشبہ وعدوں کے بارے سوال کیا جائے گا۔“

علاوہ ازیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [۱۲۹۴] ﴿وَلَا تَغْدِرُوا.....﴾^{۲۳} ”اور دھوکہ نہ

دو۔“ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: [۱۲۹۵] ﴿وَلِكُلِّ عَادِرٍ لَّوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾^{۲۴} ”قیامت کے دن ہر غدار کے پاس ایک جھنڈا ہوگا۔“

قریش کی طرف سے ایک قاصد ابو رافع رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا۔ مدینہ آ کر انہوں نے اسلام قبول کرنا چاہا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۱۲۹۶] ﴿إِنِّي لَا أَحِسُّ بِالْعَهْدِ وَلَا أَحْبِسُ الْبُرْدَ وَلَكِنْ أَرْجِعُ فَإِنْ كَانَ فِي نَفْسِكَ

الَّذِي فِي نَفْسِكَ الْآنَ فَارْجِعْ - فَذَهَبَتْ ثُمَّ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْلَمْتُ﴾^{۲۵}

”میں عہد شکنی نہیں کیا کرتا۔ نہ ہی میں قاصدوں کو اپنے پاس روکتا ہوں (یعنی قید کرتا

ہوں) آپ پہلے اپنے قبیلہ قریش کی طرف واپس جائیں۔ اگر آپ کے دل میں اسلام کی

یہی محبت اور حقانیت رہی جو اس وقت ہے تو دوبارہ آجانا۔ ابو رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس

وقت تو میں واپس مکہ چلا گیا۔ کچھ دیر کے بعد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا

اور میں نے اسلام قبول کر لیا۔“

④ لہذا پناہ طلب کرنے والے کافر کو صراحتاً یا اشارۃً عہد و امان دینے کے بعد اس کے عہد

و ذمہ میں کسی طرح کی غداری اور مکر و فریب کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ بلکہ

مستقل طور پر معاہدہ کرنے والے ذمیوں کی طرح عارضی مدت کے لیے معاہدہ کرنے

والے پناہ کے طالب کے ساتھ بھی وفا کے عہد اور تحفظ کی ضمانت اسلام کے زریں

اصول اور اس کے اخلاقِ فاضلہ کا جزو لا ینفک ہے۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

^{۲۳} تخریج کے لیے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۵۲

^{۲۴} تخریج کے لیے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۱۲۹۹

^{۲۵} صحیح أبی داؤد = کتاب الجہاد : باب فی الإمام یُسْتَجَنُّ به فی العہود، الحدیث: ۲۳۹۶

[۱۲۹۷] ﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ﴾ [المؤمنون=۲۳:۸]

”مومن تو وہ ہیں جو اپنی امانتوں اور عہد و میثاق کی حفاظت کرنے والے ہیں۔“

⑧ پناہ طلب کرنے والا کافر بدینیتی اور خبث باطن کا مظاہرہ کرتے ہوئے مسلمانوں کی جاسوسی یا اجتماعی اسلامی نظام کے خلاف بغاوت کا ارتکاب کرے تو اس کو ایسے سنگین اور غیر اخلاقی جرم کی سزا سے دو چار کرنا ضروری سمجھا گیا۔ خواہ وہ جاسوس پناہ طلب کرنے والا ہو یا قاصد ہو یا اجنبی مسافر کا روپ دھارے ہو۔

⑨ دارالحرب میں اگر کوئی مسلمان امان لے کر داخل ہو یا امام صلح نامہ میں کافر مردوں کی (اگرچہ بعد میں وہ مسلمان ہو جائیں) واپسی کی شرط منظور کر لے تو وفاء عہد ضروری اور غدر حرام ہوگا۔ لیکن اس کا اطلاق ایمان لانے والی اور ہجرت کرنے والی عورتوں پر نہیں ہوگا۔

مالی معاوضے کے بدلے مستقل پناہ دینا

تعریف اور اہمیت:

پناہ کا معاہدہ غیر مستقل اور عارضی مدت کے لیے اور ہر کافر و مشرک جنگ کرنے والے کے ساتھ ہوتا ہے۔ جبکہ ذمی ہونے کا معاہدہ مستقل اور دائمی تحفظ اور پناہ کا عہد ہے۔ جو اہل کتاب کے یہود و نصاریٰ اور آتش پرستوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ بشرطیکہ وہ اس پناہ کے بدلے میں جزیہ کی ادائیگی کی شرط قبول کر لیں اور تمام اسلامی پابندیوں کے بجا لانے پر آمادہ ہوں۔ جس کے بعد وہ ذمی کہلاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۲۹۸] ﴿قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ﴾ [التوبة=۹:۲۹]

”اہل کتاب (یہود و نصاریٰ وغیرہ) جو اللہ اور یوم آخرت پر یقین نہیں رکھتے۔ اور جن اشیاء کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے حرام کیا ہے، انہیں حرام نہیں جانتے اور دین حق کو اختیار نہیں کرتے ان سے قتال جاری رکھو۔ حتیٰ کہ وہ ذلیل و رسوا ہو کر اپنے ہاتھ

سے جزیہ ادا کریں۔“

[۱۲۹۹] ﴿فَإِنْ جَاءُوكَ فَأَحْكُمْ بَيْنَهُمْ أَوْ أَعْرَضْ عَنْهُمْ وَإِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَصْرِوْكَ شَيْئًا وَ إِنْ حَكَمْتَ فَأَحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾ [المائدة: ۴۲: ۵]

” (مدینہ منورہ کے وہ یہودی جن سے معاہدہ ہے) اگر آپ کے پاس (بغرض فیصلہ) آجائیں تو آپ کا دل چاہے تو ان کے درمیان فیصلہ کریں، دل نہ چاہے تو نہ کریں۔ اگر آپ ان سے اعراض برتیں یعنی ان کا فیصلہ نہ کریں گے تو وہ آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ اگر آپ ان کے درمیان فیصلہ کریں تو عدل و انصاف کا فیصلہ کریں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔“

نبی اکرم ﷺ نے سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل حدیث میں ارشاد فرمایا:

[۱۳۰۰] «فَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَاسْلُطْهُمْ الْجِزْيَةَ فَإِنْ أَجَابُوكَ فَأَقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ فَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَاسْتَعِزْ بِاللَّهِ وَاقَاتِلْهُمْ» ۱۷

”اگر وہ (یعنی مشرکین) قبول اسلام سے انکار کر دیں تو ان سے جزیہ کا مطالبہ کرو۔ اگر اسے قبول کر لیں تو تم بھی قبول کر لو اور ان سے ہاتھ روک لو۔ لیکن اگر جزیہ کی ادائیگی سے انکاری ہوں تو اللہ سے مدد طلب کرو اور ان کے ساتھ قتال کرو۔

سیدنا عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

[۱۳۰۱] «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَهَا (الْجِزْيَةَ) مِنْ مَجُوسٍ هَجَرَ وَلَمْ يَكُنْ عُمَرُ أَخَذَ الْجِزْيَةَ مِنَ الْمَجُوسِ حَتَّى شَهِدَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ بِذَلِكَ» ۱۸

”رسول اللہ ﷺ نے ہجر کے مجوسیوں سے جزیہ وصول کیا، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجوسیوں سے اس وقت تک جزیہ قبول نہ کیا جب تک سیدنا عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اس (سنت) کی شہادت نہ دی۔“

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کسریٰ کی طرف سے مقرر کردہ گورنر کو ایک طویل گفتگو میں یہ بھی فرمایا:

۱۷ تخریج کے لیے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۵۲

۱۸ صحیح البخاری = کتاب الجہاد / أبواب الجزية والموادعة: باب و مَا جَاءَ فِي أَخْذِ الْجِزْيَةِ مِنَ الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى وَالْمَجُوسِ وَالْهَجَرَ، الحديث: ۲۹۸۷ + صحیح أبی داؤد = کتاب الخراج والإمارة والفاء: باب في أَخْذِ الْجِزْيَةِ مِنَ

المجوس، الحديث: ۲۶۲۴ + اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔

[۱۳۰۲] «أَمَرْنَا نَبِيَّنَا أَنْ نُقَاتِلَكُمْ حَتَّى تَعْبُدُوا اللَّهَ وَحْدَهُ أَوْ تُؤَدُّوا الْجِزْيَةَ» ۲۹

”ہمیں ہمارے نبی ﷺ نے حکم فرمایا ہے: ہم آپ لوگوں (یعنی اہل کتاب) کے ساتھ جنگ جاری رکھیں حتیٰ کہ تم اللہ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت کرنے لگو، یا ادائیگی جزیہ پر آمادہ ہو جاؤ۔“

جزیہ کے احکام اور ذمیوں کے حقوق:

① الجزیۃ (جَزَیْ یَجْزِی) سے مشتق ہے جس کا معنی ”بدلہ دینا“ ہے شرعاً اس سے مراد وہ مالی رقم ہے جو اہل اسلام کے ذمہ اور عہد میں داخل ہونے والے اہل کتاب اور مجوسی ذمیوں پر مقرر کیا جاتا ہے۔“ ۳۰

② اہل کتاب کے ساتھ جہاد و قتال جاری رکھنے کی وجوہات یہ ہیں:

① ان کا اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان نہ ہونا۔

② اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کرنا۔

③ اور دین حق کو قبول نہ کرنا۔ تاہم ان کی طرف سے اسلام قبول کرنے یا جزیہ کی ادائیگی کی شرط قبول کر لینے پر قتال حرام قرار پائے گا اور وہ اہل اسلام کے ذمی

ہوئیں گے۔ [التوبة=۹: ۲۹]

④ اہل کتاب سے مراد یہود و نصاریٰ اور مجوسی ہیں یا مجوس کے ساتھ اہل کتاب کا سا معاملہ

کیا جاتا ہے۔ عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: [۱۳۰۳] «سُنُّوا بِهِمْ سُنَّةَ أَهْلِ

الْكِتَابِ» ۳۱ ان مجوسیوں کے ساتھ اہل کتاب یہود و نصاریٰ کا سا معاملہ کرو۔ وہ عربی

ہوں یا عجمی نہ کہ بقایا مشرکین کا سا۔ اس لیے کہ اللہ کا فرمان ہے:

[۱۳۰۴] «فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ» [التوبة=۹: ۵۰]

”مشرکین کو قتل کردو جہاں بھی ان کو پاؤ۔“

لہذا جزیہ کی ادائیگی کا حکم صرف اہل کتاب اور مجوس کے ساتھ مخصوص ہے۔ جیسا کہ آیت

۳۲ صحیح البخاری= کتاب الجہاد / أبواب الجزية والموادعة: باب وما جاء في أخذ الجزية من اليهود والنصارى

والمجوس والهجر، الحديث: ۲۹۸۹

۳۰ تفسیر القرطبی: ۷۳/۸۰

۳۱ المؤطا للإمام مالك = كتاب الزكاة : باب جزية أهل الكتاب

میں اس کی تصریح موجود ہے۔ عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی حدیث کی وجہ سے مجوس بھی اہل کتاب کے حکم میں شامل ہیں۔ امام شافعی، امام احمد، امام ابو حنیفہ رحمہم اللہ اور اکثر علماء اسلام کا یہی موقف ہے۔ لیکن امام مالک اور اوزاعی کہتے ہیں کہ قبول جزیہ کا حکم تمام مشرکین عالم کے لیے عام ہے۔ اس حدیث کی بنا پر جو سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

[۱۳۰۵] «وَإِذَا لَقِيتَ عَدُوَّكَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ.....»^{۳۲}

”اور جب تو اپنے مشرک دشمن کے ساتھ ملے (یعنی جنگ کرے۔)“

(مندرجہ بالا حدیث میں پہلے مشرکین کو اسلام کی دعوت دینے کا حکم دیا گیا۔ اس کے بعد انہیں جزیہ ادا کرنے کی آفر دی گئی۔ البتہ اگر وہ یہ دونوں چیزیں نہ مانیں تو ان سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا)

تاہم یہ استدلال ضعیف ہے کیونکہ اس حدیث میں مشرکین سے خاص اہل کتاب مراد ہیں۔^{۳۳} حنفیہ کا یہ قول کہ جزیہ صرف عجمی مشرکین سے قبول کیا جائے گا۔ عرب کے مشرکوں کے لیے صرف اسلام قبول کرنے یا تلوار کا حکم ہے یہ استدلال عام نصوص اور اکثر صحابہ کے عمل کے صریحاً خلاف ہے۔ صحیح موقف یہی ہے کہ جزیہ عربی اور عجمی اہل کتاب مشرکوں سے لیا جائے گا۔^{۳۴}

۵) جزیہ قبول کرنے اور جنگ ختم کرنے کی حکمت یہ ہے کہ اہل کتاب مسلمانوں کے ساتھ ملنے جلنے اور باہمی رابطوں کے ذریعے اسلام کی خوبیوں اور مناقب سے مطلع ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں گے۔ علاوہ ازیں ذمیوں کو فراہم کئے گئے تحفظ کا نہایت معمولی مالی معاوضہ ہے جو اسلام کی عادلانہ انسانی رواداری کی روشن دلیل ہے۔^{۳۵}

۶) مجوس دراصل اہل کتاب نہیں ہیں۔ بنا بریں ان کی عورتوں اور ان کے ذیحوں کی حرمت پر اکثر علماء کا اتفاق ہے۔ البتہ وہ عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی حدیث کی وجہ سے قبول جزیہ میں اہل کتاب کے حکم میں شامل سمجھے گئے ہیں۔^{۳۶}

۳۲ تخریج کے لیے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۵۲

۳۳ القرطبی: ۷۱، ۷۰/۸ + شرح النووی: ۸۲/۲ + معالم السنن: ۲۵۲/۴ + نیل الأوطار: ۶۰/۸ + سُبُل السلام: ۱۲۸/۴ + بداية المجتهد: ۱/۴۵۱، ۴۵۲

۳۴ القرطبی: ۷۱/۸ + نیل الأوطار: ۶۰/۸

۳۵ نیل الأوطار: ۶۰/۸ + القرطبی: ۷۳/۸ + المنتقى شرح الموطأ: ۱۷۲/۲

۳۶ معالم السنن: ۱۲۸/۴ + نیل الأوطار: ۶۰/۸ + سُبُل السلام: ۱۲۸/۴

- ④ قبول جزیہ کے ساتھ ذمیوں کے لیے خاص عبادات کے ماسوا اسلام کے اجتماعی تعمیری نوعیت کے اور ملک و ملت کی بہتری والے احکام کی پابندی ضروری ہے۔ تاہم وہ اپنے مذہبی اعتقادات و اعمال پر عمل پیرا ہونے میں مکمل آزاد ہونگے۔ جیسا کہ اس بارے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث مروی ہے۔^{۳۷}
- ⑤ عدل و انصاف کے تقاضے اور اسلامی رواداری کی وجہ سے جزیہ قبول کرنے کے لیے مندرجہ ذیل شرائط کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

- | | | | |
|---|---------------|---|------|
| ۱ | عادل | ۲ | بالغ |
| ۳ | مذکر | ۴ | آزاد |
| ۵ | غنی ذواستطاعت | | |

چنانچہ مجنوں، بچے، عورت، غلام اور فقیر پر جزیہ واجب نہیں ہوگا۔ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں یمن روانہ فرمایا۔ تو حکم دیا:

[۱۳۰۶] «أَنْ يَأْخُذَ مِنْ كُلِّ حَالِمٍ (يَعْنِي مُحْتَلِمًا) دِينَارًا أَوْ عَدْلَهُ مِنَ الْمَعَاوِرِ، ثِيَابٌ تَكُونُ بِالْيَمَنِ»^{۳۸}

”ہر بالغ شخص سے ایک دینار یا اس کے برابر معافر کے بنے ہوئے کپڑے وصول کریں۔ جو یمن میں عام پائے جاتے تھے۔“ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۳۰۷] ﴿فَاتَّبِعُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ.....﴾ [التَّوْبَةُ=۲۹:۹]

”ان لوگوں سے جنگ کرو جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں لاتے.....“

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان نہ لانے والے جنگ کرنے والوں سے جہاد کا حکم دیا ہے۔ چونکہ عورتیں اور نابالغ بچے لڑنے والوں میں شامل نہیں لہذا ان پر جزیہ بھی واجب نہیں۔

۳۷ ملاحظہ ہو سنن أبی داؤد = کتاب الخراج والإمارة والفیء: باب فی أخذ الجزية۔ اس حدیث کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے ضعیف کہا ہے۔ دیکھئے ضعیف أبی داؤد، الحدیث: ۶۵۸۔

۳۸ صحیح أبی داؤد = کتاب الخراج والإمارة والفیء: باب فی أخذ الجزية، الحدیث: ۲۶۶۲ + صحیح النسائی = کتاب الزکوة: باب زکوة البقر، الحدیث: ۲۲۹۸-۲۳۰۱ + صحیح الترمذی = أبواب الزکوة: باب مَا جَاءَ فِي صَدَقَةِ الْبَقَرِ،

اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا:

[۱۳۰۸] ﴿لَا يَكْلَفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا.....﴾ [البقرة=۲:۲۸۶]

”اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔“ اکثر علماء کا یہی موقف ہے۔^{۳۹}

⑨ ذمی مسلمان ہو جائے تو جزیہ ختم ہو جائے گا۔ اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

[۱۳۰۹] «إِنَّمَا الْعُسُورُ عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارَىٰ وَلَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ عُشُورٌ»^{۴۰}

”جزیہ تو یہود و نصاریٰ پر ہے۔ مسلمانوں پر جزیہ نہیں ہے۔“

⑩ مندرجہ ذیل صورتوں میں جزیہ کا معاہدہ ٹوٹ جائے گا:

① جزیہ کی ادائیگی اور اسلام کے ملکی اور ملی قوانین کے قبول کرنے سے انکار۔

② مسلمانوں کے ساتھ جنگ و قتال وغیرہ۔

③ جن لوگوں سے مسلمانوں کی جنگ ہے ان کی طرف فرار۔

④ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ پر گالی گلوچ۔

کیونکہ ذمی ہو جانے کا معاہدہ مذکورہ شرائط کے قبول کرنے پر ہی دیا جاتا ہے۔^{۴۱}

⑪ ذمی حضرات کو اپنے مذہبی عقائد و اعمال پر عمل کرنے کی آزادی ہے۔ لیکن انہیں کوئی نیا

گرجا اور عبادت خانہ تعمیر کرنے، مسلمانوں کو دین حق سے برگشتہ کرنے اور ان کے مابین

کسی طرح کی تخریب کاری کرنے، فتنہ و فساد، ضرر رسانی، اسلامی شعائر کی تذلیل و توہین

اور سود خوری وغیرہ کی اجازت نہ ہوگی۔^{۴۲}

⑫ اہل ذمہ کے ساتھ جزیہ قبول کرنے اور دیگر معاملات میں عام طور پر نرمی، رحمدلی اور حسن

سلوک کا حکم دیا گیا ہے اور ان کو تنگ کرنے اور سزا دینے سے سختی سے منع کیا گیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

[۱۳۱۰] «إِنَّ اللَّهَ يُعَذِّبُ الَّذِينَ يُعَذِّبُونَ النَّاسَ فِي الدُّنْيَا»^{۴۳}

۳۹ سُبُلُ السَّلَام: ۴/۱۳۱۰ + بدایۃ المجتہد: ۱/۴۶۹ + العدة شرح العمدة: ۵۲۲، ۵۲۱

۴۰ سنن أبی داؤد = کتاب الخراج والإمارة والفیء: باب فی تعشیر أهل الذمة إذا اختلفوا التجارات + سنن الترمذی =

أبواب الزكاة: باب ما جاء ليس على المسلمين جزية.

۴۱ المغنی: ۸/۴۲۵-۵۳۲ + العدة شرح العمدة: ۵۲۳

۴۲ سنن أبی داؤد = کتاب الخراج والإمارة والفیء: باب فی أخذ الجزية + نيل الأوطار: ۸/۶۲، ۶۱

۴۳ صحیح مسلم = کتاب البیرو والصلة والآداب: باب الوعيد الشديد لمن عذب الناس بغير حق، الحديث: ۲۶۱۳ +

صحیح أبی داؤد = کتاب الخراج والإمارة والفیء: الحديث: ۲۶۲۵ + سنن أحمد: ۳/۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳

”اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو سزا دے گا جو دنیا میں انسانوں کو سزا دیتے ہیں۔“

یہ حدیث سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے اس وقت بیان کی جب شام میں بعض قبیلوں کو جزیہ و خراج کی وصولی کی خاطر قید کیا گیا یا دھوپ میں ان کے سروں میں تیل پلٹا گیا۔ چنانچہ وہ رہا کر دیئے گئے۔

۱۳) چونکہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

[۱۳۱۱] «الْإِسْلَامُ يُعْلَوُ وَ لَا يُعْلَىٰ» ۴۴

”اسلام غالب ہے مغلوب نہیں۔“

نیز نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۱۳۱۲] «لَا تَبَدُّوْا الْيَهُودَ وَ لَا النَّصَارَىٰ بِالسَّلَامِ وَ إِذَا لَقِيتُمْ أَحَدَهُمْ فِی الطَّرِيقِ

فَاضْطَرُّوْهُ إِلَىٰ أَضَیْقِهِ» ۴۵

”یہود و نصاریٰ کو سلام کہنے میں ابتداء مت کرو۔ (وہ سلام کہیں تو ”عَلَيْكُمْ“ سے جواب

دو۔ کیونکہ وہ تمہیں ”السَّلَامُ عَلَیْکُمْ“ کہتے ہیں) اور جب تم ان میں سے کسی کے ساتھ

راستہ میں ملو تو اسے تنگ راستہ پر چلنے کے لیے بے بس کر دو۔“

مذکورہ بالا تینوں احکام اسلام کی عزت، رفعت، وقار اور امتیازی شعار کی مخصوص علامات

ہیں۔ اسلام کی اس عزت و برتری کے پیش نظر مندرجہ بالا احکام صادر فرمائے گئے۔ نہ کہ

انسانوں کی تحقیر و تذلیل کی غرض سے جیسا کہ اہل کتاب بوقت ملاقات ”السَّلَامُ عَلَیْکُمْ“

مسلمانوں کے ساتھ سلوک روا رکھتے ہیں۔

۱۴) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

[۱۳۱۳] «مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا لَمْ يَرَحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَ إِنَّ رِيحَهَا تُوْجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ

أَرْبَعِينَ عَامًا» ۴۶

” (بلا جرم) ذمی کا قاتل جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگ سکے گا۔ حالانکہ جنت کی خوشبو

چالیس سال کی مسافت پر آ رہی ہوگی۔“

۴۴ تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقْمُ الْمُسْلَسِل: ۴۵۶

۴۵ صحیح مسلم = کتاب السَّلَام: باب النَّهْي عَنْ إِبْتِدَاءِ أَهْلِ الْكِتَابِ بِالسَّلَامِ وَ كَيْفَ يُرَدُّ عَلَيْهِمْ، الْحَدِيث: ۲۱۶۷++

صحیح الترمذی = أبواب السَّيْرِ: باب مَا جَاءَ فِي التَّسْلِيمِ عَلَى أَهْلِ الْكِتَابِ، الْحَدِيث: ۱۳۰۵

۴۶ صحیح البخاری = کتاب الْحَرْبِ: باب إِثْمِ مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا بِغَيْرِ جُرْمٍ، الْحَدِيث: ۲۹۹۵

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۱۳۱۴] «لَوْ أُوصِيهِ بِذِمَّةِ اللَّهِ وَ ذِمَّةِ رَسُولِهِ أَنْ يُؤْفَى لَهُمْ بِعَهْدِهِمْ وَأَنْ يُقَاتَلَ مِنْ وَرَائِهِمْ وَلَا يُكَلَّفُوا إِلَّا طَاعَتُهُمْ» ۵۷

”میں (ہر علاقائی مسئول اور امیر کو) وصیت کرتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ اور رسول اللہ ﷺ کے ذمہ (یعنی ذمیوں سے کئے ہوئے معاہدے) کا خیال رکھے۔ ان کا عہد پورا کرے، جنگ پر اترے ہوئے کافروں سے ان کی حفاظت کے لیے قتال کیا جائے اور کسی معاملے میں طاقت و استطاعت سے زیادہ ان کو تکلیف نہ دی جائے۔“

وفائے عہد کی پابندی کرنا، غداری اور بد عہدی سے روکنا اسلام کے خاص فضائل اور خوبیوں میں سے ہیں۔ جس پر بہت زیادہ قرآنی آیات اور صحیح متواتر احادیث دلیل ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

[۱۳۱۵] ﴿وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا عَاهَدْتُمْ﴾ [التَّحَلُّل=۹۱:۱۶]

”اور اللہ کے عہد کو پورا کرو جب تم عہد کر لو۔“

نبی ﷺ نے فرمایا:

[۱۳۱۶] «وَلَا تَعْدُوا» ۵۸ ”اور تم غداری نہ کرو۔“

نیز فرمایا:

[۱۳۱۷] «لِكُلِّ غَادِرٍ لَوْ آءَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ يُعْرِفُ بِهِ.....» ۵۹

”ہر ایک دھوکہ باز کے لیے قیامت کے روز ایک جھنڈا ہوگا اس سے اس کی پہچان ہوگی۔“

ذمیوں کے بارے اور جزیہ کے بارے احکام و مسائل کی تفصیل و تحقیق کے لیے **ملاحظہ ہو:**

المنتقى شرح المؤطا ۲/ ۱۷۲-۱۷۸، ۳/ ۲۱۹-۲۲۵

تفسير القرطبي: ۸/ ۷۴-۷۰ [۳] ابن كثير: ۲/ ۳۸۲-۳۷۳

معالم السنن للخطابی: ۴/ ۲۴۹-۲۵۸

نيل الأوطار مع المنتقى: ۸/ ۵۸-۶۷

۵۷ صحیح البخاری= کتاب الجہاد: باب یقاتل عن أهل الذمّة ولا یسترقون، الحدیث: ۲۸۸۷

۵۸ تحریج کے لیے دیکھئے الرّقم المسلسل: ۵۲

۵۹ تحریج کے لیے دیکھئے الرّقم المسلسل: ۱۲۹۰

- ۲ سُبُلُ السَّلَام: ۴/ ۱۲۷-۱۳۳ [۷] المغنی لابن قدامة: ۸/ ۴۲۵-۵۳۶
- ۸ بداية المجتهد: ۱/ ۴۶۸-۴۷۲ [۹] کتاب الأموال لِأَبِي عُبَيْد: ۲۶-۹۴
- ۱۰ العُدَّة شرح العمدة: ۵۲۰-۵۲۳

۱۱ قتل معاہد کی حرمت اور قباحت پر رسول اللہ ﷺ کا درج ذیل فرمان اسلامی عدل وانصاف اور اسلام میں وفاء عہد کی زبردست اہمیت کی واضح دلیل ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

[۱۳۱۸] « مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا لَمْ يَرَحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَ إِنْ رِيحَهَا تَوَجَّدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا » ۵۰

”ذمی معاہد کو قتل کرنے والا شخص جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔ حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے سونگھی جاسکتی ہے۔، ترمذی اور دیگر کتب احادیث میں ستر (۷۰) سال، پانچ سو (۵۰۰) سال اور ایک ہزار (۱۰۰۰) سال بھی مذکور ہیں۔ مختلف لوگوں کے مختلف مرتبوں کے لحاظ سے یہ مختلف مسافتیں بیان ہوئی ہیں۔ ۵۱

۱۲ تاہم ذمی کے قتل کی حرمت میں شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ وہ بغیر کسی جرم کے ناحق قتل ہو، جیسا کہ شرعی نصوص سے ثابت ہے اور اسی حدیث کی دوسری روایات میں صراحت بھی موجود ہے۔ ۵۲

۱۳ ذمی کے قتل پر قصاص نہیں بلکہ آدھی دیت واجب ہوگی۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

[۱۳۱۹] « دِيَّةُ الْمُعَاهِدِ نِصْفُ دِيَّةِ الْحُرِّ » ۵۳

”ذمی کے قتل کی دیت آزاد (مسلمانوں) کی دیت سے نصف ہے۔“

۵۰ تخریج کے لیے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۱۳۱۳

۵۱ سُبُلُ السَّلَام: ۴/ ۱۳۶، ۱۳۵

۵۲ ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب إِثْمُ مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا بِغَيْرِ جُرْمٍ، الحدیث: ۲۹۹۵ و کتاب الْوَلَايَات: باب إِثْمُ مَنْ قَتَلَ ذِمِّيًّا بِغَيْرِ جُرْمٍ، الحدیث: ۶۵۱۶ + صحیح الْبُخَارِيِّ = کتاب الْقِسَامَةِ : باب تَعْظِيمُ قَتْلِ الْمُعَاهِدِ، الحدیث: ۴۴۲۲-۴۴۲۵ + صحیح أَبِی دَاوُدَ = کتاب الجہاد: باب فِي الْوَفَاءِ لِلْمُعَاهِدِ وَ حَرَمَةِ ذِمَّتِهِ، الحدیث: ۲۳۹۸

۵۳ صحیح أَبِی دَاوُدَ = کتاب الْوَلَايَات : باب فِي دِيَّةِ الذَّمِّيِّ، الحدیث: ۳۸۲۱ و باب كَمْ هِيَ، الحدیث: ۳۸۰۶ + صحیح الْبُرْهَانِ = أبواب الْوَلَايَات: باب مَا جَاءَ لَا يُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ، الحدیث: ۱۱۴۲ + صحیح الْبُخَارِيِّ = کتاب الْقِسَامَةِ: باب

الْقَوْدُ بِغَيْرِ حُدُودٍ، الحدیث: ۴۴۴۸، و باب كَمْ دِيَّةُ الْكَافِرِ، الحدیث: ۴۴۶۹، ۴۴۷۰

البتہ قصاص کے واجب نہ ہونے کی دلیل بخاری کی حدیث سے واضح ہے۔ ۵۴

(۱۹) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ذمی حضرات میں سے سونا رکھنے والوں پر چار دینار، چاندی رکھنے والوں پر چالیس درہم جزیہ مقرر فرمایا۔ اس کے ساتھ ساتھ ان پر قریبی مسلم فوجیوں کی روزانہ کی خدمت اور مسافر مسلمانوں کی تین روزہ مہمان نوازی لازم کی۔ ۵۵ لہذا کم از کم جزیہ ایک دینار ہے۔ جو سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی بناء پر ہے ۵۶ اور زیادہ سے زیادہ چار دینار ہونا چاہئے۔ امام مالک رحمہ اللہ اور اکثر فقہاء کا یہی موقف ہے۔ ۵۷

جزیرہ عرب اور مشرکین:

جزیرہ عرب جس کی حدود لمبائی میں عدن سے عراق تک اور چوڑائی میں جدہ اور اس کے ساتھ ملے ہوئے ساحل سمندر سے اطراف شام تک ہے۔ جس میں مکہ، مدینہ، یمامہ اور مخالف اطراف سے ان کے برابر کے علاقے بھی شامل ہیں۔

چونکہ جزیرہ مذکورہ فتح مکہ کے بعد دین اسلام کا مرکز اور اسکی قوت اور سطوت و اقتدار اختیار کا محور بن چکا تھا۔ اور قبائل عرب فوج در فوج حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے۔ لہذا اسلام نے اقوام عالم کے سامنے ایک متحدہ، مضبوط، منظم اور عدل اجتماعی اور دین توحید پر قائم ریاست کا نقشہ پیش کرنے کے لیے مرکز اسلام کو موحدین کی ضد مشرکین سے بالعموم اور یہود و نصاریٰ سے بالخصوص پاک رکھنے کا فیصلہ کیا۔ تاکہ اللہ کی پاکیزہ شریعت کے انفرادی اور اجتماعی احکام و حدود کا دائرہ کار وسیع سے وسیع ہو سکے۔ دین حق سے متنفر اقوام اسلام کے عادلانہ اور منصفانہ، اجتماعی معاشرہ کی خوبیوں کا بصیرت کی نظر سے مطالعہ کریں اور قبول حق کے لیے ان کے قلب و دماغ میں کوئی اور امر مانع باقی نہ رہے۔

۵۴ ملاحظہ ہو صحیح البخاری= کتاب الدیات: باب لا یقتل المسلم، بالكافر الحدیث: ۶۵۱۸ + صحیح الترمذی= أبواب الدیات: باب ما جاء لا یقتل مسلم بکافر، الحدیث: ۱۱۴۰ + صحیح البیہقی= کتاب القسامۃ: باب سقوط القود من المسلم للکافر، الحدیث: ۴۴۱۹ + صحیح أبی داؤد= کتاب الدیات: باب إیقاد المسلم بالکافر، الحدیث: ۳۷۹۷

۵۵ ملاحظہ ہو المؤطا للإمام مالک= کتاب الجہاد: باب جزية أهل الکتاب۔

۵۶ تخریج کے لیے دیکھئے الرقم المسلسل: ۱۳۰۶

۵۷ المنتقى شرح المؤطا: ۱۷۴/۲

مشرک پلید ہیں:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۳۲۰] ﴿ إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَذَا ۖ وَ إِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ إِنْ شَاءَ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝ ﴾ [التوبة = ۹: ۲۸]

”اے ایماندارو! تمام مشرکین نجس اور گندے ہیں۔ لہذا وہ اس سال (۹ھ ہجری کے) بعد مسجد حرام کے قریب نہ پھٹکیں اور اگر تمہیں (ان سے نہ ملنے جلنے کی بناء پر تجارت وغیرہ کے معاملات میں) فقر و محتاجی کا خوف ہو تو عنقریب اللہ تعالیٰ اگر چاہے گا تو اپنے فضل سے تمہیں غنی کر دے گا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ علم والا اور حکمت والا ہے۔“

چنانچہ مذکورہ حکم الہی پر عمل درآمد کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے ۹ھ ہجری حج اکبر کے موقع پر پہلے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اور ان کے پیچھے جناب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا وہ اس لیے کہ حج اکبر کے روز یہ اعلان فرمادیں:

[۱۳۲۱] ﴿ وَ أَذَانٌ مِنَ اللَّهِ وَ رَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ أَنَّ اللَّهَ بَرِيءٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۚ وَ رَسُولُهُ ﴾ [التوبة = ۳: ۹]

”اور حج اکبر کے دن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے لوگوں کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول مشرکوں سے بیزار ہیں۔“

اس کے ساتھ یہ وضاحتی اعلان بھی کر دیا گیا:

[۱۳۲۲] « أَلَّا يَحْجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَ لَا يَطُوفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ » ۵۸

”اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور نہ کوئی شخص (جاہلیت کی بے حیا اور فحاشی کی رسم کے مطابق) برہنہ جسم کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کرنے کا مجاز ہوگا۔“

بعض صحابہ اور تابعین کے نزدیک حج اکبر عرفات کا دن نو (۹) ذوالحجہ کی تاریخ ہے۔ بعض

۵۸ صحیح البخاری = کتاب التفسیر / تفسیر سورة التوبة: باب ﴿ وَ أَذَانٌ مِنَ اللَّهِ وَ رَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ أَنَّ اللَّهَ بَرِيءٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۚ وَ رَسُولُهُ ﴾ [التوبة = ۳: ۹] ، الحديث: ۴۳۷۹ + صحیح مسلم = کتاب الحج: باب لا يحج البیت مشرک و لا يطوف بالبیت عریان و بیان يوم الحج الأكبر، الحديث: ۱۳۴۷

کے بقول قربانی کا دن (یعنی دس (۱۰) ذوالحجہ) حج اکبر ہے۔ ۵۹

ان آیات سے معلوم ہوا:

- ① صحیح اور رائج قول کے مطابق مشرکین جسم کے گندے نہیں بلکہ دل اور عقیدے کے گندے ہیں۔ ماسویٰ ان مشرکین کے جو حیض اور جنابت کے غسل کے قائل نہیں۔ مثلاً بدھ وغیرہ۔ چنانچہ وہ مکمل نجس ہیں۔ اسلام قبول کرنے پر غسل تمام مشرکین پر واجب یا مستحب ہے۔ سیدنا ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے والی حدیث کی بناء پر، جس کو امام بخاری رحمہ اللہ اور امام مسلم رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔ ۶۰
- ② سورة التوبة آیت نمبر ۲۸ میں اس بات سے منع کیا گیا کہ: ”مشرکین مسجد حرام کے قریب بھی نہ پھٹکیں“ مسجد حرام کا اطلاق تمام حرم پر ہوتا ہے۔ مشہور تابعی امام عطاء رحمہ اللہ کا یہی موقف ہے۔ جبکہ اہل مدینہ کا موقف یہ ہے کہ: ”یہ آیت تمام مشرکین اور تمام مساجد کے لیے عام ہے۔“ امام شافعی رحمہ اللہ کا موقف یہ ہے کہ: ”مشرکین سے مراد تمام مشرکین ہیں۔ جبکہ مسجد حرام سے صرف مسجد حرام (یعنی بیت اللہ) ہی مراد ہے۔“
- احناف کا موقف ہے کہ مشرکین سے یہود و نصاریٰ کے علاوہ باقی مشرکین مراد ہیں اور یہ حکم صرف مسجد الحرام کے ساتھ خاص ہے۔ حنفیہ کا قول انتہائی ضعیف اور باطل ہے۔ واضح اور صریح دلائل اسے مسترد کرتے ہیں۔ یہ محض فاسد قیاس اور فضول رائے پر مبنی ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا موقف سب سے زیادہ معتدل ہے۔ اہل مدینہ کا موقف شرعی نصوص کے ظاہری مطلب کے زیادہ مطابق و موافق ہے۔ ۶۱
- ③ سورة التوبة کی آیت: ۲۸ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”اگر تم کو تنگدستی کا اندیشہ ہے تو اللہ تعالیٰ تم کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔ مسجد حرام اور جزیرہ عرب کو مشرکین کے وجود سے پاک صاف رکھنے کی صورت میں اقوام عالم کے ساتھ اقتصادی اور تجارتی روابط ختم ہو جائیں گے۔ اس کے نتیجہ میں اہل اسلام کے لیے فقر و محتاجی کے تمام اندیشوں اور خدشات کا حل جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعے سے حاصل ہونے والا اللہ کا فضل مال

۵۹. تخریج کے لیے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۱۳۲۲

۶۰. تخریج کے لیے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۱۱۵۲

غنیمت اور جزیہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

[۱۳۲۳] « جُعِلَ رِزْقِي تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِي » ۲۲

”میرا رزق میرے نیزے کے سائے میں مقدر کر دیا گیا ہے۔“

یہودیوں اور عیسائیوں کو نکال دو:

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

[۱۳۲۴] « أَوْصَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثٍ: أَخْرِجُوا الْمُشْرِكِينَ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ وَاجْزُوا الْوَقْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ أُجِيزُهُمْ ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَنَسِيتُ الثَّالِثَةَ » ۲۳

”رسول اللہ ﷺ نے وفات کے وقت تین خاص وصیتیں فرمائیں:

۱ تمام مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو۔

۲ ہر طرح کے وفود کی عزت و تکریم کرو جس طرح میں کیا کرتا ہوں۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں تیسری نصیحت کو بھول گیا ہوں۔“

امام مسلم رحمہ اللہ کی تصریح کے مطابق تیسری نصیحت یہ تھی:

[۱۳۲۵] « لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ يُحَدِّرُ مِنْهُلَ مَا صَنَعُوا » ۲۴

”یہود و نصاریٰ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اس بناء پر کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو

سجدہ گاہ بنا لیا تھا۔“ یہ بات فرما کر گویا رسول اللہ ﷺ یہود و نصاریٰ کے برے افعال سے

ڈرا رہے تھے۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

[۱۳۲۶] « لَا تُخْرِجَنَّ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ حَتَّى لَا أَدَعَ مِنْهَا إِلَّا

مُسْلِمًا » ۲۵

۲۲ تخریج کے لیے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۹۸

۲۳ تخریج کے لیے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۱۵۸

۲۴ صحیح مسلم = کتاب المساجد علی القبور وَاِتِّخَاذُ الصُّوَرِ فِيهَا وَالنَّهْيُ عَنْ اِتِّخَاذِ الْقُبُورِ الْمَسَاجِدَ، الحديث: ۵۳۱

۲۵ تخریج کے لیے دیکھئے الرِّقْمُ المسلسل: ۱۵۹

”میں (زندہ رہا تو ان شاء اللہ) یہود و نصاریٰ کو جزیرۃ العرب سے نکال دوں گا۔ حتیٰ کہ اس میں سوائے مسلمان کے کسی کو باقی نہیں چھوڑوں گا۔“

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ایک روایت میں الفاظ یوں ہیں:

[۱۳۲۷] «إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا ظَهَرَ عَلَى خَيْبَرَ أَرَادَ إِخْرَاجَ الْيَهُودِ مِنْهَا وَكَانَتْ الْأَرْضُ حِينَ ظَهَرَ عَلَيْهَا لِلَّهِ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُولِهِ وَلِلْمُسْلِمِينَ۔ فَأَرَادَ إِخْرَاجَ الْيَهُودِ مِنْهَا۔ فَسَأَلَتِ الْيَهُودُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُقَرِّهُمُ بِهَا عَلَى أَنْ يَكْفُوا عَمَلَهَا وَ لَهُمْ نِصْفُ الثَّمَرِ۔ فَقَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ «نُقَرِّكُمْ بِهَا عَلَى ذَلِكَ مَا شِئْنَا» فَقَرُّوا بِهَا حَتَّى أَحْلَاهُمْ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِلَى تَيْمَاءَ وَ أَرِيحَاءَ» ۲۶

”جب رسول اللہ ﷺ سرزمین خیبر پر غالب و فتح یاب ہوئے۔ تو آپ ﷺ نے یہود کو جلا وطن کرنے کا ارادہ فرمایا تھا۔ کیونکہ خیبر کی مفتوحہ زمین پر اللہ تعالیٰ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کا حق تھا۔ لہذا رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں کو جزیرۃ عرب سے نکالنے کا ارادہ فرمایا۔ تو خیبر کے یہودیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ انہیں خیبر کی زمین پر بحال رکھا جائے۔ اس شرط پر کہ وہ اس میں کھیتی باڑی کے ذمہ دار ہونگے اور مسلمانوں کو پیداوار کا نصف حصہ دیا جائے گا۔ نبی اکرم ﷺ نے درخواست منظور کرتے ہوئے فرمایا تھا: ”ہم تمہیں اس زمین میں جب تک چاہیں گے بحال رکھیں گے۔ چنانچہ وہ وہاں بحال رہے۔ حتیٰ کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں ان کو ”تیماء“ اور ”اریحاء“ (نامی شام کی دو بستیوں) کی طرف جلا وطن کر دیا۔“

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا:

- ① یہود و نصاریٰ سمیت تمام مشرکین کا حدود حرم میں داخلہ سخت منع ہے۔ ان کے پلید جسموں سے حرم الہی کو پاک صاف رکھنے کی تاکید ہدایت کے بعد مرکز اسلام جزیرۃ العرب کو بھی مشرکین بالخصوص یہود و نصاریٰ سے ان کی اجتماعی عیاریوں اور دسیسہ

۲۶۔ صحیح مسلم = کتاب المساقاة والمزارعة: باب المساقاة والمعاملة بجزءٍ مِنَ الثَّمَرِ وَالزَّرْع، الحديث: ۱۵۵۱ + صحیح

البخاری = کتاب الجزية: باب إخراج اليهود من جزيرة العرب، الحديث: ۲۹۹۶ = اس حدیث کو امام احمد، امام نسائی، امام

ترمذی، اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہم نے بھی اپنی اپنی کتب احادیث میں روایت کیا ہے۔

کاریوں کی بناء پر پاک کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ وہ یہود و نصاریٰ ذمی ہوں یا غیر ذمی۔ چنانچہ تمام علماء اسلام کے بقول جلا وطن کرنے کا یہ حکم تمام مشرکین اور پورے جزیرہ عرب کے لیے عام ہے اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے: ”مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو۔“

نیز آپ ﷺ کا یہ بھی فرمان ہے: ”حتیٰ کہ میں یہاں (جزیرہ عرب میں) مسلمان کے علاوہ کسی کو نہیں رہنے دوں گا۔“

”اہل مدینہ، امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کا یہی موقف ہے جزیرہ عرب میں بالاتفاق مکہ، مدینہ، یمامہ اور تمام حجاز شامل ہے۔ یمن اگرچہ مطلق طور پر جزیرہ عرب میں شامل ہے تاہم جزیرہ نما حجاز میں شامل نہیں۔ نہ حدیث میں مراد ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل اور علماء کا اجماع اسی بات پر ہے۔“ ۷۷

② محمد بن اسماعیل یمنی اور امام شوکانی رقمطراز ہیں۔ احادیث مذکورہ بالا مشرکین کو یمن سمیت تمام جزیرہ عرب سے نکالنے اور جلا وطن کرنے پر واضح دلالت کرتی ہیں۔ نہ اس میں تاویل کی گنجائش ہے نہ عام کو خاص کرنے کی۔ لہذا جب یمن کا جزیرہ عرب میں داخل ہونا مسلم ہے تو محض بعض صحابہ کے عمل یا خاموش اجماع کی بناء پر شرعی نصوص میں تاویل اور تخصیص کی گنجائش نہیں۔ جبکہ نکالنے اور جلا وطن کرنے کے احکام وفات کے وقت کے آخری اور قطعی ہیں۔ ۷۸

③ فتح خیبر کے موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہم جب تک چاہیں گے تمہیں یہاں رہنے دیں گے یہود خیبر کے ساتھ صلح کے معاہدہ کی شق یہ ظاہر کرتی ہے کہ ان کی خیبر کی زمین میں بحالی اور رہائش کا عہد عارضی مدت کے لیے تھا نہ کہ مستقل۔ لہذا نکالنے اور جلا وطن کرنے کے احکام میں عہد کی خلاف ورزی کا ادنیٰ شائبہ بھی موجود نہیں۔ اسی شق کی بناء پر عہد فاروقی میں یہود و نصاریٰ کے نکالنے کے احکام پر تمام صحابہ کے اتفاق رائے پر عمل درآمد کیا گیا۔ جبکہ عہد صدیقی میں مرتد لوگوں سے جنگ میں مشغول ہونے

۷۷ شرح النووی: ۱۵۰/۲ + مختصر سنن أبی داؤد للمنذری: ۴/۲۷۰۲۴۶ + المنتقى مع الموطأ: ۷/۱۹۵ + نیل

الأوطار: ۸/۶۸ + سُبُلُ السَّلَام: ۴/۱۲۱ + فتح الباری: ۶/۵۱۱

۷۸ ملاحظہ ہو سُبُلُ السَّلَام: ۴/۱۲۲، ۱۲۳ + نیل الأوطار: ۸/۶۸

کی وجہ سے اور فتنوں کے سراٹھانے کی وجہ سے موقع میسر نہ آ سکا۔ ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں، جسے امام بخاری رحمہ اللہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے قول کے طور پر نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے طور پر بیان کیا ہے:

[۱۳۲۸] «أُفِرُّكُمْ مَا أَقَرَّكُمْ اللَّهُ بِهِ» ۶۹

”اس وقت تک تمہیں یہاں (جزیرہ عرب میں) رہنے دوں گا جب تک اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہاں ٹھہرائے رکھا۔“

④ معاہدہ خیبر کی مذکورہ بالا شق کی یہود کو یاد دہانی بھی کرائی گئی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ بذات خود خیبر کے یہودیوں کے پاس تشریف لے گئے۔ اور بیت المدراس میں ان کو وعظ و نصیحت کرتے ہوئے مخاطب فرمایا:

[۱۳۲۹] «أَسْلِمُوا تَسْلَمُوا وَاعْلَمُوا أَنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ وَانِّي أُرِيدُ أَنْ أَجْلِبَكُمْ مِنْ هَذِهِ الْأَرْضِ فَمَنْ يَجِدْ مِنْكُمْ بِمَالِهِ شَيْئًا فَلْيَبِعْهُ وَإِلَّا فَاعْلَمُوا أَنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ» ۷۰

”اسلام قبول کرلو تو (مکمل) سلامتی پا لو گے۔ علاوہ ازیں جان لو کہ زمین اللہ اور اس کے رسول کی ملکیت ہے۔ میں تمہیں اس سر زمین سے جلا وطن کرنا چاہتا ہوں۔ لہذا جو شخص اپنے مال کے بدلے کوئی معاوضہ پاتا ہو وہ اسے فروخت کر سکتا ہے۔ ورنہ زمین اللہ اور اس کے رسول کی ہے۔“ (یعنی تمہارا قیام اور بحالی عارضی ہے مستقل نہیں)

⑤ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

[۱۳۳۰] «لَا يَجْتَمِعُ دِينَانِ فِي جَزِيرَةِ الْعَرَبِ» ۷۱

”جزیرہ العرب میں دو (۲) دین جمع نہیں ہونگے۔“

امام مالک رحمہ اللہ موطا میں مذکورہ احادیث سے دلیل پکڑتے ہوئے عرب کے تمام جزیروں

۶۹ صحیح البخاری = کتاب الجزية: باب إخراج اليهود من جزيرة العرب (فی ترجمة الباب) و کتاب المزارعة: باب إن قال رب الأرض: أفرقك ما أقرَّك الله..... الحديث: ۲۲۱۳ + فتح الباری: ۷/۸۰

۷۰ صحیح البخاری = کتاب الجزية: باب إخراج اليهود من جزيرة العرب، الحديث: ۲۹۹۶

۷۱ الموطأ للإمام مالک = کتاب الجامع: باب ما جاء في إجلاء اليهود من المدينة + سنن أبي داود = کتاب الخراج والإمارة والفیء: باب في إخراج اليهود من جزيرة العرب + سنن الترمذی = أبواب الزكاة: باب ما جاء ليس على المسلمين

حذرة: اس روایت کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے ضعیف کہا ہے۔ دیکھئے ضعیف اس دائرہ: ۶۵۵ + ضعیف الترمذی: ۹۳

سے تمام مشرکین کو نکالنا ضروری قرار دیتے ہیں اور خلفاء راشدین کے برتاؤ کو حدیث کے مفہوم کے تعین میں بطور مثال پیش کرتے ہیں۔ ۷۲ شرعی نصوص اور فکر و نظر کے لحاظ سے مالکیوں کا موقف زیادہ واضح اور زیادہ مضبوط ہے۔ ۷۳

- ② دین اسلام کے مرکز و محور اور اسلامی ریاست کے مضبوط قلعہ جزیرۃ العرب سے تمام غیر مسلموں بالخصوص یہود و نصاریٰ کے اخراج کے اہم ترین مقاصد درج ذیل ہیں:
- ① اسلامی معاشرے کی مرکزیت اور اجتماعیت کا قیام۔
- ② دین حق کے امتیازی تشخیص کا اظہار۔
- ③ غلبہ حق کے لیے اسلامی قوت کی ایک جگہ دستیابی اور فراہمی۔
- ④ اقوام عالم پر دینی ریاست کے فوائد و ثمرات کا اظہار۔
- ⑤ غیر مسلموں کی عیاریوں اور دیسیہ کاریوں سے امت مسلمہ کا تحفظ۔

اسی بناء پر خیبر کے یہودیوں کے ساتھ طے شدہ شرائط کے عین مطابق ان کو جلا وطن کرنا عدل و انصاف کے عین مطابق تھا۔ چنانچہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے خیبر کے یہودیوں کو نکالنے اور جلا وطن کرنے کا فیصلہ فرمایا۔ جس کی وضاحت صحیح بخاری میں سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے یوں مروی ہے:

[۱۳۳۱] ”جب اہل خیبر نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (روایت بیان کرنے والے صحابی) کے ہاتھ پاؤں مار مار کر توڑ ڈالے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس معاملے کی وضاحت بیان کی اور یوں خطبہ ارشاد فرمایا:

«إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَلَ يَهُودَ خَيْبَرَ عَلَى أَمْوَالِهِمْ وَقَالَ: «نُقِرُّكُمْ مَا أَقَرُّكُمْ اللَّهُ»- وَإِنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ خَرَجَ إِلَى مَالِهِ هُنَاكَ فَعُدِيَ عَلَيْهِ مِنَ اللَّيْلِ- فَفَدَعَتْ يَدَاهُ وَرِجْلَاهُ وَ لَيْسَ لَنَا هُنَاكَ عَدُوٌّ غَيْرُهُمْ - هُمْ عَدُوْنَا وَ تَهَمَّتْنَا

وَقَدْ رَأَيْتُ إِجْلَاءَهُمْ - فَلَمَّا أَجْمَعَ عُمَرُ عَلَى ذَلِكَ آتَاهُ أَحَدُ بَنِي أَبِي الْحَقِيقِ - فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! أَتُخْرِجُنَا وَ قَدْ أَقْرَنَا مُحَمَّدًا (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) وَ عَامَلْنَا عَلَى الْأَمْوَالِ وَ شَرَطَ ذَلِكَ لَنَا - فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَظَنَنْتَ إِنِّي نَسِيتُ قَوْلَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «كَيْفَ بِكَ إِذَا أُخْرِجْتَ مِنْ خَيْبَرَ تَعْدُو بِكَ قُلُوصَكَ لَيْلَةً بَعْدَ لَيْلَةٍ» فَقَالَ: كَانَ ذَلِكَ هُزَيْلَةً مِنْ أَبِي الْقَاسِمِ فَقَالَ كَذَبْتَ يَا عَدُوَّ اللَّهِ - فَاجْلَاهُمْ عُمَرُ فَأَعْطَاهُمْ قِيَمَةَ مَا كَانَ لَهُمْ مِنَ الثَّمَرِ مَالًا وَ إِبِلًا وَ عُرُوضًا مِنْ أَقْتَابٍ وَ حِبَالٍ وَ غَيْرِ ذَلِكَ « ۴

”بلاشبہ رسول اکرم ﷺ نے خیبر کے یہودیوں سے ان کی جائیداد کا معاملہ کیا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا۔ جب تک اللہ تعالیٰ تمہیں یہاں ٹھہرانا چاہے گا ہم بھی ٹھہرائیں گے۔ (اب تازہ ترین صورت حال یہ پیدا ہوئی ہے کہ) عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے اموال کے سلسلہ میں ان یہودیوں کے ہاں گئے تھے۔ تورات کے وقت ان کے ساتھ مار پیٹ کا معاملہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ انکے ہاتھ پاؤں توڑ ڈالے گئے۔ سرزمین خیبر میں یہودیوں کے سوا ہمارا کوئی دشمن نہیں۔ نہ ہی ہمیں کسی اور پر شبہ ہے۔ اسی بناء پر میں نے یہودیوں کو جلا وطن کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ تو ابی حقیق (ایک یہودی سردار) کے بیٹوں میں سے ایک بیٹا آیا اور کہنے لگا: ”امیر المؤمنین! آپ ہمیں سرزمین خیبر سے جلا وطن کر رہے ہیں۔ جبکہ تمہارے نبی محمد ﷺ نے ہمیں یہاں ٹھہرایا تھا۔ ہمارے ساتھ جائیداد کا معاملہ کیا تھا اور اس بات پر ہم سے خیبر میں رہائش رکھنے کی شرط بھی لگائی تھی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”تیرا کیا خیال ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی یہ بات بھول چکا ہوں۔ جو انہوں نے آپ کے بارے میں ارشاد فرمائی تھی۔ آپ نے فرمایا تھا: ”تیرا کیا حال ہوگا جب تو خیبر سے نکالا جائے گا۔ تیری موٹی اور جوان اونٹنی تجھے لیے دوڑ رہی ہوگی۔“ وہ کہنے لگا یہ بات تو ابو القاسم نے بطور مزاح (خوش طبعی) کے ارشاد فرمائی تھی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے

۴ صحیح البخاری = کتاب الشروط: باب إذا اشتراط فی المزارعة " إِذَا شُعْتُ أَخْرَجْتُكَ " الحدیث: ۲۵۸۰ + المؤطا

پچاس سے زائد اسلامی ممالک کے لیے لمحہ فکریہ:

مذکورہ اسلامی ممالک بظاہر آزاد لیکن درحقیقت یہود و نصاریٰ کی ذہنی اور فکری غلامی میں مبتلا ہیں۔ بلکہ سیاسی اور اقتصادی طور پر اہل کتاب کے پنجہٴ استبداد میں جکڑے ہوئے ہیں ان مسلم حکمرانوں کے اسلاف، اقوام عالم کے تاجدار اور اقوام عالم سے ٹیکس وصول کرنے والے تھے۔ اور یہ رہے ان کے جانشین جو یہود و نصاریٰ کے تابعدار اور جزیہ گزار ہیں۔ تمام اقوام پر غلبہ اور بلندی کے حقدار اور نقیب آج دنیا میں ذلت و رسوائی کے علمبردار ہیں۔ خلافت اسلامیہ اور زمین کی حکومت کے حقدار چشم عالم کے سامنے ذلت و رسوائی کے امین بن چکے ہیں۔ یہ سب کیوں ہوا؟ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[١٣٣٢] ﴿فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا﴾ [الفاطر=٣٥:٦٢]

”اللہ تعالیٰ کا نظام و قانون تبدیل نہیں ہوا کرتا۔“

اللہ تعالیٰ کا قانون ہے:

[١٣٣٣] ﴿إِلَّا تَنْفَرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ.....﴾

[التَّوْبَةُ = ٩: ٣٩]

”اگر تم جہاد کے لیے نہ نکلتے تو اللہ تعالیٰ تم کو دردناک عذاب دے گا اور تمہاری جگہ کسی

اور قوم کو قیادت سونپ دے گا.....۔“

چنانچہ ذلت و رسوائی عذاب الہی ہے اور اس کا حقیقی سبب اور اصلی وجہ جہاد کو چھوڑ دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی آواز پر لبیک نہ کہنا ہے۔ یہ دنیا زوال پذیر اور فانی ہے۔ موت اور اس کے بعد قبروں سے اٹھنا اور میدان حشر میں جمع ہونا اور حساب و کتاب یقینی ہے۔ احکم الحاکمین کی بے نیازی اور منصف عدالت کے روبرو پیشی سے کوئی بھاگ نہیں سکتا۔ لہذا ہر شخص خصوصاً لاکھوں انسانوں کے ساتھ و سفید کے مالک حکمرانوں اور امیروں کو اس سب سے بڑی عدالت

کے روبرو حاضری اور اپنی کوتاہیوں کی جوابدہی پر ٹھنڈے دل سے غور و فکر کر لینا چاہئے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

[۱۳۳۴] ﴿ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ﴾ [التَّكْوِيْنُ: ۱۰۲]

”پھر تم سے اس روز نعمتوں کے بارے سوال ہوگا۔“

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

[۱۳۳۵] «كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ» ۷۵

”تم میں سے ہر کوئی ذمہ دار ہے اور ہر کسی سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔“



اموال غنیمت

۱۔ اَلْغَنِيْمَةُ کی لغوی تشریح:

لفظ ”الغنیمۃ“ واحد ہے اور اس کی جمع ”المغانم“ ہے۔ معنی دونوں کا ایک ہے یعنی وہ چیز جسے انسان جدوجہد اور کوشش سے حاصل کرتا ہے۔ غَنِمَ يَغْنَمُ غَنِيْمَةً وَ غَنَمًا بِاب سَمِعَ يَسْمَعُ سَمَاعَةً وَ سَمَعًا کے وزن پر ہے۔ ایک شاعر نے کہا ہے:

وَ قَدْ طَوَّفْتُ فِي الْأَفَاقِ حَتَّى
رَضِيتُ مِنْ اَلْغَنِيْمَةِ بِالْإِيَابِ

” (حصول مقصد کے لیے) میں پوری دنیا میں گردش کرتا رہا ہوں۔ حتیٰ کہ میں نے صحیح و سالم واپس لوٹ آنے کو ہی غنیمت سمجھ لیا ہے۔“

اَلْغَنِيْمَةُ کی شرعی تعریف:

”اَلْغَنِيْمَةُ هِيَ مَالُ الْكُفَّارِ إِذَا ظَفَرَ بِهِ الْمُسْلِمُونَ عَلَى وَجْهِ الْعَلَبَةِ وَالْفَهْرِ“
”یعنی کفار کا وہ مال ”مال غنیمت“ جسے مسلمان غلبہ و قہر کے ساتھ جہاد کے ذریعے حاصل کریں۔“
اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۳۳۶] ﴿وَأَعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ.....﴾ [الأنفال=۸: ۴۱]

”اور جان لو کہ تم جس قسم کی جو غنیمت حاصل کرو اس میں سے پانچواں حصہ تو اللہ کا ہے اور رسول ﷺ کے لیے ہے.....“

۲۔ اَلْفَيْءُ کی لغوی تشریح:

فَاءٌ يَفِيءُ (رَجَعَ يَرْجِعُ) کے معنی میں ہے۔ الْفَيْءُ وَالْفَيْئَةُ ”الرُّجُوعُ إِلَى حَالَةٍ مَحْمُودَةٍ“ کے معنی میں ہے۔ یعنی بہتر اور اچھی حالت کی طرف لوٹنا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

[۱۳۳۷] ﴿حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ.....﴾ [الحجرات=۹: ۴۹]

” (باغی جماعت سے اس وقت تک قتال کرو) یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔“

وَفَاءَ الظِّلِّ کا معنی ہے: ”اور سایہ لوٹ آیا۔“

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۳۳۸] ﴿أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى مَا خَلَقَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ يَتَفَيَّؤُا ظِلَالُهُ﴾ [النحل=۴۸:۱۶]

”کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی کو بھی نہیں دیکھا کہ اس کے سائے جھکتے رہتے ہیں۔“

الفئۃ کا ایک معنی: ”الجماعۃ المتطاہرۃ“ بھی ہے۔ یعنی باہم متحد اور مضبوط جماعت۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

[۱۳۳۹] ﴿كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ﴾ [البقرة=۲:۲۴۹]

”کتنی ہی چھوٹی چھوٹی جماعتیں بڑی بری جماعتوں پر اللہ کے حکم سے غالب آ گئیں۔“

الفیء کی شرعی تعریف:

”الْفَيْءُ هُوَ كُلُّ مَالٍ دَخَلَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ مِنْ غَيْرِ حَرْبٍ وَلَا إِجَافٍ كَخَرَاجِ الْأَرْضِيِّينَ وَالْجَزْيَةِ وَخُمْسِ الْغَنَائِمِ“

”یعنی وہ اموال جو مسلمانوں کو کفار سے بغیر جنگ کرنے اور سواریاں دوڑانے کی مشقت کے حاصل ہوں۔ وہ مال ”اموال فی“ ہیں۔ مثلاً زمینوں کے خراج۔ جزیہ اور اموال غنیمت کا خمس۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۳۴۰] ﴿وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا

رِكَابٍ.....﴾ [الحشر=۷۰:۵۹]

”اور ان کا جو مال اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے ہاتھ لگایا ہے جس پر نہ تم نے اپنے گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ.....“

۳۔ النفل کی لغوی تشریح:

لفظ ”النفل“ واحد ہے اس کی جمع ”الأنفال“ ہے۔ هُوَ الْغَنِيمَةُ بِعَيْنِهَا۔ النفل بِعَيْنِهِ۔ غنیمت کے معنی میں ہے۔ لیکن مختلف اعتبار سے اس کے کئی معانی ہیں۔ چنانچہ ”مظفور بہ“ یعنی

کامیابی کے ساتھ واپس لوٹنے کے اعتبار سے اس کو مال غنیمت کہا جاتا ہے۔ لیکن ضروری تو نہیں کہ جنگ میں مال غنیمت ضرور حاصل ہو۔ نہ ہی مال غنیمت مومن اور مجاہد کا مقصود و مطلوب اور مطمح نظر ہوتا ہے۔ لہذا اس اعتبار سے عطیہ الہی ہے اور عطیہ الہی ہونے کے لحاظ سے نفل کہلاتا ہے۔^۱

بعض نے غنیمت کو عام معنی میں اور نفل کو خاص معنی میں لیا ہے۔ یعنی واجبی حصہ سے زائد چیز کو نفل قرار دیا ہے۔ چنانچہ النفل کا معنی ہوگا: ”الزِّيَادَةُ عَلَى الْوَاجِبِ وَهُوَ التَّطَوُّعُ“ یعنی ”واجب چیز سے زائد چیز“ کو تطوع یعنی نفل عبادت بھی کہتے ہیں۔“ اولاد بھی نفل کہلاتی ہے۔ کیونکہ وہ بھی نسل میں زیادتی اور اضافہ ہے۔ اسی طرح مال غنیمت ”نافلہ“ ہے کیونکہ وہ خاص امت محمدیہ کے لیے اضافی عطیہ کے طور پر حلال کی گئی ہے۔ جبکہ پہلی امتوں پر حرام تھی۔ جیسا کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

[۱۳۴۱] « وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي »^۲

”میرے لیے مال غنیمت کو حلال کیا گیا ہے جبکہ یہ مجھ سے پہلے کسی پر حلال نہ تھا۔“

النفل کی شرعی تعریف:

شرعی اصطلاح میں نفل کے دو معانی مستعمل ہیں:

غنیمت = جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۳۴۲] ﴿ وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ ﴾ [الأنفال=۸:۱]

”آپ سے غنائم کے بارے میں سوال کرتے ہیں.....“

۲ ﴿ أَسْهَمُ الْزَّائِدُ عَلَى الْمُسْتَحَقِّ مِنَ الْإِمَامِ لِأَحَدٍ مِنَ الْمُقَاتِلِينَ »^۳

”امیر کی طرف سے کسی ایک یا زیادہ لڑنے والوں کے لیے واجبی حصہ سے کچھ زائد

حصہ دینا۔“

جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

۱ القرطبی: ۸/۳ + المفردات فی غریب القرآن: ۳۹۷، ۳۷۲ + کتاب الأموال لأبی عُبَیْد: ۷ + بدایة المجتہد: ۱/۶۷

+ القاموس: ۴/۱۵۹

۲ صحیح البخاری = کتاب التَّيَمُّم (فی أوَّلِهِ)، الحدیث: ۳۲۸ + صحیح مسلم = کتاب المساجد ومواضع الصَّلوة (فی

أوَّلِهِ)، الحدیث: ۵۲۱

[۱۳۴۳] «مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا لَهُ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ فَلَهُ سَلْبُهُ» ۴

”جس نے کسی مقتول کو قتل کیا اور اس قاتل کے پاس اس بات کی دلیل موجود ہو تو اس (کافر) مقتول کا چھینا ہوا سامان اسی قتل کرنے والے کے لیے ہوگا۔“

جنس کے اعتبار سے مال غنیمت کی اقسام:

کفار اور مشرکین سے حاصل ہونے والے اموال کی جنس کے لحاظ سے مندرجہ ذیل تین قسمیں ہیں:

۱ جنس قیدی: بشرطیکہ باقاعدہ غلام بنانے کے معروف اور مجاز طریقہ سے انہیں لونڈیاں اور غلام بنایا جائے۔ امام باقی تینوں اختیارات (i) قتل (ii) احسان کے طور پر آزادی (iii) جانی یا مالی فدیہ لے کر آزادی [استعمال نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۳۴۴] ﴿فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا﴾ [الأنفال: ۸=۶۹]

”جو اللہ تعالیٰ نے تم کو مال غنیمت دیا ہے اس کو کھاؤ کہ وہ تمہارے لیے حلال ہے اور طیب ہے۔“

[۱۳۴۵] ﴿فَإِمَّا مَنَّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً.....﴾ [محمّد=۴۷:۴]

”جب تم میدان جنگ میں گردنیں اڑا چکو دشمنوں کی اور ان کا خوب خون بہا چکو تو ان کو مضبوطی سے قید کرلو۔ اس کے بعد یا تو ان کو احسان کے طور پر آزاد کر دو یا فدیہ لے کر آزاد کر دو۔“

نیز غزوہ بنی مصطلق والی حدیث بھی اس بارے میں دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی مصطلق کی عورتوں کو قید کر لیا۔ جنہیں بعد میں لونڈیاں بنا لیا گی۔ مگر سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عقد مبارک کی وجہ سے سب آزاد ہو گئیں۔ ۵

۲ اموال منقولہ: جنہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً مویشی اور غلہ جات وغیرہ۔

۳ اموال غیر منقولہ: جنہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں کیا جاسکتا۔ مثلاً اراضی وغیرہ۔ ۶

۴ القرطبی: ۷/۲۳۰ + المفردات للأصفہانی: ۵۲۲، ۵۲۳ + کتاب الأموال لأبی عُبَیْد: ۳۱۴-۳۱۶ + العدة شرح العدة: ۴/۶۰

۵ تخریج کے لیے ملاحظہ ہو الرقم المسلسل: ۱۱۷۵

۶ کتاب الأموال لأبی عُبَیْد: ۷/۱۶۰، ۱۷۰

نوعیت کے اعتبار سے مال غنیمت کی اقسام:

- امت کے لیے عام حلال ہونے کے اعتبار سے مذکورہ اموال کی درج ذیل پانچ اقسام ہیں:
- ۱ مال غنیمت ۲ مال فی ۳ نفل
 - ۴ جزیہ ۵ خراج یعنی مفتوحہ اراضی پر عائد کردہ مالی محصول۔ ۶

نبی اکرم ﷺ کے مخصوص حق کے اعتبار سے مال غنیمت کی اقسام:

کفار سے حاصل شدہ اموال میں نبی ﷺ کے لیے بطور خاص حق رکھا گیا ہے۔ اس اعتبار سے مذکورہ اموال کی تین اقسام ہیں:

- (۱) **مال فی:** جو بلا غلبہ اور بغیر جنگ کے حاصل ہو۔ یہ اموال دراصل اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا حق ہے۔ اس بناء پر مال فی کو عام مال اور خاص مال دونوں میں شامل کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۳۴۶] ﴿ مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِلَّهِ وَ لِلرَّسُولِ وَلِذِي

الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ ﴾ [الحشر=۵۹:۷]

”اللہ تعالیٰ نے جو مال فی عطا کیا اپنے رسول ﷺ کو بستیوں والوں سے، پس وہ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہیں.....“ مثلاً باغ فدک اور اموال بنی نضیر ”اموال فی“ ہیں۔^۵

- (۲) **الصَّفَى:** جو مال رسول اللہ ﷺ تقسیم سے قبل بطور استحقاق کے اپنی ذات کے لیے منتخب فرماتے اسے ”مال صفی“ کہا جاتا ہے۔^۶

- (۳) **الخُمْس:** یعنی اموال غنیمت کا پانچواں حصہ جس کا مصرف بعینہ مال فی کا مصرف ہے۔ تاہم خمس الخمس (پانچویں حصہ کا پانچواں حصہ) یعنی کل مال غنیمت کا پچیسواں حصہ (۱/۲۵) رسول اللہ ﷺ کا مخصوص حق تھا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

۵ کتاب الأموال لأبی عُبَید: ۱۷۰، ۱۶

۶ کتاب الأموال: ۷

۷ کتاب الأموال: ۷ + بدایۃ المجتہد: ۱/۴۵۴ + القوطیہ: ۸/۱۱ + المنتقى: ۲/۷۸۷

[۱۳۴۷] ﴿وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي

الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ﴾ [الأنفال: ۸=۱۰]

”اور جان لو سوائے اس کے نہیں جو چیز بھی تم نے مال غنیمت کے طور پر حاصل کی ہے اس کا پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ، رسول اللہ ﷺ کے قریبی رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا حق ہے.....“ ۱

مال غنیمت کے پانچویں حصے کو رسول اللہ ﷺ اپنے قرابت داروں سمیت، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں میں تقسیم کرتے۔ موجودہ امیر المؤمنین مذکورہ بالا دیگر مصارف سمیت پانچویں حصہ کا حق دار ہوگا۔ تاہم مال فیء صرف رسول اللہ ﷺ کے لیے مخصوص تھا۔ ابو ثور کے علاوہ تمام علماء کا یہی موقف ہے۔ لہذا اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ ۲ امام شوکانی نے اجماع کی مخالفت کی ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ مال صفیٰ بھی امیر المؤمنین کو ملے گا۔ ۳ لیکن اجماع والا موقف زیادہ قوی، زیادہ مستحکم اور سلامتی پر مبنی ہے۔

مال غنیمت کے حلال اور جائز ہونے کے دلائل:

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے خصوصی انعام و اکرام کے طور پر بطور خاص امت محمدیہ کے لیے مال غنیمت کو حلال فرمایا ہے۔ جبکہ پہلی امتوں میں سے کسی کے لیے یہ حلال نہ تھا۔ اسی لیے مال غنیمت کے حلال ہونے کو بہترین امت کی امتیازی خصوصیتوں اور خوبیوں میں شمار کیا گیا ہے۔ چنانچہ مال غنیمت کے حلال اور جائز ہونے کی بنیاد درج ذیل آیت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۳۴۸] ﴿فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝﴾

[الأنفال: ۸=۶۹]

”پس جو کچھ تم نے مال غنیمت میں سے حاصل کیا ہے اسے بطور حلال اور طیب کے کھاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو یقیناً اللہ تعالیٰ بہت بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔“ ۴

امت محمد ﷺ کے لیے مال غنیمت کے حلال اور طیب ہونے کی وضاحت مندرجہ ذیل

۱۔ کتاب الأموال لأبي عبيد: ۱۳، ۱۴۰۱ + بداية المجتهد: ۱/۴۵۲-۴۵۴ + القرطبي: ۸/۸-۱۰

۲۔ القرطبي: ۸/۱۱ + بداية المجتهد: ۱/۴۵۴

۳۔ الروضة الندية شرح الدرر البهية: ۲/۳۴۳

۴۔ القرطبي: ۸/۳۴، ۳۳ + ابن کثیر / تفسیر سورة الأنفال: ۸=۶۹

احادیث صحیحہ میں بھی موجود ہے۔ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۱۳۴۹] « أُعْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ قَبْلِي: نُصْرَتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ ، وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا فَأَيُّمَا رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِي أَدْرَكْتُهُ الصَّلَاةَ فَلْيُصَلِّ ، وَ أَحَلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَلَمْ تَحَلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي ، وَأُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ ، وَ كَانَ النَّبِيُّ يَبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَ يُعْثُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً » ۱۴

”مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے قبل کسی نبی اور رسول کو نہیں دی گئیں۔
① ایک ماہ کی مسافت پر (موجود میرے دشمن پر) میرا رعب و دبدبہ طاری کر کے میری مدد فرمائی گئی ہے۔
② تمام روئے زمین کو میرے لیے نماز پڑھنے کی جگہ اور تیمم کی صورت میں پاک کر دینے والی بنایا گیا ہے۔ میری امت کا کوئی شخص جہاں بھی نماز کا وقت پالے وہ نماز پڑھ لے۔
③ میرے لیے اموال غنیمت حلال کئے گئے ہیں جبکہ مجھ سے پہلے کسی پر حلال نہ تھے۔
④ مجھے عام سفارش کرنے کا حق بخشا گیا ہے۔
⑤ ہر نبی خاص طور پر اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا مگر مجھے ساری انسانیت کے لیے نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں چھ خصوصیات کا تذکرہ ہے جن میں سے اوپر ذکر کردہ عام سفارش کے علاوہ باقی چار تو وہی ہیں مزید دو درج ذیل ہیں:

[۱۳۵۰] « أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَ خُتِمَ بِيَ النَّبِيُّونَ » ۱۵

”مجھے (مختصر مگر) جامع کلمات پر قدرت عطا کی گئی ہے۔ (۷) تمام انبیاء کا سلسلہ میرے وجود کے ساتھ ختم کر دیا گیا ہے۔“ (لہذا میں خاتم النبیین ہوں)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں یہ خصوصیت بھی منقول ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۱۳۵۱] « وَ بَيْنَمَا أَنَا نَائِمٌ أُوتِيْتُ بِمَفَاتِيحِ خَزَائِنِ الْأَرْضِ فَوُضِعَتْ بَيْنَ يَدَيَّ » قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : ” فَذَهَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ أَنْتُمْ تَنْتَشِلُونَهَا » ۱۶

۱۴ تخریج کے لیے ملاحظہ ہو الرِّقْمُ المسلسل: ۱۳۴۱

۱۵ تخریج کے لیے ملاحظہ ہو الرِّقْمُ المسلسل: ۶۹۱

۱۶ صحیح مسلم = کتاب المساجد و مواضع الصَّلَاة (فی أوَّلہ)، الحدیث: ۵۲۳

”(۸) میں ایک دفعہ حالت خواب میں تھا کہ زمین کے تمام خزانوں کی چابیاں مجھے عطا کردی گئیں اور وہ میرے دونوں ہاتھوں پر رکھ دی گئیں۔ حدیث کے راوی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں چنانچہ رسول اللہ ﷺ دنیا سے رحلت فرما چکے ہیں مگر تم زمین کے خزانوں کو مسلسل نکال رہے ہو۔“ (یعنی یہ بشارت رسول اللہ ﷺ کا زندہ و جاوید معجزہ ہے) سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ایک درج ذیل خصوصیت بھی مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۱۳۵۲] « جُعِلَتْ صُفُوفُنَا كَصُفُوفِ الْمَلَائِكَةِ » ۱۷

”(۹) ہماری صفیں (نماز کی حالت میں) فرشتوں کی صفوں کی طرح بنائی گئی ہیں۔“

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں مندرجہ ذیل خصوصیت بھی مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۱۳۵۳] « وَخَوَاتِيمُ سُورَةِ الْبَقَرَةِ » ۱۸

”(۱۰) اور مجھے سورہ بقرہ کی آخری دو آیتیں دی گئی ہیں۔“ ۱۹

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا:

① پہلے انبیاء علیہم السلام کی امتوں میں کافروں کے ساتھ جہاد بدستور فریضہ الہی کے طور پر موجود تھا۔ تاہم حاصل شدہ اموال غنیمت ان پر حلال نہ تھے۔ بلکہ وہ فتحیابی پر تمام اموال غنیمت کو جمع کر کے رکھ دیتے اور آسمان سے آنے والی آگ انہیں جلا ڈالتی۔ حتیٰ کہ بددیانتی اور خیانت کی صورت میں آسمانی آگ غنیمت کے قریب نہ جاتی اور لوگوں کے پوشیدہ معاملات طشت از بام ہو جاتے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”نبیوں میں سے ایک نبی کے جہاد میں بالکل یہی صورت حال پیش آئی۔ اس حدیث کے آخر میں رسول اللہ ﷺ مال غنیمت کے امت محمدیہ کے لیے حلال ہونے کی وجہ بھی بتاتے ہیں۔

[۱۳۵۴] « فَلَمْ تَحِلَّ الْغَنَائِمُ لِأَحَدٍ مِنْ قَبْلِنَا - ذَالِكَ بِأَنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى رَأَى

۱۷ صحیح مسلم = کتاب المساجد و مواضع الصلوة (فی أولہ) ، الحدیث: ۵۲۲

۱۸ صحیح مسلم = کتاب الصلوة المسافرين: باب فضل الفاتحة و خواتیم سورة البقرة و الحی علی قراءة الآيتين من

آخر البقرة، الحدیث: ۸۰۶ + صحیح النسائی = کتاب الإفتتاح: باب فضل فاتحة الكتاب ، الحدیث: ۸۷۵

ضَعُفْنَا وَ عَجِزْنَا فَأَحْلَہَا لَنَا ۝

”چنانچہ ہم سے قبل کسی امت کے لیے غنائم کے اموال حلال نہ تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے

ہماری کمزوری اور عاجزی کے پیش نظر ان کو ہمارے لیے حلال (اور طیب) فرما دیا۔“

۲ پہلی امتوں میں قربانیوں کا بھی یہی دستور تھا کہ آسمانی آگ کا جلا دینا ہی ان کی قبولیت کی علامت تصور ہوتی تھی۔ جن کا کھانا پینا اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کے لیے حلال اور طیب فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

[۱۳۵۵] ﴿الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ عٰہِدٌ اِلَیْنَا اَلَّا نُوْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰی یَاْتِیْنَا بِقُرْاٰنٍ

تَاْكُلُهُ النَّارُ ۝.....﴾ [آل عمران=۱۸۳:۳]

”جو لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے عہد لیا ہے کہ ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے

کسی رسول پر جب تک کہ وہ کوئی ایسی قربانی نہ لائے جس کو آگ آ کر کھا جائے.....“

۳ بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ کی مذکورہ روایات کے مطابق رسول اللہ ﷺ کی دوسرے انبیاء کے مقابلہ میں دس امتیازی خصوصیات ہیں۔ جو بالاختصار مندرجہ ذیل ہیں:

۱ جامع کلمات ۲ رعب سے مدد ۳ مال غنیمت کا حلال ہونا ۴ زمین کا پاک ہونا ہے ۵ ساری انسانیت کا رسول ہونا۔ ۶ خاتم النبیین ہونا ۷ عام اور مقبول شفاعت کرنے کی اجازت ۸ زمین کے خزانوں کا عطیہ ۹ فرشتوں کی سی صفیں ۱۰ سورۃ البقرہ کی آخری دو آیات۔

تاہم ان کے علاوہ اور آپ کو بہت سے اوصاف و کمالات کے ساتھ مشرف و ممتاز فرمایا گیا ہے۔ جن کے لیے صحیح بخاری، صحیح مسلم اور جامع ترمذی کے فضائل و مناقب کے ابواب ملاحظہ فرمائے جاسکتے ہیں۔

۴ جامع کلمات میں قرآن مجید اور حدیث نبوی دونوں شامل ہیں جو فصاحت و بلاغت و اعجاز کلام کے نادر جواہر پارے ہیں۔ ۱

۵ (۱) رعب سے مدد (۲) مال غنیمت کی حلت (۳) زمین کے خزانوں کا حصول

(۴) فرشتوں جیسی صفیں۔ چاروں جہادی خصوصیات اور کمالات ہیں۔ جن کے ثمرات و برکات سے تاقیامت پوری امت فیضیاب ہوگی۔ جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

[۱۳۵۶] « فَذَهَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ أَنْتُمْ تَسْتَلُونَهَا » ۲۲

”رسول اللہ ﷺ عالم فانی سے رخصت ہو گئے مگر تم (جہادی سرچشموں سے) زمین کے خزانے مسلسل نکال رہے ہو۔“

⑦ آج جہاد چھوڑنے کی وجہ سے امت مسلمہ عمومی طور پر دشمنان حق سے مرعوب ہے اور ان کے لیے مال غنیمت بن چکی تھی۔ الحمد للہ اس وقت پوری دنیا میں جہادی تنظیمیں متحرک اور فعال ہیں اور امت مجموعی طور پر اپنی عظمت رفتہ کی بازیابی اور دین اسلام کی چوٹی اور عظمت پر قدم رکھنے کے لیے سرگرم و بے تاب ہے۔ الحمد للہ۔ آج ﴿ سَمِعْنَا وَ اطَعْنَا ﴾ کہنے والے سمع و طاعت کے پیکروں اور ﴿ غُفِرَ لَنَا ﴾ کا عاجزانہ ذکر کرنے والے اپنے رب کی طرف سے مغفرت کے امیدواروں کی آرزوئیں اور تمنائیں پوری ہوتی دکھائی دے رہی ہیں۔ جو سورۃ البقرہ کی آخری آیات میں قرآن کریم کی زینت بنیں۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

[۱۳۵۷] ﴿ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إَصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۚ وَاعْفِرْ لَنَا ۚ وَارْحَمْنَا ۚ إِنَّكَ أَنْتَ مَوْلَانَا فَانصُرْنَا عَلَى الْكَافِرِينَ ۝ ﴾ [البقرہ=۲: ۲۸۶]

”ہمارے پروردگار! اگر ہم سے بھول یا خطا ہو گئی ہے تو ہماری پکڑ نہ کیجئے۔ اے ہمارے پروردگار! ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈالے گا جیسا تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا۔ ہمارے پروردگار! جتنا بوجھ اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں اتنا بوجھ ہم پر نہ ڈال اور ہم سے درگزر فرما اور ہمیں معاف فرما اور ہم پر رحم فرما تو ہی ہمارا مالک ہے اور ہم کو کافروں پر فتح عطا فرما۔“

مال غنیمت کا اصل مصرف:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۳۵۸] ﴿ يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ ۖ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ ۚ فَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۚ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ ﴾ [الأنفال=۸: ۱]

”اے نبی ﷺ! مسلمان) آپ سے مال غنیمت کے بارے سوال کرتے ہیں ان سے کہہ دو کہ مال غنیمت اللہ اور اس کے رسول کا حق ہے۔ سو تم اللہ سے ڈرتے رہو اور آپس میں صلح و محبت قائم رکھو اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو۔ اگر تم واقعی ایماندار ہو۔“

کفر اور اسلام کے درمیان پہلی باقاعدہ اور مسلح جنگ ۱۷ رمضان المبارک ۲ ہجری کو مقام بدر پر ہوئی جو غزوہ بدر کے نام سے معروف ہے۔ جس کا نتیجہ و انجام مسلمانوں کے لیے عظیم الشان فتح اور دشمنان حق کے لیے عبرتناک شکست کی صورت میں ظاہر ہوا۔ شکست خوردہ کفار مکہ اپنے پیچھے بھاری تعداد میں مال غنیمت چھوڑ گئے۔ جس کی تقسیم کے معاملہ میں شرکاء بدر کے درمیان اختلاف رونما ہوا۔ تو اسی موقع پر سورہ انفال نازل کی گئی۔ جس میں مال غنیمت کا اصل مالک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو قرار دیا گیا۔ مسلمانوں کو ایمان، تقویٰ، آپس میں صلح و صفائی اور اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی مکمل اطاعت فرمانبرداری کی تلقین کی گئی۔ ۲۳

[۱۳۵۹] سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کی درج ذیل چار آیات میرے بارے نازل ہوئیں:

۱..... ﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا.....﴾ [العنکبوت=۸:۲۹]

۲..... ﴿مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُؤْصِي بِهَا أَوْ دِينَ.....﴾ [النساء=۴:۱۱]

۳..... ﴿إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ.....﴾ [المائدة=۶:۹۰]

۴..... ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ.....﴾ [الأنفال=۸:۱]

مؤخر الذکر آیت کے شان نزول کی تفصیل یہ ہے کہ غزوہ بدر میں رسول اللہ ﷺ کو بھاری تعداد میں مال غنیمت حاصل ہوا۔ جس میں سے ایک تلوار میں نے اپنے قبضہ میں کر لی اور رسول اللہ ﷺ کے پاس وہ تلوار لے کر حاضر ہوا اور عرض کیا: ”یا رسول اللہ! یہ تلوار مجھے عطا فرما دیں۔“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس کو رکھ دیں۔“ میں نے دوبارہ کھڑے ہو کر سوال کیا تو آپ نے دوبارہ فرمایا: ”اس کو وہیں رکھ دیں جہاں سے آپ نے اس کو پکڑا تھا۔“ میں نے تیسری دفعہ عرض کیا: ”آپ یہ بطور زائد عطیہ کے مجھے عطا فرما دیں۔“ آپ نے تیسری بار بھی یہی ارشاد

۲۳ القرطبی: ۷/۲۲۹ + تفسیر ابن کثیر / تفسیر سورة الأنفال= ۸:۱ + صحیح البخاری = کتاب التفسیر / تفسیر سورة الأنفال: باب قَوْلُهُ ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ فَلِلَّأَنْفَالِ.....﴾ ، الحديث: ۴۳۶۸ + صحیح أبی داؤد = کتاب

فرمایا: ”اس کو رکھ دیں۔“ میں نے چوتھی مرتبہ عرض کیا: ”یا رسول اللہ! آپ مجھے یہ تلوار عطا فرما دیں۔ کیا میں ایسے شخص کی طرح رہوں گا جو نادار ہے۔“ تو آپ نے پھر یہی فرمایا: «ضَعُهُ مِنْ حَيْثُ أَخَذْتَهُ»^{۲۴} ”اس کو آپ وہیں رکھ دیں جہاں سے آپ نے اس کو پکڑا۔“

ایک روایت میں یوں تذکرہ بھی ہے، سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں بدر کے دن رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک تلوار پکڑے ہوئے حاضر ہوا اور عرض کیا: ”آج اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ کافر کی طرف سے ٹھنڈا کر دیا ہے اور آپ یہ تلوار مجھے عنایت فرما دیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۱۳۶۰] «إِنَّ هَذَا السَّيْفَ لَيْسَ لِي وَلَا لَكَ» فَذَهَبْتُ وَآنَا أَقُولُ يُعْطَاهُ الْيَوْمَ مَنْ لَمْ يُبَلِّ بِلَايَتِي فَيَبْنِيْنَا أَنَا إِذْ جَاءَ نَبِيَّ الرَّسُولُ - فَقَالَ: «أَجِبْ» فَظَنَنْتُ أَنَّهُ نَزَلَ فِيَّ شَيْءٌ بِكَلَامِي - فَجِئْتُ فَقَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ: «إِنَّكَ سَأَلْتَنِي هَذَا السَّيْفَ وَلَيْسَ هُوَ لِي وَلَا لَكَ - إِنَّ اللَّهَ قَدْ جَعَلَهُ لِي فَهُوَ لَكَ» ثُمَّ قَرَأَ ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ.....﴾ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ^{۲۵}

”بلاشبہ یہ تلوار نہ میرے لیے ہے نہ تیرے لیے۔“ اس کے بعد میں واپس پلٹ گیا اور جاتے ہوئے یہ کہہ رہا تھا: ”یہ تلوار اس شخص کو آج ملے گی جو میری طرح آزمایا نہیں گیا۔“ (یعنی جس نے میری طرح بہادری کے جوہر نہیں دکھائے) پھر اچانک کیا ہوا کہ میری طرف رسول اکرم ﷺ کی طرف سے ایک آدمی بلانے آیا اور اس نے کہا: چلئے (رسول اللہ ﷺ آپ کو بلا رہے ہیں)۔ میرے دل میں یہ بات آئی شاید میں نے واپس پلٹتے ہوئے وہ جو بات کہی تھی اس بارے کوئی وحی میرے بارے نازل ہوئی ہے۔ میں آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”آپ نے مجھ سے یہ تلوار مانگی تھی۔ (اس وقت) نہ تو یہ میرے لیے حلال تھی نہ آپ کے لیے۔ اب اس کو اللہ تعالیٰ نے میرے لیے جائز کر دیا ہے۔ لہذا اب میں وہ تلوار آپ کو عطا کرتا ہوں۔ پھر رسول اکرم ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ”وہ آپ سے سوال کرتے ہیں

^{۲۴} صحیح مسلم = کتاب الجہاد: باب الأنفال، الحدیث: ۱۷۴۸

^{۲۵} صحیح ابی داؤد = کتاب الجہاد: باب فی النفل، الحدیث: ۲۳۷۸ + صحیح الترمذی = أبواب تفسیر القرآن: باب و

مالِ غنیمت کے بارے میں۔ کہہ دیجئے اموالِ غنیمت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے لیے ہیں.....“ آیت کے آخر تک آپ ﷺ نے تلاوت فرمائی۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور اکثر علماء کہتے ہیں: کہ سورۃ انفال کی آیت مذکورہ بالا منسوخ ہے اور آیت [۱۳۶۱] ﴿وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ فَلِلَّهِ وَرَسُولِهِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ.....﴾ [الأنفال=۸:۴۱] مذکورہ بالا آیت کو منسوخ کر رہی ہے۔ لہذا سورۃ انفال کی پہلی آیت کا مطلب اور تقاضا یہ ہے کہ اموالِ غنیمت اور انفال سب کے سب رسول اللہ ﷺ کے لیے مخصوص تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ایک خمس آپ کے لیے خاص رکھا اور باقی چار حصے دیگر مجاہدین کے لیے حلال کر دیئے، ابن زید اور ابو عبید وغیرہ کہتے ہیں کہ سورۃ انفال کی آیت نمبرا منسوخ نہیں۔ لہذا نبی ﷺ اور آپ کے بعد خلفاء اور امراء کو اموالِ غنائم میں حسبِ منشاء تقسیم کرنے کا مکمل اختیار حاصل ہے۔ جبکہ بعض علمائے اسلام کا موقف ہے کہ سورۃ انفال کی آیت نمبرا چھوٹے چھوٹے قافلوں کی کارروائیوں کے بارے میں ہے۔ جبکہ بڑی بڑی جنگوں اور غزوات میں سورۃ انفال کی آیت نمبرا ۴ کا حکم نافذ ہوگا۔ دوسرا گروہ فتح مکہ اور غزوہ حنین کے واقعات سے دلیل لیتا ہے۔ تاہم پہلے فریق کا موقف کتاب و سنت کے عین مطابق ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”بلاشبہ اس مال کا پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ کے لیے اور اس کے رسول ﷺ کے لیے ہے.....“ [سورۃ الأنفال=۸:۴۱]

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مالِ غنیمت کے باقی چار حصے شرکاء جنگ یعنی مجاہدین کا حق ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جس طرح درج ذیل آیت میں بیان ہوا ہے:

[۱۳۶۲] ﴿وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ.....﴾ [النساء=۴:۱۱]

”اگر مرنے والے کے وارث والدین ہی ہوں تو ماں کے لیے تیسرا حصہ ہے۔“

اس سے معلوم ہوا باقی ماندہ دو تہائی ۲/۳ باپ کا حق ہے۔ ۲۱

اموالِ غنیمت کی تقسیم:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۳۶۳] ﴿وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَ لِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ إِن كُنتُمْ آمَنْتُمْ بِاللَّهِ وَ مَا أَنْزَلْنَا عَلَىٰ

عَبْدَنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ التَّقَى الْجَمْعَانِ ط وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٤١﴾

[الأنفال = ۴۱ : ۸]

”اور تمہیں معلوم رہے کہ جو کچھ تم مال غنیمت میں حاصل کرو تو اس کا پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ کا ہے، اس کے رسول کا ہے، رسول ﷺ کے قرابتداروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا حق ہے (جبکہ باقی ماندہ چار حصے جنگ میں شمولیت کرنے والے مجاہدین کا حق ہے) اگر تم اللہ پر ایمان و یقین رکھتے ہو اور اس (مدد) پر جو ہم نے اپنے بندے محمد ﷺ پر فیصلے کے دن یعنی جنگ بدر کے روز اتاری تھی۔ جس روز (کفر اور اسلام) کی دونوں فوجیں باہم ٹکرائیں تھیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

[۱۳۶۴] ﴿وَمَا آفَاءَ اللَّهِ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِلَّهِ وَ لِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۚ كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ ط وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ ۚ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ط إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ط أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ۝ وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ط وَمَنْ يُوقِ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝﴾ [الحشر = ۹ : ۷۰-۹]

”اور بستیوں والوں کے جو مال اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو بلا جنگ و قتال بطور فیء کے عطا فرمائے ہیں وہ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ، قرابتداران رسول ﷺ، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا حق ہے۔ تاکہ ”مال فیء“ تمہارے اغنیاء کے درمیان ہاتھوں ہاتھ گردش کرنے والا نہ بن جائے۔ (اور فقراء محروم رہ جائیں) اور جو کچھ رسول اللہ ﷺ (مال یا حکم) تمہیں دیں اس کو لے لو اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے۔ یہ اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے، فقراء مہاجرین کا حق ہے جو اللہ کا فضل اور اس کی رضا مندی طلب کرتے

ہیں اور اللہ اور رسول کی مدد کرتے ہیں۔ یہی لوگ تو سچے مومن ہیں۔ اس طرح یہ مال ان

انصار کا بھی حق ہے۔ جنہوں نے مہاجرین سے پہلے (مدینہ منورہ) میں ٹھکانہ بنایا اور ایمان لائے۔ وہ ہجرت کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور ان کو عطا کئے گئے مال میں کوئی طمع اور حاجت نہیں رکھتے اور اپنی جانوں کے مقابلے میں ان کے لیے ایثار کرتے ہیں۔ اگرچہ خود مشقت میں مبتلا ہوں۔ اور جو شخص نفس کی بخیلی سے محفوظ رکھا جائے تو بس وہی لوگ با مراد اور کامران ہیں۔“

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۱۳۶۵] «..... وَ إِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللَّهُ يُعْطِي» ۲۷

”..... اور میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے۔“

ایک حدیث میں یوں الفاظ ہیں:

[۱۳۶۶] «إِنَّمَا بُعِثْتُ قَاسِمًا أُقْسِمُ بَيْنَكُمْ» ۲۸

”میں تو صرف مال غنیمت تقسیم کرنے والا بنا کر بھیجا گیا ہوں۔“ (اسی بناء پر) میں تمہارے درمیان (مال غنیمت) تقسیم کرتا ہوں۔

ایک حدیث کے الفاظ یوں ہیں:

[۱۳۶۷] «مَا أُعْطِيَكُمْ وَلَا أَمْنَعُكُمْ إِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ أَصْعُ حَيْثُ أُمِرْتُ» ۲۹

”نہ میں تم کو کچھ دیتا ہوں نہ تم سے کچھ روکتا ہوں میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں۔ وہاں ہی تقسیم کرتا ہوں جہاں حکم دیا جاتا ہے۔“

[۱۳۶۸] سیدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: (غزوہ حنین کے موقع پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اونٹ کی جانب رخ کر کے نماز پڑھائی۔ وہ اونٹ اموال غنیمت میں سے تھا۔ جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو آپ نے اس اونٹ کے پہلو کا ایک بال پکڑا

۲۷ صحیح البخاری = کتاب العلم: باب من يُرِدُ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ، الحديث: ۷۱ + صحیح مسلم = کتاب الرِّكْوَةِ: باب النَّهْيِ عَنِ الْمَسْأَلَةِ، الحديث: ۱۰۳۷

۲۸ صحیح مسلم = کتاب الآداب: باب النَّهْيِ عَنِ التَّكْنِي بِأَبِي الْقَاسِمِ وَ بَيَانِ مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الْأَسْمَاءِ، الحديث: ۲۱۳۳ + صحیح البخاری = کتاب الجہاد / أبواب الخُمُس: باب قول الله تعالى ﴿ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَ لِلرَّسُولِ ﴾ [الأنفال: ۸: ۴۱]، الحديث: ۲۹۴۶، ۲۹۴۷

۲۹ صحیح البخاری = کتاب الجہاد / أبواب الخُمُس: باب قول الله تعالى ﴿ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَ لِلرَّسُولِ ﴾ [الأنفال: ۸: ۴۱]،

اور ارشاد فرمایا:

((وَلَا يَحِلُّ لِي مِنْ غَنَائِمِكُمْ مِثْلُ هَذَا إِلَّا الْخُمْسُ وَالْخُمْسُ مَرْدُودٌ فِيكُمْ))^{۳۰}

”تمہارے اموال غنیمت میں سے میرے لیے اس مال کے برابر بھی کوئی چیز حلال نہیں۔

سوائے خمس (یعنی پانچویں حصہ کے)۔ اور پانچواں حصہ بھی تمہاری ضرورتوں میں ہی لوٹا دیا

جاتا ہے۔“ (یعنی فقراء، مساکین اور جہاد کے سامان کی تیاری میں صرف ہو جاتا ہے۔)

سورۃ انفال کی آیت نمبر ۴۱ ”اور جان لو جو تم نے مال غنیمت حاصل.....“ کا معنی و مفہوم

باقی ہے، منسوخ نہیں۔ لہذا پانچویں حصہ کے علاوہ باقی چار حصے جنگ کرنے والوں کا حق

ہے۔ اسی پر امت کا اجماع قائم ہے۔ جیسا کہ ابن المذہر، ابن عبد البر، داؤدی، مازری، قاضی عیاض

اور ابن العربی نے ذکر کیا ہے۔ علاوہ ازیں بہت زیادہ صحیح احادیث اس کی تائید کرتی ہیں۔“^{۳۱}

پانچویں حصہ اور مال فیء کے مصارف:

سورۃ انفال کی آیت: ۴۱ اور سورۃ الحشر کی آیت: ۷ میں مال غنیمت کے پانچویں حصہ اور

مال فیء کے پانچ مصارف (خرچ کرنے کے لیے جگہیں) مذکور ہیں۔

۱ اللہ اور رسول کا حصہ جو دراصل فی سبیل اللہ کے ہی معنی میں ہے اور رسول اللہ ﷺ ہی

اس کے تقسیم کنندہ ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔^{۳۲}

۲ رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں کا حصہ۔

۳ یتیموں کا حصہ۔

۴ مساکین اور تنگ دست انصار و مہاجرین کا حصہ۔

۵ مسافروں کا حصہ۔

لہذا مال غنیمت کا پانچواں حصہ پانچ مذکورہ مصارف میں برابر تقسیم ہوگا۔ یہ امام شافعی

۳۰ صحیح ابی داؤد = کتاب الجہاد / باب فی الإمام یتسأثر بشیء من الفیء لنفسہ ، الحدیث: ۲۳۹۳ + صحیح النسائی =

کتاب قسم الفیء (لیس لہ باب) ، الحدیث: ۳۸۵۸

۳۱ شرح النووی: ۲/ ۸۵ + فتح الباری: ۷/ ۲۴، ۲۵ + کتاب الأموال لأبی عُبید: ۱۶، ۱۵ + بدایة المجتہد: ۱/ ۵۲

+ القرطبی: ۸/ ۴۱ + تفسیر ابن کثیر / تفسیر سورة الأنفال: ۸/ ۴۱

۳۲ دیکھئے صحیح البخاری = کتاب الجہاد / أبواب الخمس / باب قول اللہ تعالیٰ ﴿ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَ لِلرَّسُولِ ﴾ یَعْنِی

لِلرَّسُولِ قَسَمَ ذَٰلِكَ . قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ « إِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَ خَازِنٌ وَاللَّهُ يُعْطِي »

کا اختیار کردہ موقف ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ مال غنیمت کے پانچویں حصے کے کل تین مصارف بیان کرتے ہیں۔ (۱) یتیم (۲) مسکین (۳) مسافر۔ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے رشتہ داروں کا حصہ آپ کی وفات سے ختم ہو گیا۔ ایک روایت کے مطابق امام شافعی کا بھی یہی موقف ہے۔ ایک جماعت کا موقف ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حصہ کعبۃ اللہ کی ضروریات میں صرف کیا جائے۔ لہذا کل چھ حصے ہوئے۔ ابو العالیہ کا یہی موقف ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مال خمس کی تقسیم امام کی صواب دید پر موقوف ہے۔ لہذا وہ بغیر کسی تعین کے اپنی ذات کے لیے حاصل کرے، اہل قرابت کو دے اور باقی ماندہ مسلمانوں کی فلاح و بہبود میں ضرورت اور مصلحت کے مطابق صرف کرے۔ کیونکہ حدیث کے الفاظ یوں ہیں: [۱۳۶۹] «الْخُمْسُ مَرْدُودٌ فِيكُمْ» ۳۳

”اور خمس بھی تم پر لٹا دیا جاتا ہے۔“ اس حدیث میں کسی طرح کے تین یا پانچ حصے تقسیم کرنے کا ذکر نہیں۔ چاروں خلفاء کا معمول بھی اسی کے مطابق تھا۔ امام مالک رحمہ اللہ کا موقف سب سے زیادہ درست ہے۔ اکثر علماء اور فقہاء کی رائے بھی اسی کے مطابق ہے۔“ ۳۴

الغرض مال فی یعنی وہ مال ہے جو مسلمانوں کو کفار سے جنگ کیے بغیر اور سواریاں دوڑائے بغیر حاصل ہوں۔ مثلاً (۱) فتح کی ہوئی زمین کا خراج (۲) اہل کتاب اور آتش پرستوں سے حاصل ہونے والا جزیہ (۳) مال غنیمت کا پانچواں حصہ جو خاص طور پر اللہ اور رسول کا حصہ ہے۔ ان تمام اموال کے مصارف بھی وہ پانچ مصارف ہیں۔ جو سورۃ الحشر کی آیت: ۷ میں بیان ہوئے ہیں۔ چنانچہ مال فی کی تقسیم بھی مال غنیمت کے پانچویں حصے کے مطابق ہوگی۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا یہی موقف ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ اور اکثر فقہاء اسلام کا موقف ہے کہ ان کی تقسیم امام کی صواب دید اور اجتہاد پر موقوف ہے اور اس میں بھی مال غنیمت کے پانچویں حصے کی طرح کوئی معین حصہ نکالنا، اندازہ لگانا اور تخصیص کرنا درست نہیں۔ ۳۵

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”مال غنیمت کا پانچواں حصہ اللہ

۳۳ تخریج کے لیے ملاحظہ ہو الرِّقْم المسلسل: ۱۳۶۸

۳۴ الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ۹/۸ + تفسير ابن كثير / تفسير سورة الأنفال: ۸: ۴۱ + بداية المجتهد:

۱/۴۵۳ + كتاب الأموال: ۱۷

تعالیٰ اور رسول ﷺ کے لیے ہے۔“ [الأنفال=۸: ۴۱] یعنی مال غنیمت کے پانچویں حصے کی تقسیم کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی صواب دید پر موقوف ہے۔ ۳۱ نیز فرماتے ہیں:

اس آیت میں اس بات کی دلیل موجود ہے کہ مال غنیمت کا پانچواں حصہ رسول اللہ ﷺ کی ضروریات اور مسکینوں کے لیے ہے۔ نیز اس آیت میں اس بات کی دلیل بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے رشتہ داروں پر اہل صفہ کے مسکینوں اور یتیموں کو ترجیح دی جب آپ ﷺ سے آکر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے (خادم کا) سوال کیا تھا۔ ۳۲

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۱۳۷۰] «كَانَتْ أَمْوَالُ بَنِي النَّضِيرِ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِمَّا لَمْ يُوجِفْ عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ بِخَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ فَكَانَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً فَكَانَ يُنْفِقُ عَلَى أَهْلِهِ نَفَقَةً سَنَةً وَمَا بَقِيَ يَجْعَلُهُ فِي الْكِرَاعِ وَالسَّلَاحِ عُذَّةً فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ» ۳۸

”قبیلہ بنی نضیر کے اموال (اسی طرح باغ ذک اور جنگ خیر کے مال غنیمت کا پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو بطور مال فیء عطا فرمائے تھے۔ جن کے حصول کے لیے مسلمانوں نے گھوڑے اور اونٹ نہ دوڑائے تھے۔ لہذا وہ اموال نبی ﷺ کی ذات کے لیے خاص تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ اپنے اہل و عیال کے لیے ایک سال کا خرچہ حاصل کر کے باقی ماندہ مال کو گھوڑوں اور دیگر جہادی اسلحہ کے لیے فی سبیل اللہ وقف فرما دیتے تھے۔“

چنانچہ مذکورہ حدیث مال فیء کے صحیح مصرف کی تعیین کے لیے اصل، اساس اور بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے۔ جس سے مال فیء میں امام کا بغیر کسی تعیین کے اپنی مرضی کے مطابق استعمال کرنے کا مفہوم ثابت ہوتا ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ اور اکثر علماء کا یہی موقف ہے۔ ۳۹

۳۶ دیکھئے صحیح البخاری = کتاب الجہاد / أبواب الخمس: باب قول الله تعالى ﴿فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ﴾ قَسَمَ ذَٰلِكَ - قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿إِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَخَازِنٌ وَاللَّهُ يُعْطِي﴾

۳۷ ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب الجہاد / أبواب الخمس: باب الدَّلِيلُ عَلَى أَنَّ الْخُمْسَ لِنَوَائِبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمَسَاكِينِ وَإِقَارِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْلِ الصُّفَّةِ وَالْأَرَامِلِ حِينَ سَأَلَتْهُ فَاطِمَةُ وَشَكَتَ إِلَيْهِ الطَّحْنُ وَالرَّخَى أَنَّ يُخْدِمَهَا مِنَ السَّبْيِ فَوَكَّلَهَا إِلَى اللَّهِ الْحَدِيث، ۲۹۴۵

۳۸ تخریج کے لیے ملاحظہ ہو، الرِّقْمُ الْمَسْلُوس: ۵۱۸

۳۹ کتاب الأموال: ۱۱ + سُبُلُ السَّلَام: ۴/ ۱۲۴ + شرح النووی: ۲/ ۹۱ + بدایة المجتہد: ۱/ ۴۵۳ + نیل الأوطان: ۸/ ۷۴-۷۶

Free downloading facility of Videos, Audios & Books for DAWAH purpose only, From Islamic Research Centre Rawalpindi

امیر کا اپنا حصہ:

امام اور خلیفہ کا حصہ فقط مال غنیمت کا پانچواں حصہ ہے۔^{۵۱} اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

[۱۳۷۱] « لَا يَحِلُّ لِي مِنْ غَنَائِمِكُمْ إِلَّا الْخُمْسُ »^{۵۲}

”میرے لیے تمہاری غنیمتوں میں سوائے پانچویں حصہ کے اور کچھ نہیں ہے۔“

اس کے علاوہ ”مال صفی“ (مال غنیمت کا پچیسواں حصہ) صرف آپ ﷺ کی ذات کے لیے مخصوص تھا۔ جو رسول اللہ ﷺ اپنی تلوار، نیزہ، خادم یا سواری کی صورت میں حاصل کرتے تھے۔^{۵۳} بعد میں کسی خلیفہ کو یہ حق حاصل نہیں ہے۔ امام ابو ثور کے علاوہ تمام علماء کا یہی موقف ہے۔^{۵۴}

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

[۱۳۷۲] « أَنَّ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا بِنْتُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرْسِلَتْ إِلَى أَبِي بَكْرٍ تَسْأَلُهُ مِيرَاثَهَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا آفَأَ اللَّهُ عَلَيْهِ بِالْمَدِينَةِ وَفَدَّكَ، وَ مَا بَقِيَ مِنْ خُمْسِ خَيْبَرَ - فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: « لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةً إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا الْمَالِ » وَإِنِّي وَاللَّهِ ! لَا أُغَيِّرُ شَيْئًا مِنْ صَدَقَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ حَالِهَا الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهَا فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »^{۵۵}

”بلاشبہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا جس پیغام میں رسول اللہ ﷺ کی وراثت کا تقاضا تھا۔ جو اللہ تعالیٰ نے رسول

^{۵۱} ملاحظہ ہو القرطبی: ۸/۱۱ + بداية المجتهد: ۱/۵۴

^{۵۲} تخریج کے لیے ملاحظہ ہو، الرِّقْمُ المسلسل: ۱۳۲۹

^{۵۳} ملاحظہ ہو صحیح أبی داؤد = کتاب الخراج والإمارة والفیء: باب ما جاء فی سهم الصَّفِيِّ، الحديث: ۲۵۸۷-۲۵۹۲ + صحیح الترمذی = أبواب السَّيْرِ: باب فی النِّفْلِ، الحديث: ۱۲۶۶

^{۵۴} القرطبی: ۸/۱۱ + بداية المجتهد: ۱/۵۴ + الرِّوَضَةُ النَّدِيَّةُ: ۲/۳۴۴، ۳۴۳ + نيل الأوطار: ۷/۲۹۳

^{۵۵} صحیح البخاری = کتاب المغازی: باب غزوة خيبر، الحديث: ۳۹۹۸ + صحیح مسلم = کتاب الجهاد والسَّيْرِ: باب قول النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ « لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ »، الحديث: ۱۷۵۹ + اس حدیث کو امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہم نے بھی روایت کیا ہے۔

اللہ ﷺ کو مدینہ کے مال فیء (بنو نضیر کی غیر منقولہ جائیداد) مال فذک اور خیبر کے خمس کے باقی ماندہ مال کی صورت میں عطا کیا تھا۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ”جو ہم ترکہ (جائیداد وغیرہ) چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے البتہ اس میں سے آل محمد اپنی گزر بسر کے لیے کھائیں گے۔“ اللہ کی قسم! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ کی اس حالت میں کوئی تبدیلی اور تغیر نہیں کروں گا جو حالت رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک میں تھی۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ الفاظ بھی منقول ہیں:

[۱۳۷۳] «..... فَأَمَّا صَدَقَتُهُ بِالْمَدِينَةِ فَدَفَعَهَا عُمَرُ إِلَى عَلِيٍّ وَ عَبَّاسٍ - أَمَّا خَيْبَرُ وَ فَذَكُّ فَأَمْسَكَهَا عُمَرُ وَ قَالَ : هُمَا صَدَقَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتَا لِحَقْوَقِهِ الَّتِي تَعْرُوهُ وَ نَوَائِبِهِ وَ أَمْرُهُمَا إِلَى مَنْ وَلِيَ الْأَمْرَ قَالَ فَهُمَا عَلَى ذَالِكَ إِلَى الْيَوْمِ.....» ۵۵

”جہاں تک اس صدقہ کا تعلق ہے جو رسول اللہ ﷺ کا مدینہ منورہ میں تھا۔ وہ تو انہوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو سپرد کر دیا۔ البتہ خیبر اور فذک کی جائیداد روک لی۔ اور فرمایا: ”یہ دونوں چیزیں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے صدقہ ہیں۔ یہ ان معاملات کے لیے مختص ہیں جو اچانک پیش آ جاتے ہیں۔ یا اچانک پیش آنے والی پریشانیوں اور مصائب کے لیے ہیں۔ ان دونوں چیزوں کا اختیار اس شخص کے پاس ہو گا جو امیر المؤمنین ہو گا۔ امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ اب تک حکومت (خلافت و امارت) کی دسترس میں چلی آرہی ہیں۔“

ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں:

[۱۳۷۴] «وَمَا بَقِيَ فَهِيَ عِدَّةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فِي الْكُرَاعِ وَالسِّلَاحِ» ۵۶

”باقی ماندہ (مال خمس اور مال فیء) جہاد فی سبیل اللہ کے آلات وغیرہ کی تیاری پر صرف کر دیا جاتا ہے۔“

۵۵ صحیح البخاری = کتاب الجہاد / أبواب الخمس : باب فرض الخمس ، الحدیث: ۲۹۲۶ + صحیح مسلم = کتاب الجہاد والسیر : باب قول النبی ﷺ صلی اللہ علیہ وسلم « لَا تُورَثُ مَا تَرَكَنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ » ، الحدیث: ۱۷۵۹ + اس حدیث کو امام ترمذی ، امام نسائی اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہم نے بھی روایت کیا ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

[۱۳۷۵] ((رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلَ مَا جَاءَهُ شَيْءٌ بَدَأَ بِالْمُحَرَّرِينَ)) ۴۷

”میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ کے پاس جب بھی کوئی چیز (مال فیء میں سے) آتی تو آپ اس کی تقسیم میں آزاد کردہ غلاموں کو مقدم رکھتے (یعنی پہلے ان کا حصہ ان کو دیتے)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

[۱۳۷۶] ((أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَسَمَ طَبِئَةً فِيهَا خَرَزٌ لِلْحُرَّةِ وَالْأَمَةِ وَكَانَ أَبِي يَقْسِمُ لِلْحُرِّ وَالْعَبْدِ)) ۴۸

”رسول اللہ ﷺ کے پاس نگینوں سے بھری ہوئی ایک تھیلی لائی گئی۔ جسے آپ ﷺ نے آزاد عورت اور لونڈی دونوں میں تقسیم فرما دیا۔ اسی طرح میرے والد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی مال فیء کو آزاد اور غلام میں تقسیم کرتے تھے۔“

سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں:

[۱۳۷۷] ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا آتَاهُ الْفَيْءُ قَسَمَهُ فِي يَوْمِهِ فَأَعْطَى الْإِهْلَ حَطَّيْنِ وَأَعْطَى الْعَرَبَ حَطًّا)) ۴۹

”بلاشبہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جب ”مال فیء“ آتا تھا تو آپ اسے اسی روز تقسیم فرمادیتے تھے چنانچہ اہل و عیال والے شخص کو دو حصے اور مجرد (جس کے اہل و عیال نہ ہوتے) کو ایک حصہ عطا فرماتے تھے۔ (یعنی آپ ”مال فیء“ کی تقسیم میں لوگوں کی ضروریات کا خاص خیال رکھتے تھے۔)

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

[۱۳۷۸] ((أَنَا أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ وَمَنْ تَرَكَ ضِيَاعًا أَوْ كَلًّا فَلِإِنِّنَا)) ۵۰

۴۷ صحیح ابی داؤد = کتاب الخراج والإمارة والفیء : باب فی قسم الفیء الحدیث: ۲۵۵۸

۴۸ صحیح ابی داؤد = کتاب الخراج والإمارة والفیء : باب فی قسم الفیء الحدیث: ۲۵۵۹

۴۹ صحیح ابی داؤد = کتاب الخراج والإمارة والفیء : باب فی قسم الفیء الحدیث: ۲۵۶۰

۵۰ ترجمہ کے لیے ملاحظہ ہو القیم المسلسل: ۸۵۸

”میں مومنین کے لیے ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریبی ہوں لہذا جو شخص مال چھوڑ جائے تو وہ اس کے ورثاء میں تقسیم ہوگا لیکن جو شخص کوئی نقصان یا بوجھ (قرض وغیرہ) چھوڑ جائے تو اس کی ادائیگی ہمارے ذمے ہے۔“

امیر المومنین اور اس کے قریبی رشتہ داروں کے لیے مال خمس ہے:

سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ آپ نے بنو مطلب کو عطیات دیئے ہیں اور ہمیں نظر انداز فرما دیا۔ حالانکہ ہم اور وہ آپ کے ساتھ ایک جیسی قرابت رکھتے ہیں تو آپ ﷺ نے جواباً فرمایا: ”بنو مطلب اور بنو ہاشم ایک چیز کی طرح ہیں۔ (یعنی وہ بھی میرے قرابت دار ہیں)

لہذا امام اہل قرابت کو حاجت اور ضرورت کی بناء پر دوسروں پر ترجیح دے سکتا ہے اور اہل قرابت میں دولت مند اور تنگ دست چھوٹے اور بڑے، مرد اور عورتیں سب شامل ہیں۔ ۵۱

مال خمس مسلمانوں کی ضروریات کے لیے بھی ہے:

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خمس کی تقسیم امام کی صوابدید پر موقوف ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنو ہوازن کے تمام قیدیوں کو رشتہ رضاءت کے احترام میں آزادی عطا فرما دی۔ علاوہ ازیں آپ ﷺ لوگوں کے ساتھ مال فیء اور مال غنیمت کے پانچویں حصہ سے عطیات دینے کے وعدے فرماتے تھے۔ نیز آپ ﷺ نے انصار مدینہ کو عطیات بخشے اور سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو خیبر کے ایک کھجوروں کے باغ سے کھجوریں عطا فرمائیں۔ ۵۲

مفتوحہ علاقہ جات:

غلبہ یا صلح کے ساتھ فتح ہونے والی اراضی کی درج ذیل تین اقسام ہیں:

۵۱ ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب الجہاد / أبواب الخمس: باب وَ مِنَ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ الْخُمْسَ لِلْإِمَامِ وَ أَنَّهٗ يُعْطَى بَعْضُ قَرَابَتِهٖ دُونَ بَعْضٍ..... الحديث: ۲۹۷۱ + نیل الأوطار: ۷۲/۷-۷۴ + بداية المجتهد: ۱/۴۵۳-اس حدیث کو امام الشافعی رحمہ اللہ نے بھی کتاب الفیء میں روایت کیا ہے۔

۵۲ ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب الجہاد / أبواب الخمس: باب وَ مِنَ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ الْخُمْسَ لِنَوَائِبِ الْمُسْلِمِينَ +

① وہ اراضی جن کے مالکان بلا جنگ قبول اسلام کر لیں یہ بدستور مسلم مالکان کی ملکیت میں باقی رہیں گی اور ان کی پیداوار پر حسب دستور پیداوار کا دسواں حصہ واجب ہوگا۔ چنانچہ یہ اراضی ”عشریہ“ کہلاتی ہیں۔ اس لیے کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

[۱۳۷۹] « فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْأُيُونُ أَوْ كَانَ عَشْرِيًّا الْعُشْرُ » ۵۳

” وہ زمین جو آسمانی بارش سے یا چشموں سے سیراب ہوتی ہو یا وہ اپنی نمی سے ہی سیراب ہوتی ہو اس کی پیداوار سے دسواں حصہ ہے.....“

② وہ اراضی جو معینہ خراج کی ادائیگی کی شرط پر صلح کر کے فتح کی گئی ہوں۔ چنانچہ ان پر صلح کی شرائط کے مطابق طے شدہ خراج واجب ہوگا۔ یہ اراضی ”خراجیہ“ کہلاتی ہیں۔ جو اصل مالکان کی ملکیت میں باقی رہیں گی اور خراج کی ادائیگی لازم ہوگی۔ زمین کے خراج کا مصرف بالکل وہی مصرف ہے، جو مال فیء کا ہے۔ مذکورہ بالا دونوں قسم کی زمینوں کے احکام قرآن و سنت کے دلائل سے ثابت ہیں اور اس پر اجماع امت قائم ہے۔

③ وہ اراضی جو غلبہ کے ساتھ جنگ کر کے حاصل کی گئی ہوں۔ ان کے مصرف کے بارے میں علماء کے مختلف مذاہب ہیں۔ بعض کہتے ہیں وہ مال غنیمت کی طرح تقسیم ہونگی۔ چار حصے مجاہدین کے لیے ہیں اور ایک حصہ دستور کے مطابق اپنے مصارف پر صرف کیا جائے گا۔ بعض کا موقف ہے کہ جنگ کے ذریعہ فتح کی گئی زمینوں کا معاملہ امام کی صوابدید پر موقوف ہے۔ چاہے ان کو بطور غنیمت تقسیم کر دے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کی زمینوں میں کیا۔ یا بطور مال فیء برقرار رکھے اور وقف برائے اہل اسلام قرار دے دے۔ جیسا کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سواد (عراق) کی زمینوں میں عمل فرمایا کہ اہل سواد کو ان کی زمینوں میں بطور عامل بحال رکھا۔ تاہم ان پر جزیہ و خراج مقرر فرمایا۔ یا درہے کہ سواد عراق کا ایک علاقہ ہے۔ ۵۴

◎ امام ابو عبید کہتے ہیں:

” وَ كَلَّا الْحُكْمَيْنِ فِيهِ قُدْرَةٌ وَ مُتَّبِعٌ مِنَ الْغَنِيمَةِ وَالْفَيْءِ “ ۵۵

۵۳ صحیح البخاری = کتاب الزکوٰۃ : باب العشر فیما یُسْقٰی مِن مَّاءِ السَّمَاءِ وَ بِالماءِ الجَارِی ، الحدیث: ۱۴۱۲

۵۴ کتاب الأموال لأبی عُبَیْد: ۵۰-۵۹ + فتح الباری: ۷/۳۳، ۳۴

۵۵ کتاب الأموال لأبی عُبَیْد: ۶۱، ۶۲

”دونوں باتوں میں ہی قابل اتباع دلائل اور آثار موجود ہیں۔ چنانچہ پہلے حکم کے لیے سورۃ انفال کی آیت: (۴۱) [۱۳۸۰] ﴿وَأَعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ.....﴾ دلیل ہے۔ دوسرے حکم کے لیے سورۃ حشر کی آیات: (۷-۹) [۱۳۸۱] ﴿وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى.....﴾ دلیل ہے۔ یہ دونوں دلائل رسول اللہ ﷺ اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے فیصلوں کے لیے بالترتیب قابل اتباع اور قابل حجت ہیں۔ جامع اور مختار موقف یہی ہے کہ مفتوحہ زمینوں کو غنیمت یا فیء قرار دینے کا فیصلہ امام یا خلیفہ کی صوابدید پر موقوف ہے۔^{۵۶}

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

[۱۳۸۲] «أَيُّمَا قَرْيَةٍ آتَيْتُمُوهَا فَاقْتُمْتُمْ فِيهَا فَسَهْمُكُمْ فِيهَا وَ أَيُّمَا قَرْيَةٍ عَصَتْ اللَّهَ وَ رَسُولَهُ فَإِنَّ خُمْسَهَا لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ ثُمَّ هِيَ لَكُمْ»^{۵۷}

”جس شہر یا بستی میں تم بغیر جنگ کئے صلح کر کے پہنچو۔ تمہارا وہاں قیام ہو جائے۔ تو اس میں تمہارا حصہ اور حق ہوگا۔ البتہ جو شہر یا بستی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی اختیار کر لے اور پھر تم اسے غلبہ و تلوار کے ساتھ فتح کرو تو (وہ مال غنیمت کے حکم میں ہے) اس مال غنیمت کا پانچواں حصہ اللہ و رسول کے لیے ہوگا اور بقیہ تمام مال تمہارا ہوگا۔“

قاضی عیاض، امام نووی اور امام خطابی رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں مذکورہ حدیث اس بارے میں واضح اور صریح حجت ہے کہ فتح کی ہوئی زمینوں اور زمینوں کے علاوہ دیگر اموال کا حکم مال خمس کے مطابق ہے۔ جبکہ صلح کے ذریعے حاصل ہونے والی زمینوں کا حکم مال فیء کے مطابق ہے۔ جس میں خمس واجب نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ جہاد کرنے والے مجاہدین کے لیے عطیات اور وقف ہونگی۔ اکثر علماء امت کا یہی موقف ہے۔ جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ اس کے مخالف ہیں۔^{۵۸}

۵۶۔ شرح النووی علی مسلم: ۲/۸۹، ۹۰ + فتح الباری: ۷/۲۵۰، ۲۴۷ + القرطبی: ۱۸/۱۳ + بداية المجتهد: ۱/

۲۴۶۲ + العدة شرح العدة: ۵۰۸ + مختصر السنن مع المعالم: ۴/۲۳۴-۲۴۰

۵۷۔ صحيح مسلم = كتاب الجهاد والسير: باب حكم الفیء، الحديث: ۱۷۵۶ + صحيح أبي داود = كتاب الخراج والإمارة

والفیء: باب فی إيقاف أرض السواد وأرض العنوة، الحديث: ۲۶۲۰

۵۸۔ شرح النووی علی مسلم: ۲/۸۹ + مختصر السنن مع المعالم: ۴/۲۴۸، ۲۴۹ + سنن السلا: ۴/۱۲۶

جنگ میں شمولیت کرنے والے مجاہدین کا حصہ:

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

[۱۳۸۳] « قَسَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرٍ لِلْفَرَسِ سَهْمَيْنِ وَ لِلرَّاجِلِ سَهْمًا » ۵۹

”رسول اللہ ﷺ نے غزوہ خیبر میں مال غنیمت کی تقسیم فرماتے ہوئے، گھوڑے کے لیے دو حصے اور پیادہ کے لیے ایک حصہ تقسیم کیا۔“
ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں:

[۱۳۸۴] « أَسْهَمَ لِرَجُلٍ وَلِفَرَسِهِ ثَلَاثَةَ أَسْهُمٍ - سَهْمًا لَهُ وَ سَهْمَيْنِ لِفَرَسِهِ » ۶۰

”ایک آدمی اور اس کے گھوڑے کے لیے کل تین حصے تقسیم کئے ایک حصہ اس کی ذات کا اور دو حصے گھوڑے کے لیے عطا فرمائے۔“

ابن عباس، مجاہد، حسن بصری، عمر بن عبد العزیز، مالک، اوزاعی، ثوری، لیث، شافعی، احمد، اسحاق، ابو یوسف، محمد، ابو عبیدہ، ابن جریر حتیٰ کہ اکثر علماء امت کا موقف بالکل مذکورہ حدیث کے مطابق ہے۔ شہسوار کے کل تین حصے اور پیادے کا صرف ایک حصہ ہوگا۔ تاہم اکثر ائمہ کا موقف ہے کہ صرف ایک گھوڑے پر دو ہر حصہ ملے گا جبکہ امام اوزاعی، ثوری، لیث وغیرہ کا موقف ہے کہ دو گھوڑوں پر چار حصے دیئے جائیں گے۔ اس سے زیادہ گھوڑوں پر اضافے کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔“ ۶۱

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اکثر علماء امت کے قول سے اختلاف کیا ہے اور گھوڑے کے لیے دو ہرے حصے کی صحیح اور متفق علیہ حدیث پر عمل نہیں کیا اور اپنے مذہب کے لیے ایک بالکل ہی ضعیف روایت سے استدلال کیا ہے۔ جیسا کہ امام شافعی، امام بیہقی اور امام منذری نے بیان کیا ہے۔ ۶۲

۵۹ صحیح البخاری = کتاب المغازی: باب غزوۃ خیبر، الحدیث: ۳۹۸۸ + صحیح مسلم = کتاب الجہاد والسیر: باب

کیفیۃ قسمة الغنیمۃ بین الحاضریین، الحدیث: ۱۷۶۲

۶۰ صحیح ابی داؤد = کتاب الجہاد: باب فی سہمان الخیل، الحدیث: ۲۳۷۳ + صحیح الترمذی = أبواب السیر: باب فی

سہم الخیل، الحدیث: ۱۲۵۸

۶۱ شرح النووی: ۹۲/۲ + معالم السنن: ۵۳، ۵۱/۴

۶۲ مختصر السنن للمنذری: ۵۳، ۵۲/۴

مال غنیمت صرف جنگ میں شرکت کرنے والوں کے لیے ہے:

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۱۳۸۵] « قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ أَنْ افْتَتَحَ خَيْبَرَ فَقَسَمَ لَنَا وَلَمْ يَقْسِمِ لِأَحَدٍ لَمْ يَشْهَدْ الْفَتْحَ غَيْرَنَا » ۳

”ہم سرزمین حبشہ سے فتح خیبر کے بعد رسول اللہ ﷺ کے پاس خیبر میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ہمیں خیبر کے مال غنیمت سے حصہ عطا فرمایا۔ حالانکہ فتح خیبر سے غیر حاضر کسی شخص کو آپ ﷺ نے غنائم سے ہمارے علاوہ کوئی چیز نہیں دی۔“

ایک روایت میں الفاظ یوں ہیں:

[۱۳۸۶] « وَمَا قَسَمَ لِأَحَدٍ غَابَ عَنْ فَتْحِ خَيْبَرَ مِنْهَا شَيْئًا إِلَّا لِمَنْ شَهِدَ مَعَهُ - إِلَّا لِأَصْحَابِ سَفِينَتِنَا مَعَ جَعْفَرٍ وَأَصْحَابِهِ قَسَمَ لَهُمْ مَعَهُمْ » ۴

”نبی اکرم ﷺ نے غزوہ خیبر سے غیر حاضر شخص کو کوئی چیز نہیں دی۔ سوائے کشتی والوں کے۔ کشتی والوں سے سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ان کے دیگر ساتھی مراد ہیں۔ جو کشتی میں سوار ہو کر حبشہ سے مدینہ آئے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے جنگ میں شرکت کرنے والوں کے ساتھ ان کو بھی حصہ عطا فرمایا۔“

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۱۳۸۷] « أَمَّا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ لَا أَنْ أَتْرَكَ آخِرَ النَّاسِ بَيَانًا لَيْسَ لَهُمْ شَيْءٌ مَّا فَتَحَتْ عَلَى قَرِيَّةٍ إِلَّا قَسَمْتُهَا كَمَا قَسَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ وَلَكِنِّي أَتْرَكُهَا خَزَانَةً لَهُمْ يَقْتَسِمُونَهَا » ۵

”اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا کہ بعد کی نسلیں بغیر جائیداد کے رہ جائیں گی۔ تو میں جس (شہریا) بستی کو فتح کرتا اسے مجاہدین میں ضرور تقسیم کر دیتا۔ جیسا کہ نبی ﷺ نے خیبر کے مال غنیمت کو تقسیم فرما دیا تھا۔“

۳ صحیح البخاری = کتاب المغازی: باب غزوة خيبر، الحديث: ۳۹۹۲ + صحيح مسلم = كتاب فضائل الصحابة: باب

من فضائل جعفر بن أبي طالب وأسماء بنت عميس وأهل سفينتهم رضي الله عنهم، الحديث: ۲۵۰۲

۴ صحیح مسلم = کتاب فضائل الصحابة: باب من فضائل جعفر بن أبي طالب وأسماء بنت عميس وأهل سفينتهم رضي الله عنهم، الحديث: ۲۵۰۲ + صحيح البخاری = کتاب المغازی: باب غزوة خيبر، الحديث: ۳۹۹۲

۵ صحیح البخاری = کتاب المغازی: باب غزوة خيبر، الحديث: ۳۹۹۴ + صحيح أبي داود = كتاب الخراج والإمارة

والفرق: باب في صفات رسول الله صلى الله عليه وسلم من الأموال، الحديث: ۲۵۷۰

لیکن میں اس کی اراضی کو بطور محفوظ خزانہ کے مسلمانوں کے لیے وقف کے طور پر برقرار رکھوں گا۔ تاکہ وہ ہمیشہ کے لیے اس سے فائدہ حاصل کرتے رہیں۔“
سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

[۱۳۸۸] «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ أَبَانَ بْنَ سَعِيدٍ بَنِي الْعَاصِ عَلَى سَرِيَّةٍ مِنَ الْمَدِينَةِ قَبْلَ نَجْدٍ فَقَدِمَ أَبَانُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَصْحَابُهُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَيْبَرَ بَعْدَ أَنْ فَتَحَهَا فَلَمْ يَقْسِمْ لَهُمْ» ۲۶

”بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے ابان بن سعید رضی اللہ عنہ کو مدینہ سے نجد کی طرف ایک لشکر کا امیر مقرر فرما کر روانہ کیا۔ چنانچہ سیدنا ابان بن سعید رضی اللہ عنہ اپنے رفقاء کے ہمراہ فتح خیبر کے بعد وادی خیبر میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خیبر کے مال غنیمت سے حصہ طلب کیا)..... لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کوئی حصہ عطا نہیں فرمایا۔“

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو سند کے بغیر ذکر کیا ہے۔ جبکہ مستند اور متصل روایت کے مطابق حصہ کے طلبگار ابان بن سعید رضی اللہ عنہ نہیں بلکہ خود ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تھے۔ مسند روایت ہی صحیح تر ہے۔ ۲۷

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ جنگ بدر کے روز کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا:

[۱۳۸۹] «إِنَّ عُثْمَانَ انْطَلَقَ فِي حَاجَةِ اللَّهِ وَحَاجَةِ رَسُولِ اللَّهِ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) وَإِنِّي أَبَايَعُ لَهُ» فَضَرَبَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَهْمٍ وَلَمْ يَضْرِبْ لِأَحَدٍ غَابَ غَيْرُهُ ۲۸

”بلاشبہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حقوق کی ادائیگی میں

۲۶ صحیح ابی داؤد = کتاب الجہاد : باب فِيمَنْ جَاءَ بَعْدَ الْغَنِيمَةِ لَا سَهْمَ لَهُ ، الحديث: ۲۳۶۴۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اس کے ہم معنی روایت نقل کی ہے۔ دیکھئے صحیح البخاری = کتاب المغازی: باب غزوة خيبر، الحديث: ۲۳۹۶

۲۷ ملاحظہ ہو، صحیح البخاری = کتاب المغازی: باب غَزْوَةُ خَيْبَرَ ، الحديث: ۲۳۹۶ + صحیح ابی داؤد = کتاب الجہاد: باب فِيمَنْ جَاءَ بَعْدَ الْغَنِيمَةِ لَا سَهْمَ لَهُ ، الحديث: ۲۳۶۵

۲۸ صحیح ابی داؤد = کتاب الجہاد : باب فِيمَنْ جَاءَ بَعْدَ الْغَنِيمَةِ لَا سَهْمَ لَهُ ، الحديث: ۲۳۶۷ + صحیح البخاری = کتاب

مصرف ہیں (کیونکہ ایام بدر میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بنت رسول سیدہ رقیہ کے تیمار دار تھے) اور میں خود اس کی طرف سے جہاد کی بیعت کرتا ہوں۔“ چنانچہ آپ ﷺ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا مال غنیمت سے حصہ مقرر فرمایا۔ جبکہ کسی بھی غیر حاضر کو حصہ نہیں دیا گیا۔“

بنت رسول اللہ ﷺ کے تیمار دار ہونے کی بناء پر عثمان رضی اللہ عنہ کو خصوصی شرف بخشا گیا۔^{۶۹} جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ بدر سے واپسی پر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

[۱۳۹۰] «إِنَّ لَكَ أَجْرَ رَجُلٍ مِّمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا وَ سَهْمَهُ»^{۷۰}

”تمہارے لیے شریک بدر کا پورا اجر اور اس کا حصہ ہے۔“

مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ:

- ① غنائم کے مال کا خمس (۱/۵) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا حصہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے مخصوص ہے۔ جس میں نبی ﷺ کا حصہ خمس الخمس یعنی پانچویں حصہ میں سے پانچواں حصہ (۱/۲۵) ہے۔^{۷۱}
- ② اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حصہ آپ کی وفات کے بعد جہادی آلات اور اسباب میں صرف کیا جائے گا۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

[۱۳۹۱] «لَا تُورَثُ مَا تَرَكَنَا صَدَقَةً.....»^{۷۲}

”ہماری (انبیاء کی) وراثت تقسیم نہیں ہوتی، ہم جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔“

خلافتِ صدیقی اور خلافتِ فاروقی میں صحابہ کا اس پر اجماع قائم ہو گیا تھا۔^{۷۳}

- ③ مال غنیمت میں سے باقی چار حصے یعنی ۴/۵ جہاد میں شرکت کرنے والوں کا حق ہے۔ جو حسب دستور صرف جنگ میں موجود مجاہدین میں برابر تقسیم ہونگے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”جان لو! جو تم مال غنیمت حاصل کرو.....“ [الأنفال=۸:۴۱]
- البتہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمان باری تعالیٰ ”اور وہ لوگ جو ان کے بعد

۶۹ مختصر السنن مع المعالم: ۴/۴۸

۷۰ صحیح البخاری = کتاب الجہاد / أبواب الخمس: باب إذا بعث الإمام رسولاً في حاجة أو أمره بالمقام هل يسهم له،

الحديث: ۲۹۶۲

۷۱ ملاحظہ ہو سنن النسائي = کتاب قسم الفیء

۷۲ تخریج کے لیے ملاحظہ ہو الرقم المسلسل: ۱۳۷۲

۷۳ صحیح سنن النسائي = کتاب قسم الفیء، الحديث: ۳۸۶۳، ۳۸۶۴ + معالم السنن: ۴/۲۰۹-۲۱۴

آئے.....“ [الحشر = ۱۰:۵۹] سے استدلال کرتے ہوئے مفتوحہ زمین تقسیم کرنے کی بجائے انہیں مسلمانوں کے لیے وقف قرار دیا۔“ ۷۴

④ رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں کا حصہ تا قیامت باقی ہے۔ جو بلا تفریق بنو ہاشم اور بنو

مطلب کے دولتمندوں اور فقیروں، چھوٹوں اور بڑوں میں عورت کے مقابل میں مرد کو ڈبل کے اصول کے مطابق تقسیم ہوگا۔ یا پھر ہر کسی کو برابر ملے گا خواہ مرد ہو یا عورت۔

دوسرا موقف حدیث کے زیادہ مطابق ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ نے ان میں کوئی فرق نہیں فرمایا اور اللہ تعالیٰ کا فرمان بھی عام ہے۔ ”اور قریبی رشتہ داروں کے لیے.....“ [الأنفال = ۹:۴۱] ۷۵

⑤ خلافت راشدہ میں رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں کو متفقہ طور پر ان کا حصہ دیا جاتا

رہا۔ اللہ اور اس کے رسول کے حصے کو مسلمانوں کی ضرورتوں، مصلحتوں اور جہاد فی سبیل اللہ کے آلات و اسباب کے لیے مختص رکھا گیا۔ جناب سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بھی اسی دستور کے مطابق عمل درآمد ہوا۔ ۷۶

⑥ مال غنیمت کے پانچویں حصے کے بقایا تین حصے ۳/۵ یتیموں مسکینوں اور مسافروں کے

لیے مخصوص ہیں۔ بعض فقہاء کہتے ہیں ان یتیموں کو حصہ ملے گا جو فقیر ہوں۔ لیکن یہ موقف درست نہیں کیونکہ قرآن کی آیت عام ہے۔ ۷۷

⑦ مال فیء اور مال خمس کی تقسیم میں تنگدست مہاجرین و انصار کو مقدم رکھا جائے۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

[۱۳۹۲] ﴿لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ.....﴾

[الحشر = ۸:۵۹]

”ان فقیر مہاجرین کے لیے بھی مال فیء میں حق ہے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکال دیئے گئے۔“

⑧ بعد ازاں تمام مصارف میں ضرورت اور حاجت کے بقدر ترجیح ملحوظ رکھنا سنت نبوی ہے۔

۷۴ تحریج کے لیے ملاحظہ ہو الرِّقْمُ المسلسل: ۱۳۸۷

۷۵ معالم السنن: ۴/ ۲۱۹-۲۲۲ سنن النسائی = کتاب قسم الفیء

۷۶ شرح النووی: ۲/ ۹۰-۹۲

۷۷ القرطبی: ۸/ ۹ + العدة شرح العمدة: ۵۱۰، ۵۱۱

اسی طرح مقروض اور تنگ دست فوت شدہ مومن کی کفالت بھی امیر المومنین کے ذمہ ہے۔^۸ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۱۳۹۳] «أَنَا أُولَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ.....»^۹

”مومنوں کے لیے میں ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہوں.....“

⑨ فوت شدہ مومن کے قرضہ جات اور واجبات کی طرح اس کے بے سہارا اور کمزور بچوں کی کفالت بھی خلیفہ کی ذمہ داری ہے۔ اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

[۱۳۹۴] «مَنْ تَرَكَ دَيْنًا أَوْ ضِيَاعًا فَلِأَيِّ وَ عَلَى»^{۱۰} جو آدمی قرض چھوڑ جائے یا اہل وعیال چھوڑ جائے تو اس قرض کی ادائیگی اور بچوں کی کفالت میرے ذمہ ہے۔

⑪ مال غنیمت کے حصوں کے مستحق فقط جنگ میں شرکت کرنے والے مجاہدین ہیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”مال غنیمت کا پانچواں حصہ بلاشبہ اللہ کے لیے اور اس کے رسول کے لیے ہے.....“ [الأنفال: ۸=۱: ۴۱] لہذا اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ جب ایک حصہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے تو باقی چار حصے مجاہدین کے لیے ہیں۔ علاوہ ازیں حدیث مبارکہ میں آتا ہے:

[۱۳۹۵] «لَمْ يَفْسِمِ لِأَحَدٍ غَابَ عَنْ فَتْحِ خَيْبَرَ»^{۱۱}

”نبی ﷺ نے جنگ خیبر سے غیر حاضر کو کچھ نہیں دیا۔“

⑫ امام مالک، احمد، شافعی اور اکثر ائمہ اسلام کا متفقہ موقف ہے کہ ”الْغَنِيمَةُ لِمَنْ شَهِدَ الْفَوْقَةَ“ غنیمت صرف جنگ میں شرکت کرنے والوں کا حق ہے۔ ماسوائے ابو حنیفہ اور اوزاعی کے۔ چنانچہ وہ جنگ کے بعد آ کر ملنے والوں کو بھی سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کی وجہ سے غنیمت حاصل کرنے والوں کے ساتھ شامل تصور کرتے ہیں۔ اکثر علماء کے نزدیک دو ہجرتیں کرنے کی بناء پر یہ کشتی پر سوار ہو کر حبشہ سے لوٹنے والوں کی منفرد خصوصیت تھی۔ یا پھر رسول ﷺ نے اپنے مخصوص حق

۸۔ معالم السنن: ۴/ ۲۰۶-۲۰۷

۹۔ تخریج کے لیے ملاحظہ ہو الرِّقْمُ المسلسل: ۸۵۸

۱۰۔ صحیح ابی داؤد = کتاب الخراج والإمارة والفیء: باب فی أرزاق الدُّرَّةِ، الحديث: ۲۵۶۱ + صحیح ابن ماجہ = کتاب

الصدقات: باب من تَرَكَ دَيْنًا أَوْ ضِيَاعًا فَعَلَى اللَّهِ وَ عَلَى رَسُولِهِ، الحديث: ۱۹۵۹

۱۱۔ تخریج کے لیے ملاحظہ ہو الرِّقْمُ المسلسل: ۱۳۸۵

سے مال غنیمت کا پانچواں حصہ عطا فرمایا۔ یا جنگ میں شرکت کرنے والوں کی رضا مندی سے عطا فرمایا۔ جیسا کہ بیہقی کی روایت میں اس کی تصریح موجود ہے۔^{۵۲}

۱۲) اسی طرح سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو باوجود غیر حاضر ہونے کے مال غنیمت عطا کرنا بھی ان کی امتیازی خصوصیت ہے۔ گویا وہ اللہ اور رسول کے اہم کام میں مشغول ہونے کی بناء پر حاضر تصور کئے گئے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اور میں ان کی طرف سے بیعت کرتا ہوں۔“^{۵۳}

۱۳) امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے علاوہ تمام اہل علم کا اجماع ہے کہ پیادہ کو ایک حصہ اور گھڑ سوار کو تین حصے عطا کیے جائیں۔^{۵۴}

۱۴) اسی طرح ایک سے زیادہ گھوڑوں اور گھوڑے کے علاوہ کسی اور جنس مثلاً خچر اور اونٹ وغیرہ کے لیے مال غنیمت کا حصہ نہیں ہوگا۔ اکثر اہل علم کا موقف یہی ہے۔ کیونکہ غزوہ بدر اور غزوہ حنین وغیرہ میں اونٹ اور خچر موجود ہونے کے باوجود نبی ﷺ نے گھڑ سوار کے علاوہ کسی کو پیادے سے زیادہ حصہ نہیں دیا۔ ابن منذر وغیرہ نے بھی یہی بات کہی ہے۔^{۵۵}

۱۵) عصر حاضر میں گھوڑوں کی جنگی اہمیت اور ضرورت برقرار رہنے کے باوجود ان کی جگہ مشینی گاڑیوں نے حاصل کر لی ہے۔ لہذا پیادہ مجاہد کے مقابلے میں کسی گاڑی والے مجاہد کو مزید دو حصے عطا کرنا حدیث کے مفہوم کے عین مطابق ہوگا۔ (وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ)

بڑے قافلے میں سے مختصر قافلہ والوں کا اضافی حصہ:

ایک بڑے قافلے میں سے الگ کر کے امیر کسی مختصر قافلہ کو یعنی چھوٹے جہادی لشکر کو کسی مخصوص کارروائی کے لیے روانہ کرے تو امیر اس مختصر قافلہ والوں کی اضافی حصہ کے ساتھ حوصلہ

۵۲ ملاحظہ ہو معالم السنن شرح سنن أبی داؤد = کتاب الجہاد : باب فیمن جاء بعد الغنیمۃ + سنن الترمذی = أبواب السیر : باب ما جاء فی أهل الذمۃ یغزون مع المسلمین هل یُسبھم لھم + المنقذی شرح المؤطا = کتاب الجہاد : باب جامع النفل + سنن الکبریٰ للبیہقی = کتاب قسم الفیء والغنیمۃ : باب المدد یلحق بالمسلمین قبل ان یتقطع الحرب“

۵۳ معالم السنن: ۴/ ۸۸

۵۴ القرطبی: ۸/ ۱۱

۵۵ القامح: ۸/ ۱۱۲ + معالم السنن: ۴/ ۱۱۲ + الذب: ۱۳/ ۱۱۲

افزائی کر سکتا ہے۔ جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں:

[۱۳۹۶] «بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ نَجْدٍ فُكُنْتُ فِيهَا - فَبَلَغَتْ سِهَامُنَا

إِثْنِي عَشَرَ بَعِيرًا وَنُفِلْنَا بَعِيرًا فَرَجَعْنَا بِثَلَاثَةِ عَشَرَ بَعِيرًا» ۵۶

”نبی اکرم ﷺ نے (بڑے لشکر میں سے الگ کر کے) ایک مختصر قافلہ نجد کی طرف روانہ

فرمایا۔ اس مختصر قافلہ میں میں بذات خود موجود تھا۔ واپسی پر ہمیں (باقی لشکر والوں کی

طرح) بارہ بارہ اونٹ دیئے گئے۔ جبکہ ہمیں ایک ایک اونٹ زائد دیا گیا۔ عام لشکر والوں

کے پاس بارہ بارہ اونٹ تھے اور ہمارے پاس تیرہ تیرہ اونٹ تھے۔“

اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قافلہ والوں کے مال میں بڑا لشکر بھی شریک ہوگا

کیونکہ وہ بڑا لشکر ان کی پشت پر تھا اور ان کا مدد اور معاون تھا۔ ۵۷

بڑے لشکر اور چھوٹے قافلہ کی تعداد:

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۱۳۹۷] «خَيْرُ الصَّحَابَةِ أَرْبَعَةٌ وَ خَيْرُ السَّرَايَا أَرْبَعُ مِائَةٍ وَ خَيْرُ الْجُيُوشِ أَرْبَعَةٌ

آلَافٍ وَلَا يُغْلَبُ اثْنَا عَشَرَ آلَافًا مِنْ قَلَّةٍ» ۵۸

”بہترین دوست چار ہوتے ہیں۔ بہترین قافلہ وہ ہے جو چار افراد پر مشتمل ہو۔ بہترین

لشکر وہ ہے جس کی تعداد چار ہزار ہو۔ بارہ ہزار کا لشکر قلت تعداد کی وجہ سے مغلوب نہ ہوگا۔“

لفظ ”السَّرِيَّةُ“ واحد ہے۔ اس کی جمع ”سَرَايَا“ ہے۔ صاحب النہایہ فرماتے ہیں:

”هِيَ طَائِفَةٌ مِنَ الْجَيْشِ يَبْلُغُ اقْصَاهَا أَرْبَعُ مِائَةٍ تُبْعَثُ إِلَى الْعَدُوِّ.....“

”یعنی لشکر کا ایک حصہ جس کی تعداد زیادہ سے زیادہ چار سو (۴۰۰) ہوتی ہے۔ اس کو دشمن

کی طرف روانہ کیا جاتا ہے۔ اس کو ”سَرِيَّةُ“ کہتے ہیں۔“

اس کو سریہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ عسکری قوت کا خلاصہ اور عمدہ حصہ ہوتا ہے۔ گویا

۵۶ صحیح البخاری= کتاب المغازی: باب السَّرِيَّةِ الَّتِي قَبْلَ نَجْدٍ، الحدیث: ۴۰۸۳+ صحیح مسلم= کتاب الجہاد: باب

الأنفال، الحدیث: ۱۷۴۹+ صحیح أبی داؤد= کتاب الجہاد: باب فی نفل السَّرِيَّةِ تَخْرُجُ مِنَ الْعَسْكَرِ،

الحدیث: ۲۳۷۹-۲۳۸۴

۵۷ شرح النووی علی صحیح مسلم: ۸۶/۲+ معالم السنن: ۴/۵۵

۵۸ تخریج کے لیے ملاحظہ ہو الرِّقْمُ المسلسل: ۱۱۲۹

”السَّيْرُ“ نفیس اور عمدہ کے معنی میں ہے۔ لفظ ”الجیش“ واحد ہے اور اس کی جمع ”الجیوش“ ہے۔ یعنی بہت زیادہ تعداد والا جنگی لشکر جس میں مَیْمَنَہ (دائیں جانب لڑنے والا گروپ)، میسرہ (بائیں جانب لڑنے والا گروپ)، قلب (وسط اور سنٹر میں لڑنے والا گروپ) اور مُقَدِّمَہ الجیش (آگے آگے لڑنے والا گروپ) ہوتے ہیں۔^{۵۹}

اجرت پر جہاد کرنے والے کے لیے حصہ، انعام اور سواری کا بندوبست:

سیدنا یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

[۱۳۹۸] « غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ تَبُوكَ فَحَمَلْتُ عَلَى بَكْرِ فَهُوَ أَوْثَقُ أَعْمَالِي فِي نَفْسِي - فَاسْتَأْجَرْتُ أَجِيرًا - فَقَاتَلَ رَجُلًا فَعَصَّ أَحَدُهُمَا الْآخَرَ فَانْتَزَعَ يَدَهُ مِنْ فِيهِ وَنَزَعَ ثَنِيَّتَهُ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَهْدَرَهَا - فَقَالَ « أَتَدْفَعُ يَدَهُ إِلَيْكَ فَتَقْضُمُهُ كَمَا يَقْضُمُ الْفَحْلُ »^{۶۰}

”میں نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تبوک میں شرکت کی اور ایک نوجوان اونٹ پر دوسرے نوجوان کو سوار کیا۔ جو میرے خیال کے مطابق (میری زندگی کا) مضبوط ترین عمل ہے۔ اپنے بڑھاپے کی بناء پر جہاد کے لیے ایک اجرت پر کام کرنے والا بھی ساتھ لیا۔ وہ مزدور ایک شخص کے ساتھ جھگڑ پڑا۔ ایک نے دوسرے کو کاٹا تو اس نے اپنا ہاتھ اس کے مونہ سے کھینچا اور اس کے اگلے دانتے باہر نکال دیئے۔ جس کو نبی ﷺ نے بلا قصاص (رایگاں) قرار دے دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس موقع پر فرمایا: ”کیا وہ اپنا ہاتھ تیرے مونہ میں ڈالے رکھتا اور تو اس کو اس طرح چبا ڈالتا جس طرح اونٹ کسی چیز کو چبا ڈالتا ہے۔“

ایک روایت میں یہ وضاحت بھی ہے کہ یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۱۳۹۹] « فَسَمِيتُ لَهُ ثَلَاثَةَ دَنَانِيرٍ »^{۶۱}

”میں نے اس (مزدوری پر جہاد میں شریک ہونے والے) کے لیے تین دینار اجرت مقرر کی۔“

۵۹ تحفة الأحوذی: ۲/۳۷۹

۶۰ صحیح البخاری= کتاب الجہاد : باب الأجير ، الحدیث: ۲۸۱۴+ صحیح مسلم= کتاب القسامة والمحاربين والقصاص والديات: باب الصائل على نفس الإنسان أو عضوه إذا دفع العضول عليه، فَأَتَلَفَ نَفْسَهُ أَوْ عُضْوَهُ لَا ضَمَانَ عَلَيْهِ، الحدیث: ۱۶۷۳، ۱۶۷۴+ صحیح أبی داؤد= کتاب الجہاد: باب الرجل يغزو بأجير، الحدیث: ۲۲۰۴

۶۱ صحیح أبی داؤد= کتاب الجہاد: باب الرجل يغزو بأجير ، الحدیث: ۲۲۰۴

چنانچہ اکثر علماء کے بقول جہاد کے لیے اجرت پر آدمی رکھنا اور اجرت کے بدلے جہاد پر روانہ ہونا جائز ہے اور اجرت پر جہاد کے لیے جانے والے کے لیے مقررہ حصہ مال غنیمت سے بھی ہوگا۔ اس بات کی دلیل سیدنا سلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی وہ حدیث ہے۔ جس میں وہ فرماتے ہیں: ”میں سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کا مزدوری پر رکھا ہوا ایک مزدور تھا۔ ان کے گھوڑے کی خدمت (دیکھ بھال) کیا کرتا تھا۔“ اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ: ”نبی ﷺ نے میرے لیے حصہ نکالا۔“ ۹۲

لفظ ”جَعَائِلُ“ جمع ہے اس کا واحد ”جَعِيلَةٌ“ ہے اجرت پہ جہاد کرنے والے کو جو اجرت یا انعام دیا جائے اس کو ”جعیلہ“ کہا جاتا ہے۔ جہاد کے لیے سواری مہیا کرنے کو ”حُمْلَانٌ“ کہتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

[۱۴۰۰] «لَوْ لَا أَنْ أَشَقَّ عَلَى أُمَّتِي مَا تَخَلَّفْتُ عَنْ سَرِيَّةٍ - وَلَكِنْ لَا أَجِدُ حُمُولَةً وَ

لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُهُمْ عَلَيْهِ» ۹۳

”اگر میری امت پر مشقت نہ ہوتی تو میں کسی بھی قافلے سے پیچھے نہ رہتا۔ لیکن میں نہ تو ہرجماہد کے لیے زادِ راہ رکھتا ہوں اور نہ ہی ہر کسی کے لیے سواری پاتا ہوں۔“

مالکیوں اور حنفیوں کا موقف یہ ہے کہ جہاد پر لئے گئے آزاد مزدور کو جب محض قتال کے لیے اجرت پر لیا جائے تو اس کے لیے مقرر اجرت ہی ہوگی۔ مال غنیمت میں حصہ نہ ہوگا۔ ۹۴ اس حدیث کی بناء پر جس میں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ہے: ”اس کے لیے وہی دینار ہیں جو اس کے لیے مقرر کئے گئے ہیں۔“ ۹۵

مال غنیمت کے مستحق ہونے کی شرائط

مال غنیمت کے مستحق ہونے کے لیے اکثر علماء اسلام کے بقول درج ذیل چھ شرائط اور اوصاف کا ہونا ضروری ہے:

۹۲ ملاحظہ ہو مسند احمد: ۶/۲۴۷، ۲۵۶

۹۳ تخریج کے لیے ملاحظہ ہو الرَّقْمُ الْمُسْلِسِل: ۱۰۰

۹۴ فتح الباری: ۶/۴۶۴، ۴۶۵ + شرح النووی: ۲/۱۳۸، ۱۳۷ + المؤطا مع المنتقى: ۳/۱۷۸، ۱۷۹ + القرطبی: ۸/۱۳

۹۵ تخریج کے لیے ملاحظہ ہو الرَّقْمُ الْمُسْلِسِل: ۱۴۱

(۱۔ عاقل ہونا:

کیونکہ غیر عاقل پر شریعت کی پابندی لازم نہیں۔ البتہ اگر پاگل پن کا عارضہ ہمیشہ کے لیے نہ ہو اور وہ باہوش ہونے کی حالت میں جہاد و قتال پر قادر ہو تو مال غنیمت میں شریک اور حصہ دار ہوگا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔“ [البقرہ ۲: ۲۸۶]

(۲۔ مسلمان ہونا:

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

[۱۴۰۱] « اِنَّا لَا نَسْتَعِينُ بِمُشْرِكٍ » ۹۶ ”بلاشبہ ہم مشرک سے مدد طلب نہیں کرتے۔“

بعض علماء کا موقف ہے کہ غیر مسلم جب جنگ میں حاضر ہو تو شریک غنیمت ہوگا۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے اپنے ساتھ مل کر قتال کرنے والی یہود کی ایک قوم کے لیے مال غنیمت میں سے حصہ نکالا؟ ۹۷

(۳۔ جنگ پر قدرت رکھنا:

چنانچہ کسی مستقل مرض یا دیگر کسی عذر کی وجہ سے جنگ نہ کر سکے والا شخص غنیمت میں حصہ دار نہیں ہوگا۔ کیونکہ وہ عذر اور مجبوری کی وجہ سے جنگ کرنے والوں میں شریک نہ ہوا۔ لہذا وہ غنیمت نہیں حاصل کر سکے گا۔ البتہ معمولی قسم کی بیماریاں اور معذوریاں — جن سے جنگ اور دفاع کی استعداد ختم نہ ہو — اس حکم سے مستثنیٰ ہوں گی۔ ۹۸

(۴۔ بالغ ہونا:

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، نبی ﷺ نے غزوہ احد کے وقت انہیں (یعنی مجھے) جہاد میں شریک ہونے کی اجازت نہ دی۔ اس وقت وہ چودہ (۱۴) سال کی عمر میں تھے اور

۹۶ تخریج کے لیے ملاحظہ ہو الرِّقْمُ الْمَسْلُوسُ: ۱۱۳۳

۹۷ ملاحظہ ہو سنن الترمذی: أبواب السَّيْرِ: باب ما جاء في أهل الذِّمَّة يغزُون مع المسلمين هل يُسَهَّمُ لهم +

المنتقى: ۱۷۹/۳

غزوہ خندق میں اجازت بخش دی۔ اس وقت ان کی عمر پندرہ (۱۵) سال ہو چکی تھی۔^{۹۹} تاہم جہاد میں شریک نابالغ مسلمان بچوں کو بطور تحفہ، عطیہ اور انعام ضرور کچھ دیا جائے گا۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے خیبر کے روز بچوں کا حصہ نکالا تھا۔^{۱۰۰}

(۵۔ مذکر ہونا:

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں آتا ہے:

[۱۴۰۲] « وَ قَدْ كَانَ يَغْزُو بِهِنَّ فَيَدَاوِينَ الْمَرْضَى وَ يُحْذِينَ مِنَ الْغَنِيمَةِ - وَ أَمَّا يُسْهِمُ: فَلَمْ يَضْرِبْ لَهُنَّ بِسْهِمٍ »^{۱۰۱}

”نبی اکرم ﷺ (امت محمدیہ کی) خواتین کے ساتھ مل کر جہاد کیا کرتے تھے۔ وہ خواتین بیماروں کو مرہم پٹی کیا کرتیں تھیں۔ انہیں مال غنیمت میں سے بطور انعام اور عطیہ کے کچھ دیا جاتا تھا۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ رسول اللہ ﷺ انھیں کوئی مقررہ حصہ دیتے تھے یا نہیں اس معاملے میں صورت حال یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ان کے لیے کوئی مقررہ حصہ نہیں نکالا۔“

(۶۔ آزاد ہونا:

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

[۱۴۰۳] « أَمَّا الْمَمْلُوكُ فَكَانَ يُحْذَى »^{۱۰۲}

” (نبی اکرم ﷺ کے مبارک زمانہ میں) غلام کو بھی تحفہ وغیرہ عطا کیا جاتا تھا۔ مقررہ حصہ نہیں۔“

ابوحم کے غلام سیدنا عمیر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے:

[۱۴۰۴] « شَهِدْتُ خَيْبَرَ فَأَمَرَ لِي بِشَىءٍ مِنْ خُرَّتِي الْمَتَاعِ »^{۱۰۳}

^{۹۹} تخریج کے لیے ملاحظہ ہو الرِّقْم المسلسل: ۱۸۵

^{۱۰۰} ملاحظہ ہو سنن الترمذی = أبواب السَّير: باب من يُعْطَى الْفِيءُ + سنن أبی داؤد = کتاب الخراج والإِمَارَةِ وَالْفِيءِ: باب فی قسم الْفِيءِ

^{۱۰۱} تخریج کے لیے ملاحظہ ہو الرِّقْم المسلسل: ۱۹۳ + صحیح الترمذی = أبواب السَّير: باب من يُعْطَى الْفِيءُ، الحديث: ۱۲۶۰ + صحیح أبی داؤد = کتاب الجہاد: باب فی المرأة والعَبْدُ يُحْزَنَانِ مِنَ الْغَنِيمَةِ، الحديث: ۲۳۶۸

^{۱۰۲} تخریج کے لیے ملاحظہ ہو الرِّقْم المسلسل: ۱۸۷

^{۱۰۳} تخریج کے لیے ملاحظہ ہو الرِّقْم المسلسل: ۱۸۶

”میں خیبر میں حاضر ہوا تو مال غنیمت میں سے مجھے گھریلو سامان سے متعلق کچھ عطا کرنے کا آپ ﷺ نے حکم دیا۔“

مذکورہ احادیث کا مفہوم یہ ہے کہ غلاموں کے لیے مقرر حصہ تو نہیں۔ البتہ عطیہ اور انعام ضرور دیا جائے گا۔

انعام و اکرام:

الغرض اکثر علماء اسلام کا یہ کہنا ہے کہ مندرجہ بالا احادیث کا تقاضا ہے کہ نابالغ بچے، عورتیں اور غلام اگرچہ مال غنیمت میں دیگر مجاہدین کی طرح مقررہ حصے کے مستحق نہیں ہونگے۔ لیکن انہیں شریک جہاد ہونے کی بناء پر (انعام و اکرام کے طور پر) ضرور کچھ دیا جائے گا اور یہ طریقہ عین قرین عدل و انصاف ہے۔ تاہم سلف صالحین میں سے بعض علماء مثلاً امام اوزاعی وغیرہ عورتوں اور بچوں کے لیے سہم مقرر حصہ دیئے جانے کے بھی قائل ہیں۔ امام اوزاعی رحمہ اللہ نے کہا ہے:

[۱۴۰۵] ”أُسْهَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلصِّبْيَانِ بِخَيْرٍ وَ أَخَذَ بِذَلِكَ الْمُسْلِمُونَ بَعْدَهُ“ ۱۰۴

”نبی ﷺ نے خیبر کے مال غنیمت میں سے بچوں کے لیے حصہ مقرر کیا۔ پھر یہی طریقہ مسلمانوں میں چلتا رہا۔“

ایک روایت میں امام اوزاعی رحمہ اللہ سے الفاظ اس طرح منقول ہیں:

[۱۴۰۶] ((وَأُسْهَمَ النَّبِيُّ ﷺ لِلنِّسَاءِ بِخَيْرٍ وَ أَخَذَ بِذَلِكَ الْمُسْلِمُونَ بَعْدَهُ)) ۱۰۵

”نبی اکرم ﷺ نے خیبر میں عورتوں کا حصہ نکالا جس طرح مردوں کا حصہ نکالا تھا۔“

اجرت پر جہاد:

ایک عمر رسیدہ اور ضعیف صحابی یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ نے ایک غزوہ میں تین دینار معاوضہ کی شرط پر اپنے ہمراہ ایک معاون مجاہد بطور ملازم رکھ لیا۔ حصول غنیمت کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۱۴۰۷] ((مَا أَجِدُ لَهُ فِي غَزْوَتِهِ هَذِهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ إِلَّا دَنَانِيرَهُ الَّتِي سُئِمَى)) ۱۰۶

۱۰۴ سُنَنُ التِّرْمِذِيِّ = أَبْوَابُ السَّيْرِ: بَابٌ مِنْ يُعْطَى الْفِيءُ

۱۰۵ سُنَنُ التِّرْمِذِيِّ = أَبْوَابُ السَّيْرِ: بَابٌ مِنْ يُعْطَى الْفِيءُ

۱۰۶ تَحْرِيجُ كَلِمَةِ لَاحِظٌ هُوَ الْقَائِمُ الْمُسْلِمُ: ۱۴۱

”میرے ہاں تو اس کے اس غزوہ میں شرکت کا بدلہ دنیا اور آخرت میں صرف یہی مقررہ (تین) دینار ہیں۔“

اضافی نوازش اور کافر مقتول سے چھینا ہوا مال:

سیدنا ابوقادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۱۴۰۸] « خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حُنَيْنٍ فَلَمَّا التَقَيْنَا كَانَتْ لِلْمُسْلِمِينَ جَوْلَةٌ فَرَأَيْتُ رَجُلًا مِنَ الْمُشْرِكِينَ قَدْ عَلَا رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ - فَضْرَبْتُهُ مِنْ وَرَائِهِ عَلَى حَبْلِ عَاتِقِهِ بِالسَّيْفِ فَقَطَعْتُ الدَّرْعَ - وَأَقْبَلَ عَلَيَّ فَضَمَّنِي ضَمَّةً وَجَدْتُ مِنْهَا رِيحَ الْمَوْتِ - ثُمَّ أَدْرَكَهُ الْمَوْتُ فَأَرْسَلَنِي - فَلَحِيقْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَقُلْتُ: مَا بَالُ النَّاسِ؟ قَالَ: أَمْرُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ - ثُمَّ رَجَعُوا وَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا لَهُ عَلَيْهِ بَيْسَةٌ فَلَهُ سَلْبُهُ» فَقُلْتُ مَنْ يَشْهَدُ لِي؟ ثُمَّ جَلَسْتُ - قَالَ: ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ - فَقُمْتُ فَقَالَ: «مَالِكُ يَا أَبَا قَتَادَةَ» فَأَخْبَرْتُهُ - فَقَالَ رَجُلٌ: صَدَقَ وَ سَلْبُهُ عِنْدِي فَأَرْضِهِ مِنْهُ - فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: لَا هَا اللَّهُ إِذَا لَا يَعْمَدُ إِلَى أَسَدٍ مِنْ أَسَدِ اللَّهِ يُقَاتِلُ عَنِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ فَيُعْطِيكَ سَلْبُهُ - فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «صَدَقَ فَأَعْطَاهُ» فَأَعْطَانِيهِ - فَأَتَيْتُهُ بِهِ مَخْرَفًا فِي بَنِي سَلَمَةَ - فَإِنَّهُ لِأَوَّلِ مَالٍ تَأَلَّسْتُهُ فِي الْإِسْلَامِ » ۱۷

”ہم غزوہ حنین کے سال نبی اکرم ﷺ کے ساتھ قتال کے لیے روانہ ہوئے۔ جب ہم دشمن سے دو بدو ہوئے تو مسلمانوں کے لیے ایک گردش (یعنی کافروں کی طرف سے سخت حملہ) پیش آئی۔ چنانچہ میں نے ایک مشرک کو مسلمان مجاہد پر سوار (غالب) دیکھا۔ تو پیچھے سے اس کی گردن کے مہرے پر تلوار کا وار کیا اور اس کی ذرہ کاٹ دی۔ وہ میری طرف پلٹا اور مجھے اس زور سے بھیجا کہ مجھے موت نظر آنے لگی۔ لیکن پھر موت نے اس کو آن لیا اور اس نے مجھے چھوڑ دیا۔ بعد ازاں مجھے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ملے۔ میں نے ان سے

۱۷ صحیح البخاری = کتاب المغازی: باب قول اللہ تعالیٰ ﴿وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَصَافَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ.....﴾ [التوبة: ۲۵۰-۲۷۰]، الحديث: ۴۰۶۶ + صحیح مسلم = کتاب الجہاد والسير: باب استحقاق القاتل سلب القتيل، الحديث: ۱۷۵۱ + صحیح الترمذی = أبواب السير: باب ما جاء في مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا فَلَهُ

سَلْبُهُ، الحديث: ۱۲۶۷ + صحیح أبي داود = کتاب الجہاد: باب في السلب يعطى القاتل، الحديث: ۲۳۶۰

Free downloading facility of Videos, Audios & Books for DAWAH purpose only, From Islamic Research Centre Rawalpindi

پوچھا لوگوں کا اس وقت کیا حال ہے؟ انہوں نے فرمایا: جیسے اللہ کا حکم (یعنی وہی ہوا ہے جو اللہ کو منظور تھا اور جو تقدیر میں لکھا ہوا تھا)۔ پھر لوگ واپس پلٹے۔ نبی اکرم ﷺ ایک جگہ تشریف فرما ہوئے تو آپ نے اعلان فرمایا: ”جس نے کسی کافر کو قتل کیا ہو اور اس کے پاس اس کی دلیل موجود ہو تو اسے مقتول کافر کا چھینا ہوا مال عطا کیا جائے گا۔ میں نے کھڑے ہو کر عرض کیا: ایک کافر کو قتل کرنے کی میری طرف سے گواہی کون دے گا؟ یہ بات کہہ کر میں بیٹھ گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنی بات پھر دہرائی۔ میں دوبارہ کھڑا ہوا تو نبی اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا: ابو قتادہ! آپ کا کیا مسئلہ ہے؟ میں نے آپ کو اپنی پریشانی سے آگاہ کیا۔ تب ایک شخص بولا: ”ابو قتادہ سچ کہہ رہے ہیں۔ ان کے ہاتھوں قتل ہونے والے کافر کا چھینا ہوا مال میرے پاس ہے۔ یا رسول اللہ! آپ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کو میری طرف سے راضی کر دیں۔ (کہ وہ یہ سامان لئے بغیر مطمئن ہو جائیں اور یہ میرے پاس ہی رہے)

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: واہ! اللہ کی قسم! ایسا نہیں ہوگا۔ ورنہ اللہ کے شیروں میں سے کوئی اللہ کا شیر اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے دفاع کرتے ہوئے قتال نہ کرے گا کہ وہ مقتول کافر کا مسلوبہ مال تجھے بخش دے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”ابو بکر سچ کہتا ہے۔ یہ مال ابو قتادہ کے حوالے کر دو۔ اس نے وہ مال میرے قبضہ میں دے دیا۔ جس سے میں نے بنی سلمہ کے محلہ میں ایک باغ خریدا چنانچہ یہ اسلام میں میرا پہلا سرمایہ اور پہلی جائیداد تھی۔“

سیدنا عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ جنگ بدر کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب دو نوجوان لڑکوں نے ابو جہل کو قتل کر دیا تو آپ ﷺ نے دونوں سے دریافت کیا:

[۱۴۰۹] « اَيُّكُمَا قَتَلَهُ ؟ » فَقَالَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا : اَنَا قَتَلْتُ . فَقَالَ : « هَلْ مَسَحْتُمَا سَيْفَيْكُمَا ؟ » قَالَا : « لَا » فَظَرَفَ فِي السَّيْفَيْنِ فَقَالَ : « كَلَّا كُفَمَا قَتَلَهُ » وَقَضَى بِسَلْبِهِ لِمُعَاذِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْجُمُوعِ وَالرَّجُلَانِ مُعَاذُ بْنُ عَمْرٍو بْنِ الْجُمُوعِ وَمُعَاذُ بْنُ عَفْرَاءَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا » ۱۸

”تم دونوں میں سے کس نے اس کو قتل کیا ہے؟ تو ان میں سے ہر ایک کہنے لگا: ”میں نے قتل کیا ہے۔“ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا: کیا تم نے اپنی اپنی تلواریں صاف کر لیں

ہیں؟ وہ کہنے لگے: نہیں۔ تب نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں کی تلواروں کو غور سے دیکھا اور آپ نے فرمایا: واقعی تم دونوں نے اسے قتل کیا ہے۔ لیکن ابو جہل کے چھینے ہوئے مال کا فیصلہ معاذ بن عمرو بن جموح کے حق میں دے دیا۔ وہ دو آدمی (نوجوان لڑکے) سیدنا معاذ بن عمرو بن جموح اور سیدنا معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہما تھے۔“

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۱۴۱۰] «.....فَانْطَلَقَ ابْنُ مَسْعُودٍ فَوَجَدَهُ قَدْ ضَرَبَهُ ابْنَا عَفْرَاءَ حَتَّى بَرَدَ» ۱۹

”سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب رسول اللہ ﷺ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ابو جہل کی تلاش میں نکلے تو دیکھا کہ انہیں عفراء کے دونوں بیٹوں (معوذ اور معاذ) نے قتل کر دیا ہوا تھا۔ حتیٰ کہ وہ (ابو جہل) ٹھنڈا پڑا ہوا تھا۔“

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”يُحْمَلُ عَلَى أَنَّ الثَّلَاثَةَ اشْتَرَكُوا فِي قَتْلِهِ وَكَانَ الْإِنْحَانُ مِنْ مُعَاذِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْجُمُوحِ“ ۲۰

”ممکن ہے تینوں نو عمر مجاہد (۱) معاذ بن عمرو بن جموح (۲) معاذ بن عفراء اور (۳) معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہم اس کو قتل کرنے میں شریک ہوں۔ مگر موت کے گھاٹ اتارنے کا سہرا قرآن اور شواہد کے مطابق سیدنا معاذ بن عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کے سر پر جاتا ہو۔“

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

[۱۴۱۱] «بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً قَبْلَ نَجْدٍ فَكُنْتُ فِيهَا فَبَلَغْتُ سِهَامَنَا اثنَى عَشَرَ بَعِيرًا وَنُفِلْنَا بَعِيرًا بَعِيرًا (أَوْ نَفَلْنَا رَسُولُ اللَّهِ بَعِيرًا بَعِيرًا)» ۲۱

”نبی ﷺ نے نجد کی جانب ایک جہادی قافلہ روانہ فرمایا۔ جس میں میں خود بھی شریک تھا۔ قافلے نے فتح یابی پر بہت سارے اونٹ حاصل کئے۔ چنانچہ تقسیم میں ان کا حصہ بارہ بارہ اونٹ مقرر فرمائے اور ایک ایک اونٹ زائد (بطور مزید تحفہ کے) ہمیں عطا کیا گیا۔“

(یا پھر رسول اللہ ﷺ نے بذات خود ہمیں عطا فرمایا۔“

۱۹۔ صحیح البخاری = کتاب المغازی: باب قتل ابی جہل، الحدیث: ۳۷۴۵

۲۰۔ شرح النووی: ۲/۸۸

۲۱۔ تخریج کے لیے ملاحظہ ہو اللمع المسلسل: ۱۳۹۶

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں:

[۱۴۱۲] «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَانَ يُنْفِلُ بَعْضَ مَنْ يَبْعَثُ مِنَ السَّرَايَا لِأَنْفُسِهِمْ خَاصَّةً سِوَى قَسَمِ عَامَّةِ الْجَيْشِ وَالْخُمْسُ فِي ذَلِكَ وَاجِبٌ كُلُّهُ» ۱۳
 ”بلاشبہ رسول اکرم ﷺ بعض جہادی قافلوں کو لشکر اسلام کی عام تقسیم کے علاوہ خصوصی حصے بطور اضافی نوازش کے عطا فرمایا کرتے تھے۔ مگر مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ مذکورہ تمام میں واجب ہے۔

سیدنا حبیب بن سلمہ القہری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۱۴۱۳] «شَهِدْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفَلَ الرُّبْعَ فِي الْبَدَاةِ وَالثُّلُثَ فِي الرَّجْعَةِ» ۱۳
 ”میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا، رسول اللہ ﷺ نے معرکہ کی ابتداء میں مال غنیمت کا چوتھا حصہ بطور زائد مال اور انعام وغیرہ کے دیا اور معرکہ کے آخر میں تیسرا حصہ بطور انعام کے تقسیم کیا۔“

سیدنا حبیب بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے وہ فرماتے ہیں:

[۱۴۱۴] «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُنْفِلُ الرُّبْعَ بَعْدَ الْخُمْسِ وَالثُّلُثَ بَعْدَ الْخُمْسِ إِذَا قَفَلَ» ۱۳

”بلاشبہ رسول اللہ ﷺ مال غنیمت کا پانچواں حصہ نکالنے کے بعد (شروع معرکہ میں) ایک چوتھائی عطا کرتے اور مال غنیمت کا پانچواں حصہ نکالنے کے بعد ایک تہائی بطور انعام کے دیتے تھے جب لوگ واپس پلٹے۔“

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا:

① لفظ ”نفل“ واحد ہے اس کی جمع ”أنفال“ ہے۔ لفظ ”نفل“ دو معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ ①..... بمعنی مال غنیمت۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۴۱۵] ﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ﴾ [الأنفال: ۸]

۱۲ صحیح مسلم = کتاب الجہاد والسیر : باب الأنفال، الحدیث: ۱۷۵۰

۱۳ صحیح أبی داؤد = کتاب الجہاد : باب فیمن قال: الخُمس قبل النفل، الحدیث: ۲۳۸۹ + صحیح ابن ماجہ = کتاب

الجہاد : باب النفل، الحدیث: ۲۳۰۲

۱۴ صحیح أبی داؤد = کتاب الجہاد : باب فیمن قال الخُمس قبل النفل، الحدیث: ۲۳۸۸

”یہ لوگ آپ سے مال غنیمت کے بارے سوال کرتے ہیں.....“ اس آیت کریمہ میں انفال سے مراد مال غنیمت ہے۔

۲..... بمعنی ”السَّهْمُ الزَّائِدُ مِنَ الْإِمَامِ“ (امام اور امیر کی طرف سے اضافی انعام) یعنی امیر جہاد اور امیر المؤمنین کی طرف سے کسی قافلے کو یا کسی مجاہد کو مقررہ حصہ سے زائد دیا جانے والا حصہ۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”جس نے کسی کافر کو قتل کیا تو مقتول کا تمام سازو سامان اس مسلمان مجاہد قاتل کا ہوگا۔“ ۱۵

کسی مختصر قافلہ کو روانہ کرتے تو اس کو اضافی انعام بھی عطا کرتے تھے۔ ۱۶

۲ لفظ ”سلب“ واحد ہے اس کی جمع ”أسلاب“ ہے سلب کا مطلب ہے ”الْمَالُ الْمَسْلُوبُ مِنَ الْمَقْتُولِ“ یعنی مقتول سے چھینا ہوا مال اور اسلحہ وغیرہ۔

سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ ایک جاسوس کو قتل کرنے کا واقعہ بیان کرتے ہیں:

[۱۴۱۶] «ثُمَّ جِئْتُ بِالْجَمَلِ أَقْوَدَهُ - عَلَيْهِ رَحْلُهُ وَ سِلَاحُهُ - فَاسْتَقْبَلَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ مَعَهُ - فَقَالَ «مَنْ قَتَلَ الرَّجُلَ» قَالُوا: «إِبْنُ الْأَكْوَعِ قَالَ: ((لَهُ سَلْبَةٌ أَجْمَعُ))» ۱۷

”پھر میں اونٹ کو کھینچتا ہوا لا رہا تھا۔ اس اونٹ پر (کافر) کا سازو سامان اور اسلحہ بھی تھا۔ آگے آیا تو میری ملاقات رسول اکرم ﷺ سے ہوئی۔ باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی آپ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا۔ کس نے اس آدمی (کافر جاسوس) کو قتل کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: ”ابن اکوع نے قتل کیا ہے۔“ تب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس مقتول کا سارا سامان اکوع کے بیٹے کے لیے ہے۔

۳ امام مالک، امام ابو حنیفہ اور امام ثوری رحمۃ اللہ علیہم کہتے ہیں: چھینا ہوا مال عام غنیمت کے حکم میں ہے۔ لہذا اس میں خمس واجب ہے۔ الا یہ کہ امیر یہ اعلان کردے کہ چھینا ہوا مال قاتل کو ملے گا۔ کیونکہ چھینے ہوئے مال بھی مال غنیمت میں داخل ہیں۔ اس لیے کہ

۱۵ تخریج کے لیے ملاحظہ ہو الرِّقْمُ المسلسل: ۹۴۱

۱۶ تخریج کے لیے ملاحظہ ہو الرِّقْمُ المسلسل: ۱۴۱۲

۱۷ صحیح مسلم = کتاب الجہاد والسیر: باب إستحقاق القاتل سلب القتیل ، الحدیث: ۱۷۵۴ + القرطبی: ۸/۶۰

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”اور جان لو جو تم نے مال غنیمت حاصل کیا.....“ [الأنفال: ۹: ۴۱]
اس آیت سے معلوم ہوا وہ اموال مشترک ہیں۔

امام شافعی، احمد بن حنبل، اسحاق، ابو ثور، ابو عبید، طبری اور ابن منذر وغیرہ کا موقف ہے کہ چھینا ہوا مال ہر حالت میں قاتل کا خاص حق ہے۔ امام اس کا اعلان کرے یا نہ کرے۔ لہذا اس میں پانچواں حصہ (۱/۵) واجب نہیں ہوگا۔ صحیح احادیث سے دوسرے موقف کی تائید ہوتی ہے۔^{۱۱۸}

امام اوزاعی مزید فرماتے ہیں: جنگ کے دوران چھینا ہوا مال غنیمت کے حکم میں ہے اس سے پہلے یا بعد قاتل کا خاص حق ہے۔ بعض نے تھوڑے اور زیادہ چھینے ہوئے مال میں بھی فرق کیا ہے۔ اور اس کا فیصلہ امام کی صوابدید پر موقوف ہے۔^{۱۱۹}

قاتل کو مقتول سے چھینا ہوا مال دینے کے لیے شہادت اور ثبوت ضروری ہے اس لیے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”اس کے لیے ضروری ہے کہ اس کے پاس گواہی اور ثبوت ہو۔“^{۱۲۰} اگر ثبوت موجود نہ ہو تو قرآن و شواہد کا اعتبار کیا جائے گا۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے ابو جہل کے قاتلوں کی خون آلود تلواریں مشاہدہ کرنے کے بعد حوصلہ افزائی کے لیے دونوں کی تصدیق فرمائی۔ لیکن چھینے ہوئے مال کا فیصلہ صرف سیدنا معاذ بن عمرو بن جموح کے حق میں دیا۔^{۱۲۱}

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مطابق چند افراد کو یا مختصر قافلوں کو عام تقسیم کے علاوہ بطور تحفہ زائد حصہ دیا جاسکتا ہے۔^{۱۲۲}

زائد حصہ بطور تحفہ دینے کے بارے مروی تمام احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ چھینے ہوئے مال کی طرح زائد تحفہ بھی تمام مال غنیمت سے ہوگا۔ اس کی کوئی حد مقرر نہیں جہاں سے

۱۱۸ ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب من لم یُخمسِ الأسلابَ وَ مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا فَلَهُ سَلْبُهُ مِنْ غَيْرِ الْخُمْسِ وَ حُكْمُ الْإِمَامِ فِيهِ + شرح النووی: ۸۹/۲

۱۱۹ شرح النووی: ۸۷/۲ + القرطبی: ۷/۸ + بداية المجتہد: ۱/۴۶۱، ۴۶۲

۱۲۰ تخریج کے لیے ملاحظہ ہو الرَّقْمُ الْمُسْلَسِل: ۹۴۱

۱۲۱ کے لیے ملاحظہ ہو الرَّقْمُ الْمُسْلَسِل: ۱۴۰۹

۱۲۲ تخریج کے لیے ملاحظہ ہو الرَّقْمُ الْمُسْلَسِل: ۱۴۱۲

تجاوز ناجائز ہو۔ چنانچہ نبی ﷺ بالعموم معرکہ کی ابتداء میں مال غنیمت کا چوتھا حصہ اور واپسی کے وقت تیسرا حصہ بطور مزید تحفہ کے عطا فرماتے تھے۔ ۱۳ تاہم امام شافعی، ابو عبید اور ابن مسیب کہتے ہیں کہ امیر صرف مال غنیمت کے پانچویں حصہ سے تحفہ عطا کرے۔ خمس الخمس یعنی پانچویں حصے کے پانچویں حصہ سے (۱/۲۵) جو خاص نبی ﷺ کا حصہ ہے۔ جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”خمس بھی تم پر لوٹایا جاتا ہے۔“ ۱۴ اکثر علماء کا موقف ہی صحیح احادیث کے مطابق ہے۔ امام خطابی رحمہ اللہ اور امام نووی رحمہ اللہ نے اس طرح ذکر کیا ہے۔ ۱۵

⑥ جہاد کے مقاصد اور مصلحتوں کے حصول کے لیے ترغیب کے طور پر چھینا ہوا مال اور زائد تحفے کے طور پر خاص عطیات کا اعلان کرنا سنت نبوی ﷺ ہے۔ لہذا امراء اور خلفاء کو اس سنت کے فوائد و ثمرات سے کبھی غافل نہیں رہنا چاہئے۔ ۱۶

⑦ ایک حدیث میں یوں الفاظ بھی ہیں ”اور خمس اس سارے مال میں واجب ہے“ ۱۷ اس سے معلوم ہوا کہ زائد تحفے میں خمس کی ادائیگی واجب ہے۔ امام نووی فرماتے ہیں: اس پر امت کا اجماع ہے۔ امام خطابی فرماتے ہیں: ہو سکتا ہے کہ دونوں معاملے درست ہوں جیسا کہ ابو ثور نے کہا ہے۔ ۱۸

مال غنیمت کی تقسیم سے قبل فائدہ اٹھانا:

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

[۱۴۱۷] «أَنْ جَيْشًا غَنِمُوا فِي زَمَانِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا وَ

عَسَلًا فَلَمْ يُؤْخَذْ مِنْهُمْ الْخُمْسُ» ۱۹

۱۳ تخریج کے لیے ملاحظہ ہو الرِّقْمُ المسلسل: ۱۴۱۳

۱۴ کے لیے ملاحظہ ہو الرِّقْمُ المسلسل: ۱۳۶۹

۱۵ شرح النووی: ۸۶/۲ + معالم السنن: ۴/۵۵ + بداية المجتهد: ۱/۴۵۹، ۴۶۰

۱۶ شرح النووی: ۸۶/۲

۱۷ تخریج کے لیے ملاحظہ ہو الرِّقْمُ المسلسل: ۱۴۱۲

۱۸ شرح النووی: ۸۶/۲ + معالم السنن: ۴/۵۶

۱۹ صحیح أبی داؤد = کتاب الجہاد: باب فی إباحة الطَّعام فی أرضِ العَدُوِّ، الحدیث: ۲۳۵۰

”رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایک جہادی لشکر نے غلہ اور شہد غنیمت میں حاصل کیا۔ تو ان سے پانچواں حصہ نہیں لیا گیا۔“

سیدنا عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

[۱۴۱۷] «ذُلِّي جِرَابٌ مِّنْ شَحْمٍ يَوْمَ خَيْبَرَ قَالَ فَاتَيْتُهُ فَالْتَزَمْتُهُ۔ قَالَ : ثُمَّ قُلْتُ : لَا أُعْطِي مِنْ هَذَا أَحَدًا الْيَوْمَ شَيْئًا ۔ قَالَ فَالْتَفْتُ فَإِذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَبَسَّمُ إِلَيَّ » ۳۰

”غزوہ خیبر کے روز چربی سے بھرا ہوا ایک مشکیزہ لٹکایا گیا۔ میں اس سے چمٹ گیا اور اعلان کیا کہ آج میں اس میں سے کسی کو کوئی حصہ نہ دوں گا۔ جب پلٹ کر دیکھا تو رسول اللہ ﷺ میری طرف مسکراتی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

[۱۴۱۹] «كُنَّا نَصِيبُ فِي مَغَازِينَا الْعَسَلَ وَلَعِنَبَ فَنَأْكُلُهُ وَلَا نَرْفَعُهُ » ۳۱

”ہم اپنے غزوات میں شہد اور انگور حاصل کرتے تھے اور کھا لیتے تھے۔ لیکن ذخیرہ کرنے کے لیے نہیں اٹھاتے تھے۔“

علاوہ ازیں مروی ہے کہ غزوہ خیبر میں گدھوں کے گوشت سے بھری ہوئی دیکیں الٹ دی گئیں۔ اس وجہ سے کہ یہ گوشت حرام کر دیا تھا نہ کہ اس وجہ سے کہ مال غنیمت کا استعمال حرام تھا۔ ۳۲

مندرجہ بالا احادیث صحیحہ سے ثابت ہوتا ہے کہ کھانے پینے کی تمام اشیاء کو تقسیم سے پہلے اور پانچواں حصہ نکالنے سے پہلے بقدر ضرورت جنگ کے علاقے میں استعمال کرنا جائز ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ”اور جان لو سوائے اس کے نہیں جو تم نے مال غنیمت حاصل کیا ہے.....“ [الأنفال: ۸: ۴۱] اس آیت میں عام حکم بیان ہو رہا ہے۔ اس عام حکم کو احادیث نے خاص

۳۰ صحیح ابی داؤد = کتاب الجہاد : باب فی إباحة الطَّعامِ فی أرضِ العَدُوِّ ، الحدیث: ۲۳۵۱ + صحیح البخاری = کتاب الجہاد / أبواب الخُمُس : باب ما یصیب من الطَّعامِ فی أرضِ الحرب ، الحدیث: ۲۹۸۴ + صحیح مسلم = کتاب الجہاد والسیر : باب جواز الأکل من طَعَامِ الغَنیمَةِ فی دارِ الحرب ، الحدیث: ۱۷۷۲

۳۱ صحیح البخاری = کتاب الجہاد / أبواب الخُمُس : باب ما یصیب من الطَّعامِ فی أرضِ الحرب ، الحدیث: ۲۹۸۵

۳۲ ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب الجہاد / أبواب الخُمُس : باب ما یصیب من الطَّعامِ فی أرضِ العَدُوِّ ، الحدیث:

کر دیا۔ جیسا کہ چھینا ہوا مال، نبی ﷺ کا حصہ اور آپ ﷺ کا ذاتی استعمال کے لیے منتخب مال اس عام حکم سے خاص ہو جاتے ہیں۔ اور خاص ہو کر مستثنیٰ قرار پاتے ہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تمام حلال جانور جائز کھانے میں داخل ہیں۔ اسی طرح جانوروں کا چارہ وغیرہ بھی۔ البتہ اگر بلا ضرورت اور غیر معروف طریقے سے استعمال کرے یا ذخیرہ بنائے تو اس کی قیمت واپس لوٹائے۔ جیسا کہ حدیث رسول ﷺ میں آتا ہے۔

ابولبید بیان کرتے ہیں کہ ہم کابل کے محاذ پر سیدنا عبد الرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھے۔ وہاں پر لوگوں کو مال غنیمت ملا۔ ان لوگوں نے وہ مال لوٹ کیا۔ سیدنا عبد الرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا، خطبہ میں یہ بھی فرمایا:

[۱۴۲۰] « سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى عَنِ النَّهْيِ - فَرَدُّوا مَا أَخَذُوا فَقَسَمَهُ بَيْنَهُمْ » ۱۳۳

”میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آپ لوٹ مار کرنے سے منع کرتے تھے۔“ (یہ بات سنتے ہی) ان لوگوں نے وہ سارا مال واپس کر دیا۔ بعد ازاں سیدنا عبد الرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے تمام مجاہدین کے درمیان وہ تقسیم کر دیا۔ (یعنی عدل و انصاف، سنجیدگی و وقار، احترام و متانت کو ملحوظ رکھا جائے تو جائز ہے۔)

مسلمان کا جو مال دشمن کے ہاتھ لگ جائے:

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

[۱۴۲۱] « أَنَّ غَلامًا لِابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَبَقَ إِلَى الْعَدُوِّ فَظَهَرَ عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ فَرَدَّهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى ابْنِ عُمَرَ وَلَمْ يُقْسَمِ » ۱۳۳

”(اپنے بارے میں بیان فرماتے ہیں کہ) ابن عمر کا ایک غلام دشمن کی طرف فرار ہو گیا۔ پھر مسلمان اس دشمن پر غالب آ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے وہ غلام ابن عمر کو واپس لوٹا دیا اور مال غنیمت کی طرح تقسیم نہیں کیا۔“

۱۳۳ صحیح ابی داؤد = کتاب الجہاد: باب فی النہی عن النہی إذا کان فی الطعام قلۃ فی أرض العدو، الحدیث: ۲۳۵۲ + صحیح البخاری = کتاب المظالم: باب النہی بغیر إذن صاحبہ، الحدیث: ۲۳۴۲ + صحیح الترمذی = أبواب السیر: باب ما جاء فی کراہیۃ النہی، الحدیث: ۱۳۰۴

۱۳۴ صحیح ابی داؤد = کتاب الجہاد: باب المال یصیبہ العدو من المسلمین ثم یدرکہ صاحبہ فی الغنیمۃ، الحدیث: ۲۳۴۷

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ بھی روایت ہے :

[۱۴۲۲] «ذَهَبَ فَرَسٌ لَهُ فَأَخَذَهَا الْعَدُوُّ فَظَهَرَ عَلَيْهِمُ الْمُسْلِمُونَ فَرَدَّ عَلَيْهِ فِي زَمَنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَابَقَ عَبْدٌ لَهُ فَلَحِقَ بِأَرْضِ الرُّومِ فَظَهَرَ عَلَيْهِمُ الْمُسْلِمُونَ فَرَدَّ عَلَيْهِ خَالِدُ بْنُ وَلِيدٍ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ» ۳۵

”میرا ایک گھوڑا بھاگ نکلا اور دشمن کے قابو میں آ گیا۔ پھر مسلمان اس دشمن پر غالب آ گئے۔ تو عہد نبوت میں ہی وہ گھوڑا مجھے لوٹا دیا گیا۔ اسی طرح ایک غلام مفروز ہو کر اہل روم سے جا ملا۔ پھر مسلمان ان پر غالب آ گئے تو وہ غلام سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے رحلت فرما جانے کے بعد مجھے واپس لوٹا دیا۔“

چنانچہ امام شافعی اور علماء کی ایک جماعت کا موقف یہ ہے کہ مسلمان کا مال غلبہ کے بعد واپس مالک کو لوٹا دیا جائیگا۔ وہ تقسیم غنیمت سے پہلے اس کو پائے یا بعد میں۔ امام مالک، امام اوزاعی اور امام ثوری کا موقف ہے کہ قبل از تقسیم مالک حقدار ہے اور بعد از تقسیم غنیمت ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ غلام کے بارے امام شافعی کے ہم خیال ہیں اور دیگر اموال میں دوسرے فریق کے ہمنوا ہیں۔ ۳۶

مشرکین کے غلاموں کا معاملہ:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”مشرکین قریش کے چند غلام صلح حدیبیہ کے دن شرائط طے ہونے سے قبل بھاگ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آ گئے۔ ان غلاموں کے مالکوں نے رسول اللہ ﷺ کو تحریراً پیغام بھیجا۔ اے محمد! اللہ کی قسم! یہ لوگ دین اسلام کی تڑپ لے کر آپ کی طرف نہیں آئے۔ بلکہ یہ صرف غلامی سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کئی صحابہ نے بھی تائید کی کہ ان کے مالک درست کہتے ہیں۔ اور ان غلاموں کو ان کے مالکوں کی طرف بھیج دیا جائے۔ آپ ﷺ سخت ناراض ہوئے اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۱۴۲۳] «مَا أَرَاكُمْ تَنْتَهُونَ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ! حَتَّى يَبْعَثَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ مَنْ يَضْرِبُ

۳۵ صحیح ابی داؤد = کتاب الجہاد : باب المال یصیبہ العدو من المسلمین ثم یدرکہ صاحبه فی الغنیمۃ ، الحدیث: ۲۳۴۸+

صحیح البخاری = کتاب الجہاد : باب إذا غنمَ المشرکون مال المسلم ثم وجده المسلم ، الحدیث: ۲۹۰۲-۲۹۰۴

۳۶ المنقذی: ۱۸۴/۳ + فتح الباری: ۵۲۲/۷ + معالم السنن: ۳۲/۴ + نیل الأوطار: ۳۰۹/۷

رَقَابُكُمْ عَلَىٰ هَذَا» وَابْنِي أَنْ يَرُدَّهُمْ وَقَالَ: «هُمْ عُنُقَاءُ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ» ۱۳۷

”اے قریش! میرا خیال ہے کہ تم اس وقت تک اپنی روش سے باز نہیں آؤ گے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر کوئی ایسا شخص مسلط کر دے جو تمہاری گردنیں اڑائے، تمہاری اس عادتِ بد کی وجہ سے (کہ جو تم غلاموں کو اسلام قبول کرنے کے باوجود دارالحرب میں واپس کرنے کا مطالبہ کر رہے ہو) لہذا رسول اللہ ﷺ نے ان غلاموں کو واپس کرنے سے انکار کر دیا۔ اور فرمایا: ”یہ اللہ کے آزاد کئے ہوئے ہیں۔“

چنانچہ اس حدیث کے مطابق جو غلام کفر کی سر زمین میں سے مسلمان ہو کر دارالاسلام میں داخل ہو جائے وہ غلامی سے آزاد ہوگا۔

قیدیوں کو غلام اور لونڈیاں بنانا:

اسی کتاب کے باب: ۲۳ میں جنگی قیدیوں کے متعلق بحث میں واضح دلائل کے ساتھ بیان ہو چکا ہے کہ جنگی قیدیوں کے متعلق امام اور خلیفہ کو چار اختیارات حاصل ہیں:

①..... قتل کرنا ②..... احسان کے طور پر رہا کرنا ③..... فدیہ لے کر آزاد کرنا ④..... غلام بنانا۔

امیر ضرورت اور مصلحت کے مطابق چاروں اختیارات میں سے جو مناسب خیال کرے استعمال کر سکتا ہے۔ صرف چوتھا اختیار استعمال کرنے کو ”استرقاق“ کہتے ہیں۔ استرقاق کا معنی ”غلام بنانا“ ہے۔ اس صورت میں جنگی قیدی ”سبایا“ کہلائیں گے۔ سَبَی سَبَیًّا کا معنی بھی ”غلام بنانا“ ہے۔ ”سَبَی“ واحد ہے اور اس کی جمع ”سبایا“ ہے۔ سَبَی کا معنی غلام ہے۔ اسلام میں جنگی قیدیوں کے تحفظات و حقوق کی تفصیل کے لیے اسی کتاب کے باب نمبر: ۲۳ میں جنگی قیدیوں کی بحث ملاحظہ فرمائیں۔ اسلام نے عدل و انصاف اور عفت و عصمت کے تقاضوں کے پیش نظر چند خصوصی احکام غلام عورتوں اور بچوں کے لیے مقرر فرمائے ہیں۔ جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

سیدنا ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

[۱۴۲۴] «مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ وَالِدَةٍ وَوَلَدِهَا فَفَرَّقَ اللَّهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَحَبَّتِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ» ۱۳۸

۱۳۷ صحیح ابی داؤد = کتاب الجہاد: باب فی غیبید المشرکین یلحقون بالمسلمون فیسلمون ، الحدیث: ۲۳۴۹

۱۳۸ صحیح الترمذی = أبواب السیر: باب فی التفریق بین السبایا، الحدیث: ۱۲۷۱ + صحیح ابی داؤد = کتاب الجہاد:

باب فی التفریق بین السبایا ، الحدیث: ۲۳۴۹

”جس شخص نے ایک (قیدی) ماں اور اس کی (قیدی) اولاد (صرف چھوٹے بچوں) کے درمیان جدائی پیدا کر دی اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کے اور اس کے دوستوں کے درمیان (اور رشتہ داروں) کے درمیان جدائی ڈال دے گا۔“

مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ والدہ اور اس کے بچوں کے درمیان تفریق کرنا جائز نہیں۔ بچوں سے مراد صرف چھوٹے بچے ہیں۔ بالغ اور بڑے بچے مراد نہیں۔ چھوٹی عمر سے امام شافعی سات یا آٹھ سال مراد لیتے ہیں۔ امام مالک اور اوزاعی کہتے ہیں کہ چھوٹی عمر سے مراد یہ ہے کہ جب بچہ اچھے اور برے، صحیح اور غلط، نفع و نقصان میں تمیز کرنے لگے جائے اور وہ والدین کی محتاجی سے بے نیاز ہو جائے۔ اہل الرائے کہتے ہیں کہ چھوٹی عمر سے مراد بالغ ہونے اور احتلام ہونے سے پہلے کی عمر ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”اور اس کے بچوں کے درمیان جدائی ڈالنا ہر صورت میں ناجائز ہے۔ بچے خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے۔ یہ موقف اس لیے درست نہیں کہ سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ہم سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ جہاد کے لیے روانہ ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ہمارا امیر مقرر فرمایا۔ ہم نے قبیلہ فزارہ کے خلاف جہاد کیا اور ہم نے ان پر چاروں طرف سے حملہ کیا۔ اس کے بعد میں نے چند لوگوں کو دیکھا جن میں بچے اور عورتیں بھی تھیں۔ میں نے ان کی طرف ایک تیر مارا۔ جو ان کے اور ایک پہاڑ کے درمیان جا گرا وہ کھڑے ہو گئے۔ بعد ازاں میں انھیں پکڑ کر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لایا۔ ان میں قبیلہ فزارہ کی ایک خاتون بھی تھی۔ جو کہ خشک کھال کا بہترین لباس پہنے ہوئے تھی۔ اس عورت کے ساتھ اس کی ایک جواں سال بیٹی تھی۔ جو عرب کی خوبصورت ترین دو شیراؤں میں شمار ہوتی تھی۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے (ماں کے بغیر صرف وہ) دو شیرہ مجھے دے دی.....“ ۳۹

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب کسی والدہ کے ساتھ جواں سال اولاد ہو تو والدہ اور اولاد میں تفریق جائز ہے۔ البتہ آزاد کرتے ہوئے جدائی ہو رہی ہو تو تمام اہل علم کے ہاں جائز ہے۔ ۴۰ قیدیوں کے ساتھ قیدیوں کا تبادلہ جائز ہے۔ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

بنو ثقیف اور بنو عقیل کے درمیان حلیفانہ معاہدہ (صلح و جنگ میں ایک دوسرے کا ساتھ دینے کا دوستانہ معاہدہ) تھا۔ قبیلہ بنو ثقیف نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے دو صحابہ کو قید کر لیا اور دوسری طرف رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے بنو ثقیف کے ایک فرد کو قیدی بنا لیا۔ پھر بنو ثقیف کا وہ فرد دو مسلمانوں کے بدلے میں چھوڑ دیا گیا۔^{۱۲۱}

کسی لونڈی کے ساتھ اس وقت تک ہمبستری جائز نہیں جب تک کہ وہ ایک حیض سے فارغ نہ ہو جانے یا حاملہ ہونے کی صورت میں پیٹ کا بچہ نہ جن لے۔ سیدنا عرابض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۱۴۲۵] «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ تُوطَأَ السَّبَايَا حَتَّى يَضَعْنَ مَا فِي بُطُونِهِنَّ»^{۱۲۲}

”نبی اکرم ﷺ نے حاملہ عورتوں سے اس وقت تک ہمبستری کرنے سے منع کیا۔ جب تک کہ وہ اپنے پیٹ کا بچہ جنم نہیں دے لیتی۔“

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ اوطاس سے حاصل ہونے والی لونڈیوں کے بارے ارشاد فرمایا:

[۱۴۲۶] «لَا تُوطَأُ حَامِلٌ حَتَّى تَضَعَ وَلَا غَيْرُ ذَاتِ حَمْلٍ حَتَّى تَحِيضَ حَيْضَةً»^{۱۲۳}

”کسی حاملہ لونڈی سے اس وقت تک مباشرت نہ کی جائے جب تک کہ وہ اپنا بچہ نہ جن لے۔ اور غیر حاملہ سے اس وقت تک مباشرت نہ کی جائے جب تک کہ وہ ایک دفعہ حیض سے فارغ نہ ہو جائے۔“

سیدنا روفیع بن ثابت رضی اللہ عنہ ایک دفعہ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے: میں آپ کو وہی بات بتاتا ہوں جو رسول اللہ ﷺ نے غزوہ حنین کے موقع پر ارشاد فرمائی تھی۔

^{۱۲۱} صحیح مسلم = کتاب النذر: باب لا وفاء لنذر فی مَخْصِيَةِ اللَّهِ وَلَا فِيمَا لَا يَمْلِكُ الْعَبْدُ، الحديث: ۱۶۴۱

^{۱۲۲} صحیح الترمذی = أبواب السير: باب فی کراهية وطء الحَبَالِي مِنَ السَّبَايَا، الحديث: ۱۲۶۹ + صحیح مسلم = کتاب النکاح: باب تحريم وطء الحامل المسبية، الحديث: ۱۴۴۱ = کتاب الرضاع: باب جواز وطء المسبية بعد الإستبراء وَ

إِنْ كَانَ لَهَا زَوْجٌ انفسح نكاحها بالسبي، الحديث: ۱۴۵۶

^{۱۲۳} صحیح أبی داؤد = کتاب النکاح: باب فی وطء السبایا، الحديث: ۱۸۸۹۔ اس حدیث کو امام احمد اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہما نے بھی روایت کیا ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:

[۱۴۲۷] «لَا يَحِلُّ لِامْرَأٍ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَسْقَى مَاءَهُ زَرْعَ غَيْرِهِ — يَنْعَى إِيْتَانِ الْحُبَالَى — وَلَا يَحِلُّ لِامْرَأٍ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَقَعَ عَلَى امْرَأَةٍ مِنَ السَّبْيِ حَتَّى يَسْتَبْرِئَهَا وَلَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَبِيعَ مَغْنَمًا حَتَّى يُقَسِّمَ» ۱۴۳

”جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لاتا ہے اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنا پانی کسی دوسرے شخص کے کھیت میں ڈالے۔ (یعنی دوسرے شخص سے اگر کسی عورت کو حمل ٹھہر چکا ہو تو اس سے ہمبستری کرے) اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لاتا ہے اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی لونڈی سے اس وقت تک ہمبستری کرے جب تک کہ اس کا رحم صاف نہ ہو جائے (ایام ماہواری آنے سے) اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لاتا ہے اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ مال غنیمت کو تقسیم ہونے سے پہلے فروخت کرے۔“

مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ غلام عورت جنگی قیدی ہو یا خرید کردہ ہو ہمبستری سے پہلے ایک حیض کا انتظار کرنا ضروری ہے الا یہ کہ وہ چھوٹی بچی ہو یا کنواری ہو۔ ۱۴۵

مال غنیمت میں خیانت اور بددیانتی حرام ہے:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۴۲۸] ﴿وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ ۖ وَ مَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝﴾ [آل عمران = ۱۶۱:۳]

”کسی نبی کے لیے یہ لائق نہیں کہ مال غنیمت میں چوری کرے اور جو شخص اس میں چوری کرے گا وہ روز قیامت چوری کیا ہوا مال حاضر کر دے گا پھر ہر شخص کو اس کے کیے ہوئے اعمال کا پورا بدلہ ملے گا اور ظلم نہ کیا جائے گا۔“

۱۴۳ صحیح ابی داؤد= کتاب النِّکاح: باب فی وطء السَّبايا، الحدیث: ۱۸۹۰ + صحیح الترمذی= أبواب النِّکاح: باب الرجل يشتري الجارية وَ هِيَ حَامِلٌ، الحدیث: ۹۰۳۔ اس حدیث کو امام احمد رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔

۱۴۵ الرُّوْضَةُ النَّدِيَّةُ: ۱/۷۴، ۷۳ + شرح النووی: ۱/۴۷۰ + معالم السنن: ۳/۷۲ + تحفة الإحوذی: ۲/۳۸۴

۱۴۶ صحیح ابی داؤد= کتاب الحروف والقراءات (فی أوَّلِهِ)، الحدیث: ۳۳۶۰ + صحیح الترمذی= أبواب تفسیر القرآن:

جنگ بدر کے مال غنیمت میں ایک سرخ لنگی گم پائی گئی تو بعض لوگوں نے کہا شاید وہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے لیے رکھ لی ہو جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔^{۱۳۶}

لفظ ”غلول“ کا معنی ہے مال غنیمت میں چوری کرنا یا بددیانتی کرنا۔ جیسا کہ ایک حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۱۴۲۹] «لَا نَهَبَ وَلَا اِغْلَالَ وَلَا اِسْلَالَ»^{۱۳۷}

”اسلام میں نہ لوٹ مار جائز ہے، نہ خیانت جائز ہے اور نہ ہی چوری۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۱۴۳۰] «قَامَ فِينَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْغُلُولَ فَعَظَّمَهُ وَعَظَّمَ أَمْرَهُ قَالَ : «لَا الْفَيْنَ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْيَمَامَةِ عَلَى رَقَبَتِهِ شَاةٌ لَهَا تُعَاءُ - أَوْ فَرَسٌ لَهُ حِمَحِمَةٌ - وَ يَقُولُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ! اَعْنِنِي فَأَقُولُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ - وَ عَلَى رَقَبَتِهِ صَامِتٌ فَيَقُولُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْنِنِي فَأَقُولُ : لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ أَوْ عَلَى رَقَبَتِهِ رِقَاعٌ تَخْفِقُ فَيَقُولُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ! اَعْنِنِي - فَأَقُولُ : لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ»^{۱۳۸}

”ایک دن رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان خطبہ ارشاد فرمانے کے لیے کھڑے ہوئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: ”میں روزِ قیامت تم میں سے کسی کو ایسی حالت میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر بکری سوار ہو اور وہ اپنی مخصوص آواز میں میا رہی ہو۔ یا گھوڑا سوار ہو اور وہ اپنی مخصوص آواز میں ہنہنا رہا ہو۔ اور وہ شخص مجھ سے درخواست کرے یا رسول اللہ ﷺ میری مدد فرمائیے۔ اور میں جواباً یہ کہوں: ”میں تمہارے لیے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا۔ یقیناً میں نے تمہیں اللہ کا حکم پہنچا دیا تھا۔ یا اس کی گردن پر خاموش مال یعنی سونا اور چاندی ہو۔ اور وہ مجھے کہے یا رسول اللہ! میری مدد فرمائیں۔ تو میں جواباً کہوں گا۔ میں آج تیرے کسی کام نہیں آسکتا۔ میں نے تجھے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا تھا۔ یا اس کی

^{۱۳۷} سنن الدارمی = کتاب السیر: باب فی الغلال إذا جاء بما غل به ، الحديث: ۲۴۹۴ + صحيح أبي داود = كتاب الجهاد: باب فی صلح العدو ، الحديث: ۲۴۰۴ - یہ روایت طبرانی اور مسند احمد میں بھی ہے۔

^{۱۳۸} صحيح البخاری = كتاب الجهاد: باب الغلول ، الحديث: ۲۹۰۸ + صحيح مسلم = كتاب الإمارة : باب غلط تحريم

گردن پر حرکت کرنے والے کپڑوں کے چند ٹکڑے ہوں اور وہ اسی طرح مدد کی درخواست کرے تو میں پھر یہی جواب دوں گا کہ میں تیرے لیے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا میں نے اللہ کا حکم آپ کو پہنچا دیا تھا۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ جنگ خیبر کے روز نکلے۔ ہمیں وہاں زیادہ تر کوئی سونا اور چاندی تو ہاتھ نہ لگا۔ البتہ دیگر مال کپڑے اور ساز و سامان وغیرہ بہت زیادہ مقدار میں ملا۔ بنی ضُبیب کے ایک شخص رفاعہ بن زید نے ایک غلام بطور تحفہ کے رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کیا تھا۔ اس غلام کا نام مدعم تھا..... وہ غلام رسول اللہ ﷺ کے اونٹ پر لدا ہوا سامان کھول رہا تھا اور کوئی چیز چرانے کی کوشش کر رہا تھا۔ ایک اجنبی تیرا سے آگاہ اور وہیں ڈھیر ہو گیا۔ لوگوں نے کہا: اس کو جنت مبارک ہو (کیونکہ یہ شہید ہوا ہے) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۴۳۱] «كَأَلَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ أَنَّ الشَّمْلَةَ الَّتِي أَخَذَهَا يَوْمَ خَيْبَرَ مِنَ الْمَغَانِمِ لَمْ تُصِبْهَا الْمَقَاسِمُ لَتَشْتَعِلَ عَلَيْهِ نَارًا» فَلَمَّا سَمِعَ ذَلِكَ النَّاسُ جَاءَهُ رَجُلٌ بِشِرَاكِ أَوْ شِرَاكِينِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ «شِرَاكٌ مِنْ نَارٍ أَوْ شِرَاكَانِ مِنْ نَارٍ» ۱۳۹
 ”ہرگز نہیں اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! وہ چادر جو اس نے غزوہ خیبر کے روز تقسیم سے قبل مال غنیمت سے اٹھا لی تھی۔ البتہ اس پر آگ کو بھڑکا رہی ہے جب لوگوں نے یہ بات سنی تو ایک آدمی ایک یا دو تسمے لے کر آپ ﷺ کے پاس حاضر ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ایک یا دو تسمے جہنم کی آگ کا موجب بن سکتے تھے۔“ (اگر تو ان کو واپس نہ کرتا)

رسول اللہ ﷺ کا یہ بھی فرمان ہے:

[۱۴۳۲] «لَا تَغْلُوا وَلَا تَغْدِرُوا.....» ۱۵۰

۱۳۹ صحیح البخاری = کتاب الإیمان والنذور: باب هل يدخل في الإیمان والنذور الأرض والغنم والرّرع والأمتعة ، الحديث: ۶۳۲۹ + صحیح مسلم = کتاب الإیمان: باب غلط تحريم الغلول و أَنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا الْمُؤْمِنُونَ ، الحديث: ۱۱۵۰ + صحیح أبی داؤد = کتاب الجهاد: باب في تعظيم الغلول ، الحديث: ۲۳۵۸ + المؤطا للإمام مالك = کتاب الجهاد : باب ما جاء في الغلول

۱۵۰ تخریج کے لیے ملاحظہ ہو الرَّقم المسلسل: ۵۲

”مال غنیمت میں خیانت نہ کرو اور دھوکہ نہ کرو۔“

نیز فرمایا:

[۱۴۳۳] «فَإِنَّ الْغُلُولَ نَارٌ وَ عَارٌ عَلَى أَصْحَابِهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ» ۱۵۱

”بلاشبہ چوری اور خیانت اپنے ارتکاب کرنے والوں کے لیے دنیا اور آخرت میں جہنم کی آگ اور بدنامی کا باعث ہے۔“

ایک روایت میں الفاظ یوں ہیں:

[۱۴۳۴] «فَإِنَّ الْغُلُولَ عَارٌ وَ نَارٌ وَ شَنَاءٌ عَلَى أَهْلِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ» ۱۵۲

”بلاشبہ چوری اور خیانت قیامت کے روز اپنے مرتکب کے لیے آگ، بدنامی اور ندامت کا موجب ہے۔“

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا:

① مال غنیمت میں چوری اور خیانت قرآن مجید، صحیح احادیث اور اجماع امت کے مطابق کلی طور پر کبیرہ جرائم میں سے ہے۔ جس حد تک ممکن ہو چوری کیے ہوئے مال کی واپسی واجب ہے۔ ممکن نہ ہونے کی صورت میں بقول امام شافعی وہ مال امیر المومنین کے حوالے کر دیا جائے۔ اکثر علماء کہتے ہیں کہ پانچواں حصہ امام کے حوالے کر کے باقی صدقہ کر دے۔ ۱۵۳

② بیت المال کے مال کو جمع کرنے اور عوام الناس سے صدقات وصول کرنے کی ڈیوٹی پر مامور افراد وغیرہ میں چوری اور خیانت جس طرح حرام ہے۔ بالکل اسی طرح ان کے لیے تحائف قبول کرنا بھی حرام ہے۔ اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ کی مندرجہ ذیل حدیث ہے: سیدنا ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں..... رسول اللہ ﷺ ایک دفعہ منبر پر کھڑے ہوئے۔ اللہ کی حمد و ثناء بیان کی اور فرمایا:

۱۵۱ مسند احمد: ۵/۳۱۶، ۳۲۶

۱۵۲ الْمُؤَطَّأُ لِلْإِمَامِ مَالِكٍ = کتاب الجہاد: باب ما جاء فی الغلول + صحیح ابن ماجہ = کتاب الجہاد: باب الغلول ، الحدیث: ۲۳۰۰ + سُنَنُ الدَّارِمِيِّ = کتاب السَّيْرِ: باب ما جاء أَنَّهُ قَالَ: أَدُّوا الْخَيْطَ وَالْمَخِيطَ ، الحدیث: ۲۴۹۰ + مسند

أحمد: ۴/۱۲۸، ۳۱۸

۱۵۳ شرح النووی: ۲/۱۲۳ + القرطبی: ۴/۱۶۷ + سُبُلُ السَّلَامِ: ۳/۱۰۲

[۱۴۳۵] « مَا بَالُ عَامِلٍ أَبْعَثَهُ فَيَقُولُ هَذَا لَكُمْ وَهَذَا أُهْدَى لِي أَفَلَا قَعَدَ فِي بَيْتِ أَبِيهِ أَوْ فِي بَيْتِ أُمِّهِ حَتَّى يَنْظُرَ أَيُّهُدَى إِلَيْهِ أَمْ لَا ؟ » ۱۵۴

”اس عامل (تحصیلدار، مسؤل) کا کیا معاملہ ہے کہ جس کو میں (زکوٰۃ وغیرہ کی وصولی کے لیے) روانہ کرتا ہوں۔ پھر وہ واپس آ کر کہتا ہے یہ تو آپ کا مال ہے اور یہ مجھے تحفہ دیا گیا ہے وہ اپنے باپ یا ماں کے گھر میں کیوں نہ بیٹھا رہا۔ پھر دیکھتے کہ اس کو تحفہ دیا جاتا ہے یا نہیں۔“

❸ خیانت کرنے والے کی سزا یہ ہے کہ امام اس کا جنازہ نہ پڑھے۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے خیانت کرنے والے ایک شخص کے بارے فرمایا:

[۱۴۳۶] « صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ » ۱۵۵

”تم اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھ لو.....“

چنانچہ لوگوں نے اس کے سامان کی تفتیش کی تو چند خرمہرے برآمد ہوئے جو دو درہم کے مساوی بھی نہ تھے۔

❹ دنیاوی سزا کے طور پر اس کو مناسب حال تادیب اور تعزیر کی جائے۔ البتہ مالی سزا میں علماء کا اختلاف ہے۔

ایک حدیث میں ہے:

[۱۴۳۷] « إِذَا وَجَدْتُمُ الرَّجُلَ قَدْ غَلَّ فَأَخْرِفُوا مَتَاعَهُ وَاضْرِبُوهُ » ۱۵۶

”جب تم ایسے شخص کو پاؤ کہ اس نے بددیانتی کی ہے تو اس کے سامان کو جلا دو اور اس کو مارو۔“

یہ حدیث چونکہ امام بخاری، ترمذی، دارقطنی کے بقول منکر غریب ہے۔ لہذا امام بخاری، شافعی مالک اور ابو حنیفہ (رحمہم اللہ) کے مذہب کے مطابق بددیانتی کرنے والے کا مال و متاع نذر آتش نہیں کیا جائے گا۔ البتہ امام حسن بصری، اوزاعی، احمد اور اسحاق کہتے ہیں کہ سزا کے طور

۱۵۴ صحیح مسلم = کتاب الإمارة: باب تحریم ہدایا العُمَّال، الحدیث: ۱۸۳۲ + صحیح أبی داؤد = کتاب الخراج والإمارة

والفیء: باب فی ہدایا العُمَّال، الحدیث: ۲۵۵۳

۱۵۵ تخریج کے لیے ملاحظہ ہو الرِّقْمُ المسلسل: ۹۸۷

۱۵۶ سنن أبی داؤد = کتاب الجہاد: باب فی عَقُوبَةِ الْغَالِّ + سنن الترمذی = أبواب الحدود: باب ما جاء فی الغال ما یُصَنَعُ

بہ، یہ حدیث ضعیف ہے۔ دیکھئے ضعیف أبی داؤد، الحدیث: ۵۸۰ + ضعیف الترمذی، الحدیث: ۲۴۵۰

پراس کا مال جلا دیا جائے تاہم مال غنیمت، حیوانات اور مصحف وغیرہ نہ جلائے جائیں۔ ۱۵۷

⑤ خیانت کے مرتکب کو حقیقی شہید یعنی شہید فی سبیل اللہ نہ کہا جائے گا۔ جیسا کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جنگ خیبر کے روز اصحاب رسول ﷺ کی ایک جماعت شہداء کی طرف گئی اور کہنے لگی یہ شخص بھی شہید ہے۔ یہ شخص بھی شہید ہے۔ یہاں تک کہ ایک شخص کے پاس سے گزرے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا:

[۱۴۳۸] «كَلَّا إِنِّي رَأَيْتُهُ فِي النَّارِ فِي بُرْدَةٍ غَلَّهَا أَوْ عِبَاءَةٍ» ۱۵۸

”ہرگز نہیں میں نے اس کو آگ میں دیکھا ہے۔ ایک چادر یا کمبل کی وجہ سے جس کو اس نے چرایا ہوا تھا۔“

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۱۴۳۹] «فَذَهَبُوا يَنْظُرُونَ إِلَيْهِ وَجَدُوا عِبَاءَةً قَدْ غَلَّهَا» ۱۵۹

”چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے جا کر اس کے سامان کی تلاشی لی تو اس کے سامان میں سے ایک چادر پائی جو مال غنیمت سے چرائی ہوئی تھی۔“

⑥ مال غنیمت میں خیانت کرنے والی قوم کے دل خوفزدہ کر دیئے جاتے ہیں، زانیوں میں موتیں بہت واقع ہوتی ہیں۔ ماپ تول میں کمی کرنے والوں کی روزی کے اسباب منقطع کر دیئے جاتے ہیں۔ غیر عادل قوم کے لیے قتل و فساد اور بد عہد قوم کے لیے دشمن کے غلبہ کا عذاب نازل ہوتا ہے۔ یہ سب باتیں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے فرمان کے طور پر مروی ہیں۔ ۱۶۰

④ سورہ آل عمران آیت نمبر: ۱۶۱ کے الفاظ ﴿أَنْ يُغْلَلْ﴾ میں دوسری قرأت «أَنْ يُغْلَلْ» بھی منقول ہے۔ جو صیغہ مجہول کے ساتھ ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ نبی کے ساتھ خیانت

۱۵۷ ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب القلیل من الغلول + مختصر السنن مع المعالم: ۴/۳۹، ۴۰، المنتقی

۲۰۴/۳:

۱۵۸ صحیح مسلم = کتاب الإیمان: باب غَلَطَ تحريم الغُلُولِ وَ أَنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا الْمُؤْمِنُونَ، الحديث: ۱۱۴

۱۵۹ صحیح البخاری = کتاب الجہاد: باب القلیل مِنَ الغُلُولِ، الحديث: ۲۹۰۹

۱۶۰ الْمُؤَطَّلُ لِلإمام مالك = کتاب الجہاد: باب ما جاء في الغُلُولِ

نہیں کی جاسکتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کو بذریعہ وحی مطلع فرما دیتا تھا۔ جبکہ «أَنْ يُعْلَلَّ» کا ایک مطلب «أَنْ يَكْتُمَ شَيْئًا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ» بھی ہے۔ یعنی نبی ﷺ کے لیے جائز نہیں ہے کہ اللہ کی کتاب میں سے کوئی چیز چھپا لیں۔ امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «إِيَّاكَ وَ غُلُولَ الْكُتُبِ» اہل عرب میں یہ جملہ استعمال ہوتا ہے جس کا مطلب ہوتا ہے کہ کتابوں میں خیانت کرنے سے اجتناب کرو۔ ان سے پوچھا گیا کہ کتابوں میں خیانت کرنے سے کیا مراد ہے تو امام زہری رحمہ اللہ نے جواباً فرمایا: «حَبْسُهَا عَنْ أَصْحَابِهَا» کتابوں کو اہل علم سے روک رکھنا کتابوں میں خیانت ہے۔^{۱۶۱}

((..... ❀ ❀ ❀ ❀ ❀))

مصادر ومراجع الجهاد الاسلامي

نمبر شمار	اسم الكتاب	اجزاء	المؤلف مع الوفات	مطبوعه
التفسير و علومه				
١	تفسير ابن جرير (جامع البيان)	٣٠	محمد بن جرير الطبري (٣١٠ هجرى)	الميمية مصر
٢	تفسير ابن كثير	٤	حافظ اسماعيل بن كثير الدمشقي (٧٧٤ هـ)	الكويت
٣	تفسير الجامع لإحكام القرآن	٢٠	ابو عبد الله محمد بن احمد القرطبي (٦٩١ هـ)	بيروت
٤	تفسير انوار التنزيل و اسرار التاويل	٢	عبد الله بن عمر البيضاوي (٧٩١ هـ)	مكتبة مصطفى الحلبي مصر
٥	الجلالين مع الشروح	٢	جلال الدين السيوطي والمحلي	مكتبة مصطفى الحلبي مصر
٦	تفسير روح المعاني	٣٠	العلامة محمود آلوسي (١٢٧٠ هـ)	المنيرية مصر
٧	الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل	٤	محمود بن عمر الزمخشري (٥٢٨ هـ)	أدب الحوزه
٨	مع تخريج احاديث الكشاف	٤	الحافظ ابن حجر العسقلاني (٨٥٢ هـ)	أدب الحوزه
٩	فتح القدير	٥	محمد بن علي الشوكاني (١٢٥٠ هـ)	بيروت
١٠	المنار	١٢	محمد رشيد رضا المصري (١٣٥٤ هـ)	المنار - القاهرة
١١	الناسخ والمنسوخ	١	الامام ابو منصور عبد القاهر بن ظاهر البغدادى (٤٢٠ هـ)	دار العدوى - عباس

۱۲	الاتقان فی علوم القرآن	۲	جلال الدین السیوطی (۵۹۱۱)	سهیل اکیڈمی - لاہور
۱۳	البرهان فی علوم القرآن	۲	محمد بن عبد اللہ الزرکشی (۵۷۹۴)	مصطفیٰ الحبلی - مصر
۱۴	اسباب النزول	۱	علی بن احمد النیشابوری (۵۴۶۸)	دار ابن کثیر - دمشق
۱۵	المفردات فی غریب القرآن	۱	حسین بن محمد الراغب الاصفہانی (۵۰۲)	أصْحُ المطابع - کراچی
۱۶	مع مقدمة التفسیر	۱	حسین بن محمد الراغب الاصفہانی (۵۰۲)	أصْحُ المطابع - کراچی
۱۷	فتح البیان فی مقاصد القرآن	۱۰	العلامة صدیق حسن خان (۱۳۰۷ھ)	بولا ق - المصر
۱۸	تاویل مشکل القرآن	۱	عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ (۲۷۶ھ)	دار التراث - القاهرة
۱۹	الفوز الکبیر فی أصول التفسیر	۱	شاه ولی اللہ الدهلوی (۱۱۷۶ھ)	مکتبہ السلفیہ لاہور
۲۰	التفسیرات الاحمدیہ	۱	الشیخ احمد بن ابی سعید الحنفی (۱۱۳۰ھ)	کراچی
۲۱	نیل المرام من تفسیر آیات الاحکام	۱	العلامة صدیق حسن خان (۱۳۰۷ھ)	تعلیم الإسلام مامون کانجن (فیصل آباد)

الحديث و علومه

۲۲	صحیح البخاری	۲	الامام محمد بن اسماعیل البخاری (۲۵۶ھ)	أصْحُ المطابع - دہلی
۲۳	صحیح مسلم	۲	الامام مسلم بن الحجاج (۲۶۱ھ)	أصْحُ المطابع - دہلی
۲۴	جامع الترمذی مع القوت المغنذی	۲	الامام محمد بن عسائی الترمذی (۲۷۹ھ)	أصْحُ المطابع - دہلی
۲۵	سنن النسائی مع التعليقات السلفية	۲	الامام احمد بن شعيب النسائی (۳۰۳ھ)	المکتبہ السلفیہ - لاہور

۲۶	سنن أبو داؤد	۲	الامام ابو داؤد سليمان بن الاشعث (۵۲۷۵)	دارالكتب العربى - بيروت
۲۷	مختصر سنن ابى داؤد	۸	الحافظ عبد العظيم المنذرى (۵۶۵۶)	مكتبه اثرية- سانگله هل
۲۸	مختصر صحيح مسلم	۲	الحافظ عبد العظيم المنذرى (۵۶۵۶)	مكتب اسلامى- كويت
۲۹	الموطا برواية المصمودى	۱	الامام مالك بن انس المدنى (۵۱۷۹)	اصح المطابع -دهلى
۳۰	الموطا برواية محمد مع التعليق الممجد	۱	الامام محمد بن الحسن الشييبانى (۵۱۸۹)	يوسفى لكهنو(الهند)
۳۱	سنن ابن ماجة مع شرح مفتاح الحاجة	۱	الامام محمد بن يزيد ابن ماجة (۵۲۷۳)	فاروقية -ملتان
۳۲	سنن الدار قطنى مع التعليق المغنى	۴	الحافظ على بن عمر الدار قطنى (۵۳۸۵)	دارالمحاسن-القاهرة
۳۳	مسند الامام احمد مع تعليق الشاكر	۱۴	الامام احمد بن حنبل (۵۲۴۱)	دارالمعارف-مصر
۳۴	مسند الامام احمد	۶	الامام احمد بن حنبل (۵۲۴۱)	المكتب الاسلامى- بيروت
۳۵	صحيح ابن حبان بترتيب الاحسان	۷	الامام محمد بن حبان بن احمد (۵۳۵۴)	دار الكتب -بيروت
۳۶	السنن الكبرى مع الجوهر النقى	۱۰	الحافظ احمد بن الحسين البيهقى (۵۴۵۸)	دائرة المعارف- حيدر آباد
۳۷	مشكوة المصابيح مع تعليق الالبانى	۳	العلامة محمد بن عبد الله الخطيب (۵۷۵۷) تقريباً	المكتب الاسلامى- بيروت
۳۸	المنتقى من السنن المسندة الى رسول الله	۱	ابن الجارود النيشابورى (۵۳۰۷)	مكتبه اثرية- سانگله هل
۳۹	منتقى الاخبار مع تعليق الفقى	۲	عبد السلام بن تيمية (۵۶۵۲)	الرياض

٤٠	بلوغ المرام من أدلة الأحكام	١	الحافظ ابن حجر العسقلاني (٥٨٥٢هـ)	الرياض
٤١	الجوامع الصَّغير	٢	جلال الدين السيوطي (٩١١هـ)	مكتبة اسلاميه سمندرى
٤٢	مجمع الفوائد من جامع الأصول و مجمع الزوائد	٢	محمد بن سليمان المغربي (١٠٩٤هـ)	مكتبة اسلاميه سمندرى
٤٣	كتاب الأموال	١	الامام ابو عبيد (٢٢٤هـ)	مكتبة اثريه سانكله هل
٤٤	رياض الصالحين	١	الامام يحيى بن شرف النووي (٦٧٦هـ)	الجمعية - الكويت
٤٥	التلخيص الحبير	٤	الحافظ ابن حجر العسقلاني (٥٨٥٢هـ)	مكتبة اثريه سانكله هل
٤٦	نصب الرايه فى تخريج احاديث الهداية	٤	عبد الله يوسف الزيلعي (٧٦٢هـ)	مصر - الرياض
٤٧	شمائل الترمذى	١	الامام محمد بن عيسى الترمذى (٢٧٩هـ)	اصح المطابع - دهلى
٤٨	كتاب الجهاد مع تخريج الاحاديث	١	الامام عبد الله بن المبارك (١٨١هـ)	دار المطبوعات - جدّه
٤٩	كتاب الجهاد مع تخريج الاحاديث	٢	احمد بن ابى عاصم (٢٨٧هـ)	دار القلم - دمشق
٥٠	اختلاف الحديث	١	الامام محمد بن ادريس الشافعي (٢٠٤هـ)	دار الباز - مكة المكرمة
٥١	المتجر الرَّابح فى ثواب العمل الصَّالح	١	الحافظ شرف الدين الدميّاطى (٨٠٥هـ)	مكة المكرمة
٥٢	كشف الخفاء و مُزيل الالباس	٢	المحدث اسماعيل بن محمد العجلونى (١٦٢هـ)	التراث الاسلامى - القاهرة
٥٣	تنزيه الشريعة المرفوعة عن الاحاديث الشنيعة الموضوعه	٢	الامام على بن محمد الكنانى (٩٦٣هـ)	دار الكُتب العلميه - بيروت

٥٤	القوائد المجموعة في الأحاديث الموضوعة	١	محمد بن علي الشوكاني دارالباز - مكة المكرمة (١٢٥٠هـ)
٥٥	إرواء الغليل في تخريج احاديث منار السبيل	٨	محمد ناصر الدين الالباني المكتب الاسلامي - بيروت
٥٦	سلسلة الأحاديث الصحيحة	٥	محمد ناصر الدين الالباني المكتب الاسلامي - بيروت
٥٧	سلسلة الاحاديث الضعيفة	٢	محمد ناصر الدين الالباني المكتب الاسلامي - بيروت
٥٨	كتاب العلل مع شرح ابن رجب الحنبلي	١	الامام محمد بن عيسى الترمذى (٥٢٧٩هـ) اصح المطابع دهلي - ملتان
٥٩	مقدمة ابن الصلاح في علوم الحديث	١	عثمان بن عبد الرحمن بن الصلاح (٥٦٤٣هـ) مطبعة العاصمة - القاهرة
٦٠	شرح نخبة الفكر	١	الحافظ ابن حجر العسقلاني (٥٨٥٢هـ) اصح المطابع - دهلي
٦١	تيسير مصطلح الحديث	١	الدكتور محمود الطحان دار القرآن - بيروت
٦٢	اختصار علوم الحديث مع الباعث الحثيث	١	الحافظ ابن كثير الدمشقي (٥٧٧٤هـ) دار التراث - القاهرة
شروح وتعليقات كتب الحديث			
٦٣	فتح الباري شرح صحيح البخاري	١٣	الحافظ ابن حجر العسقلاني (٥٨٥٢هـ) مصطفى الحلبي و المطبعة البهية - مصر
٦٤	مقدمة فتح الباري (هدى الساري)	٢	الحافظ ابن حجر العسقلاني (٥٨٥٢هـ) مصطفى الحلبي و المطبعة البهية - مصر
٦٥	شرح العيني على البخاري	٣	العلامة محمود بن احمد العيني (٥٨٥٥هـ) منيرية - مصر
٦٦	شرح النووي على صحيح مسلم	٢	الامام يحيى بن شرف النووي (٦٧٦هـ) اصح المطابع - دهلي
٦٧	السراج الوهاج شرح مختصر مسلم	٢	العلامة صديق حسن القنوجي (١٣٠٧هـ) مكتبة اثرية - سانكله هل

۶۸	معالم السنن شرح سنن ابی داؤد	۸	الامام حمد بن محمد الخطابی (۵۳۸۸)	المطبعة العربية-لاهور
۶۹	تهذيب السنن لابن القيم	۸	الحافظ محمد بن ابی بکر بن القيم (۵۷۵۱)	المطبعة العربية-لاهور
۷۰	عون المعبود شرح سنن ابی داؤد	۴	العلامة شمس الحق عظیم آبادی (۵۱۳۲۹)	فاروقیہ-ملتان
۷۱	المنتقى شرح المؤطاء	۷	القاضي ابو الوليد سليمان بن خلف الباجي (۵۴۹۴)	دار الكتاب العربي- بيروت
۷۲	تحفة الأحمدي شرح الترمذی	۴	العلامة عبد الرحمن مبارك پوری (۵۱۳۵۳)	فاروقی کتب خانہ- ملتان
۷۳	مقدمة تحفة الأحمدي	۱	العلامة عبد الرحمن مبارك پوری (۵۱۳۵۳)	فاروقی کتب خانہ- ملتان
۷۴	التعليق المغنى على الدار قطنى	۴	العلامة شمس الحق عظیم آبادی (۵۱۳۲۹)	دار المحاسن-القاهرة
۷۵	إحكام الأحكام شرح عمدة الاحكام	۴	العلامة ابن دقيق العيد (۵۷۰۲)	دار الكتب العلمية- بيروت
۷۶	شرح الطيبي لمشكوة المصابيح	۱۲	حسين بن محمد الطيبي (۵۷۴۳)	ادارة القرآن-کراچی
۷۷	مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح	۵	ملا على القارى الحنفی (۱۰۱۴)	الميمنية-مصر
۷۸	نيل الاوطار شرح منتقى الاخبار	۸	الامام محمد بن على الشوكاني (۵۱۲۵۰)	انصار السنة المحمدية- لاهور
۷۹	سُبُل السَّلام شرح بلوغ المرام	۴	إمام محمد بن اسماعيل الصنعاني (۵۱۱۸۲)	دار الكتاب العربية- بيروت
۸۰	فتح العلام شرح بلوغ المرام	۲	نواب صديق حسن خان (۵۱۳۰۷)	مصر

فقه الحديث و اسرار الاحكام

۸۱	المحلّى مع تعليق احمد شاكر	۱۱	الحافظ على بن احمد بن حزم (۵۴۵۶)	المنيرية-مصر
----	-------------------------------	----	-------------------------------------	--------------

۸۲	حِجَّةُ اللَّهِ الْبَالِغَةُ	۲	شاه ولی اللہ دہلوی (۱۱۷۶ھ)	مکتبۃ السلفیۃ - لاہور
۸۳	الرَّوْضَةُ النَّدِیَّةُ شرح الدَّرَرِ الْبَہِیَّةِ	۲	العلامة صديق حسن خان (۱۳۰۷ھ)	دار الکتب الاسلامیۃ - لاہور
۸۴	فقہ السنۃ مع تمام المنۃ للالبانی	۳	السَّیِّد سابق	دار الرِّیّان - القاہرۃ
۸۵	تیسیر العلّام شرح عمدۃ الأحكام	۳	عبد اللہ بن عبد الرحمن بن صالح	مکتبۃ جدۃ السعودیۃ
۸۶	محاسن الاسلام	۱	محمد بن عبد الرحمن البخاری (۵۴۶ھ)	دار الكتاب العربی - بیروت
۸۷	إِحْیَاءُ الْعُلُومِ	۴	الإمام محمد الغزالی (۵۰۵ھ)	مصر

الفقہ واصولہ

۸۸	المغنی مع المتخلّص	۱۴	عبد اللہ بن احمد بن قدامة المقدسی (۶۳۰ھ)	دار الكتاب العربی - بیروت
۸۹	الشَّرح الكبير للمُقتنع مع المغنی	۱۲	عبد الرَّحْمَن بن محمد بن قدامة المقدسی (۶۸۲ھ)	دار الكتاب العربی - بیروت
۹۰	العدة شرح العمدة لابن قدامة	۱	عبد الرحمن بن ابراهيم المقدسی (۶۲۴ھ)	مؤسسة قرطبة - القاہرۃ
۹۱	بداية المجتهد و نهاية المقتصد	۲	محمد بن احمد بن رشد القرطبی (۵۹۵ھ)	دار الکتب الاسلامیۃ - مصر
۹۲	مراتب الاجماع مع نقد المراتب لابن تیمیۃ	۱	حافظ ابن حزم الاندلسی الظَّاهری (۴۵۶ھ)	دار الكتاب - بیروت
۹۳	الاجماع لابن المنذر	۱	الامام محمد بن ابراهيم بن المنذر النیشاپوری (۳۱۸ھ)	دار الثقافة - الدوحة
۹۴	المجموع شرح المذهب للشیرازی الفقیہ	۸	الامام النووی (۶۷۶ھ)	المکتبۃ العالمیۃ فحاله
۹۵	الْقَوَاعِدُ الثَّوْرَانِیَّةُ الْفَقْهِیَّةُ	۱	الإمام ابن تیمیۃ (۷۲۸ھ)	ترجمان السنۃ - لاہور

٩٦	منار السبيل فى شرح الدليل	٢	ابراهيم بن محمد الحنبلى (١٣٥٣هـ)	المكتب الاسلامى - بيروت
٩٧	الدر المختار شرح تنوير الابصار	٥	محمد علاء الدين بن على الحنفى (١٠٧١هـ)	مطبعة سعادت عثمانية
٩٨	رد المختار على الدر المختار	٧	محمد امين ابن العابدين الحنفى (١٢٥٢هـ)	مطبعة سعادت عثمانية
٩٩	الهداية مع الشروح	٤	ابو الحسن على بن ابى بكر الفرغانى (٥٩٣هـ)	شركة علمية - ملتان
١٠٠	السيل الجرار شرح حدائق الازهار	٤	الامام محمد بن على الشوكانى (١٢٥٠هـ)	القاهرة
١٠١	مختصر الفتاوى المصرية لابن تيمية	١	محمد بن على الحنبلى (٧٧٧هـ)	دار الجبل - بيروت
١٠٢	الفتاوى لابن تيمية	٥	أحمد بن عبد الحليم بن تيمية (٧٢٨هـ)	مصر
١٠٣	مجموع الفتاوى مع الفهارس	٣٩	احمد بن عبد الحليم بن تيمية (٧٢٨هـ)	رياسة الحرمين الشريفين
١٠٤	اعلام الموقعين عن رب العالمين	٤	الحافظ محمد بن ابى بكر بن القيم الجوزية (٧٥١هـ)	المطبعة المصرية
١٠٥	شرح زاد المستقنع مع الروض المربع	٣	منصور بن يونس الحنبلى	الرياض
١٠٦	كتاب الجامع فى السنن والمغازى	١	ابو محمد عبد الله بن ابى زيد القيروانى (٣٨٦هـ)	موسسة الرسالة - بيروت
١٠٧	حدائق الازهار مع السيل الجرار	٤	احمد بن يحيى المهدوى (٨٠٠هـ)	القاهرة
١٠٨	الاحكام السلطانية	١	القاضى ابو يعلى محمد بن الحسين الحنبلى (٤٥٨هـ)	دار النشر - لاهور
١٠٩	الدرر المنظومات فى الاقضية والحكومات	١	القاضى ابراهيم بن عبد الله بن ابى الدم (٦٤٢هـ)	مكة المكرمة - بيروت

١١٠	أقضية رسول الله ﷺ	١	ابو عبد الله محمد بن فرج المالكي القرطبي (٥٤٩٧هـ)	دار الوعى بحلب سوريا
١١١	الموافقات (فى اصول الفروع)	١	الامام ابراهيم بن موسى الشاطبي (٥٧٩٠هـ)	القاهرة
١١٢	جماع العلم	١	الامام محمد بن ادریس الشافعي (٥٢٠٤هـ)	مكتبة ابن تيمية طالبيه
١١٣	الأصول والضوابط	١	الامام يحيى بن شرف النووي (٥٢٧٦هـ)	دار البشائر- بيروت
١١٤	الإحكام فى اصول الأحكام	٨	الامام على بن حزم الظاهري (٥٤٥٦هـ)	دار الحديث- ازهر
١١٥	الطُّرُق الحكمية فى السياسة الشرعية	١	الحافظ ابن القيم الجوزية (٥٧٥١هـ)	دار الكتب العلمية- بيروت
١١٦	السياسة الشرعية فى اصلاح الرّاع والرعية	١	الامام ابن تيمية (٥٧٢٨هـ)	دار الدعوة الاسلامية- لاهور
١١٧	إرشاد الفحول فى علم الأصول	١	الامام الشوكاني (١٢٥٠هـ)	مطبعة السعادة- مصر
١١٨	مسلم الثبوت مع الشروح	١	محب الله بن عبد الشكور (٥١١٩هـ)	رحيمية- دهلى
١١٩	نور الأنوار شرح المنار للنسفي	١	الشيخ احمد ملا جيون الحنفي (١١٣٠هـ)	كراچي
١٢٠	مذكرة أصول الفقه على روضة الناظر لابن قدامة	١	الشيخ محمد امين ابن المختار الشنقيطي	دار القلم- بيروت
التوحيد والعقائد				
١٢١	كتاب الايمان	٣	الحافظ محمد بن اسحاق بن يحيى (٥٣٩٥هـ)	الجامعة الاسلامية- المدينة المنورة
١٢٢	الكافية الشافعية والقصيدة التونية	١	الحافظ ابن القيم الجوزية (٥٧٥١هـ)	سهيل اكيڏمى- لاهور
١٢٣	شرح العقيدة الواسطية لابن تيمية	١	العلامة محمد خليل هراس	السعودية

١٢٤	كتاب الاعتصام	٢	امام ابراهيم بن موسى الشاطبي (٥٧٩٠)	مصطفى محمد- مصر
١٢٥	منهاج السنة النبوية مع صريح المعقول	٤	عبد الحليم ابن تيمية (٥٧٢٨)	بلاق- مصر
١٢٦	اقتضاء الصراط المستقيم	١	عبد الحليم ابن تيمية (٥٧٢٨)	مكتبة السلفية- لاهور
١٢٧	قاعدة جليله في التَّوَسُّلِ والوسيلة	١	عبد الحليم ابن تيمية (٥٧٢٨)	مكتبة علميه- بيروت
١٢٨	الصَّارم المسلول على شاتم الرَّسول	١	عبد الحليم ابن تيمية (٥٧٢٨)	شركت علميه- ملتان
١٢٩	الصَّواعق المرسلة على الجهمية والمعتزلة	٢	الامام ابن القيم الجوزية (٥٧٥١)	مكتبة علميه- بيروت
١٣٠	إغاثة اللهفان في مصائد الشيطان	٢	الامام ابن القيم الجوزية (٥٧٥١)	المكتب الاسلامي- بيروت
١٣١	اجتماع الجيوش الاسلاميه	٢	الامام ابن القيم الجوزية (٥٧٥١)	مطابع الرياض
١٣٢	مفتاح دار السعادة	٢	الامام ابن القيم الجوزية (٥٧٥١)	الرياض
١٣٣	نقد العلم والعلماء تلبس ابليس	١	الامام عبد الرحمن ابن الجوزي (٥٥٩٦)	مؤسسة علوم القرآن دمشق
١٣٤	أقاويل النِّقَات في تأويل الأسماء والصفات	١	الامام مرعي بن يوسف المقدسي (١٠٣٣هـ)	مؤسسة الرسالة- بيروت
١٣٥	الفصل في الملل والأهواء والنحل	٥	الامام ابن حزم الظاهري (٥٤٥٦هـ)	مكتبة انجاني- قاهرة
١٣٦	الملل والنحل	٤	احمد بن عبد الكريم الشهرستاني (٥٤٤٨هـ)	مكتبة انجاني- قاهرة
١٣٧	الرَّسائل السَّلفية	١	الامام الشوكاني (١٢٥٠هـ)	دار الكُتُب- بيروت

١٣٨	فتح المجيد شرح كتاب التَّوْحِيد	١	الشيخ عبد الرحمن بن الحسن (١٢٥٨هـ)	جمعية الاسلامى- كويت
١٣٩	شرح العقيدة الطَّحَاوِيَّة بتحقيق الالبانى	١	العلامة ابن ابى العز الحنفى (١٧٩٢هـ)	المكتب الاسلامى- بيروت
١٤٠	العقائد الاسلامية	١	السيد السابق	دار الكتاب- كويت
١٤١	التَّمْهيد فى التَّوْحِيد	١	ابو الشكور السالمى الحنفى	فاروقى- دهلى
١٤٢	الفقه الاكبر مع شرح ابو المنتهى	١	الامام ابو حنيفة نعمان بن ثابت الكوفى (١٥٠هـ)	احمدى- دهلى
١٤٣	مسايرة فى العقائد المنجية فى الآخرة مع شرح المسامرة	٢	كمال الدين محمد بن الهمَّام الحنفى (٨٦١هـ)	مطبعة السعادات- مصر

التاريخ والرجال

١٤٤	الإستيعاب فى أسماء الأصحاب	٤	الحافظ ابن عبد البر القرطبى (٤٦٣هـ)	فديويه- مصر
١٤٥	الإصابة فى تميز الصَّحابة	٤	الحافظ ابن حجر العسقلانى (٨٥٢هـ)	دائرة المعارف- حيدر آباد
١٤٦	تهذيب التَّهْذِيب	١٢	الحافظ ابن حجر العسقلانى (٨٥٢هـ)	دائرة المعارف- حيدر آباد
١٤٧	تقريب التَّهْذِيب	١	الحافظ ابن حجر العسقلانى (٨٥٢هـ)	دار النشراث- لاهور
١٤٨	ميزان الاعتدال فى نقد الرِّجَال	٤	الحافظ محمد بن احمد الذهبي (٧٤٨هـ)	بيروت
١٤٩	البداية والنهاية	١٤	الحافظ ابن كثير الدمشقى (٧٧٤هـ)	مطبعة السعادة- مصر
١٥٠	التاريخ الكبير والصغير	١+١	الامام محمد بن اسماعيل البخارى (٢٥٦هـ)	مكتبة اثرية- باكستان
١٥١	الضعفاء الصغير	١	الامام محمد بن اسماعيل البخارى (٢٥٦هـ)	عالم الكتب- بيروت

۱۵۲	الاكمال فى اسماء الرجال	۱	العلامة محمد بن عبد الله الخطيب (۱۷۵۷هـ)	اصح المطابع - دهلى
۱۵۳	محاضرات تاريخ الامم الاسلامية	۴	محمد الخضرى	المصر
۱۵۴	تاريخ اسلام	۴	شاه معين الدين الندوى	كراچى
السیر والمغازی				
۱۵۵	السيرة النبوية لابن هشام	۲	ابو محمد عبد الملك بن هشام (۲۱۳هـ)	الجمالية مصر + فاروقيه ملتان
۱۵۶	الرّوض الأنف شرح ابن هشام	۲	عبد الرحمن بن عبد الله السهيلي (۵۸۱هـ)	الجمالية مصر + فاروقيه ملتان
۱۵۷	زاد المعاد فى هدى خير العباد ﷺ	۴	الامام ابن القيم الجوزية (۷۵۱هـ)	السعودية
۱۵۸	الشّمائل النبوية	۱	الامام محمد بن عيسى التّرمذى (۲۷۹هـ)	اصح المطابع - دهلى
۱۵۹	الدّرر فى اختصار المغازى والسير	۱	الحافظ يوسف بن عبد البر (۴۶۳هـ)	دار الكتب العلمية - بيروت
۱۶۰	الشفاء بتعريف حقوق المصطفى ﷺ	۲	القاضى عياض المالكي (۵۴۴هـ)	عثمانية استنبول + فاروقيه ملتان
۱۶۱	إزالة الخفا عن خلافة الخلفاء	۲	شاه ولى الله دهلوى (۱۱۸۶هـ)	سهيل اكيڈمى - لاهور
۱۶۲	مختصر سيرة الرسول ﷺ	۱	الشيخ عبد الله بن محمد (۱۲۴۲هـ)	مكتبة السلفية - لاهور
۱۶۳	الرّحيق المختوم	۱	العلامة صفى الرحمن مبارك پورى	دار السّلام - رياض
۱۶۴	سيرة النّبي ﷺ	۶	علامه شبلى نعمانى و سيد سليمان ندوى	مطبع اسلامى - لاهور
۱۶۵	الجهاد فى الإسلام	۱	السّيد أبو الاعلى المودودى	اداره ترجمان القرآن - لاهور

اللغة والأدب

۱۶۶	مختار الصّاح للجوهری	۱	محمد بن ابی بکر الرازی	دار الكتاب - بیروت
۱۶۷	القاموس المحيط	۴	مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی (۵۸۱۷)	المطبعة العربية- بیروت
۱۶۸	المنجد الكبير المصوّر	۱	مستشرق مسیحی	مصر
۱۶۹	تهذیب المنجد اردو	۱	مجلس العلماء کراچی	دار الإِشاعت- کراچی
۱۷۰	دیوان حسان بن ثابت	۱	حسان بن ثابت الانصارى (۵۴۰)	السعادت- مصر
۱۷۱	دیوان الحماسة	۱	ابو تمام حبيب بن اوس الطائي (۵۲۳۲)	المعارف العلمية- لاهور
۱۷۲	الکامل للمبرّد	۳	ابو العباس المبرّد (۵۲۸۶)	مصر
۱۷۳	تاریخ الأدب العربی	۱	احمد حسن الزیات	مصر

غریب الحديث

۱۷۴	النهاية في غريب الحديث	۴	ابو السعادات المبارك ابن الأثیر (۵۶۰۶)	مصر
۱۷۵	تفسیر غریب الحديث	۱	الحافظ ابن حجر العسقلانی (۵۸۵۲)	دار المعرفة- بیروت
۱۷۶	مجمع بحار الانوار فی غرائب التنزیل و لطائف الاخبار	۴	محمد طاهر پتنی ہندی (۵۹۸۶)	لکھنؤ
۱۷۷	الفائق في غريب الحديث	۱	محمود بن عمر الزمخشري (۵۵۲۸)	مصطفى الحلبي- مصر
۱۷۸	مشارك الأنوار علی صحاح الآثار (من الصّحیحین والموطا)	۲	القاضي عياض بن موسى المالکی (۵۵۴۴)	مصر

البلاغة والنحو

۱۷۹	مختصر المعانی شرح تلخیص المفتاح	۱	مسعود بن عمر سعد الدین التّفنّازانی	فاروقية - ملتان
-----	------------------------------------	---	--	-----------------

١٨٠	شرح ابن عقيل على ٢	عبد الله بن عقيل (٥٧٦٩هـ)	مكتبة عصرية- بيروت
١٨١	أسرار البلاغة ١	عبد القاهر الجرجاني (٥٤٧١هـ)	قاهرة
علوم مختلفة			
١٨٢	مقدمة تاريخ ابن خلدون ١	عبد الرحمن بن خلدون المغزلي (٥٨٠٨هـ)	كراچی
١٨٣	حيوة الحيوان مع نجائب المخلوقات للقرطبي ٦	محمد بن موسى الدميري (٨٠٨هـ)	مستطفي الحلبي- مصر
١٨٤	الحسبة في الاسلام ١	الامام ابن تيمية (٥٧٢٨هـ)	دار الارقم- الكويت
١٨٥	المسائل المنشورة (فتاوى) الامام النووي ١	يحيى بن شرف النووي (٦٨٦هـ)	دار الكتب العلمية- بيروت
١٨٦	الأذكار للنووي ١	الامام النووي (٦٨٦هـ)	دار المعرفة- بيروت
١٨٧	مفتاح كنوز السنة ١	الدكتور المتشرق فنسك/ مترجم عبد الباقي	مكتبة الاعلام الاسلامي
١٨٨	درّة العوّاص في محاضرة الخواص ١	برهان الدين بن فرحون المالكي (٥٧٩٩هـ)	مؤسسة الرسالة- بيروت
١٨٩	الفتاوى السعدية ١	الشيخ عبد الرحمن السعدى (١٣٥٨هـ)	مكتبة ابن تيمية- القاهرة
١٩٠	مختصر المؤمل في الرد الى الامر الاول ١	عبد الرحمن بن اسماعيل ابوشامة المقدسى (٦٦٥هـ)	مكتبة الصّحوة الإسلامية- كويت
١٩١	مختصر شعب الايمان للبيهقي (مخرج) ١	الامام عمر بن عبد الرحمن القزويني (٦٩٩هـ)	دار البيان- دمشق
١٩٢	معارج الالباب في مناهج الحق والصواب ١	العلامة حسين بن مهدي النعمي (١١٨٧هـ)	مطابع الرياض
١٩٣	الجواب الصحيح لمن بدل دين المسيح ٢	الإمام ابن تيمية (٥٧٢٨هـ)	مطابع المجد البحارية
١٩٤	كتاب الرد على المنطقيين ١	الإمام ابن تيمية (٥٧٢٨هـ)	ترجمان السنة- لاهور
١٩٥	المذاهب المعاصرة و موقف الاسلام منها ١	الدكتور عبد الرحمن عميره	الرياض

١٩٦	الصواعق الشهائية	١	العلامة سليمان بن سحمان النَّجْدِي (١٣٤٩هـ)	الرياض
١٩٧	القواعد الجامعة	١	عبد الرَّحْمَن بن ناصر السَّعْدِي (١٣٥٨هـ)	مكتبة المعارف - الرياض
١٩٨	إيقاظ هِمَم أُولى الْأَبْصَار (اتباع النبي)	١	الإمام صالح بن محمد العمري الفلاني (١٢١٨هـ)	دار النَّشْر - گوجرانواله
١٩٩	النُّبْذَةُ الكافية في أَحْكام أُصول الدين	١	الإمام ابن حزم الاندلسي (٤٥٦هـ)	دار الكتب العلمية - بيروت
٢٠٠	أَحْكام عُصاة الْمُؤْمِنِينَ	١	الإمام ابن تيمية (٧٢٨هـ)	دار الكلمة الطبية
٢٠١	أُصول في البدع والسُّنن (ملخص الاعتصام)	١	محمد احمد العدوي	دار بدر
٢٠٢	موسوعة فقه عمر بن الخطَّاب	١	الدُّكتور محمد رَوَّاس	دار النفائس - بيروت
٢٠٣	مناهل العرفان في علوم القرآن	٢	محمَّد عبد العظيم الزَّرْقَانِي	دار الأحياء - بيروت